

تاریخ اعظم کوفی

از

احمد بن ابوالمحمد بن علی اعظم کوفی

تاریخ اعمام کوئی

پہلی صفحہ
پہلی بار پوسٹ نمبر ۷۹۸۸ از

محمد رفیع علی اعمام کوئی

ناشر

علی پبلیکیشنز، جنازگاہ، منگ لاهور

The following table shows the results of the experiment. The first column shows the number of trials, the second column shows the number of correct responses, and the third column shows the percentage of correct responses. The data shows that the percentage of correct responses increases as the number of trials increases, indicating that the subjects are learning the task.

Number of Trials	Number of Correct Responses	Percentage of Correct Responses
10	5	50%
20	12	60%
30	18	60%
40	25	62.5%
50	30	60%
60	35	58.3%
70	40	57.1%
80	45	56.25%
90	50	55.56%
100	55	55%

The results of the experiment show that the subjects are learning the task, as the percentage of correct responses increases from 50% to 55% over the course of 100 trials. This suggests that the subjects are able to improve their performance through practice.

قبرِ ست

۷۹	حکایت فضلہ	
۸۱	فتح بیت المقدس	
۸۲	بیت المقدس میں خلیفہ کی آمد	
۸۵	جبلہ الامیم کا مسلمان ہونا	بیعت ابوبکر
۸۶	جبلہ الامیم کا فرار	۸ میلہ کذاب
۸۸	اشعارہ ہجری کے واقعات	۳ خالد بن ولید کی علیہ سے جنگ
۹۱	وصالیئے معاذ ابن جبل اور اس کی وفات	۲۷ عبد صدیق کی فتوحات
۹۷	عیاض بن غنم کی دہا کو روانگی	۲۸ خالد کا تقرر
۹۸	بشر بن ارطاة کی آمد	۳۰ تبخیر شام اور روم
۹۹	شہر حران پر چڑھائی	۳۸ خالد کا تقرر
۱۰۰	علاقہ خاپور پر چڑھائی	۳۱ حضرت ابوبکر کی رحلت
۱۰۰	مالک اشتر کی روانگی	۳۳ خلافت عمر بن الخطاب
۱۰۱	عیاض بن غنم کا شہر نصیبین کی فتح کا مشورہ کرنا	۳۹ چوہ ہجری کے واقعات
۱۰۲	خلیفہ کا خط بنام عیاض	۶۰ فتح شام اور تبخیر حمص
	یزید بن ابوسفیان کا خط خلیفہ عمر بن خطاب	۶۱ رومی لشکر کا اجتماع
۱۰۲	کی خدمت میں	۶۵ رومیوں کے لشکر گاہ میں خالد بن ولید کا پہنچنا
۱۰۳	معاویہ بن ابی سفیان کی مستقلان پر چڑھائی	۷۰ ابو عبیدہ کا خواب
۱۰۳	فتوحات شام	۷۱ رومیوں کی صف آرائی
۱۰۵	عمر عاص کی برقعہ کو روانگی	۷۵ قصہ ابو عبیدہ
۱۰۶	خلافت عمر میں نئے بلاد کی فتح، موسیٰ اشعری کے نام	۷۸ عمار بن لکھڑ اسلام پاکفار
۱۰۷	ابو موسیٰ کا سوس پر حملہ	۷۹ حطوان میں سعد بن وقاص کی آمد

۱۲۲	۱۰۸	خلافت عثمان بن عفان	شہر سوس میں حضرت دانیال کی لاش کی برآمدگی
۱۲۷	۱۰۹	فتح خراسان و نیشاپور	تستر پر ابو موسیٰ کی چڑھائی
۱۲۸	۱۱۰	حبشہ کا فساد	کفار سے لشکر اسلام کا محاربہ
۱۵۱	۱۱۱	فتح قبرص	کفار فارس کے ساتھ مسلمانوں کا محاربہ
۱۵۲	۱۱۲	جزیرہ رودس کی فتح	قصہ نصر بن حجاج
۱۵۳	۱۱۳	بادشاہ روم سے بحری جنگ	فتح تستر
۱۵۶	۱۱۶	فتح افریقہ	کوفیوں اور بصرہ والوں کی چپقلش
۱۵۹	۱۱۶	فتح جزیرہ صقلیہ	اہل عرب سے جنگ کے لئے ایرانیوں کا دوبارہ اجتماع
۱۶۵	۱۱۷	ناپسندیدہ واقعات	امیر المومنین علی ابن ابی طالب کی رائے
۱۶۷	۱۲۰	قضیہ عمار بن یاسر	لشکر عرب سے کفار کا مقابلہ
۱۶۹	۱۲۱	ولید بن عقبہ کا بھگڑا اور اس کی شہر بخوری	نہاوند میں معرکہ عرب و عجم
۱۷۰	۱۲۲	قضیہ اشتر نخعی	لشکر ایران کی ہزیمت
۱۷۳	۱۲۳	طلحہ و زبیر	معرکہ روم
۱۷۷	۱۲۳	اختلال خلافت عثمان	نہاوند میں مقابلہ
۱۷۹	۱۲۳	احوال عثمان بن عفان	تیسرے دن کی لڑائی
۱۸۱	۱۲۶	عثمان بن عفان کے خلاف شورش	نہاوند میں عرب و عجم کا مقابلہ
۱۸۳	۱۲۸	حضرت عثمان کے خط کا پکڑا جانا	تغییر نہاوند و ہزیمت کفار
۱۸۸	۱۲۸	خلیفہ عثمان کا محاصرہ	عہد عمر میں رے اور دشت کی تغیر
۱۹۰	۱۳۱	خاتمہ خلافت عثمان	فارس کی تغیر
۱۹۷	۱۳۳	خلافت علی ابن ابی طالب	فارس میں لشکر اسلام کا غلبہ
۲۰۵	۱۳۰	طلحہ و زبیر کی مخالفت	وفات عمر بن الخطاب

۳۳۸	جناب امیرؒ اور معاویہ کی خط و کتابت	۲۰۵	ام المومنین عائشہ کی بصرہ کو روانگی
۳۵۱	معاویہ کی ایک جماعت جناب امیرؒ کی خدمت میں	۲۱۳	جنگ جمل
۳۶۶	امیر المومنینؒ کا خط معاویہ کے نام	۲۲۶	جنگ صفین
۳۶۶	جواب معاویہ	۲۲۸	اہل جزیرہ سے اشتر نخعی کی جنگ
۳۶۷	امیر المومنینؒ کا خط عمرو عاص کے نام	۲۲۹	امیر المومنین کا خط معاویہ کے نام
۳۶۸	مکین کا قصہ	۲۲۹	ولید بن عقبہ کی علیؑ سے دشمنی
۳۷۹	جنگ صفین کے بعد	۲۳۱	ایک مرد ملا کا کوفہ سے شام معاویہ کے پاس پہنچنا
۳۸۵	اہل یمن کا بھگڑا اور گروہ عثمان بن عفان کی سرکشی	۲۳۲	اشعث بن کیس الکندی کے نام المومنین کا نامہ
۴۰۰	شہوان کے خارجیوں کا ظہور	۲۳۳	شرجیل کنڈی کے نام معاویہ کا خط
۴۰۷	بصرہ سے عبداللہ بن عباس کا خط امام حسنؑ کے نام	۲۳۷	شرجیل کے نام قیس ہمدانی کا خط
۴۰۸	نامہ عبداللہ ابن عباس	۲۳۷	شرجیل کا جواب
۴۰۹	امام حسنؑ کا خط معاویہ کے نام	۲۳۸	عبداللہ ابن عمر کی معاویہ کے پاس روانگی
۴۱۰	جواب نامہ حسن از معاویہ	۲۵۶	سعد بن ابی وقاص کے نام معاویہ کا خط
۴۱۳	صلح امام حسنؑ	۲۵۲	امیر المومنین علیؑ کے نام معاویہ کا خط
۴۱۸	اہل بصرہ کا معاویہ سے برا فروخت ہونا	۲۵۵	معاویہ کی شام سے روانگی
۴۲۰	زیاد ابن ابیہ کا خط	۲۵۹	تذکرہ اویس قرنی
۴۲۲	محمد معاویہ میں خراسان کی حالت		قصہ راہب، حضرت المومنین کی برکت سے
۴۲۶	فتح خراسان	۲۶۶	چشمہ آب کی نمو
۴۲۷	شیعیان علی کے ساتھ زیاد کا برتاؤ	۲۷۳	معاویہ کے نام جناب امیر کا خط
۴۲۸	شہادت امام حسنؑ	۲۷۳	پہلی لڑائی مابین امیر المومنین علیؑ اور معاویہ
۴۳۰	معاویہ کا وصیت نامہ	۲۸۲	ہشام کی ایک بوڑھے سے ملاقات

۴۴۳ وفات معادیہ

۴۴۹ آنحضرتؐ کے مزار اقدس پر امام حسینؑ کی شکایت

۴۵۱ امام حسینؑ کا وصیت نامہ محمد بن حنفیہ کے نام

۴۵۳ امام حسینؑ کے نام کوفیوں کے پیغامات

امام حسینؑ کو حضرت مسلم بن عقیلؑ کی شہادت کی خبر ملنا

۴۶۹

ساختہ کریلا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

خواجہ احمد بن اعثم کوفی علیہ الرحمہ نے لکھا ہے کہ حضرت سرور کائنات افضل موجودات محرم قاب قوسین رسول الثقلین ابو القاسم بن عبداللہ بن عبدالملط بن ہاشم بن عبدمناف بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک بن نضر بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مضر بن سعد بن عدنان جب نور معرفت خدائے واحد سے دنیا کو معمور اور راہ ہدایت سے حق رسالت کو ادا کر چکے اور تمام عالم نورانی ہو گیا مگر انہوں نے راہ شرع اختیار کر لی تو بارگاہ باری تعالیٰ سے یہ آیہ شریفہ الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی یعنی میں نے تمہارے واسطے تمہارا دین کامل کر دیا اور تم پر اپنی نعمتیں تمام کر دیں۔ نازل ہوئی۔ اور سرور کائنات صلعم نے اس دارفانی سے طرف عالم جاودانی انتقال فرمایا۔ اس وقت بتقاضائے بشریت تمام اصحاب نہایت مغموم اور ہراساں ہوئے۔ بے دین اور کم اعتقاد والے ہر طرف سے اٹھ کھڑے ہوئے۔ طرح طرح کی صلاح اور مشورے کرنے لگے۔ موقع پانے والے اور بدگو اپنے اپنے فائدہ کی تدبیروں میں مصروف ہوئے جس جلسے میں مہاجر و انصار جمع ہوئے تھے اس میں ابو الہیثم بن الہیثم نے کھڑے ہو کر اس مضمون کے شعر پڑھے کہ انسان ہمیشہ دنیا میں نہیں رہتا۔ موت ہر ذی حیات کے دم کے ساتھ ہے۔ جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے صدے سے ہمارے حواس پریشان ہیں۔ عقل ٹھکانے نہیں۔ ہم نے جن کافروں کی گردنیں توڑ ڈالی تھیں وہ سر اٹھا کر بدلا لینے پر آمادہ ہو رہے ہیں۔ خصوصاً ان تین گروہوں یہودیوں ترسا اور مناقوں میں سے مسلمہ کذاب کی جماعت سب سے زیادہ غل اور شور مچا رہی ہے۔ جنگ و جدل کی تیاریاں ہو رہی ہیں۔ جہاں تک ان سے ہو سکتا ہے۔ ہاتھ پاؤں اور زبان دونوں سے کام لے رہے ہیں۔ طلحہ بن خویلد اس کا شور بے چٹ بنا ہوا ہے۔ اور اس کے ساتھ ایک تناؤ میں تبتا ہے۔ اب ہمیں اپنی فکر لازم ہے۔ کل کے انجام کو آج ہی سمجھ لینا بہتر ہے۔ لعل اللہ یحدث بعد ذالک امرا شاید اللہ تعالیٰ اس کے بعد کوئی امر ظاہر فرمائے۔ اے مہاجر و انصار تم اس بات کو خوب سمجھ لو کہ خلافت کے عہدہ کو کسی سربر آوردہ قریش نے قبول نہ کیا تو اس امت کی بربادی کا بیغینہ یہ حال ہو گا کہ جیسے جنگل میں آندھی اور طوفان کے وقت گدڑیے کی غیر حاضری سے غریب بھیڑوں کا حال ہوتا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ حضرت علی مرتضیٰ یا ابو بکر یا انصار و اصحاب میں کوئی اور اس کام کو انجام دے۔ اگر ایسا نہ ہو تو مسلمہ کذاب کی مخالفت سے سخت اندیشہ ہے۔ ابو الہیثم کے اس مضمون کے شعروں سے صحابہ کے دلوں پر بہت بڑا اثر ہوا۔ ایک صحابی نے کھڑے ہو کر کہا۔ اے نیک اور برگزیدہ لوگو اگر تم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مانتے تو وہ خدا سے جا ملے اور اگر زمین و آسمان پیدا کرنے والے اللہ کی عبادت کرتے تو وہ ہمیشہ موجود ہے۔ اس نے قرآن شریف میں کئی جگہ آنحضرت کی وفات سے مطلع کیا ہے اور سب سن چکے ہیں۔ اب آنحضرت تو وفات پا چکے

ہیں۔ اور کل کی کسی کو کچھ خبر نہیں اس لئے آج ہی کا دن ہے۔ اگر اس امت کے کاموں کی درستی نہ کی گئی تو وہ ہلاک ہو جائے گی۔ بہتر ہے کہ ہم مشورہ کریں ہمت نہ ہاریں۔ اور جس کو جو کچھ بہتر نظر آئے کہ گزرے پھر تو ہر ایک اپنی اپنی سی کہنے لگا۔ انصار نے کہا کہ ہم نے دین کی مدد کی ہے اور اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ہماری تعریف و توصیف کی ہے۔ جب حضرت رسالت پناہی بحکم الہی مکہ سے ہجرت کر کے ہمارے شہر میں تشریف لائے تو ہم نے اپنا مال ان پر نثار کیا۔ اپنے گھرانے کے اور ان کے دوستوں کے لئے چھوڑ دیئے۔ اپنی جانوں کو خدمت گزاری کے لئے ہتھیلیوں پر رکھ لیا۔ یہ وہ حالات ہیں جن سے کوئی بے خبر نہیں۔ نہ ان فضیلتوں سے کسی کو انکار ہو سکتا ہے۔ مناسب ہے کہ ہم میں سے خلیفہ مقرر کیا جائے۔ ہجرت کرنے والوں میں سے ایک شخص بول اٹھا کہ اے انصار تم نے اپنی اور اپنی قوم کی نسبت جس قدر بزرگی اور شرف کا اظہار کیا بالکل سچ ہے۔ بلکہ اس سے بھی زیادہ۔ لیکن ہجرت کرنے والے وہ لوگ ہیں جنہوں نے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہجرت کے وقت ساتھ دیا ہے اور اپنی جائیں قرآن کی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف میں ان کی تعریف بھی کی اور بزرگی عطا فرمائی ہے۔ خلیفہ اسی گروہ سے ہونا چاہئے۔ پھر نامور اصحاب کا گروہ اٹھ کھڑا ہوا اور کہا کہ حضرت رسول مقبول کے دوستو خلافت کے لئے نہ جھگڑو۔ عبث کوشش سے باز رہو۔ باہم صلح رکھو، انصار میں سے کسی کو امیر بنا لینا چاہئے۔ اور مہاجرین میں سے وزیر کیونکہ آپس میں فساد نہ ہونے پائے۔ بلکہ باہمی ربط و ضبط کو ترقی ہو۔ تمام اہل جلسہ نے دعا گوئی کے ساتھ اس رائے کو پسند کیا۔ ابو بکر نے کہا اے پیغمبر کے دوستو یہ بات تو ٹھیک نہیں ہے۔ ایک محل دو تخت اور ایک شہر میں دو بادشاہ اور ایک غلاف میں دو تلواریں کب رہی ہیں۔ ایک غلاف کے لئے ایک ہی تلوار موزوں ہے۔ لو کان لہما الہیتہ الا اللہ لفسدنا یعنی اگر دنیا میں کئی خدا ہوتے تو ضرور فساد پڑتا۔ سب نے یک زبان ہو کر کہا تم نے ٹھیک بات کہی اور تم ہی سب سے اچھے شخص ہو۔ اے ابو قحافہ کے بیٹے خلافت کے لئے تم سے بہتر اور زیادہ لائق و سزا کوئی شخص نہیں ہے۔ اسلام کی رونق اور مسلمانوں کی مرضی اس بات میں ہے کہ تم ہی خلیفہ بنو کیونکہ جناب رسول مقبول صلح کی زندگی میں بھی تم امت کے پیشرو تھے اور سب سے پہلے صحابی اور وفادار و رازدار دوست اب بھی تم اس عظیم الشان کام کے لئے سزاوار ہو اور کوئی اس منصب جلیلہ کے لائق نہیں۔

بیعت ابو بکر

پھر صحابہ نے متفق ہو کر صدیق اکبر سے بیعت کرنی چاہی۔ ہر شخص بیعت کرنے کے لئے ایک دوسرے پر سبقت کرتا تھا۔ تمام مہاجرین و انصار نے کسی کراہت اور عذر کے بغیر بیعت کر کے آپ کو خلیفہ مان لیا۔ اور اپنا ہاتھ ان کے ہاتھ پر رکھ دیا۔ جب تمام حاضرین جلسہ بیعت کر چکے صدیق اکبر نے حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے بلائے کا پیغام بھیجا آپ نے قبول کیا اور جس وقت مجمع میں تشریف لائے رسم سلام ادا کر کے اپنے مرتبے سے ہو بیٹھے اور فرمایا کہ مجھے کس لئے بلایا ہے۔ عمر ابن الخطاب نے کہہ کہ آپ کو ان سب مہاجرین و انصار نے اس لئے بلایا ہے کہ آپ بھی ہم سے متفق ہو جائیں۔ اور جس طرح جملہ اصحاب نے ابو بکر کو خلیفہ بنا کر بیعت کر لی ہے۔ آپ بھی بیعت کر لیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تم نے اس منصب کو ہمارے ہاتھ سے ہانہ کر کے چھینا ہے۔ اور حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رشتہ داری کے ذریعے سے اپنے کو برتر بنایا ہے۔ میں تمہاری حجت کو تم ہی پر تمام کرتا ہوں۔ اور مدلل و دعویٰ تمہارے روبرو پیش کرتا ہوں۔ مجھ سے وہ بات سنو جو بال سے زیادہ باریک ہے۔ اور تم کو لازم تھا کہ اسے بیان کرتے اے رسول کے دوستو دیکھو دنیا میں

حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کون زیادہ قریبی رشتہ دار ہے۔ خدا سے ڈرو اور ہمانہ نہ ڈھونڈو اور انصاف پر قادر ہو کر انصاف کی بات کہو۔ ابو عبیدہ جراح نے کہا اے ابو الحسین تم ہی اس کام کے لائق ہو بلکہ سب سے پہلے اسلام لانے اور قربت میں۔ سب پر فضیلت رکھنے کے سبب اس سے بھی زیادہ منصب کے سزاوار ہو۔ لیکن اب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب نے اتفاق کر لیا ہے اور ایک کام پورا ہو چکا ہے۔ تم بھی اصحاب کی خوشی کے لئے رضامند ہو جاؤ اور جھگڑا کر کے اس مصلحت کو درہم برہم نہ کرو۔ علی مرتضیٰ نے کہا اے ابو عبیدہ تم رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیارے اور امین ہو اور اس امت کے معتمد۔ اپنے حال پر رحم کھاؤ اور جو سچ بات ہو اسے ظاہر کرو، رب العزت نے جو بزرگی خاندان نبوت کو عطا فرمائی ہے اسے اپنے کنبوں کی طرف منتقل نہ کرو، ہمارے ہی گھر میں قرآن نازل ہوا ہے۔ ہمارے ہی مکانوں میں جبرئیل وحی لے کر آئے ہیں۔ علم اور فقہ اور دین اور سنت اور فریضہ کے معدن ہم ہی ہیں۔ خلق اللہ کی بھلائی کو ہم ہی خوب جانتے ہیں۔ تم لالچی نہ بنو اور اپنے آپ کو ہلاکت کے بھنور میں نہ ڈالو اس میں تمہارا ہی نقصان ہے۔ بشیر بن البراء نے کہا اے ابو الحسن خدا کی قسم اگر تمہاری یہ باتیں بیعت سے پہلے صحابہ کے کانوں تک پہنچتیں تو کوئی صحابی آپ کی مرضی کے خلاف نہ کرتا اور سب یک زبان ہو کر آپ کی بیعت اختیار کر لیتے۔ لیکن تم تو اپنے گھر میں بیٹھے رہے اور ہم سے علیحدگی اختیار کر لی۔ لوگوں نے جانا کہ تم ہمانہ کر کے اس قضیہ سے الگ تھلگ رہنا چاہتے ہو جب بات طے ہو گئی تو آپ تشریف لائے۔ حضرت علیؑ نے کہا اے بشیر کیا تو اس بات کو پسند کرتا ہے۔ پس رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی لعش منظر کو گھر میں پڑی رکھتا اور کفن و دفن کی تدبیر سرسری طور پر کر کے جھگڑے کے لئے کمر بستہ ہو جاتا اور خلافت لینے پر اڑ بیٹھتا۔ ابو بکر نے کہا اے ابو الحسن اگر میں جانتا کہ تم اس کام میں جھگڑا کرو گے تو میں ہرگز قبول نہ کرتا۔ اب تو لوگوں نے بیعت کر لی ہے۔ اگر تم بھی ساتھ ہو جاؤ تو ہماری غلطی نیکی کے درجہ پر پہنچ جائے۔ اگر تم اس بات کو قبول نہیں کر سکتے اور کچھ فکر و تامل ہے تو تم سے کچھ تعرض نہیں اس وقت حضرت علیؑ کرم اللہ وجہہ نے بغیر بیعت اس جلسے سے مراجعت فرمائی۔ بعض کا قول ہے کہ جناب فاطمہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے ڈھائی ماہ بعد آپ نے بیعت کی اور عائشہ سے روایت ہے کہ چھ ماہ بعد بیعت کی، باقی حال اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے۔ اس بات میں بہت سے قول ہیں جو راہنویں اور ان کے مخالفوں نے مبالغہ اور غلو کی راہ سے بیان کئے۔ جس کے لکھنے سے طوالت کے سوا اور کوئی فائدہ نہیں۔ اللہ تعالیٰ لکھنے اور پڑھنے والوں کو اپنی مرضی کے خلاف باتوں سے بچائے رکھے۔ تاریخ داں عالموں کا بیان ہے کہ جب صدیق کو خلافت مل گئی تو انہوں نے منبر پر جا کر ایک اچھا خطبہ پڑھا جس کا مطلب یہ تھا کہ اے لوگو حق تعالیٰ کی حمد و سپاس کے بعد معلوم ہو کہ تم پر سردار ہونا مجھ پر لازم ہو گیا ہے۔ میں تم سے بہتر نہیں ہوں۔ اگر میں نیک زندگی بسر کروں تو تم سب اصلاح اور کوشش سے میری مدد کرتے رہنا اور اگر مجھ سے کوئی بھول چوک ہو جائے تو بالضرور تنبیہ کرنا۔ سستی اور چشم پوشی سے ذرا کام نہ لینا۔ کیونکہ میرے نزدیک راستی سب سے اچھی چیز ہے۔ میں امین رہوں گا، جھوٹ بولنا خیانت کرنا ہے۔ تم کو یقین رکھنا چاہئے کہ میری نگاہیں کزور اور طاقتور یکساں ہیں اور یہ امر بھی پوشیدہ نہیں کہ جو گروہ اپنے دشمنوں کے مقابلے میں لڑائی میں سستی کرتا ہے وہ اپنے آپ کو ذلیل اور برباد کرتا ہے اور جو لوگ فساد کی جرات کرتے ہیں وہ آفتوں میں چھتے ہیں۔ جب تک میں خداوند تعالیٰ کے حکم پر چلوں تم میرے کہنے کو مانتے رہنا جس وقت مجھے اس کے حکم کے برخلاف پاؤ مجھ سے علیحدہ ہو جانا۔ اس خطبے کے بعد صدیق اکبر منبر سے اتر آئے اور امام بن کر لوگوں کو نماز پڑھائی۔ پھر اپنے مکان کو تشریف لے گئے۔ عرصہ دراز تک اسی طرح مسلمانوں کے ساتھ برتاؤ رہا۔ اور پھر اطراف و جوانب سے خبریں آنے لگیں کہ عرب کے لوگ دین اسلام سے پھر گئے ہیں۔ حضور نے شرع نبوی کو ترک کر دیا ہے۔ کئی شخصوں نے پیغمبری کا دعویٰ کیا ہے کتنے ہی لوگوں نے بیت المال کے

ہماری احتیاج نہیں۔ اس نے اپنے پیارے پیغمبر کو اپنی بارگاہ میں بلا لیا ہے۔ اور صدیق خلیفہ بن گیا ہے۔ مال و متاع اس کے پاس پہنچ دو اس کے دینے سے انکار نہ کرو کیونکہ زکوٰۃ کے نہ دینے سے برکت جاتی رہتی ہے۔ اور موت و امگیر ہو جاتی ہے۔ مرد لوگوں سے لڑنے کی تیاریاں کر لو خصوصاً "تین قبیلوں اسد، غطفان اور قرارہ کے خلاف ہمت کرو جو زمانہ جاہلیت میں تمہارے دشمن تھے اور اسلام میں حاسد، تمہارا کام کل کی نسبت آج خود بنا ہوا ہے۔ اور اس وقت صدیق اکبر ان پر جہاد کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ خالد بن ولید کو مہاجرین اور انصار کے لشکر جزار کا سردار بنایا ہے۔ تم اس کی فوج کا بہترین حصہ بنو۔ طے کے تمام قبیلوں نے اس تجویز کو پسند کیا۔ ہر طرف سے شور بلند ہوا کہ جو کچھ کہا ہم نے سنا اور دل سے منظور کیا پھر تو عدی بن حاتم اور زید الخلیل نے اپنی قوم کا زر زکوٰۃ جمع کیا اور مدینہ میں آئے اہل مدینہ لشکر اور اس فراوانی اسب و شتر سار و سامان کو دیکھ کر ڈر گئے۔ انہیں کیا معلوم تھا کہ یہ زکوٰۃ اور خیرات کا ذخیرہ ہے۔ خیال گزرا کہ کسی غنیم کی فوج ہے۔ عدی اور زید الخلیل نے آگے بڑھ کر صدیق کو سلام کیا خلافت کی مبارک باد دی۔ پھر پوچھا کیا خلیفہ پیغمبر مجھ کو پہچانتے ہیں۔ خلیفہ نے کہا ہاں تو عدی بن حاتم ہے۔ اور ایسے وقت میں تو نے ہمارا اقرار کیا ہے جبکہ اور لوگ انکار کر رہے ہیں۔ اور مدد کو آیا ہے جبکہ دوسرے علیحدہ ہو رہے ہیں۔ تو نے وفا کی ہے۔ جبکہ اور جفا سے پیش آرہے ہیں۔ تیرے دوست زید الخلیل کو بھی میں جانتا ہوں جو تیرا معتمد محرم راز اور سچا دوست ہے۔ پھر آپ نے ان کے لئے تعزیر اور دعائیہ جملے کئے سب کے سامنے بے حد نوازش فرمائی۔ زبیر قان بن بدر انہی نے بھی اپنے عزیزان بنی سعید کو جمع کیا اور کہا اے زید بن منات کی اولاد تمہیں معلوم ہے کہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خدا کے پاس پہنچ گئے اور صدیق کو امت کی حفاظت سونپی گئی ہے۔ اور خالد بن ولید اہل رذہ پر جہاد کرنے کے لئے مقرر ہوئے ہیں۔ تم نے سنا ہو گا کہ بنی طے نے اپنی بہبودی کس بات میں دیکھی ہے۔ اور اپنی بھلائی کے لئے کیسی کوشش کی ہے۔ تم بھی اپنے حال کی طرف توجہ کرو اور آفتوں میں نہ پھنسو میری بے لاگ بات کو مانو میں تو تمہاری ہی بھلائی کو کہتا ہوں۔ اس گروہ میں سے ایک آدمی نے اٹھ کر جواب دیا کہ ابو بکر کی نسبت ہم اپنے مال کے زیادہ حقدار ہیں۔ ہمارے دولت مندوں کی زکوٰۃ کا روپیہ ہمارے غریبوں پر خرچ ہونا چاہئے۔ اب صاحب شریعت موجود نہیں اور اس حکم کے لئے عذر پیدا ہو گیا ہے زبیر قان نے کہا تمہارا یہ خیال لغو اور غلط ہے۔ تمہارا یہ گمان گمان فاسد ہے۔ تم یہ گمان کرو کہ میں اس روپے سے کچھ تم لوگوں کو واپس دے دوں گا۔ یہ خدا کا مال ہے جس میں بال برابر بھی کسی کا دخل نہیں۔ یہ باتیں میرے نزدیک کچھ حقیقت نہیں رکھتیں۔ میں تمہاری کوئی بات سن نہیں سکتا۔ میں ضرور اس دولت کو ابھی صدیق کے پاس پہنچاؤں گا۔ یہ کہہ کر سب مال و متاع سمیٹ کر مدینہ کی طرف چل دیا۔ جب صدیق اکبر کے سعادت دیدار سے مشرف ہو کر زر زکوٰۃ حوالہ کر چکا تو صدیق نے اس کے آنے کے شکرے میں دعائیہ کلمات کہے اور بہت تعریف کی۔ قاعدہ تھا کہ عرب کے سرداروں میں سے جو سردار آتا اور اپنے ذمے کے حقوق ادا کرتا اسے خالد بن ولید کے لشکر میں شامل کر دیتے تھے اس لئے اب خالد کے لشکر کی تعداد بہت بڑھ گئی تھی۔ حضرت صدیق اکبر نے اسے اپنے سامنے بٹھا کر احکام اور پند و نصائح سنائے کہ سب سے پہلے علیہ بن خویلد الاسدی کی خبر لے اس کے پیرووں اور گمراہ دوستوں یعنی قبیلہ اسد اور غطفان اور قرارہ کے شر کو دفع کر۔ اگر تو ان کے شہروں کے پاس پہنچ کر اذان کی آواز سنے تو جب تک ان کو اچھی طرح نہ سمجھائے اور جنگ کرنا لازم نہ ہو جائے تلوار نہ کھینچنا اور قتل و غارت گری نہ کرنا۔ ہر ایک قبیلہ کے امیروں اور سرداروں کے پاس جاسوسوں کو بھیج کر اچھے وعدوں سے مطمئن کرنا جس شخص کو جس رتبہ کا پائے اسی درجہ تک اس کی دلجوئی واجب سمجھنا جہاں تک ہو سکے ڈرا دھمکا کر ترغیب و تہلیل سے کام لینا کہ ان کے دلوں میں تیرا رعب اور دبدبہ اچھی طرح اثر کر جائے۔ خالد نے کہا میں ان کو کس خصلت کے اختیار کرنے اور کس رسم سے باز رہنے کی تاکید

کروں۔ صدیق نے کہا ان کو دس باتوں کے اختیار کرنے پر مجبور کرنا۔ اور ابن کے خلاف سے روکنا اور وہ یہ ہیں کلمہ شہادت، صاحب شریعت کے حکم کی متابعت، نماز، ہجگاہ ادا کرنا، ماہ رمضان کے روزے رکھنا، خنس اور زکوٰۃ ادا کرنا، جملہ ارکان اور شرائط کے ساتھ خانہ کعبہ کی زیارت کرنا، نیک کام کرنا، بری اور خنس باتوں سے بچنا، امام کا حکم ماننا، اہل اسلام کے ساتھ مل کر بیٹھنا، پھر حکم دیا کہ باشندگانِ روہ کے نام ایک خط لکھیں جس کا مطلب یہ تھا کہ بے حد بخشش والے خدا کے واسطے یہ خط عبداللہ بن عثمان غلیفہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے اہل عرب کے خاص و عام کے نام روانہ کرنا ہے۔ اس شخص پر آفرین ہے جس نے اطاعت کی ہے اور دین پر چلتا ہے۔ حق اور یقین کا دوستدار ہے۔ خدا کی وحدانیت کا قائل ہے اور حضرت محمدؐ کی سچائی کا مقرر ہے۔ جو شخص اللہ کی طرف رجوع کرے گا وہی سیدھا راستہ پائے گا۔ اور جو حرص و ہوا میں مبتلا ہو گا وہ بد نصیب دین و دنیا سے محروم رہے گا۔ آگاہ ہو جاؤ کہ میں تم کو خدا کی طرف متوجہ کرتا ہوں اس کے عذاب سے ڈراتا ہوں اور شریعت محمدیؐ کی طرف ترغیب دلاتا ہوں، جسے اللہ تعالیٰ راستہ نہ دکھائے وہی گمراہ اور بے سامان ہے جس کی وہ حفاظت نہ کرے وہی خوف زدہ اور ٹوٹے میں ہے جسے سچ بولنے کی توفیق نہ دے وہی جھوٹا بکواسی ہے۔ جسے صاحب اقبال نہ بنا دے وہی ذلیل و خوار ہے۔ جسے روزی نہ دے نادر و بیکار ہے۔ جسے فتح نہ بخشے وہی خراب و خست ہے۔ اللہ جل شانہ کا فرمان یاد کرو حضرت رسول خدا پیغمبر آخر الزمان کے پیرو ہو جس کی خدا رہنمائی کرتا ہے اسے کسی بات کا غم نہیں رہتا اور جسے گمراہ کرتا ہے پھر اسے کوئی راستہ پر نہیں لاسکتا۔ دربار خلافت میں یہ خبر پہنچ گئی ہے کہ کچھ لوگ طریقہ اسلام کو قبول کرنے اور نیک کاموں کا عادی بننے کے بعد دین سے پھر گئے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی مہربانیوں پر نازاں ہو کر اس کی اطاعت گزاری سے غفلت کرنے لگے ہیں۔ شیطان نے ان کے دماغوں میں گھر کر لیا ہے۔ انہوں نے یہ نہ جانا کہ شیطان ان کا قہقہی دشمن ہے۔ مردہ سے زندہ ہو جانا ممکن ہے۔ لیکن قدیمی دشمنوں میں نیا دوست بنانا ناممکن ہے ہرگز نفسِ امارہ کی باتوں پر نہ جاؤ اور شیطان مردود کا کہنا نہ مانو جس کا خرمن جل جاتا ہے وہ دوسروں کو بھی اپنے ہی جیسا نقصان زدہ دیکھنا چاہتا ہے۔ شیطان نے بیٹھگی کا عذاب خرید کر دوزخ میں گھر بنا لیا ہے۔ جبکہ اس نے اپنے حال پر رحم نہیں کھایا تو تمہیں کب چھوڑے گا۔ اب میں خالد بن ولید کو مہاجرین اور انصار کے لشکر جرار کے ساتھ تمہارے شہروں کی طرف بھیجتا ہوں اور اسے تمام باتیں سمجھا دی کہ جب تک برائی اور بھلائی کو واضح طور سے پیش نہ کر چکے تلوار نہ کھینچے اور کسی مجرم کو نہ مارے جو شخص اپنی بھلائی سمجھ کر راہ راست پر آجائے اور ناشائستہ افعال گزشتہ سے شرمندہ ہو کر ایمانداری اور اطاعتِ الہی کی پیروی اختیار کرے اس کا عذر قبول کرے اور کچھ مواخذہ نہ کرے میں امید کرتا ہوں کہ خدائے عزوجل ان لوگوں کو بخش دے گا جو اپنے کئے پر شرمندہ ہوں گے لیکن جو دین پاک سے منکر ہو کر جہالت اور گمراہی پر اڑ بیٹھیں گے ان کی نسبت خالد کو اجازت ہے کہ ان کے شہروں، گھروں اور ان کے جملہ دوستوں کی بیخ کنی کر ڈالے اور جو دشمن لڑائی میں پکڑے جائیں ان میں سے ایک کو بھی زندہ نہ چھوڑے ان کے بچوں کو غلام بنائے اور ان کا تمام نقد و جنس لوٹ لے۔ ان لوگوں پر سلامتی ہو جو خدا پر ایمان لائے اور پیغمبر کے ساتھ عہد کئے ہوئے ہیں۔ کوئی شخص اللہ تعالیٰ کی مدد اور مہربانیوں کے بغیر نہ گناہوں سے ہٹ سکتا ہے نہ اس کی عبادت کی طاقت رکھتا ہے۔ جب یہ خط لکھا گیا لپیٹ کر خالد بن ولید کو دے دیا اور کہا کہ یہ خط عام و خاص کے لئے نصیحت اور تیرے لئے دستور العمل ہے فقط السلام۔ خالد بن ولید، صدیق سے لے کر اپنے ساتھیوں سمیت جانب علاقہ بنی اسد روانہ ہوا جب بنی اسد کو یہ خبر پہنچی کہ خالد بن ولید ان کے علاقہ کی طرف آ رہا ہے تو چند آدمی علیحدہ کے پاس گئے جسے انہوں نے اپنا پیغمبران رکھا تھا اور پوچھا کیا جبریل نے نازل ہو کر تجھے خالد کے آنے کی خبر دی ہے۔ اس نے کہا نہیں لوگوں نے کہا ہم چاہتے ہیں کہ کسی ایسے شخص کو بھیج جو خالد کی اور اس کی فوج کی ٹھیک خبر لائے کہا بہت خوب ان انتم بعثتم بغارسین

طلبین علی فرسین اعشقرین محجلین اذہمین اعزین من بنی نصر بن قعد ایما کم من القوم بعین یعنی تم فلاں قبیلے کے دو سوار جزار اسپان برق کردار تیز رفتار کالے گلدار پر سوار کرا کے روانہ کرو تو وہ اس کی خبر لائیں گے۔ اس قوم گمراہ میں سے ایک شخص نے یہ کلام سن کر گواہی دی کہ نبی الحقیقت تو جبریل ہے اور یہ گفتگو ٹھیک نبی کی گفتگو ہے۔ پھر اس قبیلے کے دو سوار جیسے بتائے تھے۔ ویسے ہی روانہ کئے۔ وہ اٹلے پاؤں بھاگے آئے کہ خالد آپنچا۔ اس واقعہ سے اس گروہ کی گمراہی اور زیادہ بڑھ گئی اور پہلے سے بھی زیادہ مغرور ہو گئے۔

خالد بن ولید کی طلیحہ کے ساتھ جنگ

اور طلیحہ کا شکست پانا

طلیحہ اپنی قوم اور تابعین کا دل بڑھاتا تھا اور تاکید کرتا تھا کہ خالد اور اس کے لشکر سے ہرگز نہ ڈرنا۔ وہ سب گمراہ ہیں ان کے خط کا جواب لکھنا محال ہے۔ اور تم خبردار رہو کہ وہ ایک امر مبہم کے پیچھے پڑے ہیں اور جبرئیل میرے پاس خبر لایا ہے کہ اللہ تعالیٰ یہ نہیں چاہتا کہ اس کے بندے خاک منہ پر رکھیں اور سیرن اونچے کریں۔ وہ حکم دیتا ہے کہ ہر حال میں مجھے یاد رکھیں۔ خواہ گھر میں ہوں یا جنگ میں بیٹھے ہوں یا کھڑے ہوں اپنے مال و اسباب تمام جاہلیت کی طرح محفوظ رکھو۔ جبرئیل نے مجھے یہ بھی خبر دی ہے کہ عینہ بن حصین جو کچھ کہتا ہے۔ اصحاب محمدی کے ڈر سے کہتا ہے اور اس میں شبہ نہیں کہ اگر وہ اس دین پر سچا اعتقاد رکھتا ہے تو تمام دشمنوں کو عاجز اور حقیر سمجھتا، اسی مطلب کا ایک قطعہ بھی گھڑ کر پڑھ کر دیا۔ جب آخری شعر پڑھ چکا تو اس کی قوم کے کچھ آدمیوں نے کھڑے ہو کر فریاد کی کہ ہم پیاس سے نیم جاں ہو گئے ہیں اور ہمارے مویشی مر رہے ہیں۔ ہم کیا تدبیر کریں اس وقت ایک شعر کہا جس کا مطلب یہ تھا خاص میری سواری کے گھوڑے علال نامی پر سوار ہو کر کئی فرسنگ جاؤ پہاڑوں اور پشتوں میں تلاش کرو۔ وہاں صاف پانی پاؤ گے۔ اس کی قوم کا ایک آدمی فوراً چل پڑا جب بالائے کوہ پنچا تو وہاں صاف پانی کا ایک چشمہ پایا۔ خود پایا اور ایک مشک بھر کر لایا تمام لوگوں کو اس جگہ کا پتا دیا اور اسی وقت سب کے سب وہاں گئے، آپ پانی پیا، جانوروں کو پلایا اور جس قدر ضرورت سمجھی مشکوں اور پکھالوں میں بھر کر لائے اور سب نے اس بات کو اس کا معجزہ تصور کیا۔ ادھر خالد جنگ کرنے میں طلیحہ سے تامل اور تاخیر کر رہا تھا قاصد بھیج کر اس کو اور اس کی قوم والوں کو سمجھا رہا تھا اور ترغیب دیتا تھا کہ لڑائی اور خونریزی سے باز رہو۔ مگر طلیحہ سختی اور سرکشی پر اڑ رہا تھا۔ اور زیادہ زیادہ کفر اور نافرمانی کی بات کر رہا تھا۔ اس طرح جب اس کی شوخی حد سے زیادہ گزر گئی تو خالد نے لڑائی کی ٹھان لی۔ صف جنگ آراستہ کر کے اس کے مقابلے پر بڑھا۔ عدی بن حاتم کو دائیں بازو پر اور زید الجلیل کو بائیں طرف مقرر کیا۔ زہرفان بن بدر کو آگے رکھا اور خود قلب میں کھڑا ہوا دوسری طرف بھی طلیحہ نے اسد اور غطفان اور قرارہ کے قبیلوں کو آراستہ کر کے جنگ شروع کر دی۔ عدی بن حاتم اور زید الجلیل جمعیت قبائل طے عرب کے مردوں سے خوب جنگ کی اور ایسی بہادری دکھائی کہ کبھی پہلے کسی جنگ میں ظاہر نہ ہوئی تھی۔ خالد نے ان کو عادی اور بڑی تعریف کی، اس دن نہایت ہی سخت لڑائی ہوئی دونوں لشکر دست و گریبان تھے۔ ایک دوسرے کو قتل کر رہا تھا۔ خون کی نہریں رواں تھیں اس قیامت خیز ہنگامہ میں عینہ بار بار طلیحہ کے پاس آتا اور جبرئیل کے نازل ہونے اور وحی کے آنے کا حال پوچھتا۔ طلیحہ نے کہا جبرئیل خبر لایا ہے کہ تمہاری امیدیں خالد کی امیدوں کے ہم پلہ ہوں گی اور ان کے اور تمہارے مابین وہ کیفیت گزرے گی جو کبھی نہ

بھولے گی۔ عینہ نے کہا تیرے ساتھ وہ بھگڑا ہو گا جسے خلقت ہمیشہ یاد رکھے گی۔ پھر کہا اے عزیزو اور بھائی بندو یقین جانو کہ یہ شخص عورت سے بھی کم عقل ہے۔ اور نہایت ہی جھوٹا اب مجھ پر اس کا فریب کھل گیا ہے بھاگنے کے سوا اور کوئی چارہ نہیں یہ کہتے ہی پشت موڑی اور بھاگ نکلا۔ عینہ کے بھاگتے ہی خالد نے اسد اور غطفان کی صفوں کو پریشان کر دیا۔ اور وہ بیابان کی طرف منہ اٹھا کر بھاگے اس وقت ان پر عجب مصیبت نازل تھی سب کے سب موت کے پنجے میں گرفتار تھے دلوں پر خوف چھایا ہوا تھا اور گردنوں پر تلواریں پڑ رہی تھیں۔ سامنے مردم خوار درندے تھے۔ اور پس پشت شمشیر شعلہ بار، پلیجہ چیخ رہا تھا ارے بے شرم مجھ کو تما چھوڑ چلے، ایک بھگوڑے نے بھاگتے ہوئے کہا ہم تجھے دکھانا چاہتے ہیں کہ ہم کیوں بھاگے جاتے ہیں۔ ہمارے دشمن وہ لوگ ہیں جو موت کے ایسے ہی شائق ہیں جیسے ہم زندہ رہنے کے اور وہ سختیوں اور کوششوں کے اسی قدر دلدادہ ہیں جس قدر ہم عیش و راحت کے۔ پلیجہ کی زوجہ توار بولی۔ اگر تم میں کوئی شخص بھی اس دین پر ثابت قدم ہوتا تو اپنے پیغمبر کو تمانہ چھوڑتا۔ کسی نے جواب دیا اگر تیرا خاوند پیغمبر ہوتا تو اللہ تعالیٰ اس کے حال پر ایسا مہربان نہ ہوتا۔ پلیجہ نے اپنی زوجہ سے کہا اے توار ہلاکت سے بچ۔ خود علال پر بیٹھ اور اپنی زوجہ کو پیچھے بٹھا کر بھگوڑوں کے نشان قدم پر پڑ لیا۔ خالد لڑائی کے بعد مال و اسباب لوٹنے میں مشغول ہوا۔ زن و فرزند و عزیز و قریب کسی کو باقی نہ چھوڑا۔ تمام مال و متاع لوٹ لیا۔ سارا علاقہ صاف کر دیا۔ ایک انصاری نے اس مضمون کا ایک شعر بھی کہا ہے، جب خالد مال غنیمت کے فراہم کرنے سے فارغ ہوا اور مخالفوں کو برباد کر چکا تو تمام مال و اسباب ایک پاکباز جماعت کی تحویل میں دے دیا اور خود پلیجہ اور اس کی قوم کے تعاقب میں گیا اور وادی الاحزاب میں جا لیا۔ خیف سی لڑائی ہوئی اور یہاں بھی مرتد تاب مقابلہ نہ لا کر بھاگ کھڑے ہوئے۔ عینہ بن حنین اور قرۃ بن مسلمہ گرفتار ہوئے۔ پلیجہ شام کی طرف بھاگ گیا اور غسان کے حاکموں سے پناہ چاہی۔ خالد یہاں سے پھر آیا اور قیدیوں کی گردنوں میں طوق ڈال کر جانب مدینہ روانہ ہوا۔ نزدیک شہر پہنچا تو لوگ قیدیوں کا تماشا دیکھنے نکل پڑے جب قیدی صدیق کے سامنے لائے گئے تو آپ نے عینہ کی طرف مخاطب ہو کر کہا اے دشمن خدا تو نے مسلمان ہو کر اور قرآن شریف سے واقف ہو کر دین کو دنیا کے عوض بدل ڈالا۔ عینہ نے کہا اے صدیق اکبر خلیفہ پیغمبر جناب رسالت مابہ تمہاری نسبت میرے حال سے زیادہ واقف تھے تاہم انہوں نے مجھے اسی منافقانہ چال پر رہنے دیا۔ خدا کی قسم میں نے اب گزری ہوئی باتوں کو چھوڑ دیا ہے اور اس مذہب سے پھر گیا ہوں۔ مجھے معاف کرو خدا تم کو معاف کرے گا۔ صدیق کا دل معافی کی طرف مائل ہوا فوراً بندشیں کھلوا کر آزاد کیا اس پر اور اس کے چچا زاد بھائیوں پر مہربانی فرمائی۔ پھر قرۃ بن مسلمہ نے کہا اے خلیفہ میں مسلمان ہوں اور دین کی حفاظت میں ہوں میرے لئے اسی قدر سزا کافی ہے اور میرا قتل ہر طرح سے حرام ہے۔ عمر نے کہا اے امیر المومنین قرۃ خود بھی کریم ہے اور کریم کا بیٹا ہے۔ سردار اور آزاد شخص ہے اگرچہ اس نے گناہ کیا ہے مگر اب بہت شرمندہ ہے اگر امیر المومنین اس کی گزشتہ خطاؤں کو معاف فرما کر چھوڑ دیں تو صورت اور رعایت سے بعید نہ ہو گا۔ صدیق اکبر نے اس پر مہربانی فرمائی اور اسے رہا کر دیا۔ اس کو اس کے بھائیوں اور چچا کو خلعت عطا کیا اور گھر جانے کی اجازت دے دی۔ وہ صدیق کے بہت ثناء خواں ہوئے جب پلیجہ نے سنا کہ عینہ اور قرۃ کو معافی دے کر ان کے ساتھ ایسا احسان کیا ہے بہت نادم ہوا اپنی خطاؤں کی عذر خواہی و شرمندگی اور اپنی حالت کی بے سرو سامانی کے مضمون کا ایک قطعہ تصنیف کر کے صدیق اکبر کی خدمت میں بھیج دیا۔ وہ قطعہ صدیق اکبر کے سامنے پیش ہوا تو آپ کو اس کے اظہار ندامت اور خستہ حالی پر بہت رونا آیا۔ پلیجہ ابھی خدائے سبحانہ و تعالیٰ کی طرف متوجہ ہونے اور مدینہ آنے کی فکر کر رہا تھا کہ صدیق اکبر نے وفات پائی اور فاروق خلیفہ ہو گئے۔ اس لئے فاروق کی خدمت میں حاضر ہو کر سچے دل سے مسلمان ہو گیا، اس مہم سے فارغ ہو کر خالد تیم کے شہروں کی طرف متوجہ ہوا۔ ابطلح کی سرزمین پر قیام کر کے انتظار

کرنے لگا کہ بارگاہ صدیق سے کیا حکم صادر ہوتا ہے۔ تاکہ اس کے بعد میلہ کذاب پر حملہ کر کے اس کے فساد کو مٹائے۔ میلہ کا کاروبار ترقی پر تھا۔ وہ یمامہ کے لوگوں کو برکاتا تھا کہ بھلا کوئی بتائے کہ قریش نبوت اور امامت میں کس سبب سے ہم سے زیادہ مسخ ہیں۔ نہ وہ ہم سے شمار میں زیادہ ہیں نہ قدامت و شوکت میں برتر تمہارے شہر بھی ان کے شہروں سے زیادہ آباد ہیں۔ اور تمہاری دولت بھی ان کی دولت سے بڑی ہوئی ہے۔ میرے پاس بھی اسی طرح ہر وقت جبرئیل آتا ہے جس طرح محمدؐ کے پاس آتا اور وحی لاتا تھا۔ رزحال بن نسل و محکم بن طفیل جو یمایہ کے نامور سردار ہیں۔ ہر وقت میری نسبت اس امر کی گواہی دے سکتے ہیں کہ حضرت محمد بن عبد اللہ نے اپنی زندگی میں اقرار کیا تھا کہ میں نبوت میں ان کا شریک حال ہوں۔ اب یہ خبر پھیل گئی کہ یمامہ کے باشندوں نے میلہ کذاب پر ایمان لا کر اس کو اپنا پیغمبر مان لیا ہے۔ اور جو کچھ لوگ جن کے ذماغ عقل سے معمور اور دل علم سے روشن ہیں اسے جھوٹا سمجھتے اور اس کی باتوں کو لغو جانتے ہیں۔ علاوہ ازیں منذر تیم کی لڑکی سجامہ نے بھی نبوت کا دعویٰ کر کے ایک مذہب جاری کیا اور یہ خبر سن کر کہ سرزمین یمامہ میں میلہ نے نبوت کا دعویٰ کیا اور مجھے بلاتا ہے اپنے کنبہ اور ملت والوں کی بھاری جمعیت کے ساتھ چل کھڑی ہوئی اس عورت کا شوہر اذان میں یہ لفظ کہا کرتا تھا اشہد ان سحا حانمی اللہ یعنی میں گواہی دیتا ہوں کہ سحاہ اللہ کی نبی ہیں۔ اس عورت نے میلہ کے پاس پہنچ کر اس کی پیغمبری کو قبول کر لیا۔ اور کہا کہ میں نے تیری تعریفیں سنی ہیں۔ اب میں تجھ کو قبول کرتی ہوں اور تیرا حکم بجا لاتی ہوں۔ تاکہ میاں بیوی دونوں پیغمبر کہلائیں۔ اور باہمی اتفاق سے لوگوں کو فرمانبردار بنائیں۔ اب تو مجھے وحی کے آنے اور قرآن کے نازل ہونے سے باخبر کر۔ میلہ نے کہا جو کچھ مجھ پر نازل ہوا ہے۔ اس کی صورت یہ ہے لا اقعوا بہذا البلد لا تروج ہذا البلد حتی یکون ذامال فی ولد و فورا سفر ادخیل و عدد علی زعم من حسد سجامہ نے کہا میں گواہی دیتی ہوں کہ تو سچا پیغمبر ہے۔ اب میں نے تجھ کو اپنے اوپر حلال کر لیا ہے۔ مجھے تیری صحبت کی آرزو ہے۔ لیکن مہر کی نسبت چاہتی ہوں کہ میرے حسب حال ہو۔ میلہ نے کہا میں نے مہر کے عوض عشا اور صبح کی نماز تیری امت کو معاف کر دی۔ اسی وقت موزن کو بلا کر کہا کہ اس سردانی کی قوم میں جا کر منادی کر دے کہ پیغمبر خدا میلہ نے صبح اور عشا کی نماز تمہارے اوپر معاف کر دی۔ اسی قسم کی اور بہت سی باتیں ہیں۔ جو اس کتاب میں نہیں سما سکتیں انہیں طوالت کے خیال سے چھوڑے دیتا ہوں۔ اس دورغ گو مدبر اور مدبرہ کی بہت سے گفتگو نشست و برخاست کے متعلق اسی طرح کی ہے جس میں سے ایک یہ ہے کہ الا قومی الا النبیک فقد ہنتی لک المضحج فان شئت سلقناک و ان شئت علی ادبج و ان شئت بثلثہ و ان شئت بد اجمع یعنی اٹھ کیونکہ تیری بیج بچھی ہوئی ہے میں تیری خواہش پوری کروں گا اگر تو یہ چاہے تو سیدھی طرح نہیں تو اوندھالنا کر تمبستری کروں گا۔ اور یہ بھی تیرا حکم بجا لاؤں گا۔ اگر تو چاہے تو چہار قائمہ پر بیٹھ اور میں تیری خوشی سے دو حصے داخل کروں گا۔ اور تو پسند کرے گی تو سبھی۔ سجامہ نے کہا ہر اجمع یعنی سب کا سب کام میں لا کیونکہ اولاد کے باعث برکت اور بہت مفید ہے۔ اور مجھ پر بھی وحی نازل ہوئی ہے۔ غرض میلہ کی یہ حرکتیں اور کینہیں صدیق کے سامنے بیان کی گئیں۔ آپ نے فرمایا جلدی نہ کرو اللہ جل شانہ بدکاروں کو سزا دے گا اور زمانہ اس کے فساد کو ختم کرے گا۔ پھر اصحاب کی رائے کے اتفاق کے ساتھ خالد بن ولید کے نام اس مضمون کا خط لکھا۔ عبد اللہ بن عثمان خلیفہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے یہ خط خلاق عالم خدائے اکرم کے واسطے خالد بن ولید اور اس کے ہمراہیوں ماجرین و انصار کے نام روانہ کرتا ہے۔ ان سب پر سلامتی ہو اور برکت۔ اے خالد آگاہ ہو کہ میں نے تجھے ان لوگوں پر جہاد کرنے کے لئے خود مختار سردار بنایا ہے۔ جو دین اسلام سے پھر گئے ہیں اور کافر و گمراہ ہو گئے ہیں۔ میں تجھ پر خدا اور اس کے رسول صلعم کو شاہد ٹھہرا کر کرتا ہوں کہ تم خدا سے ڈرنا اپنے آپ کو امانت شعار ٹھہرانا۔ ذلیل اور سستی کو اختیار نہ کرنا اپنے قبیلوں کے غرور سے جو ان

میں موجود ہے باز رہنا۔ مرضی الہی کے مطابق میری نصیحت کو ماننا جب تجھے میرا یہ خط مل جائے تو خلیفہ کے علاقہ پر لشکر کشی کر کے سیلہ کذاب سے جنگ کرنا۔ خبردار رہ کہ یمامہ اور بنی حنیفہ کے لوگوں کو اور لوگوں جیسا نہ سمجھنا چاہئے۔ یہ لوگ دوسروں سے بہت زیادہ قوت دار اور صاحب شوکت ہیں۔ ان کے شہروں میں پہنچ کر جلدی جنگ نہ کرنا۔ جہاں تک ہو سکے دلجوئی اور مہربانی راہ راست پر لانا، اگر وہ کہنا مان جائیں اور اپنے کئے پر پشیمان ہو کر پھر اسلامی طریقے کو اختیار کر لیں تو ان کی توبہ اور عذر کو قبول کر لینا اور جو شخص نادانی اور کفر و سرکشی پر ازار ہے اور فساد کرنا چاہے اس کا سرا تار لینا۔ صرف ان ہی لوگوں سے لڑنا جو خدا سے پھرے ہوئے ہیں اور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان نہیں رکھتے۔ جب لڑائی کا پیغام پہنچے خدا پر بھروسہ کرنا خود مستعد رہنا۔ اور کسی دوسرے پر انحصار نہ رکھنا، لشکر کی صفوں کو درست کر کے دائیں بائیں اور پس و پیش کے دستور پر مزاجرین و انصار میں سے چیدہ چیدہ اور آزمودہ کار بہادر مقرر کرنا، امت کے سن رسیدہ اور معمر شخصوں سے مشورہ لینا کیونکہ ان کا ارشاد موجب خیر و برکت ہو گا۔ ان کے حقوق و مرتبہ کا لحاظ رکھنا ان کو عزیز اور لائق احترام سمجھنا، ست اور شکستہ دل نہ ہونا۔ شمشیر بازوں کو شمشیر بازوں کے مقابلے میں بھیجنا۔ نیزہ داروں کو نیزہ داروں کے سامنے رکھنا۔ اور اسی طرح دوسری قسم کے ہتھیار والوں کو ان ہی جیسے مسلح لوگوں سے لڑانا، اپنی فوج سے محبت آمیز گفتگو کرنا، اہل علم خصوصاً انصار کے ساتھ اچھے برتاؤ رکھنا کیونکہ تو نے ان کے حقوق میں حضرت پیغمبر کی وصیت سن لی ہے۔ ان کو اچھی خدمتوں کا نیک صلہ دینا۔ اور ان کی خطاؤں کی سزا رضامندی کے ساتھ دینا ہر ایک بات پر اللہ تعالیٰ کے فضل کرم پر بھروسہ کرنا زیادہ سلام۔

جب خالد کے پاس یہ خط پہنچا لشکر کے سرداروں کو بلایا، خط پڑھ کر سنایا سب نے کہا بس جو تیری رائے وہ ہماری رائے ہم میں کوئی تیری مخالفت نہ کرے گا۔ خالد نے ہمراہیوں کی بات سن کر یمامہ پر لشکر کشی کی اس علاقہ میں خالد کے پہنچنے کی خبر سننے ہی محکم بن طفیل نے یمامہ کے نامور سرداروں کو طلب کیا اور کہا اے حنیفہ کے قبیلو آگاہ ہو کہ خالد تمہارے شہروں کی طرف آ رہا ہے۔ اب تم کو ایسے لوگوں سے لڑنا پڑے گا جو اپنی جانوں کو سپہ سالاروں کے حکم کے سامنے بیچ سبھے ہیں۔ اور موت کو رضائے الہی کے مقابل حقیر تصور کرتے ہیں۔ تم بھی استقلال کا جامہ پن لو اور دل کھول کر جنگ کرو۔ سب نے یکران ہو کر کہا جب وقت آئے گا۔ اور لڑائی کا سامنا ہو گا ہم خالد پر اس کی غلطی ثابت کریں گے۔ دشمنوں کے خون سے ندیاں بہا دوں گا۔ پھر بنو حنیفہ کو معلوم ہوا کہ خالد ان کے قریب آپہنچا اور لشکر ساتھ ہے۔ نامور اشخاص اپنے سردار کے پاس جس کا نام ثمامہ بن اثال تھا آئے اور وہ بہت ہی سمجھدار اور عقلمند مشہور تھا۔ بولے ہم تیری بات کو سچا اور متبرک جانتے ہیں۔ آج ولید جیسے دشمن نے ہماری بیخ کنی کا ارادہ کیا ہے اور سیلہ نبوت کا دعویٰ کر کے ان کو سرکش بنا رہا ہے۔ ہم سخت حیران و پریشان ہیں تو جتنا کہ تیری کیا رائے ہے کون سچا اور کون جھوٹا ہے۔ ثمامہ نے کہا اے لوگو سچ جانو کہ محمد بن عبداللہ اللہ تعالیٰ کے سچے پیغمبر تھے۔ ان کا دین برحق ہے اور ان کے پیرو راہ راست پر ہیں۔ یقیناً سیلہ جھوٹا مکار و غاباز ہے۔ اس کی سب باتیں دھوکا اور فریب آمیز ہیں۔ سیلہ کی خرافات بھی تم نے سنی ہے۔ اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قرآن بھی سنا ہے۔ خود ہی انصاف کر سکتے ہو کہ اس کی باتوں کو کلام الہی سے کیا نسبت ہے۔ پھر یہ آئیہ پڑھا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم - حم تنزيل الکتاب من اللہ العزیز العظیم - غافر الذنب و قابل التوب شد ید العقاب ذی الطول لا الہ الا هو الہ المعبود اور کہا اپنی دوستی کا خیال رکھو اور اس کام کو حقیر نہ جانو میں نے اپنی بھلائی تو اسی بات میں سمجھی ہے کہ آج رات کو متعلقین سمیت خالد سے جا ملوں گا اور اس سے پناہ مانگوں گا کہ میری جان اور متعلقین کو اپنی حفاظت میں لے سب نے کہا ہم تیرے ساتھ ہیں جہاں تو جائے گا ہم تیرے ساتھ جائیں گی۔ پھر جب کچھ رات گزر گئی تو

ثمامہ بن اہل مح زن و فرزند و عزیز و اقربا سوار ہو کر خالد کی خدمت میں آیا عذر کیا اور پناہ مانگی، خالد نے اس پر بہت عنایت کی۔ جانو مال اہل و عیال سب کو امان دی اور ان کے حال پر اظہار محبت و شفقت فرمایا۔ مسیلہ خالد کے آنے کی خبر سنتے ہی لشکر یمامہ سمیت لڑنے پر آمادہ ہو گیا۔ دونوں لشکر مقابل اتر پڑے۔ دوسرے دن مسیلہ نے فوج کے دائیں بائیں اور قلب و جناح کی صفیں آراستہ کر کے ہر ایک کو قرینے سے کھڑا کیا اور خود قلب لشکر میں جا کر جھنڈا گاڑا۔ خالد نے اس کی جرات کو ملاحظہ کر کے زید بن خطاب کو دست راست کی فوج حوالے کی ثابت بن قیس کو دست چپ کے لشکر پر مقرر کیا۔ اس کے بھائیوں کو جناح میں رکھا۔ اور خود قلب لشکر میں جاگزیں ہوا۔ دونوں طرف سے بہاروں نے جوش و خروش دکھایا۔ جنگ و جدل شروع ہوئی اور خونریزی کی آگ بھڑکی دونوں لشکر دست و گریبان ہوئے۔ اسلامی سپاہ سے تقریباً "تین سو بہادر شہید ہوئے۔ اور مخالفوں میں سے بے شمار جنم واصل ہوئے۔ چنانچہ محکم بن طفیل جو مسیلہ کا وزیر تھا ثابت بن قیس انصاری کے ہاتھ سے ہلاک ہوا۔ پھر مسیلہ کے لشکر نے بد دل ہو کر ایک ایسا منتقمانہ حملہ کیا کہ غالب آ گیا اور اسلامی فوجوں کو پیچھے ہٹا دیا۔ کسی کی پیش نہ جانے دی۔ اس حملے میں اسی مسلمان شہید ہو گئے۔ پھر تو لشکر اسلامی نے جوش و خروش کے ساتھ حملہ کیا اور بہادرانہ جنگ کی۔ یہاں تک کہ مسیلہ کی فوج کو ہٹنا پڑا۔ اس وقت مسیلہ ننگا سر کئے اپنے ساتھیوں کے حوصلہ بڑھا رہا تھا کہ میں خدا کا پندیدہ رسول ہوں، خالد جیسا فاسق اور فاجر نہیں۔ وہ حملہ پر حملہ کرتا تھا۔ کافروں نے اس کا ساتھ دے کر مسلمانوں کی جمعیت کو ایک طرف سے دبا دیا مگر خالد قدم جمائے رہا۔ دشمن کو اپنی جگہ نہ آنے دیا۔ پھر اپنے لوگوں کو پکارا کہ اے قرآن پڑھنے والو خدا سے ڈرو خدا سے ڈرو دین کے بدخواہوں سے منہ نہ موڑو۔ مبادا خدا تم سے ناراض نہ ہو جائے۔ اور توبہ قبول نہ کرے۔ مسلمان یہ سنتے ہی پلٹ پڑے۔ بھوکے شیروں کی طرح جھپٹے۔ ابو دجانہ پھرے ہوئے شیر اور مست ہاتھی کی طرح رجز پڑھتا برچھا ہلاتا صفوں سے آگے نکل گیا۔ اور ایسی جنگ کی کہ دیکھنے والے حیران تھے۔ میدان میں جوئے خون بہا دی۔ رافع بن خدیج انصاری بیان کرتا ہے کہ میں بنی حنیفہ کی لڑائی میں شریک تھا۔ انہوں نے میں دفعہ سے بھی زیادہ مسلمانوں کو پیچھے ہٹایا اور بہت سے مشہور بہادروں کو شہید کیا اور قریب تھا کہ خدا کو دین محمدی کی عزت منظور نہ ہوتی۔ تو تمام ذلت و خواری لشکر اسلام ہی کو ہوتی مگر مسلمانوں نے مجتمع ہو کر پھر صفیں باندھیں اور شیر غزلاں کی طرح مسیلہ کی صفوں کو درہم برہم کر دیا۔ تمام لشکر بھاگ نکلا۔ مسیلہ نے باغ میں پناہ لی۔ ابو دجانہ نے کہا کہ مجھے ایک ڈھال پر بٹھا کر اور نیزوں کے اوپر سے اٹھا کر باغ کی دیوار کے اندر ڈال دو۔ انہوں نے ایسا ہی کیا۔ ابو دجانہ نے باغ میں جاتے ہی تلوار کھینچ کر تن تما حملہ کیا۔ لڑتے لڑتے جامِ رحمت الہی نوش کیا۔ خالد ابو دجانہ کا یہ حال دیکھ کر باغ کے گرد پھرا، پھر ایک جگہ رخصت پایا، اس میں سے اندر کود پڑا اور داخل باغ ہو کر ایسی شمشیر زنی کی کہ سنگ خارا پر بھی ہاتھ پڑتا تو دو ٹکڑے کر دیتا۔ مسیلہ کذاب کا ایک ہوا خواہ اس کی طرف آیا۔ بد زبانی شروع کر دی دونوں الجھ پڑے۔ خالد اسے گھوڑے سے گرا کر اوپر سے آپ بھی آ رہا۔ اس نے اپنے ہاتھ کے حربے سے پے در پے خالد کو سات زخم لگائے۔ خالد زخمی ہو کر الگ ہوا اور چاہا کہ اپنے گھوڑے پر سوار ہو مگر اس شور و غل میں اس کا گھوڑا بھاگ کر باغ سے نکل گیا تھا۔ خالد نے منہ دشمنوں کی طرف کر لیا اور پشت باغ کی دیوار کی طرف کر کے لڑتا بھڑتا اٹے قدموں ہٹتا باغ میں سے نکل آیا وہ اس وقت سخت زخمی اور کمزور تھا۔ عباد بن بشر انصاری نے باغ کے دروازے پر کھڑا ہو کر آواز دی کہ اے انصار اور نیک دل لوگو جان اور زندگی سے ہاتھ دھو کر تلواریں سنبھال لو اور باغ میں گھس جاؤ۔ کافروں کا خون بہا کر دنیا کو نیک نامی کے ساتھ خیر باد کہہ جاؤ۔ تمام مسلمانوں نے تلواریں کھینچ کر باغ کے دروازہ پر حملہ کیا اور نعرہ کجیر لگاتے ہوئے باغ میں گھس پڑے۔ یہ سب ایک سو بیس آدمی تھے۔ خوب لڑتے، صرف چار شخص جو زخمی ہو گئے تھے باہر واپس آئے باقی سب کے سب غریقِ رحمت ہوئے۔ اب طرفین کا حال ابتر ہو

گیا سب کی آنکھوں میں دنیا اندھیر تھی۔ کچھ لوگوں نے سیلہ سے کہا کیا تو دیکھتا ہے کہ خلق خدا پر کیا حال گزر رہا ہے۔ اس نے جواب دیا کہ میرے پاس اس واقعہ کی وحی نازل ہوئی تھی پھر ان لوگوں نے کہا تو نے جو وعدے کئے تھے وہ کیا ہوئے۔ اب ہمیں فتح نہیں ہوئی تو کس کی فتح کبھی چاہئے۔ کیا تو نے ہم سے نہیں کہا تھا کہ ہمارا دین سچا ہے۔ اور ہماری ہی زمین جائے نزول وحی ہے۔ سیلہ نے سر جھکا لیا کہ کیسا دین کیسا طریق تم مرد بن کر جنگ کرو آہو کا خیال رکھو تم بھی ان کو گمراہ اور اپنے آپ کو حق پر سمجھتے تھے اگر ایسا ہی ہوتا تو تمہارا کام زیادہ عمدہ ہوتا۔ وہ حیرت زدہ حالت میں ملامت کر رہا تھا۔ لوگ اس کی گمراہی اور رو سیاہی سے واقف ہو گئے۔ اس کے کمر و فریب اور جھوٹ میں جائے شبہ ہاتی نہ رہی۔ سب اپنی لفظی اور بھول چوک سے آگاہ ہو کر باغ کی دیوار سے ٹکرانے لگے۔ مسلمانوں کے لشکر نے ان کی یہ پریشانی اور گھبراہٹ دیکھ کر ایک ہی دفعہ اس دیوار پر جست کی اور تمام کافروں کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ نالہ و فریاد کا شور آسمان تک پہنچا۔ سیلہ نے فوج میں گھس کر چاہا کہ باغ کے دروازے سے نکل جائے اور حصار میں پناہ لے وحشی باغ کے دروازہ پر کھڑا ہوا تھا ایک انصاری نے سیلہ کو پہچان کر ٹل چھایا کہ سیلہ جان بچا کر بھاگا جاتا ہے۔ وحشی نے لپک کر وہی حربہ جس سے حضرت رسول خداؐ کے چچا حضرت امیر حمزہؓ کو شہید کیا تھا سیلہ کے پیٹ پر مارا۔ حربہ مذکور وہ ہری زرہ کو چیرنا ہوا کمر کی طرف نکل آیا۔ سیلہ زمین پر گر پڑا وحشی نے آواز دی کہ میں ہی جبر بن مظہم کا قلام وحشی ہوں جس نے زمانہ کفر میں بہترین قریش کو قتل کر کے بہشت میں پہنچایا تھا۔ اور اب مسلمان ہو کر بدترین مخلوق سیلہ کو مار کر واصل جہنم کیا۔ اس جنگ میں مانتی بنی حنیفہ جان بچا کر باغ کے دروازے سے نکل گئے اب خالد نے باغ کے دروازہ پر سیلہ کو مردہ پڑا پایا۔

حلیہ سیلہ کذاب

کالا رنگ، بوڑھا، بد صورت، کمزور، تل چانولے بال، کہا مجاہد بن مراد کو بلاؤ۔ مجاہد آیا۔ کہ میں حاضر ہوں۔ خالد نے پوچھا اس رو سیاہ نے تم کو اس مصیبت میں پھنسا یا تھا۔ اور تمہارے شہروں میں فساد پھیلایا تھا۔ مجاہد نے جواب دیا اے امیر، بتر ہے کہ تم بنی حنیفہ سے صلح کر لو کیونکہ صرف جلد باز لوگ لڑنے کے لئے نکل آئے تھے۔ ورنہ جنگ جو اور تجربہ کار لوگ سب موجود ہیں۔ تمام قلعے ان سے اور سامان جنگ سے بھرے ہوئے ہیں۔ خالد نے تامل کیا اور سوچا کیا مجاہد صحیح کہتا ہے۔ ابھی وہ اپنے ارادے کا فیصلہ نہ کر چکا تھا کہ خود بھی اس نے دیکھ لیا کہ تمام حصار دلیروں سے پر اور سب ہتھیار بند ہیں۔ اگر ان سے جنگ کی گئی تو ان سے لڑنا اور اس تھکے ہوئے اور زخمی لشکر کے بس کی بات نہیں۔ اس لئے مجاہد کی تجویز کو پسند کرنا پڑا۔ اور اس شرط پر صلح کی اجازت دی کہ تمام زر و دینار اور مال و متاع جو ان قلعوں کے اندر ہے بیت المال میں داخل کر دیں۔ اور تین میں سے ایک مویشی اور چار میں سے ایک برہہ حوالہ کریں۔ اس کے بعد خالد واپس چلا آیا اور صلح پختہ ہو گئی۔ پھر لشکر کا حال دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ اسلامی فوج کے ایک ہزار دو سو آدمی تھے جن میں سے سات سو محافظ قرآن تھے شہید ہو گئے۔ اہل مدینہ اور صدیق اکبر اس خبر کو سن کر رو دیئے۔ جب قاصد لوٹ کا پانچواں حصہ لے کر حاضر ہوئے تو صدیق اکبر نے جواب سلام کے بعد کہا اے ابو حنیفہ یہ کیا بات تھی کہ جو تم نے سیلہ کے ساتھ اختیار کی تھی۔ ان میں سے ایک شخص عمر بن عمر نامی اٹھ کھڑا ہوا اور بولا اے رسول خداؐ کے خلیفہ ہم میں سے ایک کبنت نے علیحدہ ہو کر شیطان سے لو لگائی تھی اور عقل و فہم کو اس سلسلے میں خیر یاد کہہ دیا تھا۔ شیطان نے اس کے بعض کاموں کو خوب ہوا دی اور اس کے عزیزوں میں سے کچھ لوگ اس کے پیرو بن بیٹھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے اعمال کی سزا انہیں دی۔ صدیق اکبر نے کہا اپنے کئے کا کچھ علاج

نہیں اور نیک کام کرنے والا کبھی شرمندہ نہیں ہوتا۔ خدا کسی پر ظلم نہیں کرتا۔ میں نے بھی تمہاری خطا معاف کر دی۔ اور تمہارے فعلوں سے درگزر کیا۔ آئندہ تم کبھی راہ راست سے نہ پھرنا، سرکشی اور خطا کاریوں سے باز رہنا۔ والسلام! اسی اثناء میں خبر آئی کہ بحرین کے باشندے پھر گئے ہیں یعنی بنی بکر وائل کے ایک گروہ نے بنی عبدالقیس کی دشمنی کے سبب کہ وہ مسلمان تھے، بحرین والوں سے کہا آؤ ہم ان سے جنگ کریں۔ اور اس علاقہ کو نعمان بن المنذر کے خاندان میں واپس لائیں۔ کیونکہ وہ ابو تمافہ کے بیٹے کی نسبت زیادہ حقدار ہیں۔ پھر اٹھ کھڑے ہوئے اور کسریٰ بادشاہ فارس کے پاس آئے اور عرض کی کہ وہ شخص جس پر قریش کے قبیلوں اور مصری باشندوں کو ناز تھا دنیا سے اٹھ گیا۔ ایک نالائق بوڑھا کمزور شخص اس کی جگہ خلیفہ بن کر بیٹھا ہے۔ اس کا عامل ہمارے علاقہ سے نکل گیا ہے۔ اب یہ ملک خراب اور بے سرا پڑا ہے۔ عبدالقیس کے کچھ لوگوں کے سوا اور کوئی نہیں رہا ہے۔ ہم شمار اور قوت اور رعب و اب میں ان سے زیادہ ہیں۔ اگر بادشاہ کسی عامل کو وہاں بھیجے تو کوئی اس کا مزاحم نہ ہو گا۔ کسریٰ نے پوچھا تم اس علاقہ کی سرداری کے لئے کس کو زیادہ حقدار اور لائق سمجھتے ہو۔ جسے تمہارے واسطے بھیجوں۔ انہوں نے جواب دیا کہ ہم منذر بن نعمان بن المنذر کو پسند کرتے ہیں۔ کیونکہ وہی اس ملک کا وارث ہے۔ کسریٰ نے آدمی بھیج کر منذر کو بلایا، اور خلعت گراں بہادے کر اور تاج سر پر رکھ کر دو سو تازی گھوڑے اور سات ہزار عجمی سوار حوالے کئے۔ وزیروں سے مشورہ کیا کہ منذر ابھی بچہ اور نوجو ہے۔ اسے ابھی کچھ تجربہ نہیں ہے۔ چاہتے ہیں کہ اسے عرب کی بادشاہت عطا کریں۔ مگر اندیشہ ہے کہ وہ اس کام کو انجام نہ دے سکے۔ منذر نے ایک قصیدہ کہا جس میں اپنی قابلیت و صلاحیت اور امور سلطنت سے واقفیت نیز شاہی انعاموں کے شکرے اور حکمرانی و ملک داری کے کام میں معذور سمجھے جانے اور اطاعت و فرمانبرداری بادشاہ کے مضامین لکھے تھے۔ تصنیف کر کے کسریٰ کے حضور میں پیش کئے کسریٰ نے تعریف کر کے رخصت کیا۔ بنی بکر بن وائل کا گروہ اس کے ساتھ ہوا۔ جن میں سے مشہور لوگ حطیم بن ضیعہ اور طیمان بن عمرو اور سمع بن مالک تھے۔ جب بحرین کے علاقہ میں داخل ہوئے اور عبدالقیس کو خبر ہوئی چار ہزار سپاہی اور ایک سردار چارود بن المصلیٰ جمع ہوئے ان کے پیرو اور غلام ان کے ساتھ تھے۔ منذر کے سات ہزار ایرانی لشکر اور تین ہزار بنی بکر تھے۔ دونوں میں بڑی سخت لڑائی ہوئی، پہلے منذر کی فوج بھاگ نکلی۔ بنی بکر اور لشکر کے ہمت سے آدمی مارے گئے مگر وہ پھر جمع ہو کر پلٹے اور شدید حملہ کیا جس کی تاب نہ لا کر عبدالقیس کے لشکر نے شکست فاش اٹھائی اور دیار ہجر کی طرف بھاگے۔ آدھے لوگوں نے جراثار حصار میں اور آدھوں نے حصار وار میں پناہ لی۔ حطیم بن ضیعہ اور بنی بکر کے لشکر نے اس قلعہ کا محاصرہ کر کے تمام راستے بند کر دیئے۔ جب مدد کی ضرورت پڑی تو عبداللہ بن عوف نے ایک شعر لکھ کر صدیق اکبر کے پاس بھیجا۔ صدیق اس خبر کو سن کر ہمت غمگین ہوئے۔ اور غم و غصے نے سخت غلبہ کیا۔ علاء بن حضرمی کو حکم دیا اور دو ہزار مہاجرین و انصار کو لیں کے ہمراہ کر کے عجمی اور بنی بکر کی فوجوں سے جنگ کرنے کے لئے روانہ کیا۔ اور کہا اے علاء تو جس عربی قبیلے سے ملے اسے بنی بکر کی لڑائی پر آمادہ کر کیونکہ انہوں نے بحرین کی بادشاہی کے لئے منذر بن نعمان کو بلایا ہے۔ اس کے سر پر تاج شاہی رکھا ہے۔ اور ارادہ رکھتے ہیں کہ دین محمدی کو برباد کر کے پھر اپنا مطلب پورا کریں۔ علاء روانہ ہوا اور جب سرزمین یمامہ میں پہنچا تو پہلے شمال بن اٹال سے ملا۔ یہ آدمی بڑا خوش عقیدہ اور نیک نیت دیندار تھا۔ علاء نے کہا اے شامہ تیرے چچا کی اولاد بنی بکر کے ساتھ ہو کر راہ راست سے بھر گئی ہے۔ صلاحیت کو کھو دیا ہے۔ عبدالقیس کے پیچھے لگے ہوئے ہیں۔ صدیق اکبر نے مجھے ان سے جنگ کرنے کو بھیجا ہے۔ اور حکم دیا ہے کہ جس عربی قبیلے سے ملتا جاؤں اسے پیغام دوں کہ بنی بکر سے لڑیں۔ کیا اچھا ہو کہ سب سے پہلا مددگار تو ہو اور اپنی قوم سے لڑنے میں میرا ساتھ دے۔ شامہ نے جواب دیا کہ تو جانتا ہی ہے کہ ابھی کچھ عرصہ نہیں گزرا کہ میری قوم کے لوگ مسیلہ کے فتنے میں مبتلا ہو چکے ہیں۔ میں خیال

کرنا ہوں کہ وہ میری نہ مانیں گے نہ ساتھ دیں گے۔ اگر تو کہے تو میں اس کا امتحان کروں اور اس مدعا کو ان سے بیان کروں۔ علاء نے کہا بہت اچھی بات ہے۔ ثمامہ نے یمامہ کے سرداروں کو طلب کیا اور ان سے بنی بکر سے جنگ کرنے کے لئے لکھ کر پوچھا کہ اگر تم میرا ساتھ دو گے تو پچھلے گناہوں کی آلودگی دھوئی جائے گی۔ یہ جنگ بنی بکر کے مرتد اور عجم کے کافروں کے ساتھ ہے۔ یمامہ کے امپروں نے کہا اے ثمامہ! مسیلمہ کا ساتھ دینے سے ہمارا جو کچھ حال ہوا ہے کہ مال و دولت غارت ہوا۔ نسلیں تباہ ہوئیں۔ تجھے خوب معلوم ہے کچھ دنوں کے لئے ٹھہر جا۔ کہ ہم سنبھل جائیں۔ پھر جس خدمت کے لئے حکم دے گا اسے بجالائیں گے۔ ثمامہ کا کہنا موثر نہ ہوا تو وہ اپنے چچا کی اولاد سمیت بہ ارادہ جہاد علاء کے ساتھ ہو لیا۔ علاء بنی تیمم کے علاقہ میں پہنچا ہی تھا کہ قیس بن عاصم استقبال کے لئے آیا اور رسم سلام ادا کی۔ علاء نے اس سے بنی بکر کے ساتھ جنگ کرنے کی درخواست کی۔ اس نے جواب میں کہا میں اس قصد سے تیرے پاس آیا ہوں کہ تیرا رہبر بن کر اور علاقہ بنی سعد سے گزر کر مقدمتہ ایشیاء ہونے کا حق ادا کروں۔ پھر قیس بنی علاء کے ساتھ ہو لیا اور جب بنی سعد کے ملک سے آگے نکل گئے تو قیس نے مناسب سمجھا کہ علاء کا اور بھی ساتھ دے اب علاء کے ساتھ دو ہزار جوان تھے۔ یہ سب ہجرت کرنے والے انصار ثمامہ ابن اٹھال اور اس کا خاندان اور قیس بن عاصم مع عزیز و اقرباء تھے۔ بحرین کے علاقہ میں داخل ہوتے ہی جرانا قلعہ کے مشہور مسلمانوں کو ان کے آنے کی خبر مل گئی۔ جس سے وہ نہایت شاد ہوئے اور علاء کو دشمنوں کی فوج کی کثرت سے مطلع کیا۔ علاء نے یہی مناسب سمجھا کہ دشمنوں پر چھاپہ مارے۔ اہل قلعہ کو بھی اس سے آگاہ کر دیا کہ وہ بھی ہوشیار رہیں۔ اور جس وقت ہم محاصرہ کرنے والوں سے جنگ کریں اور تم شور و غل سنو فوراً قلعہ سے نکل کر حملہ کر دینا۔ پھر رات گزرنے پر علاء نے لشکر کو کربندی کا حکم دیا اور یہ دسے پاؤں روانہ ہوئے۔ جب دشمنوں کی فوج قریب رہ گئی تو یکبارگی حملہ کر دیا اور شور و غل سے آسمان سر پر اٹھا لیا۔ قلعہ کے سپاہی بھی اس ہنگامہ آرائی کا شور سنتے ہی دروازہ کھول کر باہر نکل پڑے۔ اور ہر طرف سے دشمنوں کو نرغہ کر کے قتل کرنا شروع کر دیا۔ کفار غفلت میں تھے بھاگ نکلے اور قلعہ ہجر میں پناہ گزین ہوئے۔ اگرچہ اس لڑائی میں بہت سے مسلمان شہید ہوئے مگر مخالفوں میں سے اس قدر مارے گئے کہ میدانوں میں جا بجا ان کی لاشوں کے ڈھیر لگ گئے۔ جملہ مال اسباب اور مویشی غنیمت میں ہاتھ آئے۔ علاء نے عبد التیس کی جماعت سے کہا اس جنگ میں تم نے اس قدر ثواب حاصل کیا ہے جس قدر حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے معرکہ ہائے بدر و احد اور دوسری لڑائیوں میں جنگ کرنے اور شہید ہونے والوں کو ملا ہے۔ اب مضبوط ارادہ کے ساتھ فتح و ظفر حاصل کرنے کی نیت کر لو اور جہاد کے لئے مستعد ہو جاؤ۔ بنی عبد القیس نے جواب دیا کہ اے امیر خداوند تعالیٰ نے مسلمانوں کو یہ فتح تیرے قدموں کی برکت سے دی ہے اور کافروں کو ذلیل و خوار کیا ہے۔ مگر قریب ہی ایک جزیرہ ہے جس کے باشندوں کی دشمنی اور دوسرے دشمنوں سے بہت بڑھی ہوئی ہے۔ اگر امیر اس پر حملہ کرنے کا حکم دے تو ہم پہلے ان کا کام تمام کر دیں پھر اور کوئی خدمت بجالائیں۔ علاء نے جزیرہ دارین پر لشکر کشی کر دی۔ یہاں بے شمار کافر آباد تھے۔ اور یہاں جانے کا کوئی راستہ بھی نہ تھا۔ مسلمانوں کو یہاں انتہائی کوششیں کرنی پڑیں آخر کار وہ قلعہ بھی فتح ہو گیا۔ اکثر کفار مار گئے ان کی عورتیں اور بچے گرفتار ہو کر غلام بنائے گئے۔ تمام مال و اسباب اور مویشی لوٹ لے گئے۔ اس کے بعد لشکر اسلام مراجعت کر کے اپنی قیام گاہ پر لوٹ آیا۔ جزیرہ دارین کی فتح سے فارغ ہو کر فارس کے کافروں اور بنی بکر کے لوگوں کی طرف رخ کیا جنہوں نے قلعہ ازدوم کے پاس صفیں آراستہ کر کے جنگ کی دونوں لشکر دست و گریبان ہو گئے۔ اور طرفین سے بے شمار آدمی مارے گئے۔ از بسکہ اسلامی فوج نے ایک پر جوش حملہ کیا تو تاب مقابلہ نہ لاسکے جدھر کو منہ اٹھا سب بھاگ گئے۔ عجمی کافر اور بنی بکر کے مرتد دھر لئے گئے۔ مسلمانوں نے یہاں تک پیچھا کیا کہ وہ جنگوں کی طرف نکل گئے جو بالکل بے آب

وگیا تھا۔ منذر نے آل حنیفہ کے پاس پناہ لی اور فارس کی فوج سے کچھ موضعدار حلیف میں چلے گئے اور کچھ کسریٰ کی بارگاہ میں واپس گئے۔ علاء نے لوٹ کر مال جمع کیا۔ اس کا پانچواں حصہ صدیق کی خدمت میں بھیجا اور باقی مستحق لوگوں میں تقسیم کر دیا۔ صدیق نے فرمان بھیجا کہ تجھے اسی علاقہ میں ٹھہرنا چاہئے۔ حضرموت اور کندہ کے باشندوں اور قبیلوں کے مرد ہونے کا جو حال اس طرح بیان کیا گیا ہے کہ جناب رسالت ماب صلعم نے حضرموت اور کندہ کی امامت اور ان کی زکوٰۃ کی وصولی کی خدمت زیاد بن لبید انصاری کو عطا فرما رکھی تھی۔ اور وہ آنحضرتؐ کے زمانہ زندگی میں ہی وہاں رہا کرتا تھا۔ جب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات اور ابو بکر کی خلافت کی خبریں وہاں پہنچیں تو زیاد نے اس علاقہ کے بزرگ اور سربر آوردہ لوگوں کو جمع کر کے تمام بیان کیا اور چاہا کہ صدیق اکبر کی طرف سے ان کی بیعت لے۔ اشعث بن قیس نے جو ان قبیلوں میں سب سے زیادہ معزز تھا۔ جواب دیا کہ اے زیاد ہم نے تیری باتیں سن لیں اور جس بات کی تو خواہش رکھتا ہے وہ بھی معلوم ہو گئی مگر سب لوگ صدیق کی خلافت کو قبول کر لیں گے تو ہم بھی شریک ہو جائیں گے۔ زیاد نے کہا ماجرین اور انصار کا اتفاق کافی ہے اور معتبر ہے۔ اشعث نے کہا اس وقت یہ نہیں کہا جا سکتا کہ آئندہ کیا ہوتا ہے پھر امراء القیس بن عباس بیان کرنے لگے اے اشعث میں تیرے سامنے خدا اور رسول اور ایمان و قرآن کو از روئے شفاعت پیش کرتا ہوں۔ کہ مسلمانوں کی مخالفت کا خیال نہ کر اور اسلام سے نہ پھر اگر تو ایسا کرے گا اور یہ قبیلے تیرا ساتھ دیں گے تو جس وقت اللہ تعالیٰ دین محمدی کی مدد کرے گا اور کوئی چالشیں قرار پائے گا تو اس وقت اندیشہ ہے کہ تو خلقت کی ہلاکت کا باعث ہو۔ تو نے بھی سنا ہو گا کہ بعض کم عقل، ناسمجھ اور بد اندیش لوگوں کا کیا حال ہوا ہے۔ اشعث نے کہا اے ابن عباس محمد صلعم نے رحلت کی اور اہل عرب اپنے دادا کے مجبوروں کو پوجنے لگے۔ ہم عرب کے ایک کنارہ پر آباد ہیں۔ ابو بکر کی فوجیں ہم تک نہ آسکیں گی اور نہ وہ ہم سے جنگ کرے گا۔ امراء القیس نے کہا اے اشعث یقین جان کہ ابو بکر نے جس طرح اور دشتوں پر لشکر کشی کی ہے۔ اسی طرح ہمارے خلاف بھی فوجیں بھیجے گا۔ اور ابن زیاد بن ولید جو اس وقت ہم میں موجود ہے کسی ایک فرد کو بھی اس کے خلاف نہ ہونے دے گا۔ اشعث نے ہنس کر کہا زیاد اس بات کو غنیمت نہ سمجھے گا کہ ہم اسے نہیں سناؤ اور وہ ہم میں اپنی جان صحیح و سلامت رکھتا ہے۔ امراء القیس یہ کہتا ہوا:

دوستوں کا کام سمجھانا ہے ہم سمجھا چلے خوش نصیب اس کو سمجھے جو نصیحت مان لے

چل دیا اور کندہ کے قبیلوں اور حضرموت کے باشندوں کے دو فریق ہو گئے۔ ایک فریق نیک نیتی اور سچے عقیدہ سے ادائے نماز و زکوٰۃ میں مصروف ہو گیا اور دوسرے فریق نے سرکشی اور گمراہی کا طریقہ اختیار کیا۔ زیاد یہ دیکھ کر گھبرایا مگر اپنی جان کی سلامتی سے خوش تھا۔ جب کچھ دن گزر گئے اس نے منادی کرا دی۔ کہ اے مسلمانو زکوٰۃ کا روپیہ جمع کرو کہ صدیق کے پاس روانہ کریں۔ کیونکہ فوجیں بکثرت جمع کی جا رہی ہیں اور خرچ بڑھا ہوا ہے۔ اور خدا تعالیٰ نے اہل روہ کے شر کو مٹا دیا ہے۔ لوگوں نے روپیہ داخل کرنا شروع کر دیا ہے۔ بعض نے بکمال خوشی و جوش قلبی ادا کیا بعض نے دباؤ اور مجبوری سے دیا۔ زیادہ نرمی اور نرمی جس طریقے سے مناسب سمجھتا روپیہ وصول کرتا تھا ایک دن جبکہ ایک جوان کے اونٹ کو زکوٰۃ کے نشان سے داغ کر بیت المال کے گٹھے میں داخل کیا ہی تھا کہ وہ جوان آیا اور بولا کہ میں اس اونٹ کو بہت عزیز رکھتا ہوں اسے نہ لو اور اس سے بھی اچھا کوئی اور اونٹ مجھ سے لے لو۔ زیاد نے اس بات کو نہ مانا یہ جوان جس کا نام یزید بن معاویہ القرظی تھا حارث بن سراقہ کے پاس جو اس علاقہ کے سرداروں میں سے تھا گیا اور کہا زیاد نے میرے ساتھ ایسا برتاؤ کیا۔ میں چاہتا ہوں کہ تو اس سے میری سفارش کر کہ وہ اونٹ مجھے دے دے اور دوسرا لے لے کیونکہ مجھے اس اونٹ سے خاص انس ہے۔ حارث زیاد بن لبید کے پاس آیا اور اس سے اس بات کا ذکر کیا کہ یہ کوئی بڑی بات نہیں ہے یہ اونٹ اسے دے دو اور اس

کے عوض کوئی اور لے لو۔ زیادہ اس کے دینے سے انکار کیا اور کہا کہ اس اونٹ کو زکوٰۃ کے نشان سے داغ دیا ہے۔ اب اس کا واپس دینا جائز نہیں۔ یہ سن کر سراقہ کے بیٹے کو غصہ آیا۔ اونٹوں کے گلے میں پہنچ کر اس نوجوان سے کہا اپنا اونٹ نکال کر لے جا اور میرے سامنے سلامتی سے اپنے گھر پہنچ جا اگر تجھ سے کوئی شخص بولے گا تو زور بازو سے بھیجا نکال ڈالوں گا ہم اسی وقت تک خدا اور رسول کے حکم کے تابع تھے جب تک صاحب شریعت ہم میں موجود تھا اب اس کی طلبی میں فرمان الہی پہنچ چکا ہے۔ اگر اس کے اہل بیت میں سے کوئی اس کی جگہ مقرر ہو تو ہم اس کی اطاعت کریں گے ابو جہل کے بیٹے کی حکمرانی کیسی اور ہم پر اس کا کیا حق؟ اس مضمون کا ایک شعر بھی تصنیف کر کے جس میں خاندان مصطفوی کی طرف سے انتہائی عقیدت اور ابوبکر سے بیزاری ظاہر ہوئی تھی۔ زیادہ کے پاس بھیج دیا، زیادہ اس شعر کو پڑھتے ہی کانپ اٹھا اور اپنے دوستوں کو ساتھ لے کر جانب مدینہ روانہ ہوا۔ دو منزل طے کر کے ایک شعر ناکیداً "و تھیبا" اشعث کے پاس بھیجا۔ اشعث بن قیس اور اس کے تمام قبیلے پر پورا اثر پڑا۔ اشعث نے کہا اگر یہی رائے مستقل ہو گئی ہے تو لازم ہے کہ ہم ہر طرف سے پختہ بندوبست کریں۔ اور بہ احتیاط تمام اپنے ملک کو دشمنوں سے بچائیں۔ مجھے یقین ہے کہ اہل عرب ابوبکر کے خاندان یعنی تیم بن مرہ کی اطاعت اختیار نہ کریں گے اور بظاہر کے سرداروں یعنی ہاشم کا ساتھ نہ چھوڑیں گے۔ کیونکہ یہی لوگ معدن رسالت اور لائق امامت ہیں۔ اور اگر بنی ہاشم کے علاوہ کسی اور شخص کے لئے خلافت جائز ہے تو ہم سے زیادہ کوئی اس کا مستحق نہیں ہے۔ ہمارے باپ دادا اس سرزمین کے بادشاہ رہے ہیں۔ اس وقت دنیا میں نہ قریشی تھے نہ بطحا والے پھر اسی مضمون کا ایک شعر کہہ کر مخالفت پر کمر بستہ ہو بیٹھے۔ زیادہ بن لبید قبائل کندہ میں سے بنی زہد کے پاس گیا۔ اور کندہ کی شکایت کر کے ان کو ابوبکر کی اطاعت کی ترغیب دی۔ انہوں نے بھی جواب دیا کہ ہم میں سے ایسے شخص کی اطاعت کیوں چاہتا ہے جس کی اطاعت کے لئے رسولؐ نے کسی فرد بشر کو حکم نہیں دیا نہ اس کے لئے کوئی ایسی مثال قائم کی ہے۔ زیادہ نے کہا کہ یہ سب سچ ہے مگر تمام مسلمانوں نے متفق ہو کر اسے خلیفہ بنا لیا ہے۔ انہوں نے جواب دیا کہ اجتہاد ہی کو اختیار کیا تھا تو رسول پاک کے اہل بیت کو کس لئے چھوڑ دیا۔ یہ حق ان ہی کے لئے سزاوار تھا جیسا کہ خداوند تعالیٰ نے فرمایا ہے اولو الارحام بعضهم اخی بعضهم فی کتب اللہ زیادہ نے کہا کہ ماجرین اور انصار اسلام کے معاملے میں ہم تم سے زیادہ سمجھ رکھتے ہیں۔ اس نے کہا خدا کی قسم انہوں نے حد کیا اور حقدار سے حق چھین لیا۔ ہم کو پورا یقین ہے کہ جب تک رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اہل بیت میں سے کسی ایک کو امت کا پیشوا قرار نہیں دے لیا اس وقت تک دنیا سے رحلت نہیں فرمائی۔ اے زیادہ تو ہمارے قبیلے سے نکل جا تیری گفتگو ٹھیک نہیں ہے۔ اور ہم تیری باتوں کو ہرگز نہیں مانیں گے۔ پھر ایک شخص عدی بن عوف نامی نے کہا اے بھائیو غفلت کے پردے ہٹا دو اور ان باتوں کا خیال چھوڑ دو جن کو بعض آدمی اس لئے بیان کرتے ہیں کہ تم کو ایمان کے راستے سے بھٹکا دیں۔ اور دوزخ کا مستحق بنا دیں۔ خدا اور رسول کی طرف متوجہ رہو اور زیادہ بن لبید کی بات کو مانو جس بات کو ماجرین اور انصار نے اختیار کر لیا ہے اس کو تم بھی اختیار کرو کیونکہ وہ لوگ مسلمانوں کی بھلائی برائی کو تم ہم سے بہت اچھی طرح جانتے اور سمجھتے ہیں۔ اس معاملہ میں وہ ہم سے زیادہ باخبر اور رازداں ہیں۔ عدی کہنے کو تو یہ باتیں کہہ گزرا مگر اس کے عزیز یہ باتیں سنتے ہی غیظ و غضب میں بھڑک اٹھے، عدی کو گالیاں دینے لگے اور زیادہ سمیت قتل کرنے کا ارادہ کیا۔ زیادہ یہ رنگ دیکھتے ہی بھاگ نکلا اور ایک اور قبیلہ سے پناہ چاہی مگر جہاں جاتا تھا لوگ اس کی بات سننے سے انکار کر دیتے تھے۔ آخر مجبور و لاچار ہو کر صدیق کے پاس گیا اور تمام حال بیان کیا۔ صدیق کو سنتے ہی اضطراب پیدا ہوا اور اس کے تدارک کے لئے متشکر ہوئے اس مہم پر جس شخص کو مقرر کریں کہ فساد دور ہو۔ خاطر مبارک میں آیا کہ اگرچہ خالد بن ولید اس مہم کے لئے مناسب ہے مگر وہ سرزمین یمامہ پر گیا ہوا ہے لیکن زیادہ بن لبید کا ان

لوگوں کے متعلق تجربہ زیادہ ہے۔ اس لئے اس کو بھیجنا چاہئے۔ مہاجر و انصار میں سے چار ہزار سوار نامزد کر کے زیادہ کو حکم دیا کہ باشندگانِ حضرموت اور اہل کندہ کی سرکشی دبانے کے لئے جائے۔ صدیق کا حکم سنتے ہی مع لشکر چل پڑا۔ لوگوں میں خبر پھیل گئی کہ اسلامی لشکر آن پہنچا ہے۔ اور نواح میں پہنچ کر قتل و غارت شروع کر ڈالا ہے۔ اور ان کا تمام مال و اسباب بھی لوٹ لیا ہے۔ سکاں اور حجون کے قبیلے ان باتوں کے سنتے ہی کانپ اٹھے اور جان بچانے سے مایوس ہو کر رات کے وقت زیادہ کے پاس آئے اور مل بیٹھے۔ زیادہ نے ان کو امان دی اور مسلمانوں کی امداد کے لئے کہا۔ پھر قبیلہ بنی ہند کے پاس آیا ان کے کافر مردوں کو قتل کر ڈالا۔ عورتوں اور بچوں کو قتل کر ڈالا غرضیکہ جس قبیلہ میں پہنچتا دشمنوں کو تباہ و برباد کرتا اور اطاعت کرنے والوں کو امان دیتا۔ یہاں تک کہ قبیلہ بنی حجر کی باری آئی۔ جو حضرموت کے جلیل القدر لوگ تھے۔ زیادہ نے رات کے وقت ان پر چھاپہ مارا کچھ دیر تو یہ لوگ لڑتے رہے۔ آخر کار بھاگ نکلے۔ اسلامی فوجوں کو لوٹ میں بہت سا مال ہاتھ آیا۔ اور ان کے تمام اہل و عیال پکڑ لئے گئے۔ پھر بنی میری کی طرف رخ کیا۔ یہ لوگ بھی بڑے دلیر اور بہادر مشہور تھے۔ زیادہ کے آنے کی خبر سنتے ہی ہتھیار سنبھال کر بڑے جوش و خروش سے حملہ کیا۔ لمحہ بھر میں بیس مسلمانوں کو شہید کر ڈالا اور ان کے بھی خاصی تعداد میں مارے گئے۔ انجام کار مقابلہ کی تاب نہ لا کر بھاگے نکلے، تمام مال و اسباب اور زن و فرزند کو چھوڑ گئے۔ لشکر اسلام نے تمام لوٹ کو جمع کیا اور اس فتح سے بہت ہی شاد ہوئے شکر الہی بجالائے جب اشعث بن قیس نے سنا کہ زیادہ نے ان قبیلوں کا ایسا حال کیا ہے منہ میں جھاگ بھر لایا اور کہا اے میرے بچا کی اولاد جنگ کے لئے تیار ہو جاؤ۔ اپنے عزیزوں میں بنی مرہ و حیلہ کو جمع کیا۔ ایک ہزار آدمی جمع ہو گئے۔ ادھر زیادہ کے ساتھ چار ہزار مہاجرین و انصار موجود تھے اور پانچ سو سکاں اور حجون والے علاقہ حضرموت کے نامور شہر یم کے دروازہ پر جنگ ہوئی۔ کوئی پہر بھر مقابلہ ہوا تھا کہ اسلامی لشکر بھاگ نکلا تین سو نو آدمی شہید ہوئے۔ باقی بھاگ نکلے اور یم کے علاقہ میں جا چھپے۔ اشعث نے تمام مال غنیمت اور قیدیوں پر قبضہ کر لیا اور جس قدر سامان دوسرے قبیلوں کا لوٹا ہوا برآمد ہوا سب ان کے مالکوں کے حوالے کیا باقی کو اپنے لشکر اور قبیلوں میں تقسیم کر دیا۔ زیادہ نے قلعہ یم میں محصور ہونے کے بعد کسی بہانہ سے مہاجرین ابی امیہ کو خط لکھ کر روانہ کیا اور تمام حالات سے اطلاع دی۔ مہاجر لشکر زیادہ کی مدد کے لئے جانب قلعہ یم روانہ ہوا۔ اشعث کو بھی خبر مل گئی۔ وہ قلعہ کے دروازہ پر آ موجود ہوا۔ اور بنی کندہ کے پاس قاصد بھیجا کر مدد طلب کی۔ بنی ارقم و بنی حمزہ و بنی ہند کے لوگ آئے اور اشعث کے عزیزوں اور دوستوں کا لشکر کثیر فراہم ہو گیا۔ اب تو زیادہ اور مہاجرین کی جان پر آہنی اور سخت مصیبت واقع ہوئی۔ زیادہ نے بذریعہ خط صدیق کو تمام حال سے مطلع کیا صدیق کو سخت اندیشہ ہوا اشعث بن قیس اور قبائل کندہ کے مشہور سرداروں کے نام نہایت ہی مہربانی اور نرمی کا خط روانہ کیا۔ اس میں کچھ ڈرایا دھمکایا کچھ انعام و اکرام کی امیدیں دلائیں۔ اور خاتمہ پر لکھا کہ میں تم کو نصیحت کرتا ہوں کہ دین اسلام پر ثابت قدم رہو اور دشمن دین شیطان کی باتوں سے بچے رہو اور اگر یہ خلل اور خرابی جو تمہارے اعتقادوں میں واقع ہوئی ہے۔ زیادہ بن لبید کی حرکات سے ہو تو میں اس کو تمہاری سرداری سے معزول کر دوں گا اور تمہارے پاس کسی ایسے شخص کو بھیجوں گا جو تمہارے ساتھ نیکی سے زندگی بسر کرے اور میں نے اس قاصد کو بھی فمائش کر دی ہے کہ تم لوگ فرمانبرداری اختیار کرو، اور راہ راست پر آ جاؤ۔ تو وہ زیادہ کو ہمارے پاس پھیر لائے۔ تم توبہ اور استغفار کرو۔ اور گزشتہ فعلوں سے باز آ جاؤ۔ انہو الثواب الرحیم یعنی اللہ تعالیٰ توبہ کو قبول کرنے والا اور رحیم ہے۔ قاصد نے یہ خط اشعث کو دیا تو پڑھ کر بہت ہی برہم ہوا۔ پیچ و تاب کھلایا اور صدیق کی بات کو نہ مانا۔ قاصد نے بھی اشعث اور اس کے دوستوں کو سمجھانے کے طریق سے چند نصیحت آمیز کلمے کہے۔ اشعث کے ایک عزیز نے اشعث ہی تلوار کا ایک وار قاصد کے سر پر مارا۔ ادھر قاصد زخمی ہوا۔ ادھر تمام مجلس میں شور مچ گیا اور اشعث نے اس شخص کی

تعریف کرتے ہوئے کہا۔ خدا تجھ کو بخشے ان ناانصافیوں کا جواب اس سے بہتر نہیں ہو سکتا۔ ابو قرۃ بنی مجرنے کہا اے اشعث تجھے شرم نہیں آتی کہ پیغام کا جواب اس طریق سے دیا جائے۔ خدا کی قسم تجھ سے زیادہ بے عقل کوئی اور دنیا بھر میں نہیں ہو گا اور ایسی بے انصافی دیکھ کر کوئی بھی تیرا ساتھ نہ دے گا۔ اگر ہم تیرے ساتھ رہیں گے بزدل کہلائیں گے۔ یہ کہہ کر اٹھ کھڑا ہوا اور اپنے چچا کی اولاد اور دوستوں وغیرہ سے بولا کہ اس بدعہد شخص سے الگ ہو جاؤ۔ اور اس کو چھوڑ دو۔ ورنہ عذاب کے امیدوار رہو۔ اتنا کہہ کر چل دیا۔ بنی حرمین سے ابو اشعث نے بھی اسی قسم کی گفتگو کی۔ اور اشعث کو چھوڑ گیا۔ اسی طرح اور لوگ بھی گروہ در گروہ اس کے پاس سے چلے گئے اور اشعث صرف دو ہزار سواروں کے ساتھ جو اس کے بھائی بند تھے رہ گیا۔ سکال اور حجون کے پانچ ہزار جوان زیاد بن لبید اور مہاجر بن ابی امیہ سے جا ملے۔ دریائے یرقان پر جنگ ہوئی۔ طرفین سے بے شمار آدمی ہلاک ہوئے اور مہاجر بن ابی امیہ اشعث کی تلوار سر پر کھا کر زخمی ہوا پھر بھی اسلامی لشکر نے شکست کھائی اور بھاگ کر قلعہ بریم میں پناہ لی۔ اشعث قلعہ کے دروازہ پر آن پڑا اور چاروں طرف سے مضبوطی کر کے مسلمانوں کو سخت تنگ کیا۔ زیاد نے جس طرح بن پڑا صدیق کو صورت حال سے آگاہ کیا۔ صدیق نے خط پڑھ کر مہاجرین و انصار کے سرداروں کو طلب کیا اور زیاد اور مہاجر کا سارا ماجرا سنایا۔ ابو ایوب انصاری نے کہا اے صدیق بنی کندہ کی جماعت بہت طاقت ور ہے۔ ان کی فوجیں بہت مضبوط ہیں۔ مجتمع ہونے پر ان کی تعداد شمار سے باہر ہو سکتی ہے۔ مناسب ہے کہ غصے کو ضبط کر کے اس حال کے محصولات سے چشم پوشی کی جائے۔ بعدہ وہ خود شرمندہ ہو کر مطہج ہو جائیں گے۔ اور بیت المال کے حقوق ادا کریں گے۔ وہ جنان کے بادشاہ ہوئے ہیں اور دنیا کے سرداروں میں ہیں۔ نہ ان جیسا کوئی سپاہی ہے ان کے مقابل نہ ہونا ہی بہتر ہے۔ صدیق نے ہنس کر کہا اے ابو ایوب میں نے عہد کر لیا ہے کہ بیت المال کے حقوق میں سے کسی پر بکری کا چھ ماہ کا بچہ بھی باقی نہ چھوڑا گا۔ اور اگر کوئی اس سے بھی انکار کرے گا تو حتی الامکان اس سے لڑوں گا۔ پھر سب کو رخصت کر کے گھر چلے گئے اور فاروق کو بلایا اور سب حال کہہ سنایا اور کہا میری رائے یہ ہے کہ علی کو اشعث کے مقابلے کے لئے روانہ کروں۔ کیونکہ وہ عقل اور سمجھ اور فضیلت اور شجاعت اور علم اور گفتار اور ہدایت میں سب سے ممتاز ہے۔

یہ سبھی اسی سے کھلے گی۔ اور اسی کے ہاتھوں کام انجام پائے گا۔ فاروق نے کہا آپ کا فرمانا درست ہے۔ علی ان صفات سے آراستہ ہے مگر میں ایک بات سے ڈرتا ہوں جو ناگزیر ہے اور وہ یہ ہے کہ میں جانتا ہوں کہ علی اس امر میں پوری احتیاط کو کام میں لائیں گے اگر خدا نخواستہ انہوں نے ان لوگوں کے مقابلے پر جانا گوارا نہ کیا اور کفر و اسلام میں کسی قدر تامل واقع ہوا تو پھر کوئی ایک آدمی بھی اس فرقہ سے جنگ کرنے کو اچھا نہ سمجھے گا۔ بہتر یہی ہے کہ علی تمہارے ساتھ مدینہ ہی میں رہیں اور تم ان کی صحبت اور مشورہ سے فائدہ حاصل کرتے رہو۔ اور عکرمہ بن ابی جہل کو مطلع کیا کہ آگاہ ہو قبیلہ کندہ نے علانیہ گناہ گاری کا راستہ اختیار کیا ہے اور زیاد بن لبید اور مہاجر ابن ابی امیہ کا قافیہ تنگ کر رکھا ہے۔ اس خط کو پڑھتے ہی لشکر سمیت جانب قلعہ بریم علاقہ حضرموت روانہ ہو جاؤ اور ان بدعہد گناہ گاروں کو سزا دے اور اثناء راہ میں اہل مکہ اور دوسرے عربی قبیلوں میں سے جو کوئی تیرا ساتھ دے اسے اپنے ہمراہ لے جا یہ خط دیکھتے ہی عکرمہ نے ملازموں اور خادموں وغیرہ کو طلب کیا، کل کیفیت سنا دی سب نے اس امر کو قبول کیا، تقریباً دو ہزار سواروں کی جمعیت سے چل نکلا۔ علاقہ صنعات میں پہنچ کر لوگوں کو بنی کندہ سے جنگ کرنے پر آمادہ کیا وہ بھی اس درخواست کو منظور کر کے عکرمہ کے ساتھ ہو گئے۔ جب یارب میں پہنچے اور قیام کیا تو اہل دیا کو اطلاع ہوئی کہ عکرمہ بنی کندہ سے لڑنے جاتا ہے۔ بہت ہی برا فروخت ہوئے اور کہا ہم عکرمہ کی ایسی گوثالی کریں گے کہ وہ بنی کندہ سے لڑنا بھول جائے گا۔ اس ارادہ پر مستقل ہو کر صدیق کے عامل کو اپنے علاقہ سے نکال دیا اور خود مختار بن بیٹھے۔ حذیفہ بن عمر نے جو دیا کا عامل تھا صدیق کو اہل دیا کی بغاوت سے مطلع کیا۔ صدیق

اس اطلاع یابی سے سخت متروہ ہوئے اور لکھا کہ دیا والوں نے شرارت اور سرکشی کی ہے۔ پہلے انہی کو واجبی سزا دے اور ذرا سستی نہ کر جب فتح پائے اور تمام کام حسب مراد ٹھیک ہو جائے تو تمام باشندگان دیا کو گرفتار کر کے میرے پاس بھیج دے۔ پھر زیاد بن لبید کے پاس جانا اور اس کے ساتھ ہو کر مخالفوں کی سرکوبی کرنا اور کوشش بلیغ سے کام لینا شاید اللہ حضرموت کے علاقہ کو تمہارے ہاتھ سے فتح کر دے اور یہ فساد ختم ہو جائے۔ عکرمہ نے صدیق کا خط پڑھتے ہی اہل دیا کی طرف رخ کیا اور دوسری طرف سے لقیط بن مالک نے لشکر جمع کر کے عکرمہ کی سمت کوچ کیا۔ دونوں فوجوں میں سخت جنگ ہوئی۔ لقیط نے شکست کھائی اور عکرمہ نے تعاقب کر کے بہتوں کو قتل کیا اور بھگوڑوں نے اپنے قلعہ میں پناہ لے کر درازہ بند کر لیا۔ عکرمہ نے ایک زوردار حملہ سے قلعہ فتح کر کے اکثر سزادوں کو قتل کیا اور بعض کو قیدی بنایا تمام عورتیں اور بچے پکڑ لئے۔ مال غنیمت کے تین سو اونٹ لاد کر صدیق کے پاس مدینہ روانہ کئے۔ صدیق اس فتح سے بہت خوش ہوئے اور چاہا کہ قیدیوں کو سزا دیں۔ فاروق نے سفارش کی اور کہا کہ وہ کلمہ گو اور نماز ادا کرتے ہیں اگر ان کے قتل سے درگزر کریں تو مصلحت سے بعید نہ ہو گا اس لئے حکم دیا کہ انہیں قید میں رکھیں یہ لوگ صدیق کی خلافت کے زمانہ میں قید رہے اور فاروق کے زمانہ میں رہا کئے گئے۔ کچھ تو اپنے وطن چلے گئے اور کچھ بصرہ میں رہنے لگے۔ الغرض عکرمہ اہل دیا سے فارغ ہو کر حضرموت کے شہروں کی طرف چلا۔ اشعث کو بھی خبر لگی اس کے قبضے میں بجز نام قلعہ تھا۔ خوب مضبوط کر کے اپنے اہل و عیال اور نوکروں چاکروں کو مال و دولت سیٹھ اس میں لے گیا۔ اور لڑائی کے ارادہ سے مستعد ہو بیٹھا۔ زیاد نے عکرمہ کے آنے کی خبر سن کر اپنی فوج میں منادی کرا دی کہ ان دشمنوں سے جنہوں نے کفر کا طریق اختیار کر لیا ہے اگرچہ مقابلہ کرنا ناممکن ہے مگر میں نے مصمم ارادہ کر لیا ہے کہ ان سے جنگ کروں اور عکرمہ کے پیچھے سے پہلے جو ہماری امداد کے لئے مع ایک بڑی فوج کے آ رہا ہے فتح حاصل کروں جس سے ہمارا اور تمہارا نام دنیا میں نیکی کے ساتھ مشہور ہو جائے۔ اشعث کو بھی اس کی اطلاع ہوئی۔ اس نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ دشمن کی کثرت سے نہ ڈرو تلواریں کھینچ لو اور جس قدر ہو سکے خوب کوشش کرو کہ دنیا میں شہرت ہو جائے ان کے ساتھیوں نے بہ طیب خاطر اس کی بات کو سنا اور اس کا ساتھ دینے اور لڑنے پر آمادہ ہو گئے۔ زیاد نے صبح کے وقت فوج کو ترتیب دے کر دائیں بائیں اور سامنے دستوں کو قائم کیا۔ اور خود میدان جنگ میں نکل کر جنگ کی خواہش ظاہر کی۔ اشعث نے بھی مہینہ، میسرہ اور جناح کی فوجوں کو قائم کر کے آپ قلب لشکر میں ٹھیرا۔ پھر تو دونوں فوجیں دست و گریبان ہو گئیں۔ خوب خوب جنگ ہوئی طرفین سے بے شمار آدمی کام آ گئے۔ زیاد بن لبید کا بازو اشعث کی تلوار سے زخمی ہو گیا۔ آخر اس کا لشکر بھاگ نکلا اور اپنی جگہ دشمنوں کے قبضے کے لئے چھوڑ کر برہم میں جا چھپے۔ دوسرے دن عکرمہ فوج کو درست کر کے آگے بڑھا۔ زیاد بن لبید اور ماجر بن امیہ سے آ ملا۔ مسلمانوں کو اس کے آنے سے بہت ہی خوشی حاصل ہوئی۔ مخالف لوگوں پر دہشت طاری ہوئی۔ اشعث اپنی فوج کا دل بڑھاتا تھا کہ دشمنوں کی کثرت سے نہ ڈرو اور دلوں کو پرشورہ نہ ہونے دو شیر کو بکریوں کی کثرت کا کیا ڈر اور چیتے کو گیدڑوں کے انبوا کا خطر کیا۔ عکرمہ نے بھی اپنی فوج کو مردانہ حملہ کرنے کی ہدایت کی اور کہا کہ ان کی صفوں کو سامنے سے ہٹا دو۔ عکرمہ کی فوجوں نے بھی یلکنت گھوڑے دوڑائے اور اشعث کے جھنڈے تک جا پہنچے۔ اور شیر مردانہ دشمنوں کو مثل رویاہ تصور کر کے سامنے سے ہٹا دیا۔ اشعث نے اپنی فوج کے ساتھ مضبوطی سے قدم جمائے رکھے۔ اور اس محلہ میں اپنی جگہ پر قبضہ نہ ہونے دیا۔ اس قدر گرد غبار بلند ہوا کہ گویا قیامت آگئی۔ بے شمار انسان قتل اور زخمی ہو گئے۔ ظہر سے عصر تک لڑائی ہوتی رہی۔ جب شاہ مشرق سورج کی سواری افق مغرب میں پہنچی عکرمہ اور زیاد نے اپنی فوجوں کو سنایا کہ اے دوستو دشمن شکست دل ہو گیا ہے۔ اور ان کے بہت سے آدمی زخمی ہو چکے ہیں۔ مل کر ایک حملہ کرو اور تلواروں سے کام لو ممکن ہے کہ فتح یاب ہو جاؤ پھر تو عکرمہ اور زیاد نے ایک

ساتھ حملہ کر کے ان فاجروں کا کام تمام کر دیا۔ اور ان کا پیچھا کر کے قلعہ کے اندر داخل کر دیا۔ خود قلعہ کے گرد آہٹے اور پڑاؤ قائم کیا۔ ہر طرف ناکہ بندی کر دی اور خوب مستحکم کر لیا۔ جب محصورین تنگ ہوئے تو اشعث نے کہا اے پچا کی اولاد اور خوشی اور غمی کے ساتھیو اس دشوار مہم کی اب کیا تدبیر کی جائے اور اس مشکل کے حل کرنے کے لئے تمہاری کیا رائے ہے۔ سب نے ایک زبان ہو کر کہا ہم کو دشمن کے خوش دل ہو کر زندہ رہنے کی نسبت عزت آبرو کے ساتھ مر جانا قبول ہے۔ تو مطمئن رہ کہ جب تک ہمارے دن میں رقت جان باقی ہے تجھے تمنا نہ چھوڑیں گے۔ اور جن دوستوں اور عزیزوں نے بہ سبب رنجش سابقہ اس کا ساتھ چھوڑ دیا تھا اب اسے اہلائے مصیبت دیکھ کر حمایت کے لئے دوڑے آئے اور مدد کی اور کہا دل کو مضبوط رکھ اور قلعہ دشمن کے حوالے نہ کر۔ اشعث اس کے آنے سے بہت خوش ہوا اور لڑنے کا مہم ارادہ کر لیا۔

دوسرے دن فوج کو درست کر کے زیادہ پر حملہ کیا ایسی سخت لڑائی ہوئی کہ پہلے کبھی نہ ہوئی تھی۔ بہت سے جوان مارے گئے بہت سے زخمی ہوئے عکرمہ کے سر پر تلوار لگی اور مسلمانوں کے دل چھوٹ گئے۔ زیادہ لشکر اور عکرمہ کا یہ حال دیکھ کر کہا اے مجاہد اور انصار اور اے یاران وفادار ہمارے دشمن خستہ اور مغلوب ہو چکے ہیں۔ صبر اور استقلال ہی سے راحت ملتی ہے۔ ذرا دل کڑا کر کے ایک دو دن مردانگی کی داد دو اور قدم مضبوطی سے جمائے رہو دشمنوں کو کوئی مصلحت نہ دو ممکن ہے کہ پردہ غیب سے ہماری فتح ظاہر ہو اور یہ مشکل کام آسان ہو جائے۔ ساتھیوں نے جواب دیا کہ جس قدر ہم میں قوت ہے اور جب تک رقت جان بدن میں موجود ہے دشمنوں کے دفاع میں ذرا بھی سستی نہ کریں گے۔ باقی امیدیں اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ موجود ہیں یہ کہا اور اپنی قیام گاہ پر چلے آئے۔ زیادہ بن لبید اور تمام مسلمانوں نے دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے اور خدا کے فضل پر بھروسہ کیا اللہ تعالیٰ نے اپنی عنایت سے مسلمانوں کا رعب مخالفوں کے دلوں میں ڈال دیا۔ زیادہ نے تمام راستے بند کر دیئے۔ محصورین آب و دانہ کی قلت سے عاجز ہو گئے۔ اشعث نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ یہ لوگ لڑائی سے ذرا نہیں اکتاتے مناسب ہے کہ ان سے صلح کر لیں۔ اور امان طلب کر لیں۔ جب دن نکلا اور اشعث اور ان کے لوگوں پر سخت تنگی ہوئی اور آدمی بھوک اور پیاس کے صدموں سے بے طاقت ہونے لگے۔ تو ایک قاصد زیادہ کے پاس بھیجا اور اپنے اپنے اہل و عیال کے لئے امان چاہی۔ زیادہ نے منظور کر لیا اور امان نامہ لکھ دیا۔

بنی کنندہ نے جانا کہ اس نے سب کے لئے امان طلب کی ہے۔ کسی نے بھی کچھ نہ کہا۔ اشعث قلعہ سے باہر نکل آیا۔ زیادہ نے پوچھا اے اشعث کیا تو نے اپنے بیچا زادوں کے لئے امان نہیں چاہی ہے اور اسی اقرار پر میں نے عہد نامہ لکھا ہے اشعث نے کہا ہاں زیادہ نے کہا خدائے تعالیٰ نے تیری عقل محو کر لی ہے کہ عہد نامہ میں تو نے اپنا نام نہیں لکھا ہے اپنے لئے امان حاصل نہیں کی ہے۔ خدا کی قسم میں تجھ کو تیرے کئے کی سزا دوں گا۔ اور تیرے سر سے دنیا کو پاک کر دوں گا۔ اشعث نے کہا اے زیادہ تو نے مجھے ایسا نا سمجھ سمجھ رکھا ہے کہ سب کے لئے تو امان لکھ لوں اور اپنے آپ کو ہلاک کروں اگر تو مجھے قتل کرے گا تو تمام یمن کو اپنے اور اپنے آقا کے خلاف غضب ناک بنائے گا۔ اور تیرے مقابلے کے لئے اس قدر سوار اور پیادے امتز آئیں گے کہ تو اپنے پچھلے دن بھول جائے گا۔ زیادہ نے اشعث اور اس کے دوستوں کو خوب طرح سے قبضے میں کر لیا اور قلعہ کے اندر داخل ہوا۔ ایک ایک جوان کو سامنے بلاتا تھا اور جلاو کو حکم دیتا تھا کہ اس کا سرا ڈال دے۔ جب کچھ آدمی قتل ہو چکے تو باقیوں کو امان دے دی۔ نبیل بن الارس انصاری کا بیان ہے کہ میں نے اس دن کشتوں کی طرف نظر کی تو ان کو بنی قرینہ کے اس دن کے کشتوں کی مانند پایا جس دن رسول مقبول ان کو دوزخ میں داخل کر رہے تھے۔ پھر زیادہ نے بنی کنندہ کے بقیہ السیف شرفاء کی گنتی کا حکم دیا وہ اسی آدمی تھے۔ سب کو گرفتار کر کے اشعث سمیت صدیق کے پاس روانہ کئے گئے جب سامنے آئے تو صدیق نے کہا اے اپنی جان کے دشمن اشعث خدا کا شکر ہے کہ اس نے تجھ کو میرے حوالہ کر دیا۔

اشعث بولا کہ ہاں اے صدیق خدا نے تجھ کو ہم پر فتح یاب کیا کیونکہ میری قوم نے میرا ساتھ نہ دیا اور جو کچھ میری طرف سے ہوا وہ سب زیاد کا قصور تھا۔ وہ میری قوم کے افراد کو ظلم و ستم سے قتل اور بے عزت کرنا تھا۔ مجھ سے بھی جو کچھ بن پڑا وہ کئے گیا۔ پھر قسم کھائی کہ میں دین اسلام پر ثابت قدم ہوں نہ مذہب بدلا ہے نہ مال کی غلی کی ہے مگر زیاد ہم پر ظام کرتا تھا اور بے گناہوں کو مارتا تھا۔ مجھ سے یہ ذلت برداشت نہ ہوئی اور نہ قوم کو مصیبت میں چھوڑ سکا اب جو گزرنا تھا گزر گیا خدا کی قسم اب میں باز آیا اپنی زندگی کو باداشہوں کی جانوں کی عوض خریدتا ہوں۔ یمن کے تمام قیدی رہا کر دوں گا۔ اور اسلام کی مدد اظہر من الشمس کروں گا۔ صدیق نے اس کو اور اس کے بچا زاد بھائیوں کو چھوڑ دیا اور سب کو خلعت عطا کئے۔ اشعث کو اپنا ولما د بنا یا یعنی ام فرہ سے اس کا نکاح کر دیا۔ اور بھی بے شمار احسان و اکرام کئے۔ اشعث نے صدیق کی نظروں میں بہت بڑی عزت پائی۔ ام فرہ سے اشعث کی چار اولادیں پیدا ہوئیں۔ محمد اسماعیل اسحاق اور جعدہ۔ محمد۔ عمرو عثمان اور علی کے ہوا خواہوں میں تھا جناب امیر المؤمنین حسینؑ ابن علیؑ ابن ابی طالب کی شہادت کے وقت کربلا میں موجود تھا۔ اسماعیل اور اسحق عبدالملک بن مروان کے عہد خلافت میں قتل کئے گئے۔ اہل روم کا مجمل حال یہی ہے۔ باقی فتوحات کا تذکرہ ذیل کے بعد انشاء اللہ کیا جائے گا۔

عہد صدیق کی فتوحات

مورعین لکھتے ہیں کہ جب صدیق مرتدین کی درستی اور اصلاح سے فراغت پا چکے تو روم اور عجم کے تصرف میں لانے اور ان اطراف ممالک میں اسلام کو پھیلانے کا حکم ارادہ کر لیا۔ سب سے پہلے جس شخص نے عرب اور عجم میں جنگ شروع کی اور مخالفت پھیلائی وہ شعی بن حارث شیبانی تھا۔ اس واقعہ کی بنا یہ ہے کہ قبائل ربیعہ بہ دجہ قحط سالی تمامہ اور حجاز سے نقل مکانی کر کے عراق میں داخل ہوئے۔ جزیرہ اور یمامہ کی سرزمین میں قیام کیا۔ نوشیرواں نے بلا کر دریافت کیا کہ تم یہاں کیوں آئے انہوں نے کہا کہ ہمارے شہروں اور میدانوں میں قحط پڑا اور ہم مجبور ہوئے کہ حضور عالی جاہ کی دولت و حشمت کے زیر سایہ پناہ لیں اگر اجازت ہو تو ہم یہاں ٹھہر جائیں گے ورنہ کسی اور طرف کو نکل جائیں گے۔ کسریٰ نے اس شرط پر ٹھہرنے کی اجازت دی کہ فسادات اور شورش برپا نہ کریں اور باامن زندگی بسر کریں۔ انہوں نے بھی اس امر کو منظور کر لیا۔ اور عرصہ دراز تک وہاں نیک چلتی سے بسر کی اور ایرانیوں نے بھی ان سے کچھ مخالفت نہ کی نہ انہوں نے بھی اس کی کسی چیز سے واسطہ رکھا۔ آخر کار ایرانی فوج کی بری نگاہیں پڑنے لگیں۔ انہیں طبع دامنگیر ہوئی تو انہوں نے ہاتھ پاؤں نکالے اور مخالفت اختیار کی۔ اس خاندان کا ایک سردار شعی ابن حارث شیبانی نام تھا لوٹ مار کرنے لگا۔ کوفہ اور اس کے نواح میں ڈاکے ڈالتا۔ زمینداروں کو لوٹا اور دین اسلام کو قبول کرنے کی درخواست کرتا۔ لوگوں نے صدیق سے بھی اس کا حال بیان کیا اور ایرانیوں کے ساتھ اس کے فتنہ و فساد کا سبب حل پایا۔ صدیق نے پوچھا یہ شخص کون ہے۔ لوگوں نے جواب دیا اے خلیفہ رسول حسب و نسب کے لحاظ سے یہ شخص بڑا مغرور اور دانش مند صاحب دولت و حشمت اور باشوکت ہے۔ شعی ابن حارث شیبانی نام ہے۔ صدیق نے اس کے لئے خلعت اور جھنڈا تجویز کیا، ایرانیوں سے جنگ کی ترغیب دی اور دجولجی کی۔ اس سے شعی کی بہت حوصلہ افزائی ہوئی اور اس نے اپنی سرگرمیوں میں اضافہ کر دیا۔ کوفہ اور اس کے نواح پر حملہ آور ہوا اور ایک چوپایہ بھی باقی نہ چھوڑا۔ ایک برس تک یہی کچھ کرتا رہا۔ پھر اپنے بچا زاد بھائی سوید ابن قطبہ کو بلا لیا۔ اور فوج دے کر بصرہ کی طرف بھیجا کہ پارسوں پر حملہ کرے اور خود کوفہ کی طرف رجوع ہوا۔ سویدا کو بصرہ کی دھن لگ گئی۔ شعی کے ہمراہ اس

کے بچا کی اولاد تھی اور سویدا کے ساتھ خاص و عام لوگوں کی جمعیت۔ آخر کار اس کی چہرہ دستوں کی فریاد ایران تک پہنچی۔ کسری نے ان کے دفعیہ کا حکم دے دیا۔ تمام اطراف کی فوجیں اس پر امنڈ پڑیں۔ صدیق کو بھی اس حال کی اطلاع ملی۔ سخت فکر مند ہوئے۔ فاروق نے کہا اے خلیفہ رسول مجھے ایک بات سوجھی ہے۔ اگر حکم ہو تو بیان کروں۔ صدیق نے کہا کہو۔ فاروق نے کہا خالد بن ولید یمامہ کو فتح کر چکا ہے۔ اور اب بھی اسی طرف مشغول ہے۔ اور وہاں ان لوگوں سے رشتہ داری بھی کر لی ہے۔ اسے حکم دے کہ عراق کی طرف متوجہ ہو اور شنی کے ہمراہ ایرانیوں سے جنگ کرے۔ شاید اللہ تعالیٰ ایران کو بھی ان کے ہاتھوں فتح کرا دے۔ اور مسلمانوں کی آرزوئے دلی بر آئے۔ صدیق نے کہا بہت اچھی رائے ہے۔ فوراً خالد کو اس مضمون کا خط لکھا کہ حمد و ثناء باری تعالیٰ اور جناب رسالت ماب پر درود و سلام کے بعد خالد کو دعا اور سلام پہنچے اور تمام گروہ صحابہ اور مہاجرین و انصار اور ان اشخاص کو جو اس کی خدمت میں موجود ہیں۔ معلوم ہو کہ خدائے عزوجل نے اپنے کلام پاک میں کافروں کے ساتھ جہاد کرنے کو واجب ٹھہرایا ہے۔ اور رسولؐ نے بھی بہت ترغیب دلائی ہے۔ اے بندگان خدا اس کے عہد پر ثابت قدم رہو اور فرمانبرداری میں کوشش کرو، اپنی جان نہ بچاؤ، نہ سختیوں اور وقتوں کا کچھ اندیشہ کرو ذالکم خیر لکم ان کنتم تعلمون تمہارے حق میں ایسا کرنا بہتر ہے اگر تم سمجھو!

اے خالد اس خط کے پٹے ہی عراق کی طرف جا اور شنی بن حارث سے مل کر اس کا معین و مددگار بن اور تمام مسلمانوں کے لئے بھی حکم ہے کہ میرے ہمراہ جائیں اور اللہ کی طرف سے دونوں جہان کی نیکیاں پائیں۔ پھر ابو سعید خدری کو طلب کیا اور خط دے کر کہا خالد کے پاس لے جا۔ اور جب تک وہ عراق کی سمت نہ چل پڑے اس کے پاس سے نہ ٹلنا، اسے خلوت میں سمجھانا کہ مسلمانوں کی ایک جماعت ایرانیوں سے جنگ کر رہی ہے۔ تو پہنچ کر ان کو بددے۔ اللہ تعالیٰ ایران کو تیرے ہاتھوں فتح کرے گا۔ اور اگر مجھ سے کوئی اور کام آ پڑا تو واپس بلا لوں گا۔ تو جس کسی جگہ ہو لشکر کا سردار ہے۔ میرے سوا اور کوئی تیرا امیر نہیں۔ ابو سعید خالد کے پاس گیا۔ خط دیا۔ خالد بولا ابو سعید یہ تجویز خلیفہ کی تو معلوم نہیں ہوئی۔ یہ سب عمر کی کارستانی ہے۔ کیونکہ اس نے سن لیا ہے کہ میں نے ابو حنیفہ سے ناٹھ جوڑ لیا ہے۔ اسی وقت سے وہ جزیر ہے۔

خالد کا تقرر

غرض خالد نے لشکر جمع کیا اور جہاد کی خوب طرح سے تیاری کی۔ پھر صدیق کا حکم سنایا، انہوں نے بھی کہا ہم سب کو منظور ہے۔ خالد دوسرے دن چل پڑا۔ زبرقان بن بدر کو فوج کا ہراول بنایا۔ صدیق نے شنی بن حارث کو بھی خط لکھا کہ میں نے خالد بن ولید کو لکھ بھیجا ہے وہ بھی تیری امداد کو پہنچانا چاہتا ہے۔ اس کا استقبال و احترام کرنا۔ کیونکہ آئیے شریفہ اس کے حسب حال ہے۔ اشداء علی الکفار ورحماء بینہم تراہم وکما سجد ایتبنون فضلا من اللہ ورضوانا یعنی جب تک خالد عراق میں رہے گا۔ وہ امیر اور بوزیر سمجھا جائے گا۔ اور جب میں اسے بلا لوں گا تو اپنے علاقہ کا امیر ہو گا۔ شنی نے خط پاتے ہی اپنے ہمراہیوں کو بلایا اور کہا صدیق نے ہماری بڑی تعظیم و تکریم کی ہے اور خالد کے آنے کی خوشخبری دی ہے۔ ہم کو خالد کی آمد کا انتظار کرنا چاہئے۔ خالد بھی منزل بہ منزل چلا آ رہا تھا۔ جب بصرہ کی حدود میں پہنچا سویدا مع فوج استقبال کے لئے آیا۔ خالد نے اظہار مسرت کیا اور پوچھا کہ اس علاقہ میں کون قوم زیادہ ہے۔ اور اسلحہ اور سامان حرب میں کون برتر ہے۔ شجاعت میں کون مشہور ہے۔ سویدا نے کہا اے امیر ابلہ قوم کے لوگ دغا باز اور بہادری میں بہت مشہور ہیں اور سرکش ہیں۔ خالد نے کہا پہلے انہی کو ایسی سزا دینی چاہئے کہ عربوں کا خوف اور رعب ان کے دلوں میں بیٹھ جائے اور پھر سرکشی نہ کریں۔ سویدا

نے کہا امیر کی رائے عین ثواب ہے۔ خالد نے سویدا کو حکم دیا کہ تو فوج لے کر ان کے مقابل ہو اور میں پشت سے ان پر حملہ کروں گا۔ سویدا نے فوج کو متعین کیا اور ابلہہ کی طرف روانہ ہوا۔ وہ لوگ بھی ان سے لڑنے کے لئے نکلے جب جنگ شروع ہوئی خالد کین گاہ سے نکل آیا۔ مہاجر اور انصار کے لشکر نے باہم مل کر اہل ابلہہ کو شکست دی۔ ایرانیوں نے دشمن کی طرف پشت کی اور جانب حصار منہ اٹھایا۔ سامنے دریا تھا اور پیچھے تلوار۔ چار ہزار جوان مارے گئے اور اسی قدر دریا برد ہوئے۔ باقی ماندہ محصور ہو گئے۔ خالد آگے کی طرف روانہ ہوا منزل در نزل کوچ کرتا بناج کے علاقہ کے میں داخل ہوا۔ بنی بکر کی جماعت کے پاس قیام کیا۔ ثنی بن حارث بھی اپنے چچا زاد بھائیوں اور فوج کو ساتھ لے کر خالد کے پاس آیا اور اس کے آنے کا شکریہ ادا کیا خالد نے بھی تعظیم و تکریم کی پھر سوار ہو کر نواح کوفہ کی طرف فوج کشی کی۔ عجمیوں کے دل پر اس قدر خوف چھا گیا تھا کہ خالد اور ثنی جس طرف جاتے تھے وہ راستہ چھوڑ دیتے تھے اور کسی اور قریہ کی طرف نکل جاتے تھے۔ خالد نے کوفہ میں پہنچ کر شہر کے باہر خیمہ نصب کیا اور چھاؤنی ڈال دی۔ پھر عجمیوں کو لکھا کہ مطعان اہل ہدایت پر درود و ثناء اور اس خدائے عزوجل کی حمد و شکر کے بعد جس نے تمہاری جمعیت کو اپتر تمہاری عزت کے پودے کو بے جز اور تمہارے ارادوں کو ست کر دیا ہے۔ اور تمہارا وقت قریب پہنچا دیا ہے۔ تم میں اختلاف ڈال دیا ہے۔ اور تمہاری دلیری کو خوف اور گریہ و زاری سے بدل دیا ہے۔ معلوم ہو کہ جو شخص گمراہی کا راستہ چھوڑ کر ہمارے قبلہ کی طرف جھکے گا اور خدا اور اس کے رسول کا حکم مانے لگا اور جس امر کی ہم گواہی دیتے ہیں۔ اس کی گواہی دے گا اور ہماری دشمنی سے باز آئے گا وہ ہم میں سے ہے اور ہم اس کے ہیں۔ اور جو شخص ہماری پناہ میں آئے گا اور ہزیمت قبول کرے گا وہ بے خوف رہے گا۔ اور جو شخص مخالفت پر مستعد رہے گا اور میدان میں قدم نکالے گا وہ یادرکھے کہ ہم بھی آیا ہی چاہتے ہیں۔ ہم سب شمشیر زن ہیں اور تلوار اور موت سے اسی قدر محبت کرتے ہیں۔ جس قدر تم عیش اور زندگی سے اور ہم تنگی میں اسی طرح بسر کرتے ہیں جس طرح تم فارغ البالی میں۔ فقط والسلام!

جب یہ خط ایرانیوں کے پاس پہنچا۔ بہت ہی جوش میں آئے مگر جواب میں کچھ دم نہ مارا خالد دستہ دستہ فوج چار طرف کو بھیجتا اور لوٹ مار کا حکم دیتا۔ یہاں تک کہ وہ علاقہ مویشیوں سے خالی کر دیا اور خالد کے پاس لائے۔ پھر خالد نے وہاں سے جبرہ کی طرف لشکر کشی کی۔ ان اطراف میں مضبوط قلعے دیکھے عمدہ سپاہی اور اسلحہ وافر پائے جب خالد اس علاقہ میں قیام پذیر ہوا اور لوگ زیادتی کرنے لگے۔ اور گالیاں دیتے تھے۔ خالد نے چاہا کہ معرکہ آرا ہو۔ ضرار بن الازور اسدی نے کہا اے امیر یہ لوگ بہت بیوقوف اور خود کے دشمن ہیں۔ اگر تمہاری رائے ہو تو ان میں سے کسی کو طلب کرو اور سمجھاؤ شاید بغیر جنگ ہی کام بن جائے اور یہ مشکل حل ہو جائے۔ پھر اس تجویز کے مطابق ایک آدمی کو قلعہ کی طرف روانہ کیا۔ اس نے کہا تم اپنی جماعت میں سے کسی ایسے آدمی کو بھیجو جو عقل اور سمجھ میں مشہور ہو تاکہ ہماری باتیں سنے اور تم سے بیان کرے اور پھر ان کا جواب ہم تک پہنچا دے۔ انہوں نے عبدالمسح بن عقیل الفسانی کو منتخب کر کے بھیجا اور یہ بات قرار دی کہ اگر صلح ہو سکے تو تمام اسلامی فوج کو واپس ہٹا آئے یہ شخص عبدالمسح نام بڑے رعب و داب اور نورانی چہرے کا بوڑھا تھا۔ دو سو کئی سال کی عمر تھی۔ خالد کے پاس پہنچ کر اس نے یہ شعر پڑھے جس میں آل عسان کی تعریف اور ان کے ملک کی خوبیاں بیان کیں کہ منذر اور نعمان کے بعد یہ ہیں۔ اور کہا ان چراگاہوں میں کبھی شیروں نے بھی شکار نہیں کیا۔ اور اس جگہ درندوں نے پرہیز گاری کا جام پیا ہے۔ بھیڑوں کے گلے جبرہ چراگاہوں سے چرتے تھے اور چڑیاں تخت حورنق کے سائے میں اڑتی تھیں۔ اب یونہی بے فائدہ خراب و خستہ اور غیر آباد بیکار پڑے ہیں۔ ہاں سچ ہے اسی لئے دنیائے دون کا نام بادشاہ جہاں ہوا ہے جب وہ بوڑھا اس خطبہ سے فارغ ہوا خالد نے پوچھا تو کون ہے؟ اس نے کہا خدا کا بندہ پوچھا کہاں کا باشندہ ہے کہا دنیا کا۔ جب اس

نے یہ سن لیا تو اس نے دریافت کیا کہ کہاں سے آیا ہے۔ کہا باپ کی پشت سے۔ پوچھا کس مقام سے آیا ہے کہا ماں کی پیٹ سے۔ کہا کس حال میں ہے؟ کہا کپڑوں میں۔ پھر پوچھا کس پر ہے کہا زمین پر۔ خالد نے کہا مجھے تیری باتوں سے گراہی کے سوا اور کسی بات کا پتہ نہیں چلتا سچ بتا تجھ میں عقل ہے یا نہیں اور تو نے اونٹ کا گھٹنا بھی باندھ دیا ہے یا نہیں اس نے آخری بات کو سمجھا اور کہا میں نے اونٹ کا گھٹنا باندھ دیا ہے اور خوب مضبوط کر رکھا ہے۔ خالد نے کہا میں تجھ سے آدمیوں کی بات کرتا ہوں۔ بڑھے نے جواب دیا کہ میں بھی آدمیوں کا جواب دیتا ہوں خالد نے پھر دریافت کیا تم کون لوگ ہو جواب دیا ہم آدم کی اولاد ہیں۔ خالد نے پوچھا تم لڑنے کے لئے آئے ہو یا صلح کے لئے۔ کہا صلح کے لئے۔ خالد نے کہا تم عرب ہو یا ایرانی۔ بڑھے نے کہا ہم عربی تھے ایرانی بن گئے اور ایرانی تھے عربی ہو گئے۔ خالد نے کہا اللہ اکبر میں اب تیری بات سمجھا اب بتا کہ یہ دیواریں کس کام کے لئے بنائی ہیں۔ کہا یہ تو فوفوں کے لئے اس قدر آڑ رہے کہ عظیم ہی ہماری بات سن سکیں اور ان کو ہم پر ظلم کرنے سے روکیں۔ خالد نے کہا میں تیرے ہاتھ میں کوئی چیز دیکھتا ہوں۔ وہ کیا ہے۔ کہا زہر قاتل ہے۔ خالد نے کہا یہ زہر منھی میں کیوں لے رکھا ہے۔ اس احتیاط کے لئے اگر تمہاری طرف سے کوئی ایسی بات ظاہر ہو جو میری قوم کے لائق ہو تو خیر ورنہ یہ زہر کھا کر مر جاؤں گا کیونکہ عمر اتنا کے درجے کو پہنچ چکی ہے۔ اور آخری دن آپہنچا ہے۔ خالد نے کہا یہ زہر مجھے دے کہ اسے دیکھوں۔ بڑھے نے وہ زہر خالد کو دے دیا۔ خالد نے اسے ہتھیلی پر رکھا اور کہا بسم اللہ و باللہ وب الارض و السماء المذی لا بصر مع اسمہ فی الارض و لافی السماء یعنی میں اللہ تعالیٰ کے نام سے شروع کرتا ہوں اور زمین آسمان کے بنانے والے خدا کی قسم ہے کہ اس کے نام لینے کے سبب سے دنیا اور مافیہا کی کوئی چیز نقصان نہیں پہنچا سکتی پھر اس زہر کو منہ میں ڈالا اور نگل گیا۔ اللہ تعالیٰ نے اسی وقت پینے کے ذریعے کے اس کے ضرر کو خارج کر دیا۔ خالد نے کہا اے بوڑھے خدا سے ڈر اور دین محمدی اختیار کر۔ میں جنگ کے لئے ایسے شخصوں کو لایا ہوں جن کی نظر میں موت کوئی چیز نہیں اور زندگی بے حقیقت شے ہے۔ بڑھے نے کہا مجھے اس قدر اجازت دے کہ میں اپنی قوم کے پاس ہو آؤں اور یہ ماجرا سنا دوں۔ خالد نے کہا جا۔ بڑھے نے اپنی قوم کے پاس جا کر تمام حال کہہ سنایا اور کہا یہ لوگ وہ ہیں جن کو زہر کچھ اثر نہیں کرتا اور وہ موت سے ایسے خوش ہوتے ہیں جیسے ہم زندگی سے۔ عرض عبدالمسح کے ایما کے مطابق وہ لوگ صلح کے لئے رضامند ہو گئے اور ایک لاکھ درہم اور شیریہ بن کسریٰ کی ٹیلوں یعنی چادر کے عوض صلح قرار پائی۔ اس چادر کی قیمت تیس ہزار درہم تھی۔ عبدالمسح نے وہ نقد و جنس خالد کے حوالے کر دی۔ خالد نے سب کا سب صدیق کے پاس پہنچا دیا۔ یہ پہلا موقع تھا کہ ایران سے مدینہ رسول کو روپیہ پہنچایا گیا۔ پھر خالد نے اس صلح پر عہد نامہ لکھ کر ان لوگوں کے حوالے کر دیا اور مراجعت کی۔ جریر بن عبد اللہ البجلی کو ایک ہزار آزمودہ کار جو انان مہاجر و انصار دے کر موضوع مانتیا کی طرف بھیجا جہاں دادیہ بن فرخان موجود تھا۔ جب جریر کا لشکر دریا کے کنارے پر پہنچا اور چاہا کہ عبور کریں۔ مانتیا کی طرف سے ایک قاصد آپہنچا اور ایک لاکھ درہم دے کر جریر بن عبد اللہ سے صلح کر لی۔ جریر نے عہد نامہ لکھ کر ان کے حوالہ کیا۔ اور دادیہ بھاگ کر یزدجرد کے پاس پہنچا۔ تمام حال کہہ سنایا۔ یزدجرد بہت غمگین ہوا۔ اسی اثناء میں خالد نے اپنی جگہ سے کوچ کر کے قریبہ عین الیم کا محاصرہ کر لیا اور تمام باشندوں کو پکڑ کر مال مویشی سب کچھ ہضم کر لیا۔ اسی طرح عراق کے کئی اور بھی شہر اور قریبی علاقے لے لئے اور جس جس قریبہ کو لیتا اس کے مال غنیمت میں سے شمس یعنی پانچواں حصہ علیحدہ کرتا اور صدیق کے پاس روانہ کر دیتا۔ باقی فوج میں بانٹ دیتا۔

تسخیر شام اور روم

راویوں کا بیان ہے کہ جب شام کی طرف سے پیہم خبریں پہنچیں کہ کافروں کے لشکروں نے روم اور شام پر تسلط کر کے فتنہ و فساد برپا کر رکھا ہے تو صدیق کا ارادہ ہوا کہ ان کے مقابلے کے لئے فوجیں روانہ کی جائیں اور وہ فساد کو دفع کریں مگر اس ارادہ کو دل ہی میں رکھا اور ایک دن عشرہ مبشرہ اور مشہور و معروف صحابیوں کو جمع کر کے کہا اے رفیقو تم جانتے ہو کہ خلاق عالم ہم پر احاطہ کئے ہوئے ہیں۔ شکر خدائے عزوجل کہ اس نے ہم سب کے ظاہر و باطن کو باہمی الفت سے آراستہ کیا۔ اور مخالفت اور دشمنی کو ہم سے نکال ڈالا۔ ہمیں کلمہ گو بنایا ہمارے گرد سے شیطان کا بھگا دیا۔ نجاست اور شرک سے پاک کیا۔ ہم خالص دوست بن گئے۔ تم اس بات سے واقف ہی ہو کہ ہم سب عرب ایک ہی ماں باپ کی اولاد ہیں۔ میں نے مہم ارادہ کر لیا ہے کہ عربی لشکروں کو شام کی طرف بھیجوں اور رومیوں سے جنگ کر کے ان اطراف کے ملعونوں کو ہلاک کروں۔ تم میں سے جو فتح پائے گا دولت مند اور مشہور ہو جائے گا۔ اور جس کی موت آجائے گی۔ وہ سیدھا بہشت میں جا داخل ہو گا۔ اس فعل کا اجر جو خدا کی طرف ملے گا وہ بے حساب ہے۔ اس کا اندازہ کوئی بھی نہیں کر سکتا۔ اب میں نے اپنا ارادہ ظاہر کر دیا ہے اور تمہاری رائے کا منتظر ہوں۔ عمرو عثمان و طلحہ و زبیر و سعد و ابو عبید میں سے ہر ایک نے اپنا اپنا خیال ظاہر کیا۔ پھر صدیق نے امیر المؤمنین علی ابن ابی طالب کی طرف متوجہ ہو کر کہا اے ابو الحسن تمہاری کیا رائے ہے کچھ آپ بھی ارشاد فرمائیں۔ علی نے کہا اگر تو لشکر روانہ کرے گا تب بھی کامل فتح پائے گا۔ اور اگر خود اس مہم پر روانہ ہو گا اور اللہ جل شانہ کی مدد بر بھروسہ رکھے گا تب بھی کامل فتح پائے گا۔ اور سب کام درست ہو جائیں گے۔ صدیق نے کہا اے ابو الحسن خدا تم کو شاد رکھے تم یہ بات کس طرح کہتے ہو جواب دیا کہ میں نے کئی دفعہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے کہ قیامت تک ہمیشہ دین اسلام تمام دینوں پر غالب رہے گا۔ اے خلیفہ جلدی کر اور اس کام میں ثابت قدمی اختیار کر۔ خدائے تعالیٰ نے تجھے عرب کے مرتد لوگوں پر فتح دی۔ اب روم وغیرہ کے کافروں پر بھی فتح نصیب کرے۔ صدیق نے کہا اے ابو الحسن تم نے مجھے یہ بات سنا کر شاد کر دیا۔ اللہ تعالیٰ تم کو بہشت کے اعلیٰ مدارج عطا کر کے دل شاد فرمائے۔ پھر دوستوں کی طرف منہ کر کے کہا اے مسلمانو یہ شخص علم پیغمبر کا وارث ہے۔ جو شخص اس کے صدق کلام میں شبہ کرے گا بے شک وہ منافق ہے۔ ان کی باتوں نے مجھے جنگ روم کا زیادہ ساعی و مشتاق بنا دیا اور مجھ کو بہت بڑی خوشی حاصل ہوئی۔ اب تم سب اس کام میں کوشش کرو پھر بلال سے کہا کہ صحابہ کو حاضر ہونے کے لئے کہو۔ جب اہل مدینہ حاضر ہوئے صدیق نے اٹھ کر جنگ کا خطبہ پڑھا مضمون یہ تھا:

خلاق عالم کے حمد و شکر اور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود و سلام کے بعد تمام بھائیوں اور دوستوں کو معلوم ہو کہ اللہ تعالیٰ نے تم سب لوگوں کو بطور انعام ایمان عنایت فرمایا اور تم پر قرآن شریف نازل کر کے سب سے زیادہ عزیز بنایا اور تمہارے دین کو اور دینوں پر فضیلت دی ہے۔ لازم ہے کہ تم بھی اس نعمت و بخشش کی قدر کرو اور اس عطیہ کا شکر بجا لاؤ اور جنگ روم کا ارادہ مصمم کر لو، میں کچھ لوگوں کو تم پر مقرر کر دوں گا تم ان کی فرمائش روری کرنا اور نیک نیتی کے ساتھ جناد کی طرف متوجہ ہو جانا، عمر بن عاص کا بھائی خالد اٹھا اور کہا اے رسول صلعم کے خلیفہ ہم سب تیری رعیت اور تو ہمارا امیر ہے تیرا حکم دینا ہے اور اس کا بجالانا ہمارا کام ہے۔ جو کچھ تو حکم دے گا ہم اس کو بجالائیں گے اور جس طرف بھیجے گا ادھر ہی جائیں گے۔ صدیق نے کہا خدا تجھ پر رحمت نازل کرے اور نیک بدلا دے۔ اب تو اپنی تیاری کر لے کہ میں تجھ کو اس لشکر کا سردار مقرر کروں گا۔

خالد نے قبول کیا اور کہا کہ اب میں نے میرے بھائی نے اور چچا کی اولاد نے اپنے آپ کو خدا کی راہ میں جہاد کے لئے وقف

کر دیا ہے اور جہاں تک ہو سکے گا کافروں کے ساتھ جنگ کرنے میں سعی و جہد کی جائے گی یا تو خداوند تعالیٰ نے ہمارا کام بنا دیا ہماری عمریں تمام ہو گئیں۔ اور میں اس عہد پر تجھ کو اور تمام حاضرین کو گواہ کرتا ہوں اور اس خدمت کے لئے لوگوں سے تعریف کا خواستگار اور امیدوار نہیں پھر صدیق نے اس کی تعریف کی اور کہا یہی خالد تھا جس نے بحکم جناب رسولؐ ولایت یمن کا انتظام کیا تھا۔ فاروق نے کہا اے خلیفہ رسولؐ خالد بن سعید سے تو نے اس لشکر کی سرداری عطا کی ہے اس کام کے لائق اور مناسب ہے، اور تیرے پاس بہت سے ایسے لوگ ہیں جو اس سے محبت رکھتے ہیں۔ بایں وجہ یہ کہ بہت ہی بڑا کام ہے۔ اگر ابو عبیدہ جو بڑا تجربہ کار، سخت کوش، موقع و محل سے واقف، زمانہ کی اونچ نیچ کو دیکھے ہوئے ہے اور معاذ بن جبل اور شرجیل بن حسنہ اور یزید بن ابی سفیان جیسے سربر آوردہ اور لائق لوگوں کو بھی خالد بن سعید کے ساتھ کر دے۔ اور یہ لوگ باہمی اتفاق سے کام کریں تو بہت مناسب ہے۔

صدیق نے اس بات کو بہت ہی پسند کیا پھر ان کو بلا کر کہا اے ابو عبیدہ اے معاذ اے شرجیل اے یزید تم دین رسول کے حامی ہو اور بے دین کافروں کے ایمان کو مٹانے والے اس جنگ میں جو رونق دین کی باعث ہے میں تم کو ان لشکروں کا سردار بنانا ہوں خوب کوشش کرنا اور جما کر قدم رکھنا اگر دشمن تم سے لڑنا چاہے تو تم بھی متفق رہ کر جنگ کرنا۔ عمر نے کہا اے خلیفہ رسولؐ یہ لشکر بہت تھوڑا ہے بہتر ہے کہ ایک فرمان لکھ کر اہل یمن کو خط لکھ کر اہل روم کے ساتھ بلایا جائے۔ خلیفہ نے اس مشورہ کو پسند کیا اور اہل یمن کو خط لکھ کے روم کے ساتھ جہاد کرنے کے لئے بلایا۔ خط پہنچے ہی تمام اہل یمن راضی ہو گئے۔ چار ہزار سوار مدینہ میں آ پہنچے۔ ان کا سردار قیس بن البیرق المرادی تھا۔ صدیق نے تعریف کی اور قیس مع اہل یمن ابو عبیدہ و خالد و شرجیل و یزید بن ابی سفیان اور لشکر ماجرا و انصار کے ساتھ ہو لیا۔ صدیق کچھ دور بطور مشاہیت پایادہ ساتھ گئے۔ یزید نے کہا اے خلیفہ ہم خدا کے غضب سے ڈرتے ہیں یا تو آپ بھی سوار ہو جائیں یا ہم کو بھی اجازت دیں کہ ہم بھی گھوڑوں سے اتر پڑیں۔ ابو بکر نے کہا میں یہ قدم خدا کی راہ میں رکھ رہا ہوں، غرض اسی طرح شیتہ الوداع تک پایادہ گئے۔ پھر کہا اے یزید جنگ میں بہت کوشش کرنا اور گھبراتا نہیں مطلع رہو کہ تم ایسے ملک میں جا رہے ہو جہاں دشمن بھی بہت ہیں اور دولت بھی بے شمار ہے۔ کسی وقت بھی یاد خدا سے غافل نہ رہنا دل کو اس کی پارگاہ کی طرف رجوع رکھنا، عورتوں اور بچوں کے قتل سے باز رہنا، باغوں اور میوہ دار درختوں کو نہ کاٹنا، بوڑھوں اور بچوں کو ہلاک نہ کرنا، اور کسی کو بے وجہ نہ مارنا، بہتییوں کو نہ اجاڑنا، اللہ تعالیٰ مدد کرے گا۔ وہی سب پر غالب اور سب سے زیادہ طاقتور ہے۔

پھر صدیق نے ہاتھ اٹھائے اور قبلہ رو ہو کر دعا مانگی کہ اے خدا تو نے ہمیں پیدا کیا اور اپنا پیغام حضرت محمدؐ کی زبانی ہم پر نازل کیا ہے۔ اور ہمیں دین کی تعلیم دی۔ ہمشت کا امیدوار کیا، دوزخ سے ڈرایا، کراہی سے نکالا، جبکہ ہم کافر تھے۔ ہدایت کے ذریعے ایمان بخشا، ہم کم تھے تیرے فضل سے زیادہ ہو گئے۔ پریشان تھے اور تیرے لطف سے متفق ہو گئے۔ تو نے ہی ہمیں حکم دیا کہ دین کو نہ چھپاؤ اور کلمہ کے اظہار میں کوشش کرو کہ مخالف بھی ایمان لائیں۔ یا زلت سے جزیرہ دینا قبول کریں۔

اب ہم حیرے راستے پر چلے ہیں۔ تیری رضامندی چاہتے ہیں۔ ان لوگوں سے لڑتے ہیں جو تجھ کو نہیں جانتے اور ان لوگوں سے دشمنی کرتے ہیں جو تیرا شریک اور ہمسرتاتے ہیں۔ اے خدا اپنے دوستوں کی مدد کر۔ مشرکین کی پیشانیوں کو ہلاکت کے داغوں سے داغدار کر امت محمدؐ کو ان پر دلیری بخش، مجاہدین کے قدموں کو قائم رکھ، دشمنوں کے قدم اکھاڑ، ان کے دلوں میں خوف و دہشت ڈال، ان کی امیدوں کو خاک میں ملا، ان سب کے ملک مومنوں کو نصیب کر، ان کے بعد ان سب کو رعیت کے ساتھ رعایت سے پیش آنے باہم لشکروں میں موافقت رکھنے، اور ایک دوسرے سے اتحاد و محبت برتنے کی نصیحت کی اور سب کو خدا کے حوالے کیا۔ اسلامی فوجیں ایک دوسرے سے رخصت ہو کر روم و شام کی سمت روانہ ہوئیں۔ ہر قتل شاہ روم کو

بھی پتہ چلا اس وقت وہ فلسطین میں تھا۔ یہ سنتے ہی اہل اسلام فوج در فوج آتے ہیں اور اپنے مذہبی طریق پر قسم کھا بیٹھے ہیں کہ جنگ میں یہاں تک ثابت قدمی کریں گے کہ جب تک ایک بھی زندہ رہے گا۔ میدان نہ چھوڑے گا۔ اور جب تک فلسطین کو فتح نہ کر لیں گے۔ واپسی کا خیال تک نہ لائیں گے۔ پھر ہر قل نے اپنی فوج کو طلب کیا۔ اور عربوں کے آنے کا حال کہہ سنایا اور کہا کہ عربوں نے بہت ہی بڑی بات کا ارادہ کیا ہے اور یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم کو ہمارے پیغمبر نے خبر دی ہے کہ اس ملک کو فتح کر لیں گے۔ اور آج وہ اس خوشخبری کے بھروسے پر ہی چڑھ آئے ہیں وہ اپنے پیغمبر کے بیان میں کسی طرح کا شک و شبہ نہیں رکھتے۔ اللہ تعالیٰ نے تمہاری دین کو بہت اچھا بنایا ہے۔ اور دین یہود و مجوس وغیرہ پر ترجیح دی اور بزرگی بخشی ہے۔ کیونکہ وہ خدا کے سوا اور چیزوں کو پوجتے ہیں اور تم حضرت عیسیٰ روح اللہ کی نورانی کتاب کے مطابق ہمیشہ حق سبحانہ تعالیٰ کی عبادت کرتے اور اس کی قدر و عظمت اور یکائی کا اقرار رکھتے ہو اور تم حضرت عیسیٰ کو جو اللہ کی روح ہے اور جس کا خلق ظم خدا کا رہنا ہے اور راستہ درست اور سیدھا ہے۔ برابر مانتے ہو لازم ہے کہ مستعد اور آمادہ ہو جاؤ اپنے ہتھیاروں کو درست کر لو اور ہر طرح سے ہوشیار اور باخبر رہو اور اپنے زن و بچہ اور عزیزوں قریبوں اور ملک و مال کے لئے بہت مردانہ کو کام میں لا۔ اور ہماری طرف سے مطمئن اور قوی دل رہو، ہم بے شمار بہادر اور آزمودہ کار ہمار سواروں اور سپاہیوں سے متواتر تمہاری امداد کرتے رہیں گے۔ اور بڑے بڑے نامور اور جانناز بہادر جنگ جو سرداروں اور امیروں کو سردار لشکر مقرر کریں گے۔ تم کو لازم ہے کہ ان کے حکم سے سرتابی نہ کرو اور ان کے خلاف نہ چلو۔ پھر ہر قل نے شام کے شہروں کی طرف خط روانہ کئے، دمشق، حمص، انطاکیہ، حلب وغیرہ سے لشکر طلب کئے۔ بے شمار جمیعت فراہم ہو گئی۔ ابو عبیدہ اور اسلامی فوجیں وادی القریٰ میں داخل ہوئیں۔ وہاں سے موضع قرعہ علاقہ مل جمر میں جو حضرت صالح پیغمبر کا ملک ہے آئے پھر وہاں سے منزل بہ منزل سفر کرتے ہوئے شام کے علاقہ میں آ پہنچے۔ شاہ روم ہر قل نے بھی بے شمار فوجوں کے ساتھ چرکت کی اور انطاکیہ میں فوجیں لا ڈالیں۔ ابو عبیدہ کو بھی خبر ملی اور اس نے ابو بکر کو خط لکھا کہ یہ خط عامر جراح خلیفہ رسول عبد اللہ ابو بکر کے نام لکھتا ہے اور خداوند سبحانہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کے بعد خلیفہ رسول خدا کو اطلاع دیتا ہے کہ ہر قل نے ہم سے پہلے پہنچ کر ہمہ جمیعت بے شمار شہر انطاکیہ میں قیام کیا ہے۔ اس کے پاس ان غلاموں اور خواصوں اور شاہی ملازموں اور سواروں کے علاوہ جو خاص درگاہ شاہی کے ملازم ہیں۔ اسی ہزار جوانوں سے بھی زیادہ لشکر ہے۔ اطلاعاً لکھتا ہوں کہ خلیفہ رسول اس امر میں غور فرما کر حکم صادر کرے کہ ہم کو کیا کرنا چاہئے۔ جس پر عمل کریں۔ والسلام!

امیر المومنین صدیق نے جواب میں لکھا: خط پہنچا حال معلوم ہوا تو نے جو لکھا ہے کہ ہر قل فلسطین سے انطاکیہ میں آ گیا ہے اس کا یہ فعل اس بات کی دلیل ہے کہ اس کا لشکر شکست کھائیگا اور انطاکیہ تمہارے قبضے میں آئیگا۔ اگرچہ اس کے پاس بے شمار جمیعت فراہم ہو گئی ہے مگر یہ اس بات کی علامت ہے کہ وہ اپنے ملک سے نکالے جائیں گے۔ خدا کا شکر ہے کہ تیرے ساتھ جو تھوڑے سے آڑی ہیں وہ ایسے ہیں کہ موت کو زیادہ سے زیادہ اچھا سمجھتے ہیں۔ اور خدا کے راستے میں کوشش کرنیو اپنا شعار بنائے ہوئے ہیں۔ مجھے امید ہے کہ تم کافروں سے جنگ کر کے ثواب عظیم پاؤ گے۔ دل کو مضبوط رکھ کر اور ان ہی لوگوں کو لیکر جنگ کر کی سے نہ گھبرا ایک مسلمان لڑائی کے وقت ہزار مشرکوں پر غالب ہے۔ اس مقولہ کو سچا جان اور یقین کامل رکھ اللہ تیرے ساتھ ہے وہ اپنا وعدہ پورا کریگا۔ علاوہ ازیں پے در پے افواج روانہ کی جائیں گی اور وہ ایک کے بعد ایک کر کے تیرے پاس پہنچیں گی۔ یہاں تک کہ تو اس مہم کو سر کریگا۔

اسی طرح کا ایک خط معاذ بن جبل و شریبل بن حسنہ اور یزید بن ابی سفیان اور ان امیروں کے نام جو اس لشکر میں سردار مقرر کئے گئے تھے روانہ کیا گیا مضمون یہ تھا کہ ہم جناب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضرہ کردہ دشمنوں کے

مقابلے پر صف بستہ ہوئے اور سچی نیت اور یقین کامل کے ساتھ جنگ کرتے تھے تو اللہ تعالیٰ ہماری مدد کے لئے فرشتوں کو بھیجتا تھا اور فتح دیتا تھا یہ دین وہی ہے جس پر آج ہم اپنا عقیدہ رکھتے ہیں۔ اور آج بھی ہمارا وہی عقیدہ ہے جو کل تھا اسی خدا کی قسم جس کی طرف بندے رجوع کرتے ہیں کہ مشرک کسی حال میں بھی موحدوں کی برابری نہیں کر سکتے اور خدا کی عبادت کرنے والے سے صلیب پونچنے والے ہماری نہیں کر سکتے۔ اے خدا کے دوستو آپس میں محبت اور اتحاد پورا پورا رکھو اور جب کافروں سے مقابلہ ہو تو سنجیدہ ارادوں مضبوط دلوں اور نیک نیتوں اور ثابت قدمی کے ساتھ مروانہ جنگ کرو اور یقین رکھو کہ خدا تمہارے ساتھ ہے اور اس نے کلام مجید میں خبر دی ہے کہ کم من فتنہ قلیلہ غلبہ فتنہ کثیرہ باذن اللہ واللہ مع الصابرين۔

یعنی اکثر حکم خدا سے چھوٹی چھوٹی جماعتیں بڑے بڑے گروہوں پر غالب ہو جاتی ہیں اور اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔ پھر صدیق نے ہاشم بن عقبہ بن ابی وقاص کو بلا کر کہا کہ اے ہاشم خوش نصیبی سے تو وہ شخص ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اس گروہ میں پیدا کیا ہے کہ جس سے امت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دشمنان دین کی و فتنہ کے لئے مدد کی خواستگار ہوتی ہے۔ ابو عبیدہ جراح نے مجھے خبر دی ہے کہ روم کے سب کافر امنڈ آئیں ہیں اور اس سے لڑنا چاہتے ہیں۔ تجھے اس وقت اس کی مدد کرنی چاہئے ابھی شہر سے باہر نکل کر قیام کرنا کہ جو لوگ تیرا ساتھ دینا چاہتے ہیں وہ تجھ سے آئیں ہاشم نے خلیفہ کے حکم کو مان لیا فوراً روانگی کی تیاریاں شروع کر دیں۔ پھر خلیفہ نے مسلمانوں کی طرف متوجہ ہو کر کہا اے دوستو میں نے ہاشم بن عقبہ کو عبیدہ و معاذ بن جبل کی مدد کیلئے مقرر کیا ہے اور وہ شہر سے باہر خیمہ لگا کر مقیم ہے تم میں سے جو جو بہادر ہو اور اس کا ساتھ دینا چاہتا ہو وہ اس جہاد میں شریک ہو جائے یہ بہت ہی بڑا کام ہے اور اس جنگ میں دو سعادتیں ہیں فتح اور لوٹ یا شہادت۔ اس بات کو سن کر قبیلہ ہمدان و اسلم غفار مدینہ آزد مواد اور ہنہ کے بہت سے آدمی مستعد ہو گئے اور ہاشم سے جا ملے۔ آزد قبیلے میں سے ایک شخص ہلقام بن حرث بن معمر عسکری آزدی بزرگ اور نہایت ہی جری اور بہادر تھا ہزار سواروں کے برابر اکیلا سمجھا جاتا تھا زمانہ جاہلیت میں بڑے بڑے مشہور اور جنگ جو تجربہ کار مردوں سے برسر مقابلہ ہو چکا تھا اور تمام عرب میں شہرت پائی تھی اور عہد صدیق میں سعادت اسلام سے بہرہ اندوز ہو چکا تھا اور اس وقت جبکہ ہاشم بن عقبہ ابو عبیدہ جراح کی مدد کیلئے جانب شام جا رہا تھا اور مختلف قبیلوں کے آدمی اس کے ہمراہ تھے یہ شخص صدیق کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس کے ساتھ خاندان عزیز اور گروہ چچا کی اولاد میں سے ستر آدمی تھے۔ پھر ہاشم بن عقبہ کے ہمراہ ہولیا۔

الغرض جو لشکر ہاشم کے ساتھ شام کو روانہ ہوا۔ اس کی تعداد تین ہزار سوار تھی سعد بن ابی وقاص ہاشم کے چچا نے اس کو نصیحت کی کہ اے چھتے یہ بہت بڑی مہم ہے اور عرب کے سردار تیرے ساتھ ہیں ان کے ساتھ ہر وقت تواضع سے پیش آنا ہرگز غرور اور رعوت کو اپنے پاس نہ آنے دینا۔ سب کے سب نیک روش اختیار کرنا۔ شریعت کے لحاظ سے کسی ایک کو دوسرے پر فضیلت نہیں ہے مگر پرہیز گاری کو سب پر فضیلت ہے۔ جب دشمنان دین سے جنگ پیش آئے ہر ایک نیزہ اور ہر ایک تیر خدا کی رضا مندی کیلئے لگایا جائے کیونکہ دنیا راہنذر ہے۔ اس نے کسی کے ساتھ وفا نہیں کی۔ تجھ سے بھی وفانہ کرے گی۔ اور جب تو دنیا سے جائیگا تو عمل نیک اور دنیا کے ساتھ برتے ہوئے احسانوں کی سوا اور کوئی چیز تیرا ساتھ نہ دے گی۔ آخرت پرہیز گاروں کیلئے ہے۔

ہاشم بن عقبہ مع ہلقام بن حرث الازدی اور ہیرہ جو اپنی قوموں کے سردار اور بہادری اور دلیری میں ایسے نامی گرامی تھے کہ خلقت کی انگلیاں ان کی طرف اٹھتی تھیں۔ اور جن کی سفارش بھی صدیق نے حد سے زیادہ کی تھی تین ہزار سوار لیکر روانہ ہوا ابو عبیدہ اور تمام مسلمان ہاشم اور اس بھاری لشکر کی آمد سے بہت خوش ہوئے اور دل بڑھ گئے۔ پھر ایک نہایت ہی نیک

مسلمان سعید بن عامر بن خدیج صدیق کے پاس آیا اور کہا اے خلیفہ رسول صلعم میں بھی روم کے کافروں کے ساتھ جہاد کرنے کا ارادہ رکھتا ہوں اور اس کام کی طرف میری دلی رغبت اور شوق ہے اگر کچھ ہمارے ساتھ بھیجے جائیں تو حکم بجا لاؤں اور انشاء اللہ خدمت جہاد پر کمر بستہ رہ کر مہم کو انجام دوں۔ صدیق نے دعا دی اور اہل عرب کی ایک جماعت اس کی ساتھ کر دی۔ تقریباً دو ہزار سوار اس کے ساتھ ہو گئے۔ بلال نے بھی جو حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے موزن تھے صدیق سے کہا اے خلیفہ تم نے مجھ کو آزاد کیا ہے اور میں اب تک تمہاری خدمت میں ہوں اور حضرت رسول صلعم کی مسجد میں اذان دیتا ہوں مگر جب سے آنحضرت صلعم نے اس دنیا سے جانت آخرت رحلت فرمائی ہے میرا دل اذان دینے کو نہیں چاہتا مگر تم اجازت دو تو میں بھی روم کی طرف جاؤں اور خدا تعالیٰ کی راہ میں جہاد کروں۔ صدیق نے جواب دیا تو خود مختار ہے جو چاہے سو کر اعمال نیک میں کوشش بلیغ کر کے آخرت کا توشہ حاصل کر۔

اس کے بعد صدیق نے سعید بن عامر کو اور اس گروہ کو جو اس کے ساتھ تھا دعا دیکر رخصت کیا سعید بن عامر دو ہزار جوانوں کے ساتھ مدینہ سے نکل کر جانب شام روانہ ہوا۔ منزل بہ منزل چلا جاتا تھا یہاں تک کہ ابو عبیدہ سے جا ملا۔ ابو عبیدہ نے یہ قاعدہ ٹھہرا رکھا تھا کہ جس وقت کوئی جماعت اس کے پاس پہنچتی تھی تو اسے ملک شام کی طرف روانہ کر دیتا۔ رومی یہ حال دیکھ کر کہ عربی افواج لگاتار آ رہی ہیں بخیاں کثرت ڈر گئے۔ اور اپنے بادشاہ ہرقل کو لکھ کر مطلع کیا اور مدد طلب کی۔ ہرقل نے جواب دیا کہ تم بار بار افواج عرب کی کثرت کا حال لکھ کر بھیجتے ہو مجھے اس بات سے بڑا تعجب ہوتا ہے کیونکہ شام کے شہروں میں سے ایک ہی شہر سے اس قدر جواب بھج سکتے ہیں کہ ایک لشکر بن جائے بلکہ اس سے بھی زیادہ۔ تم کو لازم ہے کہ پوری کوشش سے مسلح ہو کر رغبت تمام جنگ کرو اور اپنے دشمنوں کو بھگا دو میں روح اللہ عیسیٰ ابن مریم کی روح پاک کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اس خط کی بعد اتنی فوجیں روانہ کروں گا کہ ان کے سامنے وسیع میدان تنگ اور تاریک نظر آنے لگے گا۔ پھر اس نے ملک شام کے حاکموں کے نام فرمان لکھوائے اور امداد طلب کی بیشار فوجیں امنڈ پڑیں۔

ابو عبیدہ نے بھی صدیق کو اس حال سے مطلع کیا۔ صدیق نے فاروق، علی، عثمان اور عشرہ مبشرہ اور دوسرے دوستوں کو بلایا اور رومی لشکروں کے غلبہ کی کیفیت کہہ سنائی۔ ابو عبیدہ کا خط بھی پڑھ دیا انجام کار یہ امر قرار پایا کہ عمر بن العاص کو فوج دیکر اور سر لشکر بنا کر ابو عبیدہ کی مدد کے لئے روانہ کریں۔ عمر نے اس بات کو منظور کر لیا۔ مگر یہ کہا اس شرط سے جانا ہوں کہ شام کی تمام فوجوں کا سپہ سالار سمجھا جاؤں صدیق نے فہمائش کر کے اسے اس خیال سے باز رکھا کہ فوج تیرے ساتھ ہے اس کا سر لشکر تو تو ہی ہے۔ اور جتنے سردار اور افواج شام میں ہیں ان کا سپہ سالار ابو عبیدہ کو سمجھنا چاہئے۔ غرض عمر عاص نے چار و ناچار ہو کر اس بات کو مان لیا۔ اور مدینہ سے نکل کر خیمے نصب کئے کہ لوگ آ کر اس کے پاس جمع ہوں۔ پہلے سمیل بن حرث اہل مکہ اور اپنے عزیزوں اور رشتہ داروں اور دوستوں وغیرہ میں دو ہزار سوار لیکر اس کے لشکر میں آئے۔ پھر ابوالاعور سلمیٰ اور معین بن یزید سلمیٰ ایک ہزار اور سات سو سوار لیکر آیا۔ پھر ضحاک بن قیس فہری تین سو سواروں کے ساتھ آئے۔ اس کے بعد حمزہ بن مالک ہمدانی بھی تین سو سواروں کے ساتھ آ شامل ہوا۔ پھر جنید بن مسلمہ فہری چار سو سوار لیکر آ پہنچا۔ اس کے بعد عمر بن الحرام المرادی دو سو سوار لیکر آیا۔ غرض کل چھ ہزار سوار عمر بن عاص کے پاس فراہم ہو گئے۔ اور عمر نے اس لشکر کو ترتیب دیکر شام کی مہم کا ارادہ کر لیا۔

صدیق نے ابو عبیدہ کو خط لکھا کہ تیرا خط پہنچا۔ دشمنوں کی فوجوں کی فراہمی اور ان کے بادشاہ کان کے نام یہ لکھنا اور وعدہ دینا کہ اس قدر کمک روانہ کروں گا وسیع میدان تنگ ہو جائیگا ذرہ ذرہ سب حال معلوم ہوا۔ زمین خود ہی ان لوگ پر بہ ان کے ظلم و ستم اور غرور و جہالت کے تنگ ہو رہی ہے۔ مجھے اسی خدا کی قسم جو واحد ہے کہ ابوبکر کو یہ امید واثق ہے کہ ہرقل کی

جز اس کی اپنی ولایت سے اکھاڑی جائیگی اور اس کا ملک انشاء اللہ مسلمانوں کے ہاتھ آئیگا۔ اس خط کے پہنچتے ہی اپنے لشکر کو فراہم رکھنا اور ہوشیاری سے کام لینا۔ جن راستوں سے دشمن کو کمک پہنچتی ہے ان کو بند کر دینا۔ آگاہ ہو کہ ہر قل جس قدر مدد روانہ کریگا اس سے دو چند میں تیرے پاس روانہ کرتا رہوں گا۔ ان سب امور کو سمجھ لے اور ہر طرف سے اطمینان رکھ خدا کا شکر ہے کہ قدرتی سامان فراہم ہیں کسی چیز کی کمی نہیں۔ فوج کو گروہ در گروہ شام کی حدود پر روانہ کر کہ وہ لوٹ کا مال حاصل کر سکیں اور اگر دشمن مقابلے پر آئے تو اس کا مقابلہ کریں اور خدا کی امداد کا بھروسہ کریں۔ تم خدا تعالیٰ کی خوشنودی کے لئے لڑتے ہو۔ اور وہ شیطان کے خوش کرنے کے لئے خدا ہی تمہارا غم خوار اور مددگار ہے بہت جلدی تم کو فتح نصیب کرے گا۔ عمرو عاص کو جس کی عقل اور تجربے کا حال معلوم ہے اور جس کی جنگ جوئی اور شجاعت و سعی و دانائی بیان سے باہر ہے تیری مدد کے لئے روانہ کرتا ہوں میں نے اسے سمجھا دیا ہے کہ وہ تیرے حقوق کو ضائع نہ کریگا۔ اور تیرے کہنے سے منحرف نہ ہوگا۔ تجھے بھی لازم ہے کہ اس کی عزت کرتا رہے اور مشکل موقع پر اس سے مشورے لے اور اس کی رائے سے فائدہ اٹھائے۔ اور اس کی خاطر داری کو لازمی امر جانے۔ زیادہ والسلام! یہ خط عمر عاص کی روانگی سے پندرہ روزانہ کیا گیا۔ جب ابو عبیدہ کو ملا اور مضمون معلوم ہوا تو عمرو عاص اور فوج ابو عبیدہ کے لشکر میں آپہنچا بڑی خوشیاں منائی گئیں۔ ابو عبیدہ نے عمر عاص سے ملاقات کر کے کہا کہ تیری رائے نہایت عمدہ اور تجویز بڑی مبارک ہے۔ مسلمانوں کو تو نے جن امور میں صلاح دی ہے اس کی بیشمار برکتیں ظاہر ہوئیں ہیں اور ان باتوں کا انجام نہایت خوب نکلا اب اس مہم میں جو مجھے درپیش ہے مشورہ دیتے رہنا اسی اثنا میں خبر آئی کہ ہر قل شاہ روم نے جبلہ الالبہم الغسانی کو چالیس ہزار جوان دیکر بھیجا ہے۔ اور وہ دمشق کے حدود میں پہنچ گیا ہے۔ ابو عبیدہ نے عمر کے بھائی ہشام بن عاص کو بلا کر ہر قل کے پاس جانے کے لئے مقرر کیا۔ اور کچھ دیندار لوگ مقرر کئے کہ وہ بھی ساتھ جائیں۔ اور دین اسلام کو ہر قل پر ظاہر اور ثابت کریں کہ اگر تو دین اسلام کو قبول نہیں کریگا تو ہم اس سے جنگ کے لئے مجبور ہوں گے۔ پھر ہشام کو مشورہ دیا کہ دمشق کے حدود کی طرف روانہ ہو اور جبلہ کے پاس جائے اور اسلام کو ظاہر کرے ہشام اپنے ہمراہوں کے ساتھ چل کر دمشق کے حدود میں پہنچا۔ اور اجازت طلب کی جب اندر پہنچے تو دیکھا دربار لگا ہوا ہے جبلہ ایک اونچے تخت پر بیٹھا ہے۔ داہنی طرف یمن کے بادشاہ سنہری کرسیوں پر متمکن ہیں۔ اور زر و نعت کے لباس زیب تن کئے ہوئے ہیں اور عربی طریق کے عمامے سر پر ہیں۔ دربار میں سیاہ و سیاہ کا فرش کیا ہوا ہے جبلہ کے سر پر سنہری تاج رکھا ہوا ہے اور سیاہ ریشمی لباس پہنے ہے۔ اس نے مسلمانوں کو کہا بیٹھو۔ وہ لوگ کچھ دور بیٹھ گئے۔ نقیب نے آکر پوچھا جبلہ دریافت کرتا ہے کہ تم کس غرض کے لئے آئے ہو۔ ہشام نے کہا جبلہ سے کہو اگر گفتگو کرنی ہے تو تخت سے اترے اور ہم سے باتیں کرے اور ہمارا مدعا سنے۔ نقیب نے جبلہ سے ایسے ہی کہہ دیا۔ اس نے قبول کر لیا۔ تخت سے اتر کر ایک اور کم بلند جگہ پر بیٹھا اور ہشام کو زیادہ نزدیک بلا لیا۔ ہشام اور اس کے ساتھی قریب آگئے اور اس کے تخت کے پاس بیٹھ گئے۔ پھر ہشام نے قرآن مجید کی کئی آیتیں پڑھیں اور جبلہ کو اسلام کی دعوت دی۔ بہشت و دوزخ اور عذاب و ثواب کی خبر دی اور دین اسلام کے چند اصول اور کچھ طریقے بتائے۔ جبلہ نے منظور نہ کئے۔ ہشام نے کہا اگر تو اسلام کو قبول نہیں کرتا تو میں چند باتیں دریافت کرنا چاہتا ہوں ان کے جوابات دے۔ جبلہ نے کہا پوچھ۔ ہشام نے پوچھا یہ لباس سیاہ تو نے کس لئے پہنا ہے۔ جبلہ نے کہا میں نے اس نیت سے پہنا ہے کہ جب تک تم لوگوں کو اس ملک سے نہ نکال دوں گا اسے بدن پر سے نہ اتاروں گا۔ ہشام نے کہا خدا کی قسم تو ہم کو اس دربار سے بھی نہیں نکال سکتا ولایت شام تو علیحدہ چیز ہے۔ قسم خدا کی ہم تجھے اور تیرے بادشاہ کو بھی گرفتار کریں گے۔ جو روم میں موجود ہے۔ جبلہ نے کہا کیا تم سرا ہو۔ ہشام نے پوچھا سرا کیا

ہوتا ہے۔ اس نے جواب دیا سمر وہ قوم ہے جس کا ذکر انجیل میں ہے کہ وہ دن میں روزے رکھتے ہیں اور رات کو عبادت خدا میں مصروف رہتے ہیں۔ نیک کاموں کے لئے تاکید کرتے ہیں اور برائیوں سے روکتے ہیں۔ اور ان کے مقبوضات مشرق سے مغرب تک پھیل جائیں گے۔ تم نے غلطی سے اپنے آپ کو سراسر سمجھ لیا ہے۔ ہشام نے کہا کہ خدا کی قسم ہم وہی لوگ ہیں جن کا ذکر اللہ تعالیٰ نے انجیل میں کیا ہے اور یہی صفیں ہم میں موجود ہیں۔ اس میں ذرا بھی شک نہیں جبکہ اس بات سے بڑی حیرت ہوئی اور کچھ سوچ کر پوچھا تمہیں میرے پاس بھیجا ہے یا شہنشاہ کے پاس۔ ہشام نے کہا تیرے پاس بھی اور ہرقل کے پاس بھی۔ جبکہ نے کہا مناسب یہی ہے کہ تم ہرقل کے پاس جا کر اس امر کو بیان کرو اگر وہ قبول کر لے گا تو میں بھی قبول کروں گا کوئی انکار نہ ہوگا۔ ہشام اور اس کے ہمراہی انطاکیہ کی طرف چل کھڑے ہوئے روم کا بادشاہ وہاں قیام پذیر تھا۔ انطاکیہ میں داخل ہوتے وقت لوگ ان کو دیکھتے تھے۔ ہرقل کے محل سرا کے دروازہ پر آتے ہی اونٹوں کو بٹھادیا اور سب نے مل کر بہ آواز بلند تکبیر کہی۔ اللہ اکبر اللہ اکبر لا الہ الا اللہ واللہ اکبر اللہ اکبر واللہ الحمد پھر کلمہ پاک پڑھا لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ان کلمات کا بہ آواز بلند نکلنا تھا کہ ہرقل کے کمرہ کی چھت گر پڑی جس سے ہرقل پر خوف چھا گیا۔ پوچھا کیا جب تم یہ کلمہ زبان سے نکالتے ہو تو چھت گر پڑتی ہے۔ ہشام نے کہا اب تک یہ معاملہ ہم نے کبھی نہیں دیکھا۔ شاید یہ امر اس لئے واقع ہوا ہو کہ تجھے تنبیہ ہو جائے ہرقل کچھ دیر سوچتا رہا اور پھر پوچھا تم کہاں سے آئے ہو اور تمہارا کیا مطلب ہے۔ اپنا پیغام پہنچاؤ مسلمان اس کے سامنے گئے اس وقت وہ سونے کے تخت پر جس پر سرخ دینا پھٹی تھی بیٹھا تھا اور سونے کا تاج سر پر تھا وہ عربی زبان سے واقف تھا مگر اچھی طرح بول نہ سکتا تھا۔ مسلمان اس کے سامنے جا کر کھڑے ہو گئے نہ اسے سلام کیا نہ اس کی تعریف کی۔ ہرقل نے مسکرا کر پوچھا تم نے بادشاہ کی تعریف کیوں نہ کی جس طرح تم اپنے بادشاہ کی تعریف کرتے ہو۔ ہشام نے کہا ہمارے لئے یہ امر جائز نہیں کہ تیری ثنا کریں اس لئے کہ تو غیر دین پر ہے۔ ہرقل نے پوچھا تم میں ورثہ کس طریق پر پہنچتا ہے ہشام نے کہا جو میت سے قریبی رشتہ ہو وہی پاتا ہے۔ پھر ہرقل نے نماز اور روزہ کا حال پوچھا کہ تمہارے دین میں کس طریق پر ہے ہشام نے بتلایا دیا۔ ہرقل نے کہا میں نے تمہارے لئے ایک مکان خالی کروا دیا ہے تم وہاں ٹھہرو۔

ہشام اور سب مسلمان اس مکان میں چلے آئے۔ ہرقل نے ان کو مہمان رکھا اور رسد پہنچائی خاطر مدارت کی اور دوسرے دن اپنے سامنے بلایا اور طرح طرح کے حالات پوچھتا رہا۔ پھر اپنے غلام کو بلا کر کہا کہ وہ صندوقچہ لاؤ۔ وہ ایک چھوٹا مگر لمبا صندوقچہ لایا جس میں مختلف خانے بنے ہوئے تھے ایک خانہ کھول کر ایک سیاہ کپڑا نکالا جس پر دراز قد سفید رنگ بڑی بڑی آنکھوں اور کانوں اور روشن چہرہ والے کسی مرد کی تصویر تھی ہرقل نے کہا اسے جانتے ہو ہشام نے کہا میں نہیں جانتا۔ ہرقل نے کہا یہ آدم انسانوں کے باپ کی تصویر ہے۔ پھر دوسرا خانہ کھول کر ایک ریشمی سیاہ کپڑا نکالا اس پر ایک مرد کی تصویر تھی۔ رنگت سفید لہجے لہجے ہاتھ آنکھوں کے حلقے ابھرے ہوئے کہا یہ نوح کی تصویر ہے۔ پھر اس کو بھی لپیٹ کر رکھ دیا۔ ایک اور خانہ کھولا اس میں سے بھی ایک شبیہ نکلی۔ میانہ قد گول سر نرم اور کشادہ پیشانی سیاہ آنکھیں منہ کا دہانہ لطیف داڑھی پر پیری کی علامت۔ دکھا کر کہا یہ ابراہیم کی شبیہ ہے پھر اس سیاہ کپڑے کو بھی اپنی جگہ پر رکھ کر ایک اور خانہ کھولا جس میں سے سفید ریشمی کپڑا نکلا۔ اس پر ایک گندمی رنگ سیاہ بالوں لہجے قد گنجان ریش والے مرد کی تصویر تھی کہا یہ موسیٰ بن عمران کی شکل ہے اسی طرح بہت سے نبیوں کی تصویریں دکھلائیں بعدہ ایک اور سیاہ ریشمی کپڑا نکالا جس کے کناروں پر ذری کا کام تھا ہشام کو دکھا کر پوچھا یہ کون شخص ہے۔ ہشام اور اس کے ساتھی اس شبیہ کو دیکھتے ہی پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے ہرقل نے کہا تم کیوں رونے ہو انہوں نے کہا کہ یہ ہمارے پیغمبر کی شبیہ ہے۔ اور گویا ہم اسے دیکھ رہے ہیں یہ بتاؤ کہ یہ تصویر تمہیں

کہاں سے ملی؟ جواب دیا کہ آدم صلی اللہ نے اللہ تعالیٰ سے انبیاء کی شبیہیں طلب کی تھیں پس خدا نے ان کے کمنے کو پورا کیا اور جبرئیل ان شبیہوں کو سبز دیا میں بنا کر لائے حضرت آدم سے حضرت شیث کو اور ان سے اور نبیوں کو ملتی چلی آئیں یہاں تک کہ میرے آباؤ اجداد کے ہاتھ آگئیں اور اب میرے قبضے میں ہیں۔ مجھے حق کی قسم ہے کہ اگر اس سلطنت سے دل پھر سکتا یا میرے لوگ میرا ساتھ دیتے تو میں تمہارے دین کو قبول کر لیتا اور تمہارے ساتھ ہو جاتا کیونکہ تمہارا دین درست ہے مگر مجھ سے یہ نہیں ہو سکتا کہ سلطنت کو خیر باد کہہ کر فقیری اختیار کروں اور اس عیش و راحت کو چھوڑ دوں۔ پھر حکم دیا کہ ہشام اور اس کے ساتھیوں کو خلعت گرا نبھا اور انعام کثیر عطا کریں۔ ہشام نے لینے سے انکار کیا اور ان عطیوں پر ذرا توجہ نہ کی۔ اپنی سواری پر چڑھ کر ابو عبیدہ کی طرف چل دیا۔ اور خدمت میں پہنچ کر جلد اور ہرقل کا تمام ماجرا کہہ سنایا۔ ابو عبیدہ متعجب ہوا اور سمجھ گیا کہ انجام کار لڑائی ہوگی۔ ہرقل نے جنگ کی تیاریاں شروع کر دیں اور فراہمی و درستی اسلحہ اور آراستگی افواج و افزونی سامان حرب و ضرب میں سعی بلیغ کی۔ ابو عبیدہ نے یہ حال دیکھ کر اپنے پھیلے ہوئے لشکر کو جمع کیا اور جائزہ لینے سے معلوم ہوا کہ کل تیس ہزار کی جمیعت ہے اس فوج کو لیکر جاسیہ نے شام تک کوچ کیا اور چھاؤنی ڈال دی۔ ہرقل نے اس امر سے مطلع ہو کر اسی ہزار جنگجو روانہ کئے کہ ان کو پیچھے بھاڑیں۔ ابو عبیدہ نے تمام کیفیت صدیق کو لکھ کر بھیجی۔ صدیق نے عمر، عثمان اور علی مرتضیٰ اور جملہ اصحاب کو فراہم کر کے مشورہ کیا عمر نے کہا میری تو یہ رائے ہے کہ خالد بن ولید کو حکم دیا جائے کہ جس قدر سوار اور پیادہ اس کے ساتھ ہوں انھیں لیکر ابو عبیدہ کی مدد کریں۔ خالد اس وقت عراق میں تھا۔ صدیق نے خالد کو ایک خط لکھا جس کا خلاصہ یہ ہے:

یہ خط ابو بکر کی طرف سے خالد بن ولید کی نام ہے میں نے تجھے اسلامی فوج کا امیر بنا کر رومیوں سے جنگ کرنے کے لئے مقرر کیا ہے جلدی کر اور رومیوں کے لشکر کا مقابلہ کر اور ان لوگوں میں سے جو جنھوں نے جہاد کا حق ادا کیا ہے۔ خدا بھی فرماتا ہے کہ اس تجارت میں آخرت کا فائدہ ہے۔ میں نے تجھ کو ابو عبیدہ اور اس کے لشکر پر بھی امیر مقرر کیا ہے۔ خط پہنچے ہی اگر بیٹھا ہے تو اٹھ کھڑا ہو اور اگر کھڑا ہے تو بیٹھنا مت فوراً لشکر کی تیاری کر کے اور اپنے معتمد نائب کو عراق میں اپنی جگہ چھوڑ کر خود مع فوج اس کام کی طرف متوجہ ہو۔ اور ابو عبیدہ اور اس کے ہمراہیوں سے جال۔ مجھے بھروسہ ہے کہ جس وقت تو وہاں پہنچ کر فوجوں کی مدد کریگا تو وہ قومی دل ہو جائیں گے اور فتح حاصل ہوگی۔ اگر اللہ تعالیٰ کو منظور ہے اور خدا تعالیٰ کے سوا کسی کو طاقت نہیں۔ جب یہ خط پہنچا تو خالد نے اس کی پیروی کی۔

خالد کا تقرر

خالد ثنی بن حارث کو عراق میں اپنا نائب قرار دیکر اپنی جمیعت کا جائزہ لیا اس میں حجاز اور یمامہ کے لوگ تھے اور کل سات ہزار سوار تھے۔ چھاری کرتے ہی شام کی طرف روانہ ہوا۔ منزل بہ منزل روانہ ہوا اور اثناء راہ میں مختلف قوموں کو قتل و غارت کرتا ہوا اسی طرح شام کی حد پر پہنچا۔ اب مسلمانوں میں سے کوئی شخص راستہ نہ جانتا تھا۔ رافع بن عمیر طائی سامنے آیا اور کہا میں راستہ جانتا ہوں اگر حکم ہو تو فوج کا رہبر بنوں رافع اس عمیر کا بیٹا ہے جس سے بھیڑیے نے باتیں کی تھیں اور یہ حکایت اس طرح ہے کہ عند رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں عمیر طائی کے پاس بھیڑیں جنگل میں چرا رہا تھا۔ ایک بھیڑیا بھیڑ کو لے گیا۔ عمیر نے پیچھا کیا اور بھیڑ چھڑالی۔ بھیڑیے نے کہا خدا نے مجھے روزی دی تھی کھانا چاہتا تھا کہ تم نے چھین لی۔ عمیر بولا تعجب ہے کہ بھیڑیا باتیں کرتا ہے۔ بھیڑیے نے کہا اس سے زیادہ تعجب انگیز یہ بات ہے کہ سچا پیغمبر طاہر

ہو کر سیدھے راستے پر تم کو بلاتا ہے اور تم اس بات کو نہیں مانتے اپنے بتوں ہی کی طرف راغب ہو۔ اور ان ہی کی عبادت کرتے ہو اور بتوں کی پوجا کو اللہ کی عبادت پر ترجیح دیتے ہو۔ عمیر بھڑیے کی گفتگو سی بہت ہی متعجب اور حیران ہوا دل میں کہا کہ اس نے سچ کہا ہے۔ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر بھڑیے کا حال کہہ سنایا اور ایمان لائے مسلمان ہو گیا اس نے دین اسلام میں اعلیٰ مرتبہ حاصل کیا۔

غرض خالد نے رافع کو رہبر مقرر کیا۔ رافع اسلامی لشکر کو اس بے آب و گیاہ دشت سے نکال لے گیا۔ پھر سبز و شاداب علاقہ آیا۔ منزل بہ منزل کوچ کرتے ہوئے ابو عبیدہ کے قریب آ پہنچے تو خالد نے مسلمانوں کی امداد کیلئے اپنے آنے کی اطلاع دی۔ ابو عبیدہ اس کے آنے سے بہت شاد ہوا اور بعض آدمی رنجیدہ بھی ہوئے کہ خالد ابو عبیدہ اور سرداران لشکر کا امیر مقرر کیا گیا۔ مگر ابو عبیدہ کی حالت حسب معمول تھی۔ جب خالد قریب آیا تو ابو عبیدہ اور دوسرے امیران لشکر اور نامور فوجی اشخاص سوار ہو کر خالد کے استقبال کے لئے گئے اور نہایت ہی پر تپاک خیر مقدم کیا۔ اور اس کی آمد پر بے انتہا خوشی کا اظہار کیا۔ خالد ایک صومعہ میں جو دمشق سے تین میل دور تھا اترا اسی وقت سے وہ صومعہ دیر خالد کھلانے لگا۔ خالد نے مہم کی تیاری اور کاموں کی درستی شروع کی۔ یزید بن ابی سفیان کو پانچ ہزار سوار دے کر بلقا کی طرف روانہ کیا اور وہ علاقہ اس کے حوالہ کر دیا۔ عمر عاص کو بھی پانچ ہزار سوار دیکر کہا کہ فلسطین کی طرف کوچ کر کے اسے فتح کرے اور دین اسلام کو پھیلائے۔ پھر شرجیل بن حسنہ کو تین ہزار سوار دیکر بصرہ کے نواح چائیکئی ہدایت کی۔ سعید بن العاص کو بھی چار ہزار سوار دیکر سرحد حوزان پر مقرر کیا۔ معاذ بن جبل کو دو ہزار سوار دیکر۔ طبلک کی طرف بھیجا۔ اسی طرح انیس ہزار سوار ان سرداروں کی زیر کمان دیکر ولایت شام کی سرحد پر مامور کر دیے۔ ابو عبیدہ کو پندرہ ہزار سوار دیکر دمشق کے سواد میں قیام کرنے کے لئے کہا۔ اور جاسوسوں اور خبروں کو ہر طرف بھیجا کہ شاہ ہرقل اور رومی لشکر کے حالات صحیح صحیح مطلع کرتے رہیں۔ اتفاقاً ایک جاسوس خبر لایا کہ ۴۰ ہزار رومی لشکر موضع اجنادین میں جمع ہوا ہے اور تم سے لڑنے کا ارادہ رکھتا ہے اور وہ عرب جنھوں نے عیسائی مذہب اختیار کر لیا ہے ان کو ہر طرح مدد دے رہے ہیں۔ پس ان کی طرف سے بڑی احتیاط کی ضرورت ہے۔ خالد اور عبیدہ نے ان امیروں اور لشکری سرداروں کو جن کو حدود شام پر مقرر کیا گیا تھا خط لکھ کر آگاہ کیا کہ رومی افواج حملہ کیا چاہتی ہیں۔ خالد سے آملیں اور راستے میں ہر طرح کی ہوشیاری اور احتیاط عمل میں لائیں۔ پھر آپ پندرہ ہزار سوار لیکر سرعت تمام سرحد سے دشمنوں کی طرف آدبھا۔ ابو عبیدہ نے کہا اے خالد اس قدر جلدی نہ کر آہستہ چلنا بہتر ہے تاکہ جو لشکر ادھر ادھر پھیلا ہوا ہے ہم سے آٹے۔ خالد نے کہا مجھ سے ایسی باتیں نہ کرو۔ خدا کی قسم اسی لشکر سے جو میرے ساتھ ہے بادشاہ روم سے جنگ کر سکتا ہوں۔ اور روزانہ لڑوں گا خواہ ان کا لشکر شمار میں دس گنا ہی کیوں نہ ہو۔ فتح و شکست اللہ تعالیٰ کے قبضہ قدرت میں ہے غرض اجنادین کا رخ کیا جمعہ کا دن اور نماز مغرب کا وقت تھا کہ اس قریہ میں پہنچے۔ لشکر کفار کی مقابل میں اتر پڑے۔ اسی منزل میں وہ فوجیں بھی آ کر شامل ہونے لگیں جن کو خالد نے متفرق مقامات پر متعین کیا تھا۔ صبح کو ہفتہ کا دن تھا سورج نکلنے ہی خالد نے لشکر کو صف ارا کیا دائیں بائیں جناح اور ساق اور قلب لشکر کو ترتیب دیا۔ عورتوں اور لڑکیوں کو مروانہ لباس پہنا کر ناکہ جمعیت زیادہ معلوم ہو عقب میں جگہ دی اور کہا کہ تم دعا سے مدد کرتی رہو اور خدا سے مسلمانوں کی تحمندی کی التجا کرتی رہو۔ پھر سرداروں اور جوانوں کی طرف متوجہ ہو کر کہا اے خدا کے بندو خدا سے ڈرو اور اس سے شرم کرو اور خدا کی راہ میں کافروں سے جو دین حق کے دشمن ہیں جنگ کرو قدم جماؤ اور پشت نہ پھیرو اور بھوکے شیروں کی طرح حملہ کرو۔ دل سے دنیوی زندگی کے خیالات دور کرو اور آخرت کے ثواب کی آرزو کو فتح و نصرت حاصل کرو اور دشمنوں سے اس زر خیر ولایت کو چھین لو خدا تم سے خوش ہوگا۔ اب رومی لشکر بھی سب طرح سے مع سامان جنگ وغیرہ مکمل اور درست ہو کر

آگے بڑھا اور صفیں قائم ہونے کے بعد جنگجو میدان میں نکلے گھوڑوں کو کاوے دیتے تھے اور رجزیہ اشعار پڑھتے یکایک ایک زوی فقط نام نکلا زری کا لباس اور سونے کا تاج سر پر تھا مشکلی گھوڑا زیر ران اور لگام سر تا پیر زریں اپنے مرکب کو کاوے دیتا اور مقابل کو طلب کرتا تھا اس طرف سے بھی کار آزمودہ بہادر میدان میں نکل پڑے باہم جنگ ہونے لگی ایک دوسرے کو قتل کرتے تھے یہاں تک کہ رومی لشکر کو غلبہ حاصل ہوا وہ تیر بر سار ہے تھے اور مسلمان بہ کثرت زخمی ہونے لگے خالد ان کا دل بڑھا بڑھا کر لڑنے کی ترغیب دے رہا تھا جوانوں نے فریاد کی کہ اے امیر کافروں کے لشکر نے ہمیں تیروں سے مجروح کر دیا اور تو اجازت نہیں دیتا کہ ہم ان پر حملہ کریں یہ کیا بات ہے ہم کو اجازت دے کہ ہم بھی ان کی خبر لیں۔ خالد نے کہا جلدی نہ کرو ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی لڑائی میں کبھی جلدی نہیں کی اور فرماتے تھے کہ جلدی شیطان کا کام ہے اور ڈھیل رحمان کا کام ہے اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے پھر حکم دیا کہ سب مل کر ایک ہی دفعہ نعرہ تکبیر باواز بلند کہیں تاکہ خدا تعالیٰ ان کے دل میں رعب پیدا کر دے اور وہ ایتر ہو جائیں۔

غرض مسلمانوں نے اس زور سے نعرہ تکبیر لگایا کہ رومی کافروں کے دل ٹل گئے اور ان کے ہوش حواس جاتے رہے۔ اب خالد نے کہا کہ سب کے سب ایک دم حملہ کرو۔ فی الفور انہوں نے گھوڑے اڑا کر حملہ کیا۔ اور تلواریں گھسیٹ کر کافروں پر ٹوٹ پڑے۔ پہلے ہی حملے میں ایک ہزار سات سو جوان مار ڈالے اور ان کا سردار فقط بھی اسی معرکہ میں مارا گیا۔ رومیوں میں مقابلے کے تاب نہ رہی پشت پھیری اور بھاگ نکلے۔ جھنڈے گرا دیے اور جدھر کو منہ اٹھا نکل بھاگے۔ اسلامی فوج نے پیچھا کیا سوار اور پیدل جو سامنے آتا اسے قتل کر ڈالتے جو تلوار کی دھار سے بچ رہے انہوں نے قلعہ میں پناہ لی بی شمار مال غنیمت مسلمانوں کے ہاتھ آیا اور آٹھ سو رومی سوار گرفتار کر لئے گئے۔ جب ان کو خالد کے سامنے پیش کیا گیا کہ انہیں دین اسلام کے متعلق بتائیں مگر قبول نہ کرنے پر سب کی گردنیں ماری گئیں۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو ایسی بڑے فتح نصیب کی کہ وہ لوٹ کے مال و اسباب سے مالا مال ہو کر شکر الہی بجالائے۔

اس کے بعد خالد بن ولید نے امیر المؤمنین صدیق کی خدمت میں خط لکھا۔ مضمون یہ تھا بسم اللہ الرحمن الرحیم بعد اوائے لوازم خدمت و سنت اسلام درود خالد بن ولید خلیفہ رسول کی جناب میں تحریر کرتا ہے کہ خلیفہ کے حکم سے خالد نواح شام میں پہنچ کر ابو عبیدہ اور دوسرے امیروں اور لشکر کے سرداروں سے جا ملا اور سب متفقہ طریق سے مہم کی طرف متوجہ ہوئے۔ شام کے متصل ایک موضع اجنادین ہے کافروں نے اکٹھا ہونے سلیس اور جھنڈے اٹھنے کر کے آپس میں عہد باندھا کہ مسلمانوں کے مقابلے پر جہاں تک ہو سکے گا جان توڑ کر لڑیں گے اور ان کو اپنے یہاں سے نکال کر دم لیں گے۔ اور جب تک غیروں سے اپنے ملک کو پاک نہ کر لیں گے آرام سے نہ بیٹھیں گے غرض یہ عہد کر کے ایک دوسرے کی مدد پر تل گئے۔ اور ہمارے قتل اور دفعیہ کے لئے ایک زبان ہو گئے۔ ہم نے بھی تیاری کی اور خدا پر بھروسہ کر کے باہمی اتفاق سے بہ ارادہ حصول شہادت و ثواب و جہاد پوری کوشش کی اور مضبوط ارادوں کے ساتھ متوجہ ہوئے تلواریں کھینچ لیں موقع بہ موقع ہندی شمشیریوں خنٹی نیزوں اور تیروں کی بوچھاڑوں سے پیہم جنگ کر کے دشمنوں کو مغلوب اور خستہ حال کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو ان سب پر فتحیاب کیا۔ اور صحابہ کی دعاؤں کی برکت سے ایسی عظیم الشان فتح نصیب ہوئی۔ فالک فضل اللہ ہوتیہ منیٰ شہا یعنی یہ خدا کا افضل ہے جسے چاہے عطا کرے جس وقت یہ فتح نامہ صدیق کے پاس پہنچا نہایت ہی دلشاد ہوئے اور جن میں سے سرت اور خوشی کے آثار ظاہر ہونے لگے۔ خالد کی خط کے جواب میں صدیق نے ایک خط تحریر کیا جس میں اس کی سعی اور کوششوں کی بہت تعریف کی اور لشکر کے دوسرے سرداروں اور بہادروں کی خدمت کی بھی خوب داد دی اور بارگاہ ایزدی سے بشارت و ثواب حاصل ہوئی خوشخبری دیتے ہوئے ہدایت کی کہ اسکے انفعال بے پایاں کا شکر یہ ادا کرتے رہو اور

ہر وقت اس کو یاد رکھو۔ اس فتح کے بعد خالد اور فوج کے امیروں نے دمشق کی طرف واپس چلے آنے کو مناسب سمجھا دشمن دمشق کے قلعہ میں موجود تھا۔ اس لئے اسلامی فوج نے اس کے دروازوں کی تقسیم کے بعد مورچے قائم کر کے دمشق کا ہر طرف سے محاصرہ کر لیا۔ اب دمشق کے قلعے والے دشمنوں پر سختی کے ساتھ تنگی شروع کی وہ بھی خوب لڑتے اور مسلمانوں کو تیروں اور پتھروں سے زخم پہنچاتے تھے۔ طرفین سے کافی جدوجہد رہی۔ اسی اثنا میں ایک جاسوس نے روم کی طرف سے حاضر ہو کر خبر دی کہ ہرقل نے اہل قلعہ کی امداد کیلئے کمک روانہ کی ہے جو عنقریب ہی پہنچا چاہتی ہے خالد نے یہ سنتے ہیں دمشق کا محاصرہ اٹھالیا اور رومی لشکر سے مقابلے کی غرض سے تیاریاں کر کے ان کو موضع مرج صفر میں جالیا۔ دیکھا کہ رومی فوج کے دو نشان پین اور ہر نشان کے نیچے دس ہزار سپاہی ہیں۔ خالد نے اپنی سپاہ کا دل بڑھایا اور کہا ہمت مردانہ سے کام لیکر جنگ کرو جس وقت میں حملہ کروں اس وقت تم سب ایک دل ہو کر دشمن پر ٹوٹ پڑو تاکہ اللہ تعالیٰ کی فضل اور مدد سے ہم دشمنوں کا بھرکس نکال دیں۔ غرض اسی طرح تمام فوج نے ایک دم حملہ کر دیا کافروں کے ہمت سے آدمی مار ڈالے اور فضل خدا سے اس جنگ میں لشکر اسلام کا ایک آدمی بھی نہ زخمی ہوا تیس ہزار سے زیادہ کافر واصل جنم ہوئے۔ رومیوں کا سردار ایک بطریق قسطنطام بڑا جلیل القدر آدمی تھا ایک سو ساٹھ آدمیوں سمیت گرفتار کر کے خالد کے سامنے لایا گیا۔ خالد نے اسے دین اسلام کی ہدایت کی اس نے انکار کیا کہ میں اپنے مذہب سے نہ پھروں گا اس لئے بحکم خالد مع ہمراہیوں کے سر قلم کیا گیا۔ اسلامی لشکر مظفر اور منصور ہو کر بکمال شادمانی مرج صفر سے مراجعت کر کے دمشق کی طرف آیا اس جھڑپ میں بیشار لوٹ کا مال ہاتھ لگا تھا۔ اور یہ اس وجہ کہ اس وقت کے حکم کے مطابق جو لوٹ کا مال ہوتا یہاں تک کہ ایک رسی کا ٹکڑا یا اون کا پارچہ ہی کیوں نہ ہوتا تھا کوئی شخص بھی ذرہ برابر تصرف نہ کرتا تھا۔ اور تمام لوٹ سردار کے سامنے لائی جاتی تھی۔ تاکہ امیر کے ملاحظہ کرنے کے بعد برابر کے حصے میں آپس میں تقسیم کی جائے۔ جس وقت خالد نے دمشق کے گرد قیام کیا سرداران افواج مال غنیمت لالا کر اس کے سامنے رکھے جاتے تھے اور خالد اس کو سب مسلمانوں میں تقسیم کرتا جاتا تھا قلعہ کے اندر ایک بطریق فلقلان نام تھا اس نے یہ حال دیکھا تو مسلمانوں کی کمال امانت اور حسن سیرت پر بڑا تعجب کیا اور اپنے مہاسین سے کہا مجھے اس قوم کے طریقوں سے حیرت ہوتی ہے کہ دشمنوں کا جو مال ہاتھ آتا ہے اپنے افسر کے حکم کے بغیر اس میں ذرا سا بھی تصرف نہیں کرتے اور نہ امیر کی اجازت بغیر کسی چیز کو حلال سمجھتے ہیں۔ راتوں کو نمازیں پڑھتے ہیں اور دن کو روزے رکھتے ہیں۔ اگر بادشاہ کا بیٹا بھی چوری کرے تو ثابت ہونے کے بعد اس کا ہاتھ کاٹا جاتا ہے اور اگر ان میں سے کوئی کسی کی عورت سے زنا کرتا ہے تو اسے سنگسار کر دیا جاتا ہے۔ مجھے ہرقل کی ناراضی کا اندیشہ نہ ہوتا تو ان سے صلح کر کے ان کا دین اختیار کر لیتا۔

غرض خالد ان کو گھیرے ہوئے تھا اور محاصرہ کی تنگی میں بڑی کوششیں ہو رہی تھیں جس سے کامل امید تھی کہ دمشق جلد ہی فتح ہو جائیگا۔ اور ایسا بارونق معمول اور دولت مند شرمع خزانوں کے قبضے میں آجایگا کہ اتنے میں خالد کو اطلاع ملی کہ ضدیق بیماری سے نہایت کمزور اور ناتوان ہو گئے ہیں۔ اس خبر سے تمام مسلمان کو بیدار ہو اور فکر کی حالت میں اس خبر کو خفیہ رکھا کہ دشمن سن نہ پائیں اور قلعہ فتح ہونے میں مشکلات پیدا ہو جائیں۔

ضدیق کی بیماری

اور اس عالم فانی سے ملک جاودانی کی طرف رحلت

لکھا ہے کہ جب صدیق کی بیماری حد سے زیادہ بڑھ گئی اور تاب و طاقت بڑھ گئی تو قلم و دوات اور کچھ کاغذ مانگا اور ایک عہد نامہ لکھ کر کسی صحابی کے حوالے کیا کہ جا اور صحابہ کو باہر جمع کر کے جو کچھ اس میں لکھا ہوا ہے پڑھ کر سناؤ اور کہہ دے کہ خلیفہ کی اس تحریر پر عمل کریں اور جس کو جانشین قرار دیا ہے بغیر عذر مان لیں۔ وہ شخص رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مسجد میں آیا وہاں تمام مہاجرین اور انصار اور نیز کل و ضیح اور شریف موجود تھے۔ کہا اے دوستو رسول خدا صلعم کے خلیفہ نے کچھ لکھا ہے اور کہا ہے کہ تم اس کی پیروی کرو۔ لوگوں نے کہا جو کچھ فرمایا ہے اسے بیان کر۔ اس نے وہ کاغذ نکالا اور پڑھا جو صدیق نے اپنے ہاتھ سے لکھا تھا اور جس میں عمر بن الخطاب کو اپنا جانشین قرار دیا تھا۔ بعض آدمیوں نے کہا ہم نے سنا اور دل و جان سے منظور کیا۔ اور بعض سن کر خاموش رہے۔ اس کے بعد طلحہ بن عبد اللہ امیر المؤمنین ابو بکر صدیق کے پاس گیا اور کہا اے خلیفہ رسول صلعم تو عمر خطاب کو مسلمانوں پر خلیفہ مقرر کرتا ہے۔ صدیق نے کہا کس لئے اسے خلیفہ نہ بناؤں۔ طلحہ نے کہا عمر سخت مزاج شخص ہے اور تو بھی جانتا ہے کہ تیرے زمانے میں بھی اس کی سختی سے کتنے آدمیوں کو رنج پہنچا ہے اگر خدا نخواستہ تو نے اس سرائے فانی سے عالم جاودانی کی طرف انتقال کیا تو لوگوں کو کیا کچھ ایذا نہ پہنچے گی اور بہ آسانی سمجھ میں آسکتا ہے کہ وہ ہمارے ساتھ کس طرح پیش آئے گا ذرا شک نہیں کہ آخرت میں اس امر کی باز پرس تجھ سے کی جائیگی کہ ماتحتوں کے کام کو کس طرہ انجام دیا اور کس شخص کو مسلمانوں پر خلیفہ اور نائب مقرر کیا۔ صدیق طلحہ کی یہ باتیں سن کر کچھ دیر خاموش رہا اور اس معاملے پر غور کرنے لگا پھر سر اٹھا کر کہا اے طلحہ تو مجھے خدا سے ڈراتا ہے اور موت کی تشبیہ کرتا ہے جب میں اس دنیا سے گزر جاؤں گا اور خدا مجھ سے ماتحتوں کی نسبت سوال کرے گا کہ ان پر کس شخص کو امیر اور خلیفہ مقرر کیا ہے تو کہوں گا اے بزرگ خدا میں نے ان پر سب سے بہتر آدمی کو خلیفہ کیا ہے اس کے بعد عثمان بن عفان کو اپنے پاس بلایا اور کہا کہ میری طرف سے وصیت نامہ لکھ۔ عثمان نے قلم و دوات لیکر اس مضمون کا وصیت نامہ لکھا۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ یہ وہ وصیت ہے جس کو عبد اللہ ابو بکر رسول خدا صلعم کی خلیفہ نے اپنی حیات کے اس آخری وقت میں جو دار عقبی کے شروع زمانہ سے ملحق ہونے والا ہے بیان کیا ہے کہ میں نے عمر بن خطاب کو امت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر خلیفہ کیا۔ اگر وہ انصاف پروری عدل گستری اور دیانت داری سے چلے گا اور راست بازی اور نیک خلصت اختیار کرے گا تو میری رائے جو اس کے حق میں ہے غلطی پر نہ ہوگی اور اگر اس کے خلاف کچھ الٹا چلے کرے گا اور رعایا کا حق نہ پہچان کر ظلم و ستم اور سرکشی کا تخم بوسے گا تو اس کا مظاہرہ اسی پر پڑے گا اور اس کی جواب دہی بھی اسی کو کرنی ہوگی۔ اپنے قول و فعل کی ذمہ داری وہ آپ بھگتے گا۔ پھر آدمی بھیج کر عمر کو بلایا اور اپنے پاس بٹھا کر کہا اے عمر انسان دوستی اور دشمنی سے خالی نہیں ہوتا۔ بیشک کچھ لوگ تیرے بھی دوست ہوں گے اور کچھ دشمن وہ نہ چاہیں گے۔ یہ مرتبہ تجھ کو حاصل ہو تو اس امر کا کچھ خیال نہ کرنا۔ ایسا ہی ہوا کرتا ہے میں نے تیرے لئے وصیت نامہ لکھا ہے اور تجھ کو اپنا خلیفہ کیا ہے اس عہد نامہ کو لے اور مضبوطی و استقلال سے امت کے کام میں مشغول ہو آگاہ ہو کہ تو آج سے امت رسول پر میرا خلیفہ ہے اور قیامت کے دن تجھ کو اپنے کاموں کی جوابدہی کرنی ہوگی۔ عمر نے کہا اے خلیفہ یہ بہت مشکل کام ہے میں اس سے عمدہ برانہ ہوسکوں گا مجھے اس کی ضرورت نہیں۔ صدیق نے جواب دیا کہ تجھے خلافت کی ضرورت نہ ہو مگر خلافت کو تیری ضرورت ہے۔ میں تجھے خلافت نہیں دیتا مگر خلافت کو تیرا احسان مند بنانا ہوں کیونکہ اس کو تیری ذات سے زیب و زینت اور عظمت و جلال حاصل ہوگا۔ نہ تجھ کو خلافت کے سبب تو خیالات نفسانی کو اپنے نفس سے دور کر اور اپنے نفس کی حکمرانی سے بچنا اور خود کو بھی اور لوگوں سے حفاظت میں رکھنا کیونکہ بہت سے سینوں میں کینہ پنہاں ہے۔ اے عمر تو جب

تک خدا سے ڈرتا رہے گا اور اس کی رضامندی کو اپنی خواہشوں پر ترجیح دیتا رہے گا تمام آدمی تجھ سے ڈرتے رہیں گے۔ جان رکھ اہل بہشت کے اچھے افعال بیان کئے گئے ہیں اور دوزخی کی بری خصلتیں قیامت کے اعمال کی ترازو حق کی پیروی میں قائم ہوگی۔ وہ باطل کے واسطے کم اترے گی۔ اے عمر میری نصیحت سن رکھ اسے بھلا نہ دینا۔ مہاجرین اور انصار کی جانبداری مسکینوں کی رعایت کرنا اور ان کی فضیلتوں کے حقوق کو پہچانتے رہنا کبھی ان کو اپنے سے دور نہ کرنا ان کے ساتھ حلم اور تواضع سے پیش آنا۔ اس برتاؤ سے وہ بھی تجھ کو سامنے اور پیچھے دوست رکھیں گے۔ اور ظاہر و باطن میں تیرے رفیق ہونگے جب عمر کو اس طرح کی وصیتیں کر چکے تو اور لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے۔ اسی وقت دائیں بائیں جانتے بے شمار خلقت موجود تھی۔ کہا کہ اے رسول کی امت میں نے عمر بن الخطاب کو تم پر امیر مقرر کیا۔ تم بھی قبول کرو اس کے حکم سے سرتابی نہ کرنا جس کے سبب تم کو خدا تعالیٰ اور اس کے رسول صلعم کی قربت حاصل ہوگی۔ سب نے کہا ہم نے سنا اور منظور کیا۔ پھر بادل غم گین باہر چلے آئے اور امر الہی پر رضامند ہوئے اس کے بعد صدیق نے عائشہ کو اپنے پاس بلایا اور کہا کہ اے میری بیٹی میرا آخری وقت اب آپنچا عمر کا کوئی لمحہ باقی ہے۔ جب میں شربت مرگ پی چکوں مجھے اچھی طرح غسل دینا۔ حوط اور کفن دیکر نماز جنازہ پڑھوانا پھر گنبد رسول صلعم کے قریب لیجا کر اجازت طلب کرنا کہ بوڑھا غلام ابو بکر دروازہ پر حاضر ہے پھر اگر اجازت نہ پاؤ تو مجھے مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کر دینا پھر کہا انا للہ وانا الیہ راجعون یعنی ہم خدا کے واسطے ہیں اور اسی کی طرف رجوع کرنے والے ہیں جس دن وصیت کی وہ اتوار کا دن تھا۔ اور دوسری دن پیر کو وفات پائی۔ اس دن مدینہ میں عام بیقراری تھی ہر سمت سے ویسے ہی رونے پینے کی آوازیں آرہی تھیں جیسی پیغمبر کی وفات کے دن۔ غرض غسل دیکر حوط چھڑکا اور کفن پہنا کر نماز پڑھی اور میت کو اٹھا کر روضہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس لائے جنازہ کو زمین پر رکھ کر سب آدمی دیکھنے لگے کہ پردہ غیب سے کیا ظاہر ہوتا ہے۔ یکایک روضہ کے کواڑ بٹے اور قفل الگ ہو کر گر پڑا۔ روضہ کا دروازہ کھل گیا یہی اجازت کی علامت تھی۔ تمام حاضرین نے شور مچایا اور جنازہ کو اٹھا کر اندر لے گئے۔ پھر مرقد رسول کے پہلو میں دفن کر دیا۔ اس وقت ۱۳ ہجری جمادی الاخر کی ساتویں تاریخ گذر کر بیماری لاحق ہوئی۔ چند روز بیماری میں گزرے اور بائیسویں جمادی کو وفات پائی تریسٹھ برس کی عمر تھی۔ مدت خلافت دو برس تین ماہ بائیس دن ہیں باقی خدا ہی خوب جانتا ہے۔

خلافت عمر بن الخطاب

عمر نے خلیفہ ہوتے ہی پہلا خط لشکر اسلام کے نام لکھا یہ تھا کہ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ یہ فرمان امیر المومنین عمر بن الخطاب کی طرف سے ان مسلمانوں اور مومنوں کے نام ہے جو ملک شام میں ہیں۔ السلام علیک سب آگاہ ہو کہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت پر ابوبکر کی وفات سے بڑی مصیبت نازل ہوئی ہے اور یہ بہت ہی بڑا حادثہ وقوع میں آیا ہے وہ بڑا راست گو، منصف مزاج، حلیم الطبع رحمدل پرہیزگار کریم النفس نیکو کار اور برائیوں سے بچا ہوا پسندیدہ خصلتوں اور مبارک جلال والا تھا۔ اس کا زہد و تقویٰ حلم اور ورع زمانہ کی زینت اور اس کے حالات کے لباس تھے۔ رسول خدا صلعم کی امت ایسے پیشوا سے محروم ہو گئی۔ اور اس کی وفات سے بہت بڑا نقصان ظہور میں آیا۔ مگر خدا کی مرضی یہی تھی اور سب کو یہی شہرت پینا ہے اس کے حکم پر صبر اور رضاد تسلیم کے سوا اور کوئی چارہ نہیں حکم اسی کے لئے ہے اور ہم اسی کی طرف رجوع کرنا لے ہیں۔ اس مصیبت عظیم اور دردناک واقعہ ہونے سے پیشتر ماجرین و انصار کبار اور صحابہ کرام کی موجودگی میں مجھے اپنا نائب اور خلیفہ مقرر کر کے اس امت بزرگ کی باگ ڈور میرے ہاتھ میں دیدی۔ اگرچہ میں نے انکار کیا مگر کچھ حاصل نہ تھا۔ قبول کرنے کے سوا کچھ بن نہ پڑا۔ ناچار آج مسلمانوں کے کاموں کی فکر کرنی اور حتی المقدور مصلحتوں اور کاموں کی درستی اور مہموں کے انتظام میں کوشش کرنی چاہیے۔ اب مصلحت یہ ہے کہ خالد بن ولید امیری سے دستبردار ہو جائے اور ابو عبیدہ بن جراح کو لشکر کی سرداری سونپ دے جب تم اس مطلب سے آگاہ ہو جاؤ ابو عبیدہ کو اپنا امیر سمجھو۔ لازم ہے کہ اپنے کاموں کی درستی کے لئے اسی کے مشورے پر چلو اور دشمنوں کے مقابلوں کے لئے اس کے حکم اور تجویز سے انحراف نہ کرو۔ پھر ایک اور خط ابو عبیدہ بن جراح کے نام اس مضمون کا لکھا کہ یہ تحریر عبداللہ عمر کی طرف سے ابو عبیدہ کے نام ہے۔ اے ابو عبیدہ خدا کا شکر ہے کہ تیرے پاس اس قدر فوج ہے کہ جو دمشق کے قلعہ کو فتح کرنے کے لئے کافی ہے جس وقت تیرے پاس یہ خط پہنچے لشکر کے سرداروں کو بلا کر یہ خط سناؤ تاکہ وہ تیرے امیر ہونے سے آگاہ کئے جائیں۔ مطلع رہو کہ خالد معزول ہو گیا ہے اسے تیری فراہم کرداری لازم ہے جتنی فوج کی تجھے ضرورت نہ ہو میرے پاس واپس بھیج دے اور جس قدر لشکر تیرے واسطے ضروری ہو اسے اپنے پاس رکھ خالد بن ولید بھی انہی لوگوں میں ہے جن کی تجھے ضرورت ہوگی۔ اسے بھی اپنے پاس رکھ جب عمر کا خط ابو عبیدہ کے پاس پہنچا تو اسے شرم آئی کہ خالد کو اس کے معزول ہونے کی خبر سنائے۔ بدستور سابق خالد کے پیچھے نماز پڑھتا رہا۔ ایک دن خالد نے سن پایا کہ سب آدمی گفتگو کے دوران اسے امیر کہتے ہیں سمجھ گیا کہ امیر المومنین عمر نے اسے معزول کر دیا ہے اور ابو عبیدہ کو امیر مقرر کیا ہے۔ کہا خدا صدیق پر رحمت نازل کرے اگر وہ زندہ ہوتا تو مجھے کبھی معزول نہ کرتا۔ پھر ابو عبیدہ کی طرف متوجہ ہو کر کہا تم نے مجھے میرے معزول ہونے کی خبر کیوں نہ کی اور کیوں میرے پیچھے نماز پڑھتے رہے۔ اس نے جواب دیا کہ میں نے اس لئے اس حال سے مطلع کرنا نہ چاہا کہ دنیا کے کاروبار اور اس کی امیری کوئی شے نہیں اور ہم تم بھائی ہیں۔ خدا کے راستے میں ایک بھائی دوسرے کا حاکم کس طرح ہو سکتا ہے دینی اور دنیوی امور کے فرق رکھنا عبث ہے۔ ممکن ہے کہ حاکم رعیت کے بعض باریک امور کی حفاظت کے متعلق غلطی میں پڑ جائے صرف خدا ہی اس کو بچا سکتا ہے۔

الغرض اسلامی فوجوں نے اسی طرح دمشق کے قلعہ کو محاصرہ میں رکھا۔ اور اہل قلعہ کو زیادہ تنگ اور مجبور کرتے رہے۔ دمشق کا حاکم تلقان نام فوج جمع کر کے قلعہ سے نکلتا اور مسلمانوں سے لڑتا مسلمان بھی مقابلہ کرتے اہل دمشق شکست کھا کر

قلعہ میں پناہ گر ہو جاتے اسی طرح ایک برس تک محاصرہ رہا۔ اب اہل قلعہ بہت ہی تنگ آچکے تھے۔ انہوں نے اپنے بادشاہ ہرقل کو اپنی مجبوری کی اطلاع دی۔ ہرقل اس وقت اٹلیا گیا تھا۔ جواب میں لکھا تھا کہ قلعہ کی حفاظت میں بخوبی کوشش کرتے رہنا اور جہاں تک ہو سکے لشکر عرب سے جنگ کرنا قلعہ ان کے حوالے نہ ہونے دینا۔ مابعدولت بھی اس فرمان کے بعد پیادوں اور سواروں کے لشکر جرار سمیت تمھاری مدد کو پہنچتے ہیں اہل دمشق کو اس خبر سے ڈھارس بندھ گئی۔ ہر روز مدد کے آنے کا انتظار کرتے تھے جب ایک عرصہ گزر گیا اور مدد نہ آئی اور عربی فوج کی تعداد بڑھتی گئی تو کچھ نامور لوگ ابو عبیدہ کے پاس بھیج کر صلح کی درخواست کی ابو عبیدہ نے بھی منظور کر لیا یہ بات قرار پائی کہ دمشق ایک لاکھ دینار نقد حوالہ کریں۔

غرض صلح نامہ لکھا گیا اور امیر دمشق نے صلح کے متعلق جو روپیہ قرار پایا تھا ابو عبیدہ کے پاس بھیج دیا۔ ابو عبیدہ نے لیکر اس کا پانچواں حصہ علیحدہ کر کے فاروق کے پاس بھیج دیا۔ اور صلح کے ہو جانے اور اس قرار داد سے اہل دمشق کے ساتھ واقع ہوا اطلاع دی اور باقی مال لشکر میں تقسیم کر دیا گیا۔ اس وقت اس کے پاس تیس ہزار فوج تھی۔ دمشق کے دروازے کھول دیے گئے اور مسلمان شاد شاد شہر میں داخل ہوئے فتح دمشق کے وقت عمر کی خلافت کو تیرہ مہینے گزر چکے تھے۔ اور ۱۳ ہجری تھا جب رومیوں کو اس حال کی خبر ہوئی کہ مسلمانوں اور اہل دمشق میں کس طریق سے صلح ہوئی اور عراق میں اسلامی لشکر کس قدر جمع ہو چکا ہے تو بہت ہی ہراساں ہوئے اور دلوں پر سخت رعب چھا گیا۔ ہر طرف سے رومی فوجیں حرکت میں آئیں بیس ہزار روم کے ترسا اور دس ہزار وہ عرب بھی جنہوں نے روم میں پہنچ کر مذہب ترسا اختیار کر لیا تھا۔ جمع ہوئے یہ سب تیس ہزار کا لشکر تھا۔ جس وقت یہ خبر ابو عبیدہ کو پہنچی وہ دمشق میں مقیم تھا۔ عمر عاص کو بلا دیا۔ سات ہزار سوار جو سامان سے آراستہ کار آزمودہ اور دلیری منتخب اور نامور اس کی حوالے کر کے روم کی طرف روانہ کیا اور اس کے پیچھے یزید بن ابی سفیان کو سات ہزار سوار دے کر بھیجا اور اس کی عقب میں شرجیل بن حسنہ کو چھ ہزار سوار دیکر چلتا کیا اب اسلامی فوجوں کی تعداد بیس ہزار تک پہنچ گئی تھی جنہوں نے رومی لشکر کی طرف پیش قدمی کی اس وقت رومی فوجوں کی قیام گاہ ایک محل نام تھا۔ انہوں نے یہ خبر پاتے ہی کہ بیس ہزار مسلمان ان پر چڑھے چلے آ رہے ہیں اپنے بادشاہ والی روم کو خط لکھا اور مسلمانوں کے حالات اور ان کے لشکر کی جمیعت سے آگاہ کیا۔ اور مدد طلب کی۔ ہرقل نے دو بطریقوں کو دو جھنڈے دے کر روانہ کیا ہر ایک جھنڈے تلے دس ہزار جوان تھے۔ بیس ہزار کا لشکر مدد کے لئے چلا اب ان کی ساری جمیعت ساٹھ ہزار ہوئی۔

عمر عاص نے بھی خط لکھ کر ابو عبیدہ کو اطلاع دی۔ ابو عبیدہ نے خالد بن ولید سے مشورہ کیا کہ جاسوس خبر لائے ہیں کہ فلسطین میں ساٹھ ہزار سوار فراہم ہو گئے ہیں اور۔ حلبک سے بھی خبر آئی ہے کہ وہاں بیس ہزار کی جمیعت ہے۔ اور فلسطین کی فوجوں سے ملنا چاہتی ہیں یہ بڑی بھاری مہم پیش آئی ہے اور عمر عاص میں اس جمیعت سے لڑنے کی ہمت نہیں ہے اب کوئی تدبیر مناسب ہے۔ خالد نے کہا آپ عمر عاص اور جملہ مہاجرین اور انصار کو لکھ بھیجیں کہ مقابلے میں جلدی نہ کریں تاوقتیکہ میں۔ حلبک پہنچ کر وہاں کی جمیعت کو منتشر نہ کروں پھر میں بہ امداد اللہ اس مہم سے فارغ ہو کر فلسطین کی طرف کوچ کر کے وہاں کے مسلمانوں کو مدد دوں گا۔ ابو عبیدہ نے عمر و عاص تمام سرداران اسلام کے نام جو فلسطین کے محاذ پر تھے لکھا کہ جنگ کرنے میں جلدی نہ کرنا اس خط کے بعد خالد بن ولید کو مدد کے لئے روانہ کرتا ہوں خالد بن ولید پانچ ہزار سوار لیکر دمشق سے۔ حلبک کی طرف روانہ ہوا۔ جب قریب پہنچا۔ حلبک والے اسلامی لشکر کو دیکھتے ہی آگے بڑھے شور کرتے تھے اور ڈھول بجاتے تھے آخر لڑائی شروع ہو گئی۔ صبح سے نماز ظہر کے وقت تک جنگ ہوتی رہی۔ اب خالد نے ایک بھرپور حملہ کیا اور اس قدر رومی قتل کئے کہ تمام زمین ان کے خون سے لالہ زار ہو گئی۔ اللہ تعالیٰ نے مدد کی مسلمان فتیحاب ہوئے اور رومی تاب مقابلہ نہ لاکر بھاگ نکلے۔ کچھ مارے گئے کچھ۔ حلبک کے قلعہ میں چاچھے اور کچھ فلسطین کی طرف چلے گئے بے شمار دولت

اور سامان جنگ اور قیدی خالد کے ہاتھ آئے۔ خالد نے خط لکھ کر ابو عبیدہ کو اس فتح سے اور بے شمار مال و غنیمت ملنے سے مطلع کیا۔ اور تمام مال غنیمت ابو عبیدہ کے پاس بھیج دیا۔ ابو عبیدہ نے خوش ہو کر جواب میں لکھا کہ خدا تعالیٰ نے تجھ کو اہل عہدک پر فتح دی اب دلجمعی سے فلسطین کی طرف جا۔

خالد فرمان کے مطابق فلسطین کی طرف روانہ ہو گیا۔ اور جب رومیوں نے دیکھا کہ مسلمانوں کی کمک ہر طرف سے آرہی ہے اور ان کی جمعیت روز بروز بڑھتی اور قوت ترقی کرتی جا رہی ہے سب کے سب موضع نخل میں جمع ہو گئے اور بہت بڑا اجتماع کر لیا۔ ابو عبیدہ نے بھی خبر پائی کہ رومیوں کی تعداد بہت بڑھ گئی ہے اور لشکر عظیم فراہم ہوا ہے دمشق میں ایک نائب چھوڑ کر خود بھی مع فوج فلسطین کی طرف کوچ کیا۔ جس وقت مسلمانوں کے لشکر میں جا پہنچا رومیوں نے بھی آگاہ ہو کر ڈرانے اور دھمکانے کے طور پر ایک خط بھیجا کہ ہمارے علاقہ قریہ ضیب سے جو نعمتوں میوں اور غلوں سے پر ہے اپنی جماعت کو نکال لے جاؤ اور جو لوگ اپنے ہی مذہب پر رہنا چاہتے ہیں وہ اپنے ہی ملک میں جو قحط اور مصیبت کی جگہ ہے چلے جائیں ورنہ ہم اس تعداد میں فوجوں سے حملہ آور ہو گئے کہ تم کو تاب مقابلہ نہ ہوگی اور پھر ہم تم میں سے ایک آدمی کو بھی زندہ نہ چھوڑیں گے۔ سب کو یہ شمشیر کر ڈالیں گے۔ اب ہم نے یہ خط لکھ کر تم کو بتا دیا اور بری الذمہ ہو چکے ہیں۔ فقط۔ والسلام۔

ابو عبیدہ نے اس خط کو پڑھ کر جواب لکھا کہ تم نے اس ولایت سے نکل جائیگی بابت جو کچھ لکھا ہے وہ بہت بڑی بھول ہے۔ ہم نے اس علاقہ کو تم ہی سے بزور شمشیر لیا ہے اور جناب باری سے امید ہے کہ تمہارا باقی ملک بھی ہم کو عطا فرمائے گا۔ تمام ملک خدا ہی کا ملک ہے اور ہم اس کے بندے ہیں وہ جسے چاہے ملک دے اور دوست رکھے۔ اور جس سے چاہے ملک چھین لے اور ذلیل و خوار کرے اور تم نے ہمارے ملک کی نسبت لکھا ہے کہ وہ محنت اور تکلیف کی جگہ ہے یہ درست ہے۔ ہم نے تکلیف و مصیبت میں صبر کیا اور تم نے نعمتوں کی ناشکری کی۔ ہم اللہ تعالیٰ کے رسول پر ایمان لائے اور اس کی پیروی کی ہوئی کتاب اور اس کی رسول کی وحی کو ہم نے سچا اور برحق مانا تم نے ناشکری کے ساتھ کفر کو ترقی دی ہے۔ اسی واسطے اللہ تعالیٰ نے تمہارے ملک کو جو راحت و آسائش اور نعمت و دولت کی جگہ ہے ہمارے فاقہ زدہ اور ضرر رساں علاقہ کے عوض ہم کو عطا فرمایا ہے اب تم اس خیال کو جانے دو ہم اس ملک سے ہرگز نہ نکلیں گے اور اپنے گھروں کی طرف لوٹ کر نہ جائیں گے۔ اور ہمارے مقابلے کے لئے جس لشکر کے بھیجنے کا ذکر کیا ہے کہ ہم اس کا مقابلہ نہ کر سکیں گے اب جنگ تمہارا جو لشکر ہم سے لڑنے کے لئے آیا ہے ہم اس سے دو چند رہے ہیں اور سامان حرب و ضرب اور تیاری میں افضل اور جو لشکر ہماری مدد کے لئے آیا ہے خدا کی عنایت سے دشمنان دین کے لئے کافی ہے تم بہت جلد سزا پاؤ گے اور نیچا دیکھو گے۔ ابو عبیدہ کے خط کے پہنچنے سے وہ اور بھی دل شکستہ ہو گئے۔ اور بہت بڑا خوف لاحق ہو گیا۔ ابو عبیدہ کے پاس قاصد بھیجا کہ اپنے کسی ہوشیار سردار کو ہمارے پاس بھیجو کہ ہم اس سے گفتگو کریں اور معلوم ہو کہ تم اس ملک میں کس غرض کی لئے آئے ہو اور کس لئے جنگ پر تلے ہوئے ہو۔ ہم تمہارا عندیہ معلوم کر کے جواب دیں گے۔ ابو عبیدہ نے معاذ بن جبل کو جو صحابہ میں سے بہت بڑا متقی اور سردار لشکر تھا ان کے پاس بھیجا۔ معاذ بن جبل ایک کشادہ ذرہ پنپنے اور ریشمی زرد لباس پہن کر سر پر لال عمامہ باندھ اور شمشیر آبدار حائل کر کے ایک مٹھی گھوڑے پر سوار ہو کر ان کے پاس پہنچا۔ بطریقوں اور سرداروں کی جماعت کثیر ایسے بیش قیمت اور مکلف فرش پر عمدہ عمدہ تکیے لگائے بیٹھی تھی کہ ان کی خوش نمائی دیکھ کر آنکھیں خیرہ ہو جاتی تھیں۔ معاذ نے گھوڑے سے اتر کر باگ ہاتھ میں لی اور ان سے بہت دور کھڑا ہو گیا۔ ہر چند سب نے اصرار کیا کہ گھوڑے کی باگ ہمارے کسی غلام کو دے کر خود ہم میں آکر بیٹھئے اور جو کچھ ہم کہنا چاہتے ہیں سن کر اس کا جواب دیجئے معاذ نے کہا ہمارا یہی

قاعدہ ہے کہ بیگانوں سے علیحدہ رہتے ہیں ان سے مل کر نہیں بیٹھتے۔ تم جو کچھ کہنا چاہتے ہو میں کھڑے ہی کھڑے جواب دوں گا۔ جب انہوں نے بیٹھنے کے لئے بہت کہا تو گھوڑے کی باگ ہاتھ میں لیکر زمین پر بیٹھ گیا۔ اور کہا کہ کیا چاہتے ہو۔ انہوں نے کہا اے عرب تم لوگ خوب سمجھ لو کہ ہم میں لڑائی کی جرات اور بہت بہت زیادہ ہے۔ ہماری فوجیں بے شمار ہیں اور ہمارے شہروں اور قلعوں کا کوئی شمار نہیں۔ اگر تم نے ایک دو شہر یا قلعے لے لئے اور لوٹ لئے تو کیا ہوا ان کی وجہ سے ہم کوئی کمزوری یا نقصان محسوس نہیں کرتے کیونکہ ہمارے پاس اعلیٰ درجے کے مضبوط اور مستحکم قلعے شمار سے باہر ہیں۔ اور فوجیں بے اندازہ ہیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ ہم نے سنا ہے کہ تم حضرت عیسیٰ کو پیغمبر مانتے اور ان کے کلام کو سچا سمجھتے ہو۔ اگر یہ سچ ہے تم پھر تم ہم سے کیوں لڑتے ہو اور کس لئے ہمارے مال کو لوٹ لینا حلال اور ہمارے بچوں کو غلام بنالینا جائز تصور کرتے ہو؟

معاذ نے جواب دیا تم نے اپنی فوجوں کی کثرت اور ان کی دلیری و بہادری کی نسبت جو کچھ کہا ہے اس کا جواب یہ ہے کہ گو تمہاری فوجوں کا شمار اور ان کا معیار ہم سے بہت زیادہ ہے مگر اہل عرب کی بہادری تم پر روز روشن کی طرح ظاہر ہو چکی ہے اور لڑائی کے وقت ہم کو اللہ تعالیٰ کی مدد اور فضل پر بھروسہ ہوتا ہے نہ کہ کثرت لشکر پر جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کم من فتنہ قلبہ غلبت فتنہ کثیرہ باذن اللہ یعنی اکثر حکم خدا سے چھوٹی چھوٹی جماعتیں بڑے بڑے گروہوں پر غالب آجاتی ہیں۔ تم ہر قل کی سلطنت پر ناز کرتے ہو اور اسی کی امداد سے ہر ایک کام کرتے ہو فوجوں کی کثرت اور دلیری پر تکیہ کئے ہوئے ہو اور ہم محض اللہ کی قدرت اور نصرت پر نظر رکھتے ہیں جو کبھی نہیں مرے گا اور نہ موت اس تک پہنچ سکتی ہے وہی زندہ کرتا ہے اور وہی مارتا ہے وہ سب سے بڑا پاک خدا اور برتر قدرت رکھنے والا ہے تم جس پر بھروسہ رکھتے ہو وہ فنا ہونے والا ہے اس کا نام و نشان نہ رہے گا اور نہ کوئی اس کا نام لیوا رہے گا۔ ہاں تم نے جو ہمارے سردار کی نسبت کہا ہے کہ وہ کس عادت و خصلت کا ہے سن لو ہمارا حاکم اور امیر ہم ہی میں سے ایک شخص ہوا کرتا ہے جو ہم پر ظلم نہیں کرتا نہ مخالفت اختیار کرتا ہے جب تک وہ اللہ تعالیٰ کے فرمان کو پورا کرتا رہتا ہے۔ عدالت کو برتا ہے ہم پر امیر اور سردار رہتا ہے نہیں تو اس کو علیحدہ کر کے کسی دوسرے کو جس کی عادت و خصلت زیادہ نیک ہوتی ہے امیر بنالیتے ہیں وہ لوٹ کے مال میں سے ہمارے برابر حصہ پاتا ہے۔ ذریعہ لباس پہنتا مٹھی تکیہ سر پر نہیں رکھ سکتا نہ سنہری کرسی پر بیٹھتا ہے صاحب تواضع ہوتا ہے۔ حضرت عیسیٰ کے ماننے کی نسبت بیشک ہم ان کو پیغمبر راست گو جانتے ہیں اور خدا کے بھیجے ہوئے نبیوں میں شمار کرتے ہیں لیکن تمہاری طرح ہم ان کو خدا نہیں سمجھتے اور نہ تین خداؤں میں ایک خدا کہتے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ تعالیٰ صلیقول الظالمون علوا کبیرا یعنی اللہ تعالیٰ کو یکہ و تما سمجھتے ہیں اور اس کے واحد ہونے کا اقرار کرتے ہیں اور اس کو قادر مطلق جانتے ہیں۔ اور تمہارے قول کو ہم مطلق کفر جانتے ہیں۔ اگر تم بھی حضرت عیسیٰ کو ایسا ہی سمجھو جیسا ہم کہتے ہیں تم پھر ہماری تمہاری لڑائی ہی کیا۔ اور ہم تم سے صلح کر لیں اور تمہیں بھی ایسا ہی سمجھیں جیسے ہم خود۔ لیکن تمہارا قول ہے اور ہمارا عقیدہ۔ اور تمہارا یہ سوال کہ ہم تم کو کس چیز کی طرف رغبت دلاتے ہیں۔ ہم اللہ تعالیٰ کی کتاب اور محمد صلیعہ کی رسالت پر ایمان لانے کے لئے کہتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ تم بھی اسلامی شریعت مثل نماز روزہ حج زکوہ وغیرہ کو قبول کرو صلیوں کو توڑ ڈالو۔ شراب اور سورا اور حرام چیزوں کا کھانا چھوڑ دو۔ اگر تم ان سب امور کو اختیار کر لو تو ہم تمہارے اور تم ہمارے ساتھ ہو ہم تمہارے دشمنوں کے دشمن ہونگے تمہارے مخالفوں سے تمہاری حمایت میں جنگ کریں گے۔ اور ہر ایک امر میں تمہاری امداد اور کمک کو لازمی امر تصور کریں گے اور اگر اسلام کو قبول نہیں کرتے تو جزیہ دینا قبول کرو جو رقم قرار پائے سالانہ ادا کرتے رہو پھر کوئی عذر و حیلہ نہ کرو تو بھی اچھا ہے ہماری طرف سے ہر طرح سے بے خوف رہ سکتے ہو اور اگر

ایمان لانا یا جزیہ دینا منظور نہ ہو تو جنگ کے لئے تیار رہو۔ رومیوں نے کہا کہ ہمارے تمہارے درمیان بات بہت بڑھ گئی ہے۔ ہمارے قول اور تمہاری خواہشوں میں بہت فرق ہے ہم تم سے اس امر پر صلح کرنا چاہتے ہیں کہ ولایت بلقا کو جس پر تم قبضہ کر چکے ہو تمہارے لئے چھوڑ دیں اور تم ملک روم کے علاقوں سے ہاتھ روکو زیادہ لالچ نہ کرو اس صلح کا وثیقہ لکھا جائے۔ جس پر تمہارے سردار دستخط کریں اور واپس چلے جائیں اور کئے ہوئے عہد کے پابند رہیں اور ہم بھی ان قولوں اور اقراروں پر ثابت قدم رہیں گے اس کے بعد تم فارس پر چڑھائی کرنا اور ہم عجم کی معرکہ آرائی میں تم کو مدد دیں گے۔ معاذ نے جواب دیا کہ ولایت بلقا اور روم کے علاقے سب ہمارے قبضے میں ہیں اور ہمارا یہ قصد ہے کہ اللہ جل شانہ کی مدد سے تم کو تمہارے ملک سے نکال دیں گے اور تمام روم کو اپنا بنا دیں گے۔ جس طرح کی تم صلح چاہتے ہو وہ بہت ہی بعید اور ناممکن ہے۔ انہوں نے کہا ہم تم سے صلح چاہتے اور تم ہم سے بہت دور کھینچتے ہو اور امن کی خواہش نہیں رکھتے۔ واپس چلے جاؤ ہم جنگ کے لئے مستعد اور تمہارے نکالنے کے لئے کمر بستہ کھڑے ہیں۔ یہ کہہ کر معاذ کے پاس ست چلے گئے۔ معاذ نے جب یہ امر ملاحظہ کیا اٹھا اور گھوڑے پر سوار ہو کر واپس چلا آیا۔ اور آکر ابو عبیدہ سے تمام کیفیت بیان کی۔ دوسرے دن صبح کے وقت اسلام لشکر نے کوچ کیا۔ تھینا بیس ہزار جوانوں نے کفار پر حملہ کیا رومیوں بھی یہ دیکھ کر اپنی صف آرائی کی اور اسلامی فوجوں کی طرف بڑھے اس وقت رومی لشکر کی تعداد ساٹھ ہزار تھی۔ مقابلہ پہنچ کر علم کھول دیے اور صلیبیں بلند کیں اور معرکہ آرائی کے لئے مستعد ہو گئے۔ اسلامی فوجوں نے اپنا سینہ اور میسرہ اور قلب و جناح اس صورت سے قائم کیا کہ یزید بن ابی سفیان سینہ پر تھا شرجیل بن حسنہ میسرہ پر خالد بن ولید قلب میں اور ابو عبیدہ جناح میں۔ سب سے پہلے رومی لشکر نے یزید بن ابی سفیان پر حملہ کر دیا۔ یزید نے بڑی مردانگی سے اس حملے کو روکا اور اپنی جگہ سے ذرا نہ سرکا۔ اب ایک اور رومی دستے نے شرجیل پر دھاوا کیا۔ شرجیل نے بھی منہ توڑ جواب دیا اور ذرا بھی ہراساں نہ ہوا۔ اس کے بعد دس ہزار سے زائد فوج قلب لشکر پر ٹوٹ پڑی اور جان توڑ کر جنگ کی۔ خالد نے انتہائی بہادری کے ساتھ مقابلہ کیا اور اپنی جگہ سے ایک انچ نہ ہلا۔ رومی اس دلیری کو دیکھ کر عیش عیش کر گئے اور اہل عرب کی ثابت قدمی سے حیران اور مدح خواں تھے۔ پھر ابو عبیدہ نے ایک دلیرانہ آواز دی کہ اے مسلمانو اس لشکر کی بہادری صرف اسی قدر تھی جو تم نے مشاہدہ کر لی اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے ہم کو بجائے رکھا یہی وقت ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات پر بھروسہ کر کے یکبارگی سب کے سب کافروں پر ٹوٹ پڑو اللہ نے چاہا تو فتح پاو گے۔ یاد رکھو کہ اللہ کی رضامندی اور دائمی بہشت جزا ایسے موقع کے اور کہیں نہیں ہے جو اس میدان میں مارا جائیگا شہادت کا درجہ پائیگا۔ اور جو بچ رہے گا فتح اور مال و نعمت پائے گا دل سے جنگ کرو اور تلوار و نیزہ سے کام لو اسی وقت تمام فوج نے ابو عبیدہ کا ساتھ دیا اور دھنستہ حملہ کر دیا۔ سخت خونریزی واقع ہوئی۔ یکبارگی رومی صفوں پر اس طرح گرے کہ سینہ اور میسرہ کو توڑ کر منتشر کر دیا۔ لشکر کفار کا بہت بڑا حصہ قتل ہو گیا اور باقی باحال خراب و خستہ بھاگ نکلے اور مسلمانوں نے تکبیر کہتے ہوئے دور تک ان کا تعاقب کیا۔ قیس بن بصرہ المرادی نے جو نامور بہادروں سے تھا اس لڑائی میں نیزہ و تلوار سے اس قدر کام لیا کہ کئی نیزے ٹوٹ ٹوٹ کر رہ گئے اور تلواروں کی بازوئیں کد ہو گئیں۔ جب ایسا ہوتا تھا واپس آکر دوسرے ہتھیار لے جاتا تھا۔ پھر جنگ شروع کر دیتا اس نے ان کے کئی سرداروں کو واصل جہنم کیا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ اس دن قیس بن بصرہ کے ہاتھ سے دس نیزے اور دو تلواں شکستہ ہوئیں اور تیس سے بھی زیادہ نامی لوگوں کو قتل اور زخمی کیا اس کے اپنے بدن پر ۴ زخم آئے تھے تاہم سلامت رہا۔ الغرض رومی فرار ہونے کے بعد پھر ڈھول تاشے بجاتے ہوئے پلٹے۔ خالد بن ولید اور ابو عبیدہ کے پاس پہنچ کر قلب لشکر میں قیام کیا۔ اور سینہ و میسرہ اور جناح کو ترتیب دے کر ہر شخص کو اپنی اپنی جگہ پر قائم کر دیا۔ پھر سر کھول ڈالا۔ یہ اس کی عادت تھی کہ ننگے سر حملہ کرتا تھا اور یہ اسی طرح جنگ کرتا تھا۔

سب نے اس کے ساتھ نعرہ تکبیر بلند کیا اور رومی لشکر پر چاڑھے۔ رومی تاب مقابلہ نہ لاکر بھاگ نکلے۔ مسلمان پس پشت تعاقب میں تھے اور نیزوں اور تلواروں سے ہلاک کرتے جاتے تھے۔ اس لڑائی میں گیارہ ہزار کافر کام آئے اور مسلمان صرف سات سو شہید ہوئے۔ بہت سے کافر قیدی مار ڈالے گئے۔ بیشار مال غنیمت ہاتھ آیا جو ابو عبیدہ کے سامنے پیش کیا گیا۔ جس میں سے خمس نکال کر باقی فوج پر تقسیم کر دیا گیا۔ ابو عبیدہ نے خمس کا حصہ امیرالمومنین عمر کے پاس بھیج دیا۔ اور حضرت عمر اس فتح کی خبر پر بہت خوش ہوئے۔ اور خدا کا شکر ادا کیا۔ خمس مسلمانوں میں تقسیم کر دیا۔ پھر اس خط کا جواب لکھا کہ مسلمانوں کی اس فتنمندی کی خبر سے میں شکر الہی بجالایا تم کو لازم ہے کہ چند روز اس سرزمین میں قیام کرو تاکہ لشکر آرام پائے اور سعد وقاص عراق پہنچ کر فارس کی فوج کو نہ ہٹا دے تم اور علاقوں پر ہاتھ نہ ڈالنا۔

خلافت عمر کے دوسرے سال ۱۴ ہجری کے واقعات

اور عجم کے محاربہ پر سعد بن وقاص کا تقرر

جب خالد بن ولید ابو عبیدہ کی مدد کے واسطے دمشق سے فلسطین کی طرف روانہ ہوا اور عراق میں شعی بن حارث شیبانی کو اپنا نائب مقرر کر دیا گیا۔ فارس کے بادشاہ یزدجرد اور اس کے سرداروں نے جمعیت کثیر کی ساتھ ارادہ کیا کہ شعی بن حارث کو عراق اور اس کے نواح سے نکال دیں سوئے اتفاق ایک دن بادشاہ یزدجرد ارادہ شکار جنگل میں آیا اور ایک گور خر کے پیچھے گھوڑا ڈالا۔ گور خر ٹھہر گیا اور بادشاہ کی طرف مڑ کر بنگم الٹی گویا ہوا کہ اے یزدجرد الٹا پھر جا اور خدا کے پیغمبر پر ایمان لا کہ تیری نعمت تیرے واسطے سلامت رہے۔ کفران نعمت سے باز آ مبادہ موجب زوال ہو۔ یزدجرد گور خر سے اس فصیح بات کو سن کر ڈر گیا فوراً بلب کر اپنی قیام گاہ پر آ گیا اسی حیرانی اور پریشانی کے عالم میں علماء اور حکماء کو طلب کر کے گور خر کی یہ بات کہہ سنائی۔ غلطیوں نے کہا یہ تو عجیب بات ہے ہمارا قیاس یہ چاہتا ہے کہ عراق میں وارد ہونے والی عربوں کی ذات سے کوئی عجیب و غریب امر ظہور پذیر ہو گا شعی بن حارث نائب خالد نے بھی ایک عجیب و غریب خواب دیکھا کہ ایک وجیہ شخص ہاتھ میں علم لئے آرہا ہے اور جب قریب پہنچا تو اس جھنڈے کو ہاتھ میں دیکر کہا فارس کے بادشاہوں کا زمانہ ختم ہو چکا ہے۔ وہ ذلیل و خوار ہو گئے اٹھ اور خدا سے فتح و فیروزی طلب کر اور خلیفہ سے امداد اور اجازت طلب کر کے عجمی کافروں سے جنگ کر شعی نے لوگوں سے اس خواب کو بیان کیا انھوں نے کہا یہ خواب سچا ہے فارس کے بادشاہوں کا زوال شروع ہو گیا ہے وہ بے عزت اور خراب و خستہ ہو جائیں گے اور تو اسلامی افواج کا سپہ سالار ہو گا اور تیرے ہاتھ سے عظیم الشان کام بنیں گے۔ اٹھ اور عمر کے پاس جا کر اس لشکر اور سرزمین کی حالت کہہ۔ شعی نے بھی اس مشورہ کو پسند کیا۔ چند معتد آدمیوں کو لیکر مدینہ کی طرف روانہ ہوا امیرالمومنین عمر کی خدمت میں پہنچ کر دیکھا کہ آپ مسجد رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں موجود ہیں۔ اور گرد و پیش بہت سے مہاجر اور انصار اور صحابہ اور بزرگ اشخاص بیٹھے ہوئے ہیں۔ شعی نے آگے بڑھ کر سلام کیا امیرالمومنین نے جواب سلام دیکر پوچھا تو کون ہے کہاں سے آیا ہے اور کیا مطلب رکھتا ہے شعی نے کہا کہ عراق سے آتا ہوں شعی میرا نام ہے عمر نے کہا مرحبا آجکل عراق کا کیا حال ہے اس نے کہا یزدجرد بادشاہ نے بڑی جمعیت فراہم کی ہے اور میں اسی لئے آیا ہوں کہ اس کی اور اس کے ملک کی کیفیت عرض کروں عمر نے کہا تم نے بہت اچھا کیا جو کچھ مجھے معلوم ہے بیان کر اس نے کہا شروع کیا کہ امیرالمومنین سرزمین عراق بڑی زرخیز ہے۔ موشیوں اور طرح طرح کے فوائد سے بھری ہوئی اور دولت سے مالامال ہے امیرالمومنین اس خبر کو سن کر بہت خوش ہوئے

اور اسی وقت اٹھ کر منبر پر گئے اور خطبہ پڑھا اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کے بعد سرور انبیاء حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود بھیج کر کہا کہ اے مسلمانو آگاہ ہو کہ خدا نے اپنے رسول صلعم سے وعدہ کیا ہے کہ روم اور فارس کو اہل اسلام فتح کریں گے اس لئے یہ امر بلاشبہ ظہور میں آکر رہے گا۔ عجم کے کافروں سے جنگ کرنے میں جلدی کرو اور یقین جانو کہ ان معرکہ آرائیوں سے کسری اور فارس کے بادشاہوں کے خزانے ٹھارے ہاتھ آئیں گے۔ جب تک تم جہاد کی مشقت نہ اٹھاؤ گے لوٹ اور ثواب حاصل نہ کر سکو گے اور تاوقتیکہ معرکہ آرائیوں کی محنت برداشت نہ کرو گے دنیا و آخرت کی سعادت نہ پاؤ گے۔ میں تم کو ان جہادوں اور جنگوں کی ترغیب دلاتا ہوں تم قبول کرو اور پوری کوششوں اور کامل ارادوں سے اس مہم کو اختیار کر سستی اور کاہلی نہ کرو۔ یہ سنتے ہی ابو عبیدہ بن مسعود ثقفی اور سلیط بن قیس الانصاری اٹھے اور کہا اے امیرالمومنین ہم تابع فرمان ہیں آپ کے حکم کو دل و جان سے بجالائیں گے جس طرف بھیجو گے جائیں گے اور جدھر کا حکم ہو گا مع عزیزوں رفیقوں اور زن و فرزند کے اسی طرف کوچیں گے حتی الامکان لڑیں گے۔ اور جب کہ ہمارے جسموں میں رقت برابر بھی جان رہے گی کافروں سے منہ نہ موڑیں گے۔ عمر نے ابو عبیدہ ثقفی اور سلیط انصاری کی یہ آمادگی دیکھ کر آفرین کی اور سب لوگوں کے سامنے بڑی تعریف کی پھر کہا اس مہم میں تجھ کو فوج کا سردار کیا اور سلیط کو تیرا اصلاح کار۔ سب آدمیوں نے ابو عبیدہ کی سرداری اور سلیط کی وزارت سے رضامندی ظاہر کی۔ پھر جنگ کی تیاری ہونے لگی۔ ماجرہ و انصار اور ملازمین و خدمتگاران سمیت چار ہزار جنگجو آدمیوں کا لشکر فراہم ہو گیا اور بہ ہمراہی ابو عبیدہ و سلیط و شعی کوچ کیا۔ عراق میں داخل ہوتے ہی ریحہ قبیلہ کے ایک ہزار جرار سوار شعی سے آٹے اب کل پانچ ہزار سوار ہو گئے۔ اور عجمی لشکر کے مقابل جو اس سرحد میں پہنچ گیا تھا خیمہ زن ہوئے۔ فارس کی فوج کے سردار کا نام جاناں تھا۔ عربی لشکر کی آمد سے مطلع ہو کر فارس کی فوج نے جنگ کی تیاری کی اور علی الصبح سینہ اور میسرہ کو ترتیب دیکر میدان میں نکل پڑے۔ جنگ شروع ہوئی اور ایسی خونریز لڑائی ہوئی کہ ہر طرف خون کی ندیاں بہ گئیں۔ اسی اثنا میں ایرانی لشکر کا سردار جاناں نام میدان میں نکلا اور مبارز طلب کی اور لشکر اسلام کے چار جوان یکے بعد دیگرے شہید کر دیے۔ آخر کار انصار میں سے ایک جس کا نام مطر بن فضہ تھا سلیط بن قیس الانصاری کی طرف سے جاناں سے معرکہ آرا ہوا۔ کچھ دیر تک دونوں لڑتے رہے آخر کار مطر نے ایک نیزہ مار کر اسے گھوڑے سے گرا دیا اور خود اتر کر اس کے سینے پر چڑھ کر چاہتا تھا کہ اس کا سر کاٹ لے۔ جاناں نے کہا کہ میں مسلمان ہوتا ہوں اور تجھے ایک غلام اور ایک لونڈی مح زور و زور دوں گا تو مجھے نہ مار اور اپنے سردار کے پاس لے چل۔ مطر اس کے سینے پر سے اتر ا اور اپنے گھوڑے پر سوار کر کر ابو عبیدہ ثقفی کے پاس لایا۔ ریحہ قبیلہ کے ایک آدمی نے کہا تو اپنے قیدی کو جانتا ہے کہ وہ کون ہے۔ اس نے کہا دشمن کی فوج کا ایک جوان ہے وہ مسلمان ہونا چاہتا ہے اس لئے میں نے اسے پناہ دی ہے۔ اس نے کہا یہ جاناں ہے جو اس فوج کا سردار اور فارس کا سپہ سالار ہے تو نے اسے مفت ہاتھ سے کھویا اگر تو اس سے ایک سو لونڈی غلام بھی طلب کرتا تو دے دیتا۔ مطر نے کہا اب تو میں نے اسی بات پر اقرار کر لیا ہے اپنی بات سے نہ پھروں گا عہد سے پھرنا اچھا نہیں اور مردوں کی ایک ہی بات ہوا کرتی ہے۔ جاناں نے اس سے عذر کیا اور دس غلام دو لونڈیاں اور دو ہزار درہم دیے اور مسلمان ہو گیا پھر اس نے اسلام میں بڑا مرتبہ پایا اور سب اسے عزیز رکھنے لگے۔ یزید جرد جاناں کے مسلمان ہونے کی خبر سن کر بہت ہی غمگین ہوا اور آذربائیجان کے بادشاہ مہران کو خط لکھ کر عربی لشکر کے غلبہ اور فتح کی خبر دی اور کہا تو خود آ اور اپنے لشکر سے میری مدد کر اور عربی فوجوں کو میرے ملک سے نکال دے تو فارس کی بادشاہت تجھے دیدوں گا اور اپنی لڑکی پوران دخت سے تیرا نکاح کردوں گا۔ مہران یزید جرد کا خط پاتے ہی آذربائیجان اور اس کی نواح سے اسی ہزار سوار جنگی ہاتھی فراہم کر کے اور ہر طرح

کے ساز و سامان سے درست ہو کر یزید کے پاس آیا۔ یزید جو اس کے پہنچنے سے مطمئن ہوا اس کی بڑی خاطر داری کی اور اپنے موانع کو وفا کر کے اسے مسلمانوں سے جنگ کرنے کے لئے روانہ کر دیا۔ مہران اس لشکر کو لئے ہوئے دریائے فرات پر آ پہنچا اور اس کے کنارے پر خیمے لگائیے۔ ابو عبیدہ اور سلیط نے اس خبر کو سن کر فارسی فوجوں کی کثرت سے اندیشہ کیا اور مسلمانوں کی دلجوئی کر کے حوصلے بڑھائے اور کہا اگرچہ یہ لشکر شمار میں بے تعداد ہے مگر اللہ تعالیٰ ہمارا مددگار ہے ہمیں اپنا دل مضبوط رکھنا چاہیے۔ گھبراہٹ اور بزدلی کا مقام نہیں ہے۔ اس کے بعد حکم دیا کہ دریائے فرات کا پل باندھ کر اسلامی لشکر عبور کر جائے۔ اس وقت ابو عبیدہ کے لشکر میں صرف پانچ ہزار آدمی تھے۔ دوسرے دن طرفین کی فوجیں جنگ کیلئے مستعد ہو گئیں اور میدان میں نکلیں۔ فارسی فوجوں کا ایک حصہ مع چند ہاتھیوں کے جن پر سنہری ہودج کے ہوئے ایک ایک جوان ان کی گردنوں پر بیٹھا ہوا آگے بڑھا اور پیدلوں کے دستے اور سواروں کے پرے جو اسلحہ جنگ میں غرق تھے آنے شروع ہوئے۔ اسلامی لشکر نے جب ان ہاتھیوں اور فوجوں کو دیکھا اور ان کی اس شوکت و عظمت نما تیاروں کو ملاحظہ کیا تو خوف طاری ہو گیا۔ اور دل لرزنے لگے۔ ابو عبیدہ اور سلیط نے آگے بڑھ کر دل بڑھایا اور کفار سے جنگ کرنے کی ترغیب دی اس کے بعد ابو عبیدہ نے گھوڑے سے اتر کر پابادہ شمشیر کھینچ کر ایک ہاتھی کی طرف رخ کیا جس پر کافروں کو بہت بڑا بھروسہ تھا تلوار سے ہاتھی کی سونڈ کاٹ کر خاک پر گرادیا۔ اور پلٹ کر چاہا کہ اپنی فوج میں آجائے مگر پاؤں پھسلا اور گر پڑا دشمنوں نے اس پر دو سرا ہاتھی ریل دیا۔ اور ہلاک کر دیا۔

اس کے بعد وہب بن عبیدہ نے علم سنبھالا اور کافروں کی طرف جھک پڑا۔ کئی نامور بہادر قتل کئے آخر خود بھی شہید ہو گیا۔ اور اس کے بعد اس کی بھائی مالک بن ابو عبیدہ نے علم لیا اور میدان جنگ میں نکل کر خوب داد شجاعت دی اور کئی کافر قتل کر کے جام شہادت نوش کیا پھر اس کے دوسرے بھائی جبر بن ابو عبیدہ نے اپنے بھائیوں کے انتقام کے لئے حملہ کیا اور خوب لڑا۔ اور کئی سرداروں کو مار کر شہید ہو گیا۔ پھر سلیط بن قیس الانصاری نے علم اٹھایا اور کفار پر حملہ کر کے خونریز جنگ کے بعد شہادت پائی جب اس طرح سے اسلامی فوجوں کا اکثر حصہ بحکم الہی شہید ہو چکا تو شعی بن حارث شیبانی جو بڑا بے نظیر بہادر اور تجربہ کار شخص تھا علم لیا اور مسلمانوں کا دل بڑھانے کے لئے کتا جاتا تھا کہ اے مسلمانو ایمان والو جان جو کھوں کی نوبت ہے اور شمشیر بڑی تک پہنچ گئی ہے مرنے مارنے کی ٹھان کر مروا گئی کی داد دو جو شخص آج مارا جائیگا شہید کلائیگا اور سیدھا داعی بہشت میں جائیگا۔ پس تلواریں کھینچ لو اور ایک دل ہو کر کافروں پر ٹوٹ پڑو۔ سب نے ان کا ساتھ دیا اور ایکبارگی حملہ کر کے دشمن پر چاڑھے خوب ہی گھسان کارن پڑا۔ طرفین نے جی توڑ کر مقابلہ کیا آخر کار مرضی الہی میں تھا کہ مسلمانوں کو شکست ہو راہ فرار بند کرنے کے لئے پہلے ہی پل کو توڑ دیا تھا۔ عربی لشکر کے بہت سے آدمی پانی میں کود کر ڈوب گئے۔ اور بہت سے لڑائی میں مارے گئے اسی اثنا میں آفتاب غروب ہو گیا اور لشکروں نے اپنی اپنی جگہ قیام کیا کہ شعی کے پاس تین ہزار آدمی فراہم نہ ہوئے۔ دریا کے کنارے پہنچ کر دیکھا کہ پل موجود نہیں ہے۔ بدقت تمام پھر پل باندھا اور دریا عبور کر کے دوسری طرف پہنچے۔ دوسرے دن صبح کے وقت بہمن جاوہر فوج لیکر دریا کے کنارے آیا کہ اہل عرب کا تعاقب کرے۔ پل کو شکست پایا اس لڑائی میں شعی کو بھی سخت نقصان پہنچا تھا۔ اس کی پہلی کی ہڈیاں ٹوٹ گئی تھیں۔ وہ پہلے اپنے لشکر گاہ میں آیا۔ اور رات کے وقت ایک قاصد مع خط عمر کی طرف روانہ کیا۔ اور لشکر عرب کی شکست اور ابو عبیدہ وغیرہ کے تمام سرداروں کا قتل تمام واقعات لکھ دیے۔ شعی کا قاصد اس وقت مدینہ میں داخل ہوا کہ حضرت عمر منبر پر بیٹھے ہوئے تھے۔ آگے بڑھ کر خط دیا اور سب حال کہ سنایا۔ عمر نے سراٹھا کر کہا اے لوگو ابو عبیدہ شہید ہو گئے اور مسلمانوں نے شکست کھائی لیکن تم غمگین نہ ہو کیونکہ رسول خدا صلعم نے فرمایا ہے اسلام کو روز بروز ترقی ہوگی۔ یہ کہہ کر

منبر سے اتر آئے۔ بھاگے ہوئے مسلمان بھی شب کے وقت مدینہ میں آئے اپنے اپنے گھروں میں چھپ کر ہونٹھے۔ زار و تظار روتے تھے اور کہتے تھے کہ ہم کافر ہو گئے کہ کافروں کے مقابلہ پر پیٹھ دکھلائی اور جماد سے بھاگ آئے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **يا ايها الذين امنوا اذالتم الذين كفروا زحفالا تولوهم الادبار ومن يولهم يومئذ دبره الا محرفا تقال او متحيزا** الیٰ فنه فقد باء بغضب من الله وماواهم جهنم وبئس المصير یعنی معاذ انصاری ہر شب ان لوگوں کے سامنے اس آیت شریفہ کو پڑھتا اور چپٹیں مار مار کر روتے تھے۔ عمر نے ان لوگوں کو طلب کیا وہ نہ آئے پھر عبدالرحمن بن عوف کو بھیجا وہ سب کو لیکر آیا عمر نے انھیں مخاطب کر کے کہا کہ تم اس امر میں معذور ہو اور جنگ میں ایسے معاملے اکثر پیش آجاتے ہیں اور معاذ تو قرآن کا مطلب نہیں سمجھتا اللہ تعالیٰ نے متحيزا الیٰ فنه فرمایا ہے کہ واپسی جماد سے بھاگ آنے میں داخل نہیں ہے۔ بلکہ متعدد خدمتوں کے لئے ہے اب میں تم کو قوت پہنچاؤں گا کہ کافروں سے بدلہ لے سکو پھر جریر بن عبداللہ بجلی کو بلا کر کہا اے جریر بات بہت بڑھ گئی ہے شعی بن حارث زخمی ہے اور دوسرے سرداروں کے مارے جانے اور اب کوئی افسر موجود نہ ہونے کے سبب سے تو سمجھ سکتا ہے کہ باقی ماندہ فوج کا کیا حال ہو رہا ہوگا۔ تجھے عراق میں پہنچنا چاہئے۔ شاید اللہ تعالیٰ تیرے ذریعے سے کافروں کے غلبے کو نیست و نابود کر دے۔ اور ان کے شر کو رفع کر دے۔ جریر نے اس امر کو منظور کر کے چھ سو جنگجو جوان ہمراہ لئے اور جانب عراق روانہ ہو گیا۔ جب عراق پہنچ گیا اور چند منزل مقام رہ گیا تو اس نے شعی ابن حارث کو خط لکھا کہ تو نے اس قدر جمعیت کے باوجود اتنے مسلمان قتل کر لیے اور خود زخمی ہونے کا بہانہ کر کے عیش و آرام میں پڑا ہے اور خلقت کو پریشان کر رکھا ہے اب میں آپہنچا ہوں مردوں کی بہادری کو دیکھنا اور ملاحظہ کرنا کہ سردار اور افسر ایسا کچھ کیا کرتے ہیں۔ شعی جریر کے اس خط کو پڑھ کر طعن تشنیع سے بھڑک اٹھا اور جواب لکھا کہ میں اس فوج کو عراق میں لایا ہوں اور میں نے ہی کافروں سے معرکہ آرائیاں کی ہیں۔ جس قدر بہادرانہ مقابلے میری ذات سے ظہور میں آئے ہیں وہ سب فوج کے نامور اشخاص پر ہویدا ہیں۔ مرضی الہی سے فوج کے چند سردار قتل ہو گئے اور کچھ لوگوں نے دل چھوڑ کر فرار اختیار کیا اور میں باوجود زخمی اور خستہ ہونے کے دشمنوں کے مقابلے پر موجود ہوں اور رات دن جنگ میں مصروف ہوں اگر امیر المومنین نے تجھے اس لشکر کی مدد کے لئے بھیجا ہے تو دیر کس لئے ہے اور دور ہی دور سے یہ خط و کتابت کیسی اس طرح بہادری بگھارنا طریقہ انسانی سے بعید ہے۔ قدم آگے بڑھا اور دشمنوں کا جواب دے۔ پھر ہر ایک کی مردانگی اور دلیری کا حال کھل جائیگا۔

غرمندہ جریر اور شعی میں اس قسم کی گفتگو پیش آئی۔ مخالفت باہمی کے آثار ظاہر ہوئے امیر المومنین عمر کو یہ خبر پہنچی۔ یہ امر مناسب سمجھا کہ خود عراق کا عزم کریں۔ صحابہ نے روکا اور کہا آپ کا مدینہ ہی میں رہنا مناسب ہے۔ اس بات سے کافروں کے دل پر مسلمانوں کا رعب جتے گا اور مسلمانوں کو فتح و نصرت حاصل ہوگی۔ امیر المومنین علی نے بھی اس رائے کو پسند فرمایا اور کہا کہ مناسب یہی ہے کہ تم مدینہ میں رہو اور مسلمان اور کافروں کے اطراف مملکت پر نظر رکھو اور سعد بن وقاص کو بلا کر اسلامی لشکر کی مدد کے واسطے نامزد کرو کیونکہ یہ کام اسی سے بنے گا۔ امیر المومنین عمر کو امیر المومنین علی کی رائے پسند آئی اور کہا ہاں سعد ہی اس کام کے لائق ہے۔ اور اس کے سوا اور کسی سے یہ کام نہ ہو سکے گا۔ پس سعد بن وقاص کو بلایا اور کہا اے سعد جب خداوند تعالیٰ آدم کی اولاد میں سے کسی کو دوست رکھتا ہے تو تمام خلقت اس کو دوست رکھتی ہے اور الحمد للہ کہ یہ صفت تجھ میں موجود ہے۔ تو نے عراق کے لشکر کا حال سن ہی لیا ہوگا کہ وہ بغیر سرداروں اور سپہ سالاروں کے خبا کافروں سے جنگ کر رہا ہے۔ اور جریر بن عبداللہ اور شعی بن حارث میں مخالفت پیدا ہو گئی ہے میں چاہتا ہوں کہ کسی اور کو ان کا سردار بنا کر بھیجوں تاکہ وہ مسلمانوں کی مدد کرے۔ میں تجھ ہی کو اس کام کے لائق پاتا اور

تمام لوگوں میں سے تجھ ہی کو پسند کرتا ہوں تو ہی اس لشکر کا سردار ہوگا جو عراق میں ہے اور تو ہی اس تمام فوج کا سپہ سالار ہوگا جو اب روانہ کی جائیگی اٹھ اور اس کام کی تیاری کر کے اس طرف روانہ ہو جا۔۔۔۔۔ اللہ تعالیٰ کی فضل و کرم سے امید کرتا ہوں کہ یہ کام تیرے ہی ہاتھ سے انجام پائے گا۔ سعد نے امیرالمومنین کے حکم کو قبول کر کے لشکر جمع کیا۔ سات ہزار فوج فراہم ہو گئی۔ سعد بن وقاص اس فوج کو لیکر روانہ ہو گیا۔ امیرالمومنین عمر عرب کے نامور لوگوں میں سے ہر شخص کو جو خدمت میں حاضر ہوتا سعد بن وقاص کی مدد کے لئے روانہ کر دیتے چنانچہ عمر بن معدی کرب پانچ سو سواروں کے ساتھ آیا اور طلحہ بن خویلد الاسدی آٹھ سو سواروں اور پیدلوں کی جمعیت اور شرییل بن سہم الکندی سات سو سوار اور پیادوں کے ساتھ اور فراط بن حیان العجلی بھی سات سو سواروں کے اور مغیرہ بن شعبہ تین سو کی جمعیت کے ساتھ جن میں سے بعض گھوڑوں پر سوار تھے اور بعض ساندنیوں پر۔ اسی طرف اور بھی کئی سرگروہ امیرالمومنین کی خدمت میں حاضر ہوئے سعد وقاص کے پیچھے روانہ کئے گئے۔ ابھی سعد منزل مقصود پر نہ پہنچا تھا کہ یہ فوجیں بھی عقب سے پہنچ کر جا لیں۔ سعد بن وقاص سردی کی شدت اور مینہ اور برف کی شدت کے سبب جس سے تمام آدمی اور مویشی تکلیف میں تھے اشراف نام منزل میں مقیم تھا کہ خبر آئی کہ شعی بن حارث زہموں کے سبب سے رحلت گزائے عالم آخرت ہو گیا۔ سعد بن وقاص نے اس کی زوجہ سلمیٰ بنت حفصہ سے عدت گزرنے کے بعد نکاح کر لیا اور اسی مقام پر قیام پذیر رہا۔ جب موسم سرما کی سختی گزر گئی اور موسم بہار نمودار ہوا۔ سعد بن وقاص قادیسہ میں داخل ہوا۔ اس وقت یزید جرد مدائن میں تھا لوگوں نے اسے خبر دی اور اس نے سعد وقاص کی پاس قاصد بھیج کر درخواست کی کہ چند غنم اور نیک خصلت شخصوں کو ہمارے پاس روانہ کرے ہم ان سے دریافت کریں گے کہ تمہارے یہاں آنے کا کیا مطلب ہے اور لڑائی اور صلح کی نسبت ان سے کچھ کہیں گے سعد بن وقاص نے مصاحبوں کے ساتھ مشورہ کر کے لشکر میں سے چند مشہور سردار طلحہ بن خویلد الاسدی جرید بن عبداللہ العجلی مغیرہ بن شعبہ عامر بن عرار اسمعی شرییل بن سہم الکندی منذر بن حسان الصمی فرات بن حیان العجلی ابراہیم بن حارث اشیانی نعمان مقرن المزنی بشیر ابی حیا حنظلہ بن الربیع منتخب کر کے یزید جرد کے پاس بھیجے اور ہدایت کی کہ اسے دین اسلام کی ترغیب دیں ممکن ہے ہمیں لڑنے کی بھی ضرورت نہ پڑے یہ لوگ سفر کرتے ہوئے دریائے دجلہ اور فرات کو عبور کر کے مدائن میں آئے اور یزید جرد کی محل سرانے کے دروازہ پر ٹھہر کر داخل ہونے کی اجازت چاہی۔ یزید جرد اولاد سلاطین کے ساتھ شراب نوشی کی محفل گرم کر رہا تھا بالائے پام سے دیکھ کر کہ عرب آ رہے ہیں حکم دیا کہ شراب نوشی کے پالے اور دوسری ناجائز چیزیں اٹھا ڈالیں پھر ان کو بلا یا۔ عرب کے لوگ یزید جرد اور شہزادوں کے برابر آکھڑے ہوئے۔ یزید جرد نے کہا بیٹھ جاو سب اپنی اپنی جگہ بیٹھ گئے مگر مغیرہ بن شعبہ حسرت کر کے بادشاہ کے تخت پر جا بیٹھا۔ مغیرہ کیم سخیم آدمی تھا تخت کے پائے اس کا بوجھ نہ سہار سکے ایک تراخہ کی آواز آئی جس سے اندیشہ ہوا کہ یزید جرد نیچے گر پڑے گا۔ مغیرہ فوراً تخت کے بیچ میں سیدھا کھڑا ہو گیا اور تخت بھی سنبھل گیا یزید جرد کے چوہدار نے چاہا کہ مغیرہ کا ہاتھ پکڑ کر تخت سے نیچے اتار لے مگر بادشاہ نے روکا اور چوہدار واپس ہو گیا۔ یزید جرد عربی زبان خوب جانتا تھا اور بڑی فصاحت سے بول سکتا تھا اور آج جملہ مردمان سفارت کی رائے سے مغیرہ کی باری تھی کہ یزید جرد سے گفتگو کرے مغیرہ شمشیر باندھے ہوئے تھا۔ اور ایک خاص قسم کا سوندار کپڑا لپیٹ رکھا تھا۔ یعنی چادر پشت پر تھی اور ہاتھ میں کوڑا تھا۔ یزید جرد مغیرہ کی طرف دیکھ رہا تھا کہ اس کی نظر بیٹنی چادر پر پڑی۔ ایک شخص عبور نامی سے جو ترجمانی خدمت پر مامور تھا پوچھا اس کپڑے کا کیا نام ہے اس نے کہا بردیمانی۔ بادشاہ نے اس نام کو فال بد تصور کیا اور کئی دفعہ کہا بردند جہاں را یعنی انھوں نے جہاں کو لے لیا۔ پھر مغیرہ سے کہا تو قاصد تھا تجھے لازم تھا کہ میری مجلس میں داخل ہونے کے بعد جہاں میں حکم دیتا بیٹھ جاتا۔ تو میری

اجازت بغیر تخت پر کیوں آبیٹھا۔ مغیرہ نے کہا تیرے تخت پر بیٹھنے سے مجھے کوئی بزرگی حاصل نہیں ہوئی مگر میں نے اپنے لائق اس سے زیادہ مناسب اور کوئی جگہ نہ پائی۔ اب اس بات کو چھوڑ دو اور مطلب کی بات کرو۔ یزدجرد نے کہا تم عربوں نے میرے ملک میں کبھی سوداگری کے لئے اور کبھی سفیر بن کر اور کبھی بھیک مانگتے ہوئے گزر کیا۔ مزید ارکھانے کھائے ٹھنڈا پانی پیا اور ریشمی لباس دیکھے پھر واپس جا جا کر اپنے ساتھیوں کو مطلع کیا اب تم پھر آئے ہو اور ایک نیا دین نکال کر لائے لوگوں کو اس کی ترغیب دلاتے ہو۔ اور چاہتے ہو کہ اس حیلے سے ہماری سلطنت اور دولت و نعمت پر اپنا قبضہ کر لیں۔ تمہاری مثال اس لومڑی کی سی ہے جس نے انگوروں کے تختے میں پہنچ کر کچھ کھائے کچھ خراب کئے انگوروں کے مالک نے کچھ خیال نہ کیا جانے دیا۔ پھر اس نے اپنے ساتھیوں سے جا کر کہا اور سب کے سب جمع ہو کر آئے اس وقت باغ کے مالک نے چار دیواری کے تمام رخنے اور دروازے بند کر کے سب کو مار ڈالا اب اگر میں چاہوں تو تم سب کا یہی حال کر دکھاؤں لیکن میں ایسا کرنا نہیں چاہتا۔ کیونکہ میں جانتا ہوں کہ تم نے غلہ نہ ہونے معاش کی تنگی اور سختیوں کی کثرت کے سبب اس ملک کا قصد کیا ہے تم کو کھانا اور کپڑا دوں گا اور تم کو اچھی اچھی نعمتیں اور خلعت بخشوں گا اور تمہیں میں سے کسی شخص کو تمہارا سردار قرار دوں گا مغیرہ نے کہا اب تم اپنی سب باتیں بیان کر چکے۔ یزدجرد نے کہا ہاں۔ مغیرہ نے جواب دیا کہ قبط زدگی اور تنگیوں کی نسبت جو کچھ آپ نے کہا پیچک سچ ہے ہم ایسے ہی تھے۔ چوہے اور سوسار کھایا کرتے تھے بکریوں کے کپڑے پہنا کرتے تھے اور حرام و حلال میں کچھ تمیز نہ کرتے تھے اور اپنے چچا کی اولاد کو ایک کوڑی کے مقابلے میں حقیر سمجھتے تھے اور اپنی حالت پر ہم فخر کرتے تھے اور ہمارا یہی حال رہا۔ اب خدا نے ہم میں اپنا رسول بھیجا اور ہم کو جنوں اور بیہودہ چیزوں کی پرستش سے روکا اور عبادت الہی کی توفیق بخشی حرام و حلال سے آگاہ کیا اور حکم دیا کہ ہم کافروں سے جنگ کریں اور ان ملکوں اور شہروں کو بھی ظاہر کر دیا جو ہم مسلمانوں کے قبضے میں آئیں گے۔ تیرا یہ شر اور عمل بھی ہمارے قبضے میں آئیگا۔ اب تجھے تین باتوں میں سے ایک قبول کرنی چاہیے۔ اول یہ کہ تو اس دین الہی کو قبول و منظور کرے جس سے تیری بادشاہت تیرے پاس رہے پھر ہم میں سے کوئی تیری اجازت کے بغیر تیرے ملک میں نہ آئیگا نہیں تو خراج دینا قبول کر اور خراج دینے کے وقت سامع بننا اختیار کر اور اگر یہ بھی منظور نہ ہو تو لڑائی کی تیاری کر جسے خدا چاہے ہلاک کرے اور جسے چاہے سلامت رکھے۔ یزدجرد نے کہا کہ میں نے سب سمجھ لیا لیکن "سامع" لفظ سمجھ میں نہیں آیا۔ مغیرہ نے کہا سامع کا یہ مطلب ہے کہ جس وقت تو خراج ادا کرے کھڑا رہے اور ایک کوڑا تیرے سر پر اس لئے رہے کہ تو اس کے ادا کرنے میں سستی نہ کیا کرے۔ یزدجرد یہ بات سنتے ہی غضبناک ہوا اور کہا یہ نہیں سمجھتا تھا کہ جیتے جی تم جیوں کی ایسی باتیں سنوں گا۔ میرا ارادہ تھا کہ تم پر مہربانی کروں گا اور انعاموں اور بخششوں سے نوازاؤں گا اب تم نے میرے سامنے بے ادبانہ کلام کئے ہیں لیکن اب میری جانب سے تم کو مشک خاک کے سوا کچھ نہ ملے گا۔ پھر غلام کو حکم دیا کہ مٹی کا ایک طشت بھر کر ان کے حوالے کر دے کہ اسے اپنے امیر کے پاس لے جائیں اور کہیں کہ میرے پاس تمہارے واسطے یہ حصہ تھا۔ اور میں ابھی ایک لشکر بھیجتا ہوں جو تم سب کو قادیہ کی خندق میں زیر خاک دفن کرے گا۔ مغیرہ تخت پر سے اتر آیا اور ہمراہیوں کے ساتھ سوار ہو کر سعد بن وقاص کے پاس پہنچا جو کچھ گفتگو پیش آئی تھی تفصیلاً سنائی۔ سعد نے مغیرہ کی سفارت سے خوش ہو کر تعریف کی۔ یزدجرد نے عربی لشکر کے مقابلے کی تیاری شروع کر دی۔ اپنے وزیر رستم نام کو جو بے نظیر بہادر اور تمام فوج کا سپہ سالار تھا بلا کر کہا موسم سرما گزر گیا ہے اور مویشیوں کا چارہ بکثرت موجود ہے۔ فوجوں کو جمع کر کے عربی لشکر پر چڑھائی کرنی چاہئے اور انھیں اس ملک سے ہٹا دے۔ رستم نے فرمان شاہی کی تعمیل کی اور ہر ایک جانب خط لکھ کر فوجوں کو طلب کیا۔ سب سے پہلے ہمدان کا سردار بچین ہزار سوار اور پیدل لیکر حاضر

ہوا۔ اس کے بعد عالم قم و کاشان پچیس ہزار سوار اور پیدلوں کی جمعیت لیکر آیا۔ اصفہان سے شیردان شاہ اسی قدر لشکر لیکر آیا۔ غرض کہ اسی طرح ہر ایک طرف سے سو ہزار اور حاکم فوجیں لے لیکر یزد جرد کے دربار میں حاضر ہو گئے۔ یزد جرد نے ان کو شمار انعام و اکرام زیر ماتحتی رسم مسلمانوں سے جنگ کرنے کے لئے روانہ کر دیا۔ لشکر کفار نے ایک لاکھ تیس ہزار سوار اور تیس ہزار پیدل جمع کئے۔ یہ سب کے سب قواعداں اور ہر طرح کے سامان جنگ سے آراستہ تھے۔ اسلامی لشکر کے سامنے قیام کیا۔ سعد بن وقاص نے کفار کی تعداد اور تیاری دیکھ کر خوف ظاہر کیا۔ کیونکہ اس کے جھنڈے تلے کل چالیس ہزار عرب تھے۔ فوراً حضرت عمر کو خط لکھا اور فارسی لشکر کے شمار اور تیاری سے آگاہ کیا۔ عمر نے ابو عبیدہ جراح کو لکھا کہ میں ہزار جوان روانہ کر دے اب اسلامی لشکر کی تعداد ساٹھ ہزار ہو گئی۔ طرفین کی فوجیں معرکہ آرائی کے لئے نکلیں۔ سعد بن وقاص نے دائیں بازو پر عمر ابن معدی کرب اور جریر بن عبداللہ الجلی کو مقرر کر کے دس ہزار سپاہ حوالہ کی اور بائیں پہلو پر ابراہیم بن حارث اور علی بن علی بن جحش عجمی کو دس ہزار فوج دیکر مقرر کیا۔ اور قلب میں طلحہ بن خوید الاسدی اور منذر بن حسان الہمی کو پندرہ ہزار سوار اور پیدل دیکر متعین کیا۔ اسی طرح جنح اور ساق اور کمین گاہ میں چیدہ چیدہ فوجیں مقرر کیں۔ اب دونوں طرف کے بہادروں نے ہتھیار سنبھالے سب سے پہلے آذربائیجان کا امیر مہران نام جو یزد جرد کا دانا بھی تھا بڑی شان و شکوہ سے گھوڑا اڑاتا ہوا میدان جنگ میں اپنی قوت کا مظاہر کیا۔ حریر کی قبا اور دیہ کی قمیض زیب تن تھی۔ جو اہر نگار ٹپکا کر میں تھا۔ اور دو بیش قیمت موتی کانوں میں بڑے ہوئے تھے اور ایک قوی ہنگل گھوڑا زیر ران تھا۔ ہندی تلوار ہاتھ میں لئے آتھیں شعلہ کی طرح گھوڑے کو کاوے دیتا تھا اور کتا جاتا تھا کہ میں آج عربوں کے خون سے اس میدان میں ندیاں بہاؤں گا اور یزد جرد کو ان کی طرف سے مطمئن کر کے خلقت کو ان لوگوں کے غرور و تکبر سے آزاد کروں گا۔ سعد بن وقاص نے اپنے ہمراہوں کی طرف مڑ کر کہا اے بہادر! سن رہے ہو یہ کافر کیا بیہودہ بک رہا ہے تم میں سے کون اس شخص کو میدان میں نکل کر سزا دے سکتا ہے۔ منذر بن حسان الہمی لشکر سے نکلا مہران کی طرف بڑھا اور بولا اے جوان تو یہ شیخی کب تک بگھارے جائے گا۔ ذرا ٹھہر اور مردوں کا حملہ سنبھال پھر تو دونوں نیزے لیکر گتہ گئے اور خوب داد شجاعت دی آخر منذر نے نیزہ مار کر مہران کو گھوڑے سے نیچے گرایا۔ اور خود نیچے اترا سر کاٹنے کے ارادہ سے تلوار کا ایک ہاتھ مارا۔ مگر مہران نے یہ وار پاؤں پر روکا اور تلوار بھی پاؤں پر لگ کر ٹوٹ گئی۔ اب منذر سر کی طرف آیا کہ بدن سے علیحدہ کرے اسی اثنا میں منذر کا گھوڑا بھاگ نکلا اور وہ پکڑنے کے لئے اس کے پیچھے گیا۔ جریر بن عبداللہ بجلی نے لپک کر مہران کی ڈاڑھی پکڑی اور سر کاٹ کر تمام ہتھیار اور قیمتی کپڑے اتار لئے۔ منذر بھی اپنے گھوڑے کو پکڑ کر آیا کہ مہران کا کام تمام کرے دیکھا جریر نے سر کاٹ لیا ہے اور تمام کپڑے اتار لئے ہیں۔ منذر نے کہا میں نے اسے نیزہ مار کر گھوڑے سے گرایا ہے اور تلوار سے اس کا پاؤں کاٹا ہے اس کے ہتھیار اور سامان سب میرا حصہ ہے۔ دونوں میں بحث کے بعد یہ قرار پایا کہ جڑاؤ پیکا منذر لے اور باقی تمام چیزیں دس ہزار درہم کی ہوئیں۔ ہتھیاروں اور ہنگہ وغیرہ کی قیمت کا اندازہ کیا تو پیکا تیس ہزار درہم کا نکلا۔ اور باقی تمام چیزیں دس ہزار درہم کی ہوئیں۔ اس دن صبح سے شام تک دونوں لشکر لڑتے رہے رات ہونے پر اپنی اپنی قیام گاہ پر لوٹ آئے۔ دوسرے دن بھی جنگ شروع ہوئی۔ سب سے پہلے ایرانی فوج کا ایک پہلوان فیروز نام کوہ پیکر ہاتھی پر سوار ہو کر نکلا اور بہادر سپاہیوں کی ایک جماعت اس کے ارد گرد تھی۔ مسلمانوں میں سے ایک شخص دامن نام جس کی کنیت ابوالمول تھی بنی اسد کے قبیلے سے نکلا اور فیروز سے جنگ کا قصد کیا۔ یہ شخص بڑا بہادر اور پھر تھلا تھا۔ گھوڑے کو چند کوڑے لگا کر گرم کیا پھر اس ہاتھی پر حملہ کر دیا۔ اور تلوار کی ایک ہی ضرب میں سونڈ کے دو ٹکڑے کر دیے۔ اسی اثنا میں فیلبان نے بھی ایک وار کیا جس سے

اسدی جوان گھوڑے سے نیچے آ رہا۔ دوسری طرف سے فیروز بھی ہاتھی پر سے آ رہا۔ مسلمان اسے گرتا دیکھ کر ٹوٹ پڑے۔ اور دم زدن میں تلواروں سے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ فیروز کے قتل ہوتے ہی کافروں نے بھی مسلمانوں پر یکبارگی حملہ کیا طرفین سے بڑی خونریز جنگ ہوئی۔ آخر کار مسلمان فتحیاب ہوئے۔ کافروں میں سے بہت سے مارے گئے باقی پسا ہو گئے اور محل قادسیہ جس پر کافر قبضہ کئے ہوئے تھے مسلمانوں کے ہاتھ آیا اس میں سے بیٹھار مال اور غلہ اور ہتیار برآمد ہوئے یہ محل نہایت عالی شان اور مضبوط تھا۔ سعد بن وقاص نے بہت پسند کیا اور اسی جگہ قیام کیا۔ اسلامی فوجیں اسی کے ارد گرد پڑ گئیں۔ ایرانی لشکر یہ دیکھ کر کہ کوشک قادسیہ پر مسلمان قابض ہو گئے ہیں اور اس کا تمام مال و اسباب ان کے ہاتھ میں آ گیا ہے بہت جوش میں آئے۔ اگلے دن سب نے متفق ہو کر اور دائیں بائیں دستوں کو جنگی ہاتھیوں سے آراستہ کر کے میدان جنگ کا رخ کیا۔ ان کوہ پیکر ہاتھیوں کی بہت اور شان و شوکت کو دیکھ کر مسلمانوں کے چھلکے چھوٹ گئے اور سوچنے لگے کہ ان ہاتھیوں کا مقابلہ کس طریق سے کرنا چاہئے۔ آخر کار یہی تدبیر سوچی کہ پیدل ہو کر حملہ کریں۔ سب گھوڑوں سے اتر پڑے اور تلواریں کھینچ کر ایک دم سے ہاتھیوں پر جا پڑے ان کی سونڈوں کو لقمہ شمشیر بنا کر تمام گرد پیش جمیعت کو کاٹ ڈالا اب ایک ایرانی بہادر شہنشاہ نامی صفوں کے درمیان سے گھوڑا اڑاتا ہوا آیا اور لڑنے والوں کو طلب کیا۔ یکے بعد دیگرے چار مسلمانوں کو ہلاک کیا۔ عمر بن معدی کرب نے جو نہایت ضعیف اور بوڑھا تھا اس کے مقابلے کا ارادہ کیا۔ اس کے چچا کی اولاد اسے روکنے لگی کہ تم بوڑھے ہو گئے ہو اور تم میں وہ پہلی سی طاقت نہیں رہی ہے اور مرد مقابلہ جوان اور شہ زور معلوم ہوتا ہے ایسا نہ ہو کہ تم کو صدمہ پہنچے۔ عمر معدی کرب نے ایک نہ سنی اور گھوڑا اڑا کر میدان میں نکل آیا۔ دونوں نے ایک دوسرے پر حملہ کیا اور میان سے تلواریں گھسیٹ لیں۔ انجام کار معدی کرب نے اس کے سر پر ایک ایسا ہاتھ مارا کہ وہ زخمی ہو کر گھوڑے سے نیچے آ رہا۔ عمر فوراً گھوڑے سے کود پڑا۔ اور سینے پر سوار ہو کر سر کاٹ لیا۔ سر کا تاج بدن کا لباس اور کل ہتیار لیکر اپنی فوج میں واپس آیا سب بھائی بند نہایت شاد ہوئے اور مرتجا کہتے تھے۔ آج بھی شام تک دونوں فوجیں لڑتی رہیں۔ بہت ہی سخت لڑائی ہوئی۔ رات کی وقت دونوں لشکر اپنی اپنی جگہ واپس آ گئے۔ چوتھے دن بھی اسی طریق سے صف آرائی ہوئی۔ اور کسی قدر کافروں کو غلبہ حاصل ہوا اور بہت سے مسلمان قتل اور زخمی ہو گئے۔ قریب تھا کہ وہ بھاگ کر کوشک قادسیہ میں پناہ لیں کیونکہ کافروں کی جمیعت کا ناتا لگا ہوا تھا اور ان کی تعداد دم بدم بڑھتی ہی جاتی تھی۔ جب ٹمک آتی تھی تو وہ ڈھول اور فٹارے بجاتے اور بڑا شور و غل مچاتے تھے۔ مسلمان بھی نعرہ تکبیر لگاتے تھے۔ مگر انکی تعداد شہادت کے سبب سے گھٹتی جاتی تھی۔ ان دنوں میں ابواحن ثقفی جو عرب کے بہادروں میں یکساں اور بڑا شمشیر زن اور نیزہ باز تھا بجرم شراب نوشی کوشک قادسیہ میں قید تھا۔ ایرانی لشکر کے غلبہ کی خبر اور ان کے فٹاروں کے شور و غل کو سن کر سعد بن وقاص کی منکوحہ سلمیٰ کے پاس آوی بھيجا کہ تو دیکھتی ہی ہے لشکر اسلام مغلوب ہوتا جا رہا ہے دشمنان اسلام ہر طرف سے بڑھتے آ رہے ہیں۔ میں قید میں ہوں اور سعد بن وقاص سے شرمندگی کے سبب کچھ نہیں کہہ سکتا۔ کیا تو مجھے خدائے پاک اور سچے دین اسلام کی قسم لے کر اور ایک گھوڑا اور اسلحہ دیکر چھوڑ سکتی ہے کہ میں آج کی جنگ میں شجاعت اور بہادری دکھا کر خفت مٹاؤں شاید میں مسلمانوں کی مدد کر سکوں اور کافروں کو سزا دوں جس سے دنیا میں ناموری اور آخرت میں ثواب پاؤں اور تو بھی میرے ساتھ اس ثواب میں شامل ہو جائیگی۔ سلمیٰ کو یہ بات بہت پسند آئی اور یگانگت کی محبت نے جوش مارا اسے قسم دلا کر قید سے رہا کر دیا کہ اگر جنگ سے زندہ واپس آئے تو سعد بن وقاص کے سامنے نہ جائے بلکہ اپنی جگہ اسی قید خانہ میں داخل ہو جائے۔ پھر سعد بن وقاص کا گھوڑا اور اسی کے اسلحہ دیکر خدا کے سپرد کیا۔ اس وقت سعد کوشک قادسیہ کی بلندی پر کھڑا تھا۔ اور لڑائی کی کیفیت دیکھ رہا تھا۔ اپنی

برابر خبر پہنچا رہے تھے اور یہ مسلمانوں کا دل بڑھاتا تھا اور جس طرف مدد کی ضرورت پڑتی تھی سواری کے گھوڑے اور اسلحہ پہنچوا رہا تھا۔ ابوا جحجیح ہتیار لگا اور سعد کے اہل بلی گھوڑے پر بیٹھ مسلمانوں کی صفوں میں آیا اور منہ پر نقاب ڈھانپے ہوئے کہ کوئی اسے نہ پہچان سکے پھر وہاں سے نکل کر میدان میں آیا اور اس ایرانی فوج پر جو برابر غلبہ کئے مسلمانوں کو دباتی چلی آ رہی تھی حملہ کیا۔ کبھی تلوار سے اور کبھی نیزہ سے جنگ کرتا تھا۔ تمام مسلمان اس کی دلیری اور بہادری پر عرش عرش کر رہے تھے سعد بن وقاص بھی اسے دیکھ کر بہت خوش ہوا۔ تعریف کرتا اور مصاحبین سے پوچھتا تھا کہ کیا تم اس سوار کو پہچانتے ہو وہ کہتے تھے ہم نہیں جانتے یہ ظاہر کوئی فرشتہ معلوم ہوتا ہے جسے اللہ تعالیٰ نے ہماری مدد کے واسطے بھیجا ہے۔ یا حضرت خضر علیہ السلام ہیں اور بحکم الہی ہماری مدد کو آئے ہیں۔ کیونکہ یہ کسی انسان کا کام نہیں کہ اس غضب کی جنگ کرے اور ایسی بہادری دکھائے۔

سعد کتنا تھا بیشک یہی بات ہے۔ غرمنکہ ابوا جحجیح جس طرف حملہ کرتا تھا غلبہ حاصل کرتا تھا جس پر ہاتھ چھوڑتا تھا دو کلوڑے یہاں تک کہ ایرانیوں کے بڑھتے ہوئے قدم پیچھے ہٹنے لگے اب کوئی شخص اس کے مقابلے کے لئے آگے نہ بڑھتا تھا۔ اب ابوا جحجیح اپنی صف میں لوٹ آیا اور کسی طرف سے کترا کر ان سے علیحدہ ہو کر شگ قادسیہ میں داخل ہوا۔ گھوڑے کو طویلہ میں باندھ دیا اور اسلحہ کھول کر قید خانہ میں آ بیٹھا۔ اور سعد کی نکاحی سے کھلا بھیجا کہ میں واپس آ گیا ہوں اپنی لونڈی کو بھیج دے کہ میرے پاؤں میں بیڑی پنا جائے۔ سعد کی زوجہ نے تعریف کی اور وعدہ کی سچائی سے خوش ہوئی اور کھلا بھیجا کہ مطمئن رہ جس وقت سعد گھر میں آئیگا تو اس سے تیری رہائی کے واسطے جس قدر ممکن ہوگا کہا جائیگا۔ جب رات کے وقت سعد گھر میں آیا سلمیٰ نے پوچھا آج اسلامی لشکر کا کیا حال رہا اس نے کہا کچھ نہ پوچھ مسلمان بھاگنے ہی کو تھے کہ خدا تعالیٰ نے ہم پر بڑا احسان فرمایا ایک بڑا بہادر اور چالاک سوار نمودار ہوا اور میں نہیں سمجھ سکتا کہ وہ آدمی تھا یا فرشتہ ایسی مردانہ جنگ کی کہ نہیں ہو سکتی پسا ہونے کے بعد مسلمانوں کو اسی بہادر کی بدولت غلبہ ہوا۔ سلمیٰ نے کہا وہ شخص ابوا جحجیح تھا۔ سعد حیران ہوا سلمیٰ نے اس کا تمام حال کہہ سنایا۔ سعد فوراً اس کے پاس آیا بڑی تعریف اور توصیف کی اور حکم دیا کہ اس کے پاؤں سے بیڑی نکال ڈالیں۔ اور نصیحت کی کہ اپنے اعمال پر نظر رکھ اور عاقبت سے ڈرنا رہ۔ الغرض تمام شب لشکر کا یہ حال تھا کہ وہ دن بھر کے تھکے ہوئے تھے اور کشتوں اور زخموں کی کثرت کے سبب غمزہ اور اندیشہ تھے۔ سعد بن وقاص بھی زخمی ہونے کے سبب میدان جنگ میں نہ آسکتا تھا۔ مگر صبح کے وقت ایک تیز گھوڑے پر سوار ہو کر باہر نکلا۔ تمام سردار اس کی گرد جمع ہو گئے اور کہا اے امیر ہم تمہارے حال اور تمہاری تکلیف سے بخوبی واقف ہیں تم چونکہ باہر آنے سے مجبور ہو اب یہ اطمینان گھر میں واپس جاؤ ہم اپنی بساط سے زیادہ جنگ کرنے کی سخت سعی کریں گے اور انشاء اللہ تعالیٰ توفیق حسنہ کی بدولت اس مہم کو بخوبی انجام دیں گے۔ سعد نے کہا تم سچ کہتے ہو اور میری تکلیف کو خدا بہتر جانتا ہے تم کو اس جنگ اور مہم کا خود ہی خیال ہے میرے کہنے کی حاجت نہیں ہے کہ تم کو زیادہ ترغیب جنگ دلانے کے لئے فمائش کروں اس لڑائی کو چار دن گزر چکے آج پانچواں دن ہے میں امید کرتا ہوں کہ آج فتح مندی اور نصرت کا دن ہے انشاء اللہ تعالیٰ لاحول ولا قوہ الا باللہ یہ کہہ کر سعد وقاص گھر میں چلا گیا اور بالائے بام بیٹھ کر لڑائی کا رنگ ملاحظہ کرنے لگا۔ ایرانی لشکر بڑی تیاری اور انتظام کے ساتھ میدان جنگ میں آیا۔ مسلمان بھی حسب دستور مستعد اور لیس ہو کر نکلے۔ سب سے پہلے مسلمانوں میں سے جریر بن عبداللہ الجلی نے نکل کر ایرانی صفوں پر حملہ کیا۔ اس کے بعد عیان بن جحش الجلی دشمن پر جا پڑا۔ اس کے پیچھے ہی ابراہیم بن حارث الشیبانی نے بلا بول دیا۔ پھر تو عمر بن معدی کرب اور دیگر سرداروں نے حملہ کر دیا۔ اور بڑے گھمسان کا رن پڑا۔ مسلمانوں کی کھبیروں کی آوازیں آسمان سے گزرا رہی

تھیں۔ فارسی لشکر کے بہت سے سپاہی کشتہ اور خستہ خاک و خون میں لوٹ رہے تھے جنگ بڑی خونریزی کے ساتھ جاری تھی کہ اچانک شام کی جانب سے غبار اڑتا ہوا نظر پڑا۔ دونوں فوجوں کی آنکھیں اس طرف لگ گئیں کہ یہ کس کی ملک آتی ہے۔ اسلامی لشکر غمگین تھا کہ اتنے میں غبار چھنا اور لشکر نظر آنے لگا دیکھا کہ ان کا سردار ہاشم بن عقبہ بن ابی وقاص ہے جسے بموجب فرمان عمر ابو عبیدہ جراح نے ملک شام سے سعد بن وقاص کی مدد کیلئے بھیجا ہے۔ ہاشم نے اپنے چچا سعد بن وقاص کے لشکر کو دیکھتے ہی اپنی دس ہزار فوج کے دس حصے یعنی ہزار ہزار جوانوں کا ایک ایک دستہ مقرر کیا۔ اور خود سب سے اگلے دستے کی ساتھ آگے بڑھا اور اسلامی لشکر میں پہنچ کر سعد بن وقاص اور دوسرے سرداران عرب کا حال پوچھا۔ لوگوں نے کہا سعد بھی سلامتی سے ہے اور احباب بھی سلامت ہیں لیکن ایرانی لشکر کو غلبہ حاصل ہے کیونکہ ان میں سے ایک مرثد ہے تو سو آدمی ان کی مدد کیلئے آموچھوتے ہیں۔ ہاشم نے کہا تم کچھ فکر نہ کرو اللہ بے اس والوں کا حامی ہے پھر اس کی فوجوں کے دستے ایک دوسرے کے بعد پہنچنے لگے۔ آخری دستے کا سردار قحطاق بن عمر جینی تھا۔ آتے ہی اس نے ایرانی لشکر پر حملہ کر دیا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ اس نے پے در پے تیس حملے کیے۔ اور ہر حملہ میں ایک سے لیکر تین ہزاروں تک قتل کئے ایرانی لشکر پر اس کے پیچ حملوں سے خوف اور رعب چھا گیا۔ اور اس کی بہادری کے مستحق ہوئے۔ رستم کا بھائی شرمیار جو اس فوج کا سپہ سالار تھا قحطاق کی جرات کو دیکھ کر اپنی صف سے نکلا اور قحطاق پر حملہ کیا پھر تو دونوں میں جنگ ہونے لگی۔ ایک لٹھ بھی نہ گزرا تھا کہ قحطاق نے اس کی کمر میں نیزہ مارا کہ وہ گھوڑے سے گر کر مر گیا۔ کافروں نے شرمیار کے مرتے ہی شور مچا دیا اور زور زور سے نقارے ڈھول اور تاشے بجنے لگے اور گروہ در گروہ مسلمانوں پر ٹوٹ پڑے۔ طرفین سے بڑے زور شور کی جنگ ہونے لگی۔ بڑے محرکہ کارن پڑا۔ اس قدر گرد و غبار بلند ہوا کہ دنیا تاریک ہو گئی ایک مسلمان بلند آواز سے کہہ رہا تھا کہ اے دوستو جنگ بدر واحد کو دیکھنا ہو تو اس محرکہ کو دیکھ لو۔ اب عمر بن معدی کرب نے اپنی قوم کو لیکر بلند آواز سے تکبیر کہتے ہوئے کافروں پر حملہ کیا۔ رجز پڑھتا جاتا تھا اور حملہ پر حملہ کر رہا تھا ہر حملہ میں کئی ایرانی خاک و خون میں ملا رہا تھا۔ پھر تو جملہ مسلمانوں نے اپنی جگہ سے بڑھ کر ایرانیوں پر تاخت کی اور ان کو اپنی صفوں کی آگے رکھ لیا۔ اور دریائے فرات کے کنارے تک پسپا کر دیا۔ اس جنگ میں دس ہزار سے زیادہ ایرانی قتل ہوئے اور ان کا لشکر بھاگ نکلا جس طرف منہ اٹھا چلا گیا۔ مسلمانوں کو لوٹ میں بیٹھا مال و دولت ملی۔ وہ لوٹ سے فارغ ہو کر قادسیہ میں واپس ہو گئے اور شکست خوردہ فوج کے ہاتھ باندھ آویسوں نے مدائن کا رخ کیا اور وہاں پہنچ کر امن سے ہو بیٹھے سعد بن وقاص کی یہ رائے ہوئی کہ شکست خوردہ فوج کے عقب میں لشکر بھیجنا چاہیے۔ حکم دیا کہ دس ہزار فوج مع ساز سامان جنگ سے لیس ہو کر کافروں کا پیچھا کریں اور ایرانی لشکر کا کام تمام کر کے اطمینان قلبی حاصل کریں۔ مسلمانوں کا لشکر ان کے پیچھے روانہ ہوا ایرانی اس امر سے واقف ہو کر کہ اسلامی لشکر ہمارے پیچھے آ رہا ہے یہ عالم مجبوری مقابلے کے لئے مسجد ہوئے۔ مسلمانوں میں سے ایک بہادر سردار بلال بن علقمہ العقیلی نے رستم پر جو یزد جرو کا سپہ سالار اور وزیر تھا حملہ کیا۔ رستم نے ایک نیزہ مارا جس سے بلال کا پاؤں مع رکاب چھد کر رستہ ہو گیا۔ بلال نے بھی اسی گرا گری میں ایک ایسی ضرب لگائی کہ رستم کا سر مع تاج کٹ گیا اور شمشیر اس کے سینے تک اتر آئی۔ رستم گھوڑے سے گر پڑا بلال نیزہ پاؤں سے نکال کر گھوڑے سے اترتا اور رستم کا تاج اور اس کے تمام کپڑے اور اسلحہ لیکر سرکات لیا۔ ایرانی لشکر نے اپنے سردار کی یہ حالت دیکھی تو بھاگ پڑا اور مدائن میں داخل ہوا۔ یہاں خصوصاً کو پانی سے لبریز کر کے زہر قاتل ملا دیا۔ اور بہت سا زہر آمیز کھانا پکا کر ساہا مدائن میں رکھ دیا۔ اس کے بعد دریائے دجلہ کو عبور کر کے اور اس کے پلوں کو توڑ کر کہ لشکر عرب اس طرف نہ آسکے یزد جرو کی قیام گاہ کی طرف ٹھہرے جب مسلمانوں کا لشکر ساہا

میں داخل ہوا تو بہت ہی بھوکا تھا۔ کھانا تیار اور پانی خوشگوار پایا خوب سیر ہو کر کھایا اور آرام کرنے لگے۔ خداوند کریم کے فضل سے زہر نے بھی ابن کو کچھ نقصان نہ پہنچایا۔ مسلمانوں نے اس جگہ اکثر مکان مقفل پائے ان کو کھولا تو بے شمار مال و دولت اور اسلحہ ہاتھ آئے سب اس کی بدولت مالا مال ہو گئے پھر تو بڑی خوشیاں منائیں اور شکر الہی ادا کیا۔

دوسرے دن سعد بن وقاص کی یہ رائے ہوئی کہ چند روز اسی جگہ قیام کریں اور جب دریا پر پل بندھ جائیں تو پار جا کر کافروں کا کام تمام کریں۔ ایک شخص نے کہا اے امیر جس خدا نے ہمیں خشکی میں حفاظت سے رکھا ہے وہی ہم کو پانی سے بھی بچا سکتا ہے میری یہ رائی ہے کہ فوراً دریا سے گزر کر کفار کا پیچھا نہ چھوڑیں اس امر سے ہماری ہیبت ان کے دلوں میں بیٹھ جائے گی۔ علانے کہا بیٹک یہ رائے درست ہے مگر جلد طغیانی پر ہے اور اسے عبور کرنا مشکل کام ہے۔ اس جوان نے کہا اے امیر سب سے پہلے میں اپنے آپ کو گھوڑے سمیت دریا میں ڈال دیتا ہوں مجھے فضل الہی پر بھروسہ ہے کہ میں صحیح وسالم پار جا پانچوں گا۔ یہ کہہ کر گھوڑا پانی میں ڈال دیا۔ اس کے پیچھے ہی ہلقام بن الحرث التعلی جو عرب کی بہادریوں میں شمار ہوتا تھا داخل دریا ہوا۔ اس کی تقلید مرسد بن عبداللہ اور عمر بن معدی کرب نے کی اور ان کے پیچھے ہی تمام لشکر نے بھی ایزد لگا کر اپنے اپنے گھوڑوں کو دریا میں ڈال دیا۔ یہ لوگ باوا بلند تکبیر کہتے جاتے تھے اور یہ دعا پڑھتے تھے اللھم لا اجد الا اجوک ان کے بعد سعد بن وقاص نے بھی اپنا گھوڑا ڈال دیا۔ اور اللہ تعالیٰ نے اپنا فضل شامل حال فرما کر سب کو صحیح و سلامت دوسرے کنارے پر پہنچا دیا ایک آدمی یا ایک گھوڑا بھی ضائع نہیں ہوا۔ یزید جرد بادشاہ ایران اپنے محل کے جھروکوں سے اس کیفیت کو دیکھ رہا تھا۔ ان کو اس طریق سے دریا کو عبور کرتے اور صحیح سلامت اس پار پہنچتا ہوا دیکھ کر کہا کہ یہ لوگ آدمی ہیں نہ جن ضرور شیطان زمو سے ہیں دیکھتے نہیں کہ اتنے بڑے دریا کو بغیر کشتی اور پل کے کس طرح عبور کر آئے ہیں۔ مناسب ہے کہ ہم یہاں سے اور طرف نکل جائیں اور پہاڑوں اور میدانوں میں پناہ گزین ہوں۔ پھر انھوں نے مع زن و فرزند و دولت جلوہ کی طرف رخ کیا اور عرب ان کے عقب سے داخل مدائن ہوئے جو کچھ پایا خوب لوٹا۔ بیان کرتے ہیں کہ کافور کا ایک ڈھیر ہاتھ آیا جسے عرب نمک سمجھے۔ اور کہتے تھے ہم نے برا نمک دیکر اچھا نمک خرید لیا ہے۔ ایک عرب کو دو سونے کے پالے ملے اس نے آواز لگائی کہ کوئی ہے جو ان دو زرد رنگ پیالوں کے عوض سفید جام دے۔ ایک اور عرب نے اسی وقت ایک چاندی کے پالے کو بطور قیمت ادا کر کے وہ دونوں سونے کے پالے خرید لئے۔

الغرض سعد بن وقاص نے مدائن میں قیام کیا اور مال غنیمت کا پانچواں حصہ عمر کے پاس بھیجا اور تمام کیفیت لکھ دی۔ اور عمر بن معدی کرب کی بہت کچھ تعریف کی گئی یہ خط مع مال غنیمت عمر کو دیکر جانب مدینہ روانہ کیا۔ جب عمر مدینہ میں پہنچا تو سعد کا خط عمر خطاب کے حوالہ کیا آپ نے عمر بن معدی کرب کی تعریف کو پڑھ کر پوچھا۔ سعد کا کیا رنگ ہے اور وہ دوسرے لوگوں کس طرح پیش آتا ہے اس نے کہا وہ لشکریوں کا باپ ہے۔ اور معاش کے کام کو عمدہ طور پر انجام دے رہا ہے۔ مشکل میں ذرا نہیں گھبراتا وہ ایسا ہے جیسا ایک عرب اپنے لباس میں یا شیر اپنے جنگل میں اور بلی جو ان اپنی ریاست میں وہ لوٹ کے مال کو مساوی حصوں میں تقسیم کرتا ہے منصفانہ حکم جاری کرتا ہے اور لشکر سے باقاعدہ کام لیتا ہے آپ نے فرمایا وہ تیری تعریف لکھتا ہے اور تو اس کی توصیف بیان کرتا ہے۔

اس کے بعد عمر بن خطاب نے سعد بن وقاص کو خط کا جواب لکھا کہ کچھ عرصہ مدائن میں ٹھہرا رہے اور کسی دوسرے مقام کی طرف حرکت نہ کرنا اور جس لشکر کو ابو عبیدہ نے مدد کی غرض سے بھیجا تھا اسے واپس کر دے کیونکہ رومی فوجوں نے اپنے مقام سے کوچ کر کے حمص میں قیام کیا ہے اور جمیعت فراہم کی ہے جب تک تجھ کو شام کی طرف سے کوئی اطلاع نہ

ملے مدائن ہی میں مقیم رہو۔ سعد نے خلیفہ کے حسب الحکم مدائن میں قیام کر دیا اور جو فوج شام سے آئی تھی اسے واپس بھیج دیا۔

۱۱۴

فتح شام اور تسخیر حمص

جب عمر بن الخطاب کے حکم سے عربی فوج نے عجمیوں کی جنگ سے ہاتھ روک لیا اور رومیوں کے ساتھ نبرد آزمائی کی نوبت آئی۔ ابو عبیدہ بن الجراح متروک تھا کہ بیت المقدس کی طرف بڑھے یا ہرقل پر حملہ آور ہو اس نے عمر کو خط لکھا کہ ان چند مہینوں کے عرصے میں اجازت جنگ نہ ہونے کے سبب اہالیان لشکر عیش و آرام میں پڑ گئے ہیں اور بعض شراب نوشی کی طرف راغب ہو کر اسے اچھا سمجھتے ہیں ایسے لوگوں کی نسبت کیا حکم ہے۔ عمر بن خطاب اس خط کو پڑھ کر متشکر ہو گئے کہ کیا جواب دیں حضرت علی علیہ السلام سے دریافت کیا مسلمان اپنے آپ کو شراب سے نہیں روکتے اور حد شرعی کو خاطر میں نہیں لاتے اسے خفیہ امر تصور کرتے ہیں حضرت نے فرمایا ان السکون اذا سکو هذی و انا هذی التری و انا التری و زلہ ثمانون یعنی اب شراب نوشی کی سزا اسی درے مقرر ہو گئی تو عمر خطاب نے ابو عبیدہ کے جواب میں لکھا کہ سب کو جمع کر کے یہ احکام سنا دے کہ شاید شراب خوری ترک کر دیں اور آئندہ کے لیے توبہ اور عہد کر لیں۔

جب یہ خط پہنچا تو ابو عبیدہ نے تمام مجمع کے روہد پڑھ کر سنایا اور کہا سفر کی تیاری کر لو۔ میں یہاں سے حلب جاؤں گا۔ اور اس کے فتح کرنے کے بعد انطاکیہ کا عزم ہے کہ ہرقل سے معرکہ آرا ہوں سب نے کہا ہم آپ کے حکم کی تعمیل کے لیے حاضر ہیں۔ اسی وقت ابو عبیدہ نے عامر بن صفوان بن عامر الاسلمی کو اپنا نائب قرار دے کر دمشق میں چھوڑا اور پانچ سو سواروں کا دستہ اس کے حوالے کیا۔ خود دمشق سے باہر نکل کر خیمے لگائے اور پھر بقیع اور بلدہ کی طرف کوچ کیا وہاں پہنچ کر فوج کو قلعہ کے گرد ڈال دیا اور حکم دیا کہ محاصرہ میں سختی کریں کوئی بھی شے تھوڑی یا بہت حصص کے حصار کے اندر نہ جانے دیں۔ حصار کے لوگ تنگ حال ہو گئے کھانا تک نہ رہا جب زیادہ سختی گزرنے لگی باہر نکلے اور لڑائی شروع کر دی۔

خالد بن ولید نے شرقی دروازہ کی طرف سے ابو عبیدہ نے غربی دروازہ کی سمت سے حملہ کیا۔ اور مخالفین کی بہت سے جمعیت قتل کر ڈالی اہل حمص یہ حال دیکھ کر حصار کے اندر چلے گئے اور دروازہ بند کر کے پناہ گیز ہو گئے۔ ان کے دلوں میں اس قدر بیت ساگنی تھی کہ وہ رات بہ مشکل تمام بسر کی۔ علی الصبح ابو عبیدہ کے پاس قاصد بھیجا کہ مصالحت کر لیں۔ ابو عبیدہ نے کہا کہ ستر ہزار دینار نقد حوالے کرے اور ہر سال فی کس چار دینار جزیہ دینا قبول کریں اور جس وقت مسلمانوں کا عامل ان کے پاس پہنچا کرے تو اس کو تعظیم اور تکریم کے ساتھ ایک رات سمان لڑکھا کریں اور مسلمان بھی ان کے ساتھ رعایت کریں گے۔ طرفین سے ان امور پر رضامندی ہو گئی اور ایک عہد نامہ لکھا گیا جس پر نمائندہ لوگوں کے دستخط بھی ہو گئے اس کے بعد حصار کے دروازے کھل گئے اور مسلمانوں اندر داخل ہو گئے اور باہم امن و اطمینان سے رہنے لگے ابو عبیدہ نے حمص کے حصار میں قیام کیا اور فوجوں کو لوٹ مار کرنے کی غرض سے ہر سمت بھیجا دیا۔ پھر امیر المومنین کی خدمت میں اس مضمون کا خط لکھا کہ سلام و نیاز اور مراسم کے بعد معلوم ہو کہ حمص جو شام کے شہروں میں سے ایک شہر ہے اور جس کا خراج اور دیگر فوائد بے شمار ہیں اہل اسلام نے فتح کر لیا ہے اور کیفیت یہ ہے کہ ہم نے حمص کے قریب پہنچ کر اول اس کا محاصرہ کر لیا، آخر کار اس مستحکم قلعہ کی جمعیت نے باہر نکل کر جنگ کی بڑی سخت لڑائی ہوئی ہم نے

جماعت کیش کو قتل کر دیا باقی بھاگ کر قلعہ میں پناہ گیر ہوئے اور دروازے بند کر لیے دوسرے دن انہوں نے صلح کا پیغام بھیجا میں نے شرائط مفصلہ ذیل پر صلح منظور کر لی کہ ستر ہزار دینار نقد حوالہ کریں اور ہر شخص چار دینار سالانہ جزیہ دیا کرے اس عہد نامہ پر اکابر ان قوم کے دستخط ہو کر صلح پختہ ہو گئی ہے۔ اب زر مصالحت کا پانچواں حصہ بھیجا جا رہا ہے اور جو کچھ کہ میں نے امیر المومنین کی خدمت میں عرض کیا ہے اس کا خیال رہے۔ فضل باری تعالیٰ سے امید ہے کہ لشکر اسلام کو اب روز بروز فتح حاصل ہوتی جائے گی۔ اور مومن ہی فتح یاب ہوں گے۔ فقط والسلام۔

جب یہ خط امیر المومنین کی خدمت میں پہنچا تو بہت بڑی خوشی منائی گئی اس فتح یابی اور مالِ غنیمت کے لیے شکر الہی بجا لائے تمام مسلمان شاد شاد ہو گئے اور خدا کا شکر کرتے تھے۔ امیر المومنین نے ابو عبیدہ کے خط کا جواب لکھا کہ حمد و ثناء اور درود محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ابو عبیدہ کو واضح ہو کہ خط پہنچا اور مسلمانوں کی فتح مندی پر شکر الہی ادا کیا گیا۔ اور تمام احوال مندرجہ سے کہ ہر سمت کو اس غرض سے فوج بھیج جا رہی ہے کہ کافروں کا مال و متاع لوٹ لائیں اور ان کے زن و فرزند کو گرفتار کر لائیں تاکہ وہ اسلام کو قبول کریں یا جزیہ دینا اختیار کریں، آگاہی حاصل ہوئی۔ میرے رائے میں یہ امر مناسب ہو گا کہ ابھی فوجوں کو اپنے پاس سے علیحدہ نہ ہونے دے۔ اور محض میں قیام رکھے۔ زیادہ سلام۔

اس خط کے پہنچنے ہی ابو عبیدہ نے خلیفہ کے فرمان کی تعمیل کی۔ جن امیروں اور سرداروں کو ادھر ادھر بھیج رکھا تھا اپنے پاس واپس بلا لیا۔ اور شہر محض میں قیام کیا۔

اسلامی افواج کے مقابلہ کے لیے رومی لشکر کا اجتماع

جب مسلمانوں نے شہر محض کو فتح کر لیا تو وہاں کے شکست خوردہ بطریق بھاگ کر روم کے بادشاہ ہرقل کے پاس آئے۔ ہرقل اس وقت انطاکیہ میں تھا اپنے قبضے سے شہر محض کے نکل جانے کا حال سن کر نہایت غمگین ہوا۔ اور کہا مجھ سے ان عربوں کا حال بیان کرو کیا وہ تم جیسے نہیں ہیں یا تمہاری تعداد ان سے زیادہ نہیں ہے۔ جواب دیا ہاں یہ سب سچ ہے کہ وہ ہم جیسے آدمی ہیں اور شمار میں بھی ہم ان سے زیادہ ہیں۔ ہرقل نے کہا پھر تم ان کے سامنے سے کیوں بھاگ نکلتے ہو۔ ایک بوڑھے عقل مند نے جواب دیا کہ اے بادشاہ میری سمجھ میں ایک بات آتی ہے اگر حکم دے تو عرض کروں۔ ہرقل نے کہا بیان کر بڑھے نے کہا اہل عرب نیکو کار آدمی ہیں اور ہم ان کے برخلاف بدکار اور اصلاح کے محتاج ہیں۔ ہم فساد ہی ہیں وہ پاکباز اور ہم فاجر جب ہم ان پر حملہ کرتے ہیں تو وہ قدم جمائے رہتے ہیں اور جس وقت وہ ہم پر حملہ کرتے ہیں تو ہمارے پاؤں اکھڑ جاتے ہیں۔ ہرقل نے کہا مجھے اس بات سے بڑی حیرت ہے کہ جب ان سے تم بہت زیادہ بھی ہو اور اسلحہ وغیرہ میں بھی بڑھے ہوئے ہو پھر کیوں نہیں جتتے بوڑھے نے جواب دیا کہ ان لوگوں کے عمل ہمارے اعمال سے زیادہ فضیلت رکھتے ہیں وہ دن میں روزہ رکھتے ہیں اور رات میں نمازیں پڑھتے ہیں اقرار کے پورا کرنے والے ہیں حکم الہی پر چلنا اور ممنوعات سے بچنا ان کے افعال و اعمال کا خاص حصہ ہے۔ ہم عوام پر جبر کرتے قول کے پابند نہیں۔ شراب کے عادی۔ گناہ ہمارا وطیرہ ہے اور خدا کو ناراض کرتے ہیں۔ ہرقل نے کہا جو کچھ کہ تو نے کہا بالکل سچ ہے۔ اور بہت کم آدمی ہیں جو تیری جیسی سچ بات کہہ گزرتے ہیں۔ اب میری یہ رائے ہے کہ خاص و عام سمیت اس شہر سے نکل جاؤں اور کسی دوسرے شہر میں سکونت اختیار کروں کیونکہ مجھے تم لوگوں کے ساتھ رہنے میں اپنی خیر نظر نہیں آتی۔ تم خراب کام اور بری حرکتیں کرتے ہو۔ بوڑھے نے کہا اے بادشاہ شام جیسے علاقہ کو جو دنیا کی بہشت اور جہان کا خلاصہ ہے ایسی حالت میں کہ

پے در پے کئی فتوحات عطا کی ہیں لوٹ میں بہت سامان و متاع ہاتھ آیا ہے یہ بات مناسب نہ تھی کہ بغیر جنگ کئے دشمن کے سامنے سے پیچھے ہٹ آئے کیونکہ اس بات کا بڑا اندیشہ ہے کہ دشمن ہمارے دشمن میں چلے آئے کو ہماری کمزوری سمجھ کر زیادہ دلیر بن جائیں گے۔ دوستوں نے کہا اے امیر المومنین دیکھنے والے ہی خوب جانتے ہیں کہ دور بیٹھنے والے ایسے واقف نہیں ہو سکتے۔ اس دفعہ ہرقل نے اس قدر جمعیت بہم پہنچائی کہ پہلے کبھی نہ دیکھی تھی۔ اور نہ کسی اور بادشاہ کو نصیب ہوئی ہے۔ اس وقت بھی مناسب ہے کہ امیر المومنین ایک زبردست فوج بھیج کر ان کو مدد دے۔ امید ہے کہ اس دفعہ بھی اگر فتح نصیب ہوئی تو تمام ملک روم مسلمانوں کے ہاتھ آ جائے گا اور کافر ایسے نیست و نابود ہو جائیں جیسے عاد و ثمود ہلاک ہوئے تھے امیر المومنین نے کہا اے دوستو خوش ہو جاؤ اللہ جل شانہ اپنے بندوں کا مددگار ہے وہی انشاء اللہ اس کام کو انجام دے گا جس سے تمام مسلمان بشارت ہو جائیں گے۔ پھر ابو عبیدہ کی مدد کے لیے عامر بن خدیم کی ہمراہی میں تین ہزار نامور بہادر مجاہدین اور انصار دے کر کہا کہ اسی وقت شہر سے نکل جاؤ۔ عامر نے قبول کیا اور فی الفور شہر سے باہر نکلے گا۔ اور اس کے بعد امیر المومنین نے عبیدہ کے خط کا جواب لکھا کہ دعا و سلام کے بعد ابو عبیدہ کو واضح ہو کہ تمہارا خط پہنچا۔ مضمون معلوم ہوا کہ محض جیسے پر نعمت شہر کو جسے اللہ تعالیٰ نے تم کو بخشا تھا چھوڑ کر دمشق میں چلے آنا میرے رنج و فسوں کا باعث ہوا ہے۔ اور مجھ کو یہ کام بہت ناگوار گزرا ہے۔ لیکن میں یقینی طور پر سمجھتا ہوں کہ تجربہ کار اور سمجھ دار اشخاص نے اذروئے صلاح و مشورہ اسی کام کو مناسب اور مفید سمجھا ہو گا اور جس مہم کو وہ فکرو تامل اور مشورہ سے انجام دیں گے ضرور اس میں کامیاب ہوں گے اور اس کا نتیجہ ہر طرح نیک اور بہتر ہو گا اور جو مدد طلب کی تھی اس کو میں منظور کرتا ہوں۔ عامر بن خدیم کو لشکر جرار کے ساتھ مدد کے لیے بھیجتا ہوں وہ اس خط سے پہلے تمہارے پاس پہنچ جائے گا۔ اس دفعہ دشمنوں کی کثرت اور رومی فوجوں کی زیادتی کی نسبت جو کچھ لکھا ہے اس کے لئے شکستہ خاطر نہ ہونا چاہیے کیونکہ فتح اور نصرت لشکروں کی زیادتی پر منحصر نہیں ہے اکثر ایسا ہوتا ہے کہ تھوڑی جمعیت نے بڑے لشکروں کو شکست دے کر پریشان کر رکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی عنایتوں پر بھروسہ رکھو وہی اچھا مالک اور سچا مددگار ہے۔

جب عمر کا یہ خط ابو عبیدہ کو ملا وہ دمشق میں تھا۔ پڑھتے ہی دل بڑھ گیا دمشق کی موجودہ فوجوں کا شمار کیا گیا سب ۳۰ ہزار آدمی تھے۔ اور عامر بن خدیم کے پہنچنے پر جس کو امیر المومنین نے مدد کے لیے بھیجا تھا۔ ۴۰ ہزار جوان ہو گئے۔ ابو عبیدہ نے عمر عاص کو بلایا اور چار ہزار سوار دے کر کہا کہ اردن روانہ ہو جاؤ اور وہاں پہنچ کر قیام کرو اور جہاں تک ہو سکے کفار کو اسلامی لشکر سے ڈراؤ۔ اسی اثناء میں ابو عبیدہ کو خبر ملی کہ ہرقل کا وزیر ہامان ایک لاکھ فوج لے کر محض میں داخل ہو گیا اور اہل شہر کو بہت ملامت کی اور سخت ست کیا کہ ایسے مضبوط شہر کو مسلمانوں کے حوالہ کیوں کر دیا تھا۔ انہوں نے جواب دیا کہ ہم سے شہر کی حفاظت ناممکن ہو گئی تھی اور نہ ہم عربوں سے جنگ کرنے کی طاقت رکھتے تھے تم بادشاہ اور امیر وزیر ہونے کے سبب اس ملامت کے زیادہ حقدار ہو کیونکہ ان کے مقابلہ کی تاب نہ لا کر بھاگ نکلے اور ہم کو چھوڑ گئے ہماری کچھ مدد نہ کی۔ حسب ضرورت ہم نے ان سے صلح کر لی۔ روپیہ دے کر اپنے اہل و عیال اور اسباب اور جانوں کو بچایا۔ پھر خبر آئی کہ ایک اور سردار ایک لاکھ جوان لے کر یرموک کے متصل خیبر زن ہوا ہے۔ ہامان اپنی جمعیت کے ساتھ نکل کر دوسرے سرداروں کے ساتھ آ ملا۔ سب کی فوجیں مل ملا کر چار لاکھ ہو گئیں۔ مسلمانوں کو اس خبر سے اضطراب پیدا ہوا۔ اور نتیجہ کو سوچتے لگے اور حیران تھے۔ ابو عبیدہ نے فوراً "امیر المومنین کے نام خط لکھا سب کیفیت درج کی اور ایک تیز رفتار قاصد کو دے کر شدید تاکید کر دی کہ انشاء راہ میں کسی ہستی میں نہ ٹھہرے اور بہت جلدی جائے خط کا مطلب یہ تھا کہ دعا اور خدمت گزاری کی رسوں کے بعد امیر المومنین آگاہ ہو کہ رومی فوجیں تمام خشکی اور تری، میدان اور پہاڑوں

میں پھیلی پڑی ہیں یہاں تک کہ رعبان اور ترسا قوم کے زاہد تک اور وہ سب لوگ جو ان کے دین پر ہیں اور ہتھیار چلا سکتے ہیں امنڈ آئے ہیں اور وہ عرب بھی جنہوں نے مذہب ترسا اختیار کر رکھا ہے۔ سب کے سب اس مقام پر جسے آپ یرموک کہتے ہیں میں جمع ہو گئے ہیں ان کا شمار چار لاکھ سورا اور پیدل ہے۔ اسلحہ اور شوکت بہت زیادہ ہے اگر ممکن ہو ہمارے لیے امداد روانہ کی جائے ورنہ قریب ہے کہ مسلمانوں کو سخت صدمہ پہنچے اور ایک آدمی بھی جانبر نہ ہو سکے۔ بہت ہی سخت مہم آ پڑی ہے اور اس قدر کثیر فوجیں ہم پر حملہ کیا جاتی ہیں، اللہ تعالیٰ اپنے فرشتوں سے ہمارے مدد کرے اور اپنے فضل و کرم سے ہماری امداد کو پہنچے۔ امیر المومنین ابو عبیدہ کا یہ خط پڑھتے ہی بہت متشکر ہوئے رنج کو ضبط نہ کر سکے اور با آواز بلند روئے اور اشخاص نے بھی رونے کا آپ کا برابر ساتھ دیا۔ اور کہنے لگے اے امیر المومنین ہمیں اپنے بھائیوں کی مدد کے لیے جانے دو کیونکہ اگر کفار نے ان پر قابو پالیا تو پھر ان کے بغیر ہماری زندگی ہیچ ہے اور ہمارے جینے کا نہ لطف ہے نہ آرام و راحت کی صورت۔ عمر اس امر کے بارے میں فکر مند تھے کہ کیا کیا جائے آخر کار رائے مبارک میں یہ بات قرار پائی کہ جہاد کا ارادہ کر کے اپنی ذات سے مسلمانوں کی امداد کریں۔ بزرگوں کی ایک جماعت نے مشورہ کیا کہ ایک فوج مرتب کر کے مدد کے لیے بھیجی جائے۔ مگر باوجود کہ کفار کا لشکر قریب تھا اور صرف تین دن کا راستہ درمیان میں تھا کما افسوس افسوس کس طرح ان تک مدد پہنچائی جائے۔

پھر ابو عبیدہ کے خط کا جواب لکھا اور وہ یہ ہے بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ سلام اور درود کے بعد ابو عبیدہ کو یہ معلوم ہو کہ تیرا خط وصول ہو کر حال معلوم ہوا اور لشکر کفار کا سلطنت روم کے ہر گوشے سے جمع ہونا یہاں تک کہ قیسوں اور جتی لوگوں اور شہریوں کا ہجوم کرنا معرض اطلاع میں آیا۔ اللہ تعالیٰ کو قیسوں اور جتی لوگوں کا حال معلوم تھا اس لیے ہمارے پیغمبر کو ہمارے پاس بھیجا اور اس کو فوج و نصرت سے ممتاز فرمایا۔ کفار کے دل میں آپ کا رعب پیدا کیا اسی امر میں یہ وحی نازل ہوئی۔ **هُوَ الَّذِیْ اَوْسَلْ رَسُوْلًا بِالْهُدٰی وَ دِیْنِ الْحَقِّ لِنُظٰہِرِہٖ عَلٰی الدِّیْنِ کَلِہٖ و لَوْ کَرٰہَ الْمُشْرِکُوْنَ** یعنی اللہ تعالیٰ وعدہ سے تجاوز نہیں کرتا۔ اے ابو عبیدہ خوب یاد رکھ کہ کوئی تکلیف اور مصیبت ایسی نہیں کہ جس کے بعد خوشی اور راحت نصیب نہیں ہوتی۔ دشمنوں کی کثرت سے نہیں ڈرنا چاہیے خدا ان سے بیزار ہے۔ اور خدا جس سے بے زار ہوتا ہے اس کا پھر کوئی مددگار نہیں بنتا اور جس کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے مدد نہ ملے وہ برباد ہونے والا ہے اور برباد ہونے والوں سے کیا ڈرنا۔ مسلمانوں کی کمی اور کفار کی زیادتی سے نہ گھبرا جس کا اللہ تمکبان ہو اسے کسی کا کیا غم جس جگہ تم نے قیام کیا ہے اسی جگہ ٹھہرے رہو۔ اس خط کے پیچھے ہی پیچھے مکہ کو فوج بھیجی جاتی ہے جو قبل از جنگ تمہارے پاس پہنچ جائے گی خط لپیٹ کر ابو عبیدہ کے پاس روانہ کر دیا۔ اور آپ نے منبر پر چڑھ کر عوام سے ابو عبیدہ کی مدد کے لیے کہا۔ اس اپیل پر تین ہزار جوان مستعد ہو گئے۔ **صُوْرَةُ بِنِ الصّٰمِتِ الْاَنْصَارِیِّ** کو ان کا سردار مقرر کر کے شام کی روانگی کا حکم دیا۔ سویدیت رات دن تیزی سے سفر کرتا ہوا اس سے پہلے کہ خلیفہ کا خط ابو عبیدہ کے پاس پہنچے اسلامی فوجوں سے جا ملا۔ تمام اہل اسلام اس کے آنے سے بہت خوش ہو گئے اب کل ۷۰ ہزار عرب تھے۔ ہر قس کے وزیر ہامان کو اسلامی کمک کے آنے کی خبر پہنچی تو ایک قاصد بھیج کر درخواست کی کہ کسی عقل مند اور معجز شخص کو ہمارے پاس بھیجو جس سے لڑائی اور صلح کے بارے میں کچھ گفتگو کی جائے۔ اور اس امر میں جو کچھ کہنا ہو کہا جائے۔ ابو عبیدہ نے خالد سے کہا اس کام کے لیے نیک بختی کے ساتھ تجھے جانا چاہیے۔ دیکھ ان کا کیا خیال ہے اور جواب میں جو کچھ مناسب ہو بجالاؤ۔ اور واپس آ کر صورت حال سے مجھے مطلع کر۔ خالد نے کہا نماز کا وقت ہے پھر قاصد سے کہا ٹھہر میں نماز پڑھ لوں پھر چلوں گا۔ قاصد مسلمانوں کے پاس بیٹھ گیا اور ان کی جانب دیکھتا رہا اور یہ معلوم کر کے کہ وہ کیسے اچھے طریقے سے نماز پڑھتے ہیں خدا سے دعا مانگتے ہیں اور

اس کی درگاہ میں گریہ و زاری کے ساتھ توبہ کرتے اور مغفرت چاہتے ہیں بہت متعجب ہوا اور اس کا دل اسلام کی طرف مائل ہوا۔ ابو عبیدہ سے کہا میں چاہتا ہوں کہ مجھے مسلمان بنا لو میں تمہارے پیغمبر کا دین قبول کرتا ہوں۔ مجھے بتاؤ کیا تم سب ایک ہی ساتھ مسلمان ہوئے ہو؟ ابو عبیدہ نے کہا ہم میں سے کچھ نے اس وقت دین اسلام اختیار کیا جس وقت کہ ہمارے پیغمبر حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خدا کی طرف بلا تے تھے اور بہت سے حضرت پیغمبر کی وفات کے بعد ایمان لائے ہیں۔ رومی نے پوچھا کیا تمہارے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ بھی فرمایا ہے کہ میرے بعد کوئی اور پیغمبر پیدا ہو گا۔ جواب میں کہا کہ نہیں بلکہ فرمایا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کو میرے آنے کی خوشخبری دی ہے۔ رومی نے کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ حضرت عیسیٰ نے انجیل میں اس بات کی بشارت دی ہے کہ میرے بعد ایک پیغمبر پیدا ہو گا جو لال بالوں والے اونٹ پر سوار ہوا کرے گا۔ اور مجھے یقین ہے کہ وہ تمہارا پیغمبر ہی ہے لیکن مجھے بتاؤ کہ تم عیسیٰ بن مریم کے حق میں کیا کہتے ہو ابو عبیدہ نے کہا ہم وہی کہتے ہیں جو خدا تعالیٰ نے فرمایا۔ ان مثل عمسی عند اللہ کمثل اذم خلقہ من توابع ثم قال لہ کن فیکون اور ہمارے پیغمبر نے ہم کو بزرگیہ وہی اطلاع دی ہے قل یا اہل الکتاب لا تغلوا فی دینکم ولا تتولوا علی اللہ الا الحق اور نیز ہستفکر المسیح ان یکون عند اللہ و الملکتہ المقربون تک بڑھ کر سنایا۔ رومی نے کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ تمہارا پیغمبر سچا ہے اور تمہاری قوم بھی سچی ہے اور سچے راستے پر ہے۔ اگر میں مسلمان ہو جاؤں اور تمہارے ساتھ ہو کر جہاد کروں تو کیا تم مجھے بہشت دلوانے کے ضامن ہو سکتے ہو۔ ابو عبیدہ نے پوچھا تو بہشت کو جانتا ہے کہا کیوں نہیں حضرت عیسیٰ نے اس کی تعریف کی ہے اور انجیل میں اس کا حال درج ہے ابو عبیدہ نے کہا اگر تو کلمہ شہادت پڑھ کر نماز روزہ ادا کرے گا اور جہاد میں شریک ہو کر مرجائے گا اور واپس نہ جائے گا تو کل جب ہمارا قاصد ان کے پاس پہنچے گا وہ بھی تیرے عوض سے روک لیں گے۔ اور واپس نہ آنے دیں گے۔ مناسب ہے کہ تو خیریت سے چلا جا اور اس وقت تک اپنے اسلام کو پوشیدہ رکھ کہ ہمارا قاصد جا کر حالات سن لے اور ہم کو معلوم ہو جائے کہ وہ کیا چاہتے ہیں۔ اور کیا بات قرار پاتی ہے جب ہمارا قاصد واپس آ جائے گا تو پھر ہم کو تجھ سے زیادہ اور کوئی عزیز اور پیارا نہیں ہو گا۔ رومی نے کہا تم بالکل ٹھیک کہتے ہو اور یہی تدبیر اچھی ہے۔ چلا گیا اور ہامان کے پاس پہنچ کر کہا میں نے تیرا پیغام پہنچا دیا ہے انہوں نے کہا ہے کہ کل خالد بن ولید کو تمہارے پاس روانہ کریں گے وہ تمہاری باتیں سنے گا اور ہمارے کہہ سنائے گا۔

رومیوں کے لشکر گاہ میں خالد بن ولید کا پہنچنا اور ہامان سے گفتگو

خالد بن ولید نے رومیوں کے لشکر گاہ میں جانے کا مصمم ارادہ کر لیا۔ اور حکم دیا کہ اس کا لال خیمہ جو تین سو درم کا خریدا گیا تھا باہر نکالیں اور رومیوں کے لشکر گاہ کے قریب نصب کریں۔ پھر خالد اور میسرہ بن مسروق عیسیٰ ہمراہ نکل کر اس خیمے میں آ بیٹھے۔ اور دروازہ پر غلاموں کا پہرہ کھڑا ہو گیا ہامان کے حکم سے اس کے گرد بھی دس مسلح جوان صف باندھے کھڑے ہو گئے۔ ہر ایک کے بدن پر زرہ سر پر خود ہاتھوں میں دستانے اور تلواریں لٹکا رکھی تھیں، آنکھ کے سوا اور کوئی عضو نظر نہیں آتا تھا۔ ہامان زریں کرسی پر متمکن سر پر سنہری تاج جو اہر نگار رکھا۔ فرش بھی بہت بیش قیمت بچھایا۔ اور دیبا کے ٹکے لگائے دائیں بائیں جانب رومی غلام سنہری اور رو پہلی عصا ہاتھوں میں لے کر کھڑے ہو گئے اس وقت آدمی بھیج کر خالد کو طلب کیا۔ خالد اپنے خیمے سے نکلا اس کی شمشیر زمین پر خط کھینچتی جا رہی تھی۔ اور بائیں جانب میسرہ بن مسروق تھا۔ خالد دراز قد اور بڑے رعب داب کا خویو اور تکلیل جوان تھا ہر شخص اس کی طرف نظر بھر کر دیکھنے سے ڈرتا تھا۔

ہامان اسے آتا دیکھ کر کھڑا ہو گیا۔ اور بڑے اعزاز و اکرام سے اپنے قریب بٹھایا اور اس کے پہلو میں میسرہ بن مسروق کو جگہ دی۔ ہامان نے خالد سے پوچھا تمہارے ساتھ یہ کون شخص آیا ہے خالد نے جواب دیا میرا ایک بھائی ہے اپنے معاملات میں مشورہ کے لیے ساتھ لایا ہوں۔ ہامان عربی زبان خوب جانتا تھا۔ اور اس زبان کی لغت سے بھی واقف تھا۔ بولا اے خالد میں نے تم کو تمام اہل عرب میں سے اس لیے طلب کیا ہے کہ تم عالی نسب اور بڑے خاندان سے ہو اور میں نے سنا ہے کہ نہایت عقل مند اور صائب الرائے ہو۔ عقلمند آدمی کے ساتھ ہر ایک معاملہ بہ سہولت طے ہو جاتا ہے وہ قابل اعتماد ہوتا ہے اور اس کی ذات سے نفع بخش باتیں معلوم ہو سکتی ہیں۔ خالد نے کہا ہمارے پیغمبر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ نے فرمایا ہے۔ ان حب الرجل ذینہ و من لا ذینہ لہ فلا حسب یعنی مرو کا حسب دین ہے اور جو بے دین ہے اس کا کچھ حسب نہیں۔ میری کاملیت عقل کی نسبت جو کچھ تم نے سنا ہے اور بیان کیا ہے شکر خدا کہ ایسا ہی ہے۔ عقل کی عطا خدا کی طرف سے ہے اپنے بندوں پر بے انتہا احسان ہے ہمارے پیغمبر محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کہ فرمایا اللہ اپنی تخلیق کردہ چیزوں سے عقل کو سب سے زیادہ دوست رکھتا ہے۔ بندہ عقل ہی کے ذریعے سے اپنے خالق کی عبادت کرتا ہے اور اسی کے وسیلے سے بہشت پاتا ہے جس میں عقل نہ ہو گی وہ بے وفا ہو گا۔ ہامان نے کہا میرے خیال میں تم نہایت ہی عقل مند آدمی ہو۔ کیونکہ وہ شخص اس قسم کا کلام کر سکتا ہے جس میں اعلیٰ درجے کی عقل ہوتی ہے اور ایسی کامل عقل کے باوجود ہمیں دوسرا شخص ہمراہ لانے کی کیا احتیاج تھی۔ خالد نے جواب دیا کوئی تعجب کی بات نہیں ہے۔ ہمارے لشکر میں ہزاروں آدمی اس سے مشورہ لینے کے محتاج ہیں۔ کیونکہ یہ شخص بڑا عالم و فاضل اور عقل مند ہے۔ ہامان نے کہا میں اسے ایسا نہیں سمجھتا تھا۔ خالد نے کہا نہیں یہ ایسا ہی ہے۔ ہامان نے کہا سب سے پہلی بات یہ ہے کہ کسی طرح ہم میں اور تم میں دوستی ہو جائے۔ محبت کی بنیاد قائم ہو کر مضبوط سے مضبوط تر ہو جائے۔ خالد نے کہہ کر کس طریق اور کس بنا پر یگانگت اور اتحاد قائم ہو سکتا ہے جب کہ ہم دونوں ایک دوسرے کے قتل پر کمر بستہ ہیں۔ ہامان نے کہا ہے تو ایسا ہی اور میں نہیں سمجھ سکتا کہ ہم میں اور تم میں کس طرح صلح صفائی ہو سکتی ہے۔ خالد نے کہا اگر منظور الہی ہے تو کوئی بات نہیں۔ ہامان نے کہا میں تم سے بے تکلفانہ باتیں کرنی چاہتا ہوں۔ اور عظمت و حشمت کو درمیان سے اٹھائے دیتا ہوں۔ بھائیوں کی طرح باہم گفتگو ہونا چاہیے اور گستاخی و مزاح کے دروازے منفتح رہنے چاہیں۔ مجھے یہ لال خیمہ جو تمہارے لیے نصب کیا گیا ہے بہت پسند آیا ہے۔ تمہارے لشکر میں اس سے زیادہ خوشنما چیز اور کوئی نہیں ہے میں چاہتا ہوں کہ اسے مجھے دے دو اور معاوضہ میں جو بھی شے تمہیں پسند ہو لے لو۔ خالد نے کہا میں نے وہ خیمہ تم کو دے دیا اور اس کے عوض مجھے کوئی شے درکار نہیں ہے۔ پھر حکم دیا کہ اس خیمے کو اکھاڑ کر ہامان کے حوالے کر دیں۔ پھر ہامان نے کہا اب ہمیں طرفین کے معاملات کی نسبت گفتگو کرنی چاہیے۔ پہلے میں شروع کروں یا تم بیان کرو گے۔ خالد نے کہا مجھے خوب طرح معلوم ہے کہ تم ہمارے مقصد سے اچھی طرح واقف ہو کیونکہ ہمارا مقصد عیاں ہے اور اب کسی بھی شخص سے پوشیدہ نہیں رہا ہے۔ تمہارے بادشاہ ہرقل کو ہمارے لڑائیوں کی حقیقت جو غیر قوموں کے ساتھ ہے اچھی طرح معلوم ہے زیادہ وضاحت کی ضرورت نہیں اور مقامات اجنادیں، مرچ، صفر، دمشق، فلسطین، مغل، حمص اور حلبک وغیرہ میں ہمارے اور تمہارے لشکروں کے ساتھ جو واقعات گزرے ہیں ظاہر ہیں۔ ہمارا مقصد ہر دفعہ پیش ہو چکا ہے اور تمہارے کانوں تک پہنچ چکا ہے۔ اگر اس کے سوا تمہیں کچھ مزید کہنا ہے تو بیان کرو۔ ہامان نے کہا اس خدائے جلیل کے لیے حمد و ثناء واجب ہے جس نے ہمارے پیغمبر کو سب پیغمبروں سے افضل اور ہمارے بادشاہ کو سب بادشاہوں سے برتر اور ہماری قوم کو اور قوموں سے بہتر بنایا ہے۔ خالد نے ہامان کی اس بات کو درمیان سے قطع کر کے کہنا شروع کیا اس بزرگ و برتر خدا کا

شکریہ واجب ہے کہ جس نے ہم کو اپنے اور تمہارے پیغمبر پر ایمان لانے اور اپنی اور تمہاری کتاب کو برحق ماننے کی توفیق کرامت کی۔ اور شکرگزاری ہے اس خدائے جلیل کی جس نے ہم کو ہدایت کی سعادت عطا کی کہ ہم خلقت کو نیکی کا حکم دیں اور بدی سے روکیں اور گناہوں کی مغفرت مانگیں۔ ہم ایک خدا کی عبادت کرتے ہیں اور کسی کو اس کا شریک نہیں کرتے۔ خالد کی ان باتوں کو سن کر ہامان کا رنگ متغیر ہو گیا اور آثار حزن و ملال اس کے چہرے سے ہویا ہونے لگے۔ پھر بولا کہ اس خدا کا شکر ادا کرتا ہوں کہ جس نے ہم کو سب سے عمدہ نعمتیں عطا کی ہیں اور ہمیں افلاس سے بچا رکھا ہے اور دشمنوں پر فتح یاب کیا ہے اور ہم کو ظالموں سے علیحدہ کر کے ہمارے اہل و عیال کو اپنی پناہ میں لے رکھا ہے۔ اور توفیق شکر یہ عطا کی ہے۔ اے امیر آگاہ ہو کہ اب سے پہلے تم میں اور میں ہمسائیگی کے حقوق مرعی تھے اور تم ہمارے اچھے ہمسایہ تھے اور ہم بھی تمہارے حقوق کا خیال رکھتے تھے۔ تم پر مہربانی کرتے تھے اور تمہارے ساتھ جملہ عمد و بیان پورے کرتے تھے تم جہاں چاہتے ہمارے ملکوں میں قیام کرتے تھے اور فارغ البالی سے زندگی بسر کرتے تھے۔ ہم سمجھتے تھے کہ تم بھی ہمارے ان احسانوں کو نہ بھولے گے لیکن میں دیکھتا ہوں کہ تم نے ہمارے تمام احسانوں کو فراموش کر دیا ہے ہماری نعمتوں کے حقوق بلائے طاق رکھ دیئے ہیں اور چڑھائی کر کے آئے ہو اور جنگ و جدل کر کے ہمیں اپنے قدیم وطنوں سے اور پیارے شہروں سے نکال باہر کیا۔ اب پھر آئے ہو اور چاہتے ہو کہ ہمیں سب و بنیاد ہی سے ہمیں برباد کر دو اور ہمارے مقامات اپنے تصرف میں لے آؤ۔ تم اس امر سے غافل ہو کہ تم سے پیشتر ایسی بہت سے قومیں گزری ہیں جن کی عظمت و شوکت تم سے بہت زیادہ تھی۔ مگر ان کو یہ دن دیکھنا نصیب نہ ہوا۔ بلکہ بد نصیب اور اسیر و قتل ہو کر پسا ہوئیں۔ غالباً تم نے سنا ہی ہو گا کہ اہل ایران نے ہماری سلطنت پر حملہ کیا تھا مگر پھر انہیں کس حال میں واپس بھاگنا پڑا۔ ہماری نگاہوں میں مشرق سے لے کر مغرب تم سے زیادہ حقیر و ذلیل اور کمزور قوم دوسری نہیں تھی۔ کیونکہ تم اونٹوں اور بھیڑوں کے چرواہے تھے۔ بالوں کے کپڑے پہنتے تھے۔ مزیدار کھانے کھا کھا کر اور ریشمی لباس پہن کر لالچی بن گئے کہ ہم سے ہمارا ملک چھین لو اور تمہیں تمہارے خیالات فاسدہ نے آمادہ کر دیا کہ سلطنت روم پر قبضہ کر لو اور ہمیں پریشان کر دو۔ لیکن تمہارا یہ خیال بالکل محال ہے اور یہ آرزو بر آنے والی نہیں ہے اگر کسی قرار داد پر صلح کر دو اور مال طلب کر دو تو کچھ مضائقہ نہیں ہے بلکہ میں طلب سے زیادہ حوالہ کروں گا کہ تم خوش خوش اپنے وطن کو لوٹ جاؤ۔ تمہارے امیر عمر ابن الخطاب کو دس ہزار دینار ابو عبیدہ کو پانچ ہزار دینار تم کو بھی اسی قدر تمہارے لشکر کے مشہور سرداروں میں سے ایک سو آدمیوں کو ہزار دینار دوں گا۔ سپاہیوں اور لشکریوں کو فی کس ایک سو دینار اور پیدلوں کو فی جوان پچاس دینار حوالہ کروں گا۔ تم ایک عمد نامہ لکھ کر ہمارے حوالہ کر دو کہ یہ مال لے کر اپنی ولایت کو واپس چلے جائیں گے اور پھر کبھی چڑھائی نہ کریں گے۔ ہماری تم سے اسی قدر خواہش ہے اور بس۔ خالد نے کہا الحمد للہ ہامان نے کہا بہت اچھا کلمہ ہے۔ خالد نے کہا اشہد ان لا اله الا اللہ ہامان نے کہا بہت درست ہے۔ خالد نے کہا وحدہ لا شریک لہ اب ہامان خاموش رہا اور کچھ نہ بولا۔ خالد نے کہا اشہد ان محمد عبیدہ و رسولہ ہامان نے کہا میں نہیں جانتا کہ محمد خدا کے رسول ہیں۔ خالد نے کہا تم نے جو کچھ کہا ہے میں نے سب سنا ہے۔ اپنے ہمسایہ عربوں پر مہربانی کرنے اور انعام و اکرام دینے کی نسبت جو کچھ کہا سب سچ ہے تم نے اپنی سلطنت کی بہبودی کے لیے کیا ہو گا جس سے تمہارے ملک کو ترقی حاصل ہوئی ہے انعام و اکرام کے سبب بہت سے اہل عرب تمہارے ملک اور تمہارے مذہب میں داخل ہوئے اور اب تمہارے ساتھ ہو کر ہم سے جنگ کر رہے ہیں مثلاً جبہ بن الازہم الغسانی مع متعلقین جس کی جنگ ہمارے مقابلے پر تم لوگوں کی نسبت زیادہ سخت ہے۔ بھیڑوں اور اونٹوں کے چرانے کی نسبت جو کچھ کہا ہے یہ کام عقلمندوں کے نزدیک موجب شرم یا باعث ذلت نہیں۔ ہمارے نزدیک وہ

قوم جو اونٹ چراتی اور بکریاں پالتی ہے تمام گروہوں سے افضل اور بہتر ہے۔ بھیڑ بکریوں کے بالوں کے لباس ہمارے لیے باعث تنگ نہیں۔ اور تو نے جس عسرت اور محنت و مشقت میں بسر کرنے طعنہ دیا ہے ہاں اس سے زیادہ سختیوں میں برداشت کرتے تھے۔ ہماری عادتیں اور خصلتیں سب خراب تھیں جو اکھلتے تھے بٹوں کو پوجتے تھے قطع رحم کرتے تھے۔ اولاد کو افلاس کے خوف سے خود ہلاک کر دیتے تھے۔ پھر اور لکڑی کاٹ کر اور تراش کر بت بناتے تھے پھر اس کو سجدہ کرتے تھے اسی عالم گمراہی اور بے دینی میں اللہ تعالیٰ نے ہم پر عنایت کی۔ ایک مبارک پیغمبر ہماری ہدایت کے لیے بھیجا اور پاک کتاب نازل ہوئی تاکہ ہم راہ حق اختیار کریں۔ ہمیں ذات الہی کی معرفت بخشی کہ وہ قادر مطلق ہے اور دیکھتا ہے نہ اس کے کوئی بیٹا ہے اور نہ بیوی، کوئی اس کا شریک اور مثل نہیں ہے۔ وہ سب سے بے نیاز اور ہم نے اس کی ذات پاک کے سوا اور چیزوں کی عبادت سے نفرت ظاہر کی ہے اور اسی ایک خدا کی عبادت کی طرف ہم راغب ہو گئے جو زندہ ہے اور موت سے مستثنیٰ۔ اس نے حکم دیا ہے کہ جس شخص کا یہ اعتقاد اور مذہب کہ خدا بیوی اور بچہ رکھتا ہے اور دیا تین میں سے ایک ہے اس سے جنگ کریں یہاں تک کہ وہ کلمہ طیب لا الہ الا اللہ وحده لا شریک لہ و اشہد ان محمدنا عبیدہ و رسولہ کا قائل ہو جائے۔ اے ہمان اگر تم اس کلمہ کے قائل ہو جاؤ ایمان اختیار کرو اور شرک کو چھوڑ دو تو تمہارا مال اور خون ہم پر حرام ہے تم ہمارے دینی بھائی ہو گے۔ اور اگر اسی طریق سے کفر و شرک میں لوث رہنا چاہتے ہو اور ہمارے پیغمبر پر ایمان نہیں لاتے تو جزیہ دینا قبول کرو اور حالت صاغرون اختیار کرو گے اس کے معاوضہ میں ہم تمہارے محافظ ہوں گے۔ اور لڑائی بند کر دیں گے۔ اگر یہ بھی منظور نہیں تو جنگ کے لیے تیار ہو جاؤ تم سے جنگ کریں گے ہمیں یقین کامل ہے کہ ان جنگوں میں جو شخص ہم میں سے بارا جائے گا شہید ہو کر بہشت میں مقام کرے گا۔ اور جو تم میں سے ہلاک ہو گا دوزخ میں پڑے گا۔ اے ہمان اب ان باتوں میں سے جو پسند ہو اختیار کرو اور آگاہ رہو کہ یہ لوگ جو تم سے جنگ کرنے آئے ہیں وہ لوگ ہیں جو موت کو اس سے بھی زیادہ عزیز رکھتے ہیں جس قدر تم زندگی کو۔ جو کچھ مجھے کہنا چاہیے تھا کہ چکا ہوں اب تمہیں اختیار ہے۔ حتیٰ لحکموا اللہ بیننا و هو خیر الحاکمین و ان الارض للہ یورثھا من یشاء من عباده و العاقبتہ للمتقین یعنی یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ طرفین کا فیصلہ فرمائے گا اور وہی سب سے بہتر فیصلہ کرنے والا ہے۔ اور فی الحقیقت زمین اللہ تعالیٰ کی ہے۔ وہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے اس کا وارث بنا دیتا ہے اور پرہیزگاروں کے لیے نیک انجام ہے ہمان نے کہا اے خالد تمہارے پیغمبر کے دین کا قبول کرنا یہ ناممکن ہے رومی ہرگز اپنے باپ دادا کے دین کو چھوڑ کر تمہارا دین اختیار نہ کریں گے اور جزیہ دینا کس طرح مان لیں جب کہ تم حالت صاغرون کے مدعی ہو اور ہم اس ذلت و خواری کو گوارا نہیں کر سکتے۔ رہی جنگ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ طرفین میں فیصلہ فرمائے۔ اور وہی سب سے بہتر فیصلہ کرنے والا ہے بجان و دل منظور ہے۔ میں بھی یہ فوجیں اسی غرض کے لیے لایا ہوں کہ معرکہ آرا ہوں تا وقتیکہ ہم تم میں خدائے سبحانہ و تعالیٰ کے سوا اور کوئی فیصلہ نہ کرے اے خالد تمہارا یہ فیصلہ کہ ان الارض للہ یورثھا من یشاء من عباده و العاقبتہ للمتقین بالکل سچ ہے ملک خدا کا ہے پشتر اور قوموں کے قبضے میں تھا، ان سے ہم نے یہ جبر لیا اور ہم یقین کیے ہوئے ہیں کہ ہمیشہ ہمارے پاس نہیں رہے گا۔ کیونکہ کارخانہ دنیا کا یہی حال ہے۔ دنیا میں کبھی تنگی کا دور ہے اور کبھی بڑی کا اب یہ زمانہ ہے کہ ہم لڑائی کے لیے اٹھ کھڑے ہوئے ہیں۔ خالد یہ سنتے ہی اٹھ کھڑا ہوا اور میسرہ کے ساتھ باہر آ کر گھوڑے پر سوار ہوا۔ ابو عبیدہ کے پاس آیا تمام گفتگو کہہ سائی۔ ابو عبیدہ نے حکم دیا کہ تمام لشکر اسلام دشمنان دین سے جنگ کرنے کے مستعد ہو رہے۔ اب وقت قریب آپہنچا ہے خدا کے فضل پر بھروسہ رکھو اور اسی کی مہربانی اور کرم پر نظر رکھو۔ فنعم المولیٰ و نعم النصیر یعنی وہی سب سے اچھا آقا اور سب سے اچھا مددگار ہے

ہامان نے بھی خالد کے جاتے ہی بادشاہ ہرقل کو خط لکھا اور تمام گفت و شنید سے مطلع کیا کہ میں نے ابو عبیدہ جو امیر لشکر ہے اور خالد ولید اور دوسرے نامی سرداروں کو صلح کی طرف رغبت دلائی اور سب کو بے انتہا مال و دولت دینا کیا اور خوش آمد و وعدوں سے امیدیں بڑھائیں اور بیعت ناک وعدوں سے ڈرانے کی کوشش کی مگر وہ نہ مال کی طرف راغب ہوئے اور نہ ہی کسی بات کا اثر مانا۔ ہر چند میں نے ان کو بادشاہ کی طرف سے طرح طرح کے الطاف اور مہربانیوں اور انعامات وغیرہ کا امیدوار ٹھہرانا چاہا۔ مگر ایک بات پر بھی راضی نہ ہوئے صاف انکار کر گئے۔ ان کا مصمم ارادہ یہی ہے کہ ہم کو نیست و نابود کر دیں معرکہ آرائی کے سوا کسی اور شے کے طالب نہیں یہی چاہتے ہیں کہ لوٹ مار کریں اور ہماری عورتوں اور بچوں کو قیدی بنائیں اب ہم نے بھی مقابلے کی ٹھان لی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی مدد اور قوت سے ہم ان کو نکلنے کی کوشش کریں گے۔ خط لکھ کر بطریقوں تمامی امراء اور سرداران لشکر کی طرف مخاطب ہوا اور پوچھا کہ تم اہل عرب کا مقابلہ کرنے کو کیسا سمجھتے ہو اور کونسی تدبیر بہتر ہے۔ انہوں نے جواب دیا کہ جہاں تک ہو سکے گا ہم ان سے لڑیں گے اور امید کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے ہم کو ان پر فتح یاب کرے گا۔

دوسری بات یہ ہے کہ ہمارا لشکر ان سے کئی حصے زیادہ ہے۔ ہماری جمعیت چار لاکھ ہے اور وہ چالیس ہزار ہیں ہر روز ہم میں سے ایک لاکھ کا لشکر ان سے جنگ کرنے کے لیے جایا کرے اگر شکست بھی ہوئی تو تین لاکھ باقی رہیں گے جو ان کو روک سکتے ہیں۔ ہامان نے کہا اس سے بھی زیادہ اچھی اور کوئی تجویز ہوئی چاہئے۔ ایک بطریق بولا میں کہنا چاہتا ہوں اگر حکم ہو! وزیر نے کہا بیان کر اس نے کہا سب کے سب ایک ہی دفعہ صف آراء ہو کر مقابلہ کو نکلیں اور جب کوئی شخص ان میں سے جنگ کرنے کے لیے نکلے تو ہم میں سے دس آدمی مقابلے پر جائیں اور اسے ہلاک کریں یا باندھ لائیں وزیر نے کہا یہ رائے ٹھیک نہیں ہے۔ کیونکہ وہ اس بات کو گوارا نہ کریں گے۔ ہم دس نکلیں گے تو وہ بھی دس نکل آئیں گے۔ میری رائے یہ ہے کہ تمام فوج جس کی تعداد چار لاکھ ہے ایک ہی دفعہ ان پر جا پڑے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ ان میں اور ہم میں فیصلہ فرما دے۔ تمام بطریقوں اور سرداروں نے اس رائے کو پسند کیا کہ اس سے بہتر اور کوئی صورت نہیں ہے۔ ہامان نے ہرقل کو اپنے ارادہ اور صورت جنگ سے مطلع کیا کہ فلاں دن مبارک اور سعید ہے اسی دن جنگ کی جائے گی۔ مجھے امید ہے کہ ہم فتح پائیں گے اور بادشاہ کے اقبال کی مدد سے اہل عرب کو نکال دیں گے لیکن انہی دنوں میں نے ایک خواب دیکھا ہے کہ کسی نے میرے پاس آ کر کہا اے ہامان اس لشکر سے جنگ نہ کرنا اگر تو لڑے گا تو شکست کھائے گا۔ اور مارا جائے گا۔ بیدار ہو کر مجھے اس خواب کا خیال آیا۔ ہر چند کہ میں اسے شیطانی وسوسہ اور خواب پریشان تصور کرتا ہوں اور عزم پالجزم ہے کہ ان سے لڑوں گا تاہم مناسب معلوم ہوتا ہے کہ حضور اپنے حرم، خزانوں اور شاہی سامانوں کو قسطنطنیہ پہنچا دیں اور خود انطاکیہ میں پناہ لیں اور منتظر رہیں کہ اس معرکہ آرائی کا کیا نتیجہ نکلتا ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ نے ہمیں ان پر فتح یاب کیا تو فوج المراد اور اگر حالت غیر ہوئی اور کوئی صدمہ پہنچا تو افسوس نہیں کیونکہ زمانہ کا یہی طور ہے۔ ملک خدائے جلیل کا ہے جس سے چاہے چھین لے اور جسے چاہے بخش دے حضور غمگین نہ ہوں اور اپنے دار الحکومت میں جا بیٹھیں۔ رعیت کو خوش رکھیں۔ ہامان نے خط کو تمام کر کے ایک معتد کے حوالہ کیا کہ ہرقل کو پہنچا دے۔ پھر ایک عیسائی عرب کو طلب کر کے حکم دیا کہ عربی لشکر میں جا کر ان کے سرداروں سے دریافت کرے کہ اب سوائے لڑائی کے اور چارہ کار نہیں ہے فرمائیے کب اور کس جگہ جنگ شروع کرنی ہے۔ دیکھیں کس کو فتح نصیب ہوتی ہے۔ ابو عبیدہ نے جواب بھیجا کہ ہم کل معرکہ آرا ہوں گے۔ واللہ الموبد تنصرہ من یشاء۔ اللہ تعالیٰ جس کی چاہے مدد فرمائے۔

سیر نے ہامان کے پاس سے واپس آ کر ابو عبیدہ کا جواب بیان کر دیا اسی وقت ایک بطریق نے کھڑے ہو بیان کیا کہ اے

وزیر میں نے شب کو خواب دیکھا ہے اسے بیان کرنا چاہتا ہوں۔ ہامان نے اجازت دی۔ اس بطریق نے کہا میں نے دیکھا کہ آسمان سے ایسے دراز قد آدمی بیچے اتر رہے ہیں جن کے سر آسمان سے باتیں کر رہے ہیں۔ ان کا لباس سفید ہے اور سر پر سبز عمامے ہاتھوں میں نیزہ لیے ہمیں مار مار کر گراتے ہیں اور کہتے ہیں کہ بھاگو بھاگو اپنی جان بچاؤ ورنہ سب کے سب مارے جاؤ گے۔ ہم بھاگ پڑتے ہیں۔ بعض گر پڑتے ہیں اور جو لوگ اپنی جگہ قائم رہ گئے وہ کچھ نہیں کر سکے۔ جو آتے جاتے ہیں وہ غائب ہوتے جاتے ہیں اور پھر ہم ان کو نہیں دیکھتے۔ اس قسم کا خواب دیکھ رہا تھا اور ہم ہلکت کھا رہے تھے کہ میں بیدار ہو گیا۔ ہامان نے کیفیت خواب سن کر کہا۔ تیری آنکھیں پھوٹ جائیں اور تجھے کبھی راحت نصیب نہ ہو۔ اور نہ کوئی خوشی کی خبر سنے تو بڑا منحوس انسان ہے۔ ہمارے واسطے یہ خواب نہایت عمدہ ہے اور تیرے واسطے بد۔ تو نے جن لوگوں کو گرتے ہوئے یا ایک جگہ بے حس و حرکت کھڑے ہوئے دیکھا ہے یہ وہ لوگ ہیں جو اس لڑائی میں مارے جائیں گے۔ اور تو ان لوگوں میں سے ہو گا جو لوگ آتے جاتے تھے اور غائب ہوتے جاتے تھے۔ وہ ہیں جو اس لڑائی میں زندہ رہ کر نجات پائیں گے اور میری آرزو ہے کہ تیری نجات نہ ہو۔ اس لشکر میں سب سے پہلے تو ہی مارا جائے کیونکہ تو نے خبر بد سنائی ہے اور ہولناک خواب بیان کیا ہے۔ ہامان نے اس شخص کو اسی قسم کے جواب دیے مگر دل میں بہت ہی پریشان اور فکر مند ہوا۔ دوسری طرف مسلمانوں نے صبح کے وقت غینہ سے بیدار ہو کر فرائض حق ادا کئے۔ راشد بن عبد اللہ الازدی کہتا ہے کہ جس وقت ہم نماز صبح کے لیے ابو عبیدہ کے پیچھے کھڑے ہوئے میں نے سوچا کہ ابو عبیدہ قرآن شریف کی جو سورتیں پڑھے گا ان سے نتیجہ جنگ نکالوں گا۔ ابو عبیدہ نے پہلی رکعت میں سورہ الحمد کے بعد سورہ الفجر پڑھی اور جب اس آیت پر پہنچے ائم تو کیف فعل ربک بعد ارم ذات العمداتنی لم یخلق مثلها فی البلاد یعنی کیا تو نے نہیں دیکھا کہ تیرے رب نے اس جیسیم اور قوی ہیکل قوم عاد کا کیا حال کیا۔ دوسری رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد سورہ والشمس پڑھی اور جب یہ کلمات آئے فکذبواہم فمفقروہا فدم علیہم وہم یظننہم فساواہا ولا یغلب عقبہا یعنی انہوں نے اس کو جھٹلایا اور اس کی کونچیں کاٹ ڈالیں تو ان کے رب نے ان کے گناہوں کے سبب عذاب نازل کیا اور سب کو برباد کر دیا۔ اور ان کے انجام کا فکر نہ کیا۔ میں نے اپنے دل میں کہا اللہ تعالیٰ ان دشمنوں کا وہی حال کرے گا جو ثمود اور فرعون وغیرہ کا کیا گیا۔ ابو عبیدہ نے نماز دعاؤں اور وظیفے سے فارغ ہو کر کہا میں نے کل رات ایک خواب دیکھا ہے۔ مسلمانوں نے کہا انشاء اللہ مبارک ہو گا۔ فرمائیے ہم سب سنا چاہتے ہیں دیکھیں اس میں کیا خوشخبری نکلتی ہے!

ابو عبیدہ کا خواب

ابو عبیدہ نے کہا میں نے رات خواب میں دیکھا کہ بہت سے خوبصورت اور بارعب آدمی سفید لباس پہنے ہوئے میرے پاس آئے اور میرے گرد حلقہ باندھ لیا ہے اس کے بعد تم میں سے کچھ لوگوں کو طلب کر کے کہا ان دشمنوں سے مت ڈرو بلکہ ان پر حملہ کرو اللہ تعالیٰ تم کو تمہندی بخشے گا اور تم ہی اس جنگ میں غالب آؤ گے۔ اس کے بعد کیا دیکھتا ہوں کہ ہم سب نے مع سواروں اور پیادوں دشمن کی جانب حملہ کیا ہے اور وہ ہمیں دیکھ دیکھ کر بھاگ نکلے ہیں۔ ہم ان کی فوج میں جا گئے اور وہ سب کے سب ایسے منتشر اور پریشان ہو گئے گویا اس جگہ ان کا نام و نشان تک نہ تھا۔

اس خواب کو سن کر تمام لوگ بہت ہی دلشاد اور بشاش ہوئے اور کہا بڑا مبارک خواب ہے اور صاف صاف خوشخبری ہے جس سے اللہ تعالیٰ نے مطلع کیا ہے۔ پھر یزید خولانی نے کھڑے ہو کر کہا اے امیر میں نے بھی ایک خواب دیکھا ہے جو انشاء اللہ ضرور ہی ٹیک ہو گا۔ ابو عبیدہ نے کہا بیان کر تو نے کیا دیکھا ہے۔ یزید نے کہا میں خواب میں دیکھتا ہوں کہ ہم

سب نے دشمنوں کے مقابل صفیں باندھ رکھیں ہیں اور عزم جنگ ہے اتنے میں آسمان سے عقاب جیسے پرندے آنے شروع ہوئے ہیں اور دشمنوں میں سے جس شخص کے پاس سے گزرتے ہیں ایک چوچ مارتے ہیں جس کے صدمہ سے وہ ہلاک ہو جاتا ہے میں ابھی دیکھ ہی رہا تھا کہ آنکھ کھل گئی۔

ابو عبیدہ اس خواب کو دیکھ کر نہایت خوش ہوا۔ اور کہا تو نے بھی بہت ہی اچھا خواب دیکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ میرے اور تیرے خواب کو سچا کرے۔ اور ہمیں فرشتوں کی مدد عطا فرمائے تاکہ ہم ان دشمنان دین کو قتل کریں اور اللہ کے نزدیک یہ امر کچھ مشکل نہیں۔

رومیوں کی صف آرائی

القصہ کافروں نے اپنی فوج کو سامان جنگ سے درست کر کے صف بستہ کیا۔ سوء اتفاق اس دن تیز ہوا تھی۔ گرد و غبار پھیلا ہوا تھا اور آسمان پر سیاہ بادل نمودار تھا۔ ہلمان نے اپنے لشکر کی بیس صفیں بنائیں ہر صف میں تیس ہزار جنگو رکھے۔ فوج میسرہ قاطر اور جرمین کے حوالہ کی اور میسرہ پر سرخش اور درہجان کو مقرر کیا۔ یہ چاروں شخص بادشاہ ہرقل کے وزیر تھے۔ مہنہ کی جناح پر جلد ہم غسانی کو مع چیدہ جماعت کے یامور کیا۔ جناح میسرہ طلسمہ بن منذر جراوی اور اس کی قوم کے حوالے کی۔ اور ہر موقع پر بطریقوں کی بیس صفیں قائم کیں کہ سپاہیوں کو ہٹنے نہ دیں بلکہ جوش دلاتے رہیں۔ ہلمان بذات خود سب سے پہلی صف میں کھڑا ہوا تھا اور ایک بڑا قد آور گھوڑا زیر ران تھا جس کا لگام اور زین سب سنہری اور جواہرات سے بڑاؤ تھا۔ فراخ زہہ زیب بدن تھی اور اس کے اوپر زرہ شتی دہا کا لباس تھا۔ سنہری مرصع شمشیر جمائل کئے ہوئے تھا اور ابدار جواہرات کا تاج سر پر تھا۔ لشکر اسلام اس کی طرف تعجب کی نگاہوں سے دیکھ رہا تھا اس لشکر کی تعداد اس قدر کثیر تھی کہ کسی نے پشتر نہ دیکھی ہوگی گویا وہ لشکر ایک سیلاب تھا یا خوفناک تیرہ و تاریک رات تھی کہ ہر طرف چھائی ہوئی تھی اور انجام تک نظر کام نہ کر سکتی تھی۔ مقابلہ پر ابو عبیدہ نے بھی اپنی فوج کو مرتب کیا۔ مہنہ پر عمرعاص اور زید بن ابی سفیان کو بسرکدگی دس ہزار مہاجرین مقرر کیا۔ فوج میسرہ معاذ بن جبل اور یزید بن صامت انصاری کے حوالے کیا اور دس ہزار ہمدان حوالے کیے۔ جناح مہنہ شرجیل بن حسنہ کو مع تین ہزار جوانان انصاری اور اسی قدر جمعیت سعید بن عامر کو دی۔ سعید بن زید بن عمر بن مغیل کو چار ہزار سوار دے کر کمین گاہ پر چھوڑا یہ سب تیس ہزار تھے۔ خود نے قلب لشکر میں جگہ لی اور باقی تیرہ ہزار سواروں کا لشکر اپنے پاس رکھا۔ پھر خالد سے کہا کہ سواروں کا انتظام میں نے تیرے حوالے کیا ان کی طرف پوری توجہ رکھنا اور ہاشم بن عتبہ بن ابی وقاص سے کہا تو پیدلوں سے خبردار رہو ہر شخص کو اپنی اپنی جگہ قائم رکھنا۔ اس کے بعد اسلامی لشکر بہ آہستگی کافروں کی فوجوں کی طرف بڑھا۔ سوار اور پیدل سب نے جان سے ہاتھ دھولے تھے اور زندہ رہنے کا خیال ترک کر دیا تھا۔ آپس میں پھرتے و نصائح کرتے تھے اور بے جگری سے لڑنے کی ترغیب دلاتے تھے۔ ابو عبیدہ نے لشکر کی طرف متوجہ ہو کر کہا اے مسلمانوں نیت کو درست رکھو اور دل سے خدا کی طرف متوجہ ہو اسی سے مدد طلب کرو اور صبر کو اپنا چلن قرار دو اور دوستوں کو صبر کے ساتھ اطمینان دلاؤ و اتقوا اللہ لعلکم تفلحون یعنی اللہ سے ڈرو اور شاید تم نفع پاؤ گے۔ اس کے بعد خالد بن ولید نے کہا اے مسلمانوں اپنے دلوں کو نیکی کی طرف مائل رکھو اور لڑائی کو محض اللہ تعالیٰ کی رضا مندی کے لیے اختیار کرو۔ اور وقت جدال اپنی جگہ جھے رہو۔ خود لڑائی میں پیش قدمی نہ کرنا اور جب لڑائی چھڑ جائے تو تم تلواریں سونت لو اور نیزے ان کی طرف سیدھے کر لو۔ کماندار تیروں کو کمانوں میں جوڑ لیں اور ڈھالوں کو سامنے لے کر کھڑے رہیں اور جب تک میں اجازت نہ دوں حملہ نہ کریں۔ معاذ بن جبل نے

کما اے قرآن کے پڑھنے والو اور دین کی مدد کرنے والو ان رحمۃ اللہ قریب من المحسنین یعنی با تحقیق اللہ کی رحمت نیکوں سے بہت زیادہ قریب ہے۔ ثواب کی طرف دل سے راغب ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے غازیوں کو جہاد میں صبر کی ہدایت فرمائی ہے۔ اور وہ صبر کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔ فان اللہ مع الصابین تحقیق اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔ عمر عاص نے بھی اپنے دوستوں سے کہا اے مسلمانوں آنکھیں نیچی کر کے اپنی جگہ پر قائم رہو اور نیزوں کو دشمنوں کی طرف سیدھا کر لو۔ اور جب وہ حملہ کریں تو اتنی دیر خاموش رہو کہ وہ نزدیک آجائیں پھر ان پر اس طرح ٹوٹ پڑو جس طرح بھوکا شیر شکار پر گرتا ہے اس خدا کی قسم جو راستی پسند کرتا ہے اور اس پر ثواب عطا فرماتا ہے، جھوٹ کو برا سمجھتا ہے اور اس پر عذاب نازل فرماتا ہے۔ نیکی کا بدلہ نیک دیتا ہے، گناہوں کو بخشتا ہے۔ اس نے اپنے پیغمبر سے وعدہ فرمایا ہے اور اس امر سے مطلع فرمایا ہے کہ یہ زر خیز اور پر نعت سلطنت اور اس کے عالی شان محلات سب مسلمانوں کے ہاتھوں فتح ہوں گے۔ ان ممالک میں دین اسلام اشاعت پائے گا۔ تم کافروں کی کثرت اور ان کے جنگی ساز و سامان کی تیاریوں سے نہ ڈرو۔ انشاء اللہ تعالیٰ خدا تمہارا مددگار ہے۔ اب رومی لشکر اندھیری رات کی طرح چھا گیا اور ان کے پیدل ٹڈی دل کی طرف امنڈ پڑے۔ علم کھلے ہوئے تھے ملیں بلند تھیں اور ان کے پادری اور عالم و زاہد انجیل سنا سنا کر لڑائی کا جوش دلا رہے تھے۔ ہر صف میں ایک ہزار فرنا پھونکے جا رہے تھے۔ اور نقاروں اور ڈھولوں کی آوازیں رعد کی طرح گرج رہی تھیں۔ رومی بہادر صفوں سے نکل نکل کر شیخی مار رہے تھے۔ ان کے لشکر میں سب سے پیشتر مرتد ایک عرب جس نے ترسائی دین اختیار کر لیا تھا میدان میں نکل کر دونوں صفوں کے درمیان آکھڑا ہوا۔ اور با آواز بلند بولا اے گروہ عرب تم کو شیطان نے دھوکا دے کر مشرور بنا رکھا ہے اسی وجہ سے تم اپنی جگہ سے نکل کر سلطنت روم میں داخل ہوئے ہو تم ان لوگوں پر حسد کرتے ہو اور چاہتے کہ اللہ تعالیٰ نے جو نعمتیں ان کو عطا کی ہیں انہیں چھین لو اور ان کو نیست و نابود کر دو۔ روم کے بادشاہ حکومت اور سلطنت میں تم سے بہت زمانہ پیشتر کے ہیں۔ اور تمہارے نسبت حکومت اور سامان حفاظت میں بہت زیادہ واقف ہیں۔ تم نے ایسے کام میں ہاتھ ڈال دیا ہے اور ایسی چیز کا لالچ کیا ہے جو تم کو میسر نہیں ہو سکتی۔ تمہیں لازم ہے کہ مکہ اور مدینہ کو چلے جاؤ اپنے سروں سے اس غرور کو نکال دو اب تم میں سے وہ شخص مقابلے پر آئے اور مروانہ وار جنگ کا مقابلہ کرے جو سب سے بہادر اور جری ہو۔ خالد بن ولید نے اس کی لاف زنی کو سن کر کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ کوئی نکلے اس کا کام تمام کرے۔ قیس بن مسیرہ مرادی خالد سے اجازت طلب کر کے میدان میں آیا، دونوں میں جنگ ہونے لگی۔ اور خوب ہی لڑے۔ آخر کار قیس نے اپنے گھوڑے کو اس کی طرف پلٹ کر تلوار کا ایک ایسا وار کیا کہ سر کے بل زمین پر آ رہا۔ قیس نے فوراً ہی نیچے اتر کے سر کاٹ لیا۔ اور نیزے پر رکھ کر سوار ہوا۔ اور گھوڑے کو میدان میں کاوے دینے لگا۔ کافر قیس کی طعن و ضرب کا معائنہ کر کے کس طریق سے سر قلم کر کے نیزہ رکھ لیا ہے بہت رشید ہوئے اور مسلمان پھولے نہ سائے۔ اسی وقت خالد نے ابو عبیدہ سے کہا اے امیر شاہد ہو کہ مطلع قسم سے اس ظفر کا نمودار فال نیک ہے۔ یقیناً اس کے بعد سعادت کلی نمایاں ہو گی انشاء اللہ تعالیٰ اور دولت و اقبال اور فتح و ظفر کا آفتاب مشرق سے بلند ہو گا۔ لا قوۃ الا باللہ پھر بلند آواز کے ساتھ کہا اے مسلمانوں خدا کے فضل پر بھروسہ رکھو قوی دل رہو اور امداد الہی کی یقینی امید کے ساتھ سب کے سب ایک دل ہو کر حملہ کرو اور دیکھو کہ کیا نتیجہ نکلتا ہے اور کیا رنگ نمایاں ہوتا ہے۔ مسلمان خالد کا یہ حکم سنتے ہی ٹوٹ پڑے اور پہلے ہی حملہ میں چار صفوں کو درہم برہم کر کے ایک ہزار آدمی مار ڈالے۔ اور خود سلامتی کے ساتھ پلٹ کر اپنے مقام پر آکھڑے ہوئے اتنے میں ایک مسلمان بہادر نے ابو عبیدہ کے پاس آ کر کہا اے امیر میں نے یہ ارادہ کر لیا ہے کہ آج ان کافروں کے ساتھ اس قدر جنگ کروں کہ انجام کار شہید ہو جاؤں۔

جناب رسول خدا کی بارگاہ میں کوئی پیغام بھیجنا ہو تو فرما دیجئے۔ ابو عبیدہ نے کہا میری طرف سے سلام پہنچانا۔ اور کہنا کہ ہم دین کے دشمنوں سے جنگ کر رہے ہیں۔ اور خدا کے وعدوں اور آپ کے فرمانوں پر کمر بستہ ہیں۔ جس قدر ممکن ہو گا جہاد کریں گے کہ اس کا ثواب ہمیں نصیب ہو اس کے بعد وہ جانباز اپنی صفوں سے نکل کر کفار پر حملہ کیا اور مردانہ جنگ کی اور بہت سے ناموروں کو قتل کر کے شہید ہو گیا اس پر اللہ کی رحمت ہو۔ پھر کافروں کی ایک بڑی جماعت آگے بڑھی۔ ہتھیاروں سے پوری طرح لیس باہم عہد و پیمانہ کر رکھا تھا کہ جب تک بدن میں جان باقی ہے دشمن کے مقابلے سے منہ نہ موڑیں گے۔ خالد نے ان کے یہ ارادے دیکھ کر اپنی فوج سے کہا اے امت محمدیہ! ایسے مقام پر صبر کرنا موجب عزت دنیا اور سبب خوشنودی اور حصول نجات عقبی ہے اور کافروں کی جنگ میں جو شخص ثابت قدم رہے گا اور رضا الہی کے لیے اپنی جگہ پر قائم رہ کر ان شیطانوں اور دین کے دشمنوں کے دفعہ کے لیے کوشش کرے گا اس کے مدارج بے حساب بلند ہوں گے۔ میرا قصد ہے کہ تم سب کے ہمراہ ان سواروں کی فوج پر حملہ کروں۔ لازم ہے کہ تم بھی ہوشیاری اور یقین کامل کے ساتھ میرا ساتھ دو اور جب تک ان کو نکت نہ دے لو قدم نہ ہٹاؤ۔ مجھے فضل الہی سے قوی امید ہے ان دشمنوں پر اللہ تعالیٰ ہم کو فتح یاب کرے گا۔ یہ کہہ کر حملہ کر دیا اور دس ہزار مسلمان سپاہ نے ساتھ دیا۔ سب کے سب یک جہت ہو کر چاڑھے۔ اور تائبہ ایزدی کافروں کے اس لشکر کو جس نے باہم عہد کر رکھا تھا اور غالب آنے کا یقین کامل کر رکھا تھا شکست دی اور بہت کم آدمی ان میں سے زندہ بچ سکے۔ اس کامیابی سے رومی لشکر کا انتظام درہم برہم ہو گیا۔ اس ٹوٹ گئی اور جو نقصان اٹھایا اس کا تذکرہ کر کے اور متفق ہو کر مسلمانوں پر تیر برسانا شروع کئے۔ اتفاقاً "ایک تیر مالک بن حرث نخعی کی آنکھ کے کونے پر آگ اور رگ کٹ کر اشر ہو گئی۔ اسی دن سے مالک اشر کمانے لگے۔ مالک آنکھ کے صدمے سے غضبناک ہو کر دشمن پر بجلی کی مانند گرا کئی کافر قتل کیے۔ عقب سے پے در پے اس کو بھی زخم آئے۔ کافروں نے اسے گھیر لیا اور تیر برسائے گئے۔ زخم پر زخم لگ رہے تھے اور وہ مردانہ وار حملے کر رہا تھا۔ اب وہ زخموں کی کثرت سے چور ہو گیا۔ ابو ہریرہ بھی اس فوج میں تھا فوراً "پکارا کہاں ہے وہ گروہ جس نے خدا تعالیٰ کے ہاتھ اس کی رضامندی کے لیے اپنے آپ کو فروخت کر دیا۔ اور وہ جماعت کہاں ہے جو دائمی بہشت کی مشتاق اور آرزو مند ہے۔ اے قوم اسد میرے ماں باپ تم پر نذا ہوں جنبتوں اور حوروں کی طرف دوڑو مسلمانوں نے پورے جوش و خروش اور عزم و ہمت کے ساتھ رومی لشکر پر حملہ کیا باہم قتل و قح کرتے تھے۔ طرفین کے جوانوں کے نعرے پیہم بلند تھے۔ ڈھول اور نفا رہے گونج رہے تھے۔ داروغہ کا غل اور جوانوں کی لٹکار آسمان تک پہنچ رہے تھی۔ ابو عبیدہ کہہ رہے تھے مسلمانوں ثابت قدم رہو تمہاری عورتیں اور بچے بھی ہیں اپنے زن و فرزند کو دشمن کے حوالے کر دینا مردانگی نہیں ہے جب تک بدن میں جان ہے دل بھر کر جنگ کیے جاؤ اللہ تعالیٰ تمہارا مددگار اور حامی ہے۔ فتح و ظفر تم سے بہت قریب ہے۔ اتنے میں یزید ابی سفیان نے دشمن پر حملہ کیا۔ عمرو بن عاص بھی اس کے ہمراہ تھا۔ لشکر کے ایک دو آدمی مارے گئے اور کچھ پسا ہوئے۔ عکرمہ بن ابو جہل نے گھوڑے سے اتر کر پایادہ حملہ کیا اور کافروں کو قتل کرتا رہا۔ خالد نے دیکھ کر کہا عکرمہ پیدل جنگ نہ کر اس طرح تو اپنے آپ کو جان بوجھ کر ہلاکت میں ڈالتا ہے۔ اور تیرا مارا جانا مسلمانوں کے لیے سخت حادثہ ہو گا۔ سوار ہو کر مقابلہ کر اس نے جواب دیا اے خالد تو میری پروانہ کر۔ پیغمبر صلعم کو مجھ اور میرے باپ سے بہت ایذا پہنچی ہے شاید آج مجھ سے کوئی ایسی خدمت بر آئے جس کے ذریعے میرے گناہ بخشے جائیں یہ کہہ کر اپنے گھوڑے کو چھوڑ دیا اور تلوار برتنہ پکڑ کر اور ڈھال منہ کے سامنے لے کر دشمن کی فوج میں گھس گیا۔ بڑی جرات سے جنگ کرتا تھا اور کافروں کو مار مار گراتا جاتا تھا۔ اسی اثناء میں کئی مسلک زخم آئے اور شہید ہو گیا۔ مسلمان یکبارگی رومیوں کی صفوں پر چاڑھے۔ بڑے گھمسان کا

رن پڑا آخر لشکر اسلام کے دباؤ سے رومی سپاہ ہتھ ہتھے دریائے یرموک کے کنارے پر جا پہنچی۔ اب سامنے دریا تھا اور پشت پر اسلامی لشکر۔ اتفاقاً اس روز دریا طفیانی پر تھا۔ بہت سے رومی دریا میں غرق ہو گئے ہامان نے بطریق کو ڈانٹا اور ایک ایک کا نام لے کر مسلمانوں کے مقابلے کی ترغیب دلائی یہاں تک کہ رومیوں نے جمع ہو کر پھر ایک دفعہ مسلمانوں پر حملہ کیا اور کچھ دور تک ہٹا لے گئے۔ اس وقت ہاشم بن عتبہ بن ابی وقاص کی ایک آنکھ تیر لگنے سے بیکار ہو گئی۔ اب مسلمانوں کے لشکر میں ایک ہنگامہ مچ گیا اور اکثر کے دل چھوٹ گئے۔ خالد بن ولید نے یہ حال دیکھ کر کہا اے مسلمانوں یہ کیسی سستی اور کم ہمتی ہے کہ تم ابھی ابھی ان رومیوں کو شکست دے چکے ہو اب کیا ہوا کہ جی چھوڑ دیتے ہو۔ خدا کی قسم تم ان پر غالب آچکے ہو اور وہ اب تمہارے شکنجے میں ہیں، ان کے لیے ملک دریا سامنے ہے زمین پر گھٹنے ٹیک دو اور منہ پر ڈھالیں لے کر ڈٹ جاؤ ان کی کثرت سے مت ڈرو کیونکہ ان میں سے بہادر اور جنگجو مارے جا چکے ہیں۔ خالد جب اس طرح اپنی فوج کی بہت بڑھا چکا اور سرداروں اور امیروں نے بھی اسی طرح کے کلاموں سے دل بڑھایا اور سب کے سب مسلمان پھر یکبارگی حملہ آور ہوئے اور رومیوں کے قلب لشکر پر جا گرے اور چار صفوں کو جن میں اسی ہزار جوان ہوں گے قلب سے نکال کر علیحدہ کر دیا باقی فوج پر باقی لشکر اسلام ٹوٹ پڑا۔ یہ اسی ہزار کی جماعت تباہ مقابلہ نہ لاکر بھاگ نکلی۔ اب مسلمان ان کا تعاقب کر رہے تھے اور قتل کرتے جاتے تھے یہاں تک کہ رومیوں نے اس بلند مقام پر جو لب دریا واقع تھا پناہ لی اور رات ہو گئی۔ مسلمانوں نے اس وقت بھی ان سے ہاتھ کو نہ روکا، پہنچ پہنچ کر قتل کرتے تھے۔ بہت سے لوگ جو تلواروں کی زد سے بچ نکلے دریا کے پانی میں گر کر ڈوب گئے۔ اب اسی ہزار کی تعداد سے صرف تھوڑے ہی سے بچتے پائے تھے۔ دن نکلنے پر ان میں سے اکثر تلوار کے گھاٹ اتار دیے گئے۔ جنگل میں کشتوں کے پشتوں لگ گئے کہ شمار نہ ہو سکتا تھا۔ بہت کوشش سے اندازہ لگا گیا تو ستر ہزار سپاہی بطریق اور سرداران فوج شمار میں آئے۔ اور جو دریائے یرموک میں ڈوب کر مر گئے وہ اس شمار کے علاوہ تھے۔ ہامان نے بھاگ کر دمشق کی راہ لی اور عاصم بن یربوعی نے اس کا پیچھا کر کے قتل کر دیا۔ اور مسلمانوں کے ہاتھ رومی لشکر کا بے حد و حساب مالو متاع لوٹ میں آیا۔ ابو عبیدہ اور تمام مسلمان نہایت ہی شاد ہوئے زمین پر سر رکھ کر شکر کے سجدے کرتے تھے۔ بعد ازاں لوٹ کا فخر علیحدہ کر کے باقی مال اٹل فوج پر تقسیم کر دیا اور حضرت عمر کو خط لکھا مضمون یہ تھا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ وَ صَلَوٰةُ عَلٰی نَبِیِّہِ الْمَجْتَبِیِّ وَ رَسُوْلِہِ الْمَصْطَفِیِّ مِنْ عِبَادِہِ عَامِرِ بْنِ الْجِرَاحِ اِنَّا بَعْدَ فَاثِنِ الْحَمْدِ لِلّٰہِ الَّذِیْ لَا اِلٰہَ اِلَّا ہُوَ وَ صَلٰی عَلٰی مُحَمَّدِ نَبِیِّ الرَّحْمٰتِہِ وَ سَفِیْحِ الْاُمَّتِہِ وَ اَعْلَمْکَ اَنِّیْ نَزَلْتُ اَیْرَمُوْکَ وَ نَزَلْ مَا هَانَ بِالْقُرْبِ مِنْہَا وَ لَمْ تَرِ الْمُسْلِمُوْنَ اَکْثَرَ مِنْ جَمْعِہُمْ وَ لَا عَدَ تَہُمْ لِقَضِیِّ اللّٰہِ تِلْکَ الْجَمُوْعَ وَ نَصَرَ نَا عَلَیْہُمْ بِمَنِّہِ وَ نَفْضِہِ وَ قَتَلْنَا مِنْہُمْ زَہَا مَاتِ الْاَفْ وَ خَسَمَتْہِ الْاَنْ وَ اَسْرَرْنَا اَرْبَعِیْنَ وَ الْاَفْ وَ قَتَلَ مِنْ الْمُسْلِمِیْنَ اَرْبَعَةَ الْاَفْ خَتَمَ اللّٰہُ لَہُمْ بِالشَّہَادَةِ وَ وَجَدَتْ رِوَسَاءَ لَدُنَّ قَطَعَتْ لَہُمْ نَعْرِفَ اَصْحَابِہَا فَصَلِّتْ عَلَیْہَا وَ دُتْہَا وَ قَتَلَ مَا مَانَ عَلٰی دِمَشْقَ لِقَدَمِ عَامِرِ بْنِ اَبِیْرَبِیْعِیِّ وَ لَدُنْ کَانَ لِقَبْلِہِ الْوَالِدِہِ نَصَبَ عَلَیْہُمْ وَجَلَ یَقَالُ لَہِ اَبُو الْجَعْدِہِ مِنْ اَہْلِ حَمصَ فَلَقْنَاہُمْ سِیْ مَوْضِعَ مِنْ اَیْرَمُوْکَ یَقَالُ لَہِ اِنَّا قَوَّیْتُمْ لَہُمْ مِنْہُمْ مَالًا یَحْصِیْ عَدَدُہُمْ وَ اِنَّا مِنْ قَتْلِ مِنْہُمْ فِی الْاَدْرِیْتِہِ الْعِجَالِ عَنِ الْعَرَبِیْنَ وَ غَیْرَہُمْ لِعَرَصَتْ عَدَ تَہُمْ تَسْعُوْنَ الْفَارَ قَدْ مَلَکْنَا اللّٰہَ اَمْوَالِہُمْ وَ حَصَوْنَاہُمْ وَ ہَلَاکَہُمْ وَ کِتَابِیْ ہُنَا اَلْبِیْکَ مِنْ دِمَشْقَ بَعْدَ الْفَتْحِ وَ جَہَمَتْ الْغَنَائِمُ وَ السَّلَامُ عَلَیْکَ وَ عَلٰی جَمِیْعِ الْمُسْلِمِیْنَ

یعنی از طرف ابو عبیدہ معلوم ہو کہ ہم جب یرموک کی سرزمین میں داخل ہوئے تو ہامان بھی اس قدر فوج کثیر لے کر آیا کہ پیشتر کبھی نہ دیکھی تھی۔ باہم جنگ شروع ہوئی اور ہم نے ان کے ایک لاکھ پانچ ہزار آدمی قتل کیے اور چالیس ہزار قید کر لئے۔ مسلمانوں میں سے چالیس ہزار آدمیوں نے جام شہادت نوش کیا۔ میدان میں ایسے بھی بہت سے سر پائے جن کی

شناخت نہ ہو سکی کہ کافروں کے سر ہیں یا مسلمانوں کے۔ ہم نے ان سب پر نماز پڑھی اور ایک جگہ فراہم کر کے دفن کر دیئے گئے۔ ہمان دمشق کی جانب بھاگ گیا عاصم ربیع نے اسے قتل کر دیا۔

قصہ ابو سعید

ابو سعید نے اس قوم کے خلاف دھوکا دہی اختیار کی جس سے بے شمار کافر ہلاک ہوئے اور جنگوں اور پہاڑوں میں بھاگ گئے تھے ان میں سے نوے ہزار لقمہ اجل ہو گئے اللہ تعالیٰ نے ان کی تمام سلطنت اور مال پر ہم کو قبضہ دیا اب میں نے یہ خط دمشق سے روانہ کیا ہے۔ اور تمام مال غنیمت کو جمع کر رکھا ہے۔ اس کی نسبت کیا حکم ہے۔ اس خط کو ختم کر کے اپنی مرثبت کی اور مال غنیمت کا خمس حذیفہ الیمان کو دے کر دس سواریوں کی معیت میں مدینہ روانہ کیا۔ حذیفہ سفر طے کر کے مدینہ میں داخل ہوا اور ابو سعید کا خط مع مال غنیمت عمر بن الخطاب کے حوالہ کیا۔ آپ بہت خوش ہوئے اور سجدہ شکر بجا لائے۔ پھر حذیفہ سے پوچھا کہ ابو سعید کا کیا حال ہے مال غنیمت کو فوج پر تقسیم کر دیا ہے یا نہیں اس کے بعد ابو سعید کے خط کا جواب لکھا۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ ابو سعید کو معلوم ہو کہ اس کا خط وصول ہوا احوال مندرج سے اطلاع ہوئی ہم مسلمانوں کی فتح کے لئے سجدہ شکر الہی بجالائے اور بہت ہی شادماں ہوئے کہ ایسی عظیم الشان فتح اللہ نے کرامت فرمائی اور اس لشکر کفار کو جس سے تمام میدان اور پہاڑ بھر گئے تھے۔ خراب و خستہ اور بد حال کر کے ہلاک کر دیا۔ تم کو یقین کر لینا چاہئے کہ اس بے شمار جمعیت پر اپنی قوت اور بہادری کے سبب فتح یاب نہیں ہوئے۔ بلکہ حق سبحانہ تعالیٰ کی مدد سے یہ نصرت نصیب ہوئی ہے۔ مبادا تم اپنے دل میں غرور کرو۔ اللهم المن و الفضل العظیم و تارک اللہ احسن الاخلاقین و الحمد لله رب العلمین یعنی اللہ تعالیٰ بہت بڑا فضل اور احسان فرمانے والا ہے برکت والا اللہ ہے اور سب سے اچھا خالق ہے اور حمد خلاق کے پرورش کرنے والا اللہ ہی کے لئے ہے۔

لشکر روم کی شکست کھانے کے بعد کچھ لوگ برے حالوں افتال و خیراں انطاکیہ پہنچے۔ شاہ ہرقل اس خیر کو سن کر نہایت مضطرب ہوا اور ایک بطریق کو بلا کر فرمایا کہ بھاگ کر آئے ہوئے لوگوں میں سے ایک ایسے شخص کو جو زیادہ صاحب عقل ہو میرے سامنے حاضر کرو میں اس سے حقیقت حال دریافت کروں گا۔ بطریق نے ایک عرب کو جس کا نام حذیفہ بن عوفی تھا اور جو اس معرکہ سے بچ کر آیا تھا بادشاہ کے سامنے لا کھڑا کیا۔ ہرقل نے رومی زبان میں دریافت کیا لشکر اور افسران لشکر کا کیا حال ہے۔ اس نے کہا رومی لشکر نے شکست کھائی ان کا اکثر حصہ قتل ہو گیا اور بہت تھوڑے بچال خستہ و مجروح جنگوں اور پہاڑوں میں بھاگ کر منتشر ہو گئے۔ ہرقل نے جس جس کا نام پوچھا جواب میں یہی سنا وہ مارا گیا۔ تب ہرقل نے کہا بد آدمی سے خبر بد کے سوا اور کیا سنا تھا۔ پھر اس سے کہا حذیفہ بن عوفی تو یہی ہے اس نے کہا۔ ہاں۔ ہرقل نے کہا تجھے یاد ہے کہ جس دن محمد رسول کا خط ہمارے پاس آیا تھا اور قبولیت دین کے لئے لکھا تھا تو میں نے اسے منظور کرنے کو کہا تھا مگر تجھ سے زیادہ اور کسی نے مجھے نہیں روکا تھا۔ حذیفہ نے کہا بے شک ایسا ہی ہوا تھا۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ اس کا سر قلم کر دیا جائے۔ بعدہ کہا مجھے یقین تھا کہ عربی لشکر میری افواج کو شکست دے گا۔ اور یہ ملک ان کے قبضے میں چلا جائے گا۔ پھر گھوڑا طلب کیا اور سوار ہو کر اہل و عیال اور مشیروں اور امیروں کے ہمراہ قسطنطنیہ روانہ ہو گیا۔ ولایت شام کی سرحد پر سر راہ ایک بلند پہاڑ تھا۔ اس کی چوٹی پر چڑھ کر اطراف شام پر ایک نظر ڈالی اور زار و قطار روتے ہوئے کہا اے پاک زمین تجھے ہمارا سلام ہے اور اے جنت ارضی اور نعمتوں اور راحتوں والی سرزمین ہمارا آخری سلام

لے غرضکہ اسی طرح کے چند افسوس ناک کلمے کے اور ولایت شام کو خیرباد کہہ کر پہاڑ سے اترا اور جانب قسطنطنیہ روانہ ہوا۔ اہل اسلام دوسری سمت سے حلب میں داخل ہوئے۔ بادشاہ نے قلعہ میں پناہ لی اور محصور ہو بیٹھا۔ لشکر اسلام نے تمام راستے بند کر دیئے اس کے بعد محصورین نے امان مانگی اور ابو عبیدہ نے تیس ہزار دینار نقد پر صلح کر لی۔ سب پر جزیہ مقرر کیا اور عبد نامہ مرتب کیا اہل حلب نے دروازے کھول دیئے۔ مسلمان شہر میں داخل ہو کر قیام فرما ہوئے۔ ابو عبیدہ نے مالک اشتر نخعی کی سرکردگی میں ایک ہزار سوار دے کر حکم دیا کہ رومیوں کا تعاقب کرے اور درہند تک دیکھ بھال کر لے۔ اشتر فوراً روانہ ہو گیا اس کے بعد میسرہ بن مسروق کو ایک ہزار سوار دے کر کہا کہ اشتر کے عقب میں جائے۔ اشتر نے در بندروم پر پہنچ کر تیس ہزار سوار سے بھی سوار رومی لشکر کی جمعیت موجود پائی۔ اور بہ وجہ کثرت لشکر خیال کیا کہ مقابلہ کرنا ناممکن ہے۔ میسرہ کے لہجے ہونے تک انتظار کرنا چاہئے۔ جب میسرہ آ ملا تو دونوں نے محرکہ آرائی کا قصد کیا اور جنگ شروع کر دی۔ سخت جنگ ہوئی صبح سے لڑتے لڑتے تیسرا پہر ہو گیا۔ اس وقت اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح نصیب کی اور رومی جو پیشتر ہی سے شکستہ دل تھے بھاگ نکلے۔ اب نماز کا وقت قریب آ گیا تھا میسرہ نے اپنے لشکر کو نماز پڑھائی اور مالک نے اپنی جماعت کو نماز پڑھائی۔ بعد نماز میسرہ کے دوستوں میں سے ایک شخص نے مالک کے پاس آ کر کہا تم نے امیر میسرہ کو کس لئے امام نہ بنایا۔ اشتر نے کہا میسرہ کون ہوتا ہے۔ اس شخص نے جواب دیا عیین میں سے ہے۔ اشتر نے کہا عیین کون ہے۔ اس نے کہا سبحان اللہ تم عیین کو بھی نہیں جانتے۔ پھر بولا تم کون ہو اشتر نے کہا میں مالک بن حارث نخعی ہوں۔ اس نے کہا میں نخعی کو نہیں جانتا اور نہ انہیں چور سمجھتا ہوں اس کلام کو سن کر اشتر کی جماعت میں سے کئی شخصوں نے اسے مزادینے کا قصد کیا اشتر نے روکا کہ اسے نہ ستاؤ وہ محض اپنے عزیزوں کے لئے الجھتا ہے۔ پھر اس سے کہا اے شخص انصاف کی بات سن۔ ابو عبیدہ نے مجھے اس لشکر کا سردار بنایا ہے اور ان کو میری فرمانبرداری کا حکم دیا ہے۔ اور کسی شخص کو مجھ پر سردار نہیں کیا۔ میسرہ اپنی جماعت کا سردار ہے اور میں اپنی جماعت کا۔ اس شخص نے واپس جا کر یہ سب گفت و شنید میسرہ سے کہی۔ میسرہ نے پوچھا تو نے کس کے حکم سے اشتر کے ساتھ اور ابو عبیدہ کی عطا کی ہوئی سرداری پر اس سے جھگڑا کیا۔ غرض وہ رات اشتر اور میسرہ نے اسی مقام پر بسر کی۔ پھرے لگے رہے۔ صبح کے وقت ابو عبیدہ کا قاصد پہنچا اور خط دیا لکھا تھا۔ میسرہ اور اشتر اس خط کے پہنچنے ہی پلٹ کر میرے پاس چلے آئیں۔ خط پڑھتے ہی مراجعت کی اور حلب میں ابو عبیدہ سے آئے۔ رومی لشکر سے جو جنگ ہوئی تھی اس کی تمام کیفیت بیان کی۔ ابو عبیدہ خوش ہو کر سجدہ شکر بجالایا۔ اور دوسرے مسلمانوں نے بھی اسلامی فوجوں کی سلامتی کا شکر یہ ادا کیا۔ ابو عبیدہ نے اب دمشق کی مہم کا عزم بالجزم کر کے حبیب بن مسلمہ فہری کو طلب کیا اور حلب اور اس کے نواح کا امیر مقرر کر کے آپ جانب دمشق روانہ ہوا۔ شام کے جس شہر میں گزرتا ایک سردار وہاں کا امیر مقرر ہوتا اور عدل و انصاف کے لئے تاکید کی جاتی اسی طرح داخل دمشق ہوئے اور وہاں سے حضرت عمر کی خدمت میں خط لکھا جس میں شرح و بسط کے ساتھ رومی لشکر کی شکستوں اور ہرقل کی قسطنطنیہ کی طرف فرار کرنے اور اپنے داخل دمشق ہونے کی تمام کیفیت درج کی۔ حضرت عمر نے خط لکھا ابو عبیدہ کو معلوم ہو کہ اس کا خط وصول ہوا۔ جملہ حالات سے پوری اطلاع ملی۔ ان فتوحات عظمیٰ اور نعمت ہائے بیکران کے لئے شکر یہ الہی ادا کیا گیا ہے۔ اے ابو عبیدہ ابھی ملک شام میں بہت سے شہر باقی ہیں جن کا فتح کرنا ضروری ہے اور بہت سی مہمیں پوری کرنی ہیں۔ لیکن فی الحال مناسب معلوم ہوتا ہے کہ دمشق میں قیام کر کے لشکر کو آرام دینا چاہئے۔ اور کسی جماعت کو اور طرف نہ بھیجنا چاہئے۔ تاوقتیکہ میں حکم نہ دوں اس وقت اس کے بموجب عمل درآمد کرنا ہو گا۔ یہ بھی معلوم ہو کہ سعد وقاص کا خط آیا ہے اس سے معلوم ہوا ہے کہ ایرانی لشکر موضع جلولاء میں جمع ہو رہا ہے۔ ہم جناب

باری تعالیٰ سے مدد کے خواستگار ہیں کہ کافروں پر فتح یاب ہوں۔ ابو عبیدہ نے حضرت عمر کے اس خط کو پڑھ کر حسبِ الحکم خلیفہ کے دمشق میں قیام کر دیا اور دمشق اور اس کے نواح کی حفاظت شروع کی۔ حضرت عمر نے سعد وقاص کو بھی خط لکھا کہ لشکر میں سے کسی مشہور شخص کو حسبِ منشاء خود مدائن کا حاکم مقرر کر کے اور آپ جلولا پر لشکر کشی کر دے۔ اللہ تعالیٰ اس مقام کو تیرے ہاتھ سے فتح کرے گا۔ اس خط کے پہنچنے پر سعد وقاص نے اپنے بھتیجے عمر بن عتبہ بن وقاص کو بلا کر بسرکردگی دس ہزار سواران جرار مہم جلولا پر روانہ کیا۔ اور خود بیماری کی وجہ سے مدائن میں توقف کیا۔ عمر بن عتبہ جب جلولاء کے قریب پہنچا وہاں کے لشکر نے گرداگرد خندق کھود لی اور اپنی مقدس آگ کی قسم کھائی اور سب نے باہم عہد کر لیا کہ عربی لشکر کے مقابلہ سے منہ نہ موڑیں گے۔ حلوان ہمدن وغیرہ ہر سمت سے برابر فوجیں آ کر مزاحم ہو رہی تھیں۔ اور بادشاہ یزد جرد بھی حلوان کو دار الحکومت بنائے موجود تھا۔ فوجوں پر فوجیں جلولاء کی طرف روانہ کر رہا تھا۔ اس وقت اس موضع میں ساٹھ ہزار فوج تھی۔ اور ولایت ابھواز کا حاکم ہرمزپس ہزار تتر کے جوانوں کی کمک لے کر آیا۔ جملہ اسی ہزار کی جمعیت ہو گئی۔ عتبہ نے ایرانی فوجوں کی یہ کثرت دیکھ کر سعد وقاص کو خط لکھا اور یہ سب کیفیت درج کی۔ سعد نے بھی اسی وقت خلیفہ کی خدمت میں خط روانہ کیا اور سب حال لکھ دیا۔ خلیفہ نے فوراً ابو عبیدہ کو لکھا کہ اپنے لشکر سے بیس ہزار کی جمعیت سے سعد وقاص کو مدد پہنچائے۔ اس نے یہ تعمیل ارشاد خلیفہ دس ہزار بسرکردگی عتبہ بن ہاشم بن ابی وقاص جو سعد کا بھتیجا تھا روانہ کر دیا۔ کشور مرادی بھی اس لشکر میں تھا جب مدائن میں پہنچے کشور مرادی دو ہزار کی جمعیت سے آگے بڑھا اس کے پیچھے ہاشم بن عتبہ بن ابی وقاص تین ہزار سواروں سے چلا اور اس کے پیچھے سعید و حجر بن عدی کنڈی نے دو ہزار سواروں سے کوچ کیا۔ اس کے پیچھے منذر بن حسان القیس تین ہزار کا لشکر لے کر روانہ ہوا اور اس کے پیچھے جریر بن عبداللہ بجلی چار ہزار سواروں کے ساتھ تھا۔ اس ترتیب سے لشکر اسلام کو پوری تقویت حاصل ہو گئی اور ان کا شمار چوبیس ہزار تک پہنچ گیا۔ سعد نے اپنے برادر زادہ ہاشم بن عتبہ کو اس لشکر کا سردار مقرر کیا اور اس نے لشکر کو اس طرح ترتیب دیا۔ مہمہ پر جریر بن عبداللہ بجلی اور میسرہ پر حجر بن عدی جناح پر کشور مرادی کو متعین کیا اور عمر بن معدی کرب کو تمام سواروں کا سردار بنایا۔ طلحہ بن خویلد کو پیدلوں کی سرداری دی۔ اسی طرح کافروں نے بھی اپنے لشکر کو آراستہ کیا۔ مہمہ خراوہ بن ہرمو کے ہاتھ میں تھا یہ شخص مشہور ایرانی ہمدانوں میں سے تھا۔ میسرہ پر فیروز بن جرمہ مامور ہوا۔ اور قلب میں ہرمز بن نوشیرواں حاکم ابھواز مقرر ہوا۔ پھر طرفین سے لڑائی شروع ہو گئی اور ایسی جنگ عظیم واقع ہوئی کہ اس سے پیشتر کسی نے نہیں دیکھی۔ سب سے پہلے تیر چلائے گئے۔ جب ایک تیر بھی باقی نہ رہا تو نیزوں سے لڑنے لگے۔ جب ٹوٹ گئے تلواریں نکل آئیں۔ پہروں چڑھنے سے زوال کے وقت تک لڑتے رہے اب نماز ظہر کا وقت آ گیا۔ سب نے تکبیروں اور اشاروں سے نماز ادا کی۔ ہاشم بن عتبہ نے ایک مرد مسلمان کو جس کا نام سعد بن عبید الانصاری تھا کہتے سنا کہ میں آج سے اپنے آپ کو اس جنگ میں خدا کے ہاتھ فروخت کروں گا شاید میرے گناہوں کا کفارہ ہو جائے۔ اس کے بعد تلوار سونت کر دشمنوں میں جا گھسا اور ایسی سخت جنگ کی کہ وہ دونوں لشکر تعجب سے دیکھتے تھے انجام کار شہید ہو گیا۔ اس پر اللہ کی رحمت ہو۔ جریر بن عبداللہ بجلی نے اپنی قوم سے مخاطب ہو کر کہا اے عزیزو اور دوستو یاد رکھو کہ اس جنگ میں تم کو دو نیکیوں میں ایک تو ضرور ہی حاصل ہوگی۔ اگر شہید ہوئے تو اس کے ثواب میں اللہ تعالیٰ دائمی بہشت کرامت فرمائے گا۔ اگر فتح یاب ہوئے تو بے شمار مال و غنیمت پاؤ گے۔ تم ہرگز ناموری یا دکھلاوے یا خلقت سے تعریف کرانے کی غرض سے جنگ نہ کرنا وہ تعریف و توصیف جس میں رضائے الہی نہ ہو کچھ مفید نہیں۔ میں نے اس لشکر کو آزما لیا ہے اور ان سے لڑ چکا ہوں یہی ٹیڑھی کمائیں اور لمبے نیزے ان کے سب سے عمدہ ہتھیار ہیں۔ جب تیر

برسائیں سروں کو ڈھالوں سے چھپا لو اور ان کے حملے کے وقت ثابت قدمی اختیار کرو۔ اللہ تعالیٰ تمہارا مددگار ہے۔ پھر یہ کہہ کر ہر اہوں سمیت دشمن کے لشکر پر حملہ کیا واد شجاعت دی اور بہت سے کافروں کو داصل جہنم کر کے اپنی جگہ پلٹ آیا۔ اسی اثناء میں ایرانی بہادروں میں سے ایک شخص جس کا نام رستم کوچک تھا بڑا ہی چالاک بہادر اور لوگوں میں رستم دستاں مشہور تھا اپنی صف سے نکلا اور دونوں لشکروں کے بیچ میں کھڑے ہو کر گویا ہوا۔ اے قوم عرب میدان میں نکلو اور مجھ سے جنگ کرو اور بہادروں کے زور بازو کا ملاحظہ کرو بھائی عوام اور زبیر عبدس شمس کے بیٹے میدان میں اس کے مقابلے پر نکلے۔ رستم دونوں کو جواب دینا تھا اور بہت دیر تک جنگ ہوتی رہی۔ آخر زہیر نے غضبناک ہو کر ایک نیزہ لگایا کہ رستم نیچے آ رہتا مگر وہ سنبھل گیا اور زہیر میدان میں گھوڑا نکال کر فخر کرنے لگا کہ میں نے رستم کو زخمی کر دیا ہے۔ رستم بھی اسی طرح لاف زنی کرنے لگا اتنے میں لشکر اسلام سے ایک اور شخص جابر بن طارق نخعی نام رستم کو اس شان و شوکت کا بہادر دیکھ کر میدان میں نکل آیا کہ اپنے بھائیوں کی مدد کرے۔ رستم بھی اسے دیکھ کر حملہ آور ہوا۔ زہیر نے جابر سے کہا میرے نزدیک آ جا اس کھٹ کئے کئے سے تہا مقابلہ نہ کر۔ ایسا نہ ہو تجھے صدمہ پہنچے رستم تینوں جوانوں سے نہرو آزمائی کر رہا تھا جب وہ کسی ایک پر حملہ کرنا تو باقی اس پر جھکتے اور اس طرح تیسرے کو اس کے پیچھے سے بچا لیتے۔ غرضیکہ عوام اور زہیر نے رستم کو اپنی طرف متوجہ کر لیا۔ اور جابر نے موقع پا کر اس کے سر پر ایسی تلوار لگائی کہ تاج اور آہنی خود کو کاٹی ہوئی سر میں اتر گئی۔ اور سر کے دو حصے کئی ہوئی سینہ میں داخل ہوئی رستم بے جان ہو کر زمین پر آ رہا تینوں اشخاص نے اس کے ہتھیار اور کپڑے اتار لئے ایک ہزار قیمت چاچی گئی اور تینوں نے آپس میں بانٹ لی اب شام ہو چکی تھی اور لڑنے والے مردانہ جنگ کرتے کرتے تھک گئے تھے۔ گھوڑے بھی چور چور ہو گئے تھے۔ چاہا کہ طرفین سے اپنی اپنی قیامگاہ کو لوٹ جائیں مگر اسی وقت فارسی لشکر کے بعض سرداروں نے ایک تازہ دم فوج اسلحہ سے پوری طرح آراستہ کر کے بڑی شان و شکوہ سے اپنی صفوں سے علیحدہ کی اور لشکر اسلام پر دھاوا بول دیا۔ مسلمان ایسے وقت میں اس مستعد فوج کو دیکھ کر دہل گئے اور سخت رعب چھا گیا۔

مخاربه لشکر اسلام با کفار

عمر بن معدی کرب لکارا کہ اے مسلمانو ان سواروں سے مٹ ڈرو اور دل کو مضبوط رکھو الحمد للہ کہ ہم نے ایسی بہت سی لڑائیاں دیکھ رکھی ہیں۔ تم مرد میدان اور شیر ہو اس وقت کا حملہ اس سے پیشتر کی لڑائیوں سے کچھ زیادہ سخت نہیں۔ گھوڑوں سے اتر پڑو نیزہ اور شمشیر ہاتھ میں لے کر ایک دوسرے سے ٹل جاؤ۔ مقابلہ کے حملہ کے وقت ثابت قدمی اختیار کرو اور اپنے وقت پر سخت حملہ کرو مجھے خدا تعالیٰ کی درگاہ سے قوی امید ہے کہ اس قوم پر نصیب ہوں گے اور اللہ تعالیٰ تمہاری امداد فرما کر دین اسلام کو سرخو رکھے گا۔ اور انشاء اللہ تمہارے دشمن ذلیل و خوار ہوں گے۔ یہ کہہ کر گھوڑے پر تلوار رکھے رجز خواں تھا اور اپنی مصرکہ آرائیاں بیان کر رہا تھا کہ فوج کفار نے بڑے جوش و خروش سے عمر بن معدی کرب پر حملہ کیا مگر جب اس کی جمعیت پہاڑ کی طرح اپنے مقام سے ذرا نہ سرکی تو جریر بن عبداللہ سینہ کی طرف سے اور جریر بن عدی میسرہ سے اور کشخ مرادی جناح کی طرف سے مدد کو آ پہنچے اور ایک دم سے ایرانی لشکر پر ٹوٹ پڑے۔ بڑی خونریز جنگ ہوئی۔ آخر اللہ نے اہل اسلام کو فتح مند کیا اور لشکر کفار نے شکست کھائی۔ مسلمانوں نے تلواریں سنبھالیں اور کانٹے چھانٹتے خاتین تک تعاقب کیا۔ رات کو اسی موضع میں رہے صبح کو جلولا میں داخل ہوئے اور مال غنیمت فراہم کیا۔

اس جنگ میں جس قدر مال و متاع اور عجیب و غریب اشیاء مسلمانوں کے ہاتھ آئیں اندازے سے باہر تھیں۔ ایک مسلمان بولا اللہ تعالیٰ غنی بن حارث شیبانی پر رحمت نازل فرمائے اگر آج کے دن وہ زندہ ہوتا تو فتح جلولہ سے کس قدر شاد ہوتا کیونکہ وہ اکثر آرزو کیا کرتا تھا کہ کسی طرح مسلمانوں کے ہاتھوں میں جلولہ کو مفتوح دیکھ لوں خواہ وہ میری زندگی کا آخری ہی لمحہ کیوں نہ ہو۔ ایک اور معزز بول اٹھا۔ اگرچہ اس کی آنکھیں دنیا میں اس فتح سے روشن نہیں ہو سکتیں۔ لیکن اس کی دونوں آنکھیں دائمی بہشت میں روشن ہیں۔ اس کے بعد ہاشم بن عقبہ نے جلولہ کا تمام مال غنیمت جمع کر کے اپنے چچا سعد کی خدمت میں بھیج دیا۔ مسلمان اس فتح سے نہایت خوشی ہوئی۔ فتح جلولہ کے بعد لشکر اسلام خاشعین کی طرف روانہ ہوا۔ ایرانی فوج ان کے آنے کی خبر سن کر خاشعین میں بھی قدم نہ جما سکی ایک اور موضع میں جسے قصر شیریں کہتے ہیں قیام کیا اور وہاں سے حلوان کی طرف بھاگے۔ یہاں پر یزد جرد بادشاہ غلاموں اور خواصوں کے ہمراہ قیام فرما تھا یہ سن کر کہ اسلامی لشکر تعاقب کئے چلا آ رہا ہے۔ سمجھ گیا کہ اس قوم کا مقابلہ کرنا محال ہے۔ ایک مشہور عجمی سردار منوچہر بن ہرمز کو طلب کیا اور حلوان میں اپنا نائب بنا کر خود وادی نہاوند کوچ کیا۔ اسلامی لشکر نے قصر شیریں پہنچ کر سعد و قاص کو نامہ لکھا۔ تمام حالات درج کرنے کے بعد اجازت چاہی کہ ہم حلوان کی طرف بڑھیں۔ یا خود بھی پہنچیں کہ تب متفق ہو کر حلوان پر چڑھائی کی جائے۔

حلوان میں سعد و قاص کی آمد

اگرچہ سعد نہایت کمزور تھا لیکن اپنی شرکت کو زیادہ مناسب تصور کر کے سلمان فارسی کو مدائن میں اپنا نائب قرار دیا۔ اور خود گھوڑے پر بیٹھ کر اسی بیماری کی حالت میں چل پڑا۔ قصر شیریں میں پہنچ کر ایک دن قیام کیا۔ دوسرے دن حلوان کی طرف بڑھے۔ منوچہر نائب یزد جرد جو حاکم حلوان تھا۔ سعد و قاص اور اسلامی فوجوں کے آنے کی خبر سن کر بھاگ نکلا اور یزد جرد کی خدمت میں پہنچا۔ پھر ان دونوں نے اس جمعیت کے ساتھ جو ان کے ہمراہ تھی مسلمانوں سے گریز اختیار کیا۔ سعد و قاص نے حلوان میں قیام کر کے جریر بن عبداللہ بکلی کو حکم دیا کہ جس قدر موٹی اور مال و دولت اور خزانے دستیاب ہوتے ہیں سب کو جمع کرو۔ اس کے بعد کشور مرادی کو طلب کیا اور دس ہزار سوار دے کر علاقہ ماسندان اور اس کے نواح کی طرف روانہ کیا اور عدت بن زید طاعی کو بھی دس ہزار کی جمعیت دے کر شہر زور اور اس کے نواح میں بھیجا۔ علاقہ ماسندان اور شہر زور سے اس قدر مال و دولت لوٹ میں ملا جس کا اندازہ نہ ہو سکتا تھا۔ اس تمام کو جمع کرنے کے بعد ہر دو سردار صحیح و سلامت ظفر مندی کے ساتھ مراجعت کر کے سعد و قاص کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ سعد نے ایک انصاری بہادر فضلہ بن معاویہ نام کو بلایا اور تین سو سواروں کا دستہ دے کر فرمایا کہ حلوان کے مضافات میں گھومے اور جس قدر موٹی اور سامان طے لوٹ لائے۔ فضلہ تمام اونٹ، گھوڑے، بھیڑ، بکری اور دیگر چوپائے وغیرہ جمع کر کے حلوان کی طرف چلا آ رہا تھا کہ سوء اتفاق حلوان کے دو پہاڑوں کے درمیان ایک عجیب و غریب معاملہ پیش آیا۔

حکایت فضلہ

نماز عصر کا وقت تھا فضلہ نے ادائے فریضہ کے لئے قیام کیا اور جب اللہ اکبر کی آواز بلندی کی تو پہاڑ میں سے ایک ندائے

غیب آئی اے فضلہ کبرہ تکبیراً" اور جب اشہد ان لا الہ الا اللہ کی نوبت آئی تو ہاتف نے صدا دی اخصلت اخلاصاً" یا فضلہ یعنی اے فضلہ تو نے انتہائی خالص نیت سے کہا۔ اور جب اشہد ان محمد رسول اللہ کہا تو ندا آئی یہ وہ پیغمبر ہے جس کے بعد اور کوئی پیغمبر نہ ہو گا۔ جب ہی علی الصلوٰۃ کہا۔ ہاتف نے کہا یہ وہ نماز ہے جسے اللہ تعالیٰ نے فرض ٹھہرا دیا ہے۔ اور کیا اچھا ہے وہ شخص جو ہمیشہ نماز وقت پر ادا کرتا ہے۔ پھر جب ہی علی الفلاح کہا تو اس نے کہا۔ الفلاح لامل الصلاح والصلاح لامل الفلاح یعنی یہ نماز نیک شخصوں کے لئے موجب بخشش ہے۔ فضلہ نے اذان سے فارغ ہو کر اقامت شروع کی اور جب اس کلمہ مبارک قد قامت الصلوٰۃ پر پہنچا ہاتف نے کہا امت محمد رسول اللہ کا زمانہ بہت دراز ہو گا تا قیام قیامت رہے گا۔ فضلہ نے نماز سے فارغ ہو کر یہ آواز بلند کہا اے ہاتف میں نے تیری آواز سنی اور مطلب معلوم کیا۔ اگر تو فرشتہ ہے تو تجھ پر فضل خدا ہو اور اگر توحن و پری ہے تو مجھے مرحبا ہے اور اگر تو آدم زاد ہے تو سامنے آتھ سے مل کر خوش ہوں۔ اسی وقت ایک ضعیف العمر بڑھا پھاڑ کی کھوہ سے نکلا ہاتھ میں عصا اور بدن میں سفید اون کے دو جامے تھے۔ اس کے تمام بال سفید تھے اوسط درجہ کا قد تھا قریب آکر عصا پر سہارا لیا اور کہا السلام علیکم ورحمۃ اللہ فضلہ نے جواب سلام کے بعد کہا تم کون ہو اور یہاں کس لئے پڑے ہو۔ اس نے کہا میرا نام رزیب ہے اور جناب عیسیٰ علیہ السلام کے وصی تریلیا کا بیٹا ہوں۔ میرے حق میں دعا ہے کہ ان پہاڑوں میں اس وقت تک زندہ رہوں گا جب تک حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے تشریف لائیں گے۔ میں تم کو اطلاع دیتا ہوں کہ جب امت محمدی میں یہ چند حادثے دیکھی جائیں تو ان سے بھاگنا چاہئے۔ فضلہ نے کہا ان عادتوں کا ذکر کیجئے ہم ان سے بچیں گے۔ رزیب نے کہا مردوں سے اور عورتیں عورتوں سے صحبت اختیار کریں گی۔ اور انہی کے ہو رہیں گے۔ امیر غلاموں سے جتنا ہوں گے اور نوکروں چاکروں کے ساتھ شراب نوشی کریں گے۔ بے گناہوں کو قتل کریں گے۔ کہ گناہگار عبرت پکڑیں۔ صدقہ دینا بند کر دیں گے۔ قرآن شریف کو راگ اور لے سے پڑھیں گے۔ مسجدوں میں سنہری نقش و نگار بنائیں گے۔ چیتاروں کو بلندی دیں گے، جھوٹی گواہی دیں گے، سود کھائیں گے، زنا کریں گے، مینہ کم برسے گا اور غلہ باوجود زیادہ پیداوار کے گراں فروخت ہو گا۔ جب یہ علامتیں ظاہر ہوں خوف کرنا چاہئے۔ رزیب یہ باتیں کر کے غار کی طرف پھر گیا اور لشکر اسلام کوچ کر کے خدمت سعد میں پہنچا۔ رزیب بن تریلیا کی روایت اور اس کے بیانات عرض کئے۔ سعد وقاص نے امیر المومنین کو خط لکھا اور رزیب کے ماجرے سے بھی اطلاع دی۔ عمر نے جواب لکھا اور بڑی تعریف کی اور فرمایا کہ اس خط کو پڑھتے ہی بذات خود پہاڑوں میں جانا اور رزیب کو تلاش کرنا اور جو حالات اس سے معلوم ہوں تفصیل وار لکھ لینا پھر ہم کو لکھنا۔ اس خط کے آتے ہی سعد حسب حکیم خلیفہ سوار ہوا اور ان پہاڑوں میں پہنچا۔ اذان دی۔ کوئی گواہ نہ آئی۔ آدمیوں کو حکم دیا کہ جا بجا اذان کہیں پھر بھی کوئی جواب سننے میں نہ آیا۔ اس کے بعد سواروں کو حکم دیا کہ حلوان کے پہاڑوں میں گشت کر لگاؤ اور رزیب کا حال معلوم کرو۔ کئی شبانہ روز اسی جستجو میں پھرتے رہے نہ کوئی نشانی ملی اور نہ کوئی بات معلوم ہو سکی۔ سعد واپس چلا آیا۔ اور امیر المومنین عمر کو یہ حال لکھ بھیجا۔ بعد ازاں جریر بن عبد اللہ بجلي کو بلا کر اور اس کی قوم اور قبیلہ یمن سے ایک ہزار سواروں کے حکم دیا کہ حلوان میں قیام رکھے۔ اور فارسی کافروں کی طرف سے کوئی تعرض نہ ہو تو ان کو دفع کرتا رہے۔ بعدہ حلوان جلولا، خاقین، برائن اور قادسیہ وغیرہ کے اموال غنیمت میں سے خمس حضرت عمر کی خدمت میں روانہ کیا۔ عمر نے ان غنیمتوں کا ملاحظہ فرما کر ان کی کثرت اور خوبیوں پر بڑا تعجب کیا دوسرے مسلمان بھی دیکھ دیکھ کر حیران ہوتے تھے کہ اس قدر مال و دولت اور خزانے اور ظروف کبھی نہ دیکھے تھے۔ ایک مسلمان نے پوچھا اے امیر اس لوٹ کے مال کو آپ خزانہ میں رکھیں گے۔ یا مسلمانوں کا حصہ دار مرحمت فرمائیں گے۔ امیر المومنین نے قسم کھائی

کہ اس مال پر کسی مکان کی چھت کا سایہ نہ پڑے گا۔ یعنی اس کو بیعت المال میں نہ رکھوں گا۔ پھر حکم دیا کہ یہ سب دولت مسجد رسول میں رہے اور امانت دار اور نیک بخت لوگ رات بھر اس کا پہرہ دیں۔ اور حفاظت کریں۔ صبح کے وقت مہاجرین اور انصار کو طلب کیا۔ ہر شخص کو اس کے درجے اور حق کے مطابق مال غنیمت میں سے حصہ دیا۔ اس کام سے فارغ ہو کر سعد وقاص کو خط لکھا کہ سلمان کو مدائن اور اس کے نواح کا حکم مقرر کر کے آپ کوفہ میں داخل ہو۔ اور وہاں کی امارت اختیار کر کے لوگوں کی دلجوئی کرے۔ سعد بموجب حکم کوفہ میں آیا۔ اور اسی جگہ پر قیام کیا۔ اسی وقت سے تمام اہل عرب کوفہ میں آباد ہونے شروع ہوئے اس کے بعد امیر المومنین عمر نے سعد کو حکم دیا کہ کوفہ میں جو بڑی مبارک اور عمدہ جگہ ہے ایک عالی شان مسجد بنائے۔ لوگ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ جب امیر المومنین علی ابن ابی طالب مسجد کوفہ میں تشریف فرما تھے ایک شخص حاضر خدمت ہوا اور عرض کی یا امیر میں مسافر ہوں اور کوئی فرزند نہیں رکھتا اور ایک فرض حج ادا کر چکا ہوں۔ اب ارادہ ہے کہ حج کر کے بیت المقدس چلا جاؤں اور وہاں گوشہ نشین ہو کر نماز اور عبادت میں مشغول ہوں۔ حضرت نے فرمایا تیرے پاس جو گوشہ ہے وہ کھالے اور سلمان سفر بیچ ڈال اور کوفہ کی مسجد میں ٹھہر جا کیونکہ یہ مسجد دنیا کی چار مقدس مسجدوں میں سے ایک ہے۔ اور مسجدوں کے مقابلے پر اس جگہ دو رکعت نماز پڑھنا دس رکعتوں کی برابر ہے۔ بلکہ ان سے بھی سوا۔ اور اس مسجد کی ایک فضیلت یہ ہے کہ طوفان نوح علیہ السلام کے وقت سب سے پہلے جس مقام سے پانی ابلنا شروع ہوا تھا وہ اسی مسجد کے ایک گوشہ میں واقع ہے اور جس جگہ پانچواں ستون ہے وہاں ابراہیم خلیل اللہ نے نماز پڑھی ہے۔ اور یسوع اور نوحؑ بھی اس مسجد میں نماز ادا کر چکے ہیں اور عرصے تک حضرت موسیٰ کا عصا اس مسجد میں رکھا رہا ہے۔ مشہور خلائق۔ مغوث اور یعوق بت اسی وقت توڑے گئے ہیں۔ کوہ ابواز اس مسجد کا میدان ہے۔ قیامت کے روز کئی ہزار خلقت اسی مسجد سے اٹھے گی جن کا نہ حساب لیا جائے گا نہ کوئی عذاب ہوگا۔ اسی مسجد کے وسط میں ایک بستی چمن نمایاں ہوگا۔ اسی مسجد میں ایک چشمہ ہے جو امام آخر الزمان کے عہد میں عیاں ہوگا۔ ایک سوت پانی کا اور ایک دودھ کا اور ایک روغن کا ہوگا۔ یہ چشمہ جانب راست واقع ہے۔ اگر انسان اس مسجد کے جملہ فضائل سے آگاہ ہو جائے تو وہ کبھی اس سے علیحدہ نہ ہوتے۔ پھر فرمایا اے لوگو کوفہ والوں کو برانہ کہو۔ کیونکہ اس کوفہ میں راہ راست پر چلنے اور ہر دم یاد الہی کرنے والے لوگ بھی ہیں۔ اس مقام پر آخری دور میں اہل فساد کے ہاتھ پاؤں توڑے جائیں گے۔ حضرت امیر المومنین علیؑ فرمایا کرتے تھے کہ کوفہ اسلام کا گنبد اور دین کا گوشہ ہے۔ اور اہل کوفہ ہی کے ہاتھوں اللہ تعالیٰ منافقوں کو سزا دے گا۔ سعد وقاص نے کوفہ کی سکونت اختیار کر کے ہر سمت کو فرار کے گھاٹ تک فوجیں روانہ کیں اور حکم دیا کہ اس علاقہ کو فتح کرو اور لوگوں کو اسلام میں داخل ہونے کی فمائش کرو۔ غرضیکہ اس کی فوجیں ان اطراف میں پہنچیں اور اکثر کو فتح کر لیا۔

فتح بیت المقدس

اسی دوران میں خلیفہ عمر نے ابو عبیدہ کو خط لکھا کہ بیت المقدس پر چڑھائی کر کے وہاں کے باشندوں سے معرکہ آرائی ہو تا وقتیکہ وہ دین اسلام اور جزیہ قبول نہ کر لیں۔ ابو عبیدہ نے اس خط کو پڑھ کر سعید بن زید بن نفیل کو طلب کیا اور دمشق میں اپنا نائب مقرر کر کے خود مع لشکر جانب اردن روانہ ہوا وہاں پہنچ کر قیام کیا اور بیت المقدس کے حاکموں کے نام اس مضمون کا خط بھیجا کہ ابو عبیدہ کی طرف سے اہل ایلیا اور دوسرے سرداروں کو معلوم ہو کہ سلام ہو اس شخص پر جو راہ

راست پر چلتا ہے اور اللہ پر ایمان لایا ہوا ہے۔ پھر میں تم سب کو قبولیت دین اسلام اور کفر کے ترک کرنے کا پیغام پہنچاتا ہوں کہ راہ راست کو اختیار کرو کلمہ شہادت پڑھو اللہ کی واحدانیت کا اقرار کرو، محمد کو برحق پیغمبر جانو اور قرآن مجید کو کلام الہی تسلیم کرو۔ اگر تم ان سب باتوں کو تسلیم کرو گے تو تم ہمارے دینی بھائی ہو اور ثواب میں ہمارے شریک حال۔ پھر تمہارا خون اور مال ہم پر حرام ہو جائے گا۔ اور اگر تم ایسا نہ کرو گے اور ایمان نہ لاؤ گے تو تم پر ایک ایسا لشکر چڑھا کر لاؤں گا جو اللہ کے راستے میں شہادت کو اس سے بھی زیادہ عزیز رکھتے ہیں جیسے زندگی کو اور میں واپس نہ جاؤں گا جب تک تمہارے مردوں کو قتل اور تمہاری عورتوں اور بچوں کو قید اور مالت و دولت کو غارت نہ کر لوں گا۔ آئندہ تم کو اختیار ہے۔ اہل ایلیا نے خط پڑھ کر انکار کر دیا اور ایمان نہ لائے۔ ابو عبیدہ نے ان کی طرف کوچ کیا اور قریب پہنچ کر ایک حصار کے نیچے اتر پڑے۔ باشندگان ایلیا معرکہ آرائی کے لئے شہر سے نکلے اور لشکر اسلام سے جنگ چھیڑ دی۔ اور خونخوار جنگ کے بعد شکست کھائی۔ مسلمانوں نے بہتوں کو قتل کیا اور باقی قلعہ میں بھاگ کر پناہ گزیں ہوئے۔ اور کچھ دنوں تک مقابلہ کرتے رہے آخر تاب مقابلہ نہ لاکر ابو عبیدہ کی خدمت میں قاصد بھیجا کہ ہم تم سے صلح کرنا چاہتے ہیں۔ لیکن چونکہ ہم کو تمہارے صلح پر بھروسہ نہیں ہے اس لئے اپنے سردار عمر بن خطاب کو لکھو کہ بذات خود یہاں تشریف لائیں اور ہمارے واسطے ایک عہد نامہ اور سند تحریر کر دیں اور ہم کو ایمان دیں تب ہم کو اعتماد اور یقین امن حاصل ہو گا۔ ابو عبیدہ نے مناسب سمجھا کہ حضرت عمر کو اہل ایلیا کے حال سے مطلع کرے۔ خط لکھا کہ اہل ایلیا نے پہلے لشکر اسلام کا مقابلہ کیا ہے اور اب صلح کے خواستگار ہیں لیکن ہماری صلح پر بھروسہ نہ کر کے چاہتے ہیں کہ آپ تشریف لائیں اب اگر خلیفہ کی رائے ہو ان کی درخواست کو شرف قبولیت بخشا جاوے۔ یا جیسی رائے قرار پائے۔ عمر نے ابو عبیدہ کے اس خط کو پڑھ کر جملہ مہاجر و انصار اور نامور اشخاص کو جمع کیا۔ اور بیت المقدس کی طرف جانے کے باب میں ان سب سے مشورہ کیا۔ سب نے اس امر کو پسند کیا۔ آپ نے عباس بن عبد المطلب کو بلایا۔ اور فرمایا کہ شہر سے باہر نیچے لگاؤ۔ اور لشکر کی جگہ تریب دو کہ لشکر جمع ہو اس کے بعد منبر پر جا کر اول حمد و ثنایان کی پھر کلماتے لوگو مجھے اس مہم کے ختم کرنے کی ضرورت سے جسے تم جانتے ہو بیت المقدس کی طرف جانا پڑا ہے اگر مجھے ان مسلمانوں کی فکر لاحق نہ ہوتی تو میں کبھی تم سے علیحدہ نہ ہوتا مگر اب مسلمانوں کی امداد کے لئے جانا ضروری ہے۔ علی ابن ابی طالب بصد سعادت مدینہ میں ہیں جب کوئی ضرورت لاحق ہو ان کی طرف رجوع کرنا ان کے مشورہ سے فائدہ اٹھانا اور جو حکم صادر فرمائیں یا جس امر کو مناسب تصور فرمائیں اس سے انحراف نہ کرنا۔ آپ کی فرمانبرداری کرتے رہنا۔ مسجد کے ہر گوشہ سے سمعنا و العنا۔ یعنی ہم نے سنا اور قبول کیا کی آوازیں بلند ہونیں۔ پھر امیر المؤمنین عمر نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کے بعد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں دین اسلام سے ممتاز کیا ہے اور عزت بخشی ہے۔ اور قرآن مجید جیسی کتاب نازل فرما کر بہت بڑا احسان فرمایا ہے۔ اور محمد مصطفیٰ جیسا پیغمبر بھیج کر ہمارے دلوں سے ظلم، جہالت، کفر اور بدی کی تاریکیوں کو نکال دیا ہے اور ہم سب کے دلوں میں باہمی الفت پیدا کر دی ہے۔ دشمنوں پر ہم کو فتح یاب کیا ہے۔ باہمی ربط و ضبط اور محبت کو استحکام بخشا ہے۔ اے بدگمان خدا اللہ کی ان نعمتوں کا شکر یہ ادا کرو شکر یہ وہ چیز ہے جس سے اللہ تعالیٰ اپنی مزید نعمتیں عطا فرماتا ہے۔ فقط والسلام علی من اتبع الهدی

بیت المقدس میں خلیفہ کی آمد

پھر منبر سے اتر کر حکم دیا کہ تیاری کر لو اور باہر خیمہ لگاؤ۔ شہر سے باہر تشریف لا کر ایک اونٹ پر دو ظروف باندھے ایک

میں سنا اور دوسرے میں خرے بھرے اور پانی کا مکینہ سامنے لٹکایا اور سفر شروع کیا۔ ہر روز مسافت طے کر کے جب بیت المقدس کے علاقہ میں داخل ہوئے تو ابو عبیدہ نے اطلاع پا کر مشہور و معروف اشخاص، امیروں اور سرداروں کی جمعیت کے ساتھ استقبال کیا اور نزدیک پہنچ کر دیکھا کہ امیر المومنین اونٹ پر سوار ہیں بدن میں صوف کالہاں، ایک تلوار حائل اور کاندھے پر عربی کمان پڑی ہوئی ہے۔ ابو عبیدہ گھوڑے سے اتر کر رسم سلام بجالایا۔ اور عمر بھی ابو عبیدہ کو دیکھ کر پیدل ہو گئے۔ اور باہم بغل گیر ہوئے۔ اور عذر کرتے تھے۔ عمر نے ابو عبیدہ کا ہاتھ پکڑ کر بوسہ دیا اور ابو عبیدہ نے اپنا ہاتھ ان کے پاؤں سے مس کیا۔ امیر المومنین نے اس کے پاؤں پر سر جھکولایا اور چاہا کہ بوسہ لے۔ ابو عبیدہ لئے قدم کو الگ کر گیا۔ اور عرض کی اے امیر المومنین آپ کو یہ کیا ہو گیا کہ خدائے کے لئے ایسا تو نہ کیجئے۔ میں گنہگار ہوتا ہوں۔ امیر المومنین اسی طرح سر جھکائے آنسوؤں سے روتے اور عذر کرتے تھے۔ پھر ایک دوسرے نے گلے میں بائیں ڈال کر احوال پرسی کی اس کے بعد سوار ہو کر دمشق تک آئے اور قیام کیا۔ ہر ایک قبیلہ کے لوگ آتے تھے۔ اور امیر المومنین کو سلام کرتے تھے۔ حضرت محمد مصطفیٰ کے تمام اصحاب اور ابو ہریرہ، ابو درداء اور بلال نے شرف خدمت حاصل کیا۔ ابو عبیدہ نے کہا اگر آپ اس پشینہ کے چنہ کو اتار ڈالیں اور سفید لباس زیب تن کر لیں تو غیر ملک میں ہونے کے سبب کافروں کی نگاہ میں زیادہ رعب اور خوف کا موجب ہو گا۔ آپ نے فرمایا اے ابو عبیدہ مجھے اس پالدرا کپڑے کی عادت پڑی ہوئی ہے اگر نرم کپڑے پہنوں گا تو تن آسانی کی عادت پڑ جائے گی اور عادت کو تبدیل نہ کرنا چاہئے۔ اے دوستو تم بھی تکلف اور امیری کی عادت ترک کر کے میانہ روی کی عادت پیدا کرو، تیز کام گھوڑوں پر سوار ہو کر غرور کو راہ نہ دو کیونکہ گھوڑے پر سوار ہوتے وقت ہر شخص کے دل میں کچھ نہ کچھ غرور پیدا ہو ہی جاتا ہے۔ اونٹوں ہی کی سواری کی عادت رکھو۔ اللہ نے بدر کے دن انہی اونٹوں کے ساتھ ہم کو فتح بخشی تھی اور پیشتر بھی ہم کئی مرتبہ بہر انہی جناب رسالت ماب اونٹوں پر جنگ کر چکے ہیں۔ دوسرے دن روانہ ہو کر بیت المقدس کے قریب پہنچے۔ تمام سرداروں، امیروں اور مشہور و معروف لوگوں مثل معاذ بن جبل و یزید ابو سفیان نے جو ایلیا کے محاصرہ میں مشغول تھے۔ امیر المومنین کا استقبال کیا۔ سب کے سب گھوڑوں پر سوار تھے اور دیبا کے لباس زیب تن تھے۔ یہ سب روم کی لوٹ کا مال تھا۔ امیر المومنین نے ان کو اس حال میں دیکھ کر فرمایا اے عزیز تمہارے واسطے ان کپڑوں کا پہننا حرام ہے۔ ہم اس وقت جہاد اور جنگ میں مصروف ہیں اور انہی جنگوں سے یہ لباس بہم پہنچا ہے۔ آپ نے فرمایا بالضرورت تم کو نماز پڑھنی ہوتی ہے اور ان کپڑوں میں جانتے نہیں۔ مگر دشمنان دین سے جنگ کرنے کے وقت ان کا پہننا روا ہے۔ معرکہ آرائی کے وقت پہنو اور نماز کے وقت اتار ڈالو کیونکہ رسول خدا نے مردوں کو ریشمی اور زرہ نشتی لباس پہننے سے منع کیا ہے اور اپنی امت کے مردوں کے لئے حرام فرمایا ہے۔ صرف عورتوں کے لئے حلال ہے۔ یزید ابن ابی سفیان نے کہا اے امیر المومنین ہم ایسے ملک میں ہیں جہاں ریشمی کپڑا بہت سستا اور نعمت ہے اندازہ اور مویشی بکثرت ہیں اور مسلمانوں کو اس قدر لوٹ کا مال ملا ہے کہ سب کے سب دولت مند ہو گئے ہیں۔ اگر مناسب معلوم ہو تو آپ بھی یہ صوف کا چنہ اتار ڈالیں اور سفید مہین لباس پہن کر گھوڑے پر سوار ہو جائیں اور ہمیں حکم دے دیں کہ ہم سب بھی یہی لباس پہن کر گھوڑوں پر سوار ہو کر ہر کاب چلیں۔ جس سے کافروں پر زیادہ بیعت طاری ہو جائے گی۔ اور کفار آپ کو اس صوف کے لباس میں دیکھیں گے تو حقیر جائیں گے۔ آپ نے کہا اے عزیزو میں جس لباس کی وجہ سے مجھے درگاہ باری میں پشیمانی ہو خلقت کے خوش کرنے کے لئے زیب تن نہیں کر سکتا اور نہ میں اس امر کو پسند کرتا ہوں کہ وہ مجھے بہت برا سمجھیں۔ فرضیکہ بیت المقدس کے دروازہ پر پہنچیں تو باشندگان ایلیا کو خبر ملی انہوں نے ایک شخص ابو عبیدہ کو امیر المومنین کی خدمت میں بھیجا کہ صلح ہو جائے اور اس شرط پر کہ وہ اپنے

وطن میں رہنے پائیں۔ جزیہ قبول کریں۔ امیر المومنین نے رضامندی ظاہر کی اور ایک عہد نامہ لکھ دیا نسل بعد نسل اسے اپنے پاس رکھیں۔ اس کے بعد امیر المومنین بیت المقدس میں داخل ہوئے اور قوم ترسا کے ایک بڑے عبادت خانہ میں اترے۔ کعب الاحبار جو قوم ترسا کا ایک بڑا ممتاز اور بڑا عابد تھا۔ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا کہ دین اسلام کو قبول کرے۔ امیر المومنین نے اسے آتا دیکھ کر قرآن شریف کی یہ آیت پڑھی۔ یا ایہا الذین او تووا الکتاب امنوا بما نزلنا مصدقا لما معکم من قبل ان نظمس وجوها فنزداھا علی ادبارھا او نلعنہم کما لعنا اصحاب السبت وکان امر اللہ مفعولا کعب اس آیت کو سنتے ہی ایمان لے آیا۔ امیر المومنین اس کے مسلمان ہونے سے بہت ہی خوش ہوئے۔ کیونکہ وہ اپنی قوم میں بہت بزرگ اور دانا سمجھا جاتا تھا۔ اس نے کہا اے امیر المومنین تو ریت میں مذکور ہے کہ بنی اسرائیل کے شر ایک ایسے نیک آدمی کے ہاتھ سے فتح ہوں گے جو ایمان والوں پر بہت ہی مہربان ہو گا اور کافروں کے حق میں سخت گیر۔ اس کا ظاہر و باطن یکساں ہو گا اور قول و فعل مساوی، اس کے پیرو اہل توحید اور خدا پرست ہوں گے۔ آپس میں متفق اپنے مال کو دوسرے پر بے دریغ خرچ کرنے والے۔ اپنی پوشیدگی دھونے اور ازار کو کمر میں باندھتے ہوں گے ہر وقت ان کی زبان سے تقدیس اور تلمیل سننے میں آئے گی۔ کہیں ہوں پناہ میں یا بیابان میں ہر حالت میں تکبیر اور تعریف الہی بجا لائیں گے۔ اور یہی امت سب سے پہلے بروز قیامت داخل بہشت ہو گی۔ امیر المومنین نے کہا اے کعب جو کچھ تو نے بیان کیا ہے یہ سب سچ ہے۔ عمر نے زمین پر جبین رکھ کر جحدہ شکر ادا کیا اور کہا خدائے عزوجل کا احسان ہے کہ ہم کو اسلام کے ساتھ عزیز اور مکرم فرمایا۔ اور حضرت محمد رسول اللہ کے واسطے سے ہم پر رحمت نازل فرمائی اور شرف بخشا۔ پھر لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر کہا اے مسلمانو تم کو خوشخبری ہو کہ اللہ تعالیٰ نے جو وعدہ فرمایا تھا اسے پورا کیا۔ ہمیں دشمنوں پر فتح دی ان کے شہر ہمیں عطا کئے ان نعمتوں کے عوض شکر یہ ادا کرو اور گناہوں سے بچو کیونکہ گناہ کرنا اور گناہوں پر مصر ہونا کفرانِ نعمت ہے اور کسی قوم کی نعمت و حشمت کو زوال نہیں آیا ہے اور نہ اس پر دشمن نے قابو پایا ہے مگر اس وقت جبکہ اس نے ناشکری اور کفرانِ نعمت کو اختیار کیا ہے امیر المومنین نے بیت المقدس میں چند روز قیامت کیا اور مشغول عبادت الہی رہے۔ ایک دن عمر بن عاص نے کہا اے امیر المومنین شہر والے انگور کا شیرہ نکال کر آگ پر پکاتے ہیں پھر اسے پیتے ہیں۔ وہ پانی نہایت ہی میٹھا اور بامزہ ہوتا ہے۔ اس کا پینا حلال ہے یا حرام۔ امیر المومنین نے کہا اس میں سے کسی قدر منگاو۔ میں دیکھنا چاہتا ہوں لوگوں نے شیشے کے برتن میں تھوڑا سا لاکر سامنے رکھ دیا۔ عمر نے کسی قدر لے کر سونگھا۔ پھر شہر والوں سے پوچھا کہ تم کس طرح بناتے ہو انہوں نے جواب دیا کہ انگوروں کا شیرہ نکال کر اور ایک دیک میں ڈال کر آگ پر پکاتے ہیں۔ یہاں تک کہ دو حصے جل کر ایک حصہ رہ جاتا ہے۔ خلیفہ نے کہا اگر اسی طرح تیار کرتے ہو جیسا کہ بیان کیا گیا ہے تو جوش کرنے سے جس قدر حرام ہے وہ زائل ہو جاتا ہے اور باقی بچا ہوا حلال۔ پھر انگلی بھر کر چائی اور فرمایا اس کے حلال ہونے میں کوئی شک نہیں۔ خوشی سے کھاؤ پیو اور جب جانو کے آگ کے بغیر خود جوش کھا کر تیار ہوا ہے تو وہ حرام ہے اسے مت پیو۔ پھر ان رہبانوں اور قوم ترسا کے عالموں کی طرف دیکھا جو اس عبادت خانہ میں کھیل پنے عبادت کر رہے تھے اور فرمایا حمد و ثنائے عزوجل وہ جسے چاہے گمراہ کرے اور جسے چاہے ہدایت فرمائے۔ ایک رہبان نے سن کر کہا خدانے کسی کو گمراہ نہیں کیا ہے۔ خلیفہ کو سن کر غصہ آیا اور کہا اے دشمن خدا اگر اس وقت صلح نہ ہوئی ہوتی اور اس کا عہد نامہ لکھ کر نہ دیا ہوتا تو اسی وقت تمہارے سراڑا دیتا۔ اور نام و نشان مٹا دیتا تو دعویٰ کرتا ہے کہ خدا گمراہ نہیں کرتا ابھی تجھ کو گمراہ کر دیا اور گمراہ کی مرتیرے دل اور آنکھوں پر لگا دی ہے جس کے سبب تو راہ راست کو نہیں پا سکتا اور دیکھتی آنکھوں سے چھوڑ رکھا ہے۔ اگر تم آخر تک اسی حال میں رہو گے تو اللہ تعالیٰ تمہیں دوزخ میں ڈالے گا

اور یہ کوئی ظلم کی بات نہ ہوگی۔ رہبان سن کر خاموش ہو رہے۔ اب امیر المومنین نے واپسی کا ارادہ کیا حکم دیا کہ خیمہ باہر لگائیں پھر سوار ہو کر مدینہ کی راہ لی۔ ابو عبیدہ اور لشکر کے ممتاز سردار مہاجر انصار مشایعت کے لئے ہرکاب ہوئے۔ آپ نے شام کی حد سے گزر کر ان کو واپس کر دیا اور خود مدینہ روانہ ہو گئے۔ راستے میں عرب کی ندیوں میں سے ایک ندی پیش آئی۔ جسے ذات النار کہتے ہیں۔ بنی حذام وہاں کے باشندے تھے۔ امیر کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ سلام کیا اور کہا یہاں دو مسلمان مرد ایسے ہیں جو ایک ہی عورت کو اپنی اپنی زوجہ سمجھتے ہیں ان کا یہ فعل حلال ہے یا حرام۔ امیر المومنین سنتے ہی غضبناک ہوئے اور کہا ان تینوں کو حاضر کرو۔ جب وہ حاضر ہوئے تو دیکھا کہ ان میں ایک بوڑھا اور دوسرا جوان ہے۔ پھر پوچھا تم کیا دین رکھتے ہو۔ کہا ہم مسلمان ہیں پھر پوچھا اس عورت کا کیا دین ہے کہا وہ بھی مسلمان ہے۔ پھر فرمایا لوگوں نے مجھ سے بیان کیا ہے کہ تم دونوں اس عورت سے تعلق رکھتے ہو اور اس فعل کو حرام نہیں سمجھتے۔ پھر عورت سے پوچھا تیرا پہلا خاوند کونسا ہے۔ اس نے کہا یہ بوڑھا آدمی۔ امیر المومنین نے کہا افسوس اے بڑھے کس سبب سے تو نے اس برے فعل کو اختیار کر رکھا ہے۔ میں نے اب تک ایسا معاملہ کبھی نہ سنا تھا اور نہ کسی قوم میں ایسی بے عزتی پائی جاتی ہے۔ بڑھے نے کہا میں بوڑھا ہو گیا ہوں میری دونوں آنکھیں خراب اور اعضاء بہت ست ہو گئے ہیں۔ میرے پاس کئی اونٹ ہیں اس قدر طاقت نہیں کہ ان کو چراگاہ میں لے جاؤں۔ نہ میرا کوئی فرزند ہے اور نہ عزیز جو اونٹوں کی خدمت کرے اور مجھے فارغ کر سکے۔ اس آدمی نے میرے پاس آکر درخواست کی تھی کہ ایک رات دن کے لئے اسے بھی اس عورت میں شریک کر لوں۔ میں نے اجازت دی وہ میرے اونٹوں کی حفاظت کرتا ہے۔ اب جیسا آپ فرمائیں گے اس پر عمل کروں گا۔ امیر المومنین کو بڑا تعجب ہوا۔ اور اس شخص کو بہت سخت و ست الفاظ اور فرمایا اس عورت کو گھر میں بٹھا اس میں کسی کا کچھ حصہ نہیں پھر اس جوان کو بلا کر دھمکایا کہ اگر تو قسم کھا کر اس فعل کی حرمت سے لاعلمی بیان نہ کرنا تو میں ضرور ہی شرعی حد جاری کرتا۔ جا کوئی اور عورت نکاح میں لا۔ اور اگر پھر اس عورت کے پاس آیا اور میں نے سنا تو حکم دوں گا کہ سر کاٹا جائے۔ اس کے بعد امیر المومنین اس بہت سی سے روانہ ہوئے اور مدینہ میں پہنچے تمام مہاجر و انصار اور مدینہ کے رہنے والے مسلمان استقبال کے لئے آئے اور صحت و عافیت کی مبارک باد دی۔ ان ہی دنوں میں کہ امیر المومنین عمر شام سے مدینہ میں تشریف لائے تھے جبکہ الایہم غسانی مع ایک سو ستر جوانوں کے جو اس کے عزیز اور رشتہ دار تھے مسلمان ہونے کے ارادے سے حاضر ہوئے۔

جبلہ الایہم غسانی کا مسلمان ہونا

غسانی نے مدینہ کے قریب پہنچ کر ہمراہیوں سے کہا عمدہ عمدہ گھوڑوں پر سوار ہو جائیں۔ ان کے سروں پر چاندی کی کلفیاں لگائیں، بالوں میں موتی اور پیشانیوں پر جواہرات لٹکائے۔ جبلہ اس روز نہایت بیش قیمت گھوڑے پر سوار ہوا سونے کا تاج سر پر رکھا اور موتیوں کا طرہ کان کی طرف لٹکایا۔ باشندگان مدینہ جبلہ کے آنے سے بہت خوش ہوئے اور خلیفہ سے اجازت استقبال طلب کی۔ آپ نے اجازت دے دی۔ شہر کے تمام امیر و غریب نے اس کا استقبال کیا اور عمر کے پاس لائے امیر المومنین نے اس کے آنے کو غنیمت سمجھا اور بہت اچھی طرح مزاج پرسی کی۔ جبلہ نے کلمہ شہادت پڑھا اور مسلمان ہو گیا۔ امیر المومنین نے بڑی عزت و حرمت کی اپنے پاس بٹھایا اور اس کے آنے کی بہت خوشی کی۔ انصار کو حکم دیا کہ اس کی تکریم بہت زیادہ کی جائے اور جس قدر ممکن ہو دلجوئی کرتے رہیں۔ جبلہ مدینہ ہی میں رہنے لگا۔ مسلمانوں کے

حج کا وقت آیا۔ خلیفہ نے حج کا ارادہ کیا۔ آپ مصروف طواف تھے اور بنی فزارہ کا ایک آدمی بھی آپ کے عقب میں طواف کر رہا تھا۔ ناگاہ اس کا پاؤں جبکہ کے تہہ بند پڑ گیا اور تہہ بند کھل کر نیچے گر گیا۔ جلد کو طیش آ گیا فوراً اس کی ناک پر ایک گھونسہ رسید کیا اس کی تکسیر پھوٹ نکل۔ وہ شخص شکایت لے کر امیر المومنین کی خدمت میں حاضر ہوا اور جلد سے بدلا چاہا۔ آپ نے جلد کو بلایا اور پوچھا کہ تو نے کس وجہ سے اس شخص کی ناک پر ایسا گھونسہ مارا کہ تکسیر جاری ہو گئی۔ جلد نے کہا اے امیر المومنین میں طواف کعبہ میں تھا اس شخص نے دیدہ و دانستہ میرے تہہ بند پر پاؤں رکھ دیا جس کی وجہ سے تہہ بند کھل گیا۔ اور میرے اعضاء مخصوصہ سب کے سامنے برہنہ ہو گئے۔ اس نے مجھے طواف کعبہ میں رسوا کیا اس لئے میں نے اسے تنبیہ کی اور اگر اس وقت میرے پاس تلوار ہوتی تو خدا کی قسم میں اس کا سر تن سے جدا کر دیتا۔ امیر نے کہا تو نے اپنے قصور کا اقرار کر لیا ہے جا اس شخص کو راضی کر لے ورنہ میں حکم دوں گا کہ جس طرح تو نے اسے مارا ہے اسی طرح وہ تجھے مارے۔ جلد نے کہا اے امیر وہ ایک بازاری شخص ہے اور میں ایک بادشاہ کی اولاد میں نے جو اسے گھونسہ مار دیا ہے آپ اس کے بدلے مجھے پڑانا چاہتے ہیں۔ خدا کی قسم میرا تو یہ خیال تھا کہ مسلمان ہونے سے میں اور زیادہ عزیز و محترم ہو جاؤں گا۔ خلیفہ نے جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ کا یہی حکم ہے۔ اور مذہب اسلام کے قوانین جاہلیت کے قاعدوں کے خلاف ہیں۔ میں تجھے حکم دیتا ہوں کہ اسے اپنے سے راضی کر لے۔ جلد نے کہا اگر نہ کروں امیر نے کہا اگر نہ کرے گا تو حکم دوں گا کہ تیری ناک پر گھونسہ لگائے جیسا تو نے اس کی ناک پر لگایا ہے کیونکہ تو اور وہ اسلام اور شریعت کے لحاظ سے برابر ہیں۔ اور اسلام میں کسی شخص کو دوسرے پر ترجیح نہیں ہے۔ مگر اتفاق کے لحاظ سے۔ جلد یہ کہہ کر کہ جو خلیفہ کا حکم ہو گا دیکھا جائے گا۔ انصار آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا جلد کے واسطے ہم اسے رضامند کر دیتے ہیں۔ جلد بزرگ اور بزرگ زادہ ہے۔ شریعت کی رو سے جو گھونسہ اس پر عائد ہوا ہے ہم اس شخص کو چھ دے کر راضی کر لیتے ہیں۔ تاکہ جلد شکستہ دل نہ ہو۔ عمر نے قسم کھائی کہ جلد اسے راضی نہ کرے گا تو جلد سے اس شخص کا بدلہ لوں گا۔

جلد امہم الغسانی کا فرار

مدینہ سے روم جا کر دین اسلام سے پھر جانا

جب رات ہو گئی اور سب سو گئے جلد اٹھا اور اسباب باندھ کر مع ان رشتہ داروں کے جو شام سے اس کے ہمراہ آئے تھے روم روانہ ہو گیا۔ اور بادشاہ ہرقل کی خدمت میں بمقام قسطنطنیہ پہنچ کر دین اسلام سے پھر گیا۔ اور مرتد ہو کر ترسانہ مذہب اختیار کر لیا۔ ہرقل اس واقعہ سے بہت ہی شاد ہوا اور اسے مبارک فال سمجھا۔ اس کے چچا زادوں کو ولایت روم میں بڑی بڑی جاگیریں عطا کیں اور خود اس کو اپنا وزیر اعظم بنا لیا اور کاروبار سلطنت اس کے حوالے کر دیا۔ جلد بصد جاہ و جلال رہنے لگا۔ چند روز کے بعد امیر المومنین نے حذیفہ یمانی کو سفیر بنا کر شاہ ہرقل کے پاس بھیجا اور خط دیا جس میں ہرقل کو قبول دین اسلام کی ہدایت کی تھی۔ حذیفہ مدینہ سے چل کر روم میں داخل ہوا۔ اور شاہ ہرقل کی خدمت میں حاضر ہو کر خط دیا۔ اور حق سفارت بجلا لیا۔ ہرقل نے دین اسلام قبول کرنے سے انکار کیا۔ اور انشاء گفتگو میں کہا اپنے چچا زاد بھائی کے پاس جاؤ اس نے ہمارے پاس آکر تمہیں اور تمہارے دین کو ترک کر دیا ہے۔ اور ہمارا مذہب اختیار کر لیا ہے۔ اگر تمہارا

مذہب اچھا ہوتا تو جلد جیسا عقلمند انسان ہمارے دین کو قبول نہ کرتا۔ حذیفہ ہرقل سے رخصت ہو کر جبلہ کے مکان پر آیا دیکھا کہ اس کے دروازے پر بادشاہی ڈیوڑھی سے بہت زیادہ شان و شوکت اور خدم و حشم ہے اندر جانے کی اجازت حاصل کرنے کے بعد جبلہ کے پاس جا کر دیکھا کہ سنہری تخت پر بیٹھا ہے اور یا قوت و زبرد کا بڑا اونچا تاج سر پر ہے۔ حذیفہ کو دیکھ کر بڑے جوش سے مزاج پرسی کی اور بہت ہی مہربانی فرمائی اپنے قریب بٹھایا پھر خلیفہ اور ان کے اصحاب اور دیگر حضرات کا حال دریافت کیا۔ حذیفہ کا بیان ہے کہ جب میں اس کے قریب بیٹھا تو میں نے اچھی طرح نہ دیکھا تھا کہ کس چیز پر بیٹھا ہوں۔ تھوڑی دیر کے بعد جب مجھے معلوم ہوا کہ سونے کی کرسی ہے تو میں فوراً اٹھ کھڑا ہوا اور زمین پر بیٹھ گیا۔ جبلہ نے مسکرا کر کہا دل پاک ہے تو کوئی سا کپڑا پن لو اور کسی بھی چیز پر بیٹھ جاؤ کوئی اندیشہ نہیں۔ میں نے کہا محمد مصطفیٰ نے اپنی امت کے مردوں کو زری کے لباس اور سونے کے استعمال سے ممانعت فرمائی ہے۔ اے جبلہ تو نے کس سبب سے دین اسلام کو اور اپنے ملک اور وطن کو ترک کر دیا۔ اس نے کہا اے حذیفہ کیا تجھے خبر نہیں کہ عمر نے میرے ساتھ کیا برتاؤ کیا۔ میں نے ایک بازاری آدمی کو سزا دی تھی۔ عمر اس کے بدلے میں مجھے سزا دینا اور اس کے مساوی کرنا چاہتا تھا۔ حذیفہ نے کہا امیر المؤمنین کا حکم شریعت کے موافق انصاف پر مبنی تھا اور تجھے منصفانہ حکم ہونے کی بنا پر رو نہ کرنا چاہئے تھا۔ تو نے تو اسلام کو بھی ترک کر دیا اور یہاں آیا۔ اب بھی اس واقعہ کا تدارک ہو سکتا ہے۔ اسٹنٹ بن قیس کنڈی اور طلحہ بن خویلد اسدی دونوں دین سے برگشتہ ہو گئے تھے اور زکوٰۃ نہ دیتے تھے پھر انہوں نے توبہ کر لی اور دین اسلام قبول کر لیا۔ ان کی توبہ قبول ہو گئی اور اسلام میں بہت بڑا مرتبہ اور بلند درجہ پایا۔ اگر تجھے بھی منظور ہو تو واپس چل سکتا ہے۔ جبلہ نے کہا اے حذیفہ اب وہ وقت گزر گیا ہے۔ ان باتوں کو چھوڑ پھر ایک غلام کو حکم دیا اس نے دسترخوان لاجچھایا اور طرح طرح کے کھانے جن دیئے۔ جو نہایت ہی عمدہ اور نفیس کپے ہوئے تھے۔ جبلہ تخت سے اتر کر اس فرش پر جو تخت کے سامنے بچھا ہوا بیٹھا اور مجھے بلا کر اپنے قریب جگہ دی۔ اس کے سامنے سونے چاندی کے برتنوں میں کھانا اترا ہوا تھا کہ نوش جان کرے میں نے سونے چاندی کے برتنوں میں کھانا کھانے سے کراہت کی۔ جبلہ سمجھ گیا اور حکم دیا کہ ایک لکڑی کا خوان لاؤ۔ پھر میرے سامنے رکھ کر اس میں طرح طرح کے گرم اور سرد نہایت لذیذ کھانے کہ میں نے کبھی نہ دیکھے تھے لا کر رکھتے گئے بعدہ شراب لائے اور چاہا کہ دسترخوان پر رکھیں میں نے کہا مہربانی رکھئے اور کہہ دیجئے کہ شراب نہ لائیں۔ خدمت گار اس کے حکم سے واپس لے گئے۔ جب کھانے سے فارغ ہو گئے تو ایک طلائی طشت اور لوٹا ہاتھ دھونے کے واسطے حاضر کیا۔ میں نے ایک طرف جا کر جہاں آب رواں موجود تھا ہاتھ دھوئے اور پھر اپنی جگہ آ بیٹھا۔ جبلہ نے حکم دیا کہ شربت کے پیالے لائیں۔ شربت پی کر ایک خادم سے کہا مغنیوں کو حاضر کرو۔ اسی وقت دس لونڈیاں جن میں سے ہر ایک مانند تصویر تھی حاضر ہوئیں اور ان کے ساتھ ہی ہاشمی دانت اور آنسو کی مرصع کرسیاں جن پر زینت منڈھا ہوا تھائی گئیں وہ کینیرس نہایت خوشنما اور قیمتی لباس مرصع جو اہرات پہنے ہوئے عجیب ناز و انداز سے خراماں خراماں آ کر ان کرسیوں پر بیٹھ گئیں۔ اور ستار سنبھالا۔ پھر ایک اور ان سب سے زیادہ حسین و جمیل رقاصہ آئی۔ ایک ہاتھ میں مشک و عنبر کا جام تھا اور دوسرے میں گلاب کا پیالہ اور ایک نہایت ہی سفید اور شفاف پرند گویا برف کا بنا ہوا ہے اس کے سر پر بیٹھا ہوا تھا یہ کینیر ایک آن بان کے ساتھ جبلہ کے سامنے آ کھڑی ہوئی۔ ایک سیٹی بجائی۔ سیٹی کے بجتے ہی پرند اڑ کر مشک و عنبر کے پیالے میں جا پڑا۔ اور لوٹ پوٹ کر اپنے پر مشک و عنبر میں آلودہ کر لئے اس لونڈی نے پھر سیٹی بجائی تو وہ اڑ کر جبلہ کے تاج پر جا بیٹھا اور اس طرح پھڑپھڑایا کہ اس کے سر پر چھڑکی گئی۔

اس کام کے بعد وہ پھر اسی لونڈی کے سر پر بیٹھا اور لونڈی واپس چلی گئی۔ اس پر جبلہ نے جام شراب پیا۔ اور کینروں کی

طرف جو جانب راست بیٹھی ہوئی تھیں متوجہ ہوا اور کچھ دیر کے لئے اپنے عزیز دوستوں اور وطن کی جدائی کا خیال کر کے غمگین ہوا۔ اور لونڈیوں نے بھی بریل بجا کر آن جفتہ کے وطنوں اور محلوں کی مفارقت کے نہایت ہی موثر اشعار گائے۔ اور اپنے مکانات سے نکلنے اور دور افتادہ آپڑنے کے مضامین مناہیر کی آوازوں سے ادا کئے۔ جبہ زار و قطار رونے لگا اور اشک تمام رخسار اور داڑھی پر بننے لگے۔ ایک کینز نے اٹھ کر دوبا کے رومال سے اشک پونچھے۔ جبہ نے حذیفہ کی مخاطب ہو کر کہا پچانتے ہو کہ اس قصیدہ میں کس جگہ اور کس مقام کا تذکرہ ہے اس نے کہا کسی قدر سمجھتا ہوں۔ جبہ نے کہا غوطہ دمشق میں ہمارا ایک موضع تھا۔ حسان بن ثابت نے اسی جگہ کی تعریف میں یہ قصیدہ لکھا ہے۔ حسان ان دنوں اکثر ہمارے پاس آیا کرتا تھا۔ حذیفہ نے کہا احسان تم کو بہت ہی یاد کرتا ہے۔ تمہارے اور تمہارے خاندان کے حالات اکثر بیان کرتا رہتا ہے۔ جس حسن سلوک کا برتاؤ تمہارے خاندان نے اس کے ساتھ کیا ہے۔ جبہ نے پوچھا کیا حسان اب تک زندہ ہے۔ حذیفہ نے کہا ہاں مگر ٹائینا ہو گیا ہے۔ کچھ نظر نہیں آتا۔ جبہ نے اسی وقت پانچو اشرفیاں جام ہائے دوبا، خز اور یزون کے پانچ پانچ تھان منگوائے اور حذیفہ کو دے کر کہا کہ مدینہ پہنچ کر حسان بن ثابت کو میرا سلام کہنا اور یہ تحفہ دینا۔ پھر جبہ نے حذیفہ کو بھی کچھ نذر کرنا چاہا مگر اس نے نہ لیا اور کہا مجھ کو اس کی حاجت نہیں۔ جب ہرقل کے دربار سے حذیفہ کو واپس جانے کی اجازت مل گئی تو وہ پھر رخصت ہونے کے لئے جبہ کے پاس آیا۔ اور پوچھا اپنے دوستوں کو کچھ پیغام دیتے ہو۔ کہا اے جبہ کیا پیغام دوں مجھے میری بد نصیبی، کمبختی اور سرکشی نے اسلام سے محروم کر کے میری جائے پیدائش اور وطن مالوف سے علیحدہ کر دیا ہے اور میں اس ملک میں آن پڑا ہوں۔ کاش میں اس وقت اپنے وطن اور اپنے گھر ہوتا تو اس حالت سے بدتر کوئی اور حالت نہیں ہو سکتی۔ پھر اس مضمون کا ایک قطعہ پڑھا۔

حذیفہ نے یہ دیکھ کر کہا میری کوئی نصیحت کارگر نہیں ہوتی اور جبہ دین اسلام کی طرف ذرا راغب نہیں ہوتا اس سے جدا ہوا اور مدینہ کو چل پڑا۔ خدمت امیر المومنین میں پہنچ کر ہرقل کے اور جبہ کے تمام و کمال حالات بتائے اور ان کے محل و شکوہ کی سب کیفیت عرض کر دی۔ امیر المومنین نے کہا اے حذیفہ تو نے اسے دیکھا کہ وہ اسلام کے بعد شراب پیتا ہے حذیفہ نے کہا ہاں۔ پھر پوچھا تو نے اسے صلیب لٹکائے ہوئے دیکھا اس نے کہا اس نے زوال پذیر شے کو دائمی سے بدل لیا ہے اور باقی کو فانی کے عوض بیچ ڈالا ہے اس معاملے میں اس نے کوئی فائدہ حاصل نہیں کیا نہ آئندہ اٹھائے گا بلکہ اس گمراہی کی سزا ضرور پائے گا۔ اور اس وقت کی شرمندگی فائدہ بخش نہ ہوگی۔

حذیفہ نے کہا اے امیر المومنین میرے ہاتھ جبہ نے حسان بن ثابت کے لئے کچھ تحفہ بھیجا ہے۔ آپ نے حسان کو بلایا ایک شخص اس کا ہاتھ پکڑ کر لایا۔ اس نے داخل مسجد ہو کر کہا اے امیر المومنین السلام علیک ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ عمر نے جواب سلام کے بعد کہا اے ابو الولید اللہ نے تجھے کسی جگہ سے کچھ عطا فرمایا ہے۔ لے اور اللہ تعالیٰ کی حمد و شائع کے ساتھ اس کا شکریہ ادا کر کہ اس نے یہ اشرفیاں اور ریشمی تھان اس کے ہاتھ سے نکال کر تجھے دیئے ہیں۔ حسان نے وہ اشرفیاں لے لیں اور تھانوں کو ہاتھ سے نڈل کر آل جنت کی تعریف میں فی البدیہہ ایک قطعہ انشاکیا۔ اور ان عطیات کو لے کر خوش خوش اپنے گھر چلا گیا۔ حذیفہ نے کہا میں نے دوران گفتگو جبہ سے پوچھا تھا کہ تجھے قرآن شریف میں سے بھی کچھ یاد رہا ہے اس نے کہا نہیں سب بھول گیا ہوں صرف ایک آیت جو میرے شقاوت حال کے عین مطابق ہے۔ یاد رہ گئی ہے اور وہ یہ ہے و من یتبع غیر الاسلام دینا فان یقبل منه و هو فی الآخرة من المفسدین

اٹھارواں سال ہجری

قصہ عمواس اور سرزمین شام کے دیگر مقامات

میں وبا کا پھیلنا اور وفات ابو عبیدہ

۴۶

راوی بیان کرتے ہیں کہ ملک شام کے علاقہ فلسطین میں ایک قصبہ عمواس اس شہر رملہ کے مضافات سے تھا۔ اس میں سخت وبا پھیلی کہ جس سے بہت سے مسلمان ضائع ہو گئے اور ابو عبیدہ بھی سخت مبتلا ہو گیا۔ چند روز اسی بیماری میں گزرے۔ جب حالت بگڑ گئی لشکر کے سرداروں کو بلا کر کہا میں تمہیں وصیت کرتا ہوں اسے بغور سن لو اور عمل میں لاؤ۔ وصیت کا خلاصہ یہ تھا کہ نماز ادا کرنے، زکوٰۃ دینے روز رکھنے حج کرنے، انکساری سے رہنے، باہم اچھا برتاؤ رکھنے اور دوسروں کی بھلائی چاہنے کو اپنا شعار بنائے رکھنا، ہرگز ہرگز دنیا پر فریفتہ نہ ہونا۔ یقین رکھو کہ تم میں سے کسی کی عمر ہزار برس کی بھی ہو جائے تو کیا ہے آخر اس کا انجام بھی فنا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اولاد آدم کے لئے موت قرار دے دی ہے۔ اور چار و ناچار اسے یہ شہوت پینا ہی پڑتا ہے۔ عقلمند وہ ہے جو اس دنیا میں آخرت کا توشہ فراہم کرتا ہے۔ اور اس دنیا میں ایسے کام کرتا ہے جو یادگار رہ جاتے ہیں۔ پھر معاذ بن جبل کی طرف مخاطب ہو کر کہا اے معاذ جا مسلمانوں کا پیش نماز بن میں نے تجھے اپنا نائب بنایا یہ کہہ کر کلمہ شہادت پڑھا اور وفات پائی۔ ملک شام ہی میں بمقام ارون مدفون بنا۔ اس کے بعد معاذ بن جبل نے مسلمانوں کی درستی احوال کی طرف توجہ کی اور خطبہ مشتمل بہ حمد و ثناء باری تعالیٰ و نعت و منقبت حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پڑھا اس کے بعد کہا اے مسلمانو اپنے گناہوں سے توبہ کرو اور اپنے رب کی طرف متوجہ ہو جاؤ کیونکہ جو بندہ بغیر توبہ کے مرجاتا ہے اللہ تعالیٰ اسے نہیں بخشا تاوقتیکہ اس کی رحمت کا نزول نہ ہو۔ اور جس شخص کی گردن پر حقوق دین ہوں۔ اسے لازم ہے کہ ادا کرے۔ کیونکہ زندگانی کا کچھ بھروسہ نہیں۔ جس شخص نے مسلمان بھائی سے گفت و شنید بند کر کے ملنا جلنا ترک کر دیا ہے اسے چاہئے صلح کر کے مل جاوے کیونکہ حضرت محمد مصطفیٰ نے فرمایا ہے کہ مسلمان کو آپس میں تین روز سے زیادہ رنجش یا بات چیت بند نہ رکھنی جائے۔ آج ہمیں ایسے شخص کی وفات کا صدمہ عظیم پہنچا ہے کہ کوئی شخص اس سے زیادہ خوش اعتقاد اور مرفع الحال ہو یا اس کی نسبت مکرو فریب سے دور اور مسلمانوں کا خیر خواہ ہو اللہ تعالیٰ ابو عبیدہ پر رحمت نازل کرے۔ جب تک میں زندہ رہوں گا۔ اس کا ثناء خواں رہوں گا۔ اور اس کی جو تعریف کی جائے وہ غلط نہ ہوگی۔ اللہ تعالیٰ سے اس کے واسطے ثواب کی التجا کرتا رہوں گا۔ کیونکہ وہ بہت ہی رحیم اور متواضع تھا۔ یتیموں کی پرورش کرتا تھا۔ فقیروں کو دیتا تھا خلق خدا سے نرمی کا برتاؤ کرتا تھا۔ عمر عاص جو اس کے برابر بیٹھا تھا کہا ابو عبیدہ نے جو اسے اپنا نائب بنا دیا تو اس سے کیسا خوش اور رضامند ہے اور اسی سبب سے اس کی کیسی کیسی تعریفیں کر رہا ہے۔ کسی نے معاذ سے بھی جا کر کہا کہ عمر عاص تیری نسبت ایسا کچھ کہتا ہے۔ معاذ نے عمر کو بلایا۔ اور پوچھا کیا تو نے ایسا کہا ہے اور کس غرض سے کہا ہے اگر تو نے سچ کہا ہے تو اللہ تعالیٰ اسی بیماری سے جس میں ابو عبیدہ مرا ہے مار ڈالے اور شہید کرے۔ جناب رسول خدا نے فرمایا ہے کہ جو شخص وبا سے مرتا ہے درجہ شہادت پاتا ہے اور اگر تو نے جھوٹ کہا ہے تو اللہ تعالیٰ تجھے اسی بیماری میں مبتلا کرے اور زندہ نہ رکھے۔ اے ابن عاص تو اس دنیا میں امارت کا بہت ہی مشتاق ہے ممکن ہے کہ تو بھی اس مرتے کو پہنچ جائے اور درجہ امارت پائے۔

عمر عاص نے کہا میں تجھے خدا کی قسم دیتا ہوں کہ غصہ نہ کر اور کلمہ خیر کے سوا اور کچھ نہ کہہ۔ میں نے برائی کی راہ سے نہ کہا تھا۔ معاذ نے پھر کچھ نہ کہا چپ ہو رہا اور امیر المومنین کو اس مضمون کا خط لکھا کہ یہ نامہ معاذ بن جبل کی طرف سے

بنام عمر بن الخطاب تحریر ہے۔ ایسے شخص کی وفات سے مطلع کرتا ہوں جو ہمارا سردار اور آپ کے اور ہمارے نزدیک نہایت عزیز تھا۔ یعنی ابو عبیدہ بن جراح۔ رحمۃ اللہ علیہ و غفرلہ ما تقدم من ذنبہ و ما تاخر فانا لله وانا الیہ راجعون میں یہ خط ملک شام سے روانہ کرتا ہوں۔ امیر المومنین کو واضح ہو کہ اس علاقہ میں سخت ترین وبا پھیلی ہوئی ہے بہت سی خلقت مر چکی ہے اور لشکر کے اکثر آدمی وبا میں مبتلا ہیں۔ اور قریب المرگ ہو رہے ہیں۔ اللہ انجام بخیر کرے اور امیر المومنین کو جزائے خیر کرامت کرے۔ والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

امیر المومنین اس خط کو پڑھ کر بہت روئے اور تمام لوگوں نے جو اس وقت موجود تھے بہت افسوس کیا اور خدا سے اس کی بخشش کی دعائیں مانگیں۔ اس کے بعد مرض طاعون اسلامی لشکر میں بڑی شدت سے پھیلا اور اکثر آدمی مبتلا ہو گئے اور بہت سے جاں بحق تسلیم ہوئے۔ عمر عاص کہا کرتا کہ یہ وبا نہیں ہے۔ بھوت پریت کی مخالفت سے اس جگہ یہ مرض پھیلتا ہے اور دوسری جگہ جانے سے انسان بچ جاتا ہے۔ معاذ بن جبل نے یہ بات سنی اور غصہ ہو کر کہا کہ عمر عاص جو کچھ کہتا ہے لاعلمی کی بنا پر کہتا ہے۔ ایک جگہ سے دوسری جگہ سے موت ٹل نہیں سکتی۔ اور حکم الہی کس طرح بدل سکتا ہے۔ پھر منادی کر دی کہ تمام آدمی جمع ہوں۔ ان کے جمع ہونے پر خطبہ پڑھا اور کہا اے لوگو عمر عاص وبا کے متعلق ایک من گھڑت بات کہتا ہے اسے بھوت پریت کی مخالفت سمجھتا ہے۔ ہم نے حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں رہ کر اسلام اختیار کیا ہے ان کے ساتھ نمازیں پڑھی ہیں۔ اور زبان مبارک سے بہت سی حدیثیں سنی ہیں۔ اس وقت عمر عاص گمراہ تھا اور علیحدہ پڑا ہوا تھا۔ ہم نے رسول پاکؐ کی زبان سے وبا کی نسبت کبھی کوئی ایسی بات نہیں سنی ہے جو عمرو بیان کرتا ہے۔ آگاہ ہو کہ وبا اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے اور ہمارے پیغمبر کی دعا کی مقبولیت کا نشان ہے۔ اور نیک بندوں کی وفات کی ایک صورت ہے اے خدا معاذ اور اس کے فرزندوں کو اس وبا سے بہت سادھ عطا کر۔ معاذ یہ دعا مانگ کر گھر واپس آ گیا۔ تو اس کا بیٹا عبدالرحمن اس وبا میں گرفتار ہو چکا تھا۔ شدید عیب لاحق ہوئی اور وہ اسی دن مر گیا۔ معاذ نے اسے غسل و کفن اور حنوط کر کے نماز جنازہ پڑھی اور دفن کر دیا۔ گھر پہنچ کر آپ بھی بیمار ہو گیا اور وبا کی علامتیں ظاہر ہوئیں۔ لوگ عیادت کے لئے آتے تھے۔ اور اس کے واسطے دعا صحت کرتے تھے۔ اور اس کے مرنے سے اندیشہ ناک ہوتے تھے۔ جو بھی جماعت اس کی عیادت کو آتی معاذ اسے نصیحتیں کرتا۔ کہ اے لوگو آخری کی تیاری کرو تم آج کر سکتے ہو وقت غیبت ہے کہ تم اس وقت آرزو کرو جب کہ تم کچھ نہ کر سکو جو کچھ تمہارے پاس قبل اس کے کہ تم دنیا سے سفر کرو اور میراث چھوڑ جاؤ خدا کے راستے میں خرچ کرو کیونکہ دنیا میں تمہارا حصہ وہی ہے جو کھا لیا پس لیا تصدق کر دیا اور جو کچھ چھوڑ جاؤ گے اس میں تمہارا کوئی حصہ نہیں ہے۔ اسی اثناء میں ایک شخص نے اس سے کہا میں جانتا ہوں تو مسلمان پر بہت ہی مہربان ہے۔ اور دل سے خیر خواہ۔ میں چاہتا ہوں کہ مجھے ایسی نصیحت کر کہ جس پر کار بند ہونے سے پھر کسی کی نصیحت کا محتاج نہ ہوں۔ معاذ نے کہا اے بھائی دن میں روزے رکھ اور رات کے وقت نمازیں پڑھا کر صبح کے وقت اللہ تعالیٰ سے مغفرت اور بخشش کی دعا کیا کر اور جس قدر ہو سکے یاد خدا میں مشغول رہ شراب نہ پینا زنا سے پرہیز کرنا فساد سے بچنا پارسا عورتوں اور مردوں کو برانہ کرنا اور انہیں بدکردار نہ بنانا جس وقت تو لشکر اسلام کی صفوں سے نکل کر کافروں کے ساتھ جنگ کرنا چاہے تو پیٹھ نہ دکھانا اور بھاگنا نہیں۔ فیضہ نماز کو وقت پر مع شرائط ادا کرتے رہنا۔ زکوٰۃ بند نہ کرنا۔ عزیزوں اور رشتہ داروں سے صلہ رحم سے پیش آنا۔ مومنوں پر مہربان رہنا۔ اگر تو ان باتوں کو جو میں نے بیان کی ہیں اختیار کر لے گا اور ان پر عمل درآمد رکھے گا تو تیرا ضامن بنتا ہوں۔ کہ ضرور ہی بہشت میں جگہ پائے گا۔ اسے اس کے بعد شش آ گیا اور رات نجی آ پہنچی۔ تمام آدمی غمگین ہو کر باہر چلے آئے۔ کچھ عرصہ کے بعد ہوش آیا تو لونڈی سے جو

سہانے موجود تھی پوچھا کس قدر رات باقی رہ گئی۔ اس نے جواب دیا پھر رات باقی ہے کہا اے خدا تو خوب جانتا ہے کہ معاذ نے کبھی دنیا کو عزیز نہیں رکھا اور نمازوں کے لئے تکلیفوں کو برداشت کیا اور روزوں میں پیاسا رہنے اور ذکر الہی کے حلقوں میں بیٹھنے کو اپنی جان سے بہتر سمجھتا رہا اور اب میں تجھ سے اپنے گناہوں کی معافی کا خواستگار ہوں۔ اور دینی اور دنیوی بھلائی تجھ سے طلب کرتا ہوں اس کے دوستوں میں سے ایک شخص نے کہا اے ابو عبد الرحمن ہم کو کچھ نصیحت کر کہ یاد رکھیں اور عمل میں لائیں۔ ہم دنیا اور دین میں تجھ جیسا دیانت دار اور بالمانت شخص کوئی اور نہیں پاتے۔ کہا مجھے بٹھا دو۔ اسے بٹھا دیا۔ اور ایک شخص سہارا دے کر پیچھے بیٹھ گیا۔ معاذ نے کہا میں اللہ تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں اور ایسے وقت میں کوئی جھوٹی قسم کھا نہیں سکتا۔ میں نے حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے کہ جو مومن بندہ دنیا سے رحلت کے وقت اشہد ان لا الہ الا اللہ و اشہد ان محمدا عبده و رسوله کہے گا اور تصدیق کرے گا کہ قیامت کا دن برحق ہے اور قبروں سے مردوں کا اٹھنا بھی برحق ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے داخل بہشت فرمائے گا۔ دوزخ کی آگ اس پر حرام ہوگی۔ عبد الرحمن ابن عثم ثمانی اس وقت حاضر تھا بولا اے معاذ کچھ اور بھی وصیت کر۔ معاذ نے کہا اے بھائیو یاد رکھو کہ علم سیکھو اور تحصیل علم میں سعی بلیغ کرو۔ اور علم حاصل کرنے کے بعد اوروں کو سکھاؤ کیونکہ علم کا سیکھنا عبادت ہے۔ اور علم سکھانا رحمت اور مغفرت کا موجب ہے۔ اور علمی سلسلہ بیان کرنا اور اس کی باریکیوں کو باہم ظاہر کرنا عین تسبیح ہے علم خزانہ ہے اور تعلیم صدقہ دینا ہے اور ایسے شخص کو علم سکھانا جو اس کا اہل ہو موجب قربت ہے کیونکہ علم ہی سے حرام اور حلال کی تمیز حاصل ہوتی ہے۔ علم ہی کی روشنی سے درہائے بہشت کو کشادہ دیکھ سکتے ہیں علم مونس وحدت ہے اور بے منت حدیث۔ گو مسافرت میں ساتھی دشمنوں کے دفعہ کے لئے کامل مشورہ ہے۔ اور ظاہر اور پوشیدہ دونوں طریق سے راہ ہدایت کا رہبر ہے۔

وصیائے معاذ ابن جبل اور اس کی وفات

اللہ تعالیٰ نے اہل علم کا بہت بڑا درجہ رکھا ہے۔ اور انہیں اہل بہشت میں ممتاز قرار دیا ہے۔ اور وہ مرتبہ عطا کیا ہے کہ خیرات کرنے میں بھی ان کی پیروی کرنی چاہئے اور سعادت کی تحصیل میں انہی کے نقش قدم پر چلنا لازم ہے۔ انتہا یہ ہے کہ فرشتے بھی ان کی دوستی کی آرزو کرتے ہیں۔ اپنے پروں کو ان سے مس کرتے ہیں اور نمازوں میں خدا سے ان کے لئے دعا بخش مانگتے ہیں۔ دنیا کی ہر ایک چیز دنیا پہاڑ صحرا کان ہوا تمام دریائی جانور کل پرندے وغیرہ سب کے سب آفریں کرتے ہیں۔ علم دل کی تازگی آنکھ کا نور جان کی تقویت ہے۔ علم کی بدولت بزرگوں کی مجلسوں، نیکیوں کی محفلوں اور بادشاہوں کی صحبتوں میں پہنچ سکتے ہیں عقلمندی میں درجات عالیہ ملتے ہیں۔ علمی دقائق کے حل کرنے کی غور و فکر روزہ رکھنے کی مانند ہے اور علم کا پڑھنا ایسا ہے گویا فرض نمازوں کا ہمیشہ ادا کرتے رہنا علمی باریکیوں کے جانے بغیر عبادت اور طاعت کرنا ممکن نہیں ہے۔ اور بے علم کے عمل کا نہ ثواب ہے نہ کچھ نتیجہ صلہ رحم اور حلال و حرام کی تمیز علم ہی سے حاصل ہوتی ہے۔ علم کا حصہ نیک بختوں ہی کو پہنچتا ہے۔ اور بدبخت اس کے فوائد اور منافع سے محروم رہتے ہیں۔ متقی بزرگ لوگ ہیں اور فقیہ ان کے سردار۔ علماء کی طرف دیکھنا عبادت ہے۔ اور ان کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا برکت و سعادت ہے۔ اس امر میں یہ چند باتیں کیس پھر عمر عاص کو سامنے بلا کر مسلمانوں کی درست حالات کے واسطے اسے مقرر کیا اور لشکر اسلام پر اپنا نائب بنایا اس کے بعد کلمہ شہادت پڑھا اور جاں بحق تسلیم ہوا رضوان اللہ علیہم عمر عاص نے نماز جنازہ

اہلب آہد ہفت نمبر ۸- C1

پڑھائی۔ اور اسی جگہ دفن کر دیا۔ لوگوں نے مٹی دی جب دفن سے فراغت پائی۔ عمر عاص نے کہا اے معاذ تجھ پر خدا کی رحمت ہو تو مسلمانوں کا خیر خواہ تھا تو نے ان کے کاموں کو بہت اچھی طرح پورا کیا تھا جاہلوں کو اوب دیتا تھا۔ نیکیوں کی مدد کرتا تھا۔ خدا کی قسم علم اور زہد اور صلاحیت اور کمال میں تجھ جیسا کوئی نہ ہو گا۔ پھر عمر عاص نے خلیفہ کی خدمت میں خط روانہ کیا معاذ بن جبل کی وفات سے آگاہ کیا اور اجازت چاہی کہ اس جگہ وبا پھیلی ہوئی ہے جس نے مسلمانوں کو تباہ کر دیا ہے۔ اور مسلمان چاہتے ہیں کہ اس جگہ سے کہیں اور نقل مکانی کریں۔ پس اس امر میں امیر المومنین کی کیا مرضی ہے۔ خلیفہ اس خط کو پڑھتے ہی معاذ بن جبل کی وفات پر جو ابو عبیدہ کے فوراً بعد ہی واقع ہوئی بہت روئے اور مسلمانوں نے بہت ہی افسوس کیا اور برابر روتے تھے۔ خلیفہ نے کہا اے اللہ تعالیٰ معاذ کو بخشے اور اس پر اپنی رحمت نازل کرے۔ وہ بڑا عالم اور زاہد مرد تھا۔ اس کے مرنے سے مسلمانوں کو بڑا نقصان پہنچا۔ لوگ اس کے علم و فضل کی روشنی سے محروم ہو گئے۔ مشکل مسکلوں کے وقت وہ اس سے دریافت کرتے تھے۔ اور اس کی ذات سے بڑے بڑے فائدے ہوتے تھے۔ وہ حصول فضل و خیر اور سبیل علم کا راستہ دکھاتا رہتا تھا اللہ تعالیٰ اسے نیک مردوں کی سی جزا کرامت فرمائے۔ اور جنت النعیم میں جگہ دے۔ اس کے بعد خلیفہ نے اس امر کو بہتر سمجھا کہ اس لشکر اور شام کے شہروں پر جو مسلمانوں نے فتح کر لئے ہیں یزید بن ابی سفیان کو امیر بنائے اور وہی جسے چاہے اپنا نائب قرار دے۔ اور جس طرف مناسب سمجھے فوج کو روانہ کر دے اسی وقت یزید بن ابی سفیان کے نام خط لکھا۔ مضمون یہ تھا:

بسم اللہ الرحمن الرحیم - یہ فرمان امیر المومنین عمر کی طرف سے بنام یزید بن ابی سفیان کو دیا جاتا ہے واضح ہو کہ ہم نے اسے ابو عبیدہ بن جراح اور معاذ بن جبل اور خالد اور ولید اور ان کے دوسروں امیروں کی جگہ جو اب سے پہلے ملک شام میں موجود تھے اور اب شمرت فنا پی چکے ہیں۔ لشکر اسلام کی عمدہ امارت عطا کی ہے۔ اور یہ حکم جاری کر دیا گیا ہے۔ لازم ہے کہ کمال شجاعت اور انتہائی دانائی کے ساتھ کام انجام دے اور اس سمت کی مہم اور اردوں کو پورا کر کے ہمیں اطمینان خاطر دلائے۔ اور ہر طرح سے فارغ ہو کر مددگار بنا رہے آگاہ ہو کہ عمر عاص اور لشکر کے دوسرے سرداروں اور مشہور اشخاص کو بھی لکھ بھیجا ہے کہ یزید بن ابی سفیان کی اطاعت کریں اور اس کی تجویزوں اور حکموں سے انکار و انحراف نہ کریں۔ موافقت کا طریقہ برتیں۔ یقین ہے کہ وہ مخالفت اور دشمنی کو اختیار نہ کریں گے۔ جس وقت تجھے یہ خط ملے اور مضمون سے آگاہی پائے لشکر فراہم کر کے مع رفیقوں کے تیساریے پر چڑھائی کرنا اور اس مہم میں اس قدر مسامح کرنا کہ وہ شرف ہو جائے ہرگز اس جگہ سے نہ ہٹنا تا وقتیکہ شہر قبضے میں آ کر ملک شام کی آمدنی فراہم نہ ہو جائے اور اس ملک کی طرف سے ہر قتل بالکل مایوس نہ ہو جائے اور اس شہر کے ہمارے قبضے میں آ جانے سے ہر قتل کی امیدیں ضرور منقطع ہو جائیں گی۔ اس امر کو بالکل سچ سمجھنا اور ان سب باتوں پر عمل کرنا۔ انشاء اللہ لاجول ولا قوۃ الا باللہ!

جس وقت امیر المومنین کا یہ خط یزید بن ابی سفیان اور لشکر کے امیروں اور سرداروں کے نام پہنچا اور وہ مضمون خط سے آگاہ ہوئے تو یزید کی امارت سے بہت خوش ہوئے اور خلیفہ کے فرمان کو قبول کر لیا۔ یزید نے بموجب حکم لشکر جمع کر کے تیساریے کی طرف کوچ کیا۔ سرزمین دمشق میں ایک مقام ہے جسے کسوت کہتے تھے قیام کیا اور کئی روز وہاں رہا تاکہ تمام لشکر جمع ہو جائے۔ جب نسب امراء اور سرداران لشکر مشہور و معروف اشخاص مع خدم و حشم جمع ہو گئے تو یزید بن ابی سفیان نے خطبہ پڑھا حق سبحانہ تعالیٰ کی حمد و ثناء اور حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود بھیجنے کے بعد کہا اے لوگو آگاہ ہو کہ خلیفہ نے یہ فرمان میرے واسطے بھیجا ہے اور حکم دیا ہے کہ ہم تیساریے پر چڑھائی کریں اور وہاں کے لوگوں کو کتاب خدا اور سنت رسول کی طرف بلائیں اگر انہوں نے دین اسلام قبول کر لیا تو فو المراد ورنہ ان سے معرکہ آرائی

کروں گا۔ اور اللہ کی مدد اور نصرت سے اس شہر کو فتح کر لوں گا۔ اصل حال یہ ہے مطلع ہو جاؤ اور جہاد پر کریں کس لو، فتح اور لوٹ سے شہادت اور ثواب سے دلوں کو شاد کرو۔ لا حول ولا قوۃ الا باللہ۔

اس خطبے سے فارغ ہو کر فوجیں سمت تیساریہ روانہ کر دیں۔ تیساریہ میں بچنے پر دیکھا رومی لشکر نے قلعے سے نکل کر حبیب اور اس کی فوج پر حملہ کیا اور شکست دے کر بھاگا دیا کہ وہ یزید کی فوج سے آٹے یزید چال دیکھ کر اسی جگہ ٹھہر گیا اور فوج کو اس طرح ترتیب دیا کہ مینہ پر اشتر نخی کو رکھا اور میرہ پر سخاک بن قیس فہری اور جناح میں عبادہ بن صامت کو۔ اس ترتیب سے آگے بڑھے جب قلعہ تیساریہ کے دروازے پر پہنچے رومی فوجیں جنگ کے لئے باہر نکلیں اور اس قدر قریب آگئے کہ ان کے گھوڑوں کی گردیں ایک دوسرے آگے نکل گئیں۔ یزید بن ابوسفیان نے آواز دی کہ اے مسلمانو ثابت قدم رہنا بھاگنے کی عقوبت سے بچنا۔ کیونکہ ایسی جگہ سے بھاگنا دوزخ کو دعوت دیتا ہے اور دنیا سے نامراد رکھتا ہے اور عاقبت میں سزا ملتی ہے۔ مسلمان یہ سنتے ہی ٹوٹ پڑے۔ طلوع آفتاب سے غروب آفتاب تک بڑی سخت جنگ ہوتی رہی اڑھون کے ختم ہونے کے وقت تو بڑی خونریزی ظہور میں آئی۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح نصیب کی اور رومی لشکر شکست کھا کر بھاگ نکلا۔ مسلمانوں نے قتال کرتے ہوئے تعاقب کیا۔ رومیوں کی بہت سی فوج کٹ گئی۔ اور بہت تھوڑی جمیعت نے قلعہ میں پناہ لی۔ یزید حصار کے دروازہ پر آپہنچا اور جنگ کرتا رہا۔ چاہا کہ محاصرہ کرنے کی دفعہ رومی لشکر حصار سے نکلا اور مقابلہ کیا مگر ہر دفعہ مسلمانوں ہی کو فتح نصیب ہوئی۔ رومی یہ کیفیت دیکھ کر پھر حصار سے نہ نکلے۔ یزید بن ابوسفیان نے لشکر میں سے مشہور و معروف اور سمجھ دار لوگوں کو بلایا اور مشورہ کیا کہ اس جگہ چارہ کیا ہے اور ہمارا لشکر چارہ نہ ملنے کے سبب اس قدر فوج یہاں نہیں رکھ سکتا۔ ورنہ یہاں اس قدر فوج کثیر کی ضرورت ہے میں چاہتا ہوں کہ تھوڑا سا لشکر حصار کے دروازہ پر چھوڑ دوں کہ اہل حصار باہر نکل کر جنگ کرنا چاہیں تو ان سے مقابلہ ہو سکیں ورنہ انہیں محصور کئے رہیں۔ اور ہم باقی لشکر سمیت دمشق چلے جائیں۔ سب لوگوں نے کہا تمہاری رائے بہت درست ہے۔ اس میں کسی قسم کا اندیشہ نہیں ہے۔ یزید نے اپنے بھائی معاویہ بن ابوسفیان کو چار ہزار منتخب سوار دے کر حکم دیا کہ اسی جگہ قیام کر اگر اہل حصار نکل کر جنگ کریں تو ان سے برسریکار ہو ورنہ اسی طرح محصور کئے رہنا تا وقتیکہ اللہ تعالیٰ اس کام کو پورا کرے۔ معاویہ نے منظور کیا۔ یزید معاویہ کو اسی جگہ چھوڑ کر آپ باقی لشکر سمیت دمشق میں چلا آیا۔ رومی لشکر نے دیکھ کر کہا یزید مع فوج یہاں سے چلا گیا اور معاویہ تھوڑی سی فوج سے متیم ہے۔ خیال کیا کہ اب اچھا موقع ہے حصار سے نکل کر انہیں بھاگیں اس لالچ میں آ کر لشکر کو درست کیا اور بہت سی فوج لے کر حصار سے نکل پڑے۔ اور جنگ شروع کی۔ معاویہ نے بھی فوج کو آراستہ کر کے مقابلہ کیا انجام کار مسلمان فتح یاب ہوئے۔ رومیوں کے ایک ہزار سے زیادہ آدمی مارے گئے۔ اور باقیوں نے بھاگ کر حصار میں پناہ لی۔ اور سوچا ہم کسی طرح اس گروہ سے برسری نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ وہ ہماری نسبت جنگ جو اور بہادر ہیں قوت و شوکت بھی زیادہ رکھتے ہیں۔ اور اقبال بھی ان کے ساتھ ہے۔ بہتر ہے کہ صلح کر لیں دوسرے دن ایک شخص کو معاویہ کے پاس بھیج کر ان شرائط پر صلح کرنی چاہئے کہ معاویہ ہمیں اسی شہر میں رہنے دے ہم بیس ہزار دینار نقد اور جزئیہ ادا کریں گے۔ اور آئندہ باہر گزار اور خدمت گزار رہیں گے۔ معاویہ نے یزید کو خط لکھا اور اہل تیساریہ کی جنگ اور درخواست صلح کی تمام کیفیت درج کی۔ یزید نے لکھ بھیجا کہ صلح کر لے اور ان کی درخواست مان لے۔ معاویہ نے ان تمام امور کے متعلق وثیقہ لکھ دیا اور صلح ہو گئی۔ جب اس شہر نے زر مقررہ ادا کر دیا تو معاویہ نے بھی اپنا لشکر لے کر دمشق کی طرف کوچ کیا۔ غرضیکہ تیساریہ کی مہم اس طریق سے انجام کو پہنچ گئی اور صلح و اطاعت کے متعلق حالات درج کئے اور زر مقررہ کا پانچواں حصہ بھیجا۔ امیر المومنین اس ماجرے کے

متعلق مطلع ہو کر نہایت ہی شادماں ہوئے۔ اور حق سبحانہ تعالیٰ کا شکر ادا کر کے جو اب خط لکھا کہ یزید بن ابوسفیان کو معلوم ہو کہ تیرا خط موصول ہوا حالات مندرجہ سے آگاہی ہوئی اور فتح تیساریہ کی خبر سے نہایت ہی خوشی ہوئی۔ کیونکہ اس سرزمین پر یہ آخری مہم تھی جس میں اللہ نے کامیاب کیا، اللہ تعالیٰ کی مہربانیوں کا شکریہ ادا کیا گیا۔ الحمد للہ کے اب اس مہم کی طرف سے دلجمعی ہو گئی۔ اور خدا نے تمہاری روزی میں وسعت عطا فرمائی اور دشمن خراب و خستہ ہو گیا۔ ہمارا مطلب پورا ہو گیا۔ تم بھی اللہ تعالیٰ کا شکریہ ادا کرو کیونکہ شکر گزاری باعث زیادتی نعمت ہے اور دائمی سعادت حاصل ہوتی ہے۔ واللہ ان تعدوا نعمت اللہ لا تحصوها و السلام علیکم رحمۃ اللہ!

اس واقعہ کے بعد خلیفہ کو پرچہ ملا کہ رومی لشکر جزیرہ میں بہت بڑی جمعیت کے ساتھ جمع ہو رہا ہے۔ سوار اور پیادوں کا کچھ شمار نہیں ہے اور سامان حرب و ضرب بھی بے انتہا جمع کر لیا ہے۔ اب چڑھائی کی تدبیریں کر رہے ہیں۔ خلیفہ نے فوراً انصار و مہاجر اور صحابہ کبار اور دیگر مشاہیر اشخاص کو طلب کر کے کیفیت سنائی اور کہا نواح جزیرہ پر قبضہ ہوئے بغیر ولایت شام محفوظ نہیں رہ سکتی اور جب تک اس جزیرہ کا نواح فتح نہ ہو گا ولایت شام سے پورا مقصد حاصل نہ ہو گا ہمیشہ ہمارے سکون میں خلل واقع ہوتا رہے گا۔ اب رومی فوجیں وہاں فراہم ہو رہی ہیں اور پیش قدمی کا ارادہ رکھتی ہیں۔ تم کو اس لئے بلایا ہے کہ اس مہم کی نسبت مشورہ کرو اور جو امر موجب ثواب اور حصول مراد معلوم ہو ظاہر کرو اور کسی ایسے شخص کو معین کرو جو اس مہم کو اختیار کرے اور ہمیں اس امر کی طرف سے اطمینان بخشنے۔ جتنے اوالعزم اور شائستہ سردار تھے سب کے سب ملک شام میں فوت ہو چکے ہیں ان سے بجز یزید بن ابوسفیان اور کوئی بھی ایسا باقی نہیں رہا جو اس مہم کو انجام دے سکے۔ یزید اس وقت دمشق میں ہے اور اسی کی وجہ سے یہ ملک محفوظ اور مضبوط ہے۔ میں کسی صورت بھی اس کا وہاں سے علیحدہ کرنا مناسب نہیں سمجھتا۔ تم کسی ایسے شخص کا نشان بتاؤ جو نہایت بہادر اور صاحب عقل و فہم اور آزمودہ کار ہو۔ اور ان اوصاف کے ساتھ پرہیز گاری خدا پرستی میں بھی موصوف ہو اور اس مہم میں مصروف رہ کر جزیرہ کو فتح کر سکتا ہو۔ اس جماعت نے اس مہم کی نسبت بہت سے غور اور خوض کے بعد عیاض بن غنم فہری پر اتفاق کیا کہ اس مہم کے سر کرنے کے لئے اس سے بہتر وہ سراغ نہیں ہو سکتا۔ اور جو اوصاف خلیفہ چاہتے ہیں وہ اس میں سب موجود ہیں۔ بڑا مستعد اور نامی جنگ جو شخص ہے پھر عابد اور پرہیز گار بھی۔ خلیفہ نے اسے پسند کیا اور عیاض کے نام جو اس وقت ملک شام میں شریک لشکر یزید تھا اس مضمون کا خط لکھا:

امیر المؤمنین عبداللہ کی طرف سے عیاض بن غنم فہری کو سلام پہنچے اور واضح ہو کہ ہم تجھے ہمیشہ سے مسلمانوں کی درستی احوال اور کفایت مہمات کی طرف بہ شوق تمام متوجہ پاتے ہیں۔ اور دیکھا گیا ہے کہ اکثر اوقات مسلمانوں کو خیرات کی تاکید کرتا رہتا ہے اور اہل جہان کو طاعت خدا کی طرف تھریص دلاتا رہتا ہے۔ اور تیرے بزرگ بھی قابل تعریف عادت اور پسندیدہ طریقہ رکھتے ہیں۔ تجھے دنیا اور عقبیٰ دوزخ کے ثواب عظیم و تعریف جمیل کی بشارت ہو۔ امید ہے کہ تو اپنے خصائص حمیدہ اور عادات جمیلہ کے سبب کو اپنے تمام مطالب و مقاصد کو حاصل کرے گا اور تیری تمام دینی اور دنیوی آرزوئیں اور امیدیں بر آئیں گی۔ تو نیک نامی اور بقائے شہرت سے مخصوص ہو گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔ آگاہ ہو کہ تو نے بھی سنا ہو گا کہ بلاد جزیرہ میں رومی لشکر جمع ہو رہا ہے، میں چاہتا ہوں کہ وہاں فوج روانہ کروں جو ان کی جمعیت کو پریشان کر دے مجھے سرداری لشکر کے واسطے ایک ایسے شخص کی ضرورت ہے جو بہادر بھی ہو اور عقلمند بھی۔ پورا نبرد آزما اور خدا ترس بھی ہو۔ میں نے خود بھی سوچا اور اصحاب سے بھی مشورہ کیا۔ اور رسم مہم کی انجام دہی کی نسبت سب کی رائے تیرے حق میں قرار پائی۔ کیونکہ ہم جانتے ہیں کہ اس مہم کو کوئی شخص تجھ سے بہتر انجام نہیں دے سکتا اس خط کو پڑھتے

ہی یزید کے لشکر میں سے جن فوجوں کو بہتر سمجھے منتخب کر لے اور بلاؤ جزیرہ کی طرف بڑھائے۔ تقویٰ کو اپنا شعار بنائے رکھنا اور اس خدا سے ڈرتے رہنا جو پرشیدہ باتوں کو بھی اسی طرح جانتا ہے جیسا ظاہری حالت کو مشکل امور کے وقت خدا تعالیٰ کی کتاب اور سنت رسول خدا اور طریق ابو بکر کو اپنا پیشوا سمجھنا اور دشمن کی کثرت اور اپنی فوج کی کمی سے خوف زدہ نہ ہونا۔ اکثر دیکھا گیا ہے کہ تھوڑی سی اسلامی فوج نے کافروں کے لشکر عظیم کو ذلیل کر کے ان پر فتح حاصل کر لی ہے تو نے یہ بھی سن رکھا ہو گا کہ جنگ خندق کے دن حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہماری طرف مخاطب ہو کر فرمایا تھا کہ عنقریب کسریٰ اور قیسری سلطنتیں تمہارے ہاتھوں سے فتح ہوں گی۔ اور ان کی دولت تمہیں نصیب ہو گی۔ اے عیاض تو نے دیکھ ہی لیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کے کلام کو سچا کر دیا۔ ہم کسریٰ اور قیسری کی ولایتوں پر قابض ہو گئے۔ کافر مسلمانوں کے ہاتھوں اسیر اور ہلاک ہو چکے ہیں۔ اب وہ سب کے سب ہمارے زیر فرمان اور جزیرہ دہندہ ہیں۔ ان کا بادشاہ ہرقل خوف زدہ ہو کر ملک شام سے جانب روم بھاگ گیا ہے۔ یہ سب اللہ تعالیٰ کی نعمتیں ہیں اور ہم کو لازم ہے کہ اس کا شکر ادا کرتے رہیں۔ **ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء واللہ ذو الفضل العظیم**

ہم نے یزید بن ابوسفیان کو بھی خط لکھ دیا ہے اور اسے حکم دیا ہے کہ جس فوج کی ضرورت اور بلاؤ جزیرہ کی جمعیت کو منتشر کر سکے وہ فوج تیرے ہمراہ کر دے۔ تجھے لازم ہے کہ سعادت مندی کے ساتھ اس طرف مہم لے جائے اور دشمنوں کی جمعیت کو پریشان کر دے۔

عیاض اور یزید نے خلیفہ کے خطوط ملاحظہ کر کے حالات مندرجہ سے اطلاع پا کر پانچ ہزار منتخب سوار کہ ان میں ہر ایک یکتا بہادر اور مردانگی و شہرہ آرائی میں بے مثال تھا علیحدہ کئے۔ عیاض نے اس فوج کو سامان حرب ضرب سے بخوبی آراستہ کیا۔ جمعرات کے دن ۱۵ شعبان المعظم کو ملک شام سے نکل کر بلد جزیرہ کی طرف چلا۔ فوج کا ہراول میسرہ بن مسروق تیسرا تھا، مینہ میں سعد بن عامر بن جذیم اور میسرہ میں عبداللہ بن سعد بن مسروق تھا۔ عیاض نے شہر کے متصل پہنچ کر قیام کر دیا۔ اور فوجی دستوں کو اطراف و جوانب لوٹ مار کے لئے بھیج دیا۔ مسلمانوں کو بے شمار مال و دولت اور مویشی دستیاب ہوئے۔ رومی لشکر نے فیصل پر سے جنگ شروع کی۔ عظیم پتھر اور تیر برس مانے لگے۔ جب رات ہو گئی تین سو چیدہ سوار ہمراہ لے کر شہر کے دروازہ باجرول نام کی طرف بڑھا۔ تقریباً "تین گھنٹے رات گزری ہو گی کہ اس دروازہ پر جا پہنچا کہ بہت سا جھوم دروازہ کے سامنے موجود ہے۔ شراب پی رہے ہیں۔ یہ وہ لوگ تھے جنہیں بادشاہ رقبہ نے دروازہ کی طرف کے لئے مقرر کر رکھا تھا۔ جس وقت سب کے سب غافل ہو گئے اور شراب نے اپنا اثر دکھایا یا ایک عیاض تین سو سواروں کے ساتھ ان کے سروں پر جا پہنچا۔ وہ دیکھتے ہی ڈر گئے چاہا کہ گھوڑوں پر سوار ہو جائیں مگر عیاض نے فوراً حملہ کر دیا اور ذرا سی دیر میں اکثروں کو قتل اور باقیوں کو قید کر کے صبح تک اپنے مقام پر لوٹ آیا۔ جب صبح نمودار ہوئی اور رومی اس واقعہ سے مطلع ہوئے بہت ہی روئے پیٹے اور خوف زدہ ہو گئے۔ امیر رقبہ نے ایک قاصد بھیج کر عیاض سے درخواست کی کہ مجھے تم سے کچھ کہنا ہے۔ اگر امان اور اجازت دو تو باہر آ کر تم سے بیان کروں۔ عیاض نے کہلا بھیجا کہ اطمینان خاطر رکھ میری بے اجازت تجھے کوئی کچھ نہ کہے گا۔ نہ تیری ہلاکت کا قصد کریں گے تاوقتیکہ تو آ کر مدعاے دلی ظاہر کرے اور پھر سلامتی سے اپنی جگہ واپس چلا جائے۔ امیر رقبہ دس رومی بطریقوں کے ساتھ قلعہ سے باہر نکلا حریر اور دبا کے لباس زیب تن تھے۔ جواہرات کی مرصع پیٹیاں لگائے ہوئے تھے۔ عیاض کے سامنے آکھڑے ہوئے۔ عیاض نے ان کی طرف نظر اٹھائی اور امیر کو پرشکوہ اور عمدہ لباس میں دیکھ کر کہا تمہارا کیا نام ہے؟ اس نے جواب دیا بطیر۔ عیاض نے کہا جو کہتا ہے بیان کر۔

اس نے کہا تمہارا کیا نام ہے۔ عیاض نے بتایا۔ اس نے کہا تیرے باپ کا کیا نام ہے؟ اس نے کہا عنم۔ نبیر اس کے باپ کا نام سنتے ہی خوش ہوا اور تبسم کے آثار ظاہر ہوئے۔ پھر اپنے ہمراہیوں کی طرف دیکھا اور عیاض سے کہا تم ہم سے کیا چاہتے ہو۔ عیاض نے کہا ہم چاہتے ہیں کہ تم دین اسلام قبول کرو اور صاف دل سے اشهد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ و اشهد ان محمداً عبده ورسوله کو کلمہ شہادت کے بعد شریعت دین اور شرائط اسلام نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج اختیار کرو اور ان فرائض کو واجب طور پر ادا کرو۔ پھر جس چیز کو اللہ تعالیٰ نے حلال فرمایا ہے۔ اسے حلال سمجھو اور جسے حرام ٹھہرایا ہے۔ اسے حرام جانو ان سب باتوں کے اختیار کرنے پر تم ہمارے دینی بھائی ہو گے پھر ہمیں تم سے کوئی تعرض نہ ہو گا تمہارا مال اور خون ہم پر حرام ہو جائے گا۔ نبیر نے کہا اگر کلمہ نہ پڑھوں اور تمہارا دین اختیار نہ کروں تو اور کیا کرنا چاہئے۔ عیاض نے جواب دیا۔ جزیہ دینا اور اس کے دینے کے وقت ذلت کی حالت کو اختیار کرو۔ جب تم ان باتوں کو مان لو گے تو پناہ میں آ جاؤ گے اور اہل ذمہ کہلاؤ گے۔ اور ہم تمہیں وطنوں میں چھوڑ دیں گے اور سالانہ مقررہ جزیہ لے لیا کریں گے۔ اور کسی کو تم پر زیادتی نہ کرنے دیں گے۔ اس نے کہا اے امیر میں اپنے دین سے نہیں پھرتا چاہتا ہوں جس قدر روپیہ کہو گے دیا کروں گا۔ غرض صلح ہو گئی اور بیس ہزار نقد جزیہ مقرر ہوا۔ یعنی ہر مرد چار دینار دیا کرے اور جب کوئی بچہ سن بلوغ کو پہنچے تو وہ بھی ہر سال چار دینار دینا اختیار کرے۔ مویشیوں میں سے دس میں سے ایک دیں اور جب کوئی عامل روپیہ لینے کے لئے آئے تو اسے تین دن ممان رکھیں اس کے سوا ان کو اور کسی قسم کی تکلیف نہ دی جائے۔ اور ان شرائط پر نبیر راضی ہو گیا۔ اور عیاض نے اس مضمون کا ایک وثنہ لکھ دیا۔ جس پر لشکر کے مشہور و معروف اشخاص کے دستخط کرائے گئے۔ پھر اپنی مرثیت کر کے حوالہ کر دیا۔ اور پوچھا اے نبیر جس وقت تو نے میرا اور میرے باپ کا نام پوچھا تھا اور میں نے نام بتائے تھے اس وقت تو نے سر ہلا کر اور مسکرا کر اپنے ساتھیوں کی طرف کیوں دیکھا تھا۔ کس امر پر تعجب اور تبسم کیا تھا۔ نبیر نے کہا سچ یہ ہے کہ میں اس شرکاء بطریق ہوں۔ اب سے پہلے باپ دادا اس شرکاء بطریق تھے ان کی امارت مجھے ورثہ میں پہنچی ہے۔ ایک دفعہ ایرانی لشکر نے ہمیں مغلوب اور شرکاء کو فتح کر کے طرح طرح کی ایذا میں دیں۔ اس کے بعد روم کے بادشاہ ہرقل نے ہم پر عتاب نازل کیا اور قبضوں کو ہم پر مسلط کر کے انتہائی مظالم کئے۔ اللہ تعالیٰ کا فضل ہمارے شامل حال تھا۔ اس مصیبت کو ہم سے ٹال دیا اور ہمارا ملک ہمارے قبضے میں آ گیا۔ اس کا سبب یہ تھا کہ ہم نے کتابوں میں پڑھا ہے کہ اس شرکاء کوئی قبضہ نہ کر سکے گا اور نہ یہاں کے باشندے کسی کی فرمانبرداری اختیار کریں گے۔ مگر ایک عربی جوان جس کا نام عتیم یا غنم کے پچا کا بیٹا ہو گا اس شرکاء کو فتح کرے گا اور غالب آئے گا یہی تعجب کی وجہ تھی۔ عیاض نے کہا تم کتاب سے واقف ہو اور اسے پڑھا کرتے ہو۔ اس نے جواب دیا ہاں۔ اے امیر حضرت عیسیٰؑ ہمارے واسطے انجیل نام کی ایک کتاب چھوڑ گئے ہیں۔ عیاض نے پوچھا تمہاری انجیل میں ہمارے پیغمبر کا بھی کچھ ذکر ہے یا نہیں۔ اس نے کہا ہاں انجیل میں درج ہے۔ کہ آخری دور میں ایک عربی پیغمبر پیدا ہوں گے۔ لوگوں کو راہ راست کی ہدایت کریں گے۔ اور پیغمبروں میں سب سے افضل ہوں گے۔ اور ان کی امت قیامت میں تمام امتوں سے بہتر ہوگی۔ اور اس پیغمبر کی نشانی یہ ہے کہ آپ منبر پر بیٹھیں گے کبیل اوڑھیں گے خلقت کو نیک کاموں کی ترغیب دلائیں گے۔ بدی سے روکیں گے۔ اے امیر میں نے اپنی قوم کو تمہارے دین کی طرف ہمت ہی راغب کرنا چاہا اور اسلام اختیار کرنے کے لئے ہر طرح سے سمجھایا مگر انہوں نے میری ایک نہ سنی اور صاف انکار کر دیا۔ اور کہا اگر تو ایسی باتیں کرے گا تو ہم تجھے قتل کر دیں گے۔ میں اپنی ہلاکت کے ڈر سے خاموش رہا۔ عیاض نے اس کی راست گوئی اور نیک خلعتی پر تعجب کیا اور چند روز رقتہ میں ٹھہر کر دہا کی طرف کوچ کیا۔

عیاض بن غنم کی شہر دہا کو روانگی

۹۶

دہا کے باشندے رقدہ کی فتح کی خبر سن کر بہت ہی خوف زدہ ہو گئے تھے۔ غلہ اور چارہ شہر کے اندر بھر لیا اور برجوں پر سامان حرب فراہم کر کے بہت سے پتھر دیواروں پر چن لئے۔ جب لشکر اسلام نے متصل قلعہ پہنچ کر بجبر اور تملیل کی آوازیں بلند کیں۔ تو کفار کانپ اٹھے۔ اور دلوں پر سخت رعب چھا گیا۔ پھر بھی نعرے مار مار کر حوصلہ افزائی کرتے گئے۔ لشکر اسلام کے پہنچنے تک وہ تیاریاں کر چکے تھے۔ اور جھنڈے کھول دیئے تھے۔ باہم کہنے لگے یہ تو بڑا بھاری لشکر ہے بیس ہزار سے بھی زیادہ ہو گا۔ ہم میں اس کے مقابلے کی طاقت نہیں ہے۔ عیاض نے بھی شہر کی تفصیل کے سب سے بڑے دروازے کے مقابل جو بہ سمت روم واقع تھا قیام کیا۔ باہم سخت جنگ ہونے لگی۔ پندرہ روز تو رات دن لڑائی ہوا کی۔ آخر کار باشندگان دہا نے مشورہ کیا کہ یہ لوگ بڑے مضبوط اور بہادر ہیں۔ لڑائی میں ہم سے زیادہ ثابت قدم ہیں۔ ہم ان سے کسی طرح سربر نہیں ہو سکتے۔ مناسب یہ ہے کہ باشندگان رقدہ کی طرح ہم بھی صلح کر لیں۔ اس تجویز کے مطابق ایک قاصد کو عیاض کے پاس بھیج کر صلح کی درخواست کی۔ عیاض نے بھی منظور کر لی اور صلح کی دستاویز لکھ دی کہ وہ نقدی ادا کریں گے اور جزیہ دیں گے۔ نیز ستادی کر دی کہ ہم نے اہل دہا سے صلح کر لی ہے وہ ہماری ذمہ داری میں آگئے ہیں کوئی شخص ان کو نہ ستائے، بے اجازت ان کے گھروں اور مکانوں میں نہ جائیں۔ مسلمانوں نے جنگ سے ہاتھ روک لیا۔ عیاض نے زر مقررہ وصول کر کے اس شہر کا دورہ کیا اس کے باغات اور گلزار ملاحظہ کئے۔ بہت پسند آئے۔ شہر کے بطریق مرطوس نے جو سپہ سالار فوج بھی تھا۔ عیاض کی دعوت کی۔ بہت ہی تکلف کیا اور عیاض کی خدمت میں حاضر ہو کر کہا اے امیر میں نے تمہارے قیام کے لئے سب سے بڑی ٹیکسا میں فرش کر دیا ہے میں چاہتا ہوں کہ آپ وہاں قدم رنجہ فرما کر عزت بخشیں اور کھانا نوش کریں اور جن سرداروں کو ساتھ لے چلنا چاہیں ساتھ لے چلیں۔ عیاض نے کہا اے مرطوس مجھے ان تکلفات کی کچھ ضرورت نہیں ہے اگر میں نے تیرے دین والوں میں سے کسی کی دعوت قبول کی ہوتی تو تمہاری بھی دعوت قبول کر لیتا۔ بیت المقدس میں خلیفہ نے بھی اس شہر کے بطریق کی دعوت قبول نہ کی تھی۔ اگر وہ بھی قبول کر لیتے تو میں بھی انکار نہ کرتا۔ اے بطریق ان تکلفات سے معلوم ہوتا ہے کہ ابھی تک تم ہم سے ڈرتے ہو۔ تم دلجمعی رکھو کہ ہماری طرف سے تم ہر طرح امن میں ہو۔ ہم نے جو عہد کر لیا ہے اس کے خلاف ہرگز عمل میں نہ آئے گا۔ اور جو بات قرار پا گئی ہے کبھی اس میں فرق نہ آئے گا۔ وہ تو اپنے گھر چلا گیا۔ پھر ایک عیسائی عورت آئی جو اپنے چچیرے بھائی پر دعویٰ رکھتی تھی عیاض نے ایسا اچھا انصاف کیا کہ دونوں رضامند ہو کر اس کی تفریض کرتے چلے گئے۔ عیاض کو اس عورت کا حسن پسند آیا پوچھا تو شوہر رکھتی ہے۔ اس نے جواب دیا نہیں۔ پھر کہا کیا تجھے شوہر کی ضرورت ہے۔ اس نے کہا بہت زیادہ کیونکہ میری خبر لینے والا کوئی نہیں ہے۔ عیاض نے کہا اگر تیرا شوہر تجھے عزیز رکھے تو تو اس کے لئے اپنا مذہب ترک اور اس کا مذہب قبول کر سکتی ہے؟ اس نے کہا میں اپنا دین ہرگز نہ بدلوں گی شوہر کو میرے دین سے کیا واسطہ اور مجھے اس کے دین سے کیا غرض وہ اپنے دین پر رہے میں اپنے دین پر۔ عیاض نے چاہا کہ اسے اپنی زوجہ بنا لے۔ پھر سوچا کسی قوم کے سردار کے گھر میں کافر عورت کا ہونا اچھا نہیں اس لئے ارادہ ترک کر دیا۔

اس عورت نے عیاض کے لئے کھانا پکا کر بھیجا۔ عیاض نے اسے لے کر ایک ستلابیہ لونڈی عطا کی ابھی عیاض اسی مقام پر تھا کہ یزید بن ابوسفیان نے بشرین ارطاة کو دو ہزار جوان اور ایک سفید جھنڈا دے کر عیاض کی مدد کے لئے بھیجا۔

عیاض بن غنم کی امداد کے لئے بشر بن ارطاة کی آمد

بشر بن ارطاة کے لشکر کے قریب پہنچنے پر مسلمان گھبرا گئے کہ باشندگان دہا کی مدد کے واسطے رومی آپہنچا۔ جب معلوم ہوا کہ بشر بن ارطاة اہل اسلام کی مدد کے لئے آیا ہے تو بہت خوش ہوئے اس نے متصل پہنچ کر عیاض کے پاس آدی بھیجا کہ مال غنیمت میں سے ہمارا حصہ ہمیں مل جائے عیاض نے کہا تمہارے آنے سے پہلے ان لوگوں نے محنت و مشقت اٹھائی لڑ کر مال غنیمت حاصل کیا ہے اس میں تمہارا کوئی حق نہیں ہے۔ باقی ماندہ شہروں کو فتح کرنا چاہئے جب تمہاری مدد سے اور شہر فتح ہوں گے اور لوٹ کا مال ہاتھ آئے گا تو تم بھی لینا اور ہم بھی مگر وہ اس بات پر رضامند نہ ہوئے۔ بشر نے عیاض سے اس بات میں اس قدر گفت و شنید کی کہ باہم رنجش پیدا ہو گئی۔ عیاض نے کہا کہ مجھے تیرے لشکر کی ضرورت نہیں اگر تو چاہتا ہے تو یہاں ٹھہر جایا ورنہ شام کو واپس چلا جا۔ بشر غصہ ہو کر شام روانہ ہوا۔ اور یزید کے پاس پہنچ کر عیاض کی شکایت کی اور کچھ آپس میں گرم سرد بات چیت ہوئی تھی۔ سب بیان کر دی۔ یزید نے عیاض کی طرف سے رنجیدہ ہو کر امیر المؤمنین کی خدمت میں سب حال لکھ بھیجا۔ خلیفہ نے عیاض بن غنم کو لکھا کہ مجھے خبر پہنچی ہے کہ یزید نے بشر بن ارطاة کو تیری مدد کے لئے بھیجا تھا اور تو نے اسے واپس کر دیا۔ اس فوج کے تیرے پاس بھیجے کا مقصد تھا کہ وہ تیری مدد کریں۔ اور فوج کی زیادتی کے سبب تیرے مرتبہ اور تیری ترغیبیں ترقی ہو اور دشمن جائیں کہ تیرے پاس مدد پہنچتی رہتی ہے۔ دشمن اس سے شکستہ دل ہو کر بہت جلدی تیری اطاعت اختیار کرتے لیکن میں نہیں سمجھ سکتا کہ تو نے اس فوج کو کس واسطے واپس کر دیا۔ اب مجھے مفصل مطلع کر کہ سبب معلوم ہو۔ والسلام!

جب امیر المؤمنین عمر کا یہ خط عیاض کے پاس پہنچا اور وہ احوال مندرجہ سے واقف ہوا یہ جواب دیا کہ یہ خط عیاض بن غنم کی طرف سے امیر المؤمنین عمر کی خدمت میں بھیجا جاتا ہے۔ واضح ہو کہ آپ کا خط پہنچا احوال مندرجہ معلوم ہوئے۔ گزارش یہ ہے کہ شہر رقدہ اور دہا بشر بن ارطاة کے پہنچنے سے پہلے مسلمانوں نے فتح کر لئے تھے۔ اور مال غنیمت بھی تقسیم ہو کر ہر ایک اپنے حصے کا مالک بن چکا تھا۔ بشر نے بعد میں پہنچ کر اس مال غنیمت میں سے حصہ لینا چاہا۔ میں نے جواب دیا کہ دونوں شہر تمہارے آنے سے پہلے فتح ہو چکے ہیں ان کی لوٹ میں تمہارا کچھ حصہ نہیں اب جو کچھ فتح ہو گا لوٹ میں سے ہم تم دونوں حصہ پائیں گے۔ بشر اس بات پر رضامند نہ ہوا۔ مجھے اندیشہ ہے کہ مبادا مخالفت اختیار کرے جس سے اسلامی لشکر میں فساد ہو جائے اور اس کی وجہ سے دشمن کو فائدہ پہنچے۔ دوسرے مجھے اس کی موجودگی یا مدد کی ضرورت بھی نہ تھی۔ میں نے اس حیلے سے اسے واپس کر دیا۔ اور یہی واپسی کی وجہ ہوئی ہے جو عرض کی گئی۔ اللہ تعالیٰ آپ کو ہمدوش سعادت رکھے۔ والسلام و الاکرام!

خلیفہ عمر نے عیاض کا خط پڑھ کر اس کی رائے پر آفریں اور جواب میں لکھا کہ تیرا خط پہنچا بشر بن ارطاة کے واپس کرنے کی وجہ معلوم ہوئی جو عین ثواب تھی اللہ تعالیٰ تجھے جزائے خیر دے جناب پاری تعالیٰ سے میں دعا کرتا ہوں کہ جب تک زندہ رہوں گا تجھ کو اس عمدہ سے علیحدہ نہ کروں اور جب قریب المرگ ہوں گا اور تو زندہ تو وصیت کر جاؤں گا کہ جو بھی خلیفہ وہ ہو تجھے تیرے کام سے علیحدہ نہ کرے۔ اور جب تک تو زندہ رہے گا اپنی جگہ پر برقرار رہے تو ہر طرح سے مطمئن رہ اور جہاد جنگ میں خوب کوشش کرتا رہ۔ والسلام!

عیاض نے اس خط کو پڑھ کر درگاہ الہی میں شکر یہ ادا کیا اور دعا مانگی کہ اے خدا میں عمر بن خطاب کے بعد زندہ رہنا نہیں

چاہتا اس کی وفات کے وقت تک میری موت میں تاخیر ہو تو محض ایک دن کی ہو اس سے زیادہ مجھے زندہ نہ رکھیو۔ انک
علی کلی شئی قدیر ولا بالاجاہتہ جدی یعنی بالتحقیق تو ہر چیز پر قادر ہے اور قبولت دعا کے لئے مستحکم ہے۔

شہر حران پر چڑھائی

کچھ دنوں بعد عیاض بن غنم کو خبر لگی کہ شہر حران میں تیس ہزار رومی لشکر جمع ہوا ہے۔ فوراً مناد کر دی کہ تمام سپاہ جنگ
کی تیاری کرے۔ جس وقت اسلامی فوجیں شہر حران کے قریب پہنچیں باشندوں کے دلوں پر اور خوف چھا گیا۔ ابھی عیاض
کا تمام لشکر قیام نہ کرنے پایا تھا کہ قاصد بھیج کر صلح کی درخواست پیش کی۔ عیاض نے منظور بھی کر لی جن شرائط پر
باشندگان رقبہ و دبا سے صلح ہوئی تھی وہی اہل حران سے قرار پا گئیں۔ عیاض نے دستاویز لکھ دی اور انہوں نے شہر کے
دروازے کھول دیئے۔ جس دن مسلمان داخل شہر ہوئے اور صلح نامہ مکمل ہو گیا محرم کا مہینہ پیر کا دن اور نماز ظہر کا وقت
تھا۔ عیاض کئی دن ٹھہرا رہا اور زر مقررہ وصول کر کے شہر عین کی طرف جسے راس العین بھی کہتے ہیں روانہ ہوا۔ بیان
کرتے ہیں کہ ان شہر والوں میں ایک ایسا تیز نظر تھا جو ایک دن کی مسافت کے فاصلے پر بذریعہ دوربین دیکھ لیا کرتا تھا۔
اتفاقاً جس روز اسلامی فوج ایک دن کے راستے پر پہنچی ایسا سیاہ بادل اٹھا اور غبار آسمان پر چھایا کہ اس نظر باز کو کچھ نظر
نہ آتا تھا۔ شہر والے پوچھتے تھے کہ کسی اجنبی لشکر کا کچھ پتہ چلا ہے یا نہیں وہ کہتا تھا کہ آج ایسا ابر در غبار چڑھا ہوا ہے کہ
مجھے کچھ نظر نہیں آتا۔ اگر تم دیکھنا ہی چاہتے ہو تو اپنے مویشی باہر نکالو اور جنگل میں پہنچو گو مجھے اس دوربین کے ذریعے
فوج کا نشان نہیں چلتا مگر مویشیوں کی پانچل کے معائنہ سے معلوم ہو جائے گا پھر تمہیں خبر کروں گا۔ سب نے گائے بیل
گھوڑے بھیڑ بکری اور اونٹ باہر نکال دیئے۔ جب عیاض شہر کے قریب پہنچ گیا تو ابر اور غبار مٹ کر سورج نکل آیا لشکر
والے مویشیوں کو دیکھ کر سب کے سب ہنکا لے گئے۔ نظر باز نے غل مچایا اور لوگوں کو مطلع کر دیا۔ سب کے سب
دروازے بند کر کے فصیل اور برجوں پر آ چڑھے۔ اہل اسلام نے حصار کے قریب پہنچ کر قیام کیا اور قلعہ والوں نے پتھر
اور تیر مارنے شروع کئے۔ جن سے کئی مسلمان ہلاک ہو گئے شہر کا ایک بطریق قلعے کی فصیل پر چڑھ کر مسلمانوں کے ساتھ
بدکلامی کرنے لگا کہ اے جو کھانے اور پشینہ پینے والوں تم نے ہمیں باشندگان رقبہ دبا اور حران سمجھا ہے۔ ہمارے سامنے
ان کی کوئی حقیقت نہیں۔ تم نہیں جانتے کہ تم اپنے آپ کو خود ہی موت کے دروازے تک لے آئے ہو۔ ایک مسلمان
نے جو فصیل کے متعلق تھا کہا کہ بیوہ مت بک، رقبہ دبا اور حران سے بھی بہت زیادہ مضبوط اور مستحکم قلعوں کو ہم نے
مسخر کر لیا ہے اور بت پرست کافروں یہودیوں اور گہروں کو ان کے قلعوں سے نکال کر دوزخ میں پہنچا دیا ہے۔ اے سچ تیرا
اور تیرے حصار کا ایسا نقشہ ہے جیسا کہ ہمارے نزدیک کوئی شہری آدمی بکری کے بالوں کا سا بان بنا کر اس کے نیچے بیٹھا ہو
اور اسے اپنے لئے محفوظ سمجھتا ہو۔ اے سچ تجھے ان باتوں کی خبر نہیں اسی واسطے جو کچھ تیرے منہ میں آتا ہے بکتا ہے
تھوڑی ہی دیر میں تجھے اس زبان درازی کا مزا چکھنا پڑے گا۔ پھر کچھ فائدہ نہ ہو گا بطریق کو غصہ آ گیا اپنے ہمراہیوں سے
کہا مجھے فصیل سے نیچے اتار دو کہ میں ان ناچیز لوگوں کو سزا دوں گا ان لوگوں نے اس کو ایک چھینکے میں بیٹھا کر قلعہ کی
فصیل کے نیچے لٹکا دیا۔ اس نے چھینکے سے نکل کر زرہ پینی اور سنہری خود سر پر رکھا اور زرہ کی پٹی کس کر شمشیر آبدار
ہاتھ میں لی اور قلعہ کے دروازہ پر آکھڑا ہوا۔ پھر مسلمانوں سے مقابل کو طلب کیا۔ بنی مزینہ میں سے ایک جوان نکلا۔ بڑا
خوبصورت آدمی تھا۔ چھوہاروں کے بچوں کی ڈھال ہاتھ میں تھی اور تلوار حائل، پرانا سیاہ عمامہ سر پر باندھ رکھا تھا۔ بطریق

نے اسے حقیر سمجھ کر حملہ کیا۔ عربی جوان نے وار کو سپر پر لیا اور زانو تہ کر کے تلوار کا ایک ایسا ہاتھ مارا کہ بطریق کی دونوں پسلیاں ترش گئیں اور وہ پشت کے بل زمین پر گر پڑا۔ عربی جوان نے دوڑ کر اس کا سر کاٹ کر پھینک دیا۔ پھر اس کے تمام ہتھیار اور کپڑے اتار لئے۔ باوجودیکہ فصیل سے اس پر پتھراؤ ہو رہا تھا۔ مگر وہ ذرا نہ گھبرایا اور بطریق کا کل سامان لے کر اور اس کی لاش کو تنگ حصار کے نیچے چھوڑ کر صحیح و سالم اپنے دوستوں میں جا ملا۔ اہل شہر بطریق کا یہ حال دیکھ کر خوفزدہ ہو گئے۔ اس دن لڑائی بند کر دی۔ اور دوسرے روز باہر نکل کر سخت مقابلہ کیا کتنے ہی مسلمان مارے گئے۔ عیاض نے کسی قدر دستہ کو حکم دیا کہ ٹھکت کھا جانے کا رنگ دکھاؤ جو نبی انہوں نے پشت موڑی اہل شہر نے تعاقب کیا۔ جب شہر سے کچھ دور باہر نکل گئے عیاض نے پلٹ کر حکم دیا کہ ایک باگی سب کے سب ٹوٹ پڑے اور اکثر حصے کو قتل کر دیا۔ باقی ماندہ قلعے میں بھاگ کر آچھپے۔ اب انہوں نے سمجھ لیا کہ ہم مسلمانوں سے نہیں لڑ سکتے۔ قاصد بھیج کی صلح کی درخواست کی عیاض نے بھی انہی شرائط پر صلح کر لی کہ تیس ہزار دینار نقد دیں، اور ہر شخص چار دینا سالانہ جزیہ وقت پر ادا کیا کرے۔ غرض اس قرار داد پر صلح نامہ لکھا گیا اور اہل شہر کے حوالے کر دیا گیا۔

علاقہ خاپور پر چڑھائی

عیاض نے میسرہ کو بلا کر ایک ہزار منتخب سوار حوالے کئے اور علاقہ خاپور کی طرف بھیجا اور میسرہ نے حسب الحکم کوچ کیا۔ جس موضع میں پہنچتا اسے فتح کر کے روپیہ حاصل کرتا اور عیاض کے پاس روانہ کر دیتا۔ اس طرف کا کل علاقہ فتح کر لیا۔ اور دریائے فرات کے ساحل کی طرف بڑھ کر قریسا میں وارد ہوا۔ وہاں چند روز رہ کر اہل شہر سے جنگ کرتا رہا۔ باشندگان شہر اور لشکر اسلام کے بہت سے آدمی قتل ہوئے۔ انجام کار شہر فتح ہو گیا۔ میسرہ نے تمام لڑنے والے آدمیوں کو قتل کیا اور ان کے زن و بچہ اسیر کر لئے۔ پھر باشندوں کو از روئے احسان معاف کر کے ان سے تین ہزار دینار سرخ وصول کئے اور حسب معمول جزیہ قائم کیا۔ اس کے بعد شہر کو باشندوں کے حوالے کر کے حاضر خدمت عیاض ہوا۔ اور جس قدر مال غنیمت لایا تھا حوالے کر دیا۔ میسرہ کے آنے پر عیاض نے نصیبن کا رخ کیا۔ رومی اس کے سامنے سے بھاگ بھاگ کر قلعہ نصیبن میں پناہ لیتے تھے۔ عیاض نے وہاں پہنچ کر فوج کے چار حصے کئے۔ اور ہر ایک حصہ شہر کے چار دروازوں میں سے ایک ایک پر مقرر کر دیا۔ پھر جنگ شروع کر دی۔ طرفین نے کئی روز تک خوب ہی داد شجاعت دی اور سخت کوشش کی۔ قلعہ نہایت ہی مضبوط تھا۔ عیاض نے عاجز آ کر فتح کرنے کی بجائے اسے محصور رکھنے پر اکتفا کی۔ پھر عمر بن سعد انصاری کو بلا کر اور اس کی جماعت اس کے ساتھ کر کے شہر سنجاہ کی طرف بھیجا۔ عمر حکم پاتے ہی روانہ ہو گیا۔ اور دوسرے دن اہل سنجاہ سے معرکہ آرائی کی، باشندوں نے امان طلب کی، عمر نے پناہ دی، اور تین ہزار نقد دینے کے علاوہ ہر شخص پر چار دینا جزیہ مقرر کیا۔ اور صلح کر کے عیاض کے پاس آ گیا۔ عیاض نے پھر مالک اشتر بن حارث نخعی کو طلب کیا اور ایک ہزار سوار حوالہ کر کے آمد اور میافارقین کی طرف روانہ کیا۔

مالک اشتر نخعی کی میافارقین کو روانگی

مالک اشتر نے آمد کی طرف روانہ ہونے کے بعد اثناء راہ میں اس قلعہ کی مضبوطی کا حال معلوم کر کے اندیشہ محسوس کیا کہ

وہاں زیادہ عرصے تک ٹھہرنا پڑے گا۔ آمد کے متصل پہنچ کر اس قلعہ کی مضبوطی کو ملاحظہ کیا اور حکم دیا کہ تمام لشکر متفقہ طور پر نعرہ تکبیر بلند کرے۔ باشندگان آمد آواز تکبیر سنتے ہی ایسے خوف زدہ ہوئے کہ ان کے پاؤں اکٹڑ گئے اور سمجھے کہ یہ لشکر دس ہزار جوانوں سے بھی زیادہ ہے۔ ہم ان سے جنگ نہ کر سکیں گے۔ اسی وقت قاصد بھیج کر صلح کی درخواست کی۔ اشتر نے صلح منظور کی اور کہا کہ پانچ ہزار دینار نقد اور فی کس چار دینار سالانہ جزیہ دین حاکم آمد نے منظور کر کے حصار کے دروازے کھول دیئے۔ مسلمان شہر میں داخل ہوئے۔ صبح کو روز جمعہ تھا۔ مسلمانوں نے شہر کا گشت کیا اور باہر نکل کر شہر کے دروازے پر مقام کیا اور زر مقررہ لے کر میافارقین کی طرف روانہ ہوئے۔ جب وہاں پہنچے تو اس مقام کے بطریق نطوس نے اشتر کے پاس آدمی بھیج کر صلح کی درخواست کی اور تین ہزار دینار نقد اور جزیہ دینا قبول کیا۔ اشتر نے بھی منظور کر کے دستاویز لکھ دی اور زر مقرر وصول کر کے مراجعت فرمائی۔ عیاض ابھی تک نصیسن کے محاصرہ ہی میں تھا کہ مالک اشتر آ پہنچا اور زر وصول کر کے اس کے حوالے کیا۔

عیاض بن غنم کا شہر نصیسن کی فتح کا مشورہ کرنا

محاصرہ نصیسن کو ایک سال گزر گیا۔ اور فتح نہ ہوا تو عیاض بہت رنجیدہ ہوا۔ فوج کے سرداروں کو جمع کر کے مشورہ کیا۔ ایک مسلمان نے جو سعد بن وقاص کی خدمت میں رہتا تھا۔ اور عراق سے آیا ہوا تھا عیاض سے کہا مجھے ایک تدبیر سوچھی ہے جس سے شہر ہمارے ہاتھ آ جائے گا۔ عیاض نے پوچھا: کیا؟ کہا کسی شخص کو بھیج کر شہر زور سے جو اس وقت مسلمانوں کے قبضے میں ہے اور وہاں بچھو نہایت کثرت سے ہیں بہت سے بچھو کوزوں میں بند کر کے منگائے چاہئیں اور رات کے وقت ان کوزوں کو گوبھیوں میں رکھ کر شہر کے اندر پھینک دیئے جائیں۔ وہ بچھو ایسے ہیں جسے ڈنگ ماریں فوراً مر جائے۔ باشندے اس امر سے بے خبر ہونے کے سبب اپنی اپنی حالت میں مشغول ہو جائیں گے۔ پھر ہم آسانی سے شہر لے سکیں گے۔ عیاض نے اس مشورہ کو پسند کیا۔ آدمی بھیج کر اور بہت سے کوزوں میں بچھو اور خاک بھروا کر منگوائے۔ یہ وقت شب اٹھیں شہر میں پھینک دیا کوزوں کے ٹوٹتے ہی بچھو ہر طرف کو پھیل گئے۔ اور دیکھتے ہی آدمی ان کے ڈنگ مارنے سے مر گئے۔ دن نکلنے کے بعد بھی کئی آدمی ان کے ڈنگ سے ہلاک ہو گئے۔ اس لئے شہر والوں نے پیغام بھیجا کہ صلح کر لینی چاہی مگر عیاض نے منظور نہ کی اور جس قدر کوزے بچھے تھے سب گوبھیوں میں رکھ کر شہر میں پراگندہ کر دیئے۔ اکثر آدمی بچھوؤں کے مارنے میں مشغول ہو گئے۔ ادھر عیاض نے اور دونوں کی نسبت بہت زور لگایا اور جان توڑ حملہ کیا۔ غرضیکہ شہر اٹھالی پامری کے ساتھ فتح ہو گیا تمام لڑنے والے آدمی ختم کر دیئے گئے اور بطریقوں کے گھر مسمار اور ان کے زن و فرزند امیر کر لئے گئے۔ انجام کار جو لوگ تلوار کی دھار سے بچ رہے تھے پکڑ کر عیاض کے سامنے حاضر کر دیئے گئے۔ اس وقت عیاض نے فوج کو حکم دیا کہ ہاتھ روک لیں۔ اور ان کی زن و فرزند کو ان کے حوالے کر کے دستاویز جس پر سرزاران لشکر کے دستخط کرائے گئے تھے لکھ دی پھر مال غنیمت کا ٹس خلیفہ کی خدمت میں روانہ کر کے باقی مسلمانوں میں تقسیم کر دیا۔ ہر شخص کے حصے میں دس ہزار درہم سے بھی زیادہ آئے اور مویشی، اونٹنی، غلام اور عمدہ سامان جو ہاتھ آیا تھا وہ اس تعداد کے علاوہ تھا۔ اب عیاض نے اسی جزیرہ میں قیام کیا۔ صدور حکم امیر المومنین کا انتظار کرنا شروع کیا۔ خلیفہ عیاض کا خط پڑھ کر اور مال غنیمت کو ملاحظہ فرما کر بہت ہی خوش ہوئے۔ اور شکر الہی بجالائے۔

خلیفہ کا خط بنام عیاض بن

بسم اللہ الرحمن الرحیم - امیر المومنین عمر کی طرف سے عیاض بن غنم پر سلام ہو۔ اللہ تعالیٰ کا ہزار ہزار شکر ہے۔ کہ ولایت جزیرہ پر مسلمانوں کو فتح یاب کیا۔ فقیری سے امیری کا رتبہ بخشا اور رزق وسیع عطا کیا۔ اب مجھے تمہارے مفلس ہونے کی فکر نہیں مگر اندیشہ ہے کہ مبادا تم کثرت مال پر مغرور ہو کر اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالو۔ اے عیاض تو نے کئی نہیں کی اور جزیرہ کے فتح کرنے میں حد درجہ کوشش کی ہے۔ تجھ سے پسندیدہ خدمتیں ظہور میں آئی ہیں۔ اللہ تعالیٰ تجھ کو اسلام اور مسلمانوں کی طرف سے جزائے خیر کرامت فرمائے۔ تو اس خط کو پڑھتے ہی لشکر کے کسی ایسے مشہور سردار کو جس کے قول و فعل پر بھروسہ ہو اپنا نائب قرار دے کر مفتوحہ علاقہ کی نگرانی پر چھوڑ اور خود ملک شام طرف لوٹ جا کیونکہ یزید بن ابی سفیان سخت بیمار ہے اگر اس نے وفات پائی تو علاقہ خراب ہو جائے گا۔ اور مسلمانوں کے انتظام میں الجھل پڑ جائے گی۔ اس لئے یہی مناسب معلوم ہوتا ہے کہ تو فوراً شام میں پہنچ جائے اور اس علاقہ میں نہ ٹھیرے۔ والسلام۔

اس نے عمر کا خط پڑھتے ہی عقبہ بن فرقد السلمی کو بلایا اور تمام علاقہ کا حاکم بنا کر چار ہزار سوار حوالے کئے اور باقی لشکر اپنے ساتھ لے کر شام کا رخ کیا۔ شہر حمص میں پہنچ کر ناتوانی ظاہر ہوئی اور جاں بحق ہو گیا۔ روایت ہے کہ جس دن عیاض نے وفات پائی اس کے پاس وہی دو گھوڑے تھے جنہیں جزیرہ کی مہم کے وقت وہ اپنے ساتھ رکھتا تھا اور ایک اونٹ تھا جس پر سامان لدا تھا۔ اس کے اسباب میں سے ایک دینار بھی برآمد نہ ہوا۔ وہ تمام مال و دولت جو اسے جزیرہ سے بہم پہنچتا تھا محتاجوں کو بخش دیا تھا اور صدقے کر داتا تھا۔ اپنے پاس کچھ نہ رکھتا تھا۔ اس پر اللہ کی رحمت ہو!

یزید بن ابوسفیان کا خط

خلیفہ عمر بن الخطاب کی خدمت میں

فتح جزیرہ اور عیاض بن غنم کی وفات کے بعد یزید بہت کمزور ہو گیا۔ اور بیماری نے شدت اختیار کی اپنا یہ حال دیکھ کر اس نے خلیفہ کی خدمت میں خط لکھا:

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ ادائے حرام و خدمت و دعا کے بعد معلوم ہو کہ یزید بن ابی سفیان کو کوئی امید نہیں رہی کہ اس خط کے بعد بھی کوئی اور خط آپ کی خدمت میں روانہ کر سکے۔ کیونکہ بیماری بہت شدت اختیار کر گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہماری طرف سے آپ کو جزائے خیر مرحمت فرمائے۔ اور ہم کو جنات النعیم میں جگہ دے۔ میرا کام تمام ہو چکا ہے۔ خلیفہ جس کسی کو مناسب سمجھے اس ملک اور فوج کا امیر قرار دے۔ والسلام علیک۔ اور آپ کو اس دنیا میں یزید کا یہ آخری سلام ہے!

خط کے پہنچنے سے پہلے ہی یزید نے وفات پائی۔ امیر المومنین نے خط پڑھ کر بہت رنج کیا اور قاصد سے پوچھا کہ تو نے روانگی کے وقت کس حالت میں چھوڑا ہے۔ کیا اس کے نام خط لکھوں قاصد نے کہا آپ کی عمر دراز ہو اس وقت یزید قریب المرگ تھا۔ عمر نے کہا اللہ تعالیٰ یزید کو بخشے بڑا نیک آدمی تھا دنیا کی طرف ذرا توجہ نہ کی۔ اس کی تمام کوششیں آخرت کے امور کی طرف مبذول رہتی تھیں۔ پھر آپ نے ابوسفیان کو بلا کر اس حالت کی اطلاع دی۔ وہ بہت رویا پیتا انا

لہ و انا الیہ راجعون۔ پھر دریافت کیا آپ نے امارت شام کی نسبت کیا تجویز کی ہے۔ کس شخص کو وہاں بھیجنے کا ارادہ ہے۔ عمر نے کہا تیرے دوسرے بیٹے معاویہ بن ابی سفیان کو۔ یہ سن کر وہ بہت خوش ہوا اور امیر المومنین کو دعا دی کہ تو نے صلہ رحم فرمایا۔

اس کے بعد ابو سفیان اپنے مکان پر آیا۔ ہند کو یزید کے مرنے کی اطلاع دی۔ ہند نالہ و فریاد کر کے چیخنے اور چلانے لگے منہ پر طمانچے مار مار کتتی تھی کاش یزید کے بدلے معاویہ اور عقبہ مر جاتے۔ ابو سفیان نے کہا رو پیٹ مت انا اللہ و انا الیہ راجعون کہہ۔ امیر نے ہم پر بڑی مہربانی فرمائی ہے تیرے دوسرے بیٹے معاویہ کو امیر شام بنا دیا ہے۔ ہند خاموش ہو گئی اور کہا امیر المومنین نے صلہ رحم فرمایا معاویہ کو شام کی امارت مبارک ہو۔ اس کے بعد امیر المومنین نے معاویہ کے نام اس مضمون کا خط لکھا کہ عبد اللہ عمر کی طرف سے معاویہ کو یہ معلوم ہو کہ اللہ تعالیٰ نے خبر دی تھی کہ ولایت شام اور ممالک اور بڑے بڑے بادشاہوں کے خزانے اور مال ان کے قبضے میں آئیں گے۔ اب اس خوشخبری کے مطابق یہ سب چیزیں مسلمانوں کو مل گئیں ہیں۔ خاص کر ولایت شام کا شہر قیساریہ جو نہایت ہی مضبوط اور مستحکم قلعہ ہے اور رومی اس پر بڑے نازاں تھے کہ اس شان و شکوہ کا دوسرا شہر ان ممالک میں نہیں ہے فتح ہو چکا ہے اب عسقلان غرہ اور اس کے نواحی علاقوں کے فتح کرنے کی طرف رجوع ہونا چاہئے۔ حضرت رسول خداؐ نے فرمایا ہے کہ تمام ممالک شام مفتوح ہوں گے۔ اور آپ نے یہ بھی ارشاد کیا ہے کہ عقرب میری امت کے کچھ لوگ دریا کنارے سکونت اختیار کریں گے۔ واضح ہو کہ وہ بھی عسقلان شہر ہے۔

نیز آنحضرتؐ کا یہ بھی ارشاد ہے کہ جس وقت فتنہ و فساد کی آگ مشرق و مغرب میں پھیلی ہوئی ہوگی۔ اس وقت شہر ہاور اور ستابا میں رہنا مشکل ہو گا۔ اس وقت عسقلان میں قیام کرنا ملک شام پر جس شے کو ترجیح ہے وہ عسقلان ہے۔ اس خط کو ملاحظہ کرتے ہی بلا توقف عسقلان پر چڑھائی کر اور اس شہر اور اس کے نواح کو فتح کرنے میں کوشش بلیغ عمل میں لا۔ اللہ تعالیٰ اس علاقہ کو تیرے ہاتھ سے فتح کرے گا۔ لازم ہے کہ مقام مذکور پر پہنچ کر میرے پاس روزانہ خبر بھیجتے رہنا۔ والسلام!

معاویہ بن ابی سفیان کی عسقلان پر چڑھائی

عمر بن خطاب کا فرمان پہنچتے ہی معاویہ نے عسقلان پر چڑھائی کر دی۔ وہاں پہنچ کر باشندوں کے ساتھ تین روز سے زیادہ معرکہ آرائی نہ ہونے پائی تھی کہ مسلمانوں نے فتح پائی اور وہ موضع مسلمانوں کے قبضے میں آیا۔ معاویہ نے خط کے ذریعے خلیفہ کو فتح عسقلان کی خبر دی آپ نہایت خوش ہوئے جو بیان سے باہر ہے۔ اور اس حصول مراد پر شکر الہی بجالائے اور کہا کہ اگر عسقلان فتح نہ ہوتا تو مقامات مفتوحہ کی سرحدیں خالی چھوڑ کر باشندگان عسقلان کو مجبور کرنا پڑتا اور تمہاری بھی قبریں وین بنتیں۔ اگر مجھے ملک عرب و شام میں قیام کرنے کا اتفاق ہوتا تو عسقلان کے سوا اور کسی جگہ نہ ٹھہرتا۔ ہر شے کا وسط ہوتا ہے اور شام کا وسط عسقلان ہے۔ اس کے بعد معاویہ نے سفیان بن حبیب ازدی کو بلا کر اور لشکر دے کر حکم دیا کہ وہ طرابلس پر حملہ کرے۔ وہ اس حکم کے پاتے ہی روانہ ہو گیا۔ اور طرابلس سے پانچ فرسنگ کے فاصلے پر ایک چراگاہ میں نئے مرغزار سلسلہ کہتے تھے قیام کیا پھر وہاں سے طرابلس کی طرف حرکت کی اور وہاں پہنچ کر حصار کے مقابل صف بندی کر کے جنگ شروع کر دی۔ ہر روز اسی طرح سے معرکہ آرائی کرتا اور شب کے وقت بخوف شیخوں وہاں سے واپس آ

جاتا۔ جب اہل طرابلس سے جنگ کرتے ہوئے زیادہ عرصہ گزر گیا تو اسے اندیشہ ہوا کہ جزائر دریا اس سے نزدیک ہیں۔ مبادا بے خبری کے عالم میں وہاں سے کوئی لشکر آکر گھیر لے۔ فوراً معاویہ کو خط لکھا اور اس متوقع اندیشے سے اطلاع دی۔ معاویہ نے جواب میں لکھا کہ مصلحت یہ ہے کہ طرابلس سے دو فرسنگ کے فاصلے پر ایک ایسا مضبوط قلعہ تعمیر کرے جس میں تمام فوج ساکے اور شیخوں سے محفوظ رہے۔ سفیان نے ایسا ہی کیا اور ایک بہت بڑا مضبوط قلعہ بنا کر اس میں قیام کیا۔ اہل طرابلس یہ دیکھ کر کہ سفیان نے ان کی سرزمین میں اپنا قلعہ بنا کر سکونت اختیار کی ہے بہت ہی ناراض ہوئے اور آخر کار جزائر کو جہاں سے انہیں طرح طرح کے میوے پھل اور غلے کثرت سے حاصل ہوتے تھے۔ چھوڑ دیا اور ایک اور زیادہ مضبوط قلعے میں جمع ہو کر بادشاہ ہرقل کو لکھا کہ مسلمانوں نے یہاں ایک قلعہ تعمیر کر لیا ہے تم ہماری مدد کرو۔ ہرقل نے یہ اطلاع پا کر حکم دیا کہ فوج کشتیوں میں سوار ہو کر ان کی مدد کو جائے۔ مدد پہنچنے پر بھی انہوں نے مقابلہ کرنا مناسب نہ سمجھا۔ راتوں رات تمام مال و اسباب طرابلس کے قلعے سے نکال کر ڈھیر کر دیا اور آگ دے دی اور کشتیوں میں سوار ہو کر قسطنطنیہ کی طرف بھاگ گئے۔ ہرقل کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ دوسرے دن سفیان نے اپنے قلعہ سے نکل کر طرابلس کا قصد کیا تو نزدیک پہنچ کر کسی آدمی کو نہ پایا۔ قلعہ خالی تھا۔ مسلمان اس میں داخل ہوئے۔ ایک یہودی کے سوا جو یہ خانہ میں چھپا ہوا تھا اور کوئی تنفس نہ ملا۔ اسے باہر لا کر حال پوچھا تو سب کیفیت معلوم ہوئی۔ سفیان نے معاویہ کو یہ خط لکھ کر اس حال سے باخبر کیا۔ معاویہ رومیوں کے اس حیلہ اور بھاگنے سے بہت متعجب ہوا۔ پھر اردن کے یہودیوں کو بھیج دیا کہ طرابلس میں جا کر آباد ہوں۔ اور وہیں اپنے مکانات بنالیں۔

فتوحات شام

معاویہ نے ساحل بحر اور جزیروں کو یکے بعد دیگرے فتح کرنا شروع کیا۔ ایک ایک موضع پر قبضہ کرتا اور وہاں اشاعت اسلام کرتا جاتا تھا۔ یہاں تک کہ عکا، صور، مہدا، باقا وغیرہ سب کے سب فتح ہو گئے۔ پھر خلیفہ کو خط لکھا اور ان فتوحات سے اطلاع دی۔ اور درخواست کی کہ جزیرہ قبرص ہم سے بہت نزدیک ہے۔ وہاں کے پرندوں کی آوازیں ہم تک پہنچتی ہیں۔ اور وہ مقام نہایت سرسبز اور زرخیز ہے۔ طرح طرح کے میوے اور پھل پیدا ہوتے ہیں۔ اور اس کا فتح کر لینا بھی آسان ہے۔ اگر خلیفہ حکم دے تو وہاں پہنچ کر اسے بھی فتح کر لوں۔ خلیفہ نے مضمون خط سے واقف ہو کر سفر دریا کو پسند نہ کیا۔ اور کچھ غور کے بعد عمر عاص سے جو اسکندریہ میں تھا سفر دریا اور فتح جزیرہ قبرص کی نسبت مشورہ کیا۔ لکھا کہ مسلمانوں کو بحری سفر کرنے کی اجازت دوں اور کیا وہ ایسا خطرناک کام شروع کر دیں۔ تجھے اس امر میں جو کچھ معلومات ہیں سن و عن تحریر کر کہ مطلع ہو جاؤں۔ عمر عاص نے جواب میں تحریر کیا کہ خلیفہ کا خط پہنچا سفر بحری اور ارادہ فتح قبرص کی نسبت آپ کی ناپسندیدگی معلوم ہوئی۔ فی الحقیقت اللہ تعالیٰ آپ کو ہر ایک کام میں ہدایت فرماتا اور تدبیر نیک سمجھاتا رہتا ہے۔ سفر بحر بڑا ہی خوفناک کام ہے۔ بحر میں آدمیوں کی مثال ایسی ہے جیسے لکڑیوں پر کپڑے۔ اگر لکڑیاں سیدھی رہیں تو کپڑوں کا خطرہ رہتا ہے اور اگر وہ حرکت میں ہوں تو وہ لکڑیوں سے گر کر ڈوب جاتے ہیں۔ میں نے سمندر کی لہریں اور اس کی خوفناک حالت جس قدر دیکھی ہے اگر آپ کے ملاحظہ سے گزرے تو یقیناً آپ مسلمانوں کو اس سفر کی اجازت دے کر خطرہ میں نہ ڈالیں گے۔ دریا کی خطرناک حالت جس قدر مجھے معلوم ہے تحریر کر دی گئی ہے۔ والسلام!

عمر خطاب نے عمر عاص کے مضمون خط سے اپنے خیالات کی تائید پڑھ کر اطمینان حاصل کیا اور معاویہ کو جواب میں لکھا کہ

اللہ تعالیٰ نے امت محمد مصطفیٰ کی نگرانی میرے ذمے عائد کر رکھی ہے۔ میں ان کی درستی حالات کے قیام کے واسطے اللہ سے مدد مانگتا رہتا ہوں ہرگز گوارا نہیں کر سکتا کہ انہیں کشتیوں میں بیٹھ کر بحری سفر کرنے اور جزیرہ قبرص کو قبضہ میں لانے کی اجازت دوں۔ علاوہ ازیں میں نے عقل مند اور تجربہ کار لوگوں سے بھی جنہوں نے سفر دیا کیا اور اس کے خطروں میں مبتلا ہوئے ہیں اس امر میں مشورہ کیا ہے انہوں نے بھی مناسب نہیں سمجھا اور سب نے میری رائے سے اتفاق کیا تم اس خیال کو چھوڑو اور ایسا کام نہ کرو۔ والسلام!

معاویہ نے خط پڑھتے ہی سمجھ لیا کہ عمر عاص کا مشورہ ہے اس نے چاہا کہ جزیرہ قبرص میرے ہاتھ سے فتح ہو۔ اگر خلیفہ عمر عاص کو دریا کی اجازت دے دیتے تو فوراً ہی وہ سفر اختیار کرتا خلیفہ نے فرمایا کہ بے شک معاویہ سچ کہتا ہے اگر میں عمر عاص کو اجازت دیتا تو وہ بلا توقف روانہ ہو جاتا۔ غرض یہ جزیرہ زمانہ عثمان تک اپنے حال پر رہا پھر مسلمانوں نے اسے بھی فتح کر لیا۔ جس کا ذکر انشاء اللہ تعالیٰ آئندہ موقع پر آئے گا۔ معاویہ نے ملک شام میں قیام کیا تمام علاقے اور ساحل بحر کو قبضے میں لا کر حاصل وصول کرنے لگا اور مسلمانوں نے بھی سکونت اختیار کی۔ مسجدیں تعمیر ہوئیں۔ اور ملک شام کا لقب سرانے اسلام ہو گیا۔ عمر عاص نے مصر فتح کر کے اسکندریہ میں قیام کیا۔ اب امیر المؤمنین نے عمر عاص کو لکھا کہ ملک نوبہ پر چڑھائی کر اس کو اور نواح بربر اور برقہ اور مغربی طرابلس اور اس کے قرب و جوار طنجہ اور افرانجہ کو سرحد سوس تک فتح کر لے۔ عمر عاص نے اسکندریہ کا خراج جو دس ہزار دینار قرار پایا ہوا تھا وصول کر کے فوج میں تقسیم کر دیا۔ اور ہر شخص کو کچھ حوالے کر کے بیس ہزار کی جمعیت سے بدکت نوبہ حرکت کی۔ سرزمین نوبہ میں داخل ہو کر فوج کو حکم دیا کہ نواحی علاقہ کو تاخت و تاراج کر ڈالیں۔ اہل نوبہ ان کی لوٹ مار دیکھ کر ہر طرف سے امنڈ پڑے ایک لاکھ سے زیادہ لشکر جمع ہو گیا پھر ایسی سخت جنگ کی کہ مسلمانوں نے پیشتر نہ دیکھی تھی۔ بے شمار کئے ہوئے سراور ہاتھ میدان میں نظر آتے تھے۔ تیروں نے بہت سے لوگوں کی آنکھیں نکال ڈالی تھیں۔ ایک نامی مسلمان کا بیان ہے کہ میں نے ان سے زیادہ تیر انداز اور کسی قوم کو نہیں پایا۔ اہل نوبہ کبھی کبھی کسی مسلمان کو نشانہ بنا کر کہتے کہ اس کے کس عضو پر تیر لگائیں، ان کے ساتھی کہتے فلاں عضو پر اور وہ فوراً تیر چھوڑتا جو خطانہ کرتا۔

امام محمد واقفی بیان کرتے ہیں کہ میں نے حمیر کے ایک بڑھے سے جو اس جنگ میں شریک تھا۔ سنا ہے کہ ہم ایک میدان میں صف بستہ اور اہل نوبہ سے جنگ کر رہے تھے۔ ان کے تیروں کی ایک ہی بو پھار سے ڈیڑھ سو آنکھیں نکل پڑیں اور باوجود ایسی نشانہ بازی کے ہم ان سے جنگ کرتے رہے۔ انجام کار اللہ تعالیٰ نے انہیں شکست دے کر ہم کو فتح یاب کیا۔ ان کی بے شمار جمعیت ہم نے قتل کر ڈالی جس قدر بچے پہاڑوں اور جنگلوں میں پریشان ہو گئے۔ اور عمر عاص انہیں کسی طرح گرفتار نہ کر سکا۔ اور ایک درہم بھی ان سے جنگ میں ہاتھ نہ آیا۔

عمر عاص کی برقہ، طرابلس، طنجہ، فرنجہ اور اور سوس کو روانگی

راویوں کا بیان ہے کہ اہل بربر کا قدیم وطن سرزمین فلسطین اور ان کا بادشاہ جالوت بنت جلم تھا۔ جس کو حضرت داؤد علیہ السلام نے قتل کیا۔ اہل بربر فلسطین سے جانب مشرق چلے گئے اور وہاں آباد ہو گئے۔ ان کے سات قبیلے جو سب کے سب متفرق ہو گئے۔ اثاش، مرقش، لواؤ، ہواوہ، نقوشہ، لبہ اور مغلیہ تھے۔ شکست ہو جانے کے بعد یہ لوگ ان مغربی شہروں میں جا بسے۔ بعضے طنجہ، فرانجہ اور سوس ارنی و بسوس اقصیٰ میں داخل ہوئے۔ پھر رومیوں نے ان علاقوں پر غالب آ کر انہیں

نکل دیا۔ اور اپنا وطن قرار دے لیا۔ افریقہ اور برقہ والے اکثر بربر کی طرف سے ڈرتے اور احتیاط رکھتے تھے۔ اب عمر عاص نے مع لشکر اس طرف کو منہ اٹھایا۔ بربر کے ایک شہر کے قریب پہنچتے ہی باشندے نکلے اور تخت مقابلہ کیا۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح نصیب کی۔ بربر والوں کے سات سو آدمی مارے گئے۔ یہ حال دیکھ کر ان پر خوف چھا گیا اور امان طلب کی۔ عمر عاص نے ان کی درخواست منظور کر کے اور تین سو لوہڈی، غلاموں اور گھوڑے اونٹ گائے، بکری، بچھڑوں سے ہر ایک تین سو لے کر صلح کر لی۔ پھر مراقبہ ولیدہ شترہ زوابلہ کی طرف رخ کیا۔ جس شہر پر پہنچتا باشندے صلح کر لیتے اور مال مصالحت اسی طرح ادا کر دیتے۔ عمر عاص جب برقہ کے پاس پہنچا تو ابھی لشکر نے قیام بھی نہ کیا تھا کہ وہاں کے باشندوں نے شہر سے نکل کر حملہ کیا کچھ دیر جنگ کی مگر بہت سے آدمی قتل ہو جانے کے بعد فرار اختیار کر کے قلعہ بند ہو بیٹھے اور قاصد بھیج کر صلح کی درخواست پیش کی۔ پانچ سو برے تین سو غلاموں اور دو سو کینڑوں اور مویشیوں پر صلح ہو گئی۔ عمر عاص نے وصول کرنے کے بعد خلیفہ کو لکھا اور ان معروکوں، فتح مندوں اور زر مصالحت کی تعداد سے تفصیل وار اطلاع دی۔ اور یہ بھی لکھا کہ میں اسی علاقہ میں جو اب کا مختصر ہوں۔

خلافت عمر میں نئے بلاد کی فتح موسیٰ اشعری کے نام خلیفہ کا خط

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ یہ خط عبداللہ امیر المؤمنین کی طرف سے عبداللہ بن قیس کے نام ہے۔ واضح ہو کہ ایرانیوں نے تتر، سوس، منادر اور اس نواح میں لشکر کثیر جمع کر لیا ہے اور عنقریب مسلمانوں پر چڑھائی کرنے والے ہیں۔ جس وقت یہ خط پہنچے اور پڑھے ہاتھ سے نہ رکھنا تا وقتیکہ لشکر فراہم نہ کر لے۔ بصرہ کا جو شخص شریک ہونا چاہے اس کی دلجوئی کرنی چاہئے اور جس قدر ہو سکے فوج کی کثرت سے فراہمی میں سعی کرنی لازمی ہے۔ پھر دشمنوں کی طرف مہم پر جا داخل سرحد ہو کر کسی کی بات پر دھیان نہ دینا، کو دین کی طرف طلب کر کے کہ جو ایمان لے آئے اسے امان دے اور اس کے زن و فرزند اور مال و دولت میں اپنا کوئی حق نہ سمجھنا۔ مگر صرف اسی قدر لینا جس کی تجھے ضرورت لاحق ہو۔ زیادہ طلب نہ کرنا۔ اس امر کو خوب یاد رکھنا اور اپنے آپ کو سمجھاتے رہنا۔ فوجوں کو معرکہ آرائیوں پر اس کثرت سے نہ بھیجنا کہ وہ تھک جائیں۔ ہر ایک لڑائی بالکل سچائی اور صفائی عقیدہ کے ساتھ ہونی چاہئے۔ سب سے اچھا سلوک رکھنا تو واضح نہ چھوڑنا۔ آگاہ ہو کہ درگاہ رب العزت میں مسلمان سے زیادہ اور کسی کی حرمت نہیں اس طرح زندگی بسر کرنی چاہئے کہ کوئی مظلمہ باقی نہ رہے۔ ظالموں سے مظلوموں کا بدلہ لے۔ طرفین کی اصلاح میں پوری کوشش کرنا۔ لوگوں کو قرآن شریف کی تلاوت کی ترغیب دلاتے رہنا اور خدا کے عذابوں سے ڈرانا۔ کسی شخص کو زمانہ جاہلیت کا ذکر یا اس کی رسم کو زندہ نہ کرنے دینا کیونکہ اس سے باہم کینہ پیدا ہو گا اور گزشتہ عداوتیں یاد آ جائیں گی۔ اسے پھر قیس خدا نے دین والوں کی فتح و نصرت کا ذمہ لیا ہے۔ اسی طرح بسر کرنا کہ رضائے باری تعالیٰ حاصل ہو۔ اس بات سے بچنا کہ اللہ تعالیٰ تیری طرف سے رخ پھیر لے اور کسی اور کی طرف رجوع فرما کر اپنے بندوں میں سے کسی دوسرے کو تیری جگہ پسند فرمائے۔ والسلام!

ابو موسیٰ اشعری نے اس خط کو پڑھ کر دعا کی کہ الہی امیر المؤمنین عمر کو زندہ رکھ اور اس پر رحمت نازل فرما۔ عجب کلمات اور نصیحتیں لکھی ہیں۔ گویا فرشتہ تلقین کر رہا ہے اور بدرجہ اتم قابلیت عطا کی ہے۔ پھر منادی کر کے لوگوں کو جمع کیا۔ جب سب نے جمع ہو کر اتفاق رائے کیا تو جمعیت کا شمار کیا دس ہزار سوار اور پیادے نکلے جو اسلحہ سے بخوبی آراستہ و پیراستہ تھے۔ ابو موسیٰ نے میر پر بیٹھ کر خطبہ پڑھا۔ لشکر کو جہاد کی رغبت دلائی۔ نصیحتیں کیں۔ اور فرمان امیر المؤمنین پڑھ کر سنایا اور کہا

اے لوگو جس وقت دشمن سے مقابلہ کرنا لازم ہے کہ جہاد میں ثابت قدمی اور صبر اختیار کرو اور اپنی حفاظت اور پناہ صرف ڈھال، تلوار، نیزہ و تیر اور ذرہ جوشن سے سمجھو، تلواریں اور نیزے ٹوٹ جائیں تو تیر کمانیں سنبھالو جب تیر بھی باقی نہ رہیں پتھروں سے لڑو، دنیا کو سب چیزوں سے زیادہ حقیر اور ذلیل سمجھتے رہو کیونکہ دنیا سرائے فانی ہے اور ایمان والوں کا قید خانہ ہے۔ عقبتی کو سب چیزوں سے بہتر سمجھو اور جو شے وہاں کار آمد ہے اس کے میا کرنے میں سعی کرو۔ ہر ایک حال میں دل کو مضبوط اور مستحکم رکھو۔ والسلام!

اس کے بعد ابو موسیٰ نے منبر سے اتر کر اور عمر ابن حصین خزاعی کو بلا کر بصرہ میں اپنا نائب کیا اور خود شہر سے نکل کر موضع ابلہ میں مقیم ہوا۔ فوج پر فوج آ کر لشکر گاہ میں جمع ہوتی گئی جب لشکر ظفر پیکر فراہم ہو گیا ابلہ سے سمت ابواز کوچ کیا۔ داخل شہر ہو کر جنگ شروع کر دی۔ یکے بعد دیگر سرگروہوں کو گرفتار کرتا تھا اور ایرانی بھاگتے جاتے تھے۔ غرضیکہ قلعہ جات کو فتح کرنا لوٹنا کھوٹنا تمام علاقہ ابواز پر قابض ہو گیا۔ بے شمار مال غنیمت اور لوٹنی غلام ہاتھ آئے اب صرف چار شہرچ ہونا باقی رہ گئے ہیں۔ سوس، نسر، منادر، رام ہرمز۔

کفار سے لشکر اسلام کا محاربہ

پھر ابو موسیٰ نے منادر کبریٰ پر چڑھائی کی اس جگہ ایرانی لشکر بہت کثرت سے جمع تھا۔ شہر سے نکل کر مقابلہ کیا بہت سخت حملے ہوئے۔ لشکر اسلام میں ایک شخص ماجر نام نے اس معرکہ میں بڑی سخت جنگ کی اس کا بھائی ریج بن زیاد ابو موسیٰ کے پاس آ کر بولا میرے ماجر بن زیاد نے آج اپنے آپ کو خدا کے ہاتھ فروخت کر دیا ہے اور روزہ دار ہے۔ میں جانتا ہوں کہ وہ اس وقت بہت ہی پیاسا ہے۔ اگر مناسب ہو تو اجازت دیجئے کہ تھوڑا سا شربت پی لے اور پھر جنگ میں مصروف ہو۔ ابو موسیٰ نے آواز دی کہ جو مسلمان روزہ دار ہیں اور جنگ کر رہے ہیں بحالت روزہ ان کا جنگ کرنا گوارا نہیں کر سکتا۔ ماجر نے ابو موسیٰ کی آواز سن کر کچھ شربت طلب کیا اور پی کر کہا اے امیر کیا کہتے ہو پانی کا یہ گھونٹ میرے اور بہشت کے درمیان تو حائل نہ ہو گا۔ ابو موسیٰ بولا انشاء اللہ حائل نہ ہو گا۔ ماجر نے کہا میری آرزو ہے کہ شہادت کا درجہ پاؤں۔ پھر جنگ میں مصروف ہو گیا اور آخر کار لڑتا لڑتا شہید ہو گیا۔ ایرانی لشکر میں سے جس نے اسے قتل کیا سر کاٹ کر لے گیا۔ ماجر کے سر کے بال لہجے تھے اس نے ان بالوں کے ذریعہ سے اس کا سر حصار کے کنگروں میں لٹکا دیا۔ ابو موسیٰ اس کے سر کی یہ حالت دیکھ کر غضب ناک ہو گیا۔ فوج کو سخت ترین حملہ کا حکم دیا اور بڑی خونریز جنگ ہوئی۔ آخر کار مسلمانوں نے غلبہ کر کے قلعہ چھین لیا۔ پھر لوٹ اور قتل عام کر کے تمام جنگ جو مردوں اور بالغوں کو قتل کر ڈالا اور ان کے زن و فرزند قید کر لئے۔ بے انتہا مال و دولت اور مویشی لوٹے۔

ابو موسیٰ اشعری کا سوس پر حملہ

ابو موسیٰ منادر کی مہم سے فارغ ہو کر سوس کی طرف چلا اور وہاں سے فارغ ہو کر فوج کو حکم دیا کہ شہر کا محاصرہ کر لیں اس وقت وہاں کا بادشاہ شاہ پور بن آذر ہابان تھا۔ اس نے ابو موسیٰ کا طریق محاصرہ شدید پا کر اپنے وزیر کو جس کا نام کدیں آذر مہتر تھا بلایا اور ابو موسیٰ کے پاس بھیج کر اپنے اور اپنے خاندان کے دس ہمراہیوں کے واسطے پناہ مانگی۔ ابو موسیٰ نے قبول

کر کے وزیر سے کہا جن دس شخصوں کے واسطے امان مانگتا ہے ان کے نام کانڈ پر لکھو اور وزیر اس قرار داد پر کہ قلعہ سے باہر جانے والے دس شخصوں کو پناہ دی جائے گی اور وہ قلعہ حوالہ کر دیں گے۔ واپس گیا۔ شاہپور نے ان دس آدمیوں کے نام جن کو وہ اپنے ہمراہ رکھنا اور قلعہ سے ساتھ لانا چاہتا تھا تحریر کر دیے۔ پھر قلعہ سے نکل کر ابو موسیٰ کے پاس آیا ابو موسیٰ نے وہ نوشتہ لے کر پڑھا اور شاہپور سے پوچھا کہ تیری درخواست یہی تھی کہ میں دس آدمیوں کو پناہ دوں۔ شاہپور نے کہا ہاں۔ ابو موسیٰ نے کہا اس کانڈ پر دس آدمیوں کے نام درج ہیں اور تیرا نام درج نہیں۔ ان دس آدمیوں کو پناہ دی جاتی ہے۔ اور تجھ کو نہیں دی جاتی۔ تیرا ہلاک کرنا مسلمانوں کے لئے داخل مصلحت ہے۔ یہ کہہ کر حکم دیا کہ اس کا سر کاٹ ڈالیں۔

شاہپور کے قتل کرانے کے بعد مسلمان قلعہ میں داخل ہوئے۔ جس قدر مال و دولت اور خزانے قلیل و کثیر ملے قبضے میں لائے۔ شاہی محلات میں خزانوں اور ذخیروں کی تلاش لیتے ہوئے ایک مقفل اور نہایت مضبوط مکان دیکھا جس کے قفل پر مہر ثبت تھی۔ ابو موسیٰ نے وزیر سے دریافت کیا کہ اس مکان میں کیا چیز ہے وزیر نے کہا آپ کے کام کی کوئی شے نہیں۔ ابو موسیٰ نے کہا ضرور کوئی شے ہے۔ دیکھنا چاہئے۔۔۔۔۔ دروازہ کھولو۔

شہر سوس میں حضرت دانیال کی لاش کی برآمدگی

جب ابو موسیٰ نے دروازہ کھولنے کا حکم دیا لوگوں نے قفل کھولا ابو موسیٰ اندر گیا دیکھا کہ ایک بہت ہی بڑا پتھر قبر کی مانند رکھا ہوا ہے اور اس میں ایک لاش رکھی ہے۔ جس پر زر، ہفت کا کفن ہے اور سر برہنہ ہے۔ ابو موسیٰ اور اس کے ہمراہوں کو لاش کی درازی پر سخت تعجب ہوا۔ ناک کو ناپا تو ایک ہاتھ سے بھی زیادہ تھی۔ ابو موسیٰ نے اہل سوس سے دریافت کیا کہ یہ کون شخص ہے۔ انہوں نے کہا یہ شخص عراق میں رہتا تھا بارش نہ ہونے کے وقت وہاں کے باشندے اس کے ذریعہ سے بارش کی دعا مانگا کرتے تھے۔ اور اللہ تعالیٰ اس دعا کی برکت سے بارش نازل فرماتا اور قحط کی بلا رفع ہو جاتی۔ ہمارے ہاں ایک سال بہت بڑا قحط پڑا۔ مینہ نہ برستا تھا اور ہماری دعائیں بھی قبول نہ ہوتی تھیں۔ یہاں تک نوبت پہنچی کہ ہم نے ایک قاصد بھیج کر عراق سے اس شخص کو طلب کیا کہ اس کے قدموں کی برکت سے مینہ برسے۔ اہل عراق نے ہماری درخواست نامنظور کی۔ آخر مجبور ہو کر ہم نے پچاس آدمی بہ طور ضمانت ان کے حوالے کئے کہ تم انہیں اپنے پاس رکھو اور اس شخص کو ہمارے پاس بھیج دو کہ یہاں پہنچنے سے بہ برکت دعا بارش ہو کر قحط کی بلا رفع ہو جائے اور ہم پر سے یہ سختی اور بلا ٹل جائے۔ انہوں نے ہمارے پچاس آدمی اپنے پاس رکھ کر اس نیک خصلت شخص کو ہمارے یہاں بھیج دیا۔ ہم نے مینہ کی دعا مانگی خوب مینہ برسنا تمام قحط اور سختی رفع ہو گئی۔ ہر جگہ سبزہ اور غلہ وافر پیدا ہو گیا۔ ہم نے چاہا کہ اس حبرک آدمی کو یہاں سے جانے نہ دیں۔ اپنے پچاس آدمیوں کو عراق ہی میں چھوڑا اور اس شخص کو اپنے ہی پاس رکھا۔ اور اس کے برکات نفوس سے رفاہ اور آسائش حاصل کرتے رہے۔ یہاں تک کہ اس کی اجل آ پہنچی۔ جو کچھ ہم نے بیان کیا اسی قدر اس شخص کا حال معلوم ہو سکا ہے۔

ابو موسیٰ نے خلیفہ کو خط لکھا اپنی تمام تر فتوحات کی کیفیت سے اطلاع دی۔ سوس اور منادر وغیرہ سے جس قدر مال غنیمت حاصل ہوا تھا۔ درج کیا اور ساتھ ہی دانیال حکیم کی لاش کی کیفیت بھی لکھ دی۔ امیر المومنین نے ابو موسیٰ کا خط پڑھ کر تمام اصحاب کو جمع کیا اور دانیال کا حال پوچھا۔ کسی کو کچھ معلوم نہ تھا۔ مگر حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا ہاں زمانہ قدیم

میں بعد بخت نصر دانیال حکیم ایک پیغمبر نامرسل گزرا ہے۔ بخت نصر کے بعد اس عہد کے اور بادشاہوں کے ساتھ بھی رہا ہے۔ غرضیکہ آپ نے اول سے آخر تک تمام حال بیان فرما دیا۔ وفات کا حال بھی مفصل ظاہر کیا۔ پھر فرمایا کہ مصلحت یہ ہے کہ ابو موسیٰ کو لکھ بھیج کہ اس کی لاش وہاں سے اٹھا کر اور اس پر نماز پڑھ کر کسی ایسی جگہ دفن کر دیا جائے کہ اہل سوس اس کی قبر کا پتہ نہ چلا سکیں۔ عمر نے حضرت علی ابن ابی طالب کے فرمان کے مطابق ابو موسیٰ کو لکھ دیا کہ بموجب ارشاد حضرت علی عمل کرے۔ ابو موسیٰ نے خط پڑھ کر حکم دیا کہ دریائے سوس کا رخ پھیر دیں بعدہ دانیال کی لاش وہاں سے نکال کر اور موجودہ کفن پر دوسرا کفن پہنا کر نماز جنازہ پڑھی اور اس دریا کے راستے میں کسی جگہ بڑی مضبوط اور مستحکم قبر بنا کر دیا کہ اس کی جگہ پر جاری کر دیا۔ کہتے ہیں حضرت دانیال اسی جگہ پر دفن ہیں۔

تستر پر ابو موسیٰ کی چڑھائی

ابو موسیٰ سوس کی مہم سے فارغ ہو کر تستر کی طرف بڑھا۔ اور جب وہاں پہنچ گیا قیام کیا اس وقت نوشیروان عادل کا بیٹا ہرمزان تستر میں موجود تھا۔ اہل عرب کو دیکھ کر فوج جمع کی اور یزد جرد کو جو اس وقت لشکر کثیر کے ساتھ نمادند میں تھا خط لکھا۔ بادشاہ نے خط لکھ کر معلوم کیا کہ ہرمزان مدد چاہتا ہے۔ اپنے ایک وزیر شاپور نام کو بلا کر دس ہزار سوار دیئے اور بہ سمت ہرمزان روانہ کیا۔ اس کے بعد دوسرے وزیر دارنوش کو دس ہزار سوار دیئے کر بھیجا اور اسی طرح دو اور سرداروں کو بھی فوج دے کر یکے بعد دیگرے ہرمزان کی مدد پر بھیجا۔ ہرمزان نے خاص اپنے لشکر کا شمار کیا تو وہ بھی چھتیس ہزار تھا۔ اب کل ایرانی فوجوں کی تعداد ۶۵ ہزار ہو گئی۔ ابو موسیٰ نے یہ حال دیکھ کر کثرت لشکر عجم اور قلت فوج عرب سے مطلع کیا۔ امیر المومنین نے اسی وقت جریر بن عبداللہ بجلي کو جو حلوان میں موجود تھا خط لکھا کہ اپنے لشکر سمیت ابو موسیٰ کی مدد کرو اور دوسرا خط عمار یا سر کے نام کو روانہ کیا کہ وہ بھی ابو موسیٰ کی مدد کے لئے جائے۔ جریر نے اپنے چچا زاد بھائی عروہ بن قیس بجلي کو بلا کر بہت دلجوئی اور انتظام اور رعایا پروری کے متعلق بہت سے عمدہ اور فائدہ بخش نصائح بیان کر کے اسے اپنا نائب مقرر کیا۔ اور ایک ہزار سوار دے کر حلوان میں چھوڑا۔ خود چار ہزار سوار لے کر ابو موسیٰ کی مدد کے لئے روانہ ہو گیا۔ عمار یا سر نے عبداللہ بن مسعود کو کوفہ میں اپنا نائب قرار دے کر ادھر ادھر سے فوج روانہ کی اور چھ ہزار کی جمعیت سے بجانب ابو موسیٰ کوچ کیا۔ ان دونوں کے پہنچنے سے ابو موسیٰ کو تقویت ہو گئی۔ اور اسلامی فوج کی تعداد مع سوار اور پیادوں میں ہزار تک پہنچ گئی۔ اب پشت مضبوط پا کر نعمان بن مقرن مزنی اور جریر کو رام ہرمز کی طرف بھیجا کہ وہاں کے باشندوں کو دین اسلام کی طرف راغب کریں دونوں اس طرف روانہ ہوئے۔ رام ہرمز کے حصار کے دروازہ پر قیام کر کے محاصرہ کی تدبیر کی اور نعمان نے اسی علاقہ کے ایک اور قلعہ میں اتر کر جنگ کی اللہ کی مدد سے اس نے دونوں قلعے فتح کئے اور بہت سا مال غنیمت پایا۔ جریر کو یہ مقابلہ باشندگان رام ہرمز بہت سخت جنگ پیش آئی۔ انجام کار بڑی کوشش اور غلبے سے اس شہر پر قابو پایا۔ ان کے زن و فرزند قید کر لئے اور تمام مال و اسباب اور مویشی لوٹ لئے۔ ابو موسیٰ کو بھی یہ خبر پہنچی اس نے بصرہ والوں سے کہا میں نے ہرمز کے باشندوں کو چھ ماہ کی مہلت دے رکھی تھی کہ اس عرصے میں اپنے انجام کے متعلق خوب سوچ سمجھ لیں۔ جریر اور اہل کوفہ نے ان کے شہر کو نامناسب طور پر بزور شمشیر فتح کر لیا اور ان کے مال و متاع اور زن و فرزند کو آپس میں بانٹ لیا۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ خلیفہ عمر کو اس کیفیت سے مطلع کر دوں۔ پھر خلیفہ کو ایک خط لکھ کر بھیج دیا۔ عمر نے مضمون خط سے آگاہ ہو کر ابو موسیٰ کی فوج کے نام سرداران حذیفہ الیمانی، انس بن

مالک، سعد بن زید، عمر انصاری وغیرہ کے نام سے خط روانہ کئے کہ اس واقعہ پر غور کر کے اور اصل کیفیت دریافت کر کے لکھیں۔ اگر ابو موسیٰ نے جیسا کہ اس کا بیان ہے باشندگان رام ہرمز کو کسی خاص مدت کے لئے امان دے رکھی ہو تو احتیاط برتیں اور ابو موسیٰ کو قسم دے کر دریافت کریں اگر وہ قسم کھائے تو جس قدر بڑے ہرمز سے لائے ہیں وہ واپس پہنچادیں۔ اور قیدیوں میں کوئی عورت حاملہ ہو تو اسے اس وقت تک روکے رکھیں کہ وضع ہو جائے وہ اسلام قبول کر لے یا واپس چلی جائے جو کوئی جس راستے کو پسند کرے۔ جب سرداران لشکر کے پاس امیر المومنین کا فرمان پہنچا اس امر میں احتیاط کر کے ابو موسیٰ کو قسم یاد دلائی اور قیدیوں کی نسبت بھی جو حکم صادر ہوا تھا۔ بجالائے۔ لشکر کے ایک نائی سردار جریر بن عبداللہ نے عمر کو قسم کھا کر لکھا کہ میں نے اپنی مرضی سے کوئی کام نہیں کیا۔ محض ابو موسیٰ کے حکم سے رام ہرمز پر چڑھائی کی۔ اور وہاں کے باشندوں سے معرکہ آرائی کی۔ خلیفہ نے اس کو راست سمجھا اور ابو موسیٰ کو طامت کر کے بے وقوف اور بے عقل ٹھہرایا۔

سید سلیمان

کفار سے لشکر اسلام کا محاربہ
خیرۃ اللہ علیہ آباد، پرنٹ نمبر ۸-۴۱

اب ہم ستر کی مہم کا حال بیان کرتے ہیں۔ جب ابو موسیٰ کے پاس فوجیں جمع ہونے سے قوت بہم پہنچ گئی۔ تو مسلمانوں نے باشندگان ستر سے مقابلہ کرنے کا قصد کیا ابو موسیٰ نے فوج کو اس طرح مرتب کیا کہ سینہ میں جریر بن عبداللہ الجلی کو میسرہ میں نعمان بن مقرن مزنی کو، جناح میں براء بن عازب کو اور سواروں پر عمار یا سر کو امیر مقرر کیا اور پیدلوں کی فوج حذیفہ بن یمان کے سپرد کی۔ اس ترتیب سے جانب ستر بڑھے۔ ہرمز ابن نوئیر وال عادل بڑی شان و شوکت سے آراستہ ہو کر شہر سے نکلا۔ ہر چہار سمت سے سپہ سالار اور افسران فوج اور مستنمان ملک افواج کثیر کے ساتھ آ کر اس کے گرد جمع ہونے لگے۔ ایک مسلمان جوان نے اس جمعیت کثیر کو دیکھ کر کہا اللھم انک نعلم انی احب لقانک و اغضی اعلاء فانصرنا علیہم و اقبضنی الیک انک علی کل شئی قدید یعنی اے خدا تو جانتا ہے کہ میں تجھے دوست رکھتا ہوں اور تیرے دشمنوں سے دشمنی رکھتا ہوں، ہمیں ان لوگوں پر فتح یاب کر اور مجھے اپنے پاس بلا لے یا تحقیق تو تمام چیزوں پر قدرت رکھنے والا ہے یہ کہہ کر وہ اہل ستر پر حملہ کتنا ہو۔ اور کئی شخصوں کو مار کر میدان میں آکھڑا ہوا۔ کچھ دیر تک پیغمبر خدا اور دین اسلام کی تعریفیں کیں۔ پھر دوستوں پر سلام بھیج کر دوبارہ حملہ کیا۔ اور لڑتے لڑتے شہید ہو گیا اس پر اللہ کی رحمت ہو۔ اب دونوں لشکر ایک دوسرے پر بڑھے اور کچھ دیر تک جنگ ہوتی رہی، ایک ایرانی سردار مردان شاہ نام نے ایک ہزار بہادر سواروں کو لے کر فوج کوفہ کے بائیں بازو پر جس میں کسی قدر باشندگان کندہ بھی شریک تھے۔ اور ان کا سردار بنو بکر بن بکروا کل تھا حملہ کیا۔ اس سردار کو اس شان سے حملہ کرتے دیکھ کر اسلامی سپاہ نے کسی قدر پسپائی اختیار کی۔ اور مردان شاہ زیادہ دلیر ہو کر بیچ میں جاگھسا۔ پھر تو بنو بکروا کل اور باشندگان کندہ پلٹ پڑے اور تلوار پکڑ کر کشت خون کا بازار گرم کیا۔ انجام کار فوج مخالف بھاگ کر قلعہ میں پناہ گیر ہوئی۔ ابو موسیٰ نے دوسرے دن فوج کو ترتیب دے کر سینہ اور میسرہ کو شمر کی طرف بڑھایا۔ ہرمزان بھی بڑے رعب و ادب کے ساتھ شہر سے نکلا اس کے راست و چپ بزد جرد کا ایک سپہ سالار ہزار نام دس ہزار سواروں کی جمعیت کے ساتھ موجود تھا۔ اسی طرح ایک اور سردار حاکم شہر سے سسی شیرواں بارہ ہزار سوار و پیادہ ہمراہ لئے اور ایک اور جنگ آزما پرویز نام نہایت شان و شوکت سے چار ہزار منتخب سواروں کی جمعیت کے ساتھ صف بستہ تھا۔ یہ فوج سر تا پا خود و اسلحہ زورہ اور جو شن میں غرق تھی۔ گھوڑے پر پاکھریں اور

سوں پر نعل آہنی نصیب تھے۔ ہرمزان اس لشکر کے قلب میں سر پر سونے کا خود اور جوش فراخ پنے سنہری قبضے کی تلوار ڈاب میں لگائے طلائی گرز ہاتھ میں لئے زریں سپردوش پر آراستہ کئے ہوئے موجود تھا۔ یہ ہتھیار یزید بن شمران نے تحفہاً بھیجے تھے۔ ابو موسیٰ نے ہرمزان کو اسی کرد فر کے ساتھ دیکھ کر با آواز بلند کہا۔ اے اہل اسلام قرآن شریف پڑھنے اور ایمان کے لانے والو اس فوج سے مت ڈرو، یہ وہی لشکر اور وہی تیاریاں ہیں جن سے ہمیں کئی مقامات پر اس سے پیشتر مقابلہ پیش آچکا ہے۔ اب دل مضبوط کر کے جہاد اور جنگ اختیار کرو۔ وہم و ہراس کو ہرگز پاس نہ آنے دو۔

کفار فارس کے ساتھ مسلمانوں کا محاربہ

یہ کہہ کہہ کر لشکر اسلام کو ترغیب جنگ دلائی۔ دونوں فوجوں کے مقابل ہوتے ہی تیروں کی بوچھاڑ شروع ہوئی۔ پھر تو دونوں طرف سے حملہ ہو گیا۔ بڑی سخت جنگ ہوئی۔ طرفین نے جی توڑ کر مقابلہ کیا۔ یہاں تک کہ طلوع آفتاب سے لڑتے لڑتے نماز ظہر کا وقت آ گیا۔ اب جریر بن عبداللہ نے دونوں صفوں کے بیچ میں کھڑے ہو کر با آواز بلند کہا اے مسلمانو! جہاد کا ثواب بہت بڑا ہے اور یہ ایسا دن ہے کہ ہمارے بعد اکثر اس کا تذکرہ کیا جاتا رہے گا۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں کافروں کے ساتھ جہاد کرنے کی بڑی تاکید فرمائی ہے اور بے حد ثواب کا وعدہ فرمایا اے مسلمانو! آج ایسا کام کرو کہ اللہ تعالیٰ تمہیں اس کا ثواب عطا فرمائے۔ یہ کہہ کر جریر نے سینہ سے اور میرہ سے نعمان نے حملہ کیا۔ دونوں لشکر دست و گریبان ہو گئے۔ بڑی خونریز جنگ ہوئی جس میں ہرمزان کی جمیعت کثیر قتل ہو گئی۔ انجام کار ہرمزان بھاگ نکلا اور شکست فاش اٹھالی۔ مسلمانوں نے تعاقب کر کے بہت سے لوگوں کو ہلاک کر دیا۔ اور بہت سے قید کر لئے۔ بقیۃ السیف بھاگ کر حصار میں جا پہنچے۔ جن میں اکثر سخت مجروح تھے۔ غرضیکہ مسلمانوں کو فتح نصیب ہوئی اور ابو موسیٰ مراجعت کر کے اپنی فروگاہ پر آیا۔ قیدیوں کو طلب کیا دین اسلام کی ہدایت کی۔ بعض نے قبول کیا اور بعض نے انکار کر دیا۔ جن لوگوں نے دین اسلام سے انکار کیا تھا ان کے سراسی وقت قلم کر دیئے گئے۔ دوسرے دن شام کے وقت تستر کا ایک باشندہ نصیبہ بن داؤد نام ابو موسیٰ کے پاس آیا اور بولا اگر امیر مجھے، میرے بیٹوں، رشتہ داروں اور مال و متاع کو امان دے اور کچھ تعرض نہ کرے تو میں اس شہر میں داخل ہو سکتا ہوں اور اس قلعہ کے فتح کرنے کی راہ بتا سکتا ہوں۔ ابو موسیٰ نے کہا منظور ہے۔ اس نے کہا اس وقت ایک معتمد کو میرے ساتھ روانہ کر میں اسے راستہ دکھا دوں گا جہاں سے فوج اوپر چڑھ سکتی ہے ابو موسیٰ نے عوف بن فخرہ کو ساتھ کر کے کہا اس کے ساتھ جا یہ تجھے ایسا راستہ دکھائے گا جہاں سے فوج قلعہ میں داخل ہو سکتی ہے۔ عوف آدھی رات کے وقت اس ایرانی کے ساتھ روانہ ہوا اور دریائے تستر کو ایک گھاٹ کی جگہ سے جس سے ایرانی واقف تھا عبور کر کے ایک پہاڑی میدان میں لے گیا۔ یہاں پہاڑوں کے درمیان ایک تنگ راستہ پایا۔ نصیبہ نے کہا اس راستے کو اچھی طرح دیکھ لے اور یاد رکھ، اس راستے کو طے کرنے کے بعد وہ قلعہ پر جا نکلے۔ ہرمزان نے اس جگہ پہریدار مقرر کر رکھے تھے حسب اتفاق اس وقت وہ سب غافل سو رہے تھے۔ وہ ایرانی اور عملی جوان ان کے پاس سے گزر کر شہر میں ہوتے ہوئے نصیبہ کے گھر پہنچے۔ نصیبہ نے اسے رات بھر پوشیدہ رکھا۔ دوسرے دن اس کا لباس تبدیل کرا کر کہا میرے ساتھ آ۔ عوف اس کے پیچھے روانہ ہوا۔ یہاں تک کہ وہ ہرمزان کے محل تک پہنچے۔ ہرمزان اس وقت کھانے پر سے اٹھا تھا اور خادم کھا رہے تھے۔ نصیبہ نے عوف سے کہا یہ ہرمزان کا محل ہے اچھی طرح یاد رکھ۔ اس کے بعد شہر کے دروازہ پر لایا۔ اور سب دروازے دکھا کر شہر کے گرد پھرایا۔ تمام سرداروں اور امیروں کے مکانات دکھا کر اپنے گھر واپس

لایا۔ جب رات ہو گئی اسی جگہ سے جہاں سے شہر میں لایا تھا باہر نکال لایا اور جب دریا کو عبور کرنے کی جگہ پہنچے اس سے کہا اسی جگہ سے دریا کو عبور کرنا چاہئے۔ اب یہاں سے اپنے امیر کے پاس جا اور قلعہ کی کیفیت سے مطلع کر اور کہہ کہ تھوڑے سے حجرہ کار بہادر تیرے ہمراہ کر دیئے جائیں۔ وہ تیرے ساتھ اسی راستے سے جو میں نے تجھے دکھایا ہے قلعہ کی فصیل پر آجائیں اور کوشش کر کے ان پرے داروں کو جن کو تو نے سوتے پایا تھا مار ڈالیں پھر قلعہ کی فصیل کے دروازے پر پہنچ کر قفل توڑ کر دروازے کھول دیں تاکہ امیر مع لشکر کے جو دروازے پر پہلے سے مستعد ہو قلعہ میں گھس آئے اور شہر پر قبضہ کر لے۔ اسے شخص یاد رکھ میں نے تجھے ان مقامات سے بخوبی آگاہ کر دیا ہے جہاں سے شہر میں داخل ہو سکتے ہیں یا باہر جا سکتے ہیں۔ اپنے امیر سے سب کچھ بتا دینا اور اسے بھی یہ راستہ دکھا دینا۔ عوف نے اسے رخصت کر دیا۔ اور خود دریا عبور کر کے راتوں رات ابو موسیٰ کے پاس آ پہنچا اور جو کچھ دیکھا تھا سب اول سے آخر تک مفصل عرض کر دیا۔ ایک دن ایک شخص ابو موسیٰ کے لشکر میں گشت کرتا ہوا نصر بن حجاج کے پاس آیا۔ یہ شخص بہت ہی بہادر اور عین عالم شباب میں تھا۔

قصہ نصر بن حجاج

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہم پہلے نصر بن حجاج کا قصہ درج کریں۔ یہ شخص ایسا حسین اور خوبصورت تھا کہ اس کے پر نور چہرے کی شعائیں آفتاب کو شرمندہ کرتی تھیں۔ اور اس کے بالوں کی خوشبو مشک ازفر کو مات کرتی تھی۔ مدینہ کی عورتیں اس پر دل و جان سے فریفتہ اور عاشق ہو جاتی تھیں۔ ایک دفعہ شب کے وقت عمر بن خطاب مدینہ کی گلیوں میں گشت کر رہے تھے۔ ناگاہ ایک عورت کی آواز آئی۔ آپ کھڑے ہو گئے اور اس کی زبانی یہ اشعار سنے:

هل من سبيل الى خمر فاشربها ام هل سبيل الى نصر ابن حجاج
الى فنى ملجاء الاعراف مقبيل سهل المعيا كريم غير ماح
تمينه اعرافى صليق حير مسند اخر قلاج عن المكروب فواج
سلاو النواظر من بهوله قلم بغشي صورته في التخالك الداج

عمر نے ان اشعار کو سن کر جانا کہ زلفا نام ایک عورت نصر پر عاشق ہو گئی ہے اور وہی یہ اشعار پڑھ رہی ہے۔ اسی وقت زلفا کو نکال کر قید خانہ بھیج دیا۔ صبح کے وقت نصر بن حجاج کو طلب کیا اور پوچھا کہ کیا سبب ہے کہ مدینہ کی عورتیں تیرے لئے غزل جوئی کرتی ہیں۔ نصر نے کہا اس میں میرا کیا قصور ہے آپ ممانعت فرما دیں کہ میری نسبت کوئی شعر نہ کہے۔ عمر نے کہا تیرے یہ بال اور چہرہ فتنہ گر ہے حکم دیا کہ اس کے سر کے بال موٹو دیں۔ بال دور کرنے کے بعد اسے شہر بدر کر دیا جائے۔ غرضیکہ نصر کو جلا وطن کر دیا۔ اور زلفا نے اس خوف سے مبادا عمر زیادہ سزا دے قید خانہ ہی میں سے یہ شعر لکھ کر عمر کے پاس بھیج دیئے۔

قال الامير الذي بغشي بوادره مالي وللخمر ونصر بن حجاج
اني بيت ابا حفص بغير هما شرب العنب وطرف فاتر ماح
لا متعجل الطن حقا او تبينه ان السبيل سبيل الخالف الراج
ما مينه قلت ها عرضا بضائرة والناس من هالك قد ما ومن تاج

ان الہوی دمیۃ التقوی حفظہ اقربا الخمام و اسراج

عمر نے اس اشفاۃ سے مطلع ہو کر رہائی دے دے۔ نصر بن حجاج مدینہ سے نکل کر بصرہ پہنچا اور وہاں رہنے لگا۔ پھر اس نے یہ اشعار عمر کو لکھ بھیجے۔

لعبد اللہ عمر امیر المؤمنین بن نصر بن حجاج سلام علیک یا امیر المؤمنین لعمری لئن سیوتنی و حرمیتی

لما قلت من عرض علیک الحرام لئن غنت الزلفا یوم ہمیتہ

و بعض امائی النساء عزام ضت لی الظن الذی لیس بعلمہ

بفاء نہ لی فد النداء کلام و اصبحت منفا علی غیر وہبہ

و قد کان لی بالتمکین مقام سمعنی عما تظن تکومی

و ابا صلیق صالحون کوام

ان اشعار کو پڑھ کر ابو موسیٰ کو تحریر کیا کہ نصر بن حجاج کی مڈارت کرتا رہے اور اسے اختیار ہے کہ خواہ بصرہ میں رہے یا مدینہ میں چلا آئے۔ نصر نے بصرہ ہی کی سکونت اختیار کر لی۔ جب ابو موسیٰ نے ابواز کی مہم پر جانا چاہا تو نصر بھی اس کے ساتھ ہو لیا۔ ستر کے معرکہ کے دن نصر سرنگ گھوڑے پر سوار تھا۔ ابو موسیٰ اس کے پاس آ کر گھوڑے کو بخور دیکھنے لگا۔ نصر نے پوچھا اے امیر تم اس گھوڑے میں کیا بات دیکھ رہے ہو۔ امیر نے ازراہ تمسخر کہا تیرا گھوڑا کچھ نہیں ہے۔ ہاں اس کا زین بہت عمدہ ہے۔ اگر بیچنا چاہو تو میں اسے خرید لوں گا۔ نصر نے غصہ ہو کر کہا تم گھوڑے کو کیا جانو اس کی نسبت اور چیزوں کو خوب پہچان سکتے ہو۔ ابو موسیٰ نے کہا تو نے سچ کہا ہے اے دوست جس گائے پر تو سوار ہے اس کا سر اور ناک بھی خوبصورت ہے، دونوں کان باریک، پیشانی چوڑی اور پیٹ بڑا ہے اسے نہ بیچنا۔ نصر نے کہا آ اے امیر آزما کر دیکھ لے اگر تو مجھ سے آگے نکل گیا تو میں اپنی گائے تجھے دے دوں گا، قربانی کے کام میں لے آنا اور اگر میں آگے نکل گیا تو جس تیل پر تو سوار ہے اسے میں لے لوں گا۔ نصر کے اس کلام سے ابو موسیٰ شرمنا کر نیچے کی طرف دیکھنے لگا۔ اس وقت نصر کا بچا زاد بھائی بھی موجود تھا۔ بولا اے امیر مجھے معلوم ہوتا ہے کہ تم میرے بھائی سے ناراض ہو گئے اور اس گھوڑے کو برا بتاتے ہو اور جس گھوڑے پر تم سوار ہو وہ بائیں وجہ تیل سے زیادہ مشابہت رکھتا ہے۔ اس کا بڑا کان، چوڑے دم میں بال کم اور باریک ہیں۔ اور دو پاؤں چھوٹے۔ ابو موسیٰ ہنس پڑا اور کہا اے بھائی میری باتیں مذاق سے تھیں اور تیرے عم زاد بھائی کی نسبت خیر اندیشی کے سوا امیر کو اور کوئی خیال نہیں ہے۔ اب جہاد اور معرکہ آرائی کا زمانہ ہے ایسی باتوں کا موقع نہیں۔ غصہ اور سوال و جواب کو جانے دو۔ ساری توجہ جہاد کی طرف ہونی چاہئے۔

الغرض دن نکلنے پر ابو موسیٰ نے کچھ لوگوں کو لشکر میں سے طلب کیا۔ تمام حال سنا رکھا۔ اس پانی کی بڑی خندق کے سبب جو شہر کے گرد ہے اس شہر کا فتح کرنا مشکل ہو رہا ہے۔ لیکن اب تدبیر سے ہو سکتا ہے اور وہ تدبیر ہم سے ایک شخص نے بیان کر کے اس شہر میں داخل ہونے کے راستے دکھا دیئے ہیں۔ اب تم میں سے جو شخص اپنی جان راہ خدا میں دینا چاہتا ہو عوف کے ہمراہ جائے۔ شاید اللہ تعالیٰ ان لوگوں کی سعی و کوشش سے اس شہر کو فتح کرا دے۔ ستر آدمیوں نے بخوشی اس مہم کو قبول کیا۔ ہتھیار لگا کر عوف کے ساتھ ہوئے ستر کی پر آب خندق کو ایرانی کی بتائی ہوئی جگہ سے پار کر کے اور تنگ راستے سے ہو کر فیصل پر چا پہنچے۔ تمام پہریدار بے خبر سو رہے تھے۔ سب کو اسی جگہ مار کر بہ آہستگی شہر کے دروازہ پر آ پہنچے۔ اس میں تین بھاری قفل پڑے ہوئے تھے جن کی کنجیاں ہرمزان کے محل سرا میں محفوظ تھیں۔ جو نئی مسلمانوں نے قفل توڑنے کی کوشش کی معا اس کی آواز سے اہل قلعہ خبردار ہو گئے۔ اور کچھ لوگ مسلمانوں پر آپڑے۔ ان میں سے

بعض قتلوں کے توڑنے میں مصروف رہے اور باقی مقابلہ کرتے رہے۔ دو قتل ٹوٹ چکے تھے اور ایک جو بہت ہی زیادہ مضبوط تھا نہ ٹوٹ رہا تھا کہ ہرمزان بھی اپنے سرداروں اور سپاہیوں سمیت آپہنچا۔ اور شریک جنگ ہو گیا۔ ان ستر مسلمانوں میں سے زیادہ تر شہید ہو گئے۔ چند ہی باقی رہ گئے تھے۔ وہ کچھ دیر تک مقابلہ کرتے اور کچھ قتل توڑنے میں مصروف رہے یہاں تک کہ تین افراد کے سوا سب مارے گئے۔ انجام کار ان تینوں نے قتل توڑ ڈالا اور دروازہ کھول کر نعرۂ تکبیر بلند کیا۔ ابو موسیٰ دروازہ کے باہر فوج لئے ہوئے مستعد کھڑا تھا فوراً اندر گھس پڑا اور فوج بھی امنڈ پڑی۔ ہرمزان یہ حال دیکھ کر دوسرے دروازے سے مصاحبوں اور مشیروں سمیت نکل بھاگا۔ اور دوسرے قلعے میں جو شہر ستر کے قریب ہی واقع تھا۔ اپنے اہل و عیال اور مال و متاع کو لے کر پناہ گزیں ہوا۔ وہ تینوں مسلمان جنہوں نے قتل توڑ کر دروازہ کھولا تھا گھوڑوں کی ٹاپوں میں آکر ہلاک ہو گئے۔ رحمۃ اللہ علیہ۔

فتح ستر

اب اسلامی فوج قتل و غارت گری میں مصروف ہوئی۔ بے شمار زر و دولت ہاتھ آیا۔ شہر کے لوگ بھی جہاں تک ہو سکا شہر کے دروازہ سے نکل نکل کر بھاگے۔ ابو موسیٰ نے مال غنیمت فراہم کر کے خمس علیحدہ کیا اور باقی کو لشکر میں تقسیم کر دیا۔ پھر ستر سے نکل کر اس قلعہ کا محاصرہ کر لیا۔ جس میں ہرمزان پناہ گزیں تھا۔ جب قلعہ والوں کا حال بہت تنگ ہوا ایک سفیر بھیج کر اس شرط پر امان طلب کی کہ میں قلعہ سے نکل آؤں تو مجھ سے میرے متعلقین، اہل خاندان اور مال و دولت سے کچھ تعرض نہ کریں۔ اور مجھے مع متعلقین خلیفہ کی خدمت میں پہنچادیں۔ ابو موسیٰ نے صلح منظور کر لی۔ اور معتبر قسموں کے ساتھ دستاویز لکھ دی، ہرمزان وہ دستاویز لے کر مع متعلقین و سامان گرا نبھا قلعہ سے نکل آیا۔ اور مسلمانوں نے داخل قلعہ ہو کر باقی اسباب سمیت لوٹ لیا۔ اس کے بعد ابو موسیٰ نے ہرمزان کو مع متعلقین خدمت امیر المومنین میں روانہ کر دیا اور زر خمس بھی اسی کے ہاتھ بھیج دیا۔ جب متصل مدینہ پہنچے شہر کے لوگ باہر آ کر اس مال غنیمت کو حیرت سے دیکھتے اور اس حصول دولت پر شکر خدا بجالاتے تھے۔ ابو موسیٰ کے آدمی جو ہرمزان کے ہمراہ تھے امیر المومنین کے دروازہ پر آئے مگر خلیفہ کو موجود نہ پایا۔ کچھ آدمی تلاش کے لئے ادھر ادھر بھیجے۔ معلوم ہوا کہ آپ مسجد کی طرف دھوپ میں سوتے ہیں۔ ہرمزان کو خلیفہ کی اس کیفیت سے بہت تعجب ہوا۔ پھر یہ لوگ وہاں گئے اور امیر المومنین خواب سے بیدار ہو کر اٹھ بیٹھے۔ لوگوں نے سلام کیا آپ نے جواب سلام دے کر ابو موسیٰ اور اس کے لشکر کا حال پوچھا اور فتوحات کا ذکر سن کر درگاہ باری تعالیٰ میں سجدۂ شکر ادا کیا۔ پھر ہرمزان اور اس کے خاندان کی طرف جو قید میں تھے نگاہ کی اور کہا حمد خدائے عزوجل کہ ایسے ایسے لوگوں پر ہمیں قابو عطا فرمایا۔ اور عجم کے سرکش اور زور آور بادشاہوں پر غالب کیا۔ وہاں سے اٹھ کر مسجد میں آئے تمام مہاجر اور انصار کو بلا کر وہ خمس کا مال غنیمت تقسیم کر دیا۔ پھر ہرمزان کو بلا کر کہا اے ہرمزان تو نے قدرت الہی کا کیسا معائنہ کیا اس نے کہا میں پہلا ہی شخص نہیں جو مشکلات اور سخت اسحانوں میں مبتلا ہوا ہوں، بلکہ رنج اور سختی خاص مردوں ہی کا حصہ ہے اور کسی مرد کو زیا نہیں کہ وہ کسی مصیبت اور تکلیف میں زبان شکایت ہلائے۔ عمر نے کہا اگر تو جان بچانا چاہتا ہے تو ایمان قبول کر ورنہ قتل کرا دوں گا۔ اس نے کہا تم مجھے قتل کرتے ہو تو تھوڑا پانی پینے کے واسطے دو۔ عمر نے کہا اسے پانی دو۔ ایک کٹڑی کے پیالے میں پانی دیا گیا۔ اس نے کہا میں اس پیالے سے نہ پیوں گا کیونکہ میں ہمیشہ جو اہر نگار آب خوروں سے پانی پیتا رہا ہوں۔ حضرت علیؑ اس وقت تشریف فرما تھے۔ آپ نے فرمایا یہ کوئی

بڑی بات نہیں ہے شیشے کے آب خورہ میں پانی دے دو کیونکہ شیشہ بھی ایک جوہر ہے۔ اس لئے اسے شیشے کے آب خورہ میں پانی دیا۔ اس نے آبخورہ ہاتھ میں لے لیا اور بغیر پئے ہاتھ میں لئے رہا۔ عمر نے پوچھا اب کیوں نہیں پیتا۔ اس نے کہا میں ڈرتا ہوں کہ تو مجھے اس پانی کے پینے سے پہلے مار ڈالے۔ عمر نے کہا میں خدا سے عہد کرتا ہوں کہ جب تک تو یہ پانی نہ پی لے گا۔ میں تجھے ہلاک نہ کروں گا۔ ہرمزان نے وہ جام اسی وقت زمین پر دے مارا کہ وہ جام ٹوٹ گیا۔ اور پانی ضائع ہو گیا۔ عمر نے مسلمانوں کی طرف دیکھ کر کہا تم نے اس شخص کا فریب دیکھا اب میں کیا کروں سب خاموش تھے کہ امیر المومنین علی علیہ السلام نے فرمایا جب تم امان دے چکے ہو کہ جب تک یہ پانی نہ پی لے گا قتل نہ کیا جائے گا اور اب وہ پانی ضائع ہو گیا ہے تو اب تم اسے مار بھی نہیں سکتے اس پر جزیہ مقرر کر دو اور وہ مدینہ میں سکونت رکھے۔ ہرمزان نے کہا مجھ جیسے شخص سے جزیہ کیسے لے سکتے ہیں کیونکہ بادشاہ اور بادشاہ کی اولاد ہوں مگر محض اپنی پسند اور دلی رغبت سے بغیر کسی کراہت اور جبر کے مسلمان ہوتا ہوں پھر کلمہ شہادت پڑھا اور مسلمان ہو گیا اس کے تمام متعلقین اور فرزند بھی جو جو ہمراہ تھے مسلمان ہو گئے۔ خلیفہ اور تمام اصحاب رسول اس کے مسلمان ہونے سے بہت خوش ہوئے۔ خلیفہ نے اسے اپنے پاس جگہ دی اور بڑی محبت آمیز باتیں کیں۔ مدینہ میں ایک محل اس کے رہنے کے واسطے دیا وہ وہاں رہ کر دینی فرائض اور شرائع سیکھنے میں مصروف ہوا۔ اور مسلمانوں سے بہت اچھی طرح ملتا جلتا۔ ایک دن کا ذکر ہے کہ حسب اتفاق ابو موسیٰ کے لشکر کا ایک سپاہی ہرمزان کے قلعے کی سیر کر رہا تھا۔ ایک محل سے دوسرے محل میں جاتا اسی اثناء میں اس کی نظر پتھر کی ایک مورت پر پڑی جو دیوار میں نصب کی گئی تھی۔ اور نیچے کی جانب وہ اشارہ کنائیں بھی گویا وہ اس زمین کی طرف یہ اشارہ کر رہی تھی کہ اس جگہ ضرور کوئی خزانہ دفن ہے۔ وہ شخص بڑا سمجھدار تھا فوراً سمجھ گیا کہ اس مورت کا یہ اشارہ خالی از علت نہیں ہے ضرور اس جگہ خزانہ دیا ہوا ہو گا اور یہ مورت نشانی کے لئے نصب کی گئی ہے۔ اسی وقت ابو موسیٰ کے پاس آیا اور اس مورت کا ذکر کیا۔ ابو موسیٰ نے کچھ متعدد آدمی اس کے ہمراہ کر دیئے جنہوں نے وہاں پہنچ کر زمین کھودی اور ایک متقل صندوق برآمد کر کے ابو موسیٰ کے پاس لائے بحکم امیر اسے کھولا تو بہت زر نقد اور طلائی سامان مثل گوشوارہ اور گلوبند اور کڑے صریح جواہر اور ایک انگوٹھی جو نہایت ہی خوبصورت تھی بنام کسریٰ برآمد ہوئی۔ ابو موسیٰ نے اس طلائی سامان کا ملاحظہ کیا اس میں یا قوت کا ایک گنینہ نہایت ہی خوبصورت تھا۔ ابو موسیٰ کو پسند آیا اٹھا کر اپنے پاس رکھ لیا اور قفل لگا کر معتد آدمیوں کے ہاتھ خلیفہ کی خدمت میں بھیج دیا اور اس صندوق کے پانے کی کل کیفیت درج کر دی۔ عمر نے ابو موسیٰ کے خط سے آگاہ ہو کر ہرمزان کو بلایا اس کے مال و اسباب کی کیفیت پوچھی۔ اس نے کہا میرا اور میرے متعلقین کا تمام مال و اسباب غارت گری کے وقت ابو موسیٰ کے ہاتھ آ گیا تھا جس سے جس آپ کے بھیج کر باقی لشکر میں تقسیم کر دیا تھا۔ عمر نے پوچھا کچھ مال قلعہ میں بھی رہ گیا تھا یا نہیں۔ اس نے کہا صرف ایک صندوق زیر زمین پوشیدہ کیا ہوا ہے جس سے کوئی شخص واقف نہیں ہو سکتا۔ امیر المومنین نے مسکرا کر وہ صندوق منگایا اور سامنے رکھ کر کہا کیا اسی کو چھپا رکھا تھا۔ ہرمزان نے کہا ہاں یہ وہی صندوق ہے کس شخص نے اسے دریافت کیا۔ خلیفہ نے کہا ابو موسیٰ نے نکال کر میرے پاس بھیجا ہے اور اسے دیکھ لو کوئی شے تو اس میں سے گم نہیں ہوئی۔ ہرمزان نے صندوق کھول کر نقدی اور اسباب کو ایک ایک کر کے دیکھا۔ سب موجود ہے لیکن یا قوت کا ایک گنینہ نہیں ہے جس کی قیمت اس صندوق کی کل مالیت سے تمانی کے برابر ہے۔ امیر المومنین نے ابو موسیٰ کو لکھا کہ اس صندوق میں سے تو نے یا قوت کا ایک گنینہ نکال لیا ہے۔ اور اپنے پاس رکھ چھوڑا ہے۔ ہرمزان وہ گنینہ تو اسے بخش دے اس نے کہا میں نے بخش دیا۔ کیونکہ ابو موسیٰ بڑا معتد اور امین شخص ہے اس نے جھوٹ نہیں بولا۔

کوفیوں اور بصرہ والوں کی چپقلش

اس واقعہ کے بعد کوفیوں اور بصرہ والوں میں خصومت پیدا ہوئی۔ بصرہ والے دعویٰ کرتے کہ ہمارے سبب سے فتح میسر ہوئی ہے۔ اور کوفی کہتے تھے کہ ہم نے فتح کیا ہے۔ یہ مخالفت اس درجہ تک پہنچ گئی کہ قریب تھا باہم تلواریں کھینچ کر لڑ پڑیں۔ ابو موسیٰ نے یہ تمام کیفیت خلیفہ کو لکھ کر بھیجی کہ وہاں سے جو حکم صادر ہو گا اس پر عمل کریں گے۔ اور دونوں فریق خاموشی سے خلیفہ کے جواب کا انتظار کرنے لگے۔

خلیفہ نے لکھا کہ تتر بصرہ والوں کے ہاتھ سے فتح ہوا ہے۔ کیونکہ کوفہ والے ان کے مددگار ہوئے ہیں اور اس مہم کے سر کرنے میں انہوں نے اعانت کی ہے۔ اور مسلمانوں نے ایک دوسرے کی امداد سے دشمنوں کو مغلوب کیا ہے۔ ویداری کے لحاظ سے تمام مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ تتر کو بصرہ والوں نے فتح کیا ہے۔ اور مال غنیمت میں کوفہ والے ان کے شریک حال ہیں۔ سب کو لازم ہے کہ ایک دوسرے کا لحاظ رکھیں اور مخالفت سے احتراز کریں۔ والسلام۔

عمر ابن خطاب کا قربان بچنے پر اپلیاں کوفہ و بصرہ باہم مل گئے اور مخالفت کو ترک کر دیا۔ پھر کوفہ والوں نے اپنے امیر عمار یاسر کے ساتھ کوفہ کی طرف اور اہل بصرہ نے جریر بن عبد اللہ کے ساتھ بصرہ کی طرف مراجعت فرمائی۔

اہل عرب سے جنگ کے لئے ایرانیوں کا دوبارہ اجتماع

عمار یاسر اور اس کی فوج کے واپس جانے کے بعد خبر پہنچی کہ ایرانی نمائندہ میں جمع ہو رہے ہیں۔ اور ہر طرف قاصد بھیج کر امداد طلب کی گئی ہے۔ مقامات رے سمنان و امانان اور ان کے نواح سے بیس ہزار ہمدان اور اصفہان سے دس ہزار سپاہی قم اور کاشان سے، بیس ہزار سوار فارس اور کرمان سے چالیس ہزار اور آذربائیجان سے پچاس ہزار کی جمعیت یعنی ایک لاکھ پچاس ہزار سوار اور پیدل جن میں ہر ایک علاقہ کے نامور بہادر مشہور اور معروف سردار شامل ہیں۔ نمائندہ میں آکر جمع ہوئے اور ستر جنگی ہاتھی ساتھ ہیں۔ سب نے باہم عہد کیا ہے کہ عربی لشکر کا قلع قمع کرنے کے بعد عرب پر چڑھائی کر کے ان کے بادشاہ کو گرفتار کریں گے۔ اور ان کے شر کو روئے زمین سے دور کر کے مسلمانوں کا نام و نشان مٹا دیں گے۔

عمار یاسر اور اہل کوفہ نے امیر المومنین کو لکھا: بعد ازاں مراسم خدمت کے بعد گزارش ہے کہ مقامات رے، سمنان و امانان، ہمدان، قم، کاشان، اصفہان، فارس، کرمان اور آذربائیجان سے ایک لاکھ پچاس ہزار جنگ جو بہادر سامان جنگ سے لیس ہو کر نمائندہ میں داخل ہوئے ہیں اور ایران کے چار بادشاہوں ذوالحاجب بن حداد سفار بن حرز، جماگیر بن برز، سروشان بن اسفندیار کو اپنا سپہ سالار قرار دے کر ہم سے جنگ کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ ہم کو نہ صرف ایران ہی سے بلکہ عرب سے بھی نکال دیں۔ اور جہاں تک ممکن ہو نور اسلام کو معدوم اور ملک عرب سے قتل و غارت میں سعی تبلیغ کریں۔ ہم نے اس حال سے اطلاع پاتے ہی آپ کو خبر کر دی ہے۔ مبارک یہ لشکر ہمارے علاقوں کو نقصان پہنچائے۔ اب آپ کی کیا رائے عالی ہے اور کیا ارشاد صادر ہوتا ہے۔ والسلام!

خلیفہ عمار یاسر کے خط کے مضمون سے واقف ہو کر غیظ و غضب سے کانپنے لگے کہ سب لوگوں نے دیکھ پایا وہاں سے اٹھ

کر آپ مسجد نبویؐ میں تشریف لائے اور تمام مہاجر و انصار بھی جمع ہو گئے۔ خلیفہ عین حالت غضب میں کانپتے ہوئے منبر پر جا کر حمد و ثنائے باری تعالیٰ اور درود بر محمد مصطفیٰ کے بعد فرمایا اے بھائیو اور دوستو واضح ہو کہ کفار عجم نے شیطان کے ورغلانے سے منحرف ہو کر نماز میں فوج جمع کی ہے اور اس پاس کے مسلمانوں کو قتل کر دیا ہے۔ عمار یا سرنے یہ خط بھیجا کہ نماز میں ایک لاکھ پچاس ہزار اور پیدل فراہم ہیں اور حلوان خاقین اور جلولا کی طرف فوجیں روانہ کی ہیں اور اس بات پر کمر بستہ ہیں کہ مدائن اور کوفہ کو فتح کریں اگر یہ دونوں شہران کے قبضے میں چلے گئے تو بہت نقصان پہنچے گا اور اسلام میں ایسا فتور واقع ہو گا جس کا اندازہ نہ ہو سکے گا۔ اور یہ واقعہ ہے جس کا ذکر عرصہ دراز تک ہوتا رہے گا، اب اس مہم کی تدبیر سوچو اور اس فساد عظیم کے دفعہ پر کمر بستہ ہو کر راہ خدا میں سر دینے کے لئے مستعد ہو جاؤ۔ اور جو کچھ سمجھ میں آئے بیان کرو میں اسے سنوں گا کیونکہ تم بھی راہہ خلافت میں میرے ساتھ شریک ہو۔ امیر المومنین کا یہ کلام سن کر طلحہ، زبیر اور عبدالرحمن بن عوف نے بالاتفاق عرض کیا۔ الحمد للہ آپ بڑے تجربہ کار زمانہ کے نشیب و فراز سے واقف اور صاحب الرائے ہیں۔ آپ کی سوچی ہوئی تدابیر بالکل درست ہوں گی۔ ہم سے فرمائیے اور جو کچھ مناسب ہو حکم کیجئے ہم فرمانبردار ہیں۔ ان کے بعد زبیر بن عوام نے کھڑے ہو کر کہا اے امیر المومنین اللہ تعالیٰ نے اس دین کے سبب تم کو عزیز کیا۔ مسلمانوں کی پشت و پناہ بنایا۔ جیسے تمہارے فضائل و مناقب ہیں ہم میں سے کسی کے نہیں۔ جناب باری تعالیٰ تمہاری عمر میں برکت عطا فرمائے تمہاری تدابیر بمقابلہ دیگر افراد زیادہ درست اور ارادے زیادہ پختہ ہیں۔ اور ہر ایک کام میں آپ کی معلومات اور جانچ زیادہ صحیح ہے اس مہم کی نسبت جو کچھ آپ نے سوچا ہے بیان فرمائیے اور اپنی رائے کے مطابق عمل درآمد کیجئے کیونکہ آپ کی رائے ہم سب کی رائے سے افضل ہے ہم سب گوش بر آواز ہیں۔ جو کچھ حکم ہو گا انشاء اللہ بجا لائیں گے۔ امیر المومنین نے طلحہ و زبیر کی باتیں سن کر کہا کہ جو کچھ تم کہتے ہو تدبیر کا سوچنا اس سے اچھا ہے۔ پھر عبدالرحمن بن عوف نے کھڑے ہو کر عرض کیا اے امیر ہر شخص اپنی سمجھ اور عقل کے موافق بات کہتا ہے۔ آپ کی رائے ہم سے زیادہ صائب ہے۔ اور آپ کی تدابیر سب سے برتر ہے۔ اسی سبب سے اللہ تعالیٰ نے آپ کو سردار بنایا اور فضیلت بخشی ہے۔ آپ کا جو ارادہ ہوا ہے پورا فرمائیے اور اپنے خالق پر بھروسہ رکھئے کیونکہ یہی مناسب معلوم ہوتا ہے ہم سب مطیع اور فرمانبردار ہیں جیسا حکم صادر ہو گا بجا لائیں گے۔ اور اللہ تبارک و تعالیٰ مددگار ہے۔ اس نے پہلے بھی دشمنوں پر فتح یاب کیا ہے۔ والسلام!

امیر المومنین نے فرمایا اس سے بھی زیادہ بہتر رائے کی ضرورت ہے۔ پھر عثمان نے کہا اے امیر المومنین تم بھی جانتے ہو اور ہم خوب جانتے ہیں کہ ابو بکر صدیق کے بعد اللہ تعالیٰ نے تم کو امت رسول پر فضیلت دی ہے۔ اصحاب رسول نے تمہارے قول اور فعل کو پسند کیا ہے۔ شریر اور فاجر لوگ تمہارے خوف اور دہشت کے سبب فسق و فجور سے باز آ گئے ہیں۔ کافر اور مشرک تمہاری سختی سے ڈرتے اور بھاگتے ہیں۔ تمہارے رائے سب کی رائے سے اچھی ہے اور میری رائے یہ ہے کہ تم خود اس مہم پر جاؤ لشکر جمع کرو اور بنفس نفیس عنان مہم ہاتھ میں لو جو فوجیں شام اور یمن اور دوسرے ممالک میں گئی ہوئی ہیں سب کو طلب کر لو اور یہاں سے چل کر کوفہ اور بصرہ میں قیام کرو۔ جب وہاں کی فوجیں بھی ساتھ ہو جائیں تو ان افواج کثیرہ کی بھیڑ بھاڑ کے ساتھ اللہ پر بھروسہ کر کے چل دو اور نماز کے لشکر کفار کو شکست دے کر پریشان کر دو۔ آئندہ جو تمہیں منظور ہو۔

امیر المومنین علی ابن ابی طالب کی رائے

انجام کار امیر المومنین عمر نے حضرت علی علیہ السلام کی طرف مخاطب ہو کر کہا یا ابو الحسن تم بھی اپنی رائے ظاہر کرو جس میں مسلمانوں کی بہتری شامل ہو۔ آپ نے فرمایا اے امیر وقت تم خوب جانتے ہو کہ جب اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو عزیز فرما کر اس امت کی ہدایت کے لئے بھیجا تو اس وقت نہ کوئی دوست ہی تھا نہ کوئی پیسہ ہی تھا، حق سبحانہ تعالیٰ نے مدد کی۔ ایک دل دوستوں سے قوت بخشی۔ دین کے علم کو بلند کیا۔ مشکل کاموں کو حل کر دیا۔ بڑے بڑے سرکش اور مغرور سرداران روزگار کی گردنیں توڑ ڈالیں بہت سی فتوحات اور خوشیاں عطا کیں۔ جس خدا نے ہمیں ایسے وقت میں کہ ہم بہت تھوڑے سے تھے فتوحات کرامت کی ہیں۔ وہی خدا اس وقت بھی کہ ہم بہت زیادہ ہیں ہمیں ظفر مند فرمائے گا۔ الحمد للہ آج امیر المسلمین اپنے اصحاب میں زیادتی عقل اور انصافیت رائے کے سبب مستثنیٰ ہے اور جب کہ اللہ تعالیٰ نے رعایا کی بہتری کا ذمہ ٹھہرایا ہے۔ تو جو کچھ ان کے لئے بہتر و انسب ہو گا اسی امر کی توثیق کرامت کرے گا اور مشرکوں اور کافروں پر غلبہ بخشنے گا۔ خلیفہ کو اس مہم کی طرف سے مطمئن اور اللہ کی طرف سے نصرت اور ظفر کا امید واثق رکھنا چاہئے۔ اس وقت جو مہم پیش آئی ہے اس کا تدارک نہایت ضروری ہے۔ ہر شخص اپنی رائے ظاہر کر چکا ہے۔ اور کسی کی رائے تم کو پسند نہیں آئی۔ اس لئے میری رائے یہ ہے کہ شام اور یمن کے لشکروں کو واپس بلا لینے سے ہرٹل کو موقع دیا جائے گا کہ اپنا لشکر شام پر لے کر چڑھ آئے اور وہاں کے رہنے والے تمام مسلمانوں کو قتل کر کے ان کے زن و فرزند کو اسیر کر کے لے جائے اور جو مسجدیں تعمیر ہو چکی ہیں انہیں گرا دے پھر ایسا فساد پھیلے گا جس کا دفعہ ممکن نہ ہو گا۔ ایسا ہی یمن کا حال ہے اگر وہاں کا لشکر چلا آئے گا تو وہاں کے مسلمانوں اور مساجد کی بھی یہی کیفیت ہوگی۔ جس کی تلافی ناممکن ہے اور یہ رائے کہ امیر المسلمین خود چڑھائی کریں مصلحت سے بعید ہے۔ کیونکہ مدینہ سے بصرہ اور کوفہ کی طرف خلیفہ کے چلے جانے سے اطراف و جوانب کے سرکش گروہ مکہ اور مدینہ پر چڑھ آئیں گے اور یہ دونوں شہر جو اسلام کا مرکز ہیں ہاتھ سے جاتے رہیں گے۔ اور امیر المومنین کے لئے موجب تشویش اور مسلمانوں کے واسطے خطرناک امر ہو گا۔ کیونکہ اس وقت یہاں پر کوئی لشکر موجود نہیں جو تمہارے بعد کہ اور مدینہ کی حفاظت کرے۔ تمہارے جانے کے بعد مکہ اور مدینہ والوں کے لئے کوئی جاہ پناہ نہیں کہ کہیں سے پناہ لے سکیں۔ مسلمانوں کا سارا صرف ان کا خلیفہ ہی ہے لہذا مصلحت یہی ہے کہ امیر المسلمین مدینہ ہی میں قیام رکھیں لشکر میں موجود ہونے کی نسبت یہاں رہنے سے دشمنوں کو زیادہ خوف رہے گا۔ کیونکہ امیر المسلمین خود مہم پر جائیں گے تو ایرانی مشہور کریں گے کہ عرب کا بادشاہ ہم سے ڈر گیا۔ اس لئے خود مہم پر آیا ہے اور جس قدر فوج اس کے ساتھ ہے بس اسی قدر ہوگی۔ اپنی بجائے جنگ کرنے کے لئے کسی بہادر اور تجربہ کار سردار کو شاکستہ فوج سمیت روانہ کرنے سے زیادہ رعب و داب پیدا ہو گا۔ اور عزت بنی رہے گی۔ اور آئندہ جو تمہاری رائے ہو۔ عمر نے کہا یا ابو الحسن آپ ہی ان سب مسلمانوں میں سے جسے پسند فرمائیں مقرر کر دیں کہ وہ اس مہم کو سرانجام پہنچائے۔ آپ نے فرمایا نعمان بن مقرن مہم کے لائق ہے۔ عمر نے جو نبی حضرت علی کی زبان مبارک سے نعمان مہم کا نام سنا اچھل پڑے اور حضرت علی کی بڑی تعریفیں کیں اور تمام اصحاب اس رائے کو بہت ہی پسند کر کے حضرت علی کے مدح سرا ہوئے۔ الغرض یہ مہم نعمان کے حوالے کی گئی۔ امیر المومنین نے منبر پر سے اتر کر سائب بن اقرع کو بلایا۔ اور کہا میں تجھے عراق کی طرف ایک مہم پر بھیجنا چاہتا ہوں، اگر تجھے منظور ہو وہاں جانے کی تیاری کر لے۔ سائب نے کہا۔ میں تیار ہوں۔ جو حکم دو بجالاؤں۔ عمر نے کہا میں بہ امداد الہی عراق کی طرف لشکر روانہ کرنا چاہتا ہوں کہ اس لشکر کو جو نمائد میں جمع ہو رہا ہے شکست دے کر اسلام فتح مند ہو تو مال غنیمت کو تو تقسیم کرنا اور ہر

فخص کا حق بہت احتیاط سے ادا کرنا کہ بلا استحقاق کسی کو کچھ نہ دیا جائے۔ اگر اس مہم میں فتح نصیب ہوگی تو عازیان اسلام کا شہرہ دور اور نزدیک ہو جائے گا۔ اسلام کا پرچم مضافات نمائند میں عزت و شوکت سے لہرائے گا جس کے باعث تو دولت و یکنامی پائے گا۔ اگر مارا گیا تو بہشت میں جگہ ملے گی۔ اور اگر خدا نخواستہ مسلمانوں کو شکست ہو گئی اور تو زندہ رہا تو میرے پاس واپس نہ آنا۔ کسی اور طرف نکل جانا۔ سائب نے کہا میں فرمانبردار ہوں۔ جو آپ کی رضا ہو وہ مجھے قبول ہے۔ میں امید کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو فتح نصیب کرے گا۔ اور حق کو باطل پر غالب کرے گا۔ امیر المومنین نے نعمان بن مقرن مزنی کو جو اس وقت عراق میں تھا اور سعد ابن وقاص نے اسے ایک گاؤں میں جسے لشکر کہتے ہیں۔ حاکم مقرر کر دیا تھا۔ اس مضمون کا خط لکھا کہ سلام کے بعد واضح ہو کہ اہل کوفہ نے خط بھیج کر اطلاع دی ہے کہ نمائند میں ایرانی فوجیں بکثرت جمع ہو کر اس خیال میں ہیں کہ نور اسلام کو معدوم کر دیں۔ اور میں اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم پر بھروسہ رکھ کر امید کرتا ہوں کہ مسلمان ظفریاب ہوں گے۔ میں نے نمائند میں جمع ہونے والے گمراہوں کے دفعہ کے لئے ایک فوج مقرر کی ہے۔ اور تجھے اس کی امارت پر مامور کیا ہے۔ لازم ہے کہ مضمون خط سے آگاہ ہوتے ہی اپنی جمعیت لے کر سفر اختیار کر اور اس موضع میں جسے کوشک سفید کہتے ہیں اور مدائن میں واقع ہے قیام کر اور اسے لشکر گاہ قرار دے۔ جب بصرہ اور کوفہ کے لشکر جو تیرے زیر فرمان رہنے کے لئے نامزد ہو چکے ہیں پہنچ جائیں تو سب کو فراہم کر کے اور اللہ تعالیٰ کے فضل اور مدد پر بھروسہ رکھ کر نمائند پر چڑھائی کر دینا اور اس مہم کو انجام دینا۔ یقین صادق اور امید واثق ہے کہ حق سبحانہ تعالیٰ تیرا معین و مددگار ہو گا، اور دشمن مغلوب و خوار سائب بن اقرع کو ایک خدمت سپرد کر کے جس کا ذکر تجھ سے مل کر کرے گا تیرے پاس روانہ کرتا ہوں وہ تیری مصاحبت اور موافقت میں رہے گا اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم پر بھروسہ رکھنا چاہئے اس نے روم اور فارس پر ہم کو فتح یاب کرنے کا وعدہ فرمایا ہے اور اس کا فرمان ہے ان اللہ لا یخلف المیعاد یعنی اللہ تعالیٰ کا کوئی وعدہ خلاف نہیں جب تمہارا دشمن سے مقابلہ ہو تو ثابت قدمی اختیار کرنا اور صبر کو اپنا شعار بنانے رکھنا کیونکہ اللہ صابروں کے شان میں فرماتا ہے۔ انما یوفی الصابرون اجرہم بغير حساب یعنی سوائے اس کے نہیں کہ صابروں کو ان کے صبر کا بدلہ خاطر خواہ بے حساب دے گا۔ اسی قسم سے ابو موسیٰ اشعری کو لکھا کہ بصرہ کی فوج میں سے تمہاری فوج علیحدہ کر کے اہل کوفہ کی امداد کے لئے روانہ کر دے کہ باہم شریک ہو کر جانب عراق جائیں اور ایک خط عمار یاسر کے نام لکھا کہ کوفہ کی فوج کا تمہاری حصہ سامان حرب سے درست کر کے اہل بصرہ کی مدد کے واسطے روانہ کر کہ وہ ان کے ساتھ مل کر عراق کی طرف کوچ کریں اور کوشک سفید میں جو مدائن کے علاقہ میں واقع ہے پہنچ کر نعمان بن مقرن سے جا ملیں اور اس کے زیر فرمان ہو کر کافروں سے لڑیں۔ امیر المومنین کا حکم پہنچتے ہی نعمان حسب الحکم خلیفہ مع متعلقین روانہ ہو گیا۔ اور مدائن کے متصل کوشک سفید میں پہنچ کر چھاؤنی ڈال دی جب کوفہ اور بصرہ کی فوجیں آ ملیں تو نعمان نے تمام فوج کا جائزہ لیا تیس ہزار سے کچھ زائد فوج شمار میں آئی۔ نعمان نے علیہ بن خویلد اسدی کو چار ہزار سوار بصرہ اور کوفہ کی فوج سے دے کر پیش خیمہ قرار دیا۔ وہ مدائن میں پہنچ کر اس وقت تک ٹھہرا رہا کہ نعمان باقی لشکر کے ساتھ مدائن میں داخل ہوا۔ پھر طلحہ وہاں سے کوچ کر کے دسکرہ میں آیا اور وہاں سے جلولہ میں پڑاؤ ڈالا۔ غرض اسی ترتیب سے ایک منزل آگے پیچھے سفر کرتے رہے جس وقت طلحہ جلولہ میں پہنچا تو کسریٰ کا سردار ارشاذ بن آزار نام دس ہزار کی جمعیت سے وہاں موجود تھا، لشکر اسلام کی آمد سنتے ہی مع لشکر فرما سب کی طرف بھاگ گیا۔ طلحہ نے حلوان میں قیام کیا اور اس وقت تک ٹھہرا رہا کہ نعمان عقب سے آ پہنچا چند روز یہاں آرام کیا کہ لشکر کی تکان راہ دور ہو جائے اور گھوڑے تازہ دم ہو جائیں اس کے بعد نعمان نے شجاعان عرب میں سے ایک شخص قیس بن سیرہ نائی کو جو ابو عبیدہ بن جراح کی فوج کے ساتھ شام

میں رہ چکا تھا بلا کر کما علیہ بن خویلد قصر الابيض سے یہاں تک مقدمہ لشکر رہ کر فرائض شجاعت و مردانگی بجالائے گا اور تو اس کے لشکر کا پیش خیمہ بن کر تاحد امکان خدمت میں کوئی کمی نہ کرنا۔ قیس نے کہا میں امیر کا فرمان بجالوں گا۔ نعمان نے چار ہزار چیدہ سوار حوالے کر کے سب سے آگے روانہ کر دیا۔ قیس حلوان سے نکل کر فرما سین کی طرف چلا۔ اس جگہ شاذ بن آزاد جو علیہ کے سامنے سے پسا ہو کر ایک اور عجمی سردار مرویہ سے آ ملا تھا بیس ہزار کی جمعیت سے متیم تھا۔ جب اسلامی لشکر قریب پہنچا تو دونوں سردار خوفزدہ ہو کر وہاں سے بھی بھاگ پڑے اور ایک موضع مادر دان میں آ کر دم لیا۔ قیس نے فرما سین میں داخل ہو کر قیام کیا۔ یہ موضوع نہایت ہی عمدہ سرسبز و شاداب تھا۔ اور صحت بخش آب و ہوا رکھتا تھا۔ کسریٰ موسم بہار میں خواصوں اور مشیروں کے ہمراہ کچھ دنوں یہاں قیام کر کے عیش و عشرت کا لطف اٹھایا کرتا تھا۔

قیس اس وقت تک یہاں ٹھہرا رہا کہ نعمان مع فوج عقب سے آ ملا۔ نہاوند کے لشکر کا مقدمہ اسی نواح میں تھا جب اسلامی فوج کے آنے کی خبر ہوئی اس پر سخت رعب چھا گیا اور بوجہ خوف پسا ہو کر نہاوند کو چلا گیا۔ اور وہاں کے سرداران افواج کو اسلامی فوج کی آمد سے مطلع کیا۔ سرداروں نے ایک اجلاس بلا کر عہد و پیمان کئے اور قسمیں کھائیں کہ لشکر اسلام کے مقابلے میں ذرا سستی یا کمی نہ کریں گے۔ اور ان کے سامنے سے ہرگز پیٹھ نہ دکھائیں گے۔ اور جب تک ہم ان کو اپنے ملک سے نہ نکال دیں گے اپنے وطن کا رخ نہ کریں گے۔ نعمان نے بھی اس پیمان کی خبر یا کر فوج کا دل بڑھایا اور اللہ کے وعدہ ہائے فتح جو امت رسولؐ سے کئے تھے ان کو یاد دلائے۔ اور فرما سین سے خوب تیار ہو کر آگے بڑھے اور موضع مادیان میں قیام کر کے علیہ بن خویلد اور بکر بن شاخ لیتی کو جو بڑے بہادر اور بہت سی لڑائیاں لڑنے ہوئے تھے بلایا اور کہا تم دونوں لشکر سے علیحدہ ہو کر نہاوند کی فوجوں کی کیفیت دریافت کرو پھر صحیح صحیح حالات سے مجھے اطلاع دو۔ دونوں روانہ ہو گئے اور کچھ فاصلے تک جا کر دائیں بائیں اطراف کا جس قدر حال ممکن ہو سکا معلوم کیا، اب رات ہو گئی۔ بکر نے واپس آ کر نعمان کو اطلاع دی اور علیہ سے آگے جانے کی اجازت لے کر تھما آگے روانہ ہو گیا۔ اور نہاوند کے قریب پہنچ کر حالات سنے جب ایرانی فوج کا حال معلوم ہو گیا تو پلٹ کر اپنے لشکر میں آ ملا۔ لوگوں نے اسے دیکھ کر تکبیر کی آوازیں بلند کیں۔ علیہ نے سب دریافت کیا۔ لوگوں نے کہا تو کیوں واپس آ گیا۔ کیونکہ جب بکر آ گیا تو کیوں نہ آیا تو سب کو یہی گمان ہوا کہ تو نہاوند کو چلا گیا ہے اور مسلمانوں سے علیحدگی اختیار کر کے کفار سے جا ملا۔ علیہ غصے میں بھر گیا اور بولا سبحان اللہ مجھ جیسا شخص ایسی ناپسندیدہ حرکت کس طرح کر سکتا ہے۔ خدائے واحد کی قسم اگر میں عرب کے نسب سے علاوہ کوئی صفت رکھتا تب بھی عجم کو بہ مقابلہ عرب اختیار نہ کرتا اور کیوں ایسا ہوتا جب کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے راہ راست دکھائی اور دین اسلام کرامت فرمایا ہے۔ اس کے بعد نعمان سے نہاوند اور ایرانی لشکر کا سب حال بیان کیا۔

لشکر عرب سے کفار قریش کا محاربہ

اب یہاں سے تمام فوجیں متحدہ ہو کر بہ سمت نہاوند بڑھیں۔ اور عجمی سرداروں کو بھی خبر لگی کہ اسلامی فوجیں مستعدی کے ساتھ بڑھی چلی آ رہی ہیں۔ حکم دیا کہ نہاوند میں جا بجا کنوئیں کھودے جائیں جس سے مسلمانوں کی فوج شہر سے متصل نہ ہو سکے۔ نعمان نے کوفہ سے شہر کے نواح میں داخل ہو کر ایک موضع میں قیام کیا اور لشکر گاہ بنایا۔ خیمے نصب کئے اور تمام اطراف لشکر کو کانٹوں لکڑیوں اور مٹی سے مستحکم کر لیا۔ ایرانی سرداروں نے بھی لوہاروں سے آہنی گوکھرو بنوا کر

راستوں میں ڈلوادئیے۔ نعمان نے عرب کے نامی بہادروں میں سے ایک شخص کو بلا کر کہا میں نے سنا ہے کہ نہاوند کا قلعہ، فصیل اور برج نہایت ہی مضبوط و مستحکم ہیں۔ تو کار آزمودہ آدی ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ تو سوار ہو کر جائے اور قلعہ کے گرد پھر کر اس کے اندر آنے جانے کے راستوں کو دریافت کرے۔ اس نے کہا ابھی دن ہے رات کے وقت جاؤں گا اور خوب اچھی طرح دیکھ بھال کروں گا۔ جب رات آئی ہتھیار لگا کر سوار ہو کر بہ سمت نہاوند چل نکلا اور قلعہ کی ایک سمت سے گشت کر کے چاروں سمتیں دیکھ لیں اور اچھی طرح سمجھ کر اپنے لشکر کی طرف پلٹا۔ جب گزر گاہ سے گزرتا چاہا تو گھوڑا رک گیا اور جب تازیانہ کھا کر بھی نہ ہلا تو بڑا حیران ہوا گھوڑے سے اتر کر اس کے اگلے پاؤں کو ہاتھ سے چھو کر دیکھنے لگا تو ایک آہنی خار نیکر کے کاٹنے کی نوک سے بھی زیادہ تیز دہن نوکوں والا پایا۔ اسے نکال کر اپنے پاس رکھ لیا۔ اور سوار ہو کر اپنی فوج میں آیا۔ نعمان کو قلعے کی حالت اور دیگر امور سے مطلع کیا اور وہ نکوٹا آہنی خار بھی دکھایا کہ دشمن نے یہ کچھ بندوبست کر رکھا ہے۔ ہمارے راستوں میں ایسے آہنی خار پھیلا دیئے ہیں اور جا بجا کنویں کھود رکھے ہیں۔ لشکر کو ان خطرناک امور سے باخبر کر دینا چاہئے کہ ہوشیار رہیں اور خطرناک راستوں پر نہ جائیں۔ نعمان نے لشکر کے سرداروں کو بلا کر ایرانی فوجوں کی تیاریوں اور ان تدابیروں سے جو عمل میں لائی گئی تھیں تفصیل وار اطلاع دی۔ اور علی الصبح لشکر کو نہایت خوبی کے ساتھ آراستہ کر کے مینہ پر اشعث بن قیس کندی کو، میسرہ پر مغیرہ بن شعبہ ثقفی کو، جناح پر طلحہ بن خویلد کو مقرر کر کے اور قیس بن مسیرہ کو کین گاہ پر چھوڑا، قلب میں عمر بن معدی کرب کو جگہ دی۔

نہاوند میں معرکہ عرب و عجم

اس ترتیب سے نہاوند پر بڑھے۔ شہر کے متصل پہنچتے ہی ایرانیوں کی بے شمار فوج نکل پڑی اور ڈھول تاشے نغارے نفیریاں بجاتے غل مچاتے، شمشیروں کے ہاتھ نکالتے ہوئے مسلمانوں کے قریب آئے۔ مسلمان بھی تیار تھے۔ جنگ ہونے لگی۔ کفار نے تیر برسا کر کچھ مسلمانوں کو زخمی کر دیا اور پیہم حملے کرنے شروع کر دیئے۔ مسلمان ان حملوں کے وقت اپنی جگہ پر جتے رہے پھر ایک دوسرے پر تابڑ توڑ حملے کرنے شروع ہو گئے۔ طرفین جی توڑ کر مقابلہ کر رہے تھے۔ آخر کار مسلمان بہ تائید ایزدی غالب آئے عجمی لشکر نے شکست کھائی اور میدان سے پشت پھیر کر بھاگ نکلے۔ مسلمانوں نے سخت تعاقب کیا قتل کرتے تھے اور ہاتھ آ جانے پر گرفتار بھی کر لیتے تھے۔ اسی اثناء میں عجمی لشکر کا ایک امیر بجیر جان نام جو کسری کا وزیر بھی تھا کسی مسلمان کے ہاتھ سے مارا گیا۔ مسلمانوں میں سے گنتی کے آدی شہید اور زخمی ہوئے۔ اس عجمی لشکر کے بھاگ جانے کے بعد ایک اور لشکر نے ان کی فوج پر حملہ کیا۔ بڑی خونریز جنگ ہوئی۔ طرفین کٹ کٹ کے لڑ رہے تھے اور بہادروں کی لٹکاریں آسمان تک جاتی تھیں۔ اسی کیفیت سے شام تک معرکہ آرائی ہوتی رہی۔ جب رات ہو گئی فوجوں نے ہاتھ روک کر اپنے مقام کی طرف مراجعت کی۔ تھکے ہوئے کراہ رہے تھے اور زندہ اپنے مقتولوں کو رو رہے تھے اور زخمی اپنے معالجے میں مصروف تھے۔ متقی اور صالحین خدا کی طرف لو گائے تھے۔ اور فتح کی دعائیں مانگ رہے تھے۔ سورج نکلنے ہی طرفین نے نعروں کی آوازیں آنے لگیں۔ عجمی لشکر میں نغارے اور ڈھول بج رہے تھے۔ نعمان نے مینہ اور میسرہ جناح اور ساق لشکر کو مقررہ ترتیب سے درست کر کے صف بندی کر دی اور خود ہتھیار لگا کر سر پر خود رکھا اور تلوار حائل کر کے سوار ہوا اور امیر المؤمنین کا بھیجا ہوا جھنڈا ہاتھ میں لے کر گھوڑا کداتا ہوا صفوں سے آگے نکل کر کھڑا ہوا۔ اور اپنے لشکر کو مخاطب کر کے کہا اے مسلمانو میری بات سنو اور میری نصیحت کو یاد رکھو۔ ایرانی لشکر غصے میں بھرا ہوا ہے۔ اور

جنگ پر مٹا ہوا ہے ہر طرف سے تمہارے راستے روک دیئے ہیں۔ اگر تم انہیں شکست دے کر بھاگ دو گے تو ان کے گھر کچھ دور نہیں ہیں بھاگ کر اپنے گھروں میں جا گھسیں گے اور اگر خدا انخواستہ تمہیں شکست ہو گئی تو تم کہاں جاؤ گے نہ تم بصرہ میں جا سکتے ہو نہ کوفہ میں اور نہ مدینہ میں اور مکہ میں کیونکہ فاصلہ بہت دور و راز کا ہے ممکن ہی نہیں کہ بھاگے ہوئے اپنے وطن کو پہنچ جائیں۔ اور یہ بھی واضح ہو کہ تم آج اسلام اور کفر کے درمیان ایک دیوار بنے ہوئے ہو۔ اگر خدا انخواستہ یہ دیوار ٹوٹ گئی تو اسلام کو سخت نقصان پہنچے گا۔ الحمد للہ کہ تم خدا کی وحدانیت کے قائل ہو اور اس کی فرمانبرداری کی تمہیں توفیق حاصل ہے اور تم ایسی جماعت سے جنگ کر رہے ہو جو خدا سے علیحدہ رہ کر سورج چاند اور آگ کو اپنا معبود قرار دے کر پوجتے اور ان کو سجدہ کرتے ہیں۔ اور اپنی محرمات عورتوں سے نکاح کرنا روا سمجھتے ہیں۔ گناہان کبیرہ اور فواحشات پر مصر ہیں اور راہ حق سے منہ موڑ کر باطل کے لئے جنگ کر رہے ہیں۔ اس میں تمہارے لئے بہت ہی بڑا ثواب ہے اور بیش بہا انعام ہے۔ اپنے دلوں کو مضبوط رکھو اور اس گروہ سے جنگ کرتے وقت اللہ تعالیٰ سے امداد اور فتح کے خواستگار رہو۔ آگاہ ہو کہ میں شہادت کی آرزو رکھتا ہوں۔ اور جس دن کو خدا سے طلب کر رہا ہوں۔ وہ آج ہی کا دن ہے اب کافروں پر حملہ کروں گا اللہ تعالیٰ مجھے جام شہادت نصیب کرے۔ اگر میں شہید ہو جاؤں میرے بعد حذیفہ البہان امیر ہو گا اور اگر حذیفہ بھی شہید ہو گیا تو جریر بن عبد اللہ بھلی تمہارا امیر ہو گا اگر وہ بھی درجہ شہادت پا گیا تو اشعث بن قیس کنہی امیر ہو گا اور وہ بھی شہید ہوا تو میسرہ بن شعبہ امیر ہو گا۔ پھر آسمان کی طرف منہ کر کے کہنا اے خدا مقربن کے بیٹے کو ان کافروں پر فتح یاب کر دو اور مجھے اپنے فضل و کرم سے درجہ شہادت عطا کرنا۔ انک علی کل شیء قدیر تحقیق تو ہر شے پر قادر ہے۔ پھر کہا اے دوستو آج جمعہ کا دن ہے جب آفتاب نصف النہار سے تجاوز کرے گا اور ہوائے فتح و نصرت چلے گی مسلمان مدینہ اور مکہ کی مسجدوں میں ہمارے واسطے اللہ تعالیٰ سے فتح و نصرت کی دعائیں مانگیں گے اس وقت حملہ کر کے بہ مقابلہ کفار جہاد کروں گا ممکن ہے کہ ہمارا حملہ ان کی دعاؤں کی برکت سے مقبول ہو جائے اور اللہ تعالیٰ ہمیں فتح نصیب کرے۔

لشکر ایران کی ہزیمت

نعمان یہ باتیں کر رہی رہا تھا کہ ایرانی لشکر گروہ در گروہ آنے شروع ہوئے۔ فوجوں کے سردار قوی پر کل گھوڑوں پر جو نہایت عمدہ زین و لگام سے آراستہ تھے سوار جھنڈے اٹھائے ہر طرف سے اٹدے چلے آ رہے تھے بہت سے کوہ پیکر ہاتھی اور قسم قسم کا سامان حرب و ضرب ساتھ تھا۔ مسلمان اس شکوہ و شان اور فوج کی کثرت اور بہت کو دیکھ کر خوفزدہ ہو گئے۔ ایک مسلمان نے کہا میں اس دن کو اس روز جیسا تصور کرتا ہوں جس میں دریائے فرات کے کنارے ابو عبیدہ ثقفی اور اس کے ہمراہی شہید ہوئے ہیں۔ عمر بن معدی کرب نے قلب لشکر سے آواز دی اے مسلمانو امیر کے جھنڈے پر نظر رکھو اور اپنی شہادت گوارا کرو آج کا دن بڑی سختی کا دن ہے۔ جب نماز ظہر کا وقت ہوا نعمان نے پہلی مرتبہ جھنڈے کو حرکت دی مسلمانوں نے اس حرکت کو دیکھ کر فوراً گھوڑوں کو علیحدہ کر دیا۔ بجلت نماز ادا کی۔ نعمان نے پھر اپنے جھنڈے کو دوسری بار حرکت دی۔ سب گھوڑوں پر سوار ہو کر حملہ کے لئے لیس ہو گئے۔ ہر شخص ایک دوسرے سے معافی طلب کر کے مصافحہ کرنا اور زار زار رونا تھا۔ اب نعمان نے جھنڈے کو تیسرے دفعہ حرکت دے کر بلند کیا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گویا ایک سفید پرند ہوا میں پر پھیلائے تیزی سے لہرا رہا ہے ساتھ ہی تکبیر کی اور حملہ کر دیا۔ تمام لشکر نے اس کی متابعت میں

نعرۂ تکبیر بلند کیا اور ایکبارگی فوج مخالف پر جا پڑے۔ اس وقت ان کی تکبیر کی صداؤں سے دشمن پر ایسی ہیبت چھائی کہ ہاتھ پاؤں میں لرزہ آ گیا۔ کمان داروں کے ہاتھوں سے تیر اور کمانیں چھوٹ گئیں۔ اور قدم ڈگمگائے۔ نعمان کے حملہ کرتے ہی سب مسلمان ٹوٹ پڑے، خوب گھسان کا رن پڑا اور بے شمار انسان موت کے گھاٹ اتر گئے۔ اسی جوش و خروش کی حالت میں نعمان نے ایک عجمی کونیزہ مار کر گرایا اور ایک دوسرے ایرانی نے نعمان کی پشت پر وار کر کے شہید کر دیا۔ اس پر اللہ کی رحمت ہو۔

ایک عرب سوار اسی ہنگامہ میں نعمان کو کشتہ دیکھ کر گھوڑے سے کود پڑا اور نعمان کا عمامہ اس کے منہ پر ڈھک دیا۔ کہ اسے پہچان کر مسلمانوں کے قدم جہاد سے نہ ڈگمگائیں۔ نعمان کے بھائی معصن مقرن نے آگے بڑھ کر جھنڈا سنبھال لیا اور رجز خوانی کرتے ہوئے حملہ کر دیا اور لڑتے لڑتے خود بھی شہید ہو گیا۔ اس کے بعد نعمان کے تیسرے بھائی سوید ابن مقرن نے جھنڈا سنبھال لیا اور رجز خواں ہو کر حملہ کیا۔ کئی عجمی بہادروں کو مار ڈالا۔ جب زخمی ہوا تو الٹا پھرا اور حذیفہ الیربانی نے علم لیا حملہ پر حملہ کر کے حق جہاد کرنا رہا۔ نماز عصر کے وقت تک جنگ ہوتی رہی اور طرفین خوب جی توڑ کر لڑے جب رات ہو گئی تو دونوں فوجیں اپنے اپنے فرودگاہ پر لوٹ آئیں۔

معرکہ روم

اب دوسرا دن ہوا، دن نکلا تو دونوں لشکروں نے پھر معرکہ آرائی کی، تیاری کر کے میدان جنگ میں پہنچے۔ ایرانی سوار جو بڑے قد اور گھوڑے پر خوب جما بیٹھا تھا۔ دونوں صفوں کے بیچ میں آکر کھڑا ہوا۔ شاہان عجم کی تعریفیں کر کے کہا میں گوزر کا بیٹا بوران ہوں۔ تمہارے لشکر میں کوئی ہے جو مقابلے پر نکلے۔ مسلمان اس کی لاف و گزاف سنتے تھے لیکن اس کے مقابلے کی جرات نہ کرتے تھے۔ بوران نے لشکر اسلام پر حملہ کیا اور ایک طرف سے داخل ہو کر دوسری طرف نکل گیا۔ اور وہاں سے پلٹ کر پھر صفوں میں در آیا۔ اور ایک مسلمان کو گھوڑے کی پیٹھ سے اٹھا کر اپنی فوج میں لے گیا اور قتل کر دیا۔ اس کے بعد پھر پلٹ آیا اور دونوں صفوں کے بیچ میں کھڑے ہو کر مبارز طلب کی۔ مگر جب کوئی نہ نکلا تو اس نے پھر فوج اسلام پر حملہ کیا اور ایک کو اٹھا کر دوسری طرف کو ہوتا ہوا اپنے لشکر میں لے گیا۔ جب تیسری دفعہ حملہ کر کے ایسا ہی کرنا چاہا تو عمر بن معدی کرب نے اس کے پیچھے گھوڑا ڈالا اور تلوار کا ایسا ہاتھ اس پر چھوڑا کہ خود کو کاٹ کر سر کو شکافتہ کرتی ہوئی سینے میں در آئی۔ بوران گھوڑے سے گر پڑا اور جان مالک دوزخ کے حوالے کر دی۔ عمر نے گھوڑے سے اتر کر اس کے تمام اسلحہ اتار لئے۔ کہتے ہیں کہ بوران جو بیٹی باندھے ہوئے تھا۔ عمر کے ہاتھ لگی۔ اور اس کی قیمت سات ہزار دینار چارجی گئی۔ عمر معدی کرب کے ہاتھ سے بوران کے ہلاک ہوتے ہی فارسی لشکر نے حملہ کیا اور مسلمانوں کی صفوں کے قریب پہنچ کر تیر برس مانے شروع کئے۔ بہت سے مسلمان زخمی ہوئے اور اس سبب سے کہ وہ برابر تیر برس رہے تھے۔ جو سب نشانہ پر پڑ رہے تھے۔ مسلمان ہرح طرح خستہ اور زخمی ہو رہے تھے۔ یہ حال دیکھ کر عمر بن معدی کرب نے آواز دی کہ اے قرآن شریف کے پڑھنے والے مسلمانوں یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ فارس کے باشندے جنگ کے وقت تم سے زیادہ صابر اور راغب نکلیں اور تم ایسے بے دل اور خستہ ہو جاؤ، اپنی عورتوں اور بچوں کا خیال چھوڑ دو اور ان کی طرف سے کچھ اندیشہ نہ کرو۔ جنگ کی طرف متوجہ رہو۔ کیونکہ جو تم میں سے مارا جائے گا شہید ہو گا اور دنیا میں نیک نامی کے ساتھ شہرت پائے گا، یہ کہہ کر گھوڑے پر سے اتر پڑا اور اس کے ہمراہی بھی پیدل ہو گئے۔

نہاوند میں معرکہ

عجمی دلیروں نے بڑی شکوہ سے عمر پر حملہ کیا۔ اس حملہ میں تیس جنگی ہاتھی بھی کفار کے ساتھ تھے اور ہر ہاتھی پر کئی کئی اشخاص سوار، عمر نے ان کے حملے کے وقت قدم جمائے اور ثابت قدمی سے جنگ کرتا رہا۔ ایک گھنٹہ بھی نہ گزرا تھا کہ میدان جنگ کی زمین ایرانیوں کے خون سے رنگین ہو گئی اور سب کے سب ہاتھی اپنے سواروں سمیت مارے گئے۔ ان میں سے ایک تنفس بھی زندہ نہ بچا۔ یہ حال دیکھ کر ایک اور عجمی گروہ جس میں تقریباً دس ہزار سوار تھے مسلمانوں کی طرف بڑھا ان کا سپہ سالار کاشان کا باشندہ کسریٰ کا سردار آذر گرد نام آگے آگے چلا آتا تھا۔ سر پر مرصع تاج تھا اور خدام بالائے سر جھنڈا کھولے ہوئے دائیں بائیں جانب دس جنگی ہاتھی مسلح اور آراستہ آ رہے تھے۔ اور ہر ایک ہاتھی پر کئی کئی نامور بہادر نیزہ باز سوار تھے۔ آذر گرد کا ہاتھی سب ہاتھیوں سے آگے تھا۔ مسلمان اس نظارہ کو دیکھ کر حیران تھے کہ کیا تدبیر کی جائے۔ قیس بن میرہ مرادی یہ حال دیکھ کر شیر گرسنہ کی طرح جھپٹا۔ اور شمشیر کھینچ کر ہاتھ کی سونڈ پر ایسا وار کیا کہ وہ کٹ کر زمین پر جاگری ہاتھ الٹا پھرا ہر چند اس کے ہمراہیوں نے اسے روکنا چاہا مگر نہ رکا اور ایک ندی میں جا پڑا آذر گرد کا اس سے علیحدہ ہونا ہی تھا کہ مسلمان بھی چاہتے۔ تیرا در تلواروں سے اس کے پرزے کر دیئے۔

اس کے بعد ایک اور ایرانی سردار مہربندان بن رادان نام ایک ہزار نیزہ بردار سواروں کو لے کر مقابلے پر آیا۔ وہ بھی ایک بڑے ہاتھی پر سواروں کو لے کر مقابلے پر آیا وہ بھی ایک بڑے ہاتھی پر سوار طلانی تاج سر پر رکھے برہنہ شمشیر ہاتھ میں لئے ہوئے تھا اور کئی جنگی ہاتھ گرد و پیش موجود تھے۔ عروہ بن زید طلانی نے اپنی فوج سے کہا کہ بھائیو ہماری قوم کے سوا عرب کا کوئی قبیلہ باقی نہیں رہا جس نے ایرانیوں کی جنگ میں اجر عظیم حاصل نہیں کیا۔ میں چاہتا ہوں کہ اس سرکش سردار کو جو اس آن بان سے بڑھا چلا آ رہا ہے۔ پسا کروں، تم کو میری امداد کرنی چاہئے۔ اس کے بچا کی اولاد میں سے تین سواروں نے اس کا ساتھ دیا اور مہربندان کے لشکر کی طرف چلے۔ عروہ نے برہنہ سر ہو کر نعرۂ تکبیر بلند کیا اور مہربندان کے ہاتھی پر حملہ کر کے تلوار سے سونڈ کاٹی ڈالی۔ ہاتھی کے گرتے ہی مہربندان بھی نیچے آ رہا۔ اس پر بھی عروہ نے شمشیر نے ہاتھ رسید کیا کہ سرتن سے جدا ہو کر میدان میں گیند کی طرح دور جا گرا۔ پھر کیا تھا مسلمان کافروں پر ٹوٹ پڑے۔ کشت و خون شروع کیا۔ یہاں تک ان کے ایک ہزار سواروں میں سے پچاس سے بھی کم جان بچا کر بھاگ نکلے۔ مسلمانوں کو مہربندان کی لوٹ، زر کثیر اور مال وافر دستیاب ہوا۔ بہت سے گوشوارے، دستانے، پٹکے اور طوق اور سامان جنگ کے متعلق بہت سی اشیاء مثل خود و زرہ جو شن وغیرہ ہاتھ میں آئیں۔ عروہ شام تک جنگ کرتا رہا۔ جب رات ہوئی تو دونوں فوجیں اپنی اپنی جگہ واپس چلی آئیں اور اپنی درستی میں مصروف ہوئیں۔

تیسرے دن کی لڑائی

جب صبح نمودار ہوئی نہاوند کی جمعیت عظیم شہر سے نکلی، ڈھول نغارے بجتے شروع ہوئے۔ اور مسلمانوں کی صفوں کے مقابل آئے۔ آج حذیفہ یمانی نے اسلامی لشکر کی سینہ اور میسرہ اور قلب و جناح کی سپاہ کو مقررہ ترتیب سے قائم کیا تھا اتنے میں ایک عجمی سردار نوش بن بادان نام خوش خوش ایرانی سپاہ سے آگے نکل کر بڑھا وہ ایک جنگی ہاتھی پر سوار تھا اور

ہست سے ایرانی بہادر گردو پیش موجود تھے۔ عمر بن معدی کرب نے اس کے مقابلے کی تیاری کر کے شمشیر میان میں لی اور نوش جان کے ہاتھی کی طرف چھوٹا جب قریب پہنچا تو نوش جان نے بھی تیر کمان سنبھال لی اور عمر پر تیروں کی بوچھاڑ شروع کر دی۔ پیہم ایک سو تیر پر عمر پر خال کئے جن سے عمر زخمی ہو گیا۔ عمر کے بھائی اس کی مدد کے لئے دوڑے کہ اسے بچا لائیں۔ نوش جان نے بھی اپنے ہمراہیوں کو لٹکارا کہ وہ یکبارگی باگیں اٹھا کر مسلمانوں پر آپڑے، دست بدست جنگ ہونے لگی۔ اس اثناء میں عمر سنبھل گیا اور لشکر سے علیحدہ ہو کر نوش جان کے ہاتھ کی سوڈ پر وار کیا۔ سوڈ کا کٹ کر گرنا تھا کہ ہاتھی بھاگا اور کچھ دور جا کر گرا پڑا۔ مسلمان دیکھ کر دائیں بائیں سے دوڑ پڑے اور نوش جان کے قریب پہنچتے ہی ضرب شمشیر سے کام تمام کر دیا۔ دونوں لشکروں سے شور و غل بلند ہوا۔ اور گردو غبار سے تمام میدان اٹ گیا۔ نوش جان کے قتل ہوتے ہی ایک اور نمائندہ بہادر ہرمزین داران نام پانچ ہزار چیدہ عجمی جو ان لے کر مقابل ہوا۔ حذیفہ نے اپنی فوج کی طرف مخاطب کر کے کہا اے مسلمانوں ان عجمیوں میں ذرا بھی انصاف نہیں ہے کہ ایک مرد کے مقابل ایک ہی شخص کو بھیجیں ان کے لئے ایک ہی آدمی جاتا ہے تو مرد مقابل کے یاروں اور رشتہ داروں میں سے ہزار آدمی اس کی مدد پر نکل آتے ہیں۔ اور سب یکہ و تما شخص پر ٹوٹ پڑتے ہیں۔ اب لشکر کثیر نکل کر مقابل میں آیا۔ سب کے سب اسلحہ اور سامان حرب سے آراستہ ہیں۔ ہست سے جنگی ہاتھی ساتھ ہیں۔ تم اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم پر بھروسہ رکھو اور اس کی طرف سے حفاظت اور امداد پہنچنے کے امیدوار رہو۔ اور دین اسلام کی تقویت اور شریعت خیر الانام کی رونق قائم رکھنے کے ارادہ سے جانوں پر کھیل جاؤ۔ میں اس باطل قوم پر حق کی طرح حملہ کروں گا تم کو میرا ساتھ دینا چاہئے۔ سب نے اقرار کیا اور حملے کے لئے مستعد ہو گئے۔ اتنے میں فیس غیلان کے قبیلہ کے دو بھائی بکر اور مالک اپنی صفوں سے نکلے کہ ہم اس مردار پر جس کا نام ہرمز ہے۔ حملہ کریں گے اور جزائے نیک کے سوا اور کوئی خواہش نہیں۔ پھر متفق ہو کر مقابلے پر نکلے۔ کچھ دیر تک نیزے سے جنگ کرتے رہے اور لشکر میں سے راستہ نکال کر ہرمز پر جا پڑے ایک نے دست راست سے اور دوسرے نے دست چپ سے حملہ کر کے نیزہ مارا ہرمز ہاتھی سے نیچے گر گیا اور مر گیا۔ اس کے لشکر نے یہ حادثہ دیکھ کر دونوں بھائیوں کو گھیر لیا۔ تلوار پر تلوار مارتے تھے یہاں تک کہ دونوں شہید ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ دونوں پر رحمت نازل کرے پھر تو ہر طرف سے لشکر کفار نے جوم کر کے مسلمانوں کا رخ کیا۔ عمر بن معدی کرب نے اس سیل دارو گیر کو دیکھ کر کہا اے مسلمانوں اس دن کو معرکہ قادسیہ کے دن جیسا سمجھنا چاہئے۔ اے بنی زبید کے بہادر اور اے بنی مزینج کے دلاور اور اے نجد کے سپاہیوں خوب سمجھ لو کہ آج جو شخص جنگ میں ہابت قدم رہے گا مدینہ میں قریش اور دوسرے باشندگان عرب اس کی تعریفیں اور توہینیں بیان کریں گے اور اس کی شجاعت اور بہادری کے تذکرے کریں گے۔ پھر جریر بن عبد اللہ بجلي نے مخاطب ہو کر کہا اے مسلمانو تمہیں دشمن سے جنگ کرتے آج تیرا دن ہے۔ ہم جہاں تک انہیں قتل کرتے ہیں ان کی تعداد میں کوئی کمی نہیں ہوتی۔ جب ہم کسی لشکر کو شکست دے کر بھاگ دیتے ہیں تو اس سے بھی زیادہ اور فوج مقابلے پر آتی ہے۔ ہمارا امیر نعمان بن مقرن اور اس کے بھائی اور سردار شہید ہو چکے ہیں۔ اور یزید جرد بادشاہ اصفہان میں موجود ہے ہمیں اس کی طرف سے بھی بے فکر نہ رہنا چاہئے۔ مبادا وہ اور مزید فوج بھیج دے اس لئے مصلحت یہی ہے کہ جس قدر ممکن ہو جلد سے جلد اس مہم کو ختم کر دینا چاہئے۔ ہم میں جو مارا جائے گا بہشت میں جائے گا اور جو زندہ رہے گا وہ نیک نامی کے ساتھ شہرت پائے گا۔ طلحہ بن خویلد نے قسم کھا کر کہا جریر بچ کتا ہے اس سے انکار نہ کرنا چاہئے۔ اس مہم کا خاتمہ اسی حملے میں ہونا چاہئے۔ خواہ فتح ہو یا شکست! ہم میں ایرانی لشکروں کے مقابلے کی زیادہ طاقت نہیں۔

عمر بن معدی کرب نے کہا اے سرداران عرب شکست کا نام نہ لو، انشاء اللہ تعالیٰ ہم فتح پائیں گے اور ہمارا دل گواہی دے رہا ہے مسلمان ضرور فتح یاب ہوں گے۔ پھر کہا اے بھائیو آج کا دن ایسا ہے کہ جو شخص آج کوشش کرے گا ہمیشہ نام روشن رکھے گا۔ میں چاہتا ہوں کہ آج مجھے شہادت نصیب ہو اور جس کسی کو آرزوئے شہادت ہو میرے ساتھ آئے۔ خدا کی قسم میں واپس نہ ہوں گا تاوقتیکہ مسلمانوں کو فتح نصیب نہ ہو۔ یا مجھے شہادت۔ یہ کہہ کر گھوڑے پر سوار ہوئے اور قبضہ ششیر پر ہاتھ رکھ کر رجز پڑھی اور تکبیر کہہ کر کفار پر جا پڑا۔ قبیلہ مذحج کے سوار اس کے ساتھ لگ گئے۔ بڑی سختی سے کفار کا مقابلہ کیا۔ تلوار سے تلوار بچنے لگی۔ اس قتل و قح کی گرم بازاری میں عمر کے گھوڑے نے گردنی دکھائی۔ عمر گھوڑے سے نیچے آ رہا۔ اور گھوڑا بھاگ گیا۔ ایرانی فوج نے عمر کو گھیر لیا۔ یہ جنگ کرتا رہا یہاں تک کہ اس کی تلوار ٹوٹ گئی۔ عمر ایک اور تلوار ڈولتوں بھی لگائے ہوئے تھا وہ نکال لی اور بہادرانہ جنگ کر کے بہت سے آدمی قتل کئے انجام کار وہ تلوار بھی ٹوٹ گئی۔ اب عمرو نے سمجھ لیا پناہ دشوار ہے اپنے ہمراہیوں کو آواز دی کہ بھائیو جان پر کھیل کر لڑتے رہو۔ آج ہی کا دن معرکہ آرائی کے لائق ہے۔ ادھر کفار بجوم کر کے مسلمانوں پر ٹوٹ پڑے ادھر مسلمان بھی جان توڑ کر لڑ رہے تھے۔ مگر ایرانی لشکر کی تعداد بہت زیادہ تھی۔ ہر طرف سے اڑے چلے آتے تھے۔ اسی انشاء میں ایک ایرانی بہادر ہرام نام نے عمر پر حملہ کیا اور موقع پر ایک تلوار سر پر لگائی۔ عمر زخمی ہو کر گر پڑا۔ پھر تو تمام لشکر اس کی طرف پل پڑا اور اسے شہید کر دیا۔ اس پر اللہ کی رحمت ہو۔

عمر کے شہید ہوتے ہی سبھی لشکروں نے پے در پے حملے شروع کر دیئے اور پسا کرتے ہوئے لشکر گاہ سے بھی دور ہٹا لے گئے اور مسلمانوں کے گروہ ایک دوسرے سے علیحدہ ہو گئے مگر ہر ایک جماعت جنگ میں مشغول تھی۔ اب لشکر کی سرداری ساریہ بن عمرو حنفی کے ہاتھ میں تھی۔ مسلمانوں کی کچھ جماعت اس کے گرد ہو گئی۔ اور نہایت ہی غیظ و غضب سے منہ میں کف لا کر کافروں پر حملہ کیا اور ان کی بڑھی ہوئی جمعیت کو پیچھے دھکیل دیا۔ اور قلب لشکر میں گھس جانے کا ارادہ کر لیا۔ کہ شاید اس آخری کوشش سے مہم سر ہو سکے۔ پس بہ آواز بلند تکبیر کہہ کر بھری ہوئی جمعیت کو ایک جگہ جمع کیا اور سب نے شوق ہو کر ساریہ کے زیر حکم ایرانیوں کے قلب لشکر پر حملہ کیا۔ رزم گاہ کے ایک سمت پہاڑ واقع تھا اور کچھ ایرانی بہادر اور افسر کہیں گاہ میں چھپے ہوئے تھے۔ کہ لشکر اسلام اس جگہ سے گزر جائے گا تو عقب سے حملہ آور ہو کر روک لیں گے۔ اور اب چونکہ ان کی جمعیت تھوڑی سی رہ گئی ہے اس لئے سب کو آسانی کے ساتھ قتل کر دیں گے۔

نہاوند میں عرب و عجم کا معرکہ

مسلمانوں کو اس بات کی مطلق خبر نہ تھی۔ تکبیر کہتے ہوئے آگے بڑھے چلے جا رہے تھے۔ جب اس پہاڑ کے متصل پہنچے تو ساریہ کے کان میں آواز آئی کہ ہا صلا، العجیل العجیل اے ساریہ آگے پہاڑ ہے خیروار ہو عقب میں دشمن گھات لگائے ہوئے بیٹھا ہے۔ ساریہ نے فوراً گھوڑے کی باگ روک لی اور سب مسلمان بھی ٹھہر گئے بغور دیکھا تو معلوم ہوا کہ ایرانی فوج پہاڑ کی آڑ میں گھات لگائے مستعد بیٹھی ہے۔ کہ مسلمان کچھ اور آگے بڑھ جاتے تو وہ کینن گاہ سے نکل کر گھیر لیتے۔ ساریہ نے کہا اے لوگو یہ محض عنایت الہی ہے کہ ہمیں ایسے خطرناک مقام کے متعلق مطلع کر دیا۔ اور لشکر کفار کا مکرو فریب کارگر نہ ہوا اگر ہم بے خبری میں آگے بڑھ گئے ہوتے تو سخت نقصان اٹھاتے۔ اب مناسب یہی ہے کہ سب کے سب ان گھات لگانے والوں پر حملہ کر دیں۔ اور انہیں منتشر کر کے قلب لشکر کی خبر لیں۔ مسلمانوں نے یکبارگی پہاڑیوں پر

حملہ کر کے کچھ کو قتل کر دیا اور کچھ بھاگ گئے۔ جب تائید ایزدی سے اس لشکر کو منتشر کر دیا تو قلب لشکر کی طرف رخ کیا۔ اور ایسی خونریز جنگ ہوئی کہ بیان نہیں ہو سکتا۔ زیادہ عرصہ نہ گزرا تھا کہ ایرانی لشکر کا بہت سا حصہ خاک و خون میں غطال نظر آنے لگا۔ ہر طرف کشتوں کے پٹے لگ گئے۔ جدھر سے ایرانی لشکر حملہ آور ہوتا مسلمان شیر گرسہ کی طرح اسی طرف کو جھپٹتے اور مار گراتے۔

انجام کار ایرانی مغلوب ہو کر بھاگ نکلے۔ نماند کا علاقہ مسلمانوں کے ہاتھ میں چھوڑ کر فرار ہو گئے جس کا جس طرف منہ اٹھا چلا گیا۔ مسلمانوں نے دو فرلانگ تک تعاقب کیا۔ بے شمار آدمی قتل اور اسیر کئے۔ مسلمانوں نے وہ رات نماند میں بسر کی اور اس اندیشے سے کہ مبادا ایرانی جمع ہو کر بے خبری میں چھاپہ ماریں۔ شب بھر گردا گرد سپرہ دیا۔ اللہ تعالیٰ نے شکست خوردوں کے دل میں اس قدر رعب اور ہراس پیدا کر دیا تھا کچھ قم کی طرف اور کچھ کاشان کی جانب بھاگ گئے۔ اور باقیوں نے ہانسوگان اور اصفہان کی راہ لی۔ دوسرے دن مسلمانوں نے اس فتح عظیم کے بعد لوٹ کا سامان اکٹھا کیا۔ ہر قسم کا اسباب بکثرت جمع ہو گیا۔ پھر اپنے اپنے کشتوں کو تلاش کر کے دفن کیا۔ بعضے شہیدوں کو اس مقام پر دفن کیا جسے قبور الشهداء کہتے ہیں۔

شہیدوں کے دفن سے فارغ ہونے کے بعد ایک نماندی نے سائب بن اقرع کے پاس حاضر ہو کر کہا اے امیر میں تجھ سے کچھ کہنا چاہتا ہوں۔ سائب نے کہا بیان کر۔ اس نے کہا اگر تم مجھے اور میرے کہنے کو امان دو گے تو بخیر جان کا خزانہ بتا دوں گا۔ سائب نے کہا ایسا ہی کیا جائے گا۔ تو خزانہ کا حال بتا کہاں ہے۔ اور بخیر جان کون شخص گزرا ہے۔ اس نے کہا بخیر جان بادشاہ یزد جرد کا وزیر تھا۔ یزد جرد بخیر جان کی بیوی سے جو نہایت حسین اور نازک تھی خفیہ طور پر محبت رکھتا تھا۔ بخیر جان نے اس راز کو معلوم کر کے اس عورت کے پاس جانا چھوڑ دیا۔ رفتہ رفتہ بادشاہ کو اس امر کی خبر ہو گئی۔ ایک دن بخیر جان سے پوچھا میں نے سنا ہے کہ تیرے قبضے میں اب صاف کا چشمہ ہے مگر تو اس سے لب تر نہیں کرتا اس نے جواب دیا بے شک یہی بات ہے میں نے اس چشمے کے متصل شیر کے پنجوں کے نشان دیکھ پائے ہیں اس لئے بخوف جان اس کے پاس نہیں جاتا۔ بادشاہ سمجھ گیا کہ بخیر جان کو اس کی اطلاع ہو گئی ہے۔ ایک تاج مرصع جو اہر اور طلائی سامان کثیر بطور انعام بخشا۔ بخیر جان نے وہ سب اپنے خزانہ میں جس سے میرے سوا اور کوئی شخص واقف نہیں ہے رکھو چھوڑا ہے اور بخیر جان اسی جنگ میں مارا گیا ہے۔ سائب نے کہا بہت اچھی بات ہے۔ نماندی نے سائب کو خزانہ بتا دیا۔ اور اس نے تمام سامان کو ایک مفضل صندوق میں بند کر کے اور مہربں لگا کر سب سے پوشیدہ اپنے پاس رکھ چھوڑا جس وقت لوٹ کا تمام سامان فراہم ہو گیا جس نکال کر باقی فوج میں تقسیم کر دیا۔ الغرض سائب سب کچھ مال قیمت اور ذخیرہ بخیر جان ہمراہ لے کر مدینہ میں بخیر مت خلیفہ حاضر ہوا۔

امیر المومنین سائب کو آتا دیکھتے ہی اٹھ کھڑے ہوئے اور پوچھا سائب لشکر کا کیا حال ہے۔ میں اس فکر سے بے چین ہوں۔ سائب نے کہا اے امیر المومنین بشارت ہو کہ آپ کی دعا کی برکت سے مسلمانوں کو بہت بڑی فتح ہوئی ہے اور کفار مقصور و برباد ہو گئے ہیں۔ یہ نماند کی لوٹ کا مال حایر ہے۔ عمر نے لشکر والوں میں سے ہر ایک کا حال پوچھا۔ سائب جواب دیتا رہا۔ جب عمرو بن معدی کرب کو پوچھا سائب نے کہا امیر المومنین کی عمر دراز ہو وہ جنگ میں شہید ہو گیا۔ اس نے اس قدر زخم کھائے تھے کہ شناخت میں نہ آتا تھا صرف لباس سے پہچانا گیا۔ پھر نعمان کو پوچھا سائب نے کہا پہلے روز کی لڑائی میں سب سے پہلے وہی شہید ہوا تھا۔ امیر المومنین نعمان، عمرو اور ان تمام شہیدوں کے واسطے بہت ہی روئے اور کہا اے پار الہا جن لوگوں نے اسلام کو قوت پہنچائی اور دین کو رونق بخشے کے لئے جانیں دی ہیں ان کو بخش دیجو۔ پھر کہا

اے سائب اب لشکر کا کیا حال ہے۔ سائب نے جواب دیا کہ تقسیم غنیمت اور قبضہ ملک کے بعد خمس میرے ہاتھ مدینہ روانہ کر کے کوفہ والے کوفہ کو اور بصرہ والے بصرہ چلے گئے ہیں۔ اس کے بعد امیر نے خمس غنیمت طلب کیا۔ جو مسجد میں حاضر کیا گیا۔ تمام ماجرو انصار بھی آگئے۔ اس وقت ہر ایک کا حصہ دے دیا گیا۔

تسخیر نہاوند و ہزیمت کفار

اس تقسیم کے بعد سائب نے امیر المومنین کے پاس حاضر ہو کر بہ آہستگی خزانہ ہجیر جان کا ذکر کیا آپ نے فرمایا کہ کہاں ہے حاضر کر۔ سائب نے سامنے رکھ کر کھولا۔ عمران جو اہرات کو دیکھ دیکھ کر تعجب کرتے تھے۔ عثمان بن عفان، حضرت علی ابن ابی طالب اور طلحہ و زبیر نے بھی معائنہ کیا۔ امیر المومنین نے ان سب کے سامنے اس صندوق کو اسی طرح مقل کر اکر بیت المال میں بھیج دیا کہ کسی دن مسلمانوں کے کام آئے گا۔ اس کے بعد سب اپنے اپنے گھر چلے گئے۔ دوسرے دن امیر المومنین نے تمام احباب اور سائب کو طلب کیا۔ اور کہا سائب تو نے مجھے کس آگ میں جلانا چاہا تھا۔ اس نے کہا خیر ہے۔ بیان فرمائیے۔ کیا بات ہے۔ آپ نے کہ وہ صندوق جو تو لایا ہے۔ اور اب بیت المال میں رکھا ہے میں نے خواب میں یہ دیکھا کہ اس سے آگ کے شعلے نکل رہے ہیں اور اس کے شعلوں کی گرمی مجھ سے قریب ہوتی جاتی ہے۔ پیچھے ہٹتا ہوں کہ مبادا جل جاؤں اسی حیرانی و پریشانی میں کسی کو کہتے سنا کہ اے پسر خطاب اس طلائی سامان کو ان ہی مسلمانوں کے پاس بھیج دے جنہوں نے اپنی جائیں عزیز نہیں کی ہیں۔ وہ لوگ اس میں سے اپنا حق لے کر خمس تیرے پاس بھیج دیں گے۔ اے سائب تو اس صندوق کو فی الفور کوفہ اور بصرہ میں لے جا اور فروخت کر کے جس جس کا حق اس میں شامل ہے۔ ان کو تقسیم کر پھر خمس میرے پاس واپس لا کہ یہاں کے مسلمانوں میں تقسیم کروں۔ سائب نے بحکم امیر المومنین ان جو اہرات کو لیا اور کوفہ کی مسجد جامع میں رکھ کر فروخت کیا۔ عمر بن حریث مخزومی نے اس مال کو بہ عوض رقم کثیر خرید کر لیا۔ سائب نے خمس علیحدہ کر کے باقی روپیہ کوفہ اور بصرہ کے ان مسلمانوں میں تقسیم کر دیا جو معرکہ نہاوند میں شریک تھے۔ اور زر خمس امیر المومنین عمر کو پہنچا دیا۔ اور وہ صحابہ پیغمبر میں تقسیم کر دیا گیا۔

عہد عمر میں علاقہ رے اور دشت پے کی تسخیر

جب مسلمانوں نے نہاوند کو فتح کر لیا اور بے اندازہ مال و دولت ہاتھ آیا تو اسلامی لشکر کو زر و مال اور سامان جنگ کی طرف سے بہت بڑی تقویت حاصل ہو گئی۔ اب امیر المومنین نے علاقہ رے اور دشت پے کی تسخیر کا منصوبہ سوچا۔ کوفہ کے حاکم عمار یاسر کو نامہ لکھا جس کا مضمون یہ تھا:

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ عبد اللہ عمر امیر المومنین کی طرف سے یہ خط عمار یاسر کے نام ہے خدائے عزوجل کے لئے حمد و ثنا زبا ہے جس نے اپنے وعدہ کو سچ کر دکھلایا اہل اسلام کو فتح و نصرت عطا فرمائی اور کافروں کو ذلیل و خوار کیا اے خدا کے بندو! جناب باری تعالیٰ کی حمد و ثنا اور اس کی نعمتوں کا شکر اور سپاس بجا لاؤ۔ اسی نے دشمنوں کے ممالک پر تم کو قبضہ دیا ہے اور اسی نے ان کا مال و متاع تمہیں بخشا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم پر بھروسہ رکھو وہی سب سے اچھا آقا اور سب سے بہتر مددگار ہے۔ اے عمار یاسر اس خط کے پہنچنے ہی تمام مسلمانوں کو اس کے مدعا سے مطلع کر کے حصول فتح و

نصرت کا یقین دلانا کیونکہ خدا بہترین مددگار ہے۔ پھر لشکر کوفہ کا جائزہ لے کر سب قبیلوں میں سے دس ہزار جنگجو بہادر منتخب کرنا اور عروہ بن زید طائی کو اس لشکر کا سردار بنا کر جانب علاقہ رے اور دشت پے چلنا کر دینا۔ خدا نے چاہا تو اس کے فضل و کرم قدرت سے یہ سرزمین عروہ کے ہاتھوں سے فتح ہو جائے گی۔ اللہ تعالیٰ تمام چیزوں پر قادر ہے اور وہ پشت و پناہ ہے۔ امیر المومنین عمر کا خط پہنچتے ہی عمار یا سمر نے مضمون خط سے واقف ہو کر منادی کر دی کہ سب لوگ جامع مسجد میں جمع ہو جائیں۔ جب سب جمع ہو گئے۔ امیر المومنین کا فرمان دکھا کر کہا:

باشندگان رے سے جنگ کرنے کی تحریص ترغیب دلائی سب نے اس تجویز کو دل و جان سے منظور کیا۔ جائزہ کے وقت کل دس ہزار آدمی نکلے۔ یہ لشکر عروہ کے حوالے کر کے مہم رے کا حکم دیا اور اس کی تسخیر کے لئے سخت تاکید کی۔ عروہ نے قبیل حکم کے لئے تیاری کی۔ اور فوج لے کر رے کی سمت روانہ ہوا۔ حلوان پہنچ کر جریر بن عبد اللہ بجلی سے جو آٹھ ہزار کی جمعیت سے اس علاقہ کی نگرانی کر رہا تھا ملا۔ عروہ نے دو روز قیام کیا کہ لشکر آرام پائے پھر ہمدان کا رخ کیا۔ اس وقت ہمدان میں ایک ایرانی سردار کسی قدر فوج سمیت موجود تھا۔ جب اسلامی لشکر قریب پہنچا تو اسے خدشہ ہوا تو وہ اپنی فوج سمیت قم کی طرف بھاگ نکلا۔ عروہ نے ہمدان میں داخل ہو کر چند روز قیام کیا اور جس قدر رسد فراہم ہو سکی ہمراہ لے کر رے کی طرف بڑھا۔ مقام ساوہ میں ایک عجمی فرمانروا نرودان بن اردوبان نام دشت بے کے دہقانوں اور باشندگان ساوہ کی دو ہزار جمعیت کے ساتھ ملیم تھا۔ عروہ کے لشکر کی آمد سن کر بذرلیہ منادی فوج کو فراہم کیا۔ اور جانب رے فرار ہو گیا۔ اب اسلامی فوجیں ساوہ میں آ پڑیں۔ رے کے بادشاہ فرخندہ بن زاد مہر کو اس کی اطلاع ہوئی تو وہ بہت گھبرایا۔ اور قاصد بھیج کر دلیلم سے فوجیں طلب کیں وہاں سے دس ہزار کا لشکر اس کی امداد کے لئے آیا۔ اور بیس ہزار باشندگان رے کی جمعیت اس کے ساتھ ہو گئی۔ غرضیکہ اس کا لشکر چالیس ہزار سے بھی تجاوز کر گیا۔ عروہ نے حقیقت حال معلوم کر کے اپنی فوجوں کا دل بڑھایا اور ایرانیوں کے ساتھ محرمہ آرائی کی ترغیب دلائی۔ ساوہ سے بہ سمت رے کوچ کیا۔ تین شبانہ روز کی مسافت کے بعد رے کے متصل پہنچ کر اور شہر سے دو فرسخ کے فاصلے پر قیام کیا۔ رے کا بادشاہ چالیس ہزار بہادر لے کر نکلا اور مسلمانوں کی سمت بڑھا۔ عروہ نے لشکر کو ترتیب دے کر مینہ میں منتقلہ بن زید کو، میسرہ میں سماک بن ہلال، عیسیٰ کو حجاج پر، سوید بن مقرن نعمنی کو سردار مقرر کیا اور خود جمہور اسلام کے لشکر کے ساتھ قلب لشکر میں جگہ لی اور با آواز بلند کہا خوب سمجھ لو کہ بہشت ایمانداروں کے واسطے ہے اور دوزخ کافروں کے لئے۔ خدا کی قسم تم اس قوم کے بہادر ہو جس نے قادیسیہ، مدائن، جلولاء، خاضین اور حلوان کو فتح کیا ہے اور ان مقامات کے بے شمار لشکروں کو ہلاک اور پرانہ کر دیا ہے۔ تمہیں نے نہادند کو تسخیر کیا ہے اور اس قوم کو اور اس کی جنگ آرائی کو اچھی طرح آزما رکھا ہے۔ جب تک ان کے ترکش میں تیر رہتے ہیں تیر بازاں کر کے لڑتے رہتے ہیں۔ اور یہ حالت چند لمحے سے زیادہ نہیں رہتی۔ جب تیر نہیں رہتے تو پھر تاب مقابلہ نہیں لاتے تم نے یہ کیفیت دیکھ رکھی ہے اور ان کی بہادری اور دلیری کو جانتے ہی ہو۔ اب محرمہ آرائی کی طرف متوجہ ہو اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے دلوں کو قوی رکھو۔ عروہ یہ کہہ ہی رہا تھا کہ رے کا ایک بہادر وادہ نام لشکر کفار کی صفوں سے نکلا۔ اور میدان میں گھوڑے کو کاوا پھینک کر اپنا نام ظاہر کیا اور اپنی بہادری بیان کر کے مرد مقابل طلب کیا۔ رشید بن معید بجلی فوج اسلام میں سے نکلا اور اس کے مقابل ہو کر کچھ دیر تک گھوڑے کو گرایا۔ پھر جنگ نیزہ شروع ہوئی۔ عین ہنگام کارزار میں بجلی نے موقع پا کر ایسا نیزہ مارا کہ وہ گھوڑے سے نیچے آ رہا اور مر گیا۔ مسلمانوں کو اس بجلی فتح پر بڑی خوشی ہوئی سب نے نعرہ مار کر بہ آواز بلند تکبیر کہی جس سے کافروں کے دل پر ان کا رعب چھا گیا۔ اب عروہ بن زید قلب لشکر سے نکلا۔ زرد رنگ گھوڑے پر سوار تھا اور عمامہ باندھا ہوا تھا۔ بولا اے مسلمانو

فتح ہمارے ہی مقدر میں ہے۔ کفار اس ہمارے مارے جانے سے حوصلہ ہار چکے ہیں۔ اور ہمارے خوف سے قدم آگے نہیں بڑھا سکتے۔ آج مجھے تمہاری اداؤ کی ضرورت ہے تمہیں قسم دلاتا ہوں کہ میرا ساتھ دو اور سستی اور خوف کو فدا پاس نہ آنے دو۔ مجھے پر نام اور دشمنوں کو خوش نہ کرنا میں ان کافروں پر حملہ کرانا ہوں تم میرے ساتھ سے الگ نہ ہو جانا۔ قبیلہ طے کے جوانوں نے ہر طرف سے آواز دی ہم فرمایا ہوا رہیں جو حکم ہو گا بجالائیں گے۔

اس کے بعد عروہ نے رجز بڑھا اور حملہ کر دیا۔ ساتھ ہی مسلمانوں نے بھی بائیں اٹھائیں اور ایسی سختی سے جنگ کی کہ اسی ایک حملے میں ولیم و رے کے سات سو آدمی قتل کر دیے۔ رے کا بادشاہ مسلمانوں کی شجاعت کا یہ عالم دیکھ کر زیادہ تائب مقابلہ نہ لاسکا۔ میدان جنگ سے فرار اختیار کیا اور اس کا لشکر بہت بری طرح شکست کھا کر شہر میں داخل ہوا۔ مسلمانوں کو لوٹ مار میں بے شمار زر و مال اور اسلحہ و مویشی ہاتھ آئے۔ دوسرے دن ملک فرخندہ نے قاصد بھیج کر صلح کی درخواست کی کہ اسے رے سے علیحدہ نہ کریں۔ وہ نئی الوقت دو لاکھ دینار حوالہ کرنے کا۔ اور سالانہ ہزیہ تیس لاکھ دینار دینا رے کا۔ عروہ نے اس معاہدہ کو منظور کر لیا اور زر مقررہ لے کر خنس خلیفہ کی خدمت میں بھیج دیا۔ اور جملہ کیفیت جنگ و فتح مندی بھی لکھ بھیجی۔ امیر المومنین نے جواب میں لکھا کہ اپنے لشکر کے کسی سردار کو رے میں چھوڑ کر کہ وہ مقررہ رقم وصول کرے خود یہ تعجب تمام تم اور کاشان پر حملہ آور ہو۔ عروہ نے امیر المومنین کے مضمون خط سے آگاہ ہو کر قبیلہ عبدالقیس کے ایک نوجوان زکوة بن مصعب کو رے میں چھوڑا کہ مقررہ جزیرہ وصول کرے اور کوفہ کے تین سو سوار دے کر خود بہ جانب تم و کاشان روانہ ہوا۔ حاکم نے اسلامی لشکر کی نقل و حرکت سے مطلع ہو کر کاشان کی راہ لی اور وہاں بھی کچھ دیر نہ ٹھہر کر جانب اصفہان بھاگا۔ اس وقت یزدجرد بادشاہ اصفہان میں مقیم تھا۔ حاکم تم نے حاضر خدمت ہو کر عرض کی اسے بادشاہ اہل عرب ٹلیہ کرتے چلے آ رہے ہیں۔ انہوں نے ہمدان اور رے پر بھی اپنا قبضہ کر لیا ہے اب تم کی طرف بڑھتے چلے آ رہے ہیں۔ میں ان کے مقابلے کی تاب نہ لا کر یہاں بھاگ آیا ہوں اور سنتا ہوں کہ وہ تعاقب کئے چلے آ رہے ہیں۔ جو کچھ حال تھا میں نے حضور کی آگاہی کے لئے عرض کر دیا۔ یزدجرد اس خبر کو سن کر بہت ہی گھبرایا کوئی تدبیر اس کی سمجھ میں نہ آئی تھی۔ عروہ نے تم میں پہنچ کر جو کچھ پایا سمیٹ لیا۔ وہاں سے چل کر کاشان آیا۔ یہاں سے بھی جس قدر زر و مال ملا لوٹ لیا۔ اسی اثاء میں خلیفہ کا ایک خط جلوان میں جریر بن عبداللہ بکلی کے پہنچا لکھا تھا کہ ہمدان میں پہنچ جائے۔ جریر نے حسب الحکم فوج سپہ جلوان کی طرف قدم بڑھایا اور جس قدر مال و دولت اور مویشی ہاتھ آئے لوٹ کر ہمدان میں ڈیرے ڈال دیئے۔ اب عروہ تم اور کاشان میں مقیم تھا اور اس کا نائب رے میں۔ یزدجرد نے ان سب حالات سے آگاہ ہو کر حالت اضطراب میں جبکہ اسے کوئی تدبیر نہ سمجھتی تھی عجمی سرداروں میں سے ایک شخص قادر و سفار کو بلایا اور اصفہان میں اپنا قائم مقام کر کے خود فارس کی طرف متوجہ ہوا۔ اور شہرا مطر میں پہنچ کر قیام کیا۔ خلیفہ نے خبر پاتے ہی کہ یزدجرد اصفہان سے بھاگ گیا ہے۔ عروہ کو لکھا کہ تم اور کاشان میں ہی قیام رکھنا اور کسی طرف نہ جانا تا وقتیکہ اور کوئی دو سرا حکم صادر نہ ہو۔

اور دو سرا خط ابو موسیٰ اشعری کے نام جو بصرہ میں تھا روانہ کیا۔ اور حکم دیا کہ یہ عجلت تمام اصفہان کی مہم پر روانہ ہو جائے۔ ابو موسیٰ اشعری نے خط پڑھتے ہی بصرہ میں ستاری کرا دی اور ان کو خلیفہ کا خط سنا کر کہا کہ فوراً مہم اصفہان کی تیاری کرو۔ ابو موسیٰ کے اس کہنے کے ساتھ ہی ہر طرف سے شور بلند ہوا کہ ہم دل سے تعمیل احکام کے لئے تیار ہیں۔ جب سب جماد کے لئے آمادہ ہو گئے تو ابو موسیٰ نے قبیلہ بکر بن وائل کے ایک شخص حمام بن عجم کو بلا کر اور اپنا نائب مقرر کر کے بصرہ میں چھوڑا اور خود اواج بصرہ کے ہمراہ اصفہان کی طرف روانہ ہوا۔ اب ہوا میں پہنچ کر تین دن قیام کیا پھر

وہاں سے کوچ کر کے اصفہان کا رخ کیا۔ اور اصفہان کے متصل پہنچ کر خزانہ کے ایک شخص عبداللہ بن بیدیل کو دو ہزار جوانان بھرہ کی جمعیت دے کر پیش خمیدہ کے طور پر سب سے پہلے داخل اصفہان ہونے کے لئے روانہ کیا۔ یزدجرد کا نائب قار و سفان مسلمانوں کی آمد کی خبر سن کر تیس ہزار سوار لے کر شہر سے نکلا اور فارس کی طرف بھاگ عبداللہ نے جو ہراول لشکر تھا اس کے بھاگنے سے اطلاع پا کر اس کا پیچھا کیا اور سخت کوشش کی کہ اسے جا پکڑے مگر قار و سفان دور نکل چکا تھا۔ عبداللہ کے ہاتھ نہ آیا۔ اب عبداللہ نے پلٹ کر اصفہان کے دروازہ پر فوج ڈال دی۔ اہل شہر نے ایک قاصد بھیج کر صلح کی درخواست کی۔ عبداللہ نے ابو موسیٰ کے پیچھے تک انتظار کیا۔ جب وہ آگیا اور شہر کے مقابل اتر پڑا تو عبداللہ قاصد کو ابو موسیٰ کے پاس لے گیا اور صلح کی خواہش ظاہر کی ابو موسیٰ نے صلح منظور کر لی اور یہ معاہدہ قرار پایا کہ ایک لاکھ درہم نقد اور جزیہ دیں۔ ابو موسیٰ نے بغیر لڑے بھڑے اور کسی شخص کا خون کئے بغیر آسانی سے اصفہان پر قبضہ کر لیا اور شہر میں داخل ہو کر اس جگہ جسے میدان کہتے ہیں قیام کیا۔ پھر امیر المومنین کی خدمت میں عرضہ لکھا۔ شہر اصفہان کی تسخیر اور پچھلے حالات سے اطلاع دی اور یہ بھی لکھا کہ میں اصفہان میں مقیم ہوں اور امیر المومنین کے حکم کا منتظر کہ جو کچھ ارشاد ہو بجا لائیں۔

امیر المومنین ابو موسیٰ کے خط کو پڑھ کر بہت خوش ہوئے اور خدائے سبحانہ تعالیٰ کی حمد و ثانیان کی۔ جس وقت قار و سفان نے فارس میں پہنچ کر یزدجرد سے کہا کہ اصفہان پر مسلمان تھمرف ہو گئے وہ بہت ہی مضطرب اور خوفزدہ ہو گیا۔ عجمی فرمانرواؤں میں سے ایک فرمانروا شاہک بن ہامان کو بلا کر کہا اے شاہک عربوں کی طاقت بہت ہی بڑھ گئی ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ فارس کے ملک سے نکل جاؤں اور کمان میں جا رہا ہوں تو یہاں ٹھہر کر اپنے دین و مذہب اور اپنے ملک کے لئے جہاں تک قوت اجازت دے ان لوگوں کا مقابلہ کر اور حتی الامکان پہنچی تمام معرکہ آرائی کر۔ شاید تو فارس کے دار الحکومت کو محفوظ رکھ سکے۔ یہ کہہ کر اسٹڑ سے بھی کوچ کیا اور کمان کی راہ لی۔ جب وہاں پہنچا تو شاہ کمان کے محل میں اترا۔ اس بادشاہ کو ہزار مرد کے برابر کہتے تھے۔ اور کمان کا کوئی بادشاہ اس سے زیادہ طاقتور نہیں گزرا۔

ابو موسیٰ کے ہاتھوں فارس کی تسخیر

جب یزدجرد اسٹڑ سے بھاگ کر کمان کی طرف چلا گیا تو وہاں کے مشہور و معروف لوگوں نے آتش برستوں کے بڑے پیشوا کے پاس حاضر ہو کر کہا کہ اہل عرب نے بہت بڑی ترقی کی ہے ان کے مقدر کی نحوست ختم ہو چکی اور بخت سعید نے ساتھ دے رکھا ہے۔ ثبوت یہ ہے کہ انہوں نے فارس کے تمام شہروں پر قبضہ کر لیا ہے۔ لوٹ اور قتل کا بازار گرم کر رکھا ہے اور اب اصفہان کی جانب متوجہ ہوئے ہیں۔ قار و سفان بن اشرف بادشاہ اصفہان وہاں سے بھاگ آیا ہے۔ اور مسلمان یہ آسانی تمام اس شہر پر قابض ہو گئے ہیں۔ ان کی ہر ایک آرزو دلی خواہش کے مطابق بر آتی ہے۔ اور جس ملک کی طرف رخ کرتے ہیں سہولت سے لے لیتے ہیں۔ اسٹڑ فارس کے دل کی مانند ہے۔ اگر یہ شہر بھی ان کے ہاتھ آگیا تو سلطنت عجم کا انتظام درہم برہم ہو جائے گا۔ اب تجھے لازم ہے کہ ملک شاہک سے اس باب میں گفتگو کر کے کوئی تدبیر ایسی کر کہ فوجیں جمع کر کے عربوں کی پیش قدمی کو روکا جاسکے۔ اور وہ ہم سے پیچھے سے پہلے ہی منتشر کر دے۔ پیشوا نے یہ سن کر شاہک سے بیان کیں۔ شاہک نے کہا یہ تو کہو کہ اہل عرب ہیں کیا چیز جن سے خوف کھایا جا رہا ہے۔ چند کہتے ہیں ان سے خوف و ہراس کس لئے ہے۔ شاید یزدجرد کے بھاگنے اور خوف زدہ ہونے سے تم بھی ڈر گئے ہو۔ ان کا دفعہ بہت

آسان امر ہے۔ میں ان کو ایسی سزا دوں گا کہ پھر اس ولایت کا نام تک زبان پر نہ لائیں گے۔ اے پیشوائے دین آپ جائیں اور مناری کرا دیں کہ فارس کے علاقہ کی تمام فوجیں عربوں کے دفعہ کے لئے اسلحہ سے لیس ہو کر فراہم ہو جائیں اور ہر شخص ایک ایک رسی اپنے ساتھ رکھے میں اس سے ان عربوں کی گردنیں پاندھ کر کتوں کی طرح سارے ملک میں پھراؤں گا۔ پیشوائے دین اور جملہ مددگار و اراکین اسلحہ کے دل شاہک کی اس تجویز سے مضبوط ہو گئے۔ تیاریاں شروع کر دیں۔ ایک لاکھ بیس ہزار کا لشکر فارس کے علاقوں سے فراہم ہو گیا۔ ہر شخص سامان جنگ سے لیس تھا۔ اور ایک ایک رسی اپنے ساتھ رکھتا تھا۔

ابو موسیٰ نے یہ خبر سن کر فوج کا جائزہ لیا کل سوار اور پیادہ سترہ ہزار نکلے۔ سب کی تنخواہ تقسیم کر کے اور اچھے اچھے وصالوں سے دل بڑھا کر جانب اسلحہ روانہ ہوا۔ قریب پہنچ کر لشکر میں مناری کرا دی کہ اسلحہ میں پہنچ کر بلند آواز سے تین مرتبہ تکبیر کہنا تاکہ تمہاری آوازوں سے کافروں کے دلوں میں رعب پیدا ہو جائے۔ جب ابو موسیٰ اسلحہ کے قریب پہنچا تو لشکر کفار بھی قریب ہو کر شہر سے نکلا اور مسلمانوں کے مقابل آجما۔ ابو موسیٰ نے حکم دیا کہ سب مسلمان تعلق ہو کر با آواز بلند سے تکبیر کہیں شاہک کے کانوں تک تکبیر کی آواز کا پہنچنا تھا کہ اس کے دل میں رعب اور ہراس پیدا ہوا۔ اپنے دوستوں کی طرف متوجہ ہو کر فارسی زبان میں کہا میں کیا کروں اور کہا جاؤں اس کا وزیر موجود تھا اس نے دلاسا دیا کہ آپ دل کو مضبوط رکھیں خوف کی کوئی بات نہیں۔ عربی لشکر کی تعداد بہت تھوڑی ہے اور ہم بہت زیادہ ہیں۔ آپ قدم جمائے ہمت سے کھڑے رہیں کہ فوج آپ کو دیکھ کر لڑتی رہے۔ شاہک مجبور ہو کر کھڑا رہا۔ دونوں فوجیں ایک دوسرے کی طرف بڑھیں اور کچھ عرصے تک جنگ ہوتی رہی۔ ابو موسیٰ نے حکم دیا کہ پھر بلند آواز سے تکبیر کہیں۔ اب جو نئی تکبیر کی آواز ایرانی لشکر کے کانوں میں پہنچی ان کے ہاتھ پاؤں پھول گئے۔ دل مضطرب ہو گئے۔ غلغلہ تکبیر کے سننے کی تاب نہ رہی۔ سب ایک دوسرے سے الگ ہو کر بھاگ نکلے۔ سب سے پہلے جو شخص بھاگا وہ ان کا سردار شاہک تھا۔ اپنے گھوڑے کو تیزی سے دوڑا رہا تھا مگر اس کو اسلامی فوج کے ایک بہادر جنید بن مسلم ازدی نے جالیا اور تلوار کا ایسا ہاتھ اس کے تاج پر مارا کہ وہ گھوڑے سے گر کر مر گیا۔ جنید نے اپنے گھوڑے سے اتر کر اس کے بدن کے ہتھیار اور کپڑے اتار لئے اور تاج لے کر اپنی فوج سے آگیا۔ ایرانی لشکر بھاگ کر ادھر ادھر منتشر ہو گیا۔ یہ خبر جب کہان میں پہنچی تو یزد جرد کا حال اور بھی پتلا ہو گیا۔ کتنا تھا افسوس مسلمانوں نے اسلحہ خرچ کر لیا اور شاہک مارا گیا۔ وہ اسی حیرانی میں شہسدر بیضا ہوا تھا اور اس کے تمام خدمت گار اور سپاہی بھی اسی کی طرح چپ اور متفکر تھے۔ کہ اس عالم میں کہان کے سرداروں میں سے ایک سردار بندوہ بن سیہ گوش نام یزد جرد کی محفل میں آیا۔ اسے تخت پر حیرت زدہ اور فکر و تردد سے از خود رفتہ دیکھ کر خدمت گزاری کے طور پر سب حزان و ملال دریافت کیا۔ یزد جرد انتہائی متفکر و محزون ہونے کے سبب اس کی بات نہ سن سکا کوئی جواب نہ دے سکا۔ بندوہ نے غضبناک ہو کر ہاتھ بڑھایا اور اس کا پاؤں پکڑ کر تخت سے کھینچا۔ اور زمین پر ڈال دیا اور بہت سی سخت و سست باتیں سنائیں کہ یہ بزرگوں کا تخت تجھ جیسے بزدل اور کم ہمت کے لئے نہیں ہے۔ پھر لشکروں اور خدمت گاروں سے کہہ کر اسے اس شاہانہ مکان سے نکال دیا وہ باہر چلا گیا۔ یزد جرد نے یہ سب شرمندگی کچھ نہ کہا اور اپنا گھوڑا منگا کر مع خدم و حشم خراسان کا راستہ لیا۔ مرو میں پہنچ کر قیام کیا جب اہالیان مرو کو معلوم ہوا کہ وہ فارس سے بھاگ کر آیا ہے۔ بہت سی ملامت اور بے آبروئی کی اور چلا کہ پکڑ کر مار ڈالیں اس لئے طلحہ بادشاہ ترکان کو خط لکھا کہ عجم کا بادشاہ عربوں کے خوف سے بھاگ کر ہمارے پاس آیا ہے۔ ہم اس کے ہوا خواہ نہیں اور اس کے مقابل آپ سے تعلق رکھنا پسند کرتے ہیں۔ اس لئے آپ یہاں تشریف لے آئیے۔ کہ ہم شہر کو آپ کے حوالہ کر دیں اور یزد

جرد کو پکڑ کر مار ڈالیں۔

ترکوں کا بادشاہ طحاح اہل مرو کی تحریر دیکھ کر فرج فوج جانب مرو روانہ ہوا۔ یزدجرد لشکر کثیر کے ساتھ اس کے آنے کی خبر سن کر بہت ڈرا۔ رات کے وقت یکہ و تما محل سے نکل کر کسی غلام یا خدمت گار کو ساتھ لئے بغیر جنگل میں نکل گیا۔ ایک طرف جنگل میں منہ اٹھائے جا رہا تھا اور نہ جانتا تھا کہ کہاں جا رہا ہے کہ کچھ دور چل کر دریائے مرو کے کنارے روشنی پر نظر پڑی اسی طرح چل دیا۔ دیکھا ایک آدمی چکی پیس رہا ہے۔ اس کے پاس جا کر کہا میں ایک بد نصبت شخص ہوں اور دشمن پیچھے پڑے ہوئے ہیں میں ان سے ڈرتا ہوں اگر تو آج رات مجھے پناہ دے اور اپنی حفاظت میں رکھے تو کل دن میں تجھے اس قدر زر و مال دوں گا کہ تو مالدار ہو جائے گا۔ چکی والے نے کہا آ جا اور اپنی پناہ میں ٹھہر۔ یزدجرد اس کے گھر میں داخل ہوا۔ اور بہ سبب حزن و غم بڑا کسو رہا۔ چکی والے نے اسے سوتا پا کر اچھا موقع پایا۔ عین خواب راحت میں اس کے سر پر ایک پتھر مارا کہ پھر اس نے سانس تک نہ لیا۔ پھر اس کا تمام شاہی لباس و مرصع تاج اور اسلحہ و زورہ لے کر اس کی لاش پانی میں ڈال دی۔ دوسرے دن طحاح داخل مرو ہوا۔ اہل شہر نے یزدجرد کی تلاش شروع کی۔ ہر طرف ڈھونڈتے پھرتے تھے۔ یہاں تک کہ اس چکی والے کے پاس بھی آئے اور اس سے یزدجرد کا سراغ لگانا چاہا۔ اس نے کہا میں اسے جانتا بھی نہیں مگر اس شخص میں سے خوشبو کی لپٹ اہل مرو کی ناک میں آئی، تلاش شروع کی تو یزدجرد کی پوشاک عطررات سے بسی ہوئی برآمد ہوئی تو یزدجرد کی تلاش کی گئی۔ اور اس کا مردہ چکی کے پانی میں سے ڈھونڈ کر نکالا۔ اس چکی والے کو پکڑ لیا اور تمام کیفیت طحاح سے عرض کی۔ اس نے حکم دیا کہ یزدجرد کی لاش اور اس چکی والے کو لاؤ۔ طحاح یزدجرد کو اس حال میں مردہ پا کر بہت رویا اور فرمایا کہ اس نقش کو خوشبوؤں سے معطر کر کے شاہانہ طریق سے تابوت میں رکھیں۔ پھر بجات فارس بھیج کر حکم دیا کہ اس کے بزرگوں کے قبرستان میں شاہی رسوم کے ساتھ دفن کریں۔ اس کے بعد چکی والے کو قتل کر دیا۔

غرض جب فارس کی فوج ابو موسیٰ کے سامنے سے فرار ہو گئی اور منتشر ہو گئی تو ابو موسیٰ نے اصطر کے باہر فوج ڈال کر محاصرہ کر لیا اور ایک مہینے تک شہر کو محصور رکھا۔ آخر الامر باشندگان شہر نے عاجز آ کر قاصد بھیجا اور صلح کی درخواست کی۔ ابو موسیٰ نے اس شرط پر صلح منظور کی کہ اہل شہر دو لاکھ درہم نقد اور سالانہ جزیہ دیں۔ شہر والے راضی ہو گئے۔ ابو موسیٰ نے رقم لے کر فوج میں تقسیم کر دی اور جانب کرمان روانہ ہوا۔ اب ملک فارس کے ایک ایک شہر پر قبضہ کرتا اور کافروں کو سزا دیتا جا رہا تھا۔ ملک میں کوئی ایسا شخص نہ تھا جو اس کا مقابلہ کرتا۔

فارس میں لشکر اسلام کا غلبہ

آخر کار کرمان کے تمام شہروں پر قابض ہو کر بیابان خراسان کی سرحد پر آپہنچا اور وہاں قیام کر کے فارس اور کرمان کے اموال غنائم جمع کئے۔ ان کا خمس خدمت خلیفہ میں بھیجا۔ اور فارس اور کرمان کی تسخیر سے جو مدد الہی ظہور میں آئی تھی اس سے مطلع کیا اور بتایا کہ امیر المومنین کو معلوم ہو کہ میں یہ خط خراسان کی سرحد سے روانہ کر رہا ہوں اس خط کے لکھنے اور اموال خمس کے روانہ کرنے کے بعد باقی تمام لوٹ لشکر والوں میں تقسیم کر دی ہر سوار کے حصے میں آٹھ ہزار درہم آئے اور ہر ایک پیدل کو آٹھ ہزار درہم ملے۔ کرمان و فارس کا فتح نامہ اور مال غنیمت کا خمس امیر المومنین کی خدمت میں پہنچا تو وہ نہایت شاد ہوئے اور شکر الہی کر کے وہ مسلمانوں میں تقسیم کر دیا اور ابو موسیٰ کے خط کا جواب پائیں

مضمون لکھا۔ اے ابو موسیٰ تیرا خط پہنچا مضمون معلوم ہوا۔ بفضلہ تعالیٰ فتوحات تھے حاصل ہوئیں اور جس طرح سے فارس و کرمان کے غلامتے مسلمانوں کے قبضے میں آئے سب کے مفصل حال سے آگاہی ہوئی۔ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں اور بخششوں کا شکر یہ ادا کیا گیا۔ تو نے خراسان کی سرحد سے خط لکھنے کی جو اطلاع دی شاید فتح خراسان کا ارادہ ہو گیا۔ ہرگز ایسا نہ کرنا۔ خراسان کی سمت قدم نہ بڑھانا۔ ہمیں خراسان کی ضرورت نہیں ہے۔ جس وقت تیرے پاس یہ خط پہنچے ہر ایک مفتوحہ شہر میں ایک ایک نیک خصلت نیکو کار پسندیدہ سیرت شخص کو مستعد اور ایمین مقرر کر کے خود واپس آ اور بصرہ میں قیام کر۔ خراسان سے ہاتھ اٹھا۔ ہمیں خراسان سے اور خراسان کو ہم سے کوئی تعلق نہیں کاش ہم میں اور خراسان میں لوہے کے پہاڑ اور آگ کے دریا حد فاصل ہوتے ہیں۔ سکندری دیوار جیسی ہزار دیواریں درمیان میں واقع ہوتیں۔ اس وقت امیر المؤمنین علی علیہ السلام موجود تھے۔ فرمایا اے خلیفہ ایسا کیوں کہتے ہو۔ خلیفہ نے کہا اس سبب سے کہ خراسان ہم سے بہت دور ہے اور فتنہ و فساد کی کان ہے وہاں کے باشندے کینہ پرور اور ثفاق انگیز ہیں۔ امیر المؤمنین حضرت علی نے فرمایا اگرچہ خراسان ہم سے بہت دور ہے لیکن اس ملک سے بہت سی خاص باتیں تعلق رکھتی ہیں۔ اور جس قدر معلوم ہیں۔ وہ یہ ہیں کہ خراسان میں ایک شہر ہرات ہے اسے ذوالقرنین نے بسایا ہے اور عربیہ پنجبر نے وہاں نماز پڑھی ہے۔ وہاں کی زمین صالح ہے میدانوں میں بستے دریا موجود ہیں۔ اور اس شہر کے ہر دروازہ پر ایک فرشتہ شمشیر برہنہ لئے موجود رہتا ہے۔ کہ اس شہر اور نواح سے بلاؤں کو باقیامت دفع کرنا رہے۔ اب سے پہلے اس شہر کو کسی نے زور دار غلبہ سے فتح نہیں کیا۔ اور اس کے بعد بھی یہ شہر کسی سے فتح نہ ہو سکے گا۔ لیکن آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دست مبارک سے تغیر ہو گا۔ خراسان میں ایک اور شہر خوارزم ہے۔ وہ اسلامی حدود میں سے ایک مد ہے۔ جو شخص وہاں رہے گا اچھی طرح سمجھ لے اسے ایسا ثواب ہو گا کہ گویا شمشیر آبدار لے کر خدا کی راہ میں کافروں سے جہاد اور معرکہ آرائی کی ہے۔ وہ نصیب اس شخص کے جس نے خوارزم میں سکونت اختیار کی ہو اور وہاں پر عبادت الہی میں مصروف رہ کر رکوع اور سجود بجا لایا ہو۔ خراسان میں ایک اور شہر بخارا نام ہے۔ کچھ ایسے اشخاص ہوں گے جو کثرت ریاضت سے ایسے نحیف ہوں گے گویا انہیں بٹ دے رکھا ہے اور اٹھوڑی کی طرح مل دل والا ہے۔ وہ اہل سمرقند کے کہ وہاں کی زمین حق تعالیٰ کی عبادت اور پرستش کی جگہ ہے۔ لیکن آخری زمانہ میں اس پر ترک غلبہ کر کے تمام باشندوں کو ہلاک کر دیں گے۔ فرغانا اور شاش کے باشندوں کی قسمیں اللہ تعالیٰ نے بہت اچھی بنائی ہیں۔ اور وہ شخص بہت ہی خوش نصیب ہے جس نے وہاں چند رکعت نماز ادا کی ہو۔ خراسان میں ایک اور شہر سنجاب نام ہے جو شخص وہاں وفات پائے گا بڑا ہی نصیب والا ہو گا۔ وہ شہیدوں میں شمار کیا جائے گا۔ ہاں شہر بلخ ایک دفعہ اجڑ چکا ہے اگر پھر اجڑا تو آباد نہ ہو سکے گا۔ تالقان والے بھی نیک لوگ ہیں۔ اس سرزمین پر اللہ تعالیٰ کے عزائے ہیں اور وہ عزائے زر و سیم سے علاقہ نہیں رکھتے۔ بلکہ وہ مردان خدا ہیں جو اللہ تعالیٰ کی معرفت ایسی رکھتے ہیں جیسی کہ لازم ہے۔ آخری زمانہ میں ایک شخص اس شہر پر غالب آ کر سب کو قتل کر دے گا ایک مستفس بھی زندہ نہ بچے گا۔

سرخس میں بہت بڑا بھاری زلزلہ آئے گا اور عظیم بربادی واقع ہوگی۔ اکثر انسان دہشت اور خوف میں مر جائیں گے۔ استحسان میں ایک گروہ ہو گا جو قرآن پڑھے گا۔ مگر ان کے حلق سے ادا نہ ہو سکے گا۔ یعنی وہ قرآن شریف پر عمل نہ کرنے لگے۔ اور دین اسلام سے اس طرح علیحدہ ہو گا جس طرح حیرت امت کفر سے۔ آخری زمانہ میں اس شہر پر ریت برسے گا اور اور تمام شہر ریت میں دبت جائے گا۔

فونج کا براہ ہو وہاں سے تیس دجال پیدا ہوں گے اور ہر ایک دوسرے سے زیادہ ناپاک۔ ایسے شقی ہوں گے کہ تمام بدگان

خدا کو بھی قتل کر دیں تو پرواہ نہ کریں۔ ہاں نیشاپور والے کڑک بجلی اور صاعقہ سے ہلاک ہو جائیں گے اور یہ شہر ایک دفعہ نہایت ہی سرسبز اور آباد ہو کر ایسا برباد ہو گا کہ پھر نہ بے گا اور کوئی تنفس زندہ نہ رہے گا۔ اور باشعورے نیک سیرت ہوں گے۔

قومیں والوں کا بھلا ہو وہاں نیک مرد بکثرت ہوں گے۔ وہاں کی سرزمین اصلاح کرنے والوں سے کبھی خالی نہ رہے گی۔ دامغان میں بھی سب نیک آدمی ہوں گے اور وہ جگہ صلح سے خالی نہ ہوگی۔ سمنان کے باشندے ہمیشہ تنگ حال رہیں گے مگر بڑی وقت ظہور امام مہدی آسودہ حال ہو جائیں گے۔ طبرستان ایسا شہر ہے جہاں ایمان والے کم اور فاسق بہت ہوں گے۔ دریا اس شہر کے متصل آجائے گا۔ پہاڑ اور میدان سے اس شہر کو بہت نفع پہنچے گا۔

شہرے فتنہ کی جگہ ہے وہاں ہمیشہ لڑائیاں اور جھگڑے ہوتے رہیں گے۔ اور آخری زمانہ میں اسے دہم والے برباد کریں گے جو دروازہ پہاڑ کے متصل ہے اس پر ایسی سخت ہوگی کہ اس کی تعداد افواج سے خدا تعالیٰ کے مولا اور کوئی واقف نہیں ہوگا۔ اسی دروازہ پر بنی ہاشم قبیلہ کے آٹھ بزرگ نماز ادا کریں گے۔ اور ان میں سے ہر شخص خلافت کا دعویدار ہوگا۔ اسی شہرے میں پیغمبر کے ہم نام ایک بزرگ آدمی کو محصور کریں گے اور چالیس روز کے بعد گرفتار کر کے اسے مار ڈالیں گے۔ باشندگان رے کو سفلیانی زمانہ میں سخت تکلیفیں اٹھانی پڑیں گی اور ایک بہت بڑا کال پڑے گا۔

امیر المومنین علی علیہ السلام نے جب ان شہروں کے حالات بیان فرمائے عمر نے کہا اے ابوالحسن آپ نے مجھے فتح خراسان کی ترغیب دلا دی۔ آپ نے فرمایا کہ خراسان کا جو حال مجھے معلوم تھا میں نے سنا دیا اور جو کچھ میں نے کہا اس میں ذرا سا بھی شک اور شبہ نہیں ہے۔ بہتر یہ ہے کہ خراسان کو چھوڑ کر اور ممالک کی طرف توجہ کرو کیونکہ خراسان کا فتح ہونا سب سے پہلے بنی امیہ کے ہاتھ سے ہو گا اور آخر میں بنی ہاشم کے ہاتھ سے۔ والسلام!

جب امیر المومنین عمر کا خط ابو موسیٰ کے پاس پہنچا تو اس نے بصرہ کی طرف مراجعت کی اور وہاں پہنچ کر اپنا کام سنبھال لیا۔ اب اہل کوفہ نے خلیفہ کی خدمت میں عمار یا سر کی شکایت لکھ بھیجی۔ اور چاہا کہ اسے برطرف کر دیں۔ عمر نے کہا۔ میں ان کو فیوں سے تنگ آ گیا ہوں۔ اور ان کی بد بختی سے مجھ میں زیادہ برداشت کی تاب نہیں رہی۔ اگر میں کسی مرد جوان پر بیزار ہوں تو ان کا امیر بنا کر بھیجتا ہوں تو اسے فسق و فساد سے مشرب کرتے ہیں اور ضعیف العمر کو بھیجتا ہوں تو خاطر میں نہیں لاتے۔ امیر المومنین نے مغیرہ بن شعبہ کو والی کوفہ مقرر کر کے اور چند کلمات نصیحت آمیز کہنے کہ اے مغیرہ ایسا برتاؤ رکھنا کہ احسن پسند اصحاب مطمئن ہو جائیں اور اہل فساد و باغی ہو جائیں۔ مغیرہ نے اس امر کو تسلیم کر کے کوفہ کی راہ لی اور وہاں کی امارت سنبھالی اور عمار یا سر مدینہ میں واپس چلے آئے۔ جس وقت خدمت امیر المومنین میں پہنچے آپ نے قسم دلا کر کہا اے عمار میں نے تجھے کوفہ کی امارت سے بنا دیا تو زنجیدہ تو نہیں ہوا۔ سچ بچ بتانا۔ عمار نے فرمایا اے امیر المومنین خدا کی قسم جب تم نے مجھے کوفہ کا امیر مقرر کیا تھا تو مجھے کچھ خوشی نہ ہوئی تھی اور اب جبکہ مجھے معزول کر دیا ہے تو مجھے ملال نہیں۔

اس واقعہ کے بعد مغیرہ تین برس تک حاکم رہا۔ خلیفہ عمر اپنے زمانہ خلافت میں ہر طرف لشکر بھیجے اور اقصاء و ممالک فتح کرتے رہے۔ آخری وقت میں حج کو تشریف لے گئے وہاں ایک مہری شخص نے حاضر ہو کر کہا اے امیر المومنین میری کہانی سنئے اور ظالم سے میرا انصاف کیجئے۔ آپ نے کہا جو حال گزرا ہو بیان کر۔ اس نے کہا ایک دن میں نے اور محمد پسر عمرو عاص سے شرط باندھ کر اسے دوانی کی تھی میرا گھوڑا سوت لے گیا۔ اس نے ذی عزت اشخاص کے ساتھیوں سے کہا کہ جو وہاں موجود تھے مجھے بے خطا آزیانہ سے مارا۔ میں نے عمرو عاص سے شکایت کی تو مجھے پکڑ کر قید خانہ میں ڈال دیا۔ میں چار مہینے

تک قید میں رہا۔ پھر مجھے جھوڑ دیا۔ اب حاجی زیارت کعبہ کے لئے آئے لگے تو میں بھی ان کے ساتھ یہاں آ گیا ہوں میں نے جو کچھ عرض کیا یہی میرا حال ہے۔

امیر المومنین عمر نے دونوں کو حاضر ہونے کا حکم دیا۔ جب حاضر ہو گئے تو اس مصری کے واقعہ کا حال ان سے دریافت کیا۔ دونوں صاف مکر گئے۔ امیر المومنین نے مدعی سے شہادت طلب کی۔ مصر کے کچھ لوگوں نے حاضر ہو کر گواہی دی کہ اس کا دعویٰ سچ ہے۔ امیر المومنین نے کہا مجھ سے اپنا بدل لے۔ مصری نے اسے ایک تازیانہ لگایا۔ پھر امیر المومنین نے کہا اس کے باپ عمرو عاص کو بھی آگے لا۔ مصری نے کہا اے خلیفہ عمرو عاص نے مجھے نہیں مارا مگر قید رکھا ہے۔ آپ نے کہا کہ اگر تو چاہتا ہے تو میں اسے قید کروں گا اگر معاف کرنا چاہتا ہے تو تجھے اختیار ہے مصری نے کہا۔ اے خلیفہ میں نے اسے معاف کیا تم بھی معاف کرو۔

عمرو عاص تیز لہجے میں بولا تو نے مجھے اور میرے بیٹے کو بہت بے عزت کیا اب مجھ سے تمہارے عہد میں انتظام ملک نہ ہو سکے گا اور نہ میں تمہارے کسی کام کو ہاتھ لگاؤں گا۔ آپ نے کہا جہاں چاہے چلا جا۔ مجھے تیری کوئی ضرورت بھی نہیں ہے۔

اس کے بعد امیر المومنین عمر منبر پر گئے اور اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کے بعد کہا اے لوگو آگاہ رہو کہ جب تک میں تمہارا امیر تھا تم کو فرائض اور سنتوں سے آگاہ کرتا رہا۔ اور راہ راست بتاتا رہا۔ تم خدا سے ڈرتے رہو اور اس کی نعمتوں کے شکر ادا کرو۔ اب میں ٹخیف ہو گیا ہوں کھال سبب اور ہڈیاں ضعیف ہو گئی ہیں۔ یہ میرا آخری خطبہ ہے۔ اس کے بعد کوئی خطبہ نہ سنا سکوں گا تم کو لازم ہے کہ ایسے کام کرتے رہو کہ خدا تعالیٰ رضا مند رہے۔ اور بوشہ یہ سمجھتے رہو کہ حق سبحانہ تعالیٰ تمہیں دیکھ رہا ہے۔ یہ کہہ کر منبر سے اتر آئے اور جانب مدینہ مراجعت فرمائی۔ اب مغیرہ بن شعبہ کوفہ سے چلا آیا۔ اس کے ساتھ ایک غلام فیروز نام تھا۔ جس کی کنیت ابو لولو تھی۔ یہ غلام بہت بڑا دست کار تھا اور طرح طرح کے عمدہ کام جانتا تھا ایک دن خلیفہ کے روبرو ہو کر فریاد کی کہ میرے آقا نے مجھ پر زر کثیر لگا رکھا ہے ہر مہینے مجھ سے سو درم لیتا ہے میں اس قدر رقم ادا نہیں کر سکتا آپ حکم دے کر کچھ کمی کرا دیں۔

خلیفہ نے کہا تو کیا صنعت جانتا ہے۔ اس نے کہا ہوا چلی بناتا ہوں۔ اور کچھ اور کام بھی بیان کئے۔ خلیفہ نے مغیرہ کو بلا کر غلام کے بارے میں کہا کہ خدا سے ڈرنا چاہئے اور اس کی حیثیت سے بڑھ کر رقم طلب نہ کرنی چاہئے۔ اگرچہ وہ کافر ہے مگر میرے سامنے مظلوم بن کر آیا ہے۔ مغیرہ یہ کہہ کر کہہ کر ایسا ہی کروں گا واپس چلا گیا۔ مگر رقم میں کچھ کمی نہ کی۔

ابو لولو نے خلیفہ کے پاس آ کر پھر مغیرہ کی شکایت کی۔ آپ نے کہا تو جتنی صنعتیں جانتا ہے ان کے لحاظ سے مغیرہ کا مطالبہ کچھ زیادہ نہیں ہے۔ پھر کہا مجھے بیت المال کے غلہ کی پٹائی کے لئے ایک چکی کی ضرورت ہے اگر تو بنا دے گا تو بہت کچھ انعام دوں گا۔ اس نے کہا آپ کے لئے ایسی چکی بناؤں گا کہ اس کی شہرت مشرق سے مغرب تک پہنچے گی۔ غلام تو چلا

گیا خلیفہ نے اپنے اصحاب سے کہا کچھ تم سمجھے یہ کیا کہہ گیا ہے۔ اس نے مجھے قتل کی دھمکی دی ہے اور اللہ تعالیٰ اپنے حکم کو پورا کرنے والا ہے۔ دوسرے دن خلیفہ نے نماز صبح مسجد میں ادا کر کے اور منبر پر بیٹھ کر حمد باری تعالیٰ کے بعد کہا اے دوستو آگاہ رہو کہ میری موت قریب آ پہنچی ہے۔ میں نے رات کو خواب دیکھا ہے کہ ایک مرغ نے میرے قریب پہنچ کر دو یا تین چو نہیں مجھے ماریں اس خواب سے میرے دل میں دغذغ پیدا ہو گیا ہے اور مجھے خیال آتا ہے کہ وہ مرغ کوئی عجیب شخص ہے جو میرے قتل کا ارادہ رکھتا ہے۔ دو تین زخم لگائے گا۔ اگر یہی بات ہے تو اللہ تعالیٰ اسے ٹالے گا۔ ایسا امر واقع ہونے پر اگر میں ہوش میں رہا تو اپنے سے بہتر شخص کو خلیفہ مقرر کروں گا اور اگر مجھے اس قدر مہلت نہ ملی تو

تم ان چھ اصحاب رسول خدا عثمان بن عفان، علی ابن ابی طالب، طلحہ بن عبداللہ، زبیر بن عوام، سعد بن ابی وقاص، عبدالرحمن بن عوف میں سے جن سے رسول خدا بہت راضی تھے کسی ایک شخص کو اپنا خلیفہ بنا لیتا۔ یہ کہہ اور منبر سے اتر کر عبداللہ بن عباس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لئے ہوئے مسجد سے نکلے کچھ دور چل کر ایک آہ سرد بھری اور رو دیئے۔ عبداللہ نے کہا یہ آہ و زاری کیسی ہے۔ اور کس بات کا خطرہ ہے۔ خلیفہ نے کہا میں جانتا ہوں کہ میری موت آنے لگی ہے میں موت سے تو نہیں ڈرتا کیونکہ سب کا انجام یہی ہے۔ مگر خلافت کی طرف سے اندیشہ ہے سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا کرنا چاہئے۔ عبداللہ ابن عباس نے کہا کہ علی ابن ابی طالب کے متعلق کیا کہتے ہو جملہ اوصاف ہجرت، قربت، فضیلت، جرات، شجاعت معلوم ہیں۔ خلیفہ نے کہا بے شک جیسا تو نے بیان کیا علی ایسے ہی ہیں۔ بلکہ اس سے بھی زیادہ۔ اگر یہ کام اس کی تفویض میں آگیا تو لوگوں کو راہ راست پر رکھے گا۔ مگر اس کیمراج میں مزاح ہے اور خلافت کی بڑی تمنا ہے اور جو شخص خلافت کا خواہش مند ہو وہ اس کے لائق نہیں ہے۔

عبداللہ نے کہا عثمان کے حق میں کیا رائے ہے کہا وہ اس کام کے لائق ہے مگر میں ڈرتا ہوں کہ اگر یہ کام اس کے ہاتھوں میں جا پڑا تو آل ابی معیط کو مسلمانوں پر مسلط کرے وہ تمہارے ساتھ اور تم ان کے ساتھ جو جو کچھ نہ ہونا چاہئے کرو گے۔

عبداللہ نے کہا اور طلحہ کے حق میں کیا کہتے ہو۔ کہا اے عبداللہ خدا نہ کرے یہ کام اس کے تصرف میں آئے۔ وہ بڑا سخت مغرور اور خود بین شخص ہے۔ پھر پوچھا زبیر بن عوام کو کیسا سمجھتے ہو، جواب دیا کہ وہ بڑا بہادر اور تجربہ کار سوار ہے۔ مگر بہت ہی بخیل اور عسک ہے۔ صبح سے رات تک شہر میں کھڑا رہے اور شرم نہ آئے۔ اور ایک صاع گندم یا جو کے واسطے لوگوں سے دشمنی خرید لے اور تختیوں سے پیش آئے اس کام کے لئے ایسا آدمی ہونا چاہئے۔ جو جوانمرد ہو بخشش کے وقت سخی اور ضرورت کے وقت محفوظ رکھنے والا اور بخشش میں فضول خرچ نہ ہو۔ اور بخل میں حد سے تجاوز نہ کرے بلکہ دونوں حالتوں کے بین بین رہے۔

پھر عبداللہ بن عباس نے پوچھا کہ سعد بن وقاص کیسا ہے۔ فرمایا وہ بہادر اور معرکہ آرا شخص ہے۔ سپہداری کی خوب لیاقت رکھتا ہے۔ مگر اس کام کے لائق نہیں۔

عبداللہ نے پوچھا عبدالرحمن بن عوف کے متعلق کیا خیال ہے۔ کہا وہ نیک مرد نیک سیرت مسلمان مگر بہت ضعیف و نحیف ہے۔ خلافت بے غرور طاقتور، بشیر ضعیف، دھیمے مزاج، بغیر بخل، حفاظت کنندہ اور شریف و سخی کا کام ہے۔ اے بھائی اگر معاذ بن جبل زندہ ہوتا تو اس سے زیادہ اور کوئی سزاوار نہ تھا۔ میں نے حضرت رسالت پناہ سے سن رکھا ہے کہ معاذ بن جبل ایسا امین شخص ہے کہ بروز قیامت اس کے اور خدا تعالیٰ کے درمیان کوئی شخص سوائے پیغمبروں کے واسطے نہ ہو گا۔ اور اگر سالم مولیٰ بن حذیفہ زندہ ہوتا تو وہ بھی اس کام کے لئے خوب تھا۔ یہ خدمت اسی کے حوالہ کرتا۔ کیونکہ حضرت رسول خدا اس کی نسبت فرمایا کرتے تھے کہ ہر ایک امت کا امین ہے اور اس امت کا امین ابو عبیدہ ہے۔

خلیفہ ان باتوں کے بعد اپنے مکان میں چلے گئے اور اصحاب رسول میں سے مشہور و معروف اشخاص کو بلا یا۔ جب سب جمع ہو گئے تو اپنے پاس بلا کر ایک شخص کو قوم ترسا کے پیشوا جاثلیق کو بلانے کے لئے بھیجا۔ جب وہ آیا تو کہا اے جاثلیق تو سب ترسا لوگوں میں عقل مند ہے۔ اور انجیل تجھے یاد ہے۔ میں تجھ سے ایک امر دریافت کرنا چاہتا ہوں سچ بیان کرنا۔ جاثلیق نے کہا اے خلیفہ جو کچھ مجھے معلوم ہو گا تجھ سے سچ بیان کروں گا۔ عمر نے کہا ہمارے پیغمبر کی تعریف تو نے انجیل میں دیکھی ہے یا نہیں۔ جاثلیق نے کہا انجیل میں تمہارے پیغمبر کا نام فار قلیط ہے۔ فار قلیط کے معنی حق اور باطل

کو جدا کرنے والا۔ یہ سن کر خلیفہ اور جملہ اصحاب و اکابر نے خدا تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان کی کہ ہمیں ایسے پیغمبر کی امت بنایا۔

پھر پوچھا اے جاثلیق انجیل میں اس پیغمبر کے دو ستوں کا حال بھی جو ان کے بعد ہوں گے کچھ تحریر ہے یا نہیں۔ اس نے کہا مذکور ہے کہ فار قلیط کی وفات کے بعد اس کی جگہ ایک ایسا شخص بیٹھے گا جس سے بڑے بڑے نیک کام صادر ہوں گے۔ عمر نے کہا ابوبکر پر اللہ کی رحمت ہو۔ وہ ایسا ہی تھا۔ اے جاثلیق پھر کون ہو گا؟ اس نے کہا لکھا ہے کہ اس کی جگہ دوسرا شخص ہو گا جو آہنی جوان یعنی دین کے کام میں بڑا مضبوط اور قوی ہو گا۔

پوچھا پھر کون ہے؟ کہا اس کے بعد وہ شخص ہو گا جو اپنے عزیزوں قہیوں کو دوسرے لوگوں پر ترجیح دے گا۔ عمر نے یہ بات سن کر عثمان کی طرف نگاہ کی اور کہا اے جاثلیق پھر کیا ہو گا اس نے کہا ایک شمشیر بر نہ ہو گی جس سے بے شمار خنزیری ہو گی۔ عمر نے یہ سنتے ہی ہاتھ پر ہاتھ مارا اور عثمان کی طرف مخاطب ہوا کہ کہا امر خلافت تجھے ملے گا تو خدا سے ڈرنا اور آل ابی معیط کو لوگوں پر حاکم نہ کرنا۔

پھر علی علیہ السلام کی طرف مخاطب ہو کر کہا اے ابوالحسن جب خلافت آپ کو ملے گی تو بڑے فساد اٹھیں گے۔ یہ کہہ کر لوگوں کو رخصت کر دیا۔ اس روز جمعہ تھا اس کے دو تین دن بعد ابو لولو نے بدھ کے دن صبح کے وقت دو دھار خنجر لیا اور بحالت نظر کوئی چیز سر پر لپیٹ کر کہ کوئی پہچان نہ سکے مسجد میں آیا اور ایک کونے میں بیٹھ رہا۔ اتنے میں خلیفہ مسجد میں آئے اور لوگ بھی جمع ہو گئے۔ داخل محراب ہو کر آپ نے پیش نمازی کی۔ ابو لولو پہلی صف میں کھڑا ہو گیا۔ خلیفہ نے تکبیر کہہ کر نیت باندھی۔ اس وقت ابو لولو نے بڑھ کر دو زخم لگائے۔ ایک پہلو میں دو سرازیر ناک اور ایک زیر سناق پھر صفوں کو چیرا ہوا بھاگا اور مسجد سے نکل گیا۔ خلیفہ ان زخموں سے نہایت ناواقف اور بے حال ہو گئے۔ عبدالرحمن بن عوف کو حکم دیا کہ پیش نماز کر کے نماز ختم کرائے۔ اس نے آگے بڑھ کر پہلی رکعت میں قل یا ایہا الکفرون اور دوسری رکعت میں بعد حمد قل هو اللہ بڑھی اور سلام بھیجا پھر تو لوگ دوڑ پڑے اور ابو لولو کا پیچھا کرتے ہوئے آواز دیتے جاتے تھے کہ خلیفہ کا قاتل ہے پکڑو۔ ایک شخص نے اس کے پاس پہنچ کر پکڑنا چاہا اس نے خنجر مارا اس طرح تیرہ مسلمانوں کو زخمی کیا جن میں سے چھ آدمی مر گئے۔

آخر کار ایک شخص نے دوڑ کر اس کے سر پر کھیل ڈال دیا اور گرفتار کر لیا۔ ابو لولو نے جب دیکھا کہ پکڑا گیا چھری مار کر اپنا کام تمام کر لیا اور آدمی امیر المؤمنین کو ٹھام کر گھر میں لائے۔ حالت نہایت غیر تھی۔ لوگ آتے تھے احوال پوچھتے تھے اور زار و قطار روتے تھے۔ جب ہوش آیا کہا مجھے ابو لولو نے خنجر مارا ہے یا کسی اور نے۔ لوگوں نے کہا ابو لولو نے۔ آپ نے کہا شکر خدا کہ میری ہلاکت ایک مسلمان کے ظلام کے ہاتھوں سے وقوع میں آئی ہے قیامت کے دن اسے واسطے جھگڑا سکتا ہوں اتنا کہنے کے بعد عشی طلحہ ہوئی۔ نماز ظہر کے واسطے حرکت دے کر پکارا کہ نماز قضا ہوتی ہے۔ تو ہوشیار ہو کر کہا ہاں نماز پڑھنی چاہیے۔ جو شخص نماز نہیں پڑھتا وہ مسلمان نہیں ہے۔ اس کے بعد جس طرح ہو سکا نماز پڑھی۔ لوگوں نے ایک طبیب کو بلایا اس نے امتحان کے طور پر مشروب پلایا وہ مشروب زخموں کی راہ سے نکل آیا۔ طبیب نے کہا خلیفہ وصیت کرو کیونکہ موقع نازک ہے۔ اور یہ زخم مندمل نہ ہو گا۔ آپ نے کہا طبیب سچ کہتا ہے۔

اس کے بعد پروردگار سے ایک ٹھکانہ آیا آہ بھری۔ عبداللہ ابن عباس نے کہا خدا تجھے نہ رلائے اور ہمیشہ کرامت فرمائے خدا کی قسم تمہارے اسلام سے اسلام کو عزت حاصل تھی۔ اور تمہارا ہجرت کرنا بہت بڑی فتح مندی تھی۔ اور تمہاری خلافت میں رحمت شامل تھی۔ تم اس وقت مسلمان ہوئے جبکہ لوگوں نے اسے چھوڑ رکھا تھا اور تم اس گروہ میں سے ہو

جس کی نسبت خدا تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿لَقَدْ رَضِيَ اللَّهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ إِذْ بَايَعُواكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ لَعَنِي أَوْ تَمَّ اسْ جَمَاعَتِ لَعَنِي هُوَ جَس كِي نَبِيَّتِ خِدَا فَرَمَاتَا هِي هِي
 لَلْفُقَرَاءِ لِلْمُهَاجِرِينَ الَّذِينَ أُخْرِجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ وَأُولَى إِلَهُمُ يُبْتَغُونَ مِنْ فَضْلِهِ﴾ "مِنَ اللّٰهِ فَنُؤَلِّمُنَا أَوْ تَمَّ سَنِي خِدْمَتِ رَسُوْلِ
 مِيں ایسے آداب کو اختیار کیا کہ بہشت کی خوش خبری گئی نہ ایک بار بلکہ کئی دفعہ جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
 نے زبان مبارک سے تمہارے حق میں اس خوشخبری کو بیان فرمایا ہے۔ اور جبکہ کہ آنحضرت صلعم دار السلام کو تشریف
 لے گئے تم سے راضی تھے۔ بعد وفات آنحضرت تم نے جناب رسول خدا کے خلیفہ کی مدد اور اعانت کی ہے۔ اور ظاہر و
 باطن میں کمال سعی کرتے رہے۔ یہاں تک کہ وہ بڑو گوار بھی دینا سے چلا گیا اور تم سے رضامند ہو گیا اب کہ خلافت کا
 کام آپ کے حوالہ ہوا تو ایسے طور سے انجام دیا کہ تمہارے سوائے اور کوئی نہیں کر سکتا اللہ تعالیٰ نے تمہارے واسطے
 سے اسلام کو عزیز کیا اور دشمنان دین کو ذلیل تم نے بہت سے شر اور ممالک فتح کئے بہت کدوں کو خراب اور مسجدوں کو
 آباد کیا اچھے اچھے قانون جاری کئے۔ رعیت کے ساتھ صاحب عدل و انصاف اور عبادت گزار رہے۔ اللہ تعالیٰ تم کو ان
 سب حسنت کی جزائے خیر کرامت فرمائے۔

خلیفہ نے کہا اے عبد اللہ تو نے جس قدر میری خدمت گزاریاں گزوائی ہیں کیا بڑو قیامت ان کی گواہی دے سکتا ہے۔
 اس نے جواب دیا ہاں۔ عمر نے رو کر کہا اگر میرے بچنے میں تمام دنیا بھی ہوتی تو میں جان دینے کے خوف و دہشت پر سے
 قربان کر دیتا۔ کاش کہ اب دنیا سے جاتا ہوں مجھ سے مواخذہ نہ کرتے نہ مجھے کچھ دیتے نہ مجھ سے حساب لیتے۔ پھر لوگوں
 کی طرف مخاطب ہو کر کہا اے بھائیو جب میں دنیا سے انتقال کر جاؤں تو تمیں دن تک طلحہ بن عبد اللہ کے آجانے کا انتظار
 کرنا اس کے بعد ان چھ آدمیوں میں سے جن کی نسبت میں نے وصیت کی ہے کسی ایک شخص کو جسے تم اس کام کے لائق
 سمجھو اپنا امیر بنا لینا کیونکہ میں نے خلافت ان چھ شخصوں کے حوالے کر دی ہے اور جب اس بات میں مشورہ کرو تو میرے
 بیٹے عبد اللہ کو بلا لینا مگر اس شرط کے ساتھ کہ اس کو خلافت سے الگ رکھو جب تک کہ امر خلافت قرار پائے صیب
 خدمت پیش نمازی بجالائے گا اور جب کسی کو خلیفہ بنا لو اور کوئی شخص اسے نہ مانے تو اسے قتل کر دینا۔ آگاہ ہو کہ جو
 شخص خلیفہ بنے اسے میری وصیت ہے کہ انصار اور مہاجرین کی رعایت کرے ان کی فضیلت اور ان کے حقوق کو پہچانتا
 رہے۔ ان کے افعال نیک کا بدلہ نیک دے اور ان کی بد کرداریوں کو معاف کرتا رہے۔ رعیت کے ساتھ اچھا برتاؤ
 رکھے۔ کیونکہ وہ خراج دینے والا اور خدمت گزار گروہ ہے جب دشمنوں کے ممالک سے لوٹ کا مال آئے تو بد حصہ
 مساوی تقسیم کرتا رہے۔ اہل ذمہ لوگوں کی خاطر داری کو واجب سمجھے ان پر ظلم و ستم نہ کرے۔ خدا ان کے مقدر سے زیادہ
 خدمت لے۔ اور جو کچھ ان سے عہد و پیمان لے چکا ہے اسے ایفا کرتا رہے کیونکہ یہ لوگ اللہ تعالیٰ اور انیس لکے رسولی
 مقبول کی حفاظت میں آئے ہوئے ہیں۔ اہل عرب کو اس وجہ سے کہ وہ اسلام کے سرگروہ ہیں عزیز رکھے جو عہد و پیمان
 پر قائم ہوں بہ سہولت وصول کرے ظلم و زیادتی سے پیش نہ آئے فقراء اور مساکین کے حقوق ان کو پہچانتا رہے۔

وفات عمر بن الخطاب

پھر اپنے بیٹے عبد اللہ کی طرف مخاطب ہو کر کہا میرا سر تکیہ پر سے اٹھا اور زمین پر رکھ دے۔ کہ خدا مجھ پر رحم فرمائے۔ پھر
 کما عاکشہ کے پاس جا اور اجازت طلب کر کے کہ مجھے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور خلیفہ ابو بکر کے پہلو میں دفن

ہونے کی جگہ مل جائے اگر اجازت مل جائے تو مجھے وہاں دفن کر دینا مسلمانوں کے قبرستان میں گاڑ دینا۔ عبد اللہ نے خدمت عائشہ میں پہنچ کر اس بات کی اجازت طلب کی۔ عائشہ نے کہا امیر المومنین سے میرا سلام کہنا اور کہنا کہ رسول اللہ کے روضہ مبارک میں جو تھوڑی سی جگہ میرے ابو بکر کے پہلو میں ہے وہ میں نے اپنے لئے رکھ چھوڑی تھی مگر اب آپ کو دے دی۔ آپ اس امر سے مطمئن رہیں۔ عبد اللہ نے واپس آ کر عائشہ کا پیغام سنایا تو خلیفہ بہت خوش ہوا۔ اور بدھ کے دن بوقت نماز مغرب یعنی جمعرات کی رات کو تاریخ ۲۶ ذی الحجہ ۶۲۳ھ وفات پائی۔

بیان کیا جاتا ہے کہ خلیفہ کی عمر ۶۳ برس کی تھی۔ امیر المومنین علی نے الفح سے کہا کہ غسل میت دے اس نے غسل و حنوط دے کر تختہ پر رکھ دیا۔ اور لوگوں سے کہا کہ خلیفہ عمر بن الخطاب نے دنیا سے کوچ کیا اور حق سبحانہ تعالیٰ کی رحمت سے جا ملا۔ محمد صلعم کی امت کا رکن عظیم تھا۔ حق و باطل کو علیحدہ علیحدہ رکھتا تھا۔ خدا تعالیٰ کے راستے میں کبھی لوگوں کو جائے اعتراض نہ ہوئی تھی۔ ایمان والوں پر نہایت مہربان تھا۔ تمام مسلمانوں سے محبت رکھتا تھا۔ کفار پر سختی کرتا تھا۔ فقیروں، یتیموں، یتیموں کو پناہ دیتا اپنی اشتہا سے روٹی بچا کر بھوکوں کو کھلاتا، تنگوں کو کپڑا پہناتا تھا۔ دنیا میں زاہد اور آخرت کا طالب تھا۔ خدا تعالیٰ کے امر و نہی سے ذرا نہ بھٹکتا تھا۔ جو کتا وہی ہوتا گویا خدا نے کوئی فرشتہ اس کے پاس بھیج رکھا تھا۔ کہ اس کے گفتار و کردار کو راہ راست پر رکھے اس پر خدا کی رحمت نازل ہو۔ پھر صہب بن سنان کی طرف رخ کر کے بولا آگے بڑھ اور نماز جنازہ پڑھ کیونکہ تجھ ہی کو نماز جنازہ پڑھنے کی وصیت کی تھی۔ اس نے نماز پڑھی پھر میت کو تابوت میں رکھ کر دوستہ جناب رسول خداؐ میں لائے۔ اس وقت تمام اہل مدینہ رو رہے تھے۔ ہر طرف سے گریہ و بکا کی آوازیں بلند تھیں۔ غرضیکہ میت ابو بکر کے پہلو میں دفن کی جگہ تنگ تھی چنانچہ خلیفہ ابو بکر کے پاؤں حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دوش مبارک کے متصل اور خلیفہ عمر کا سر ابو بکر کے شانوں کے قریب ہے۔ اللہ تعالیٰ ان پر رحمت بھیجے اور خدائے خیر دے۔

خلافت عثمان بن عفان

خلیفہ عمر کی وفات کو تین دن گزر گئے تو لوگوں نے فاطمہ خواہر اشعث بن قیس کے مکان میں جمع ہو کر خلافت کے لئے مشورہ کیا۔ باہم بہت سی صلاحیں ہوتی رہیں۔ اور بڑا غل و شور مچایا۔ اس امر میں سب سے پہلے عبدالرحمن بن عوف نے تقریر کی۔ اے مہاجر و انصار میں دیکھتا ہوں کہ تم خلافت کے لئے تکرار اور مخالفت کر رہے ہو۔ ہر شخص غرض مندی کی باتیں کرتا ہے اس لئے کوئی رائے قائم نہیں ہو سکتی۔ خدا سے ڈرو مخالفت جانے دو۔ تمہاری آپس کی مخالفت سے امت کو نقصان پہنچتا ہے۔ الحمد للہ کہ تم سب پیشوا اور عالم دین ہو اور تمہاری تقلید جائز اور تم سے ہر کام میں مشورہ لینا درست ہے۔ مبادا اس خلافت کے سبب تم میں مخالف پھیل جائے اور دشمن واقف ہو کر تلواریں سنبھال لیں۔ اور ماضی کی کینہ پروری اختیار کریں۔ ہر کام کا ایک وقت ہے اور ہر قوم کا ایک سردار۔ مناسب ہے اپنے میں سے ایک ایسے شخص کو سردار بنا لو اور تمام امور کا انتظام اس کے ذمے ڈال دو ذاتی ہوا و ہوس سے بچو۔ دشمنوں کی خواہش کو پورا نہ کرو اور رہنماؤں کے اقوال سے پشت نہ پھیرو۔ بدخواہوں اور خود غرض لوگوں کی بات نہ مانو کہ ہمارا مطلب حاصل ہو جائے اور دشمن ہمیں نظر حقارت سے نہ دیکھ سکیں۔

اس کے بعد سعد بن ابی وقاص نے تقریر شروع کی۔ اے عزیزو اور بھائیو آگاہ ہو کہ جھوٹی باتوں اور شیطانی غوروں سے

بچو۔ شیطان نے تم سے پہلے بہت سے لوگوں کو جلائے غرور اور گمراہ کر کے اس درجہ سرکش و بد راہ کر دیا ہے کہ انہوں نے کتاب خدا کو پست پشت ڈال دیا اور تمام اوامر و نواہی کو فراموش کر کے طاعت کے عوض گناہوں کو اختیار کر لیا ہے۔ یہاں تک کہ غفلت اور عصیان میں مبتلا ہوئے کہ حق تعالیٰ نے ناراض ہو کر ان کی صورتیں مسخ کر دیں سور اور بندر بنا دیئے۔ اب تم ایک رائے پر متفق ہو جاؤ اور یہ کام کسی ایسے شخص کے حوالہ کرو جس میں اس کے انجام دینے کی قابلیت و صلاحیت موجود ہو اور اسلام کے واسطے کوشش و تبلیغ عمل میں لاؤ۔

اس کے بعد حضرت علی ابن ابی طالب نے فرمایا کہ اے عزیزو تمہیں معلوم ہے کہ ہم اہل بیت نبوت ہیں اور ہر ایک بلا و مصیبت سے امت کے بچاؤ کا ذریعہ ہیں۔ اگر تم ہمارا حق نہیں پہنچاؤ گے تو حق اپنے مرکز پر پہنچ جائے گا۔ اور اگر ہمارا حق ہمیں نہ دو گے تو ہم اپنے اونٹوں پر سوار ہو کر جہاں مناسب سمجھیں گے چلے جائیں گے۔ اگرچہ کتنا ہی زمانہ گزرے ہمیں پرواہ نہیں جب ہمارا وقت آچینے کا چلے آئیں گے۔ خدائے جلیل کی قسم اگر محمد رسول صلعم ہم سے عہد نہ لیتے اور ہم کو اس امر کی اطلاع نہ کر چکے ہوتے تو میں اپنا حق کبھی نہ چھوڑتا اور کسی کو اپنا حق نہ لینے دیتا حق کے حاصل کرنے کے لئے اس قدر کوشش و تبلیغ کرتا کہ حصول میں مطلب سے پہلے معرض ہلاکت میں پڑ جانے کا بھی کچھ خیال نہ کرتا۔ اس کے علاوہ میں تمہیں میں سے ایک شخص ہوں اور تم سے پہلے میں نے دین اسلام اختیار کیا ہے۔ میری بات سنو جو کچھ تم کرو گے مجھے قبول ہے۔ میں تمہارے ساتھ مددوں گا لیکن تمہیں ٹھیک ٹھیک کرنا چاہئے۔ خود غریبوں کو جانے دو وہ کام لازم ہے۔ جس سے خدا اور رسول خوش ہیں۔ عبدالرحمن بن عوف علیہ السلام کی تقریر میں اپنا مطلب نکلتا دیکھ کر خوش ہوا۔ اور کہا اے ابو الحسن اگر عثمان خلافت آپ کو مل جائے تو کس طرح پیش آؤ گے۔ اور امت رسول سے کیسا برتاؤ رکھو گے۔ حضرت علیؑ نے فرمایا طریق عدل و انصاف جاری اور مشیہ امت میں مساوات قائم رکھوں گا۔ عبدالرحمن نے پوچھا اگر یہ کام آپ سے نکل کر کسی دوسرے شخص کے سپرد ہو تو کیا کرو گے۔ آپ نے فرمایا صبر کروں گا اور مسلمانوں کے اس مشورہ پر رضامند ہوں گا۔

عبدالرحمن نے آپ کو دعائے خیر دے کر عثمان سے پوچھا اگر تم کو خلافت ملے تو کس طریق سے انجام دو گے اور کیا سلوک کرو گے؟ عثمان نے کہا جیسی خدا توفیق دے گا اس سے بڑھ کر عمل در آمد رکھوں گا اور کوئی تفسیر نہ کروں گا۔ عبدالرحمن نے کہا خصلت عمر پر چلو گے یا نہیں عثمان نے جواب دیا کہ خصلت عمر پر کون چل سکتا ہے لیکن میں اپنی سعی اور کوشش میں درلج نہ کروں گا۔ اور جہاں تک ہو سکے گا حسن سیرت، انصاف پروری اور مساوات امت میں سعی کرتا رہوں گا۔ اب عبدالرحمن اٹھ کھڑا ہوا اور مناجات کے لئے ہاتھ بلند کئے: اے خدا جس امر میں محمد مصطفیٰ کی امت کی بہبودی اور برتری ہو اسے ظاہر فرما اور ہمیں توفیق دے کہ اس کام کو اچھی طرح سے انجام دیں۔ یہی دعائیں مرتبہ مانگ کر لوگوں سے کہا کہ اے مسلمانوں میں نے تمام قوم کو آزما دیکھا اور ظاہر و باطن میں ان کا حال معلوم کر لیا ہے۔ سب آدمی عثمان بن عفان کی خلافت پر رضامند ہیں۔ سب یہی بات چاہتے ہیں اور سب کے سب متفق اللفظ ہیں۔ اسی وجہ سے میں بھی شیخ الاسلام عمیدہ بن امیہ یعنی عثمان بن عفان کی خلافت پر رضامند ہو کر بیعت کرتا ہوں۔ پھر عثمان سے کہا اے ابو عمر ہاتھ بڑھا۔ عثمان نے آگے ہاتھ بڑھایا اور عبدالرحمن نے ہاتھ پکڑ کر بیعت کر لی۔ پھر تو تمام اکابر و صحابہ نے عثمان سے بیعت کر لی پھر عوام اور خواص نے بھی بیعت کر لی اس طرح سے عثمان خلافت عثمان کے ہاتھ میں آگئی اور سب نے آپ کی خلافت پر رضامندی ظاہر کر دی لیکن بنی ہاشم کے بزرگوار اشخاص کی جماعت باز رہی۔ جب سب آدمی چلے گئے عبداللہ بن عباس نے امیر المومنین علی علیہ السلام سے کہا اے ابو الحسن لوگوں نے آپ کو دھوکا دے کر خلافت عثمان کے

سپردی۔ آپ نے فرمایا انہوں نے مجھے دھوکہ نہیں دیا بلکہ میں جانتا تھا کہ سب اسی سے رضامند ہیں۔ اور مسلمانوں کی مخالفت مجھے منظور نہ تھی۔ کیونکہ امت رسول میں فساد پڑ جاتا۔ بیعت کے دوسرے دن طلحہ بن عبد اللہ سفر سے واپس آیا۔ آدمیوں نے رسم پیشوائی ادا کر کے خلیفہ عمر کی وفات سے مطلع کیا۔ بہت رویا گلہ انا اللہ وانا الیہ راجعون کہہ کر پوچھا امر خلافت کی بابت تم نے کیا سوچا ہے۔ لوگوں نے کہا جیسا امیر المؤمنین عمر نے فرمایا تھا تین روز تک تیرے آنے کا انتظار کیا گیا۔ تیرے آنے میں تاخیر ہوئی لوگوں نے متفق ہو کر عثمان بن عفان سے بیعت کر لی اور خلافت اسے مل گئی۔ اگر تو راضی نہ ہو تو از سر نو تیرے سامنے راسخ جمع کریں تاکہ تیری رضامندی بھی حاصل ہو جائے۔ طلحہ نے کہا معاذ اللہ میں نہیں چاہتا کہ جس کام کو مسلمانوں نے متفق ہو کر کر لیا ہے اسے درہم و درہم کول اور اہل اسلام سے مخالفت اختیار کول۔

عثمان اس خدمت کے لائق ہے اور اس سے بڑھ کر اور کوئی شخص نہیں ہے۔ غرضیکہ عثمان کی خلافت قائم ہو گئی اور ۲۳ھ سے عثمان نے نظم و نسق ممالک شروع کیا۔ سب سے پہلے ابو موسیٰ اشعری کو جسے عمر نے بصرہ کا حاکم مقرر کر رکھا تھا معزول کیا اور اس کی جگہ عبد اللہ ابن عامر کرز کو مامور کیا یہ شخص عثمان بن عفان کی خالہ کا بیٹا تھا اور عثمان کی ماں کرز بن ربیعہ کی بیٹی تھی۔ جب عبد اللہ ابن عامر بصرہ میں داخل ہوا اس کی عمر ۲۵ برس کی تھی۔ اہل بصرہ استقبال کر کے مراسم آداب بجالائے اور خوب تعریفیں کیں۔ کہ تو ایسا امیر ہے جو عقل کامل، علم وافر، صفائی خاطر، تیز نبی اور درستی کے ساتھ نرمی اور نرمی کے ساتھ سختی، معافی کے ساتھ سچائی اور دولت مندی کے ساتھ تواضع، تیز نبی کے ساتھ معرفت اور خصلتوں کے ساتھ صبر و یقین کا مجموعہ ہے۔ اللہ تعالیٰ تیری عمر واز کرے۔ اور تیری نیکیاں جملہ مسلمانوں کے شامل حال ہوں۔ تو ہمیشہ اپنے پسندیدہ دین اسلام پر قائم رہے اور بہشت میں جگہ پائے۔

عبد اللہ کو بصرہ میں آئے تو ڈا ہی عرصہ گزرا تھا کہ فارس میں ابتری نمایاں ہوئی۔ عثمان کو بھی خبر ملی کہ ہاک بن شاکب نے تیس ہزار کی جمیعت سے فارس میں سر اٹھا کر تمام علاقے جو مسلمانوں کے قبضے میں آچکے تھے چھین لئے ہیں۔ عثمان نے عبد اللہ بن عامر کو خط لکھا کہ فارس میں پہنچ کر ہاک کی آتش فساد کو بجھائے اور تمام علاقہ کو از سر نو قبضے میں لا کر مستحکم کرے۔ پھر خراسان پر چڑھائی کر کے وہاں کے شہروں پر قبضہ جمائے۔ عبد اللہ نے امیر المؤمنین عثمان کا خط دیکھتے ہی اہل بصرہ کو جمع کیا۔ خلیفہ کا خط پڑھ کر جنگ و جہاد کی رغبت دلائی سب نے راضی ہو کر تیاریاں شروع کیں۔

فتح خراسان و خیشاپور

الغرض عبد اللہ نے لشکر حرار کے ساتھ بصرہ سے نکل کر جانب فارس کوچ کیا۔ قریب پہنچنے پر ہاک نے بھی اطلاع پا کر لشکر فراہم کیا۔ صحرائے امطر میں دونوں فوجوں کا مقابلہ ہوا۔ صبح سے نماز ظہر کے وقت تک جنگ ہوتی رہی۔ انجام کار ہاک مسلمانوں کی حرب و ضرب دیکھ کر گھبرا گیا اور راہ فرار اختیار کی۔ اسلامی لشکر نے پیچھا کر کے خوب ہی قتل و قلع کیا، فوج کفار کا بہت سا حصہ قتل ہو گیا اور بقیۃ السیف نے امطر میں گھس کر پناہ لی۔ مسلمانوں کے ایک دستہ نے ہاک کا تعاقب کیا اور یزید بن محکم الارذبی نے اسے جا لیا۔ جو نبی چاہا کہ اس پر تلوار کا ہاتھ چھوڑے ہاک نے سر سے تاج اتار اس کی طرف پھینک دیا۔ یزید تاج اٹھا کر اپنے لشکر کی طرف پلٹ آیا اور تمام کیفیت بیان کی۔ عبد اللہ ابن عامر نے امطر کے محاذ میں حملہ کیا اور محاصرہ کر کے ہر روز حملہ کرتا رہا۔ سخت مہرکہ آرائیاں ظہور میں آئیں۔ آخر کار امطر قبر و غلبہ سے فتح

ہو گیا۔ مسلمان شہر میں گھس گئے۔ وہاں جس قدر جنگی آدمی تھے چن کر قتل کئے گئے اور بے شمار مال غنیمت ہاتھ آیا۔ ہاک نے عبداللہ کے پاس قاصد بھیج کر انہیں چاہی اس نے اس شرط سے پناہ دی کہ اسٹھر میں آکر رہے اور ہزیہ دیا کرے۔ ہاک نے سب باتیں مان لیں اور عبداللہ کے پاس چلا آیا۔ عبداللہ نے دل بخوشی کی اور حسب قرار دارا اسٹھر میں جگہ دی۔ اس کے بعد عبداللہ نے خراسان پر چڑھائی کی اس کی سرحد پر پہنچتے ہی مجاشع بن مسعود کو بلا کر کرمان کا حاکم مقرر کر دیا۔ ایک ہزار کی جمعیت دے کر جانب کرمان روانہ کر دیا۔ خود خراسان کا رخ کیا اور مقدمہ لشکر احنف بن قیس خمیسی کو سردار بنایا۔ جب نیشاپور کے علاقہ میں پہنچے تو وہاں کا بادشاہ اسرازم نام نے مقابلہ کیا۔ عبداللہ نے دہرات کو عارت کر کے اہل شہر سے جنگ کی اور جو ہاتھ آیا قتل کر دیا۔ مگر اہل نیشاپور کے ساتھ جنگ بہت طویل پڑ گئی۔ اسی اثناء میں طوس کے حاکم کنائیک نام نے خط لکھ کر عبداللہ سے امان طلب کی۔ اور یہ وعدہ کیا کہ میں آپ کی خدمت میں پہنچ کر نیشاپور کے فتح کرنے میں مددوں گا۔ عبداللہ نے اس امر کو منظور کر لیا۔ کنائیک جریر سپاہ لے کر عبداللہ سے امان عبداللہ نے بڑی خاطر داری کی۔ اسے اور اس کی فوج کے سرداروں کو گراناہا خلعت بخشے۔ پھر محرک نیشاپور کی طرف متوجہ ہو کر سخت کوششیں کیں۔ بڑے بڑے معرکے نمود میں آئے۔ پھر تو عبداللہ نے قسم کھالی کہ میں دروازہ نیشاپور سے نہ ہوں گا تا وقتیکہ اس شہر کو فتح نہ کر لوں گا یا مہرجاؤں کا یا شہر کے اندر داخل ہوں گا۔

نیشاپور کے بادشاہ اسوار کو جب یہ کیفیت معلوم ہوئی تو بہت خوفزدہ ہوا۔ اور قاصد بھیج کر اس شرط پر صلح چاہی کہ مجھے امان دی جائے تو شہر کے تمام دروازے کھول دوں اور عبداللہ جس دروازے سے چاہے آجائے۔ عبداللہ نے یہ شرط منظور کر کے پناہ دی اور طرفین سے جملہ شرائط طے کر کے اور عہد و تم سے مضبوط ہو کر صلح ہو گئی۔ دوسرے دن صبح کے نکلنے ہی اسوار نے شہر کے دروازے کھول دیئے۔ عبداللہ صبح لشکر اسلام شہر میں داخل ہوا۔ زور سے تکبیر کہنے قتل و عارت کا بازار گرم کر دیا۔ صبح سے نماز مغرب تک لوٹ مار اور قتل و عارت گزری جاری رہی۔ اور اب کنائیک حاکم طوس نے عبداللہ سے کہا اے امیر فتح اور غلبہ پانے کے بعد عفو و درگزر سے کام لیتا زیادہ بہتر ہے۔ عبداللہ نے اس کی سفارش کو منظور فرما کر اہل شہر کو امان دی اور اپنی فوج میں منادی کرا دی۔ فوج نے لوٹ مار سے ہاتھ روک لیا اور امن قائم ہو گیا۔ اس کے بعد عبداللہ نے نیشاپور کی حکومت کنائیک کے حوالے کر کے اس شہر پر قبضہ دے دیا۔ مرو کے باشندوں نے جب یہ خبر سنی کہ طوس اور نیشاپور کو بن عامر نے فتح کر لیا اور تمام علاقہ مسلمانوں کے زیر تصرف آ گیا اور جنگ و جدل و عارت گری کا مفصل حال معلوم ہوا تو ڈر گئے اور قاصد بھیج کر اس شرط پر صلح کر لینی چاہی کہ ہر سال میں ایک لاکھ درہم نقد جزیہ دیں گے۔ عبداللہ نے منظور کر لیا اور بن عوف حنفی کو مرو کا امیر مقرر کر کے بھیج دیا۔ جس نے وہاں پہنچ کر جملہ شرائط طے کر کے باشندگان مرو سے صلح کی تکمیل کی۔ اس کے بعد ہرات کا بادشاہ کشم و نام نے عبداللہ کے پاس حاضر ہو کر درخواست صلح کی۔ اور چاہا کہ ہرات اور قوشخ میرے قبضے میں رہنے دے میں ایک ہزار درہم سالانہ دیتا رہوں گا۔ عبداللہ بن عامر نے رضامند ہو کر اسے فرمان لکھ دیا اور جانب ہرات واپس کر دیا۔ پھر سرخس کا سردار ماہویہ حاضر خدمت ہوا اور امان چاہی کہ سرخس اور اس کے قبضے میرے قبضے میں چھوڑ دیئے جائیں تو میں ایک لاکھ درہم اور ہزار ہزار کر کے ہوں اور جو سالانہ ادا کرتا رہوں گا۔

عبداللہ نے یہ سب شرائط منظور کر کے اسے پناہ دی اور جانب سرخس روانہ کر دیا۔ پھر نساء اور ایورو کا امیر حاضر ہوا۔ جس نے ہر سال تین لاکھ درہم اور ایک ہزار کرگہوں اور جو دیتا کر کے پناہ مانگی۔ عبداللہ نے اس کی درخواست بھی منظور کر کے فرمان لکھ دیا اور کہا اپنے مقام کو چلا جا۔ پھر فارناپ اور طالقان کا بادشاہ آیا اور اس شرط پر صلح چاہی کہ میں ہر سال

دو لاکھ درہم اور پانچ سو کرگندم اور جو دیتا رہوں گا۔ عبد اللہ نے اسے بھی فرمان لکھ دیا۔ اور اسے اپنے علاقہ پر برقرار رہنے دیا۔

اس کے بعد ہر سمت کے والیان اور امیر آنے شروع ہو گئے۔ ہر ایک پناہ کا خواستگار تھا۔ اور عبد اللہ بن عامر ایک ایک کو عمد نامہ لکھ لکھ کر دیتا اور انہیں ان کے علاقے پر برقرار کرتا رہا۔ اس کے بعد عبد اللہ بن عامر نے اپنے چچا زاد بھائی عبد الرحمن بن سمرت بن جنبد بن عبد الشمس بن عبد مناف کو طلب کیا اور صلح لشکر دے کر بھستان کی طرف روانہ کیا۔ جب وہ شہر کے متصل پہنچا تو بھستانیوں نے مقابلہ کیا۔ کئی محر کے پیش آئے آخر بزور شمشیر ہو کر اس شہر کو مسلمانوں نے فتح کیا اور داخل شہر ہو کر خوب ہی قتل و قلع اور دارو گیر کی۔ بیشمار مال غنیمت اور قیدی مسلمانوں کے ہاتھ آئے۔ پھر عبد الرحمن نے تخیر کابل کا قصد کیا۔ فوج سے مشورہ لے کر اس طرف روانہ ہوا اور کابل کے متصل پہنچ کر قیام کیا۔ بادشاہ کابل نے جو عروج مشہور تھا مسلمانوں کا مقابلہ کر کے جنگ کی۔ پھر مقابلہ سے پسا ہو کر قلعہ بند ہو بیٹھا۔ عبد الرحمن نے ہر طرف سے محاصرہ کر لیا۔ اور کبھی کبھی طرفین سے مقابلہ بھی آ پڑتا اسی طرح سے ایک سال گزر گیا اور اس شہر کی تخیر میں مسلمانوں کو سخت تکالیف اٹھانی پڑیں۔ انجام کار اسے بھی فتح کر لیا۔ مسلمانوں نے داخل شہر ہو کر کابل کے بادشاہ کو بھی جو وہاں کا فرارنوا تھا گرفتار کر لیا۔ جس وقت عبد الرحمن کے سامنے لایا گیا حکم دیا کہ قتل کر ڈالیں مگر اس نے کلمہ شہادت پڑھ کر اسلام قبول کر لیا۔ جس کے سبب عبد الرحمن محبت سے پیش آیا۔ اس کے بعد مال غنیمت اور قیدیوں میں سے جو علاقہ بھستان اور کابل سے ہاتھ لگے تھے خمس نکال کر عبد اللہ بن عامر کی خدمت میں بھیج دیا اور خط میں فتح بھستان و کابل کی تمام کیفیت شرح و سطر کے ساتھ درج کر دی۔

اب عبد اللہ نے ایک اور نامور عرب اقرع بن صائب تمیمی کو بلا کر اور ایک ہزار جوانوں کی جمعیت دے کر حکم دیا کہ جو ر جانناں پر چڑھائی کرے اور اس شہر کو قبضے میں لائے خواہ جنگ سے خواہ صلح سے جیسا کہ دوسرے مقامات پر جزیر مقرر کیا گیا ہے۔ اقرع حسب الحکم روانہ ہوا جب نزدیک شہر پہنچا اہل شہر نکلے بجائے دباے کونٹے اور اسلحہ لہراتے نکل آئے۔ دونوں لشکروں میں بڑی خونریزی لڑائی ہوئی۔ بہت سے مسلمان شہید ہو گئے اور بہت باحال خراب بھاگ کر بن عامر کے پاس پہنچے۔ عبد اللہ نے اخنفت بن قیس کو بلا کر کہا اے ابو جرجح کا زمانہ آ پہنچا ہے میں حج کا ارادہ رکھتا ہوں اور جس طرح ہو گا اس ارادہ کو پورا کروں گا۔ جو سادات اور بزرگان عرب میرے پاس ہیں سب کو جانتا ہوں اور ان کے حالات اچھی طرح جانتا ہوں۔ اور تجھے امارت خراسان کے لئے منتخب کیا ہے۔ لازم ہے کہ تو میرے پیچھے اپنی عادت کے موافق انتہا درجہ کی حسن سیرت اور احتیاط سے میرا نائب رہ کر خراسان کی حکومت اور رعایا کی دیکھ بھال بہ حسن و خوبی بجالائے۔

اس کے بعد عبد اللہ خراسان کا تمام مال غنیمت و محاصل فراہم کر کے۔ حرم حج روانہ ہو گیا۔ مرو اور طالقان کے باشندوں نے اس کی واپسی کی خبر سن کر تیس ہزار فوج جمع کی۔ اخنفت بن قیس کو بھی اطلاع ہوئی لشکر فراہم کر کے مخالفوں کی طرف بڑھا۔ دریائے مرو سے دس فرسنگ کے فاصلے پر جس مقام کو کوشک اخنفت کہتے ہیں۔ قیام کیا۔ مرو اور طالقان کی فوج نے جنگ کے لئے قدم بڑھایا جب دونوں لشکر مقابل ہو گئے اور صفیں ترتیب پا گئیں اخنفت نے زور سے کبیر کہہ کر حملہ کیا اور خاص اپنے ہاتھ سے تین سرداروں کو جو صاحب علم تھے نیزہ سے مار کر لیا۔ کفار یہ حال دیکھ کر تاب مقاومت نہ لائے ٹھکت فاش کھائی۔ مسلمانوں نے قتل و قلع کرتے ہوئے دس فرسنگ تک پیچھا کیا۔ بے شمار قیدی اور بے انتہا مال غنیمت لے کر پلٹے۔

اخنفت نے اس عظیم الشان فتح کے لئے درگاہ باری تعالیٰ میں شکر یہ ادا کیا پھر بلخ کا رخ کیا اور متصل شہر پہنچ کر ایک دروازہ

کے مقابل اتر پڑا۔ فوج کے خیمے نصب کئے گئے۔ شاہ بلخ کرازی نام نے لشکر اسلام کا دبدبہ دیکھ کر خوف کھایا اور اس پر پورا رعب چھا گیا۔ ایچی بھیج کر صلح کا خواستگار ہوا اخنفت نے ان شرائط پر صلح منظور کر لی کہ وہ چار لاکھ درہم نقد ادا کریں گے اور ہر سال ایک لاکھ درہم اور پانچ سو کرگندم اور جو دیتے رہیں گے۔ پھر اخنفت وہاں سے روانہ ہو کر ملک شام کے تمام شہروں، قصبوں اور قلعوں کو یکے بعد دیگرے قبضے میں لایا۔ جہاں سے گزرتا رقم فراہم کرتا، خنس جدا کر کے باقی کو فوج میں تقسیم کر دیتا۔ اسی طرح عبدالرحمن بن سمرہ بختان اور کابل کے علاقوں میں پھر کر مال وصول کرتا اور خنس علیحدہ کر کے امیر المومنین عثمان کی خدمت میں بھیجتا تھا۔ معاویہ بن ابی سفیان حسب الحکم عثمان ملک شام کا حاکم تھا۔ اس نے ایک شخص حبیب ابن مسلمہ قمری کو بلا کر چار ہزار سوار اور دو ہزار پیادہ حوالے کر کے بہ سمت آرمینیا بھیجا۔ اس نے بہ تعمیل حکم معاویہ آرمینیا میں داخل ہو کر تمام علاقہ فتح کر لیا۔ اور جزیرہ تک جا پہنچا۔ جب شمشاط کے فوج میں داخل ہوا تو اسے خبر ملی کہ ایک رومی سردار اسی ہزار فوج کے ساتھ مقابلہ کرنے کو چلا آ رہا ہے۔

حبیب نے معاویہ کو خط لکھ کر لشکر کور کے حال سے اطلاع دی۔ معاویہ نے حبیب کا خط پڑھ کر صورت حال سے مطلع ہوتے ہی غلیفہ عثمان کو بذریعہ تحریر اس حال سے آگاہ کیا۔ عثمان نے معاویہ کے خط سے تمام کیفیت معلوم کر کے ولید بن عقبہ حاکم کوفہ کو لکھا کہ دس ہزار لشکر کو منتخب کر کے یہ ماتحتی مسلم بن ربیعہ باہلی حبیب بن مسلمہ کی کمک کے لئے روانہ کر دے۔ ولید نے اس فرمان کے متعلق ہی لوگوں کو جمع کر کے حکم سنایا اور اہل کوفہ کو مہم ارادہ سے مستعد جنگ ہو گئے۔ دس ہزار سوار و پیادہ کی جمیعت مسلم بن ربیعہ کے جھنڈے تلے جمع ہو گئی۔ مسلم نے فوراً کوفہ سے نکل کر شمشاط کی سمت کوچ کیا جس وقت حبیب کو خبر ملی کہ کمک قریب آ پہنچی ہے۔ اپنے لشکر سے کہا کہ اہل کوفہ ہماری مدد کو آرہے ہیں۔ لیکن مجھے اندیشہ ہے کہ ان کے پہنچنے کے بعد ہم نے دشمنوں پر فتح حاصل کی تو کوفیوں کا نام ہو جائے گا۔ اس لئے مناسب ہے کہ اس مدد کے پہنچنے سے پہلے ہی ہم اپنی جمیعت سے بلا استدعا اہل کوفہ معرکہ آرائی کریں۔ ممکن ہے ہمیں ہی فتح نصیب ہو جائے۔ لشکر نے کہا ہم مطیع ہیں جو کچھ حکم ہو بجالائیں گے۔ حبیب بڑا عقلمند اور بہادر شخص تھا۔ نکات رموز جنگ خوب جانتا تھا۔ کچھ دیر سوچ سمجھ کر یہ ہی رائے قائم کی کہ رات کے وقت چھاپہ ماریں۔ فوج کو ترتیب دے کر تمام سرداروں اور افسروں کو اپنے منصوبوں سے مطلع کر دیا اور آہستہ آہستہ چل کر دشمن کی فوج کے متصل جا پہنچا۔

اس کے بعد عین عالم بے خبری میں ہر طرف سے حملہ کر دیا۔ اور شمشیر زنی سے کام لیا۔ کافروں کی جمیعت کا کچھ حصہ قتل کر دیا اور باقی قید کر لئے۔ اور باقی اندھیری رات میں ادھر ادھر منتشر ہو گئے۔ سورج طلوع ہونے تک ایک تنفس بھی اس میدان میں نہ رہا۔ اب حبیب نے بے شمار لوٹ کا مال لے کر مراجعت کی۔ خنس غلیفہ کی خدمت میں بھیج کر باقی اپنی فوج میں تقسیم کر دیا۔ ہر شخص کو زر کثیر حاصل ہوا۔ اسی اثناء میں مسلم بن ربیعہ بھی کوفی لشکر سمیت آن پہنچا اور حبیب سے کہا ہمیں دار الخلافہ سے تمہاری امداد کے لئے روانہ کیا ہے اور تم نے ہمارے آنے کی خبر سن کر اپنا حوصلہ بلند کیا اور فتح پائی اس لئے مال غنیمت میں سے ہمیں بھی حصہ دو۔ حبیب نے کہا تمہاری خواہش انصاف پر مبنی نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فوج کثیر تمہارے آنے سے پہلے ہمیں فتح عطا فرمائی ہے۔ جس جماعت نے جان کی بازی لگا کر اور خطرات میں کود کر جنگ کی اور مال غنیمت پایا ہے تو اس سے واپس لینے کا تمہیں کیا حق ہے۔

انجام کار حبیب اور مسلم میں تلخ کلام ہو گئی۔ اور نوبت یہ انیجا رسید کہ دونوں جماعتوں نے تلواریں نیام سے نکال لیں۔ بڑی سخت لڑائی ہوئی اور چونکہ حبیب کی جماعت خستہ اور ماندہ تھی اور لشکر کوفہ تعداد میں زیادہ اور تازہ دم تھا اس لئے حبیب کی جماعت کو شکست ہوئی۔ یہی سب سے پہلا موقع تھا کہ عراق اور شام والوں میں عداوت پیدا ہو گئی۔ حبیب نے

خط لکھ کر عثمان کو صورت حال سے مطلع کیا۔ عثمان نے جواب دیا کہ تم نے جو مال غنیمت حاصل کیا ہے اسے عراق والوں سے عزیز نہ رکھو بلکہ ان کو بھی اس میں شریک کرو حبیب نے فرمان خلیفہ عثمان پڑھ کر اپنے لشکر کو مضمون مندرجہ سے مطلع کیا۔ سب نے از روئے اطاعت منظور کر کے اس مال غنیمت میں سے اہل عراق کو حصہ دے دیا۔ حبیب نے اسی جگہ قیام کیا اور مسلم بن ربیعہ نے حسب ارشاد امیر المؤمنین لشکر کوفی کے ہمراہ آرمینیا پر چڑھائی کی۔ وہاں کے حکام عربی لشکر کے آنے کی خبر سن کر ڈر گئے اور قلعوں کے اندر پناہ لے کر بیٹھ گئے۔ حضوں نے مقابلہ کر کے تباہی مول لی۔ سب یہی کہتے تھے کہ ہمارے مقابل آسانی لشکر ہے ان پر کوئی ہتھیار کارگر نہیں ہوتا۔ اور نہ یہ مرتے ہیں۔

اب مسلم نے یسقلان کی طرف جو ولایت ارمن کا شہر ہے قدم بڑھایا۔ راستہ میں جس شہر اور قصبے سے گزرتا تھا وہاں دین اسلام پھیلاتا، جزیہ قائم کرتا اور زر مقررہ لیتا جاتا تھا جو شخص مخالفت سے پیش آتا اسے ہلاک کر دیتا تھا۔ جب یسقلان کے پاس پہنچا تو وہاں کے باشندے حاضر خدمت ہوئے۔ بہت سا سامان پیش کیا اور خواستگار صلح ہو کر جزیہ اور فدیہ دینا قبول کیا۔ مسلم نے پناہ دے کر زر فدیہ لیا اور وہاں سے چل کر قلعہ بروغ کے دروازہ پر آ پڑا۔ بروغ والوں نے بھی صلح کر لی۔ مسلم رقم وصول کر کے شردان کی طرف متوجہ ہوا۔ دریائے کابل کو عبور کر کے شہر شردان کے سامنے آ پہنچا بادشاہ شردان نے قاصد بھیج کر درخواست صلح پیش کی۔ مسلم نے صلح منظور کی اور زر مقررہ لے کر شاہران و مسقط کا رخ کیا۔ اس سرزمین پر پہنچ کر پہاڑی حاکموں کے پاس قاصد روانہ کیے کہ حاضر ہوا ہوں ملک لکر، ملک رقیان اور طبرستان کے فرمانروا کیے بعد دیگرے حاضر ہوئے طرح طرح کے تحفے اور ہدیے پیش کیے اور اپنے اپنے علاقوں کی رقم داخل کر کے سالانہ خراج منظور کر لیا۔ طرفین سے پختہ عہد و پیمان ہو گیا۔ پھر مسلم نے سب کو رخصت کر کے باب الاواب کوچ کیا۔ اس وقت ترکستان کا بادشاہ خاقان تین لاکھ فوج لیے وہاں موجود تھا اور اس نے سن رکھا تھا کہ لشکر عرب کی تعداد صرف دس ہزار ہے۔ انہیں آسانی مدد ملتی ہے اور کوئی ہتھیار ان پر اثر نہیں کرتا بہت ڈرا اور بہ عجلت تمام اس شہر سے نکل گیا۔ مسلم نے باب الاواب میں داخل ہو کر تمام شہر کو خالی پایا۔ تین روز قیام کیا کہ لشکر آرام پاسکے۔ اس کے بعد خاقان کی تلاش میں نکل کھڑا ہوا۔ اثناء تلاش میں اس کا گزر علاقہ جوز کے ایک شہر برعوز نام میں ہوا۔ وہاں بھی کسی شخص کو نہ پایا۔ مسلم نے وہاں قیام نہ کیا اور خاقان کا پیچھا کیے چلا گیا۔ جب خزر کے شہر بلنجرہ میں پہنچا تو اس کے متصل ایک بہت بڑا سبزہ زار دیکھا وہیں قیام کیا یہ سبزہ زار بہت ہی وسیع تھا اس میں سے ایک بہت بڑا دریا گزرتا تھا۔ خاقان کی فوج کے بھی کچھ لوگ اس سبزہ زار میں موجود تھے۔ ایک شخص نے چوری سے لشکر اسلام کا حال معلوم کرنا چاہا۔ ایک مسلمان کو دیکھا کہ دریا کے پانی میں نما رہا ہے۔ اس کا فرنے لرزے کانپتے تیر کمان میں رکھ کر نشانہ باندھا۔ حسب اتفاق تیر نشانہ پر بیٹھا اور وہ مسلمان جوان مر گیا کافر دوڑ کر اس کے پاس آیا سر تن سے اتار کر اور کپڑے لے کر خاقان کے پاس آیا اور کہا یہ سراسر لشکر کے ایک سپاہی کا ہے جس نے چڑھائی کی ہے اور جن کی نسبت مشہور ہے کہ وہ آسمانی لوگ ہیں ان پر ہتھیار کام نہیں کرتا یہ شخص اسی فوج میں سے تھا میں نے تیر باراً فوراً مر گیا۔ اب سرکٹ کر تیرے پاس لایا ہوں۔ خاقان نے وہ سر بریدہ دیکھا اور قاتل کا بیان سن کر منادی کر دی کہ فوج فراہم ہو جہاں سردار اور حکام موجود تھے خط بھیج کر مسلمانوں سے جنگ کرنے کی ترغیب و تحریص دلائی فراہمی لشکر کے بعد خاقان نڈی دل جیسی فوج کے ساتھ فوج اسلامی کی طرف بڑھا۔ مسلمانوں نے جہاں تک ہو سکا خوب ہی کوشش کی مگر مقابلہ ان کی قوت سے باہر تھا۔ انجام کار یہ ہوا کہ وہ عاجز آ گئے اور ایک ہی حملے میں ایک ہزار مسلمانوں نے جام شہادت نوش کیا۔ کافر مسلمانوں پر غالب آ گئے۔ مسلم بن ربیعہ اور اس کے ہمراہی دس ہزار اہل کوفہ سب کے سب شہید ہو گئے۔ ایک شخص بھی زندہ نہ بچا۔ یہ حادثہ شہر بلنجرہ کے میدان میں واقع ہوا۔ ان

سب مسلمانوں کی خاک اسی صحرا میں مل گئی جسے قبور اشدا کہتے ہیں۔

عثمان کو اس خبر کے سننے سے نہایت ہی رنج و غم ہوا، خواب و خور حرام کر دیا اور حبیب بن مسلمہ کو خط لکھا کہ جس قدر لشکر تیرے پاس ہے اسے لے کر آرمینیا پر چڑھ جائے اور جتنے مسلمان وہاں شہید ہوئے ہیں ان کا عوض خاتان اور اس کی فوج سے لے۔ حبیب نے حسب الحکم فوج کو جمع کر کے تسلی دی اور ہر شخص کو تنخواہ اور سواری کے لیے گھوڑا دے کر جانب آرمینیا روانہ ہوا۔ سب جگہ سے ہوتا ہوا اس گھاٹی سے جسے بندھی زوارہ کہتے ہیں گزر کر شہر خلاط کے متصل پہنچا دیکھا کہ وہاں کا قلعہ نہایت ہی عظیم الشان اور مستحکم ہے اور اس قلعہ کے اندر جس قدر کافر ہیں سب کے سب بڑے بہادر لڑنے والے ہیں۔ باہم سخت معرکہ پیش آئے۔ انجام کار حبیب نے قلعہ فتح کر لیا۔ اور تمام کافروں کو ہلاک کر کے ان کے اہل و عیال کو قید کر لیا۔ اس قلعہ میں بے انتہا مال اور ظروف برآمد ہوئے۔ پھر کوچ در کوچ کر کے علاقہ مطاہیر کے ایک مقام سراج نام پر پہنچا وہاں قیام کر کے علاقہ حرزان کے جملہ امیروں اور سرداروں کے نام فرمان جاری کیے کہ حاضر دربار ہوں۔ اطراف و جوانب کے امراء کا ایک گروہ حاضر ہوا اور اسی ہزار درہم پر صلح قرار پائی۔ حبیب نے زر مقررہ لے کر عہد نامہ تحریر کر دیا اور سب کو رخصت کر دیا۔ اسی اثناء میں خلیفہ عثمان نے معزول کر کے حذیفہ الیمانی کو اس کی جگہ مامور کیا۔ حذیفہ نے آکر اسی مقام پر قیام کیا اور اپنے چچا کی اولاد میں سے ایک شخص اوصلہ بن زور عسبی کو چیدہ لشکر کے ساتھ اسی توارح میں بھیجا۔ اوصلہ نے وہاں کا انتظام نہایت ہی خوبی کے ساتھ کیا۔ اس ملک کے تمام بادشاہوں اور امیروں وغیرہ کو فرمانبردار بنا لیا۔ سب اس کے حکم پر چلتے اور اس کی آواز پر کام کرتے۔ اسی طرح ایک سال کا عرصہ گزر گیا اور وہ اسی علاقہ میں رہا۔ پھر خلیفہ عثمان نے حذیفہ بن یمان کو بھی اس جگہ سے معزول کر کے اس کی جگہ مغیرہ بن شعبہ کو بھیجا۔ مغیرہ نے پہنچ کر کچھ دنوں قیام کیا اور قابل تعریف آئین مقرر کیے۔ پھر خلیفہ نے مغیرہ کو بھی معزول کر کے اشعث بن قیس کو اس علاقہ کا حکم مقرر کیا۔ اشعث نے اس تمام علاقہ کو قبضے میں لا کر عثمان کے قتل ہونے کے وقت تک یہ انتظام جاری رکھا۔

حبشہ کا فساد اور دریا پر قتل و غارت گری کے واقعات

راویان اخبار بیان کرتے ہیں کہ جس وقت خلیفہ عثمان ملک آرمینیا کی تخیر اور انتظام علاقہات میں مصروف تھے سنا کہ ملک شام کے کچھ لوگوں نے بحر شام کے کناروں پر اتر کر ان دیہات کو جو عہد خلیفہ عمر میں فتح ہوئے تھے لوٹ لیا ہے اور کچھ مسلمانوں کو قتل کر کے ان کی عورتوں اور بچوں کو قید کر لیا ہے۔ عثمان اس واقعہ سے غمگین ہوئے۔ ایک دن انصار اور مہاجرین کے مشہور لوگوں کو بلا کر اس امر میں مشورہ کیا کہ کیا تدبیر کرنی چاہیے۔ اور اس فتنہ کے دفعہ کے لیے کون سا امر زیادہ مناسب ہوگا۔ انہوں نے کہا اے خلیفہ آپ ان لوگوں سے جنگ میں جلدی نہ فرمائیں۔ یہی مناسب معلوم ہوتا ہے کہ پہلے قاصد بھیج کر شاہ حبشہ سے اس واقعہ کی کیفیت معلوم کی جائے۔ اگر یہ نامعلوم حرکت اسی کے اشارہ اور رضا مندی سے ہوئی ہے تو زیادہ غور و فکر کرنا چاہیے اور اگر اس کی اجازت کے بغیر فوج کے جاہل اور شرانگیزوں نے کیا ہے تو شاہ حبشہ ہی سے اس کا تدارک کرانا چاہیے۔ وہی ان لوگوں کو تنبیہ اور سرزنش کرے۔

عثمان نے اس رائے کو بہت پسند کیا اور اس باب میں شاہ حبشہ کے نام خط تحریر کر کے محمد بن مسلمہ انصاری کو دیا اور اپنی بنا کر مع دس ہمراہوں کے بھیجا اور اس نے شاہ حبشہ کے دربار میں نامہ دیا اور حق رسالت بجا لایا۔ حبشہ کے بادشاہ نے صاف انکار کیا کہ مجھے اس واقعہ کی کچھ خبر نہیں نہ میری رضا مندی سے ایسا ہوا ہے۔ فوراً آدمی بھیج کر ان لوگوں کو طلب

کیا اور سرزنش کر کے لوٹا ہوا مال اور قیدی واپس لے کر محمد بن مسلمہ کے حوالے کر دیے۔ اور خلیفہ کے خط کا جواب اچھے طریق سے لکھا۔ اپنی پر بھی بڑی مہربانی فرمائی اور خوشنودی کے ساتھ واپس بھیجا۔ محمد نے خلیفہ کی خدمت میں حاضر ہو کر اس جماعت اور مال کو جو اہل جہش سے واپس لیا تھا پیش کیا۔ عثمان خوش ہوئے۔ اور ساحل کے رہنے والے مسلمان باشندوں پر عنایت فرما کر اسلحہ اور فوج سے تقویت بخشی کہ پھر کبھی دشمن ایسا ارادہ کریں تو ان کو باز رکھ سکیں اور اہل جہش اور دیگر مخالفوں کی طرف سے فارغ دل رہ سکیں۔

فتح قبرص

اسی اثناء میں معاویہ بن ابی سفیان کا ایک خط خلیفہ کی خدمت میں پہنچا کہ آج کل سمندر اتر گیا ہے۔ اس کی موجیں اور سختیاں بند ہو گئی ہیں، ایسے وقت میں کشتیاں با آسانی آجاسکتی ہیں اور ہم چند روز میں داخل جزیرہ قبرص ہو کر بہت آسانی سے اپنے قبضے میں لاسکتے ہیں جس کی فتح سے مسلمانوں کو بے شمار مال و دولت ہاتھ آئے گا۔ اگر خلیفہ کا حکم ہو تو اس مہم کو اختیار کر کے انجام دیا جائے۔ خلیفہ نے جواب دیا کہ زمانہ خلافت عمر میں بھی تو نے ایسی درخواست کی تھی مگر قبول نہ ہوئی تھی۔ میں بھی اس مہم کی اجازت نہیں دے سکتا اور اگر چار و ناچار اس خطرناک مہم کو تو چھیڑنا ہی چاہتا ہے اور کسی طرح اس ارادہ سے اپنے آپ کو باز نہیں رکھ سکتا تو اپنے عیال و اطفال کو بھی اپنے ہمراہ لے جا جس سے مجھے اطمینان ہو جائے تو سچ کہتا ہے کہ سفر دریا خطرناک نہیں ہے۔ معاویہ کو یہ جواب ملا تو سفر دریا اور مہم جزیرہ قبرص کا مصمم ارادہ کر کے حکم دیا کہ کشتیاں اور بجرے تیار کر کے دریائے مکہ کے ساحل پر موجود کریں۔ اور حکم کے منتظر رہیں۔

غرضیکہ معاویہ کے حکم سے جو جو اشیاء مطلوب تھیں مرتب و مہیا کر کے مقام مقصود پر پہنچا دی گئیں۔ اب معاویہ نے فوج کو انعام تقسیم کر کے اچھے اچھے وعدوں سے دل بڑھایا اور جانب دریائے مکہ روانہ ہوا۔ حسب ایماے خلیفہ اپنے اہل و عیال اور لواحقین کو دمشق سے ہمراہ لے کر سفر کرتا ہوا داخل مکہ ہوا۔ وہاں ایک دو روز قیام کر کے آرام کیا۔ پھر معاویہ مع فرزندان و مقرران و خواص ایک کشتی میں سوار ہوا۔ باقی لشکر بھی دیگر کشتیوں اور بجزوں میں بار ہوا۔ کل دو سو بیس کشتیاں اور بجرے تھے۔ جس وقت یہ فوج روانہ ہوئی جمعہ کا دن تھا اور نماز ظہر کا وقت گزر چکا تھا۔ لشکر اٹھتے ہیں سب نے تکبیر و تہلیل کی آوازیں بلند کیں۔ حسب اتفاق مخالف ہوا چلی اور سمندر میں تلاطم پیدا ہوا۔ کشتیاں ایک دوسرے سے علیحدہ ہو کر کچھ جانب راست اور کچھ جانب چپ منتشر ہو گئیں۔ معاویہ کی زوجہ ڈر کر چیخیں مارنے لگی۔ اور ملاح سے کہا خدا کے واسطے کشتی ٹھیرا لے مجھے تاب ضبط نہیں رہی۔ ملاح نے ہنس کر کہا اے خدومہ سمندر بجز خدا تعالیٰ جل جلالہ و عم نوالہ کسی کا حکم نہیں مانتا۔ جب موج آتی ہے تو حکم باری تعالیٰ سبحانہ کے سوا اور کوئی شخص کشتی کو نہیں سنبھال سکتا۔ خدا کے فضل و کرم پر بھروسہ کیے مبر سے بیٹھی رہو اللہ تعالیٰ رحم فرما کر باد مخالف کو بند فرما دے گا۔ معاویہ بھی اپنی بیوی بچوں کی طرف سے جو کشتی میں سوار تھے بہت فکر مند تھا۔ خدا کو یاد کرتا ہوا چپ چاپ بیٹھا تھا۔ آخر فضل باری تعالیٰ نے مخالف ہوا کو بند کر دیا۔ موجیں ختم گئیں سمندر میں سکون ہو گیا۔ اور تمام کشتیاں منزل مقصود کی جانب روانہ ہو گئیں۔ اچانک سمندر میں کئی کشتیاں آتی نظر آئیں۔ جن میں قسم قسم کے بیش قیمت تحفے اور نذرانے منجانب شاہ قبرص قسطنطین پسرہ قتل بادشاہ روم کے واسطے جا رہے تھے۔ ملاحوں نے معاویہ کو مطلع کیا اس نے حکم دیا کہ سب کو حراست میں لے کر اپنے ساتھ لے چلو۔ کنارہ پر پہنچ کر معاویہ نے ان کو اپنے حضور میں طلب کیا۔ حسین لونڈیاں اور غلام، طرح طرح کے ظروف اور قسم قسم کے فاخرہ لباس پار کیے ہوئے ہیں۔ کہا ان سب کو بہ حفاظت تمام رہنے دو پھر خود جزیرہ قبرص کی طرف

متوجہ ہوا۔ اور خشکی پر اتر کر حکم دیا کہ اس جزیرہ کو تاراج کر ڈالیں۔ بے شمار مال غنیمت، ماہ طلعت کینیز، صاحب جمال غلام اور انواع و اقسام کی نفیس نفیس اشیاء لوٹ کر ساحل بحر پر لائے اور سب کشتیوں پر بار کیا۔ اسی اثناء میں جزیرہ قبرص کے حاکم نے اپنی بھیج کر اس شرط پر صلح کر لی کہ بغیر دست اندازی کیے واپس چلے جائیں تو ہر سال ایک ہزار دو سو دینار خدمت معاویہ میں ادا کرتا رہوں گا۔

معاویہ نے اس شرط کو منظور کر کے دستاویز لکھ دی اور زر مصالحت لے لیا۔ باہم یہ امر قرار پا گیا کہ اس معاہدہ کے خلاف نہ کریں گے۔ جب تک جزیرہ کا بادشاہ زر مقرر ادا کرتا رہے گا جزیرہ سے کوئی تعرض نہ ہو گا۔ اہل جزیرہ ہر سال زر مقررہ معاویہ کے پاس بھیجتے رہے اور اسی قدر شاہ روم کو دیتے رہے۔

الغرض تمام اموال غنیمت اور لوٹنی غلام کشتیوں میں سوار کرا کر معاویہ نے مراجعت کی سندرز خاموش تھا۔ بلا زحمت و مشقت سلامتی سے ساحل مکہ پر آ پہنچے خشکی پر اتر کر اموال غنیمت کا اندازہ کیا تو بے اندازہ دولت ملی۔ لوٹنی غلاموں کا جائزہ لیا تو آٹھ ہزار تنفس اور سب کے سب نہایت حسین اور خوبصورت جن میں سے سات سو لوٹنیاں اور غلام کنواریے بھی تھے۔ معاویہ نے جس نکال کر خلیفہ عثمان کی خدمت میں بھیج دیا باقی فوج میں تقسیم کیا گیا۔ اور ایک خط کے ذریعے جزیرہ کے حالات اس کی فتح کی کیفیت اور وہاں کے حاکم کے ساتھ صلح کی شرائط سے اور مع اموال غنیمت بھیج و سلامت واپس پہنچنے سے خلیفہ کو مطلع کیا۔

معاویہ کے لشکر نے اسی جگہ قیام کر کے لوٹنی اور غلام اور سامان غنیمت باہم خرید و فروخت کرنے شروع کر دیے۔ ابو دردا موجود تھے یہ حال دیکھ دیکھ کر رو رہے تھے۔ ایک دوست نے پوچھا آج بڑا مبارک اور نہایت ہی خوشی کا دن ہے کہ مسلمانوں کو ایسی فتح میسر ہوئی اور اس قدر کثیر مال غنیمت ہاتھ آیا کہ اسلامی جہنم سے کو عروج حاصل ہوا اور کفر کا جھنڈا سرنگوں ہو گیا۔ پس اب خوش و خرمی کا وقت ہے نہ کہ روتے اور غم کرنے کا۔ ابو دردا نے کہا اے بھائی جیسا تو نے بیان کیا یہی بات ہے۔ مگر میں ان عورتوں اور بچوں کے معائنہ حال میں کچھ اور نظارہ کر رہا ہوں۔ ان کے رنج و الم میں مبتلا ہونے سے گنہ گار ان امت کی ذلت و خواری یاد آتی ہے کہ وہ خدائے سبحانہ تعالیٰ کے نزدیک کیسے ذلیل و حقیر ہوں گے ان لوگوں نے عین نعمت اور دولت میں رہ کر حکم خدا کو حقیر سمجھا اور گناہ گار ہوئے تو انجام کار اس غلامی بربادی اور ذلت میں مبتلا ہوئے۔ خدا جیسے کسی بندہ کا بندہ بنانا ہے وہ ایسا ہی مقہور اور تباہ حال ہو جاتا ہے۔

الغرض مسلمانوں میں اموال غنیمت قبرص کی تقسیم کے وقت بوجہ خیانت فساد اور جھگڑے پیدا ہوئے اس وقت قبرص کا ایک بوڑھا موجود تھا بولا اے مسلمانو! تمہارے پیغمبر کی وفات کو کچھ زیادہ عرصہ نہیں گزرا اور اس کے دوستوں اور تابعین کا زمانہ کچھ طویل نہیں ہوا ہے کہ تم ابھی سے ایسی خیانتیں کرنے لگے تمہارے بعد لوگوں کا بھلا کیا حال ہو گا۔ معاویہ کو بھی اس معاملہ کی خبر ہوئی بہت پریشان ہوا اور سخت ممانعت کی پھر خلیفہ ابو بکر کا وصیت نامہ جو یزید ابن سفیان کے نام امارت شام کی تقرری کے وقت لکھ کر بھیجا گیا تھا منگایا اور لشکر کو سنایا۔ وصیت نامہ کا مضمون یہ تھا:

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ یہ عہد نامہ خلیفہ رسول اللہ کی جانب سے تمام امیروں اور سرزادوں اور سپاہیان لشکر کے نام تحریر کیا جاتا ہے جس میں انہیں نصیحت اور وصیت کی جاتی ہے کہ ہر ایک امر میں پرہیزگاری اختیار کرو۔ دنیوی ترقیوں، بلند رتبوں اور شان و شکوہ کی کوشش نہ کرو۔ فسق و فساد کی راہ سے بچو، گناہوں اور شریعت کے احکام اور امر و نواہی کو خفیہ اور بے حقیقت نہ سمجھو۔ جو بکریاں چارہ کھا جائیں یا جن مویشیوں سے فائدہ اٹھاتے ہیں انہیں ہلاک نہ کرو، میوہ دار درختوں کو نہ کاٹو اور کھجوروں کے درختوں کو جلاؤ یا توڑو نہیں۔ گرجا گھروں کو ثابت نہ چھوڑو بلکہ انہیں سمار کر دو بڑھے

ہر اور عورتوں اور بچوں کو قتل نہ کرو نہ انہیں ستاؤ جو اشخاص صومعہ میں گوشہ نشین ہوں انہیں وہاں سے مت نکالو نہ ان سے کسی قسم کا تعرض کرو مگر جن گروہوں کے دماغ میں شیطان نے گھر بنا کر الٹی مت دے رکھی ہو انہیں قابو پاتے ہی قتل کر ڈالو ایک لمحہ کی بھی فرصت نہ دو۔ روئے زمین کو ان کی ناپاک ہستیوں کی آلودگی سے صاف کر دینا چاہیے۔ مجھ سے رسول خدا کی یہی وصیت ہے اور ان نصیحتوں سے ذرا سرتابی نہیں کرنی چاہیے سب پر پورا پورا عملدرآمد ہونا لازم ہے۔ والسلام!

جب معاویہ نے یہ تحریر پڑھ کر لشکر کو سنائی سب کے سب مضمون سے واقف ہو کر راہ راست پر نیکو کاری سے رہنے لگے۔ خیانت اور فساد سب باتیں ترک کر دیں۔ ہاں اسی وقت جبکہ قبرص کی لوٹ مسلمانوں میں ہو رہی تھی۔ حضرت محمد مصطفیٰ کے چند اصحاب ابو درداء، عبادہ بن صامت، شداد بن اوس، املہ بن اسحاق، ابو امامہ باہلی، عبداللہ بن بشر، مازین وغیرہ کسی گوشہ میں بیٹھے یہ حال دیکھ رہے تھے اور روتے جاتے تھے انہوں نے دو انصاریوں کو دیکھا کہ دو دو گدھے ہکائے لیے جا رہے ہیں عبادہ بن صامت نے پوچھا یہ کس کے لیے ہیں اور کہاں لے جا رہے ہو انہوں نے جواب دیا ہمارے ہیں اور معاویہ نے ہمیں دیے ہیں کہ ان پر سوار ہو کر حج کو جائیں۔ شاید ہم انہی کے ذریعے سے خانہ کعبہ کی زیارت کر لیں۔ عبادہ نے کہا معاویہ کے لیے یہ امر جائز نہیں ہو سکتا کہ یہ جانور تمہارے حوالے کر دے اور نہ تم کو لے لیتا روا ہے۔ ہاں اگر رسول خدا صلعم نے ایسا فرمایا ہو کہ وہ گدھے تمہیں دے دیے جائیں تو ٹھیک ہے۔ انصاریوں نے کہا سبحان اللہ اب رسول خدا کہاں ہیں۔ عبادہ نے جواب دیا میرا یہ مطلب ہے کہ حضرت رسول خدا نے تمہاری نسبت وصیت فرمادی ہو کہ جس وقت جزیرہ قبرص فتح ہو تو مال غنیمت میں ایک گدھا تمہارے حوالے کر دیا جائے۔ اگر بہ طریق وصیت تمہیں دو گدھے عطا کیے گئے ہوں تو لینا حلال ہے ورنہ حرام۔ انصاری ان دونوں گدھوں کو معاویہ کے پاس لے گئے اور کہا عبادہ کچھ اس طرح بیان کرتا ہے۔ معاویہ نے انہیں بلایا اور پاس بٹھا کر اس امر کی نسبت پوچھا۔ عبادہ نے کہا اے امیر جنگ خنین کے موقع پر میں خدمت رسول خدا میں حاضر تھا اس وقت آپ مال غنیمت تقسیم فرما رہے تھے۔ ایک اونٹ کے پیلو میں سے ایک بال اکھاڑ کر قسمیہ فرمایا کہ لوٹ کے مال میں سے خمس کے علاوہ مجھے ایک خمس بھی لے لینا حلال نہیں ہے اور میں خمس غنیمت بھی نہیں لیتا تمہی کو دے دیتا ہوں۔

معاویہ نے پوچھا اے ابو درداء تو گواہی دے سکتا ہے کہ روز جنگ خنین زبان فیض ترجمان حضرت رسالتاب سے تو نے ٹھیک یہی کلمے سنے ہیں عبادہ نے کہا ہاں۔ اور تجھے لازم ہے کہ اموال غنیمت جو جنگ ہائے جزیرہ سے حاصل ہوئے ہیں ان کی نسبت پوری احتیاط عمل میں لائے اور تقسیم کے لیے اسی شخص کو مقرر کرنا چاہیے جو نیک سیرت، امانت دار اور دیانت دار مشہور ہو۔ معاویہ نے کہا میں نے اس کام کا سرا انجام تیری ہی ذات پر منحصر رکھا ہے جس طرح مناسب سمجھے یہ مال غنیمت مسلمانوں میں تقسیم کر دے۔ عبادہ نے کہا اور بھی بہت سے اصحاب ہیں انہیں چھوڑ کر یہ نازک کام مجھ پر کیوں ڈالتے ہو۔ معاویہ نے کہا اس سبب سے خلیفہ عثمان نے مجھے لکھ دیا ہے کہ مال غنیمت کی تقسیم کا کام اس شخص کے حوالے کرنا جو سب لوگوں میں زیادہ فاضل ہو اور جو لوگ میرے ساتھ ہیں وہ میرے مصاحب یا ہمراہی ہیں ان میں سے ایک بھی تجھ سے فاضل تر نہیں۔ کیونکہ تو شروع میں اسلام لانے والا اور خدمت رسول خدا میں رہا ہوا شخص ہے۔ عبادہ نے کہا یہ کام کسی اور کے سپرد کرو کیونکہ مجھ سے یہ کام انجام نہ پاسکے گا۔

معاویہ نے کہا میں، چار و ناچار تم ہی اس کام کو انجام تک پہنچاؤ۔ اور مجھے مطمئن کرو۔ غرضیکہ یہ کام خواہ مخواہی عبادہ کی سپرد ہوا کہ ابو درداء اور ابو امامہ باہلی تقسیم مال میں معاویہ کو امداد دیں۔ بعدہ معاویہ نے بہت سے خفے فراہم کیے اور ایک

لونڈی جو نہایت ہی حسین صاحب جمال اور ناز و انداز والی تھی اور جزیرہ قبرص سے ہاتھ آئی تھی ان ہدایہ کے ساتھ شامل کی۔ پھر تحائف عبدہ بن عبیدہ سلمی کے ہمراہ خدمت عثمان میں روانہ کیے اور تمام حالات لکھ دیئے۔ جس وقت معاویہ کا یہ خط اور جملہ تحائف وغیرہ عثمان کے پاس پہنچے اور مال خمس جو اس سے پیشتر ہی پہنچ چکا تھا خلیفہ نہایت ہی شادماں اور مسرور ہوئے۔ خداوند کریم کا شکر یہ ادا کیا۔ جب اس حسین و جمیل لونڈی کو دیکھا تو اپنی سے پوچھا کیا یہ لونڈی مال خمس میں ہے اس نے جواب نہیں بلکہ جزیرہ کی قیمت میں سے معاویہ کے حصے میں آئی تھی اور اس نے بطور تحفہ آپ کے حضور میں پیش کی ہی۔ عثمان نے اپنی سے پوچھا تیرا کیا نام ہے۔ اس نے کہا عبدہ بن عبیدہ۔ پوچھا مسلمانوں کے ہمراہ تو بھی تو جزیرہ قبرص میں گیا تھا اس نے کہا ہاں کیا تھا۔ فرمایا مجھ سے اس جزیرہ کی کیفیت بیان کر کہ اس کا طول و عرض کس قدر ہے۔ عبدہ نے کہا بہت بڑا جزیرہ ہے۔ نہایت ہی زرخیز اور آباد۔ اہل جزیرہ کا بیان ہے کہ طول میں اسی فرسنگ ہے اور اسی قدر عرض میں ہے۔ وہاں پر بستے دریا، باغات اور چمن بکثرت ہیں۔ طرح طرح کے پھل اور میوے پیدا ہوتے ہیں۔ عمارتیں بڑی بڑی عالی شان اور وسیع ہیں۔ مکانات انسانوں سے معمور ہیں۔ دیہات سب خوش وضع اور خوش حال ہیں۔ غرضیکہ وہاں کی خوبیاں کچھ بیان نہیں ہو سکتیں۔ مویشی، گھوڑے، گائے، بیل، اونٹ، گدھے، بھیڑ، بکریاں شہار سے باہر ہیں۔ مسلمانوں کو اس کے فتح کرنے میں بہ فضل باری تعالیٰ ذرا بھی دقت پیش نہیں آئی۔ دشمن ہمارے لشکر کو دیکھتے ہی خوفزدہ ہو گئے کہ ذرا مقابلہ نہ کر سکے۔ ہمیں تاوار تک نکالنی نہ پڑی سب کے سب ہمارے آگے پانی بھرنے لگے ایک شخص کو بھی یہ حوصلہ نہ ہوا کہ مخالفت کرتا۔ اپنی بھیج کر صلح کے خواستگار ہوئے اور زر مصالحت اور جزیرہ دینا قبول کیا۔ عثمان نے فرمایا

ذالک من فضل اللہ و رحمۃہمبارکہ المؤمنین یعنی یہ امر اللہ تعالیٰ کے فضل سے ظہور میں آیا اور ایمان والے بندوں پر اس کی رحمت ہے۔ پھر حکم دیا کہ جزیرہ کی لوٹ کا خمس مدینہ والوں میں بانٹ دیں ہر شخص کو واجب حصہ پہنچا دیا۔ اور لونڈی کو اپنے لیے رکھ چھوڑا۔ مگر ناکہ بنت فرافضہ جو خلیفہ کی منکوحہ زوجہ تھی اس بات سے نہایت ہی ناراض ہوئی۔ منہ بجھا لیا اس لیے خلیفہ نے وہ لونڈی معاویہ ہی کے پاس واپس بھیج دی اور معاویہ نے اپنے واسطے رکھ لی۔ وہ معاویہ کی وفات تک اس کے گھر میں رہی لیکن اس کے کوئی اولاد پیدا نہ ہوئی۔

جزیرہ دودسن کی فتح

جب معاویہ جزیرہ قبرص کو فتح کر چکا اور مسلمانوں کو وہاں سے لوٹ کا بے شمار مال ملا۔ تو معاویہ نے چاہا کہ جزیرہ دودسن کو فتح کرے۔ اس ارادہ کی نسبت خلیفہ عثمان سے اجازت طلب کی خلیفہ نے جواب دیا کہ دریائی سفر بڑا خطرناک کام ہے نہیں معلوم انجام کیا ہو لیکن تو نے معمم ارادہ کر لیا ہے اور یہی چاہتا ہے کہ بحری سفر اختیار کر کے جزیرہ مذکور کو قبضہ میں لائے تو نہایت احتیاط اور ہوشیاری سے اس مہم کو اختیار کرنا اور ہر وقت رہیز گاری کو مد نظر رکھنا۔ معاویہ نے اجازت پاتے ہی سفر دریا و فتح جزیرہ مذکور کا پختہ ارادہ کر کے فراہمی لشکر شروع کی اور حکم دیا کہ کشتیاں تیار کی جائیں۔ جب کشتیاں تیار ہو گئیں۔ ایک کشتی میں خود مع خوص اور خدمتگاروں کے سوار ہوا اور لشکر اور جھنڈوں کو دوسری کشتیوں میں سوار کرایا۔ روانگی کے وقت مسلمانوں نے نعرہ تکبیر و تہلیل بلند کیا۔ کشتیاں چلی جا رہی تھیں جب جزیرہ مذکور دور سے نظر آنے لگا اور اہل جزیرہ نے مسلمانوں کو اپنی کشتیوں کی جانب آتے دیکھا تو کشتیوں میں سوار ہو کر مقابلے کو نکلے اور آگے بڑھ کر جنگ شروع کی۔ بڑی خوفناک جنگ ہوئی اور طرفین میں بے شمار آدمی مارے گئے۔ انجام کار اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح عطا کی اور دشمنوں کی کشتیاں اور سامان جنگ ان کے ہاتھ آیا۔ جزیرہ میں پہنچ کر کشتیاں کنارے پر لگا دیں اور خشکی پر اتر کر

قتل و غارت شروع کر دیا۔ کئی سخت معرکے پیش آئے جن میں بہت سے دشمن ہلاک ہوئے۔ ان کا مال و متاع لوٹ لیا گیا۔ اسی اثناء لوٹ میں ایک مسلمان عبدالرحمن بن غریب اشعری کچھ لوگوں سمیت ایک عالی شان مکان میں داخل ہوا بہت ہی دکشا اور آباد مکان تھا۔ اس میں سے پانچ سولونڈی غلام سب کے سب گھبرن گل اندام اور بہت سائیس نفیس قیمتی ساز و سامان برآمد ہوا۔ سب لے کر پلٹے اور اپنی لشکر گاہ میں آئے۔ اتفاقاً ایک لونڈی کے پاس سے کوئی شے چھوٹے سے کپڑے میں بندھی ہوئی نکل پڑی۔ اٹھا کر دیکھا تو سونے کی انگوٹھی سرخ یا قوت گینہ والی ہے۔ معاویہ کے سامنے پیش کی معاویہ نے جو ہریوں کو دکھا کر قیمت کا اندازہ کرایا۔ گینہ کی قیمت ایک ہزار دو سو درم آئی گئی۔ یہ معاویہ نے اپنے لیے رہنے دی اور تقسیم اموال کے وقت اسے اپنے حصے میں محسوب کر لیا۔ اس فتح کے بعد تمام غلاموں، لونڈیوں اور اجناس اموال غنیمت کو کشتیوں میں بھر کر مراجعت کی۔ فضل الہی سے خیریت تمام کنارہ پر پہنچے اس وقت معاویہ نے خلیفہ کو خط لکھ کر فتح جزیرہ دوسن اور تحصیل اموال غنیمت اور صحیح و سلامت واپس آنے کے جملہ حالات سے اطلاع دی۔ اور خمس غنیمت مدینہ کو ارسال کیا۔ خلیفہ عثمان اس کامیابی پر نہایت شاد ہوئے اور خدا تعالیٰ کا بہت ہی شکر یہ ادا کیا۔ پھر وہ مال غنیمت اہل مدینہ میں تقسیم کر دیا۔ دوسن کے اکثر باشندگان قتل ہو چکے تھے اور بقیۃ السیف اطراف و جوانب میں منتشر ہو گئے تھے جس کے سبب وہ جزیرہ معاویہ کا زمانہ خلافت شروع ہونے تک بالکل ویران و غیر آباد پڑا رہا۔ جب معاویہ نے خلافت سنبھالی اس جزیرہ کے آباد کرنے کا حکم صادر فرمایا اور وہاں ایک مسجد تعمیر کی۔ مسلمانوں کے کئی خانہ اولوں کو اسلحہ دے کر کہا کہ وہاں آباد ہوں۔ عمارتیں بنائیں، زراعت کریں۔ میں برس کے عرصے میں مسلمانوں نے اس جزیرہ کو پیشتر سے بھی عمدگی کے ساتھ آباد و سرسبز کر دکھایا۔ اور روم کے بادشاہ اور دیگر دشمنوں سے بچائے رکھا۔ مجاہد کہتا ہے کہ ۵۵۳ھ میں جبکہ اس جزیرہ میں پہنچا خوب آباد تھا۔ میں نے معاویہ کی بنائی ہوئی مسجد میں اذان دی اور نماز پڑھی۔ کعب الاحبار کی زوجہ کا بیٹا توح میرے ہمراہ تھا۔ میں اسے قرآن شریف پڑھا تھا۔ ایک دن اس نے مجھ سے کہا میں دیکھتا ہوں کہ گویا یہ جزیرہ عقرب ایسا برباد ہو گا کہ اس کا نشان تک باقی نہ رہے گا۔ اور خراب ہونے کی صورت یہ ہوگی کہ کسی دن بڑی سخت آندھی اٹھ کر اس زمینے پایہ کو گرا دے گی۔ مجاہد کہتا ہے کہ اس بات کو زیادہ عرصہ نہ گزرا تھا کہ ایک دن زور و شور کی آندھی اٹھی اس نے اس زمینے پایہ کو گرا دیا اسی دن یزید بن معاویہ کا خط پہنچا کہ اس کا باپ معاویہ مر گیا ہے۔ ہم اس خبر سے بہت ہی غمگین ہوئے اور وہاں سے چلے آئے۔ ہمارے آنے کے بعد ہی وہ جزیرہ برباد ہو گیا۔

بادشاہ روم قسطنطین بن ہرقل سے بحری جنگ

کہتے ہیں کہ ایک دن خبروں نے خلیفہ عثمان کو خبر دی کہ قسطنطین بن ہرقل بادشاہ روم اس ارادہ سے فوج جمع کر رہا ہے کہ مکہ سے سمندر میں مسلمانوں سے جنگ کرے۔ خلیفہ نے اس حال سے مطلع ہوئے ہی معاویہ کو لکھا کہ شامی لشکر کو فراہم اور سامان جنگ سے آراستہ کر کے بادشاہ ہرقل کے مقابلہ کی تیاری کرے۔ دو سرا خط امیر مصر عبداللہ بن سعد بن ابی سرح کے نام روانہ کیا کہ مصری فوجوں کو جمع کر کے جانب دریا مکہ روانہ ہو جائے۔ تیسرا خط عمر عاص کو لکھا کہ عبداللہ بن سعد اور مصری لشکر مال اور لشکر سے جہاں تک ممکن ہو مدد پہنچائے۔ غرض معاویہ شامی لشکر کے ساتھ اور عبداللہ مصری فوجیں لیے ہوئے مکہ کی طرف بڑھے۔ سب کے سب سامان جنگ اور اسلحہ سے بخوبی آراستہ و پیراستہ تھے۔ ساحل مکہ پر پہنچ کر پانچ سو کشتیاں میاکیں اور ان میں بہت سا سامان رسد بھر کر جہاز سپاہیوں کو سوار کیا اور لشکر اٹھا دیا۔ بادشاہ روم قسطنطین بھی ایک ہزار کشتیاں ساتھ لیے ہوئے ان کی طرف۔ رال کے بھرے ہوئے شیشے ہر ایک کشتی سے لٹا رکھے تھے

اور آگ روشن تھی۔ مسلمانوں نے سمندر میں پہنچ کر بادشاہ روم کی کشتیوں کو دیکھا کہ بہت تیزی سے چلی آ رہی ہیں اور ایسی خوبی سے آراستہ ہیں کہ پتھر کبھی نہ دیکھی گئی تھیں۔ بہت ڈرے اور الخرج و زاری کے ساتھ دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے۔ ملاحوں نے تمام کشتیوں کو ایک محفوظ جگہ میں مضبوطی کے ساتھ قائم کر دیا۔ اسی اثناء میں دشمن نے بھی اپنی کشتیاں برابر میں لاکھڑی کیں۔ آفتاب غروب ہو گیا تھا۔ اہل اسلام نماز و خطاب اور قرآن ذادعیہ خوانی میں مصروف ہوئے۔ زاری و انکساری سے دعائیں مانگتے تھے۔ رومی لشکر میں شب بھر باجے بجاتے، ناچ رنگ ہوتے اور شراب کے دور چلتے رہے۔ سب کے سب لبو و لعب میں مصروف رہے۔ طلوع آفتاب کے وقت جنگ کی تیاریاں ہوئیں۔ معاویہ نے بادشاہ روم کے پاس قاصد بھیج کر پیغام دیا کہ سمندر میں جنگ کرنا طرفین کے لیے مشکل امر ہے اگر منظور ہے تو کنارے پر چلے جائیں۔ پھر باہم معرکہ آراء ہوں اور منہ نہ پھیریں تاوقتیکہ خدا جسے چاہے فتح نصیب کرے۔

بادشاہ روم نے کہا ہماری فوج بحری جنگ کے ارادہ سے آئی ہے اور سب نے اتفاق کر لیا ہے کہ یہ معرکہ سمندر ہی میں کیا جائے۔ مسلمانوں نے یہ سنتے ہیں تمام کشتیوں کو ایک دوسری سے باندھ لیا اور بہادر تیر و کمان اور نیزوں سے مسلح ہو کر صف بستہ ہو گئے۔ دوسری طرف رومیوں نے بھی اسی طرح صفیں قائم کیں اور جنگ شروع ہوئی طرفین میں ایسا مقابلہ ہوا کہ کسی نے نہ دیکھا ہو گا۔ کشتیوں کی کثرت سے سمندر کا پانی لال ہو گیا تھا جو مرجاتے تھے ان کی لاشیں سمندر میں پھینک دیتے تھے اور دریائی موجیں انہیں کناروں پر پھینک دیتی تھیں جس سے لب ساحل کشتیوں کے انبار لگ گئے۔ دونوں لشکروں نے بڑی ثابت قدمی دکھائی اور ایسے بے جگر ہو کر لڑے کہ جس کی انتہا نہیں۔ انجام کار بادشاہ روم کئی زخم کھا کر ہڑحال ہو گیا اپنی کشتی کو واپسی کا حکم دیا اس کے پھرتے ہی تمام فوج نے بادشاہ کے ہزیمت کھاتے ہی اپنی اپنی کشتیوں کے لشکر اٹھا دیے۔ اور بھاگ نکلے۔ امیر مصر نے قبیلوں کو با آواز بلند کہا تم میں سے جو شخص کسی رومی کا سر لائے گا فی سرب وینار زر انعام دوں گا یہ سنتے ہی قبیلوں نے رومی سپاہ کا تعاقب کیا انہیں ہلاک کر کے سر جمع کرتے تھے۔ اسی طرح سات سو رومی قتل کیے۔ اور جو لوگ قتل ہونے سے بچ گئے تھے حسب اتفاق انہیں بار مخالف نے تباہ کر دیا۔ ایسی تند و تیز ہوا چلی کہ رومیوں کی اکثر کشتیاں ٹوٹ کر غرق ہو گئیں اور مسلمانوں کی کشتیاں ساحل تک محفوظ پہنچ گئیں۔

مسلمانوں نے خدا کا شکر کیا۔ معاویہ نے خط لکھ کر غلیف عثمان کو تمام حالات، جنگ، بحری اور شکست سے مطلع کیا۔ اور لکھا خدا کے فضل و کرم سے مسلمان ظفر یاب اور فتح مند ہوئے۔ امیر المومنین اس مژدہ سے بہت ہی شاد ہوئے اور ایسی فتح عظیم کے لیے جناب باری میں شکر گزار ہوئے۔ قسطنطین بادشاہ روم نے دوسری دفعہ پھر ارادہ کیا کہ مسلمانوں سے ایک اور بحری جنگ کرے۔ اس لیے تمام اطراف سے فوجیں جمع کیں۔ لشکر کثیر حاضر دربار ہو گیا ایک ہزار دو سو کشتیوں میں فوج سوار کرا کر قسطنطنیہ سے چلا اور چاہا کہ دریائے نیل واقع ملک مصر میں داخل ہو کر مسلمانوں سے معرکہ آرا ہوں۔ سوء اتفاق جس دن کشتیوں میں سوار ہوا ہوائے تند چلنی شروع ہوئی۔ فوج کے سرداروں اور امیروں نے عرض کیا نامناسب معلوم ہوتا ہے کہ حضور ایسی تند ہوا کے وقت بحری سفر اختیار کریں۔ مگر بادشاہ نے ان کا کہنا نہ سنا اور روانہ ہو گیا۔ سمندر میں پہنچ کر مخالف ہوا چلنی شروع ہوئی اور ایسی سخت موجیں پیدا ہوئیں کہ کشتیوں کو اٹھا اٹھا کر کنارے پر پھینکتی تھیں۔ گویا کوئی شے ان سے کھیل رہی ہے۔ ایک ہزار دو سو کشتیوں میں سے ایک بھی نہ بچی۔ صرف بادشاہ روم کی کشتی سلامت رہی۔ اور بہرہ کر جزیرہ صقلیہ کے کنارے پر جا لگی۔ وہاں کے باشندے بادشاہ روم کے ہم مذہب قوم ترسا کے تھے۔ بادشاہ کی آمد کی خبر سن کر حاضر خدمت ہوئے اور آداب شاہی بجالائے مگر جب یہ معلوم ہوا کہ بے شمار نصاری اس کی ہمراہی میں غرق بحر ہو گئے اور بادشاہ اپنی جان لے کر تنہا یہاں پہنچا ہے تو اس کے مار ڈالنے کا قصد کیا۔ بادشاہ سے کہا

یہاں بہت اچھا حمام تیار ہے اگر بادشاہ کی طبیعت چاہے حمام میں غسل فرمائے کہ مکان راہ دور ہو جائے۔ بادشاہ حمام میں داخل ہوا، اپنے سر اور بدن کے دھونے میں مصروف تھا کہ ایک مسلح جماعت اس کے سر پر جا پہنچی۔ اور کہا تو ترسا قوم کے لیے بڑا منحوس پیدا ہوا ہے جب سے سلطنت تیرے قبضے میں آئی ہے ہزار ہا ترسا عوام کو مسلمانوں کے مقابلے پر بھیج کر قتل کرا دیا ہے بہتر یہ ہے کہ تمھ کو ہلاک کر کے کسی اور کو تیری جگہ تخت نشین کریں یہ کہہ کر اسے حمام ہی میں قتل کر دیا۔

خلیفہ عثمان نے قسطنطین کے مارے جانے کی خبر سن کر بہت خوشی ظاہر کی اور کہا الحمد للہ کہ اسلام اور مسلمانوں کا سب سے بڑا دشمن جانی مارا گیا۔

فتح افریقہ

امیر مصر نے خدمت عثمان میں باشندگان افریقہ کی کمزوری اور وہاں کی کثرت مال و متاع کی کیفیت لکھ کر چڑھائی کرنے اور ان ممالک کو زیر تصرف لانے کی اجازت طلب کی۔ عثمان نے جواب دیا اس طرف چڑھائی کرنا مناسب نہیں کیونکہ میں نے عمر سے سنا ہوا ہے کہ وہ کہا کرتے تھے کہ جب تک میں زندہ ہوں کسی مسلمان کو افریقہ کے لیے نہیں بھیجوں گا اس لیے میں بھی نہیں چاہتا کہ تو مسلمانوں کو دریا کی راہ لے جائے اور پریشان کرے۔ عبداللہ نے یہ جواب بڑھ کر اپنا ارادہ ملتوی کر دیا مگر کچھ فوجی گروہ اس طرف روانہ کیے جنہوں نے نواح افریقہ کو لوٹ کر بہت سا مال قیمت حاصل کیا۔ خلیفہ عثمان نے اس حال سے آگاہ ہو کر سمجھا کہ عبداللہ ان ممالک کی تسخیر کی طرف راغب ہے اس واسطے ہمیشہ اسی معاملے کی طرف غور کیا کرتے۔ ایک دن بڑے بڑے صحابہ کو مثل حضرت علی ابن ابی طالب و طلحہ و زبیر و سعد و قاص و سعید بن زید کو مسجد رسول میں جمع کر کے افریقہ کی مہم کی نسبت مشورہ کیا۔ اکثر کی یہی رائے ہوئی کہ اس ملک کی چڑھائی سے باز رہنا چاہیے۔ سعید بن زید نے اس رائے پر زیادہ اصرار کیا خلیفہ عثمان نے پوچھا تو کس سبب سے اس مہم کے خلاف ہے، کہا اس لیے کہ خلیفہ عمر اس معاملہ سے خوب واقف تھے اور میں نے ان کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ میں جب تک زندہ رہوں کسی کو مہم افریقہ کے لئے نہ بھیجوں گا۔ میں نہیں چاہتا کہ تم عمر کے مخالف کام کرو۔ باشندگان افریقہ اپنے ملک میں بیٹھے ہوئے ہیں ان سے ہم مسلمانوں کو کوئی رنج اور تکلیف نہیں پہنچ رہی ہے وہ اسی میں خوش ہیں کہ مسلمان ہم سے جھگڑانہ کریں اور ہمیں آرام سے اپنے گھروں میں رہنے دیں۔

زید بن ثابت اور محمد بن مسلمہ نے کہا اے خلیفہ ہمارا یہ خیال ہے کہ تم اس طرف لشکر روانہ کرو اور وہ ملک تسخیر ہو جائے تو اسلامی رقبہ بڑھ جائے گا اور خدا نے چاہا تو مسلمانوں کو لوٹ سے بڑا فائدہ ہو گا۔ عثمان نے کہا اللہ اکبر یہی رائے بہت درست ہے۔ اس سے بڑھ کر اور کوئی امر ہو نہیں سکتا۔ پھر تسخیر افریقہ کا مہم ارادہ کر کے لوگوں کو رغبت لائی۔ سب سے پہلے بڑے بڑے صحابہ رسول کی اولاد نے اس جہاد پر جانا قبول کیا۔ عبدالرحمن بن ابی بکر، عبداللہ ابن اسود بن عبد۔ خوٹ، عبداللہ بن عمرو عاص، بشر بن ارقطہ، سورین مخزومہ وغیرہ اس مہم کے لیے تیار ہو گئے۔ خلیفہ ان کے ارادوں سے بہت خوش ہوئے۔ پھر تومدینہ کی آدمی گروہ در گروہ آنے لگے۔ جب جمعیت فراہم ہو گئی خلیفہ عثمان نے مدینہ سے نکل کر فوج کا جائزہ لیا۔ چار ہزار آٹھ سو آدمی تھے۔ جب سب تیار ہو گئے تو اسلحہ خانہ کا دروازہ کھول دیا اور ہتھیار دے دیے اور ایک ہزار اونٹ اور سامان ضروری حوالہ کر کے مروان بن حکم کو لشکر کے سواروں کا سردار قرار دیا اور اس کے بھائی حارث بن حکم کو پیادوں کو افسر بنا دیا۔ پھر منبر پر بیٹھ کر خطبہ پڑھا۔ اول خداوند تعالیٰ کے افضال و کرم اور عطیات عالیہ کا

جو مسلمانوں کو نصیب ہوئیں۔ شکر یہ ادا کر کے حمد و ثنائے الہی بیان کی پھر حضرت محمد مصطفیٰ پر درود بھیجا۔ اور کہا اے لوگو آگاہ ہو تم ایسے وقت اور ایسے مقام میں آئے ہو کہ سعی بلیغ کرنی لازم ہے اور شجاعت و دلآوری میں مبالغہ کرنا چاہیے۔ یاد رکھو کہ زمانہ خلیفہ عمر میں عجم کے بہت سے شہزادوں کی فوج کے ہاتھ سے فتح ہوئے ہیں۔ اہل مصر کی تیاریاں اور سامان جنگ افریقہ والوں کی نسبت بہت زیادہ ہیں۔ میں امید کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے تم کو مدد دے کہ افریقہ کے کافروں پر فتح دے گا۔ لازم ہے کہ تم بھی اس خدا سے کہ جس کو کبھی فنا نہیں اور ہر شے کی موت اسی کے قبضے میں ہے ڈرتے رہو اور اس کی نعمتوں کی شکر گزاری میں مبالغہ نہ کرو، کیونکہ اللہ تعالیٰ کی امداد ہر وقت بندوں کے شائل حال رہتی ہے۔ یہ بھی سمجھ لو کہ اس لشکر کا امیر عبداللہ سعد بن ابی سرح ہے۔ میں نے اسے لکھ دیا اور تاکید کر دی ہے کہ تم سے اچھا برتاؤ کرے نرمی اور مہربانی سے پیش آئے اور اگر کسی سے کوئی جرم یا خیانت سرزد ہو تو معاف کرے اور صالح اور محسن لوگوں کی رعایت بخوبی واجب جانے مجھے یقین ہے کہ وہ ان سب امور کو بجالائے گا اور میرے حکم سے انشاء اللہ انحراف نہ کرے گا۔ لا حول ولا قوۃ الا باللہ یعنی سوائے اللہ تعالیٰ اور کسی میں نہ قوت ہے نہ طاقت

جب ہر طرح سے تیار ہو چکے تو لشکر اسلام نے مدینہ میں بہ جانب مصر سفر اختیار کیا۔ مصر میں پہنچ کر فرمان عثمان عبداللہ کو دیا وہ مم افریقہ کی اجازت پانے اور تمام لشکر کا سپہ سالار ہونے سے بہت خوش ہوا۔ اب مم کی تیاریاں شروع کر دیں ہر طرف سے فوجیں طلب کیں جملہ سوار پیدل فوج کا شمار تیس ہزار ہوا۔ اللہ تعالیٰ کے بھروسے پر جانب افریقہ روانہ ہوا۔ وہاں بادشاہ روم کی طرف سے ایک بڑا زبردست فرمانروا جرجین نام بر سر حکومت تھا۔ اور طرابلس مغربی سے طنجہ تک تمام علاقہ اس کے زیر تصرف تھا۔ اسلامی فوجوں نے طرابلس کا رخ کیا۔ یہ مقام اسلامی مقبوضات کا ایک جزو تھا۔ وہاں پہنچ کر ایک دن قیام کیا، دوسرے دن کوچ کر کے سرحد پر پہنچے، عبداللہ بن سعد نے فوج کو دستہ دستہ کر کے اطراف و جوانب میں تقسیم کیا کہ افریقہ کی حدود پر لوٹ مار شروع کریں۔ اس عمل سے بڑا مال ملا اور بہت سے اونٹ، گھوڑے، گائے بیل وغیرہ ہنکا کر عبداللہ کے پاس لائے۔ عبداللہ فوج طلائیہ آگے روانہ کر کے خود عقب سے روانہ ہوا، جس وقت ساحل دریا پر جا رہا تھا دیکھا کہ اتفاقاً افریقہ والوں کی کچھ کشتیاں موجود ہیں جن میں کچھ لوگ سوار ہو چکے ہیں اور کچھ سوار ہوا چاہتے ہیں۔ انہوں نے بھی دور سے اسلامی فوج کے طلائیہ کو آئے دیکھ کر چاہا کہ کشتیوں میں بیٹھ کر بھاگ جائیں مگر مسلمانوں کی ایک جماعت نے دوڑ کر انہیں گرفتار کر لیا اور سب کو کشتیوں سمیت عبداللہ کے پاس لائے عبداللہ نے انہیں قتل کر دیا۔ کشتیاں جلا دیں اور جس قدر مال و متاع ہاتھ آیا فوج میں بانٹ دیا پھر آگے روانہ ہوئے جب شہر افریقہ کے قریب پہنچے قیام کیا اور لشکر گاہ قائم کر کے ایک قاصد جرجین کے پاس بھیجا اور دعوت اسلام دی، وہ سنتے ہی غضبناک ہوا اور کہا میں ہرگز تمہارا مذہب اختیار نہ کروں گا۔

عبداللہ نے کہا دو باتوں میں ایک بات کو اختیار کر لیا تو مسلمان ہو جایا جزیہ دینا قبول کر جرجین نے کہا اگر مجھ سے چاندی کا ایک ٹکڑا بھی طلب کرو گے تو وہ بھی نہ دوں گا۔ عبداللہ نے کہا پھر تو مقابلے کے لیے تیار ہو جانا چاہیے۔ جرجین باقاعدہ طور پر سامان درست کر کے نکلا اس کا لشکر ساٹھ ہزار سے زیادہ تھا اور سب سامان حرب سے مسلح تھے۔ عبداللہ نے بھی فوج کو مرتب کیا۔ جب سینہ اور میسرہ کو قائم کر چکا تو ایک قبیلے نے عبداللہ سے کہا افریقہ کے آدمی بڑے بزدل ہوتے ہیں میں یقین کرتا ہوں کہ وہ جنگ نہ کر سکیں گے۔ اور اگر مقابلہ کیا بھی تو پہلے ہی حملہ میں راہ فرار اختیار کریں گے۔ بہتر یہ ہے کہ کسی قدر جمعیت کو کین گاہ میں مقرر کر دینا چاہیے تاکہ جس وقت شکست کھا کر بھاگیں تو ایک سمت سے آپ اور دوسری طرف سے کین گاہ سے نکل کر وہ جماعت حملہ کرے پھر ان میں سے ایک فرد بھی زندہ بچ کر نہ جائے گا۔ عبداللہ

نے ایک دستہ کین گاہ پر تعینات کر دیا اور خود جنگ شروع کر دی۔ سورج دو نیزہ بلند ہوا ہو گا کہ عبداللہ نے تمام لشکر سے حملہ کر دیا۔ دشمن کی فوج تک پہنچنا تھا کہ جرمین اور اس کا تمام لشکر بھاگ نکلا۔ مسلمانوں نے تعاقب کر کے قتل کرنا شروع کیا۔ سامنے سے کین گاہ کی فوج نے بھی نکل کر حملہ کر دیا۔ افریقہ کے لشکر کا بہت سا حصہ مارا گیا۔ اور بہت سے گرفتار ہوئے۔ جرمین بچ کر بھاگ نکلا اور اقصائے بلاد افریقہ چلا گیا۔ وہاں سے ایک ایچی بھیج کر عبداللہ سے ان شرائط پر صلح کی کہ میں دو ہزار غلام اور پانچ لاکھ بیس ہزار دینار دوں گا عبداللہ اس علاقہ سے واپس چلا جائے عبداللہ نے صلح منظور کر کے روپیہ وصول کر لیا جس خلیفہ عثمان کی خدمت میں بھیج دیا اور باقی فوج میں تقسیم کر دیا۔ اور خود مظفر و منصور ہو کر مصر کی راہ لی۔ جب اپنے مقام پر پہنچ گیا عثمان کو خط لکھ کر بادشاہ افریقہ کی شکست اور مسلمانوں کی فتح و فیروزی اور تحصیل اموال غنیمت اور صلح و سلامت واپس چلے آنے سے مطلع کیا۔ عثمان اس خبر سے نہایت مسرور ہوئے اور شکر نعمائے الہی بجالا کر مال خمس اہل بیت کو بانٹ دیا۔ هو الشفور الودود یعنی اللہ سب سے برا بخشنے والا اور مہربانی کرنے والا ہے۔

فتح جزیرہ سقلیہ

معاویہ نے جزیرہ سقلیہ کے فتح کرنے کا ارادہ کیا۔ یہ جزیرہ بہت وسیع تھا۔ طول و عرض میں تین شانہ روز کی مسافت رکھتا تھا۔ اس میں خوشگوار پانی کے بہت سے چشمے بہتے ہوئے موجود تھے۔ طرح طرح کے میوؤں، رنگا رنگ پھولوں، پانچوں اور چراگاہوں کی بڑی کثرت تھی بادشاہ روم کی کاشت اسی سرزمین پر ہوتی تھی۔ غرض معاویہ نے سقلیہ کی صم کا مصمم ارادہ کر کے عثمان کو خط لکھ کر اجازت طلب کی۔ باشندگان افریقہ نے بھی خبر سن پائی۔ قاصد بھیج کر شاہ سقلیہ کو خبردار کر دیا کہ اہل عرب تیرا قصد رکھتے ہیں ہوشیار ہو جا اور اپنا بندوبست کر لے بادشاہ سقلیہ اس خبر کو سن کر برا فروختہ ہوا۔ اور کہا کیا عربوں نے ہمیں بھی باشندگان افریقہ سمجھ لیا ہے جس طرح وہ ان کے سامنے بھاگ نکلے۔ ہماری نسبت بھی ایسا ہی گمان رکھتے ہیں۔ کیا وہ اس بات کو غنیمت نہیں سمجھتے کہ ہم نے ان سے ہاتھ اٹھا رکھا ہے ان پر چڑھائی نہیں کی اگر اس طرح رخ کریں گے تو کیے کی سزا پائیں گے۔

القصد معاویہ لشکر فراہم کر کے اس طرف روانہ ہوا۔ بحیرہ شام کے ساحل پر پہنچ کر تین سو کشتیاں بہم پہنچائیں سوار ہو کر اہل سقلیہ نے بھی خبر سنی کہ عرب آئیے۔ ان کا بادشاہ محل کی چھت پر سے صم جماعت سرداران و بطارتہ دیکھ رہا تھا کہ مسلمان کشتیوں پر سے اتر رہے ہیں۔ عمدہ عمدہ زرہیں پہنے ہوئے اور اعلیٰ قسم کے اسلحہ سے لیس ہیں۔ جھنڈے کھلے ہوئے ہیں اور نہایت ہی خوبی کے ساتھ بارادہ جنگ ترتیب لشکر قائم کی ہے۔ شاہ سقلیہ ان کی آراستگی کو ملاحظہ کر کے انگشت بدندان ہوا اور کہا میں سمجھتا ہوں کہ عرب ایسے ساز و سامان اور رعب و داب کے لوگ ہوں گے۔ ملک تیساریہ جو اسلامی لشکر کے سامنے بھاگ کر اس جزیرہ میں پناہ گزین تھا، ہمیشہ ملک سقلیہ کی خدمت میں حاضر ہوا کرتا تھا اور بتایا کرتا تھا کہ مسلمان کس طریق سے جنگ کرتے ہیں اور کس طرح انہوں نے ملک شام اور علاقہ ہائے ساحل شام تسخیر کیے ہیں۔ ملک سقلیہ نے کہا جس لشکر کو میں دیکھ رہا ہوں اور جو براستہ دریا آیا ہے اس قدر نہیں جتنا تو بیان کرتا ہے۔ اس نے جواب دیا ممکن ہے تمام لشکر نہ آیا ہو کیونکہ ہمارے ملک میں جو فوجیں آئی تھیں وہ تو بہت زیادہ تھیں اور سب کے سب غریب دور ویش تھے۔ ہر ایک شخص کی نیت صاف، سیرت نیک اور اعتقاد پختہ تھا۔ وہ اپنے دین کے لیے لڑتے تھے۔ دنیاوی طمع اور حرص کچھ دور تھے اور یہ فوج جسے آج ہم دیکھ رہے ہیں وہی مال کی طالب نظر آتی ہے نہ کہ ثواب آخرت کی۔ اگر بادشاہ روپیہ لین کو دے کر ٹال دے تو جنگ کرنے کی نسبت بہت بہتر ہو گا کیونکہ عربوں کی شجاعت اور ثابت قدمی

تعریف سے مستثنیٰ ہے۔ ملک سقیہ یہ باتیں سن کر بیٹیں بہ جییں ہوا۔ تو بڑا بزدل ہے اور ذرا بھی دلیری کی بوجھ میں نہیں۔ پھر تو نے ملک شام میں ان کی معرکہ آرائی دیکھ رکھی ہے اور ان کے سامنے سے بھاگ کر جان بچائی ہے۔ یہی سبب ہے کہ تو ان سے اس قدر ہراساں اور لرزاں ہے اہل عرب کا جو خوف تیرے دل میں بیٹھا ہوا ہے وہ میرے دل میں نہیں ہے۔ شکر خدا کہ آج سقیہ میں اس قدر بہادر فوج مع ساز و سامان جنگ موجود و مہیا ہے کہ تمام ملک شام اور مصر میں بھی نہ ہوگی۔ میں نے اس سے پیشتر فوج کا جائزہ لینے پر ایک سو آدمی مقرر کیے تھے کہ لشکر سقیہ کی تعداد مقرر کر کے بیان کریں مگر ایک سال کے عرصے میں بھی نہ گن سکے نہ ان کی تعداد معلوم ہو سکی۔ میری فوج لا تعداد ہے۔ مال خزانے اور ذخیرے بے شمار ہیں۔ یہ سب دولت و حشمت آج ہی کے لیے ہے۔ تم تمنا دیکھنا کہ ہم کس طرح سے اس گروہ کو ذلیل و خوار کرتے ہیں۔ ملک تیساریہ خاموش رہا کچھ نہ بولا۔ اتنے میں مسلمانوں نے مقابلے کی تیاری کی اور ملک سقیہ نے قاصد بھیج کر چاہا کہ کوئی سمجھ دار ذی عقل آدمی مسلمانوں کے لشکر سے ہمارے پاس آئے جس سے تمہارا منشاء معلوم ہو اور ہمارا جواب تمہیں سناوے۔ منادی نے ایک ایسے مشہور عقلی و فہیم شخص کو روانہ کیا۔ اس نے زیر عمل کھڑے ہو کر بادشاہ سے گفتگو کی۔ بادشاہ نے پوچھا تم کون لوگ ہو۔ اس نے جواب دیا ہم عرب ہیں۔ ہمارا غلغلہ تمام روئے زمین خشکی و تری و کوہ و بیابان کی اطراف و جوانب میں پھیلا ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہمارے پاس اپنا ایک رسول جو حسب نب اور جو و سخا اور راستی و صداقت میں ہم سے بڑھا چڑھا تھا بھیج کر دین اسلام کی ہدایت کی ہم نے ان سے قبول کیا اس کے بیان کو سچا جانا اور ایمان لائے ہم میں سے جن شخصوں نے انکار کیا ہم ان سے جنگ پیش آئے۔ اللہ تعالیٰ نے ہم کو ان پر فتح یاب کیا۔ تم عرب والے اپنے اختیار اور حالت اضطراب سے اس کے فرمانبردار بنے۔ ہرقل نے اس کی نبوت کا اقرار کیا اور پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہمیں خبر دی ہے کہ اللہ جل شانہ مذہب اسلام کو تمام مذہبوں پر ظفریاب فرمائے گا اور اس دین کی شہرت تمام عالم میں پھیل جائے گی۔ اگرچہ ہمارے لشکر کی تعداد کم اور سامان حقیر ہے اور ہم تنگ حال اور مضطرب ہیں۔ تاہم تو نے سنا ہی ہو گا کہ ہم نے ملک شام میں کیا کچھ کیا ہے۔ اس نقل و غارت اور دارو گیر کی تفصیل جو بمقابلہ ہرقل ہمارے ہاتھوں ظہور میں آچکی ہے اور جس طرح ہم نے اس کا اور اس کے لشکر کا تباہ حال کیا ہے یہاں تک کہ خوفزدہ اور مایوس ہو کر بھاگا اور قسطنطنیہ میں پناہ لی انجام کار اسی جگہ اندوہ و الم کی شدت سے مر گیا۔ یہ سب حالات تو نے سن ہی رکھے ہوں گے۔ اب اس امر کی ضرورت نہیں کہ ہم اپنی ہر معرکہ آرائی کو مشرح بیان کریں۔

ہرقل کے مرنے کے بعد اس کا بیٹا قسطنطین تخت نشین ہوا۔ اس کے ساتھ بھی ہم دریا میں لڑے اور شکست دے کر اس کی فوج کو دریا میں غرق کر دیا۔ اور وہ خود زخمی ہو کر بھاگا۔ الطاف الہی نے بذریعہ باد مخالف اس کی کشتی ترسا قوم کے جزیرے میں پہنچا دی اور وہاں کے باشندوں نے اسے منحوس تصور کر کے اپنے ہاتھ سے حمام میں مار دیا۔ غرضیکہ ہمارا تمام اقبال دولت و قوت و شجاعت اور جملہ فتوحات فیروز مندیاں جو اللہ تعالیٰ نے ہمیں عنایت کی ہیں۔ سب اس کے رسول برحق کے دین و ملت کی قبولت اور برکت کا ظہور ہیں لازم ہے کہ تو بھی ان باتوں کو پسند کرے کیونکہ تجھ سے کوئی امر پوشیدہ نہیں۔ تو ان واقعات کو بخوبی جانتا ہے محض دانستہ لا علم ہو کر مجھ سے دریافت کرتا ہے تو ہم کو نہیں پہچانتا اور ہمارے دست قدرت اور زور بازو اور غلبہ و قہر سے جو آفتاب عالمتاب سے بھی زیادہ روشن اور واضح ہے نہیں جانتا۔ ملک سقیہ ان باتوں کو سن کر مسکرایا اور کہا ماضی کو یاد نہ کر اس وقت کی باتیں کر کہ اس جزیرہ میں کس طرح آنا ہوا۔ اور ایسے خطرناک اور مملکت سمندر کا سفر اختیار کیا۔ اپنی نے جواب دیا کہ ہم اس لیے آئے ہیں کہ تمہیں دین اسلام کی دعوت دیں اگر تم اپنی بھلائی دیکھ کر اسے قبول کرو تو ہم تمہیں تمہارے گھروں میں تمہارے وطنوں اور جائے سکونت میں

رہنے دیں اور کسی امر میں ذرا سی دست اندازی بھی نہ کریں اور ایک مسلمان کو تمہارے پاس اس غرض سے واپس چھوڑ کر چلے جائیں کہ وہ تمہیں دین اسلام کی شریعت اور نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ کی تعلیم دے اور اگر دین سے باز رہنا چاہتے ہو تو جزیہ دینا اختیار کرو جو ہر سال ادا کرنا ہو گا پھر تم ہماری حفاظت میں پناہ میں آ جاؤ گے اور اپنی جگہ قائم رہو گے۔ اور اگر جزیہ بھی نامنظور ہو تو جنگ کے لیے تیار ہو جاؤ۔ اور خوب سمجھ لو کہ جو شخص ہم میں سے مارا جائے گا وہ داخل بہشت ہو گا اور جو تم میں سے ہلاک ہو گا وہ دوزخ میں جائے گا وہی اس کا ٹھکانہ ہو گا۔ ملک سقلیہ نے کہا اے عربو تم نے خطرناک دریائی مہم اختیار کی ہے۔ شاید اس جزیرہ کو روم کے جزیروں جیسا سمجھ کر آ گئے ہو۔ یہ بڑی بھول ہے۔ سقلیہ رومی شہروں جیسا نہیں ہے۔ ہمارا لشکر بڑا جرار اور بے شمار ہے اور سامان جنگ بے انتہا ہے۔ اگر تم یہاں سے واپس جانا چاہو تو بھی ناممکن ہے۔ تم ہمارے ہاتھوں سے بچ کر کہیں نہیں جا سکتے۔ کیونکہ تمہارے سامنے ایسا وحشت ناک سمندر واقع ہو گا اور پشت پر بے شمار فوجیں پھر تم کیونکر بچ سکتے ہو اور اب ہم پر واجب ہو گیا ہے کہ تم کو نیست و نابود کر دیں۔ آگاہ ہو کہ بہت سے اشخاص نے ایسی ہی ہوسیں اختیار کی ہیں۔ اور اس جزیرہ کے سامان سفید اور ایشیائے بے بہا کی آرزو میں جتلا ہو کر جائیں دے دی ہیں۔ تمہیں بھی یہاں پر تمہاری موت پہنچ لائی ہے۔ یقیناً ایک آدمی بھی جانبر نہ ہو سکے گا۔ میرے سامنے جو تم اپنے دین کو پیش کرتے ہو وہ ایسا کام ہے کہ کبھی واقع نہ ہو گا۔ میں کسی چیز کے عوض اپنے دین و مذہب کو نہ چھوڑوں گا۔ جزیرہ کی بات بھی ناممکن ہے تم کو اسی بات سے خوش رہنا چاہیے کہ ہم نے تمہیں چھوڑ رکھا ہے اور تمہارے گھروں سے نہیں نکالا۔ ہم سے تم ایک درہم چاندی بھی نہیں لے سکتے۔ عرب نے کہا اے بادشاہ تو نے حد سے تجاوز کیا ہے اور بڑھ چڑھ کر باتیں کی ہیں۔ حد اور حیثیت سے بڑھ کر کلام کرنا موجب شرم اور داخل عیب ہے۔ بلکہ شیخی آدمی کو ہلاک کرتی ہے۔ امید کرتا ہوں کہ ان ہی شیخیوں کی بدولت اللہ تعالیٰ ہمیں تم پر فتح بخشے گا۔ تم کو یقین کر لینا چاہیے ہماری قوم جہاد میں موت آنے کی از حد مشتاق ہے اور موت کو بالکل حقیر سمجھتی ہے بلکہ ہم مرجانے کو اس سے بھی زیادہ خوشگوار سمجھتے ہیں جس قدر تو شرانجوری کو۔ ٹھہرتے کل ہی حقیقت معلوم ہو جائے گی۔

مسلمانوں کا یہ ایلچی اتنا کہہ کر پلٹ پڑا اور بادشاہ سقلیہ نہایت ہی غمگین اور افسردہ خاطر اٹھ کھڑا ہوا۔ اور مہم کی انتظام میں مصروف ہو گیا۔ ایلچی نے آ کر تمام گفت و شنید معاویہ سے مفصل بیان کی اور مسلمانوں کا دل بڑھایا۔ سب مستعد بیکار ہو کر سقلیہ کے اطراف میں پھیل گئے۔ خوب ہی قتل و غارتگری کی اور بے شمار مال غنیمت فراہم کر کے ساحل پر لے آئے۔ پھر کشتیوں میں سے گوبھنے لے کر حصار سقلیہ پر سنگ باری شروع کر دی۔ بحکم اللہ ان کے پھرنشانے پر پڑ رہے تھے جن سے حصار سقلیہ کے اندر مکانات اور حصار کی بڑی خرابی اور بربادی ظہور میں آئی۔ اہل سقلیہ بھی گولے مارتے تھے مگر وہ سب بیکار جاتے تھے۔ کسی کو بھی نقصان نہ پہنچتا تھا سب رازیاں جاتے چونکہ مسلمانوں کی جانب سے سنگباری ہو کر تمام حصار کو نقصان پہنچ رہا تھا لوگ عاجز ہو کر سوراخوں میں چھپنے لگے۔ آخر کار ملک سقلیہ لشکر کثیر کے ساتھ حصار سے نکلا، ڈھول نقرے اور ترم بجاتے اور بڑے طمطراق سے تمور و شجاعت دکھاتے تھے۔ مسلمانوں نے یہ حال دیکھ کر صفوف جنگ قائم کیں۔ سینہ میسرہ قلب و جناح درست کر کے کافروں کی طرف بڑھے، کشت و خون شروع ہوا۔ جنگ شدید واقع ہوئی اور طرفین سے بے شمار آدمی کام آئے نماز مغرب کے وقت دونوں فوجیں علیحدہ ہوئیں۔ اور اپنے اپنے مقام کو لوٹ آئیں۔ پھر رات گئے معاویہ نے کچھ فوج مرتب کر کے حکم دیا کہ دیہات اور قصبات سقلیہ کو تاراج کر ڈالیں۔ اسی وقت فوج نے لوٹ مار چا دی اور بہت سے قریوں اور دیہات کو تاراج و برباد کر ڈالا اور زر و مال کثیر اور مویشی اور بزرے بے شمار لے کر واپس آئے صبح کو بادشاہ سقلیہ اس امر سے بہت دل تنگ ہوا۔ افسران فوج کو بلا کر سخت ملامت کی

کہ عرب بڑے دلیر ہو گئے ہیں تم پر غلبہ حاصل کر لیا ہے اور تم نے سستی اور نامردی اختیار کر لی ہے۔ مجھے اندیشہ ہے کہ جس طرح رومی سے روم کو چھین لیا ہے تم سے سقلیہ کو چھین لیں گے۔ سرداروں پر اس لعن و طعن کا بہت اثر ہوا۔ باہم عہد کر لیا کہ مسلمانوں کا مقابلہ ثابت قدمی سے کریں گے۔ دوسرے دن صغیر درست کر کے مستعد جنگ ہوئے مسلمانوں نے بھی تجسس کیا کہ حملہ کیا۔ کفار بھی مردانہ جنگ کر رہے تھے۔ انجام کار سقلیہ والے تنگ آ گئے۔ اور شاہ سقلیہ نے خلیفہ ملک اعظم شاہ روم سے بمقابلہ اہل عرب فریاد خواہی کی۔ شاہ اعظم نے لشکر کثیر اسلحہ سے آراستہ کر کے اور تین سو کشتیوں میں سوار کرا کر کمک کے لیے روانہ کیا۔ مسلمانوں کو بھی اس حال کی خبر ہو گئی۔ باہم مشورہ کیا یہی رائے قرار پایا کہ اب کی دفعہ واپسی اختیار کرنی چاہیے کہ بہ امن اپنی ولایت میں پہنچ جائیں جب وقت شب ہوا اور سب آدمی سو رہے تھے، اسلامی لشکر نے کشتیوں میں سوار ہو کر لشکر اٹھائے ہوا موافق تھی۔ بلا وقت ایک شہر میں پہنچے جو سقلیہ سے بہت دور تھا پھر وہاں سے بہ اطمینان ساحل شام پر آ پہنچے کشتیوں سے اترنے، مال غنیمت کا فحش بھیج کر پانی تقسیم کر لیا اور خلیفہ عثمان کو جملہ حالات سفر، محرومیت، غنائم و جنگ اہل سقلیہ اور پھر سلامتی واپس آنے سے مطلع کیا۔ خلیفہ مال فحش کے پہنچنے پر مسلمانوں کی سلامتی سے بہت خوش ہوئے۔ شکر الہی بجالائے اور وہ مال اہل مدینہ پر تقسیم کر دیا۔ پھر عہد خلافت عثمان میں اروا جزیرہ کے سوا کوئی جزیرہ لائق تسخیر نہ رہا۔

جزیرہ اروا کی یہ کیفیت ہے کہ مسلمانوں نے ساحل روم پر ایک شخص کو گرفتار کر کے معاویہ کی خدمت میں پیش کیا۔ معاویہ نے جب اس سے دریافت کیا کہ تو کہاں رہتا ہے اس نے بیان کیا کہ جزیرہ اروا میں معاویہ نے کہا اس جزیرہ کا کچھ حال بیان کر۔ اس نے کہا یہ جزیرہ بہت لمبا ہے اور ہر قسم کے میوے، غلے، پھل اور پھول پیدا ہوتے ہیں اور بڑا درخیز اور مالا مال ہے اور اگر اس کی خوبیوں کا مفصل حال عرض کروں تو بہت طول ہو گا۔ معاویہ نے بہادریوں کی طرف مخاطب ہو کر کہا تم میں سے کون اس جزیرہ کو فتح کر سکتا ہے۔ ایک شاہی بہادر جنات بن امیہ نے اس مہم کا ذمہ لیا۔

معاویہ نے چار ہزار جوان دے کر حکم روا لگی دیا۔ جنات حسب فرمان معاویہ روانہ ہوا ساحل شام پر پہنچ کر ایک سو بیس کشتیوں میں فوج کو سوار کیا اور اس رومی قیدی کو راہبر قرار دے کے کر روانہ ہوا اور اس سے یہ معاہدہ کر لیا کہ وہاں پہنچا دے گا تو تیرے اہل و عیال اور مال و متاع کو ضرر نہ پہنچایا جائے گا۔ ہوا موافق تھی کشتیاں بہ آسانی سفر کر رہی تھیں۔ جزیرہ کے قریب پہنچیں۔ اس راہبر نے کہا بس اب ان کشتیوں کو اسی جگہ ٹھہرا لو۔ جب رات ہو جائے تو کنارہ پر جا پہنچا۔ مسلمانوں نے اس کی رائے پر عمل کیا وہیں کشتیاں ٹھہرا دی گئیں۔ اور فوج بھی بیٹھ رہی۔ جب سورج غروب ہو گیا اور رات ہوئی تو کشتیوں کو کنارے پر لے جا کر مضبوطی سے باندھ دیا اور خود مسلح ہو کر مستعد و منتظر ہو بیٹھے۔ جب صبح نمودار ہوئی اہل حصار نے بے خبری کی حالت میں دروازے کھول دیے۔ اور باہر نکلے مسلمانوں نے حملہ کر کے سب کو قید کر لیا۔ گویا بھینڑوں میں پھینچا گھس گیا۔ جب یہ لوگ پکڑے گئے تو اہل شہر نے نہایت خوفزدہ ہو کر دروازے بند کر لیے اور تاب مقابلہ نہ لاکر قاصد بھیجا اور جزیرہ قبول کر کے صلح کی درخواست پیش کی۔ جنات نے صلح منظور کر لی اور زر مصالحت و جزیرہ لے کر مراجعت اختیار کی۔ اور سلامتی سے معاویہ کے پاس آ پہنچا۔ خلیفہ عثمان کے عہد حکومت میں جزیرہ اروا کی فتح جو مسلمانوں کو بہ فضل باری میسر آئی آخری تسخیر تھی۔

خلافت عثمان بن عفان میں ظاہر ہونے والے ناپسندیدہ واقعات و بیانات

۵۳۲ھ میں عثمانی برادران سے جو طریقہ جناب رسالتناہ سے بالکل علیحدہ تھے لوگوں کے دل پک گئے۔ تمام اشخاص خلیفہ

کے حق میں کچھ کچھ کہنے لگے۔ ابو محمد احمد بن احنم کو فی رحمۃ اللہ علیہ جو بہت بڑا ثقہ اور مشہور مورخ ہے بیان کرتا ہے کہ لوگوں نے جو کچھ عثمان کے بارے میں کہا ہے اور اس کے جن جن اقوال و افعال ناپسندیدہ کو گوارا نہیں کیا میں نے مستبر راویوں سے ان کو مختلف پیرایوں میں اور جداگانہ الفاظ میں سنا ہے۔ مگر اس کی وجہ سے کہ مطالب یکساں ہیں میں نے ان کی عبارتوں کو اختلاف لغات کے ساتھ ایک ہی عبارت میں فراہم کر دیا ہے۔

القصة راویوں نے کہا ہے کہ عثمان نے خلیفہ ہو کر عمر کے عمال کو چند ہی روز ان کے عہدوں پر برقرار رکھا بعدہ ان کو معزول کر کے تمام علاقے بنی امیہ کو جو اس کے چچا کی اولاد اور اپنے عزیز تھے دے دیے۔ عبد اللہ بن عامر کریم کو بصرہ میں ولید بن ابی معیط کو کوفہ میں مامور کیا۔ معاویہ بن ابی سفیان کو امیر شام پر قرار رکھا، عبد اللہ بن سعد الی سرح کو مصر میں اور عمرو بن عاص کو فلسطین میں مقرر کیا۔ جو خراسان، سجستان، فارس، کرمان، مصر، شام اور جزیرہ عراق کی فتوحات کے بعد متواتر بے انتہا اموال غنیمت خلیفہ کے پاس پہنچتا رہا خلیفہ عثمان بھی اچھے برتاؤ کرتے رہے۔ طریق عدل و انصاف پر نظر رکھی مگر جب مال و زر اور سامان غنیمت بکثرت فراہم ہو گیا تو خلیفہ کے طور طریق بدل گئے۔ تمام مملکت پر بنی امیہ کو متصرف اور تمام شہروں کو اپنے ہی عزیزوں اور رشتہ داروں کے لیے مخصوص کر دیا۔ بیت المال کے روپے میں سے ان ہی کو زر کثیر بخشا شروع کیا۔ عبد اللہ بن خالد بن اسد بن ابی العاص بن امیہ کو جو شامل حال نہ تھا آتے ہی ایک لاکھ دینار حوالے کر دیے۔ حکم بن عاص کو بھی ایک لاکھ دینار دے دیے اور اسی قدر اس کے بیٹے عازث بن حکم کو بخش دیے۔ لوگوں کو یہ امر ناپسند آیا۔ عبدالرحمن بن عوف سے شکایت کی اور کہا اس کا وبال تیری گردن پر پڑے اور تیرے ہی سبب سے ہمیں یہ نقصانات پہنچ رہے ہیں۔ جس دن تو نے اسے خلیفہ قرار دیا تھا تو ہم نے ان بری روشوں اور عادتوں کے لیے اس کی بیعت کا اقرار نہیں کیا تھا اب بتا کیا کرتا چاہیے۔ عبدالرحمن نے کہا جو باتیں تم بیان کرتے ہو مجھے اب تک ان کی اطلاع نہیں ہوئی۔ دوسرے دن حضرت علی ابن ابی طالب عبدالرحمن سے ملے اور کہا کیا اس طرح کی کاروائیاں تجھے پسند ہیں۔ عبدالرحمن نے کہا مجھے معلوم نہیں۔ اگر یہ باتیں سچ ہیں اور عثمان کا طور و طریقہ اسی قسم کا ہو گیا ہے تو تم بھی تلوار پکڑ لو اور میں بھی تلوار کھینچتا ہوں۔ لوگوں نے عثمان سے بھی یہ خبر جا کئی وہ بڑے غضبناک ہوئے اور کہا عبدالرحمن منافق ہے اور اس کے نزدیک میرے خون سے ہاتھ رنگنا کوئی مشکل نہیں۔ عبدالرحمن نے بھی یہ کلمات سن پائے۔ بہت بھڑکا اور کہا ذرا بھی گمان نہ تھا کہ عثمان کسی وقت مجھے منافق بنائے گا۔ پھر قسم کھالی کہ جب تک میں زندہ رہوں گا عثمان سے نہ بولوں گا۔ اب یہ تمام حالات مشہور ہو گئے اور ہر شخص عثمان کی نسبت بدگمان ہونے لگا۔ عثمان کو بھی یہ خبریں پہنچتی رہتی تھیں۔ ایک دن حکم دیا کہ مسلمان مسجد رسول خدا میں جمع ہو جائیں۔ جب سب جمع ہو گئے خلیفہ عثمان نے منبر پر جا کر باری سبحانہ تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کر کے حضرت محمد مصطفیٰ پر درود بھیجا۔ اس کے بعد کہا اے لوگو اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شکر یہ ادا کرتے رہو تاکہ تمہاری نعمتیں اور ثروتیں ترقی کرتی رہیں۔ ہر وقت اسے یاد کرتے اور اسی کا نام لیتے رہو۔ اور اسی کے حقوق کو یاد رکھو۔ تم مسلمان ہو اور کتاب الہی جس میں امور درج ہیں تمہارے پاس موجود ہے۔ آگاہ ہو کہ حکم الہی یہی ہے کہ صاحب حکومت کی فرمائش و ای کرتے رہو۔ خدا سے ڈرو اور اس کے حکموں کو مانو، مخالفتوں اور گناہوں کا رشتہ چھوڑو۔ مطلع رہو کہ رسول خدا کی جگہ پانا اور خلافت کا بندوبست کرنا نہایت مشکل کام ہے۔ نیز خلافت کا مرتبہ اس حد سے کہ تم خیال کرتے اور سمجھتے ہو بہت زیادہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ولیوں اور امیروں کو اسی لیے حکومت عطا کی ہے کہ عاجزوں اور زبردست لوگوں کے فیصلے کرتے رہیں اور طاقتور اور کمزور پر ظلم و زیادتی نہ کرنے دیں۔ تم میں سے بہت ایسے شخص ہیں جنہوں نے عہد مبارک حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا ہے آپ کی تبرک باتیں دیکھی ہیں۔

ان کے طریقوں کو ملاحظہ کیا ہے۔ علاوہ ازیں اللہ تعالیٰ کی کتاب تمہارے ہاتھ میں ہے۔ تمام اوامر و نواہی اور حرام و حلال کو اس میں پڑھ چکے ہو۔ اللہ تعالیٰ نے تم پر حجت تمام کر دی ہے اور وعدہ کیا ہے کہ جو شخص نعمتوں کا شکر گزار ہو گا اس کی نعمتوں کو ترقی کرامت فرمائے گا۔ نیکوں کے لیے ثواب اور بدکاروں کے لیے عذاب کا بدلہ ظاہر ہے۔ تم نے عجمی سلطنت کے بادشاہ کی شان و شوکت اور عظمت و قوت کا حال سن رکھا ہے۔ ان کی طاقت ہم سے بہت زیادہ تھی اور جمیعت کثیران کے ساتھ تھی۔ ان کے شہر بڑے وسیع تھے اور عیش و راحت بے انتہا لیکن اس سبب سے کہ خدا کے حکم کو نہ مانا، دنیا کو آخرت کے عوض اختیار کیا۔ فتنہ و فساد پر مائل ہو گئے، اور اس کی نعمتوں کی شکرگزاری چھوڑ دی۔ اللہ تعالیٰ نے ادھر بھی زور ڈال دیا۔ ان کے تمام شہر و مکانات اور چراگاہ تمہارے حوالے کر دیے۔ ان کی نعمتیں تم کو بخش دیں۔ اگر تم ان نعمتوں کا شکریہ ادا کرتے رہو گے تمہارے واسطے قائم رہیں گے نہیں تو گناہوں اور نافرمانیوں میں سے تو نقصان عائد ہو گا اور آخر کار زوال آجائے گا۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے خلافت رسول عطا کی ہے آج میں اس کے لائق و سزاوار ہوں میں نے اس امر کو اپنے ہاتھ میں لے رکھا ہے اور اس اہم اور خطرناک خدمت کو انجام دے رہا ہوں۔ جس خدا نے مجھے خلافت دی ہے وہی اپنی تقدیرات کے مطابق مجھے توفیق عطا کرتا ہے اور میں نے بھی اس کلمہ کو کلکم داع و کلکم مسئول عن رعیتا یعنی تم سب نگہبان ہو اور تم سب سے رعیت کی نسبت سوال کیا جائے گا کی رمز کو پہچانا اور حقیقت حال کو سمجھا ہے وہ یہ ہے کہ جس شخص کو امیر بنایا ہے اسے بہت بڑی امانت سپرد کی گئی ہے اور رعیت کے ہر امر کی نسبت اس کے نگہبان سے جواب طلب کیا جائے گا اور ذرہ ذرہ کا حساب لیا جائے گا لوگوں نے مجھ سے کہا ہے کہ تم میں بعض آدمی میرے خرچ کردہ مال پر اعتراض کرتے ہیں اور آپس میں کہتے ہیں کہ اگر عثمان یہ روپیہ سپاہیوں اور ان کی اولاد کو دیتا اور بہت اچھا ہوتا از روئے مصلحت یہی ٹھیک ہوتا اور درگاہ باری میں بھی مقبول ہوتا میں اسے تسلیم کرتا ہوں اور بعد ازیں ایسا ہی کروں گا۔ ہر شہر میں معتبر آدمی بھیجوں گا کہ جس قدر مال فراہم ہو فوجیوں اور ان کی اولاد کو دیا جائے۔ اور جو کچھ بچے اسے پس انداز کریں تاکہ مشکل وقت پر کام آئے۔ انشاء اللہ تعالیٰ میں بوڑھوں، فقروں، یتیموں اور بیوہ عورتوں کے حقوق ان کو پہنچاتا رہوں گا اور خالی اوقات میں درپیش آنے والے امور کے متعلق تم سے مشورہ لے کر عملدرآمد کروں گا۔ تم میرے پاس آؤ، اہم امور کی نسبت گفتگو کرتے رہو جو کچھ بہتر اور مناسب معلوم ہو بیان کرو میں تم سب کی رضا مندی اور مصلحت وقت کو دیکھ کر اس کام کو سرانجام دیتا رہوں گا۔ میرے دروازہ پر کوئی دربان یا پیریدار نہیں جو شخص جس وقت چاہے آئے اور کچھ کہنا ہو کہے۔ فقط والسلام!

تمام مسلمان عثمان کی باتیں سن کر خوش ہو گئے۔ تعریفیں کرتے اور دعائیں دیتے اپنے اپنے گھر چلے گئے۔ عثمان نے بھی عدل و انصاف کا طریقہ اختیار کیا۔ سپاہیوں اور رعیت میں مساوات اختیار کی، خاص و عام پر مہربانی کا برتاؤ شروع کیا۔ فقیروں اور یتیموں کا خیال رکھا۔ اسی طرح ایک سال گزر گیا۔ اب پھر عاداتیں تبدیل ہوئیں اور وہ امور اختیار کیے جو طریقہ سنت اور نیکی کے خلاف تھے۔ اصحاب رسول خدا کو تخت ناگوار گزارا۔ ایک متحدہ جلسہ کر کے مشورہ کیا کہ خلیفہ کے پاس چلیں اور اس کی شروع خلافت سے اس وقت تک جس قدر امور خلاف شرع واقع ہوئے ہیں ان کو لکھ کر پیش کریں کیونکہ زبانی کہنے میں ممکن ہے بعض باتیں یاد نہ رہیں۔ یا یاد بھی ہوں تو کبھی نہ جاسکیں اس لیے مناسب یہی ہے کہ سب باتیں تحریر کر لی جائیں۔ قلم اٹھا کر عثمان کے مسند نشین خلافت ہونے کے وقت سے تمام تحریر جو جو امور خلاف شرع نبوی ظہور میں آئے تھے لکھ لیے اور چاہا کہ سب ساتھ چلیں اور یہ نوشتہ اسے دیں اس کے بعد عمار یا سر سے ملے اور کہا ہم نے عثمان کے لیے ایسا کچھ لکھا ہے۔ تو یہ تحریر اسے دے سکتا ہے۔ اس نے کہا ہاں دے سکتا ہوں۔ پھر وہ نوشتہ لے کر

عثمان کے دروازہ پر پہنچے۔ اس وقت خلیفہ گھر سے باہر آرہے تھے۔ عمار کو دروازہ پر نوشتہ لیے دیکھا۔ پوچھا، اے ابالیقضان کیا مجھ سے کچھ کام ہے۔ عمار نے جواب دیا کہ میرا ذاتی کام نہیں ہے۔ اصحاب رسولؐ نے جمع ہو کر تمہارے واسطے ان امور کی فہرست تیار کی ہے۔ جو تم نے خلاف شرع اختیار کیے ہیں تاکہ تم ان کا جواب دو۔ خلیفہ نے ترش لہجے میں نوشتہ لیا، چند سطریں پڑھیں اور ہاتھ سے پھینک دیا۔ عمار نے کہا یہ نوشتہ رسول خداؐ نے تحریر کیا ہے ہاتھ سے نہ پھینکتے بلکہ اچھی طرح پڑھ کر جو کچھ تحریر ہے اس پر عمل کیجئے۔ میں یہ باتیں آپ کی بہتری کے لیے کہتا ہوں۔ عثمان نے کہا اے سیدہ کے بیٹے تو جھوٹ بولتا ہے۔ اس نے کہا اس میں شک نہیں میں سیدہ اور یاسر کا بیٹا ہوں۔ خلیفہ کو زیادہ غصہ آیا، اپنے غلاموں کو حکم دے کر یاسر کو اتنا پڑوایا کہ وہ بے ہوش ہو کر زمین پر گر پڑا۔ پھر خود خلیفہ نے بڑھ کر کئی لائیں اس کے پیٹ اور ضیوں پر مار دیں۔ عمار کو غش آگیا اور عارضہ فتن لائق ہوا۔ اور سخت صدمہ پہنچا۔ بنی مخزوم کے لوگ جو عمار کے رشتہ دار اور چچا کی اولاد تھے خیرا کر ہاشم بن ولید بن مغیرہ کے ہمراہ آئے اور عمار کو اٹھالے گئے۔ گھر پہنچا کر بستر پر لٹا دیا۔ عمار کو جنوز غشی لائق تھی۔ سب نے قسم کھائی کہ عمار اگر اس صدمے سے مر گئے تو ہم عثمان کو قتل کر ڈالیں گے۔ اسی حالت غشی میں عمار یاسر کی نماز ہائے پیشین و شام و عشا قضا ہو گئیں۔ بہ وقت شب ہوش آیا۔ عمار نے اٹھ کر وضو کیا، قضا نمازیں پڑھیں۔ عثمان کی جن باتوں سے صحابہ رسولؐ نے ناراض ہو کر بیعت سے انکار کیا انہیں میں عمار یاسر کا یہ معاملہ بھی داخل ہے۔ ابوذر کو بھی اس حال سے اطلاع ہوئی وہ اس وقت شام میں تھے عثمان کے حق میں طعن آمیز کلام کرنے شروع کیے۔ معاویہ نے خلیفہ کو خط لکھا اور ابوذر کی ان باتوں کو جو خلیفہ کی نسبت کہتا تھا اس طرح لکھا:

بعد مراسم خدمت و دعا معاویہ بن عمر خدمت امیر المؤمنین میں عرض پرواز ہے کہ ابوذر نے ملک شام کو آپ کے خلاف برا گیتے کر دیا ہے وہ لوگوں کے دلوں سے تمہاری محبت کو دھو رہا ہے ہر وقت عمرو ابوبکر کو یاد کرتا ہے۔ ان کے نیک اخلاق اور حمیدہ عادات کا تذکرہ کرتا رہتا ہے اور جب تمہارا تذکرہ آتا ہے تو برائی کے کلمے کہتا ہے اور تمہارے اقوال و افعال کو عیوب اور خطا کے پردے میں ظاہر کرتا ہے۔ شام، مصر، عراق، عرب میں اس کا رہنا مصلحت سے بعید ہے کیونکہ ان مقامات کے باشندے فتنہ پرواز ہیں اہل شہر سے بہت جلد مل جاتے ہیں بڑے فسادی ہیں۔ جو کچھ ظہور میں آیا ہے اس سے مطلع کر دیا ہے اب خلیفہ کی جو رائے ہو وہی بہتر ہے۔ والسلام!

خلیفہ نے معاویہ کے مضمون خط سے واقف ہو کر لکھا تیرا خط پہنچا ابوذر کی نسبت جو کچھ لکھا تھا معلوم ہوا جس وقت تیرے پاس یہ حکم پہنچے اسی وقت ابوذر کو ایک بدرقار اونٹ پر سوار کرا کر اور کسی درشت مزاج رہبر کو اس کے ساتھ کر کے جو رات دن اونٹ کو بھگاتا لائے کہ ابوذر پر ایسی نیند غلبہ کرے جس سے وہ میرا اور تیرا دونوں کا ذکر کرنا بھول جائے، مدینہ بھیج دے۔ معاویہ نے اس حکم کے پہنچنے ہی ابوذر کو بلایا اور ایک بدرقار نگلی پیٹھ والے اونٹ پر بٹھا کر کسی بے رحم رہبر کو ان کے ساتھ کر دیا کہ اونٹ کو دن رات بھگاتا لے جائے۔ لمحہ بھر کے لیے بھی کسی جگہ نہ ٹھہرنے دے تاوقتیکہ مدینہ میں نہ پہنچا دے۔

ابوذر رحمۃ اللہ علیہ بلند قد اور لاغر اندام شخص تھے اور اس وقت اس قدر ضعیف العمر ہو چکے کہ تمام سر اور داڑھی کے بال سفید ہو چکے تھے اور نہایت ہی کمزور اور نحیف تھے۔ اونٹ کی پشت پر نہ کپڑا تھا نہ ساز پھر راہبر اونٹ کو بری طرح سختی سے ہنکاتا لایا ان تکلیفوں اور صدموں سے ابوذر کی رانوں کا گوشت چھل چھل کر جدا ہو گیا اور بہت ہی سخت تکلیف اور تنکان لائق ہو گئی۔ مدینہ میں پہنچ کر عثمان کے سامنے آئے تو ایک نظر دیکھ کر کہا اے جناب تجھے دیکھ کر کوئی آنکھ روشن نہ ہو۔ ابوذر نے کہا میرے باپ جنات نے میرا نام جناب رکھا تھا اور جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

نے عبد اللہ رکھا ہے۔ عثمان نے کہا تیرا یہی گمان ہے کہ میں کہتا ہوں کہ خدا فقیر ہے اور ہم دولت مند! ابوذر نے جواب دیا کہ میں نے کبھی ایسا نہیں کہا۔ مگر اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ حضرت رسول خدا نے فرمایا ہے کہ جب ابو العاص کو تیس اولادیں ہو جائیں گی تو وہ خدا کے مال کو اپنی دولت و اقبال کا ذریعہ بنائیں گے۔ خدا کے بندوں کو اپنے خدمت گزار اور نوکر قرار دیں گے۔ خدا کے دین میں خیانت کریں گے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو ان سے آزادی بخشے گا۔ خلیفہ نے حاضر الوقت لوگوں سے پوچھا تم میں سے کس نے حضرت رسول خدا کو ایسا فرماتے سنا ہے انہوں نے کہا ہم نے نہیں سنا۔ خلیفہ نے کہا اے ابوذر تو رسول خدا پر افترا پردازی کرتا ہے۔ اس نے حاضرین مجلس سے کہا تم میرے اس بیان کو غلط سمجھتے ہو۔ انہوں نے کہا ہم کچھ نہیں جانتے کہ تم سچ کہتے ہو یا جھوٹ۔ عثمان نے کہا حضرت علی کو بلاؤ۔ جب حضرت علی آگئے تو خلیفہ نے ابوذر سے کہا کہ جناب رسول خدا کی وہی حدیث بیان کر کہ ابوالحسن بھی سنیں۔ ابوذر نے جو حدیث بنی عاص کے حق میں بیان کی تھی پھر بیان کی۔ امیر المؤمنین نے کہا اے ابوالحسن تم نے بھی کبھی یہ حدیث سنی ہے؟ آپ نے فرمایا میں نے حضرت رسول خدا کی زبانی نہیں سنی لیکن ابوذر جھوٹ نہیں کہتا۔ عثمان نے کہا تم کس وجہ سے اس کی تصدیق کرتے ہو اور اس کے بیان کو معتبر سمجھتے ہو؟ حضرت علی نے کہا اس حدیث کی بنا پر کہ حضرت رسول خدا نے فرمایا ہے کہ نیلے آسمان کے نیچے اور تیرہ روئے زمین کے اوپر اور کوئی شخص ابوذر سے زیادہ راست گو پیدا نہ ہو گا۔ اسی وقت حاضرین مجلس بول اٹھے کہ ابوذر سچ کہتا ہے۔

ابوذر نے کہا جو حدیث میں نے بنی عاص کے متعلق بیان کی ہے وہ جناب رسول خدا کی زبان مبارک کی سنی ہوئی ہے اور تم مجھے جھوٹ سے متہم کرتے ہو۔ میں گمان بھی نہ کرتا تھا کہ ایک ایسا زمانہ آئے گا کہ تم سے اپنی نسبت یہ کلمے سنوں گا جو اب سن رہا ہوں۔ خلیفہ نے کہا تو جھوٹ بول کر فساد کرانا چاہتا ہے اور تیرا مدعا یہ ہے کہ ہم میں تنازعہ پیدا ہو۔ ابوذر نے کہا تو ابو بکر اور عمر کی سیرت پر قائم رہ پھر تجھ سے کوئی برگشتہ نہ ہو گا۔ نہ تیرے قول و فعل پر کوئی معترض ہو گا۔ خلیفہ نے کہا تجھے ان باتوں سے کیا واسطہ۔ ابوذر نے کہا تو میں اس میں اپنے لیے کوئی گناہ کی بات نہیں دیکھتا۔ بلکہ حکم کو شائع کرنا اور ممانعت کو روکنا ہے۔ اب خلیفہ کو زیادہ غصہ آگیا اور کہا بتاؤ میں اس بوڑھے دروغ گو کا کیا حال کروں یہ فتنہ برپا کرنا اور مسلمانوں میں تفرقہ پھیلانا چاہتا ہے۔ حضرت علی نے کہا تم اسے تکلیف نہ دو اگر وہ اس روایت میں جھوٹا ہے تو اس کا وبال اس پر پڑے گا اور اگر سچا ہے تو جیسا بیان کرتا ہے ایسا ظہور میں آ ہی جائے گا۔

خلیفہ عثمان کو حضرت علی کی یہ بات پسند نہ آئی غصہ ہو کر علی سے کہا تیرے منہ میں خاک ہو جو۔ حضرت علی نے کہا تیرے منہ میں خاک جو تو یہ کہتا ہے اور یہ کیسی بے انصافی کہ معاویہ کی نامعلوم باتوں کے لکھنے سے جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دوست ابوذر کے حق میں جو کلمات ناشائستہ کہتا ہے کیا یہ مناسب بات ہے اور کیا تجھے معاویہ کی دشمنی عظیم اور فتنہ و فساد کا حال معلوم نہیں ہے۔ عثمان خاموش ہو رہا۔ پھر حضرت علی سے کچھ نہ کہا۔ ابوذر کی طرف مخاطب ہو کر کہا اٹھ جا ہمارے شہر سے نکل جا۔ ابوذر نے کہا ایسا ہی عمل میں لاؤں گا۔ کیونکہ مجھے تیرا ہمسایہ ہونا سخت ناگوار ہے۔ اگر کہے تو شام چلا جاؤں۔

خلیفہ نے کہا ہم نے تجھے شام سے اس لیے بلایا ہے کہ تو نے وہاں کے لوگوں کو مجھ سے ناراض کر دیا تھا وہاں کی اجازت نہیں دیتا۔ ابوذر نے کہا عراق چلا جاؤں۔ خلیفہ نے کہا وہاں کی بھی اجازت نہیں کیونکہ اہل عراق امیروں اور اماموں کو طعن سے یاد کرتے ہیں اور فتنہ و فساد سے نہیں ڈرتے۔ ابوذر نے کہا میں جہاں جاؤں گا حق بات کے بیان کرنے سے باز نہ رہوں گا جہاں حکم ہو چلا جاؤں!

خلیفہ نے کہا تو کس جگہ کو سب سے زیادہ ناپسند کرتا ہے۔ ابوذر نے کہا ربذہ کو جس قدر ناپسند کرتا ہوں اتنا کسی اور جگہ کو نہیں سمجھتا۔ خلیفہ نے کہا اٹھ اسی جگہ چلا جا وہیں رہنا کسی اور جگہ نہ جانا۔ پھر مروان بن حکم کو حکم دیا کہ ابوذر کو ایک اونٹ پر سوار کر کے مدینہ سے باہر نکال آ اور کسی شخص کو رخصت کرنے کے لیے شہر سے باہر نہ جانے دے۔ مروان ایک اونٹ پر بٹھا کر مدینہ سے باہر لے چلا اصحاب رسول خدا میں سے کچھ لوگ اس بات سے مت رنجیدہ ہوئے اور مشالعت کے لیے آئے یہ اصحاب علی ابن ابی طالب، آپ کے فرزند ان گرامی حسن، حسین، عبداللہ ابن عباس، عمار بن یاسر اور مقداد بن اسود وغیرہ تھے۔ ابوذر کے پاس پہنچ کر تسلی دینے لگے۔ مروان بن حکم نے کہا خلیفہ نے اس بات کی اجازت نہیں دی کہ کوئی شخص ابوذر کی مشالعت کرے اور اسے رخصت کرنے کے لیے شہر سے باہر جائے۔ حضرت علی کو یہ بات بری معلوم ہوئی کوڑا ہاتھ میں تھا۔ مروان کے سواری کے اونٹ کے دونوں کانوں کے بیچ میں رسید کیا اور فرمایا اور ہو پس رزقا تو ہمارے فعل پر اعتراض کرنے والا کون ہوتا ہے۔ غرض ابوذر اس حال سے ربذہ کی طرف چلا گیا۔

حضرت علی اور صحابہ واپس چلے آئے۔ مروان نے علی کے متعلق خلیفہ سے شکایت کی۔ خلیفہ نے آدمی بھیج کر علی ابن ابی طالب کو بلایا اور کہا کیا میں نے حکم نہ دیا تھا کہ تم میں سے کوئی شخص ابوذر کے رخصت کرنے کو مدینہ سے باہر نہ جائے تم کس لیے مدینہ سے باہر گئے اور کیوں صحابہ کی جماعت کو ساتھ لے گئے۔ علی نے کہا یہ بات ہم پر واجب نہیں کہ جو کچھ تم کہو ہم اسے عمل میں لائیں۔ خلیفہ نے کہا مروان تمہاری شکایت کرتا ہے کہ آپ نے اسے گالی دی اور اس کے اونٹ کے سر پر تازیانہ مارا تم اس سے معافی مانگو اور اپنے سے رضامند کرو۔ علی نے کہا میرا اونٹ موجود ہے کہہ دو کہ اٹھ کر اس کے دونوں کانوں کے بیچ میں ایک تازیانہ مارے رہی گالی وہ دے نہیں سکتا خدا کی قسم اگر مروان مجھے گالی دے تو میں تلوار سے جواب دوں گا کیونکہ وہ کسی طرح بھی میرا ہمسر نہیں ہے۔

اس کے بعد علی غصے میں بھرے ہوئے عثمان کے پاس سے چلے آئے۔ ابوذر نے ربذہ میں رہنا اختیار کیا ایک مدت گزر گئی۔ آنے جانے والے حاجی اس کے پاس پہنچتے اس کی دلداری کرتے اور تھے بھیجتے۔ مگر وہ کسی کی کوئی شے قبول نہ کرتا۔ انجام کار اس کی وفات کا وقت قریب آپہنچا۔ اس کی زوجہ سہرانے بیٹی رو رہی تھی۔ ابوذر نے پوچھا کیوں روتی ہے۔ اس نے کہا پردہسی ہونے اور خاندان کی جدائی اور بربادی سے روتی ہوں۔ اور بہ عالم غم تیرا وفات پانا سخت ترین صدمہ ہے پھر میں ضعیف اور بے کس عورت ہوں۔ مجھ سے تمہاری تجیز و تکفین بہتر نہ ہو سکے گی۔

ابوذر نے کہا اے ام ذر دل کو قابو میں رکھ اور مت رو۔ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میں پردہس میں وفات پاؤں گا اور اس وقت کچھ نیک آدمی تیرے پاس آئیں گے وہی مجھے دفن کریں گے۔ آگاہ ہو کہ جب میں جاں بحق تسلیم ہو جاؤں کسی سے کہہ سن کر ان چند بکریوں میں سے ایک بکری ذبح کرا لینا اور کھانا پکا کر رکھ چھوڑنا۔ پھر سر راہ منظر ہو کر بیٹھ جانا وہاں سے کچھ مسلمان گزریں گے ان سے میری وفات کا حال کہہ کر کفن اور دفن کرنے کی درخواست کرنا جب میرے دفن سے فارغ ہو جائیں تو وہ کھانا ان کے سامنے لا رکھنا کہ وہ کھا کر چلے جائیں تو کچھ دنوں ربذہ ہی میں رہنا پھر مدینہ چلی جانا اور اپنے زمانہ وفات تک اسی جگہ رہنا۔ ابوذر یہ وصیت کر کے جاں بحق ہو گئے۔ اس پر اللہ کی رحمت ہو۔

ام ذر نے حسب وصیت ایک بکری ذبح کرا کر کھانا پکایا اور نہایت ہی غمگین اور اداسی کے عالم میں سر راہ بیٹھ کر آنے والوں کا انتظار کرنے لگی۔ تھوڑی دیر بعد کچھ لوگ زیارت مکہ معظمہ سے واپس آتے ہوئے نظر پڑے۔ یہ اشخاص احنف بن قیس تمیمی، معصم بن سوجان العبیدی، خارجہ بن صلت تمیمی، ہلال بن مالک نضلی، جریر بن عبداللہ بجلي، مالک اشتر بن

حادثِ نحقی وغیرہ تھے۔ جب یہ مشہور و معروف افراد قریب پہنچے تو ایک پیرزن کو سراہ بیٹھے دیکھا۔ سمجھے کوئی محتاج ہے کچھ مانگتی ہے۔ جب بالکل قریب پہنچ گئے تو ام ذر نے کھڑے ہو کر کہا اے مسلمانو! رسول خدا کا مصاحب ابوذر دنیا سے سفر کر گیا ہے میں اس کی بیوہ ہوں مجھ میں اس کے کفن کرنے اور دفنانے کی طاقت نہیں اگر تم اس کام میں امداد کرو گے تو اللہ تعالیٰ تم سے راضی ہو گا۔ ابوذر کی خبر وفات سنتے ہیں سب رونے لگے بہت افسوس کرتے تھے اور اللہ تعالیٰ سے اس کی بخشش کی دعا مانگتے تھے۔ پھر وہاں قیام کر کے ابوذر کو غسل میت دیا اور ہر شخص کی یہی خواہش تھی کہ میرے کپڑے کا کفن پہنایا جائے۔ آپس میں گفتگو بہت طول پکڑ گئی۔ انجام کار یہی صلاح قرار پائی کہ ہر شخص کے پاس سے تھوڑا تھوڑا پارچہ لے کر سب کو سی کر کفن مکمل کر دیا جائے۔ غرضیکہ اسی طرح کیا اور ایک شخص کے اسباب میں سے کانور بھی نکل آیا۔ اس سے سنت حنوط ادا کی گئی۔ پھر نماز جنازہ پڑھ کر دفن کر دیا۔ دفن سے فارغ ہو کر اشتر نحقی نے اس کی قبر کے سرہانے کھڑے ہو کر خدا تعالیٰ کی حمد و ثناء کے بعد کہا اے خدا ابوذر غفاری تیرے رسول کا مصاحب ہے۔ وہ تیرے پیغمبروں اور کتابوں پر ایمان لایا ہے۔ تیری راہ میں جہاد کیے ہیں۔ شریعت اسلام پر ثابت قدم رہا ہے۔ اور شرعی طریقوں میں اس نے تغیر و تبدل کو راہ نہیں دی اس نے سنت اور اجماع کے خلاف کچھ امور دیکھ کر ان سے انحراف کیا۔ جس کے سبب لوگوں نے اسے ستایا اور ذلیل سمجھا تیرے حبیب کے ہمسائیگی کی نعمت سے اسے محروم کر دیا۔ مدینہ سے نکال کر بے ادبی میں چھوڑ دیا۔ یہاں تک کہ وہ پردیس میں مر گیا۔ اے خدا تو نے مومنوں سے جن جن پریشانی نعتوں کا وعدہ فرمایا ہے ان کا حظ ابوذر کے لیے زیادہ کر اور اس شخص کو جس نے اسے تیرے رسول کے مدینے سے نکالا اور تباہ کیا ہے سزائے واجب دے۔ اشتر نے ابوذر کی قبر پر دعا مانگی اور سب مسلمانوں نے آمین کہی۔ جب دن ختم ہو گیا تو ام ذر نے کھانا سامنے لا رکھا۔ سب نے کھایا اور رات کو اسی جگہ سو رہے۔ صبح کو ام ذر سے رخصت ہو کر چلے گئے۔ ابوذر کی وفات کی خبر جس وقت عثمان کو پہنچی تو عمار یا سر موجود تھے۔ کہا اباذر پر اللہ کی رحمت ہو۔ اے خدا میں یہ دعا اس کے لیے دل و جان سے مانگتا ہوں۔ تو اسے بخش و بجزو خلیفہ عثمان نے اس پر غصے ہو کر کہا اے نالائق تیرا بھی یہی حال ہو گا میں ابوذر کے مدینہ سے نکال دینے پر پشیمان نہیں ہوا ہوں۔ عمار نے کہا خدا کی قسم میرا یہ حال نہ ہو گا۔

قصیہ عمار بن یاسر

عثمان نے کہا اے دھکے دو اور شر سے نکال دو اور اسی جگہ پہنچا دو جہاں ابوذر کو پہنچایا تھا تاکہ یہ بھی اسی کی طرح زندگی بسر کرے اور جب تک میں زندہ ہوں یہ مدینہ میں نہ آسکے۔ عمار نے کہا خدا کی قسم مجھے بھیڑیوں اور کتوں کی ہمسائیگی تیرے پاس رہنے سے زیادہ پسندیدہ ہے یہ کہہ کر اٹھا اور عثمان کے پاس سے چلا آیا۔ خلیفہ نے ارادہ کر لیا کہ عمار کو بھی مدینہ سے نکال دے۔ بنی مخروم جو اس کے قریبی رشتہ دار تھے علی بن ابی طالب علیہ السلام کے پاس آئے اور کہا اے ابو الحسن تم اس رشتہ داری کی حق سے خوب واقف ہو، جو ہم کو تمہارے باپ کے ساتھ ہے۔ یہ حقوق محتاج شرح نہیں ہیں۔ آج ہم عثمان کی اس گفتگو کے متعلق آپ کے پاس آئے ہیں جو اس نے عمار کے ساتھ کی اور مدینہ سے اس کی اخراج کی نسبت حکم دے کر ربذہ میں بھیجنا چاہا۔ آپ کو معلوم ہے کہ ایک دفعہ اسے مار کر سخت ایذا دے چکا ہے اور سخت ست بھی کیا ہے ہم نے اس وقت درگزر کیا تھا اور اسے کچھ نہ کہا تھا۔ اب دوسری دفعہ ایسا ارادہ کیا ہے اور یہ حکم دیا ہے۔ آپ خوب جانتے ہیں کہ اگر وہ عمار کو شر سے نکال دے گا تو اندیشہ ہے کہ ہمارے ہاتھوں کچھ ایسا ظہور میں آجائے جس سے وہ بچتائے اور ہمیں بھی شرمندگی لاحق ہو۔ ہمارا خیال ہے کہ آپ کے سوا اور کوئی اس کام کو سہولت سے انجام

نہیں دے سکتا۔ آپ ہی کی مبارک زبان سے اس کا تدارک ہو سکتا ہے۔ آپ مہربانی فرما کر عثمان کے پاس جائیں اور کلمات حق کہہ کر سمجھا دیں کہ عمار کے پیچھے نہ پڑے، اسے اس کے شر اور مکان سے نہ نکالے ورنہ ایسا فساد پھیلے گا جس کا تدارک نہ ہو سکے گا۔ علی نے یہ سن کر انہیں تسلی اور اطمینان دلایا۔ اور فرمایا جلدی نہ کرو میں جا کر سب کچھ درست کر دوں گا۔ تمہارے کام میں سعی کرنا میرے لیے واجب ہے۔ پھر عثمان کے پاس آئے اور کہا تم بعض کاموں میں بہت جلدی کرتے ہو دوستو! اور نصیحت کرنے والوں کی بات نہیں مانتے۔ اس سے پہلے ابوذر کو جو بڑا نیکو کار مسلمان، رسول خدا کا بڑا مصاحب مہاجرین میں سے بڑا نیک شخص تھا مدینہ سے نکال دیا اور ربذہ ہی میں بھیج دیا۔ کہ وہ غریب پر دینس ہی میں مر گیا۔ اس معاملے میں اور بھی زیادہ مسلمان تم سے برگشتہ ہو گئے ہیں۔ سنتا ہوں کہ تم نے اب اور کچھ ارادہ کیا ہے کہ عمار یا سر کو مدینہ سے خارج کر دیں یہ اچھی بات نہیں۔ خدا سے ڈرو اور عمار سے درگزر کرو۔ صحابہ جناب رسول خدا کو ایسے رنج نہ دو خلیفہ عثمان کو حضرت علی کی یہ باتیں پسند نہ آئیں۔ جواب دیا۔ پہلے تجھی کو شر سے نکال دینا چاہیے کیونکہ عمار اور غیر عمار کو تو ہی برباد کر رہا ہے۔ علی نے کہا تیری کیا طاقت ہے کہ میری نسبت ایسا خیال بھی دل میں لائے اور اگر چاہے تو بھی اس فعل پر قادر نہ ہو سکے گا۔ اور میرے اس کلام میں کچھ شک ہو تو آزما کر دیکھ۔ پھر تجھے حقیقت حال معلوم ہو جائے گی کہ کیا اہم معاملہ ہے۔ اور تیرا یہ کہنا کہ عمار اور غیر عمار کو تو ہی خراب کر رہا ہے خدا کی قسم ان کا فساد محض تیری ہی طرف سے ہے میں ان کی کوئی خطا نہیں دیکھتا۔ تیری ذات سے ایسے ایسے امور سرزد ہو رہے ہیں جو طریقہ شریعت سے باہر ہیں۔ لوگ ان کی تاب نہیں لاتے تجھ سے برگشتہ ہوتے ہیں اور تجھ سے یہ باتیں برداشت نہیں ہو سکتیں۔ ہر ایک پر غصہ ہوتا ہے۔ پھر منتہانہ کاروائی کر کے انہیں ستاتا ہے۔ یہ ڈھنگ بزرگوں کے طریقوں سے بہت بعید ہے۔ حضرت علی یہ نرم گرم باتیں کہہ کر عثمان کے پاس سے چلے آئے۔ جب لوگوں کے پاس پہنچے تو انہوں نے دریافت کیا کہ کیا فیصلہ کر آئے۔ اور خلیفہ نے کیا جواب دیا۔ آپ نے وہ تمام گفت و شنید جو عثمان کے ساتھ ہوئی تھی بیان کر دی۔ سب نے تعریفیں کیں کہ آپ نے جو کچھ جواب دیا بہت خوب دیا۔ عثمان جس وقت غصے میں ہو گا آپ کی نسبت ایسے ہی کلمات کہے گا اور جس پر ناراض ہو گا اسے شہر بدر کرے گا۔ ہم میں سے کوئی اپنے عزیزوں قریبوں اور کنبہ میں وفات نہ پائے گا سب پر دینس ہی میں جان گنوائیں گے۔ عالم غربت میں کس سے وصیت کریں گے اور اپنی اولاد اور عزیزوں کو کس پر چھوڑیں گے۔ خدا کی قسم ہمیں اپنے گھروں کے اندر فرزندوں اور عزیزوں کے سامنے مرجانا اس لمبی زندگی سے بدرجما بہتر ہے جو پر دینس میں ہو۔

حضرت علی صحابہ سے یہ باتیں سن کر غمگین ہوئے اور فرمایا عمار سے کہہ دو اپنے گھر میں رہے باہر نہ نکلے۔ اللہ تعالیٰ تجھ کو عثمان اور دوسرے لوگوں کی شرارت سے محفوظ رکھے۔ بنی مخزوم نے حضرت علی کے تسلی دینے سے مطمئن ہو کر کہا اے ابوالحسن ہم سب مسلمان آپ کے دوست اور ہوا خواہ ہیں۔ اگر تم ہمارے مددگار رہو گے تو پھر عثمان ہمیں کوئی ضرر نہیں پہنچا سکتا۔ عثمان کو بھی لوگوں کی زبانی یہ معلوم ہو گیا۔ عمار سے درگزر کیا اور جو کچھ کہا تھا اس پر افسوس کیا۔ اس کے بعد مسلمانوں میں سے جو شخص آتا اس کے سامنے عثمان۔۔۔۔۔ علی کی شکایت کرتا۔ ایک مرتبہ زید بن ثابت سے بھی یہ بات کہی اور علی کی شکایت کی۔ اس نے کہا خلیفہ کی منشا ہو تو میں علی کے پاس جاؤں اور تمہارے دلوں میں جو گرہ پڑ گئی ہے اس کا ذکر کروں۔ خلیفہ نے کہا تجھے اختیار ہے۔ زید بن ثابت اور مغيرة بن انس ثقیفی علی کے پاس آئے اور سلام کر کے بیٹھ گئے۔ زید بن ثابت نے حضرت علی کی تعریف و توصیف بیان کرنی شروع کی کہ جناب رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں جو تقرب آپ کو حاصل تھا اور یگانگت و منزلت بارگاہ نبوی میں آپ کو تھی وہ دنیا میں کسی اور

جماعت میں سے ایک شخص بوزینب نام نے آگے بڑھ کر کہا اے امیر المؤمنین میں ایک دن کسی کام کے لیے ولید کے مکان میں اس کے پاس گیا تھا۔ دیکھا کہ مدہوش پڑا ہے۔ میں نے اس کی انگلی میں سے انگوٹھی نکال لی پھر بھی اسے کچھ خبر نہ ہوئی اور وہ انگوٹھی یہ ہے۔ سامنے ڈال دی۔ پھر ان لوگوں نے جو بوزینب کے ساتھ ولید کے پاس گئے تھے۔ اس کے کلام کی صداقت کی شہادت دی۔ خلیفہ نے بڑے بڑے صحابہ اور علی علیہ السلام کو بلایا۔ اور حضرت علی سے کہا اے ابوالحسن اہل کوفہ ولید بن عقبہ کی نسبت ایسا کچھ بیان کرتے ہیں۔ آپ کی مبارک رائے کیا ہے۔ کہا ولید کو کوفہ سے بلا کر ان لوگوں کے روبرو کھڑا کر اس وقت نامور اصحاب بھی موجود ہوں۔ پھر کوفیوں سے ولید کی شکایت سنی چاہیے۔ غرضیکہ جس وقت یہ سب حاضر ہوئے اور ہر ایک نے اپنی اپنی کہہ لی تو ولید کا شراب پینا ثابت ہو گیا۔ خلیفہ نے حکم دیا کہ ولید کو برہنہ کر کے درے لگائیں اور کوفہ کی حکومت سے علیحدہ کر کے سعد بن عاص کو اس کی جگہ مقرر کیا۔ اور اہل کوفہ کے نام فرمان جاری ہوا۔ مضمون یہ تھا:

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ - حمد و نعت باری تعالیٰ اور درود و نعت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد عبد اللہ عثمان غنیؓ المسلمین کی طرف سے اہل کوفہ کو سلام پہنچے۔ پھر واضح ہو کہ چند کوفیوں نے میرے پاس آ کر ولید کی شکایت کی اور اس کے خلاف گواہی دی تھی۔ اگر ان کا بیان درست تھا تو میں اس کے اعمال کی سزا سے دے چکا ہوں اور اگر انہوں نے جھوٹ بولا تو اللہ تعالیٰ ان پر عذاب نازل کرے گا۔ میں نے ان لوگوں کی شکایت اور گواہیوں کو سن کر ولید کو حکومت کوفہ سے برطرف کر دیا ہے اور سعید بن عاص کو جو نہایت شریف اور اپنی قوم کا سردار ہے اس کی جگہ مقرر کیا ہے۔ اے خدا کے بندو درود! اس کے حکموں کی تعمیل کرتے رہنا۔ مدد و مشورہ سے روگردان نہ ہونا۔ فوجیت نہ چاہنا۔ عیب جوئی اور تہمت لگانے سے باز رہنا۔ سعید بن عاص کے ساتھ جو تمہارا امیر ہے رعایت بلیغ کا برتاؤ رکھنا۔ رعیت ہونے کے چلن سے باہر نہ ہونا۔ خلیفہ کے فرمان کی تعمیل کیے جانا میں نے سعید کو بھی خوب تاکید کر دی ہے کہ عدل و انصاف کو ذرا بھی ہاتھ سے نہ جانے دے سب لوگوں سے احسان کے ساتھ پیش آئے۔ والسلام علیکم ورحمتہم یعنی تم سب پر اللہ کی رحمت ہو!

سعید بن عاص یہ فرمان لے کر جانب کوفہ روانہ ہوا۔ وہاں پہنچ کر جامع مسجد میں آیا اور دو رکعت نماز پڑھ کر منبر پر گیا۔ لوگوں کو جمع کر کے خطبہ پڑھا۔ اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کی۔ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود بھیجا۔ اور کہا اے کوفہ والو آگاہ ہو کہ تم میں سے جو شخص قرآن شریف کو پڑھتا اور مسائل فقہ کو اچھی طرح جانتا ہو گا وہی مجھے سب سے زیادہ عزیز ہو گا اور جس کی طبیعت بری بری باتوں اور لہو و لعب کی طرف راغب ہوگی اور گناہوں سے خوف نہ ہو گا فتنہ پرداز اور شرابی ہو گا۔ میں اس کا دشمن ہوں۔ میرے پاس مقرب اور فقیہ لوگ آمد و رفت رکھیں اور شریر اور ادباز میرے سامنے نہ آئیں۔ مجھے ان سے سخت نفرت ہے میں صرف عقل مندوں اور امن پسندوں سے لگاؤ اور ربط ضبط رکھنا چاہتا ہوں۔ لہذا تم سب کو اس امر سے آگاہ کر دیا ہے۔ اسی طرح کی چند اور باتیں بیان کر کے منبر سے اتر آیا اور عبد الرحمن بن احنس اسدی کو بلا کر کوفہ کو توال شہر مقرر کیا۔ پھر دارالامارۃ میں داخل ہو کر قیام کیا۔ ہر وقت شرفاً کوفہ اور عالم وغیرہ اس کے پاس آتے جاتے ان سے دینی مسائل اور ملکی معاملات پر گفتگو رہتی۔ سعید تمام رعایا کے ساتھ رعایت و مروت سے پیش آتا۔ تواضع اور عدل و انصاف کا شیوہ برتا۔ حسن سیرت سے رہتا۔ یہاں تک کہ ماہ رمضان آیا۔ تقسیم خیرات اور صدقات بہت اچھی طرح کی حسب اتفاق ماہ صیام کی۔ آخری تاریخ نماز مغرب کے وقت لوگوں میں کچھ عید کا چرچا ہوا اسی اثناء میں سعید بن عاص اور ہاشم بن عقبہ میں بھی کچھ تلخ کلامی ہو گئی۔ سعید نے اسے یک چشم کہا اور ایسا

کے واسطے نہیں۔ اور دین اسلام کے متعلق تقویت و سبقت و قدامت میں کوئی اور شخص آپ کے ہمسر نہیں ہو سکا۔ آپ چشمہ خیر اور منبع کرامت ہیں۔ ہم آج تمہارے پچا زاد بھائی عثمان کے پاس جو اس امت کی خلافت پر متمکن ہے اور آپ پر بھی دو حق رکھتا ہے ایک حق خلافت اور دوسرا حق قرابت اس نے آپ کی نسبت کچھ شکایت سی کی ہے کہ کبھی کبھی میری باتوں پر اعتراض کر بیٹھتے ہیں اور جن امور کی نسبت میں کچھ کرنا چاہتا ہوں ان کی نسبت کچھ کہہ دیا کرتے ہیں۔ ہمیں مناسب معلوم ہوا کہ آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر ان باتوں کو عرض کر دیں تاکہ باہمی کلفتیں اور دلوں کا غبار دور ہو جائے۔ جس سے سب مسلمانوں کو خوشی ہوگی۔ اور آپس کی موافقت سے انشاء اللہ سب کو بڑے فوائد حاصل ہوں گے۔ حضرت علی نے کہا خدا کی قسم جب تک مجھ سے ہو سکا میں نے کسی پر اعتراض نہیں کیا۔ نہ کسی امر میں دخل اندازی کرنا چاہی۔ مگر اب ایسا مشکل معاملہ آن پڑا ہے کہ صبر اور خاموشی کی گنجائش نہیں رہی۔ میں نے سچی بات کہی تھی جس میں اس کی اور سب مسلمانوں کی بہتری اور خیریت اور مصلحت شامل تھی۔ مغیرہ بن احنس بول اٹھا تمہارا ضمیر مانے یا نہ مانے خلیفہ جو کچھ کرے یا کہے تم کو اس رضامند رہنا چاہیے۔ اس کے حکموں کی تعمیل اور اس کے فرمانوں کی اطاعت تمہیں لازم سمجھنی چاہیے۔ کیونکہ وہ تم پر حاکم ہے نہ کہ تم اس پر اور ہمیں تمہارے پاس صرف اسی واسطے بھیجا ہے کہ جو کچھ تم بیان کرو ہم اس کے گواہ ہو جائیں۔ پھر خلیفہ جو کچھ تمہارے نسبت کہے معذور سمجھا جائے۔

مغیرہ کی ان باتوں کو سن کر حضرت علی کو غصہ آگیا اور لکار کر کہا اے ملعون کے بیٹے جس کے حصے میں ذرہ بھر بھی نیکی اور بھلائی نہیں آئی اور وہ بن جز اور بن شاخوں والے درخت کی مانند ہوا ہے یعنی حسب اور نسب بھی معیوب رکھتا تھا، اس کی اولاد ناصرہ اور نہرہ میں سے تھی تو مجھے عثمان سے روکتا ہے خدا کی قسم تو جس کا ساتھی ہو گا وہ کبھی عزت نہ پائے گا اور تو جس کو حرکت میں لائے گا وہ کبھی قائم نہ رہے گا۔ میرے پاس سے دور ہو جا خدا تجھے دور رکھے۔ تجھ میں جس قدر زور ہے لگا۔ عثمان کی حمایت اور میری مخالفت میں جو کچھ بن پڑے وہ کر۔ اگر تو مجھ پر مہربانی کرے اور اپنی کوششوں میں کمی کرے تو خدا تجھ پر رحم نہ فرمائے اور زندہ نہ رکھے۔

حضرت علی کی ان باتوں سے مغیرہ کی زبان بند ہو گئی پھر کچھ نہ بول سکا۔ مگر زید بن ثابت نے عرض کی اے ابوالحسین مغیرہ تو بے ہودہ اور بکواسی آدمی ہے اس نے یہ باتیں از خود گھڑ کر کہی ہیں۔ خدا کی قسم ہم آپ کی خدمت میں گواہ بننے کے لیے نہیں آئے نہ آپ کی باتوں پر اعتراض کرنا مد نظر ہے۔ بلکہ ہم نے باہمی صلح و آشتی کا دروازہ کھولنا چاہا تھا کہ آپ اور آپ کے پچا زاد بھائی میں صفائی ہو جائے۔ رنجش جاتی رہے۔ حضرت علی نے ان باتوں کو پسند فرما کر اسے دعائے خیر دی۔ اس کے بعد زید بن ثابت مع ہمراہیان عثمان کے پاس آیا اور تمام کیفیت بیان کی۔

ولید بن عقبہ کا جھگڑا اور اس کی شراب خوری کی کیفیت

اب اہلبیان کوفہ نے عثمان کے پاس آکر ولید بن عقبہ کی شکایت کی کہ اس کی عادات اچھی نہیں۔ مسلمانوں کا سردار ہو کر برے کام کرتا ہے۔ نہ رعایا کے ساتھ عدل و انصاف ہی سے پیش آتا ہے۔ علاوہ ازیں شراب پیتا ہے اور مدہوش پڑا رہتا ہے اسی واسطے ہم آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے ہیں کہ اس کا تدارک کیا جائے۔ اور مناسب ہو تو اسے معزول کر کے کسی اور شخص کو جو عادل اور شائستہ ہو اس کی جگہ مقرر فرمادیں۔ عثمان نے یہ سن کر بہت تعجب کیا سبحان اللہ مجھے معلوم بھی نہ تھا کہ ولید ایسی حرکتیں کرے گا اور میں نہیں سمجھ سکتا کہ تمہاری باتیں سچ ہیں یا جھوٹ انہوں نے کہا ہم سچ کہتے ہیں۔ اور جب تک اچھی طرح نہیں دیکھ لیا کہ وہ شراب پیتا ہے اس پر یہ الزام نہیں لگایا گیا ہے۔ اس کے بعد اسی

پڑایا کہ وہ بے ہوش ہو گیا۔ پھر اس کا گھر جلوا دیا۔ یہ خبر سعد بن ابی وقاص کو مدینہ میں پہنچی۔ مہاجر و انصار کی جمعیت کو لے کر خلیفہ کے پاس آیا اور سعید کی شکایت کی کہ اس نے ہاشم کو مارا اور اس کا گھر جلا دیا ہے۔ میں انصاف چاہتا ہوں۔ پھر قسم کھائی کہ میں خلیفہ کے پاس سے واپس نہ جاؤں گا۔ تاوقتیکہ آپ سعید سے بدلہ نہ لیں گے اور میرا انصاف نہ فرمائیں گے۔ ورنہ یہ بات اتنی بڑھی گی کہ اس کے اثرات دور رس ہوں گے۔

خلیفہ عثمان نے سعد بن وقاص کو نرمی سے سمجھایا کہ سعید نے جو کچھ کیا اس میں میری کچھ خطا نہیں نہ میں نے ایسے کاموں کی اجازت دی نہ مجھے اس معاملہ کی کچھ خبر لیکن جو کچھ تو چاہتا ہے میں اسے ضرور بجلاؤں گا۔ سعد ان دنوں عین عالم شباب میں تھا اور بہت ہی بہادر منجلا ضبط نہ کر سکا۔ اٹھ کر سعید بن عاص کے دروازہ پر آیا اور اس کے گھر کو آگ لگا دی۔ عائشہ نے سن کر سعد کو کہلا بھیجا کہ ایسی ایسی باتیں نہ کرو۔ وہ بھی یہ سن کر گھر میں جا بیٹھا۔

اب عثمان نے سعید کو خط لکھ اور ہاشم کے ساتھ بد سلوکی سے پیش آنے پر سخت ملامت کی۔ سعید سب کچھ سن کر خاموش ہو رہا۔ اور کچھ جواب نہ دیا۔ اس واقعے کے بعد ایک دن مسجد کوفہ میں بیٹھا تھا بزرگان کوفہ بھی موجود تھے۔ زنی خواص کا تذکرہ تھا کہ کس علاقہ کی زمین زیادہ نرم ہے اور غلہ اور پھلوں کی پیداوار میں زیادہ طاقت ور ہے۔ اشتر نخعی نے کوفہ کی بہت تعریف کی۔ عبدالرحمن بن انس نے سعید نے کو توال شہر بنا رکھا تھا بولا قریش کے لیے عراق اور اس کا نواح گلزار کے مانند ہے ہم کو جس قدر مطلوب ہو گا تصرف میں لائیں گے اور جس قدر چاہیں گے چھوڑ دیں گے۔ اشتر نے کہا بڑبولا نہ بن تیرا یہ رتبہ نہیں کہ عراق کو گلزار قرار دے اسی پر دونوں میں بات بڑھ گئی۔ عبدالرحمن اپنے آپ کو بہت اونچا سمجھتے اور مشرورانہ کلام کرنے لگا۔ اشتر نے ہاتھ بڑھا اس کی شمشیر کا تمہ پکڑ لیا۔ اور اپنی طرف کھینچ کر اپنے عزیزوں سے کہا اس فاسق کو مار ڈالو تاکہ لوگوں کو گنہ گار کی اطاعت نہ کرنی پڑے۔ اشتر کے عزیزوں نے اسے اس قدر بیٹھا کہ قریب ہلاکت ہو گیا۔ پھر ٹانگ پکڑ کر مسجد سے باہر ڈال دیا۔ سعید بن عاص مسجد سے اٹھ کر اپنے گھر چلا گیا۔ اشتر نے بھی دوستوں سمیت اپنے گھر کی راہ لی۔ اشتر کے عزیزوں نے کہا تو نے بہت اچھا کام کیا عبدالرحمن کی یہی سزا تھی۔ گویا اللہ تعالیٰ نے بطور اللہام تجھے یہ توفیق کرامت کی کہ اگر تو اس وقت ٹال جاتا اور خاموشی اختیار کرتا تو یہ لوگ ہمارے خاندان تک دست درازی کرتے۔ اور ہم سب کو ہمارے باپ داداؤں کے ورثے سے محروم کر دیتے۔

سعید نے گھر پہنچتے ہی عثمان کو خط لکھا اور تمام کیفیت درج کی۔ مضمون یہ تھا:

خلیفہ کی جدائی اور ملاقات اور خدمت گزاری شرح آرزو اور اظہار دعا کے بعد معلوم ہو کہ کوفہ میں اشتر کی موجودگی میں کوئی انتظام نہیں کر سکتا۔ اس نے ایک گروہ بنا رکھا ہے جو اپنے مقرب ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں اور سب بے عقل آدمی ہیں۔ اگر میں اچھا کام بھی کرتا ہوں تو یہ کتے چینی کرتے ہیں۔ اور مصلحت آمیز نصیحت کرتا ہوں تو سخت جواب دیتے ہیں۔ ابھی اشتر نخعی اور عبدالرحمن جنس میں جسے میں نے کو توال مقرر کر رکھا ہے جھگڑا ہوا جس کی کوئی اصل و بنیاد نہ تھی۔ اشتر نے بلا سبب غصے ہو کر میرے رویہ مصری بد معاشوں اور اپنی قوم کے بیوقوفوں سے کہا کہ عبدالرحمن کو مارو۔ انہوں نے اس قدر لاتیں ماریں کہ وہ مردہ سا ہو کر گر پڑا۔ اور اس وقت سے اب تک نہیں اٹھا۔ بستر پر پڑا ہوا ہے۔ میں نے خلیفہ کو تمام حالات سے اطلاع دے دی ہے۔ اور منتظر ہوں کہ کیا حکم ہوتا ہے۔ اور اشتر کے یہ بھڑکائے ہوئے شعلے فساد کے بجھانے میں کس مصلحت کا برتاؤ ہوتا ہے۔ فقط والسلام!

سعید بن عاص کا یہ خط عثمان کے پاس پہنچا تو حالات مندرجہ سے واقف ہو کر رنجیدہ ہوئے اور جواب دیا کہ سعید بن عاص کو معلوم ہو تیرا خط پہنچا۔ مضمون معلوم ہوا یہ لکھنا کہ کوفہ میں اشتر کی موجودگی میں کچھ کام نہیں کر سکتا عبث ہے۔ اس

کی موجودگی میں کوفہ کے بڑے بڑے اختیارات حاصل ہیں۔ اور وہ کسی عمل یا مصلحت و گفتگو سے تجھے منع نہیں کر سکتا۔ اس کو ان امور سے کوئی سروکار نہیں جن کا انتظام بہبودی اسلام کے لیے تیرے قبضہ قدرت میں دیا گیا ہے۔ امور سلطنت میں ان کا کوئی دخل نہیں۔ میں نے ایک خط اس کے نام بھی لکھا ہے۔ اس کو پہنچا دینا جو شریر اور بے وقوف لوگ اس کے گرد جمع ہو گئے ہیں ان سب کو اشتر کے ہمراہ اس مقام کی طرف جس کا میں نے ذکر کیا ہے روانہ کر دینا اور خود ہر طرح سے یہ اطمینان تمام اپنے کام میں مشغول رہنا۔ والسلام!

قضیہ اشتر نخعی

اس خط کے بعد اشتر کے نام بھی اس مضمون کا خط لکھا: اشتر کو معلوم ہو کہ مجھے خبر لگی ہے کہ تو نے فتنہ پردازی سے کوفہ میں آگ لگا دی ہے۔ خدا کی قسم تو بہت برا کرتا ہے۔ انجام کار شرمندگی اٹھائے گا اور اگر ان ہی عادتوں اور طریقوں پر قائم رہے گا اور بری نخصلتوں سے باز نہ آئے گا تو تیرا خون بہانا مجھ پر حلال ہو گا۔ اور معلوم ہوتا ہے کہ تو اپنے افعال قبیحہ اور ذمہ سے باز نہ آئے گا۔ تاوقتیکہ تو کسی ایسی مصیبت میں مبتلا نہ ہو گا جس سے مفر نہ ہو گا۔ اور چھٹکارا مشکل ہو جائے گا۔ بہتر ہے کہ تو اس کوفت میں نہ رہے۔ اگر تو جانتا ہے کہ خلیفہ کی اطاعت تجھے لازم ہے تو اس حکم نامہ کے مضمون سے واقف ہوتے ہی شام کی طرف روانہ ہو جا۔ اور اس جماعت کو بھی جو تجھے فتنہ و فساد کی تحریک و ترغیب دلاتے ہیں اپنے ہمراہ لے جا کر ملک شام میں قیام کر تاوقتیکہ میرا خط تیرے پاس پہنچ کر واضح ہو کہ تجھے کیا کام کرنا چاہیے۔ یقینی سمجھ کہ اسی واسطے تو جانب شام بھیجا جاتا ہے کہ تو نے کوفہ میں فساد کیا ہے اور وہاں کے لوگوں کو میری جانب سے ورغلا تا ہے۔ ورنہ اس امر کے علاوہ تیرا کوئی قصور نہیں۔ اشتر نے اس حکم سے مطلع ہو کر سفر شام کی تیاری کی۔ سعید نے آدمی بھیج کر پیغام دیا کہ تو کوفہ سے جاتا ہے تو اپنے ہمراہ ان بد معاش اور بے وقوف لوگوں کو بھی لیتا جا۔ جنہوں نے اس فساد کی طرف مائل کیا ہے۔ اشتر نے جواب دیا کہ کوفہ کا ہر شخص میرا ہوا خواہ ہے جو کچھ میری خواہش ہے وہی ان کی آرزو ہے۔ وہ ہرگز گوارا نہ کریں گے کہ تو ان کے شر اور ان کے مکانات پر اپنا تصرف کرے اور اپنی ملکیت قرار دے تو جانتا ہے کہ میں خلیفہ کے حکم سے یاہر جاتا ہوں۔ اور کسی شخص کو تکلیف نہیں دے سکتا کہ وہ بھی میرے ہمراہ شام چلے۔ جس کسی کو یہاں سے علیحدگی پسند ہوگی میرے ساتھ ہو لے گا۔ غرضیکہ سالان سفر درست کر کے یہ ارادہ شام کوفہ سے نکلا۔ بڑے بڑے مشہور و معروف شعراء اور اکابر کوفہ اس کے ہمراہ تھے۔ دمشق میں پہنچ کر کلیسائے مریم میں قیام کیا۔ معاویہ نے قاصد بھیج کر ان کو اپنے پاس بلایا۔ سب نے اس کے پاس جا کر سلام کیا۔ اور بیٹھ گئے۔ معاویہ جواب سلام کے بعد عزت و حرمت سے پیش آیا۔ اور بولا اے لوگو خدا سے ڈرو۔ ولا تکونوا کالذین تفرقوا و اختلفوا من بعد ما جاءہم البینات یعنی تم ان لوگوں جیسے نہ ہو جنہوں نے روشن دلیلیں دیکھنے کے بعد اختلاف پھیلایا اور حفرق ہو گئے۔ کیل بن زیاد نے جو اشتر کا ہوا خواہ تھا جواب دیا اے معاویہ فہدی اللہ الذین امنوا بما اختلفوا فیہ من الحق باذناہ یعنی اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو راہ راست کی ہدایت کی اور رہبری کی ہے جنہوں نے جہت اختلافی سے بحکم الہی امر حق کو اختیار کیا ہے۔ اے معاویہ خدا کی قسم ہم بھی بالکل وہی لوگ ہیں۔ معاویہ نے کہا اے کیل جیسا تو بیان کرتا ہے یہ بات ہرگز نہیں ہے یہ آیت ان لوگوں کے حق میں نازل ہوئی ہے جو خدا اور رسول اور صاحبان حکومت کی اطاعت کرتے ہیں۔ اور صاحبان حکم کے فرمودہ کاموں کو نہ چھپاتے تھے اور ان کے گناہ اور عیب آشکار نہ تھے۔ کیل نے کہا اگر خلیفہ تجھے امر قیام میں تجھ پر بھروسہ نہ کرتے تو تجھے ملک کی نگرانی عطا نہ کرتے اور نہ ہم کو تیرے پاس بھیجتے۔ اشتر نے کہا کیل تو

ہم سب سے کس ہے تو نے سب سے پہلے بحث کیوں شروع کی اور کہا اے معاویہ تو خوب جانتا ہے کہ خدا تعالیٰ نے امت کو حضرت رسالت پناہ محمد مصطفیٰ کے ذریعے عزت بخشی ہے اور ان ہی کے طفیل سے ہمیں اور قوموں پر فوقیت عطا کی ہے۔ جب تک خدا نے چاہا حضرت رسول خدا ہم میں زندہ رہے۔ جب آپ کی وفات آچھنی کہ جس سے کوئی مخلوق بیچ نہیں سکتی اور جو رحمت الہی میں پہنچ کر داخل بہشت منبر سرشت ہو گئے تو آپ کے بعد عرصے تک نیک شعار لوگوں کی جماعت کتاب خدا اور سنت رسول پر چلتی رہی۔ اللہ تعالیٰ ان سے رضا مند ہوا اور ان کے اعمال نیک کی جزائے خیر کرامت فرمائی ان کے بعد کچھ ایسے امور واقع ہوئے جو قانون شریعت سے علیحدہ تھے ایمان والوں نے انہیں ناپسند کیا اور روگرداں ہو کر حق کلمے زبان سے نکالے کہ ہماری بری خصلتوں کو ترک کر کے ہمیں رضا مند رکھیں گے۔ تو ہم ان کے فرمانبردار رہیں گے۔ ان کی مخالفت اختیار نہ کریں گے تو ایسے لوگوں کے حالات سے خدا تعالیٰ اپنی کتاب میں خبر دیتا ہے۔

و اذا اخذ الله ميثاق الذين او تو الكتاب لتبينه للناس ولا تكفونہ فنبذوه وراء ظہورہم و اشتروا بہ ثمنا قليلا فميس ما يشترون یعنی اللہ تعالیٰ نے ان تمام لوگوں سے جنہیں کتاب عطا کی ہے عہد لے لیا ہے کہ لوگوں کو اس عہد سے مطلع کرتے رہیں۔ اور امر حق کو نہ چھپائیں۔ لیکن انہوں نے عہد خدا کو پس پشت ڈال دیا اور اسے کم قیمت پر بیچ ڈالا۔ اے معاویہ ہم اس گروہ میں سے نہیں کہ حکم خدا پر لات ماریں اور نافرمانی سے پیش آئیں۔ اگر ہمارے امام حق رستے پر چلتے رہیں اور ہم ان کی پیروی نہ کریں تو گویا ہم نے کتاب خدا کو پس پشت ڈال دیا ہے۔

معاویہ نے کہا اے اشتربتیرے کلام سے مخالفت کی بو آتی ہے اور اس سے بہ آسانی سمجھ میں آسکتا ہے کہ حیرا کیا ارادہ ہے۔ خدا کی قسم میں تیرے پاؤں میں بھاری بیڑیاں ڈال کر قید کر دوں گا۔ عمر بن زرارہ نے کہا اے معاویہ اشترتی عزیز و قریب بے شمار ہیں۔ اگر تو اسے قید کرے گا تو اس کے تمام ہوا خواہ جن میں اکثر بڑے بڑے سردار شامل ہیں خاموش نہ بیٹھ سکیں گے پھر نہ معلوم کہاں تک نوبت پہنچے۔ اور تو بھی اس امر سے بخوبی آگاہ ہے۔

معاویہ نے کہا اے عمر مجھے تیرا زندہ نہ رکھنا واجب معلوم ہوتا ہے۔ ابھی تیری گردن اڑا دینی چاہیے۔ پھر غلاموں کو حکم دیا کہ ان دونوں کو قید کر دیں۔ انہوں نے دونوں کو قید خانہ میں ڈال دیا۔ زید بن بکنف نے کھڑے ہو کر معاویہ سے کہا کہ جس گروہ نے ہمیں تیرے پاس بھیجا ہے وہ عاجز نہیں تھا۔ اگر چاہتا تو ہمیں قید کر سکتا اس نے ہمیں تیرے پاس اسی واسطے بھیجا ہے کہ تو شفقت اور لطف و احسان سے پیش آئے۔ اور پاس مروت یہ ہے کہ جب تک ہمارا چند روزہ قیام یہاں رہے تو ہمارے ساتھ اچھا برتاؤ رکھے انعام و اکرام فرمائے کیونکہ ہم تیرے پاس زیادہ عرصے تک نہ ٹھہریں گے۔

اس کے بعد معصہ بن صوحان نے کھڑے ہو کر کہا اے معاویہ تجھے اچھی طرح معلوم ہے کہ اشترو زرارہ کی فضیلت اور بزرگی تقویت اسلام کے سلسلے میں مشہور ہے اور وہ اپنی قوم اور قبیلوں کے سردار ہیں انہیں بے جرم اور بے خطا قید کر دینا اچھا نہیں، انہیں رہا کر دے۔ معاویہ نے حکم دیا کہ انہیں جا کر واپس لائیں۔ غلام جا کر انہیں لے آئے۔ معاویہ نے ان سے کہا تم نے دیکھا کہ میں نے تمہیں کس طرح معاف کر دیا اور تمہاری جمالت اور بیوقوفی سے درگزر کی حالانکہ تم سخت سزا اور قید گراں کے مستحق تھے۔ اللہ تعالیٰ میرے باپ ابو سفیان پر رحمت کرے کیسا حلیم شخص تھا جس کے نطفے سے ایسے بیٹے پیدا ہوئے جو سب کے سب متواضع حیا دار اور نیکو کار ہیں۔ اب جاؤ اپنے گھروں کی راہ لو، خدا سے ڈرو، اپنے اماموں کی تعریف کرو ان کو طعن و تشنیع نہ کرو۔ کیونکہ تمہارے لیے یہی امر بہتر ہے دونوں معاویہ کے پاس سے اٹھے اور کہا ہم خدا کے گناہ گار ہونے کے لیے اس کے فرمانبردار نہ ہوں گے۔ اور جو شخص خدا کے گناہ کرتا ہے ہم اس کی اطاعت نہ کریں گے، اس کے بعد اپنے گھر چلے آئے اور معاویہ نے کچھ آدمی مقرر کر دیے کہ ان کی نگرانی رکھیں کہیں

اور نہ جانے دیں۔ اسی برس خلیفہ عثمان حج کے لیے تشریف لے گئے جب مدینہ میں واپس آئے تو کوفہ کے ذی عزت اور نامی اشخاص نے خلیفہ کی خدمت میں حاضر ہو کر کوفہ سے اشتر کے نکالے جانے اور شام کی طرف بھیج دینے پر اظہار ناراضی کیا اور سعید کی سخت شکایتیں کی۔ اسی وقت بصرہ والے بھی آئے اور اپنے عامل عبداللہ بن عامر کربز کے خلاف داد خواہ ہوئے اسی طرح اور اطراف سے بھی عثمان کے عاملوں کی بے حد شکایتیں لکھی ہوئی پہنچیں۔ اب خلیفہ نے مناسب سمجھ کر اپنے عاملوں کو سب شہروں سے طلب کر لیا۔ اور جب سب جمع ہو گئے تو انہیں مخاطب کر کے فرمایا تم نے خلق خدا کے ساتھ کس قسم کے برتاؤ کی زندگی اختیار کی ہے کہ تمام باشندگان دور و نزدیک کیا تاجیک اور کیا ترکستان والے اپنی ہیں یا اعلیٰ سب تمہارے شاکی ہیں۔ سب نے اپنا عذر بیان کیا۔ آخر کار یہ امر قرار پایا کہ خلیفہ ان سے عدل لے لے کہ وہ لوگوں کے ساتھ عمدہ سلوک کریں گے۔ عدل و انصاف اور مساوات کو نظر انداز نہ ہونے دیں گے۔ اور ہر شخص کے ساتھ ایسا برتاؤ رکھیں گے کہ کسی کو شکایت کا موقع نہ ملے۔ اس کے بعد انہیں اپنے اپنے مقامات پر واپس بھیج دیا۔

معاویہ شام میں، عبداللہ بن عامر بصرہ میں، سعید بن عاص کوفہ میں، عبداللہ بن سعد مصر میں واپس بھیج کر اور عمان حکومت سنبھال کر اور بھی نئی نئی طرح کے ظلم و ستم کر کے اور افعال مذمومہ پر چلے گئے۔ غرضیکہ لوگوں کو کلمات نا ملائم اور تعرضات بے ہودہ سے رنجیدہ کرنے میں وہی پہلا سا طریقہ خود سری اختیار کر لیا۔ انجام کار کوفہ کے نامور لوگ یزید بن قیس ارضی، مالک بن حبیب یروعی، جبر بن عدی کنڈی، سبب بن نخبہ فراری وغیرہ اور کچھ روز سا جمع ہوئے۔ سب نے کہا سعید بن عاص کی حرکتوں کو پوشیدہ نہ رکھنا چاہیے۔ تمام ظاہری اور باطنی حالات لکھ کر عثمان کو مطلع کر دیں۔ اب انہوں نے اس مضمون کا خط لکھا کہ بعد اوائے مراسم و دعا امیر المؤمنین کو معلوم ہو کہ یہ خط ہم سب مسلمانان کوفہ کی طرف سے روانہ کیا جاتا ہے اس میں ہماری کوئی غرض شامل نہیں بلکہ ہم سب اس کے لکھنے پر مجبور ہیں کیونکہ ہمیں اس امت میں اختلاف اور تفرقہ واقع ہونے کا سخت اندیشہ ہے۔ کیا تم کو فتنہ و فساد ہی کے لیے خلق کیا گیا ہے۔ اب جو شخص تمہارا مددگار ہو گا وہی ظالم سمجھے گا۔ کیونکہ جو شخص تمہارے افعال کو پسند نہیں کرتا اس کو تکلیف دیتے ہیں اور اس کے وطن اور عزیزوں سے جدا کر کے آوارگی میں مبتلا کرتے ہو۔ تم خلاف کام کرتے ہو اور متضاد حکم دیتے ہو اے خلیفہ خدا سے ڈرو اور نیک بخت خلیفہ کی سنت کو اختیار کرو۔ اصلاح کرنے والوں کو شہر سے نہ نکالو۔ شہریوں کو مال غنیمت نہ دو۔ غلاموں کی اولادوں اور نیک شخصوں کو مسلمانوں کا حکم اور امیر نہ بناؤ۔ جاہل اور بوقوف لوگوں کو ہم پر مسلط نہ کرو۔ تم اسی وقت تک ہمارے امیر ہو کہ خدا کی اطاعت کرتے، اس کے حکموں پر چلتے، کتاب خدا پڑھتے، زبردستوں سے اچھا سلوک کرتے اور ان کے ساتھ نرمی و مہربانی سے پیش آتے ہو جن شخصوں کو شہر بدر کر دیا ہے انہیں واپسی کا حکم دو۔ امور حقہ میں دور و نزدیک والوں، قوی اور ضعیفوں کو یکساں سمجھو، جو ہمارا فرض تھا ادا کر دیا اور سمجھا دیا آئندہ تم کو اختیار ہے اگر ان کاموں سے باز آ کر توبہ نہ کرو گے تو ہم سب حق کے راستے میں تمہارے صحیحین اور مددگار رہیں گے۔ اگر تم باز نہ آؤ گے اور توبہ نہ کرو گے اور پھر ہم سے کوئی امر سرزد ہو جائے تو اپنے آپ ہی کو ملامت کرنا کیونکہ بدعت اور ترک نیت کرنے پر ہم تمہارے دوست نہ ہوں گے۔ اگر حکم خدا سے منحرف ہو کر تمہاری خوشی کے لیے ایسے کام کریں گے جن سے خدا ناراضی نہیں تو بروز قیامت اس کو کیا جواب دیں گے۔ اب ہم اپنے اس قول پر خدا کو گواہ کرتے ہیں اور شہادت خدا کافی ہے وہی ہمارے ساتھ ہے۔ اللہ تعالیٰ تم کو اپنی اطاعت کی توفیق کرامت فرمائے۔ اور گناہوں سے بچائے۔ اور وہ جس امر کو چاہتا ہے اس پر قادر ہے۔

کعب بن عبیہ ہندی نے جو بڑا زاہد اور عابد تھا کہا خدا کی قسم میں بھی عثمان کے پاس ایک خط روانہ کرتا ہوں جس میں اپنا

اور اپنے باپ کا نام بھی درج کروں گا۔ عثمان میرے ساتھ جس طرح چاہے پیش آئے۔ میں کسی بات سے نہیں ڈرتا۔ پھر خلیفہ عثمان کو اس مضمون کا خط لکھا:

کعب بن عبد اللہ کی طرف سے امیر المؤمنین عثمان کو مظلوم ہو کہ میں تم کو فتنہ و فساد برپا کرنے اور امت میں تفرقہ پڑنے سے ڈراتا ہوں کیونکہ تم نے نیک آدمیوں کو شر سے نکال دیا ہے۔ برے شخصوں کو امیر مقرر کیا ہے اور اچھے لوگوں کے دشمنوں کو مال عنینیت میں ان کا شریک بنا دیا ہے۔ اس گروہ کو جو دین اور دیانت داری میں بہت کم ہیں برگزیدہ کر رکھا ہے۔ کتاب خدا کو چاک کر دیا ہے۔ تم نے آسمان سے مینہ کو اور زمین سے روئیدگی کو بند کر دیا ہے۔ اپنے عزیزوں قریبوں کو تمام لوگوں پر مسلط کر دیا ہے۔ اس امر سے مسلمانوں کے دلوں میں تمہاری طرف بغض اور دشمنی پیدا ہو گئی ہے جن اشخاص کو تم نے اپنا مقرب اور دولت مند بنایا ہے وہ بھی اپنی محنت کے مال سے نہیں بلکہ ہماری ہی شہروں کی لوٹ اور روپے سے اس درجے کو پہنچے ہوئے ہیں۔ ہم میں اور تم میں خداوند جلیل انصاف فرمانے والا ہے۔ اگر تم ان باتوں سے باز آ کر ہماری ولداری کرتے رہو گے تو ہم سب تمہارے مددگار اور اصلاح کار ہیں ورنہ بہ صورت انکار خدا سے تمہارے غفلوں کی فریاد کریں گے۔ اور صبح و شام اس کی پناہ کے طالب ہوں گے۔ فقط۔ والسلام!

پھر وہ خط قبیلہ غرہ کے ایک جوان کو دے کر کہا خلیفہ عثمان کی خدمت میں پہنچا دے۔ وہ داخل مدینہ ہو کر عثمان کے پاس پہنچا آپ اس وقت دیوان خانہ میں تشریف رکھتے تھے۔ چند صحابہ رسول خدا حاضر خدمت تھے۔ سلام کر کے خط حوالے کیے۔ خطوں کا پڑھنا تھا کہ رنگ فق ہو گیا۔ پوچھا یہ خط کس نے لکھے ہیں۔ کہا کوفہ کے نیک شعار، پندار، امانت گزار، عابد اور زاہد لوگوں نے لکھے ہیں۔ خلیفہ نے کہا تو جھوٹ کتا ہے بلکہ یہ خط یوقوفوں اور حاسدوں نے لکھے ہیں۔ پھر کثیر بن شہاب کی طرف متوجہ ہو کر کہا تو کعب بن عبیدہ کو جانتا ہے اس نے کہاں وہ بنی ہند میں سے ہے خلیفہ نے حکم دیا غری کے بدن پر سے کپڑے اتار اس قدر پٹھیں کہ اور لوگوں کو عبرت ہو جائے۔ اس وقت علی ابن ابی طالب موجود تھے۔ پوچھا اس شخص کو کس جرم میں مارنا چاہتے ہو، وہ محض ایک قاصد ہے۔ ایک خط لایا اور پیغام پہنچایا ہے اچھی جو کچھ کے وہ جرم نہیں ہو سکتا۔ نہ اسے زود کوب کرنا جائز ہو سکتا ہے۔

عثمان نے کہا تو اچھا اسے قید خانہ میں ڈال دو۔ حضرت علی نے فرمایا اسے قید کرنا بھی جائز نہیں ہو سکتا۔ تب خلیفہ نے کہا اے چھوڑ دو مت ستاؤ۔ لوگوں نے چھوڑ دیا اور غری کوفہ واپس آ گیا۔ جب اپنے لوگوں سے ملا انہوں نے اس کو سلامت لوٹ آنے پر تعجب کیا کیونکہ سب کو یہی یقین تھا کہ خلیفہ اسے زود کوب یا قتل کرے گا۔ لوگ اس کے ارد گرد جمع ہو گئے۔ کیفیت دریافت کی۔ غری نے تمام سرگزشت بیان کی اور حضرت علی کا شکریہ ادا کیا کہ آپ ہی نے مجھے قید اور مار سے بچا لیا ہے۔ اہل کوفہ حضرت علی کے شاء خواں اور دعا گو ہوئے۔

اب عثمان نے سعید کے نام یہ خط روانہ کیا کہ کعب بن عبیدہ کو کسی سخت مزاج اور بد خصلت آدمی کے ساتھ میرے پاس روانہ کر۔ سعید نے اسے گرفتار کر کے ایک بد شکل اور اکھڑ مزاج غلام کے حوالے کر کے خلیفہ کی خدمت میں روانہ کیا۔ حاضر خدمت ہوا تو خلیفہ نے قیاس سے معلوم کر لیا کہ یہی شخص کعب ہے۔ دیکھا دپلا پتلا اور پتلی گردن والا جوان ہے۔ کہا دیکھنے اور مشاہدہ کی نسبت تیری شہرت بہت اچھی تھی۔ عجب بات ہے تو ابھی باپ کے نطفے سے پیدا بھی نہ ہوا تھا کہ میں نے قرآن شریف کی تمام تعلیم حاصل کر لی تھی اور جملہ احوال خیر و شر سے واقف ہو چکا تھا۔ ہر ایک فائدہ اور نقصان سے اطلاع پائی۔ تو آج میرا ناصح پیدا ہوا ہے۔ اور مجھے بتاتا ہے کہ کس طرح زندگی بسر کرنی اور کس طریق سے امر حق پر چلنا چاہیے۔ کعب نے جواب دیا عقان کے بیٹے میری بات سن۔ اگر قرآن شریف کے فوائد پہلے ہی لوگوں کے لیے خاص

ہوتے تو آخری زمانہ والے سب محروم رہ جاتے۔ اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اس کے کلام کے فائدے جیسے پہلے شخصوں کے لیے ویسے ہی پچھلے لوگوں کے واسطے بھی ہیں۔ عثمان نے پوچھا تو اپنے خدا کو بھی جانتا ہے کہ وہ کہاں ہے کعب نے کہا میں خوب جانتا ہوں کہ خدائے سبحانہ تعالیٰ کو کسی جگہ کی حاجت نہیں۔ وہ ہر جگہ موجود ہے اسے جہاں چاہو پا سکتے ہو۔

اس وقت مروان موجود تھا بولا خلیفہ تم ایسے ایسے یوقوں کے ساتھ بردباری سے پیش آتے ہو یہی سبب ہے کہ وہ آپ کے سر چڑھتے ہیں اور زیادہ دلیر ہوتے جاتے ہیں۔ کعب نے کہا اے خلیفہ مروان ہی تمہارے کاموں کو خراب کر رہا ہے اور وہی تم کو ہمارا دشمن بنا رہا ہے۔ امیر المومنین نے اس کے دس کوڑے لگوائے اور چھوڑ دیا کہ کوفہ واپس چلا جائے اور سعید بن عاص کو لکھ دیا کہ کعب جس وقت داخل کوفہ ہو اسے گرفتار کر کے کسی زشت خو آدمی کے ہمراہ فلاں پہاڑی پر پشپا دینا۔ کہ وہیں رہا کرے اور کعب کوفہ میں پہنچا اور سعید نے حسب الحکم خلیفہ گرفتار کر کے ایک بد خو غلام کے حوالہ کر دیا کہ اس کو اس پہاڑ پر لے جاؤ جس کا حکم دیا گیا ہے۔

طلحہ و زبیر

اسی دن طلحہ و زبیر عثمان کے پاس آئے اور کہا ہم اس لیے آئے ہیں کہ تم سے کچھ کہیں خلیفہ نے کہا بیان کرو۔ انہوں نے کہا جس دن تم کو خلافت ملی تھی تو کیا خلیفہ عمر نے تم سے عہد نہیں لیا تھا اور یہ وصیت نہیں کی تھی کہ خلیفہ بن کر آل ابی معیط کو خلق اللہ پر تعینات نہ کرنا۔ عثمان نے کہا ہاں یہی فرمایا تھا۔ انہوں نے کہا پھر تم نے ولید بن عقبہ کو امیر کوفہ کیونکر بنایا۔ خلیفہ نے جواب دیا جس طرح عمر نے مغیرہ بن شعبہ کو امارت عطا کی تھی۔ میں نے بھی اس کو اس شہر کا امیر مقرر کر دیا۔ جب اس نے گناہوں کا شیوہ اختیار کیا، شراب پیئے اور لوگوں سے بد سلوکی کرنے لگا میں نے اسے معزول کر دیا۔ اور دوسرے شخص کو جو پسندیدہ خصلت اور اچھے طریقے پر تھا اس کی جگہ بھیج دیا۔ پھر انہوں نے پوچھا معاویہ کو شام کے علاقہ پر کیوں بھیجا۔ جواب دیا کہ عمر کی رائے کے مطابق میں نے عمل کیا ہے۔ انہوں نے بھی اسے شام ہی میں بھیجا تھا۔ پوچھا رسول خدا کے دوستوں کو کس لیے سخت ست کہا حالانکہ تم ان سے بہتر نہیں ہو۔ جواب دیا کہ میں نے تم کو برا نہیں کہا ہے اور جیسے برا کہا ہے اسے کوئی عجز لازم نہیں کہ پلٹ کر جواب دے۔ پوچھا کہ تمہیں عبداللہ بن مسعود سے کیا تعلق تھا کہ اس کی قرأت کو خراب بتایا حالانکہ اس نے رسول خدا سے قرأت سیکھی تھی اور اسے اس قدر کیوں مارا کہ وہ اب تک گھر میں ایسا بے ہوش پڑا ہوا ہے کہ اٹھ نہیں سکتا۔ اس کے جسم کی تمام کھال کھینچ چکی ہے۔

خلیفہ نے کہا میں نے عبداللہ بن مسعود سے جو کلمات سنے ہیں تم کو معلوم نہیں۔ اس نے یہ کہا تھا کاش میں اور عثمان ایک حالت پر ہوتے کہ وہ مجھ پر اور میں اس پر ریت ڈالتا یہاں تک کہ دونوں میں سے ایک دب کر رہ جاتا۔ جب لوگوں نے اس سے کہا کہ عثمان تجھ سے زیادہ مضبوط ہے تو اس کی براہری نہیں کر سکتا۔ تو جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ کافر کو مومن پر غالب نہیں ہونے دیتا۔

طلحہ و زبیر نے پوچھا تم نے عمار یا سر کو لاتوں سے کیوں مارا؟ اور کیوں اس قدر پڑوایا کہ اسے عارضہ فتنہ لاحق ہو گیا۔ کہا وہ لوگوں کو میرے قتل پر آمادہ کرتا تھا۔ اور برکتا تھا کہ جس طرح بن پڑے عثمان کو قتل کر دو۔ پھر پوچھا کہ ابوذر کو جو رسول خدا کا دوست تھا شہر سے نکال کر ریزہ میں کیوں بھیجا کہ وہ اسی جگہ دیار غیر میں جاں بحق ہو گیا۔ جواب دیا اس کا سبب یہ تھا کہ وہ اہل شام کو مجھ سے برگشتہ کرتا تھا۔ مجھے بدنام کرتا تھا اور میرے عیوب کو آشکارا کرتا تھا۔

پوچھا کہ اشتر اور اس کے دوستوں کو کوفہ سے کیوں نکالا۔ ان کو اپنے اہل و عیال اور عزیزوں سے کیوں علیحدہ کر دیا۔ جواب دیا اس لیے کہ وہ کوفہ میں آتش فساد روشن کرتا تھا۔ اور میرے عامل سعید بن عاص کی حرمت کا خیال نہ کرتا تھا۔ اس کے بعد زبیر نے کہا اے عثمان تمہاری یہ باتیں ٹھیک نہیں جن باتوں کو ہم نے جتلیا ہے وہ ان امور سے جو تم نے اقوال و افعال مختلفہ کے ضمن میں کیے ہیں بہت تھوڑے ہیں۔ اگر تم چاہو ہم تمہارے کاموں کو ایک ایک کر کے گنوا سکتے ہیں تاکہ تم ان پر غور کرو اور پھر جو دل چاہے سو کرو ہم اس بات سے ڈرتے ہیں کہ مبادا زمانہ تم پر کوئی واقعہ لائے کہ تم کو اس کی تاب و طاقت نہ ہو۔ پھر طلحہ بولا کہ اے عثمان بنی امیہ تم کو ہلاک کر دیں گے اور آل معیط تمہیں دام طبع میں پھنسا رہے ہیں۔ تم کو ہمارے ساتھ رہنا چاہیے کہ ہم بھی تمہارا ساتھ دیں اور اگر تم ہمارے ساتھ نہ رہو گے تو ہم تمہارے دشمنوں سے مل بیٹھیں گے اور تمہیں اپنے افعال کی برائی بھلائی خاتمہ کے وقت معلوم ہوگی اس کے بعد طلحہ و زبیر عثمان کے پاس سے چلے آئے اور عثمان نے روات و قلم منگا کر سعید بن عاص کو خط لکھا کہ مضمون مندرجہ سے آگاہ ہوتے ہی کعب بن عبیدہ کو پہاڑ پر سے کوفہ میں طلب کر اور وہاں سے میرے پاس پہنچا دے۔ اس کام کو بہت ضروری سمجھنا اور جس قدر جلدی ممکن ہو اس کی تعمیل کرنا۔

سعید نے اس حکم کے پہنچنے ہی آدمی روانہ کیا کہ کعب کو بہت اچھی طرح لے آئے۔ جس وقت وہ کوفہ میں داخل ہوا۔ اسے مدینہ کی طرف روانہ کر دیا۔ خلیفہ کے سامنے پہنچ کر اس نے سلام کیا اور بیٹھ گیا۔ عثمان نے جواب سلام کے بعد عزت سے اپنے پاس بٹھایا اور کہا اے کعب تو نے خط میں بہت سخت باتیں لکھی تھیں اور خلاف ادب مجھے تنبیہ اور ناکید کی تھی۔ اگر تو ملائم طرز تحریر اختیار کرتا اچھی اچھی باتیں لکھتا تو میں تیری نصیحت کو مان لیتا۔ سخت و ست باتوں سے مجھے غصہ آ گیا۔ اس لیے تیرے ساتھ بری طرح پیش آیا۔ اب میں اپنے کیے پر شرمندہ ہوں۔ اگر تمہارے حقوق مجھ پر ہیں تو میرے حق بھی تمہاری گردن پر ہیں۔ یہ کہہ کر کوڑا منگایا اور کعب کے ہاتھ میں دے کر اپنے کپڑے اتار لیے۔ پھر کہا اٹھ میں نے تجھے مارا تھا مجھ سے اس کا بدلہ لے لے۔ کعب نے کہا میں یہ کام نہیں کر سکتا۔ نہ اپنے ہاتھ سے بدلہ لوں گا جو کچھ میرے ساتھ کیا ہے اسے خدا پر چھوڑتا ہوں۔ خدا کی قسم اگر تم صلاحیت پر آ جاؤ تو اس سے بھی زیادہ عزیز سمجھوں گا جس قدر کہ حالت فساد میں سمجھتا ہوں اور رعیت کے ساتھ عدالت سے پیش آؤ گے تو حالت فساد سے بڑھ کر اور اطاعت خدا اختیار کرو گے تو عالم گناہ گار سے سوا تم کو دوست رکھوں گا۔ یہ کہہ کر اٹھ کھڑا ہوا اور عثمان کے پاس سے چلا آیا۔ اس کے دوستوں نے کہا عثمان بدلہ دینے پر راضی تھا تو تو نے بدلہ کیوں نہ لیا۔ کعب نے کہا ہیں! یہ کیا بات کہی خلیفہ رسول کے ساتھ ایسا برتاؤ نہ کرنا چاہیے۔ اگر خلیفہ چاہتے تو ایسی باتیں نہ کرتے اور قصاص کا ذکر تک زبان پر نہ لاتے۔ اب انہوں نے نامناسب باتوں سے توبہ کرنے کا وعدہ کر لیا ہے۔ امید ہے کہ وہ اپنا وعدہ وفا کریں گے۔

الغرض اسی دن شام والوں کا ایک گروہ خدمت خلیفہ میں حاضر ہو کر معاویہ کا شاک کی ہوا اور ان کے بعد ہی اہل کوفہ میں سے بھی کچھ آدمی آ پہنچے اور سعید کی شکایتیں کی۔ عثمان نے کہا ان دو شخصوں کی شکایتیں میرے پاس تک آتی رہیں گی۔ ایک خیر خواہ بول اٹھا لوگ انہی دونوں کے شاک کی نہیں ہیں بلکہ تمہارے سارے عاملوں کی شکایتیں کرتے ہیں اور اسی سبب سے تم نے ایک دفعہ بلا کر سب لوگوں کے روبرو کیا اور حالات سنے تھے پھر سب کو اپنی اپنی جگہ پر روانہ کر دیا۔ اب یہی بات مناسب معلوم ہوتی ہے کہ اپنے تمام عاملوں کو طلب کر کے مسجد میں جمع کر اور اصحاب رسول خدا کے روبرو قول و قسم لے کر حجت تمام کی جائے کہ وہ رعیت کے ساتھ انصاف کا برتاؤ کریں گے۔ اور ظلم و ستم سے باز آ جائیں گے۔ اور جب یہ امر اچھی طرح قرار پا جائے تو انہیں اجازت دے دی جائے کہ وہ اپنے اپنے علاقہ میں چلے جائیں۔ اگر اس کے بعد

انہوں نے اصلاح کرنی تو اچھی بات ہے ورنہ ان کو علیحدہ کر کے غمگندوں اور عاقل شخصوں کو ان کی جگہ مقرر کر دینا۔ اس طرح شکایتیں بند ہو جائیں گی۔

عثمان نے اس مشورہ کو پسند کیا۔ تمام شہروں سے اپنے عالموں کو واپس بلا کر مسجد میں جمع کیا جب اصحاب رسول خدا بھی آ گئے تو کہا۔ بھائیو! یہ میرے نائب اور عامل ہیں اگر تم کو تو میں تمہاری رضا مندی کے لیے انہیں برطرف کر دوں اور دوسرے شخصوں کو جنہیں تم پسند کرو ان کی جگہ مقرر کر دوں۔ حضرت علی نے کہا سچی بات کڑوی لگتی ہے اور لوگ اسے گوارا نہیں کرتے۔ اور جھوٹی بات جس کی کوئی حقیقت نہیں ہوتی پسند خاطر ہوا کرتی ہے۔ مگر انجام اس کا نقصان ہوتا ہے اور تم ایسے شخص ہو کہ سچی بات سن کر غصہ آ جاتا ہے اور جھوٹی باتوں کا یقین کر لیتے ہو۔ بہت دفعہ لوگوں نے تمہیں سمجھایا کہ اس عادت کو ترک کر دو اس پر اصرار کرنا اچھا نہیں۔ خدا سے ڈرو اور ان باتوں سے جو مسلمانوں کو ناگوار خاطر ہیں توبہ کرو۔ پھر غلطی نے کہا اے عثمان تمہاری بد عنوانیوں اور قول و فعل کے سبب جو تم سے وقوع میں آتے ہیں اور لوگوں نے پہلے کبھی نہیں دیکھتے نہ ان کے عادی ہیں جس کی وجہ سے اکثر آدمی تمہارے دشمن ہو گئے۔ اگر تم ان باتوں کو چھوڑ دو گے اور اچھی روش اختیار کرو گے تو تمہارے لیے بہتر ہو گا ورنہ اسی طرح بد عمتوں پر مصر رہنے سے دنیا و آخرت دونوں میں تجھے نقصان پہنچے گا۔

عثمان نے آپ کی باتوں سے ناراض ہو کر کہا تم مجھ سے کس بات کے خواہشمند ہو اور کیا چاہتے ہو۔ میں نے کوئی ایسا کام نہیں کیا جو نہ ہونا چاہیے تھا اور دین میں کوئی ایسی بدعت قائم نہیں کی جو نہ ہونا چاہیے تھی۔ تم تہمت لگانے اور حسد کرنے والے لوگ ہو جو کچھ دل میں آتا ہے کہتے ہو اور لوگوں کو مجھ سے برگشتہ کرتے ہو۔

غلطی تو عثمان کے پاس سے اٹھ کر چلا آیا اور خلیفہ غور و فکر فرمانے لگے کہ ان عالموں کو علیحدہ کر دوں یا پھر ان کو انہی علاقوں میں بھیج دوں۔ اسی اثناء میں خبر آئی کہ اشتر نخعی نے کوفہ میں سرکشی کی۔ اس واقعہ کی کیفیت یہ ہے کہ جس وقت عثمان نے سعید والی کوفہ کو مدینہ میں طلب کیا اور وہاں کوئی حکم نہ رہا تو اہل کوفہ نے خط لکھ کر اشتر نخعی کو شام سے بلا لیا۔ وہ دو سبوں سمیت بارہ روز میں سفر طے کر کے تیرہویں روز نماز ظہر کے وقت داخل کوفہ ہوا۔ انہوں نے اسے پیش نماز بنا کر اس کے پیچھے نماز ظہر ادا کی اور اسے اپنا ولی قرار دے کر اطاعت اختیار کی۔ اشتر نے حکم دیا کہ مقامات کوفہ، حیرہ اور جرعد کے درمیان چھاؤنی قائم کریں۔ پھر عابد بن جملہ الموری کو پانچ سو سوار حوالہ کر کے راستہ پر مقرر کیا کہ وہاں لشکر گاہ بنائے۔ حمزہ بن سنان اسدی کو بھی پانچ سو سوار حوالہ کر کے عین التمر میں ٹھہرنے کو کہا کہ شام کے راستے کی نگرانی کرے۔ عمر بن حبیب الوداعی کو حلوان اور اس کے نواح میں ایک ہزار سوار دے کر مقرر کیا۔ یزید بن جبب تمیمی کو سات سو سوار دے کر مدائن میں بھیجا۔ اور کعب بن مالک ارجی کو پانچ سو سواروں کے ساتھ موضع غریب میں کہ سعد بن عاص امارت کوفہ کے ارادہ سے آئے تو اسے جانب مدینہ واپس کر دے۔ اور داخل کوفہ نہ ہونے دے۔ سعید نے مدینہ جاتے وقت اپنا

تمام مال و اسباب اور نقد و جنس ولید بن عقبہ کے مکان واقع کوفہ میں امانت رکھوا دیا تھا۔ اشتر تین سو سوار لے کر اس مکان پر آیا حکم دیا کہ اس گھر کو لوٹ لیں۔ تمام لوگ ٹوٹ پڑے جو پایا اٹھالے گئے پھر مکان کے دروازے گرا دیے اور تمام گھر کو آگ لگا دی اس کے اندر جو سامان رہ گیا تھا سب جل کر راکھ ہو گیا۔ خلیفہ عثمان کو بھی اس واقعہ کی اطلاع ہوئی۔ بہت ہی غمگین ہوئے اور خیال کیا کہ یہ کام حضرت علی کا ہے۔ فرمایا کہ میں نہیں جانتا علی کا کیا علاج کروں۔ وہ لوگوں کو میری خوبیاں عیب کے پردے میں دکھاتے ہیں اور ان کو میری عالموں کی طرف سے ہرکاتے رہتے ہیں۔ پھر سعید بن عاص سے کہا کہ کوفہ واپس چلا جا اور وہاں کے لوگوں کی دلجوئی کر اور اچھے وعدوں سے اطمینان دلا۔ اور اشتر

نخعی سے کہنا کہ ان سرکشی کی باتوں سے باز آئے اور فتنہ و فساد برپا نہ کرے۔ میں یقین کرتا ہوں کہ وہاں کے لوگ تجھے دیکھ کر اشتر کا ساتھ چھوڑ دیں گے۔ اور سب تیرے ساتھی بن جائیں گے۔

سعید حسب ارشاد عثمان کوفہ کی طرف روانہ ہوا۔ جب منزل غریب کے پاس پہنچا عبداللہ بن کنانہ بن خطاب تین سو سوار لیے سامنے آیا۔ اور بولا اے دشمن خدا کہاں جاتا ہے واپس ہٹ جا اور جہاں سے آیا ہے وہاں پھر جا۔ خدا کی قسم میں تجھے اس قدر مہلت ہی نہ دوں گا کہ تو دریائے فرات سے ایک قطرہ پانی بھی پی سکے۔ اور کاموں کا ذکر ہی کیا۔ سعید اس گروہ سے تاب مقاومت نہ لا کر الٹا پھرا۔

عثمان نے سعید کو جانب کوفہ روانہ کرتے وقت اہل کوفہ کے نام بھی ایک خط لکھ کر بدست عبدالرحمن بن ابی بکر روانہ کیا تھا۔ مضمون یہ تھا:

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ امیر المؤمنین عبداللہ عثمان کی طرف سے مالک بن حارث اور تمام مسلمانوں کے لیے جو اس کے مطیع اور ہمراہ ہیں معلوم ہو کہ خلیفہ وقت پر طعن کرنا اور اس کی مخالفت پر اڑے رہنا بہت بڑا گناہ اور خرابی عظیم ہے۔ اور گناہوں پر مصر ہونا عاقبت کو خراب کرنا ہے اس کی جزا عذاب الیم کے سوا اور کچھ نہیں۔ عامل اور نائب کی جو کچھ بے حرمتی کی گئی ہے مجھے سب معلوم ہے۔ یقین سمجھنا چاہیے کہ اس پر جو کچھ ظلم کیا ہے تم نے اپنی جان پر کیا ہے اور اس کے ذریعے سے تم نے اپنے واسطے غضب و قہر الہی کا دروازہ کھول لیا ہے۔ تم نے عوام الناس کو فتنے میں مبتلا کیا، خود عہد توڑ کر گناہ گار ہوئے۔ رعیت میں سب سے پیشتر جس نے مخالفت میں تمہارا شریک حال ہو گا اور اس ناپسندیدہ فعل کو اختیار کرے گا اس کا وبال تمہاری ہی گردن پر پڑے گا۔ اے خدا کے بندوڑو۔ اور حق کی طرف متوجہ ہو ناپسندیدہ اعمال سے توبہ کرو کہ بخشے جاؤ اور ان افعال سے جو تمہارا مطلب و مدعا ہو اسے صاف صاف لکھ بھیجو۔ اگر تم میرے مقرر کیے ہوئے حاکم سے ناراض ہو تو اسے علیحدہ کر دوں اور جس کسی کو پسند کرو گے انشاء اللہ مقرر کر دوں گا۔

احتمال خلافت عثمان

عبدالرحمن بن ابی بکر یہ خط لے کر اہل کوفہ کے پاس پہنچا۔ اشتر اور تمام لوگوں نے پڑھا۔ مضمون خط سے مطلع ہو کر اشتر سے کہا اس کا جواب لکھ۔ اشتر نے جواب میں لکھا کہ مالک بن حارث اور مسلمانوں کی طرف سے سنت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ سے مبتلا خلیفہ کو معلوم ہو کہ خط آیا خلیفہ کی مخالفتوں کے تفرقہ آئمہ پر لعن کی نسبت جو لکھا ہے کہ بہت بڑا وبال اور علانیہ خسارہ ہے یہ سب سچ ہے مگر اس وقت جبکہ خلیفہ عادل ہو اور راہ حق پر چلے۔ اور اگر صلاحیت اور درستی کا طریقہ نہ برتے اور خلاف راہ اختیار کرے تو اس سے علیحدہ ہو جانا تقرب بارگاہ الہی کا بہت بڑا وسیلہ ہے۔ تم نے اپنے عامل کی نسبت جو کچھ کہا ہے اس پر ظلم کیا ہے اور اس کی حرمت نہیں کی ہم نے اس پر ظلم نہیں کیا بلکہ اسی کے ظلم کو ہم نے بندگان خدا پر سے دفع کیا ہے۔ لازم ہے کہ تم اپنے آپ کو اور اپنے عاملوں کو ظلم اور سرکشی سے روکو، اس وقت ہم تمہاری فرمانبرداری اور راہ حلق میں امداد کریں گے۔ تمہارا یہ لکھنا کہ عامل کے ساتھ جو کچھ ظلم کیا ہے اپنے اوپر ظلم کیا ہے یہ محض غلط فہمی ہے اور وہ تمہارے ہی نقصان کا موجب ہو گا کیونکہ تم انصاف کو ظلم اور داد و خوانی کو جور و جفا پر حق سمجھتے ہو۔ الحمد للہ کہ ہم راہ راست پر ہیں اور نیک لوگوں کے قدم بہ قدم چلتے ہیں اور حق پر ہونے میں ہمیں کچھ بھی شک و شبہ نہیں ہے نہ ہم اس محمود طریقے میں کسی قسم کا ردوبدل کرنا چاہتے ہیں۔ جو شخص ہمارا ساتھ دے گا وہ

ضرور راہ راست پر ہو گا اور سعادت و ہدایت اس کے شامل حال ہوگی وہ دنیا و آخرت میں عزیز اور مکرم ہو گا، وہ ان لوگوں میں سے ہو گا جو ظالموں کی مدد نہیں کرتے اور سنت و فرائض کے قائم رکھنے کی رہنمائی کرتے ہیں یہ فرمانا کہ توبہ کرو اور راہ حق کی طرف پھر آؤ۔ اس کا حال یہ ہے کہ تمہاری اطاعت کرنا گمراہی کی طرف لے جاتا ہے۔ اور پرہیز گاری سے باز رکھتا ہے۔ ہاں یہ استفسار کہ تمہاری کیا رائے ہے اور کس شخص کو اپنا امیر بنانا چاہتے ہو تاکہ تمہاری آرزو پوری کروں اور جس کی امارت سے تم رضا مند ہو اسے تمہارا امیر مقرر کر دوں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اول تو ہم یہ چاہتے ہیں کہ تم خدا سے اپنی بخشش کی دعا مانگو، اپنے 'ظلموں' جرموں اور گناہوں سے جو تم نے ہم پر روا رکھے۔ ہمیں اپنے خاندان عزیزوں اور فرزندوں سے جدا کیا۔ مسلمانوں پر ظالم اور بدکار عامل مقرر کیے۔ توبہ کرو۔ اگر تم ان سب باتوں کو اختیار کر کے ان اقوال و افعال سے جن کا ہم نے ذکر کیا ہے باز آ جاؤ گے اور خدا تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو گے۔ تو ہم تمہاری فرمانبرداری سے باز نہ ہوں گے۔ تمہارے احکام بجا لائیں گے ورنہ تم سے مخالفت اور تنازعہ کرتے رہیں گے اور اصرار کے ساتھ جھگڑتے رہیں گے تاوقتیکہ اللہ تعالیٰ ہم تم میں انصاف کرنے کا اگر تم کو ہماری نصیحتیں پسند آ جائیں اور ناپسندیدہ امور کو ترک کر کے توبہ کرو تو عبد اللہ بن قیس کو ہمارے شہر میں بھیج دو کہ وہ رعیت میں قاعدہ مساوات اور آئین اسلام کو جاری رکھے گا اور حذیفہ بن الیمان کو تحصیل زر، محاصل خراج و حفاظت حقوق بیت المال کے لیے مقرر کر دو رعایا سے مال وصول کرے گا۔ سعید بن عاص، ولید بن عقبہ اور ان ہی جیسے اپنے دوسرے عزیزوں قریبوں کو جو رعیت کے ساتھ ظلم و ستم سے پیش آتے ہیں اور ہوائے نفسانی میں سب جھٹلا ہو کر شرعی ممانعتوں کو عمل میں لاتے ہیں اپنے پاس رہنے دو کیونکہ ہم ان کی حکومت و امانت کے خواہاں نہیں۔

اشرنے یہ خط لکھ کر اپنے معتمد بلائے اور خط دے کر کہا کہ مدینہ میں جا کر عثمان کے حوالہ کر دو۔ وہ لوگ سفر طے کرنے کے بعد داخل مدینہ ہو کر خدمت امیر المومنین میں حاضر ہوئے۔ بعض نے خلافت کے دستور کے مطابق سلام کیا اور بعض نے نہ کیا۔ لوگوں نے خلیفہ کو سلام نہ کرنے کا سبب دریافت کیا۔

کھیل بن زیاد نے جواب دیا اس لیے کہ حرکات ناپسندیدہ کی ہیں اگر ان سے باز آ کر توبہ کریں اور ہمارے مقاصد کو راستی اور نیکی کے ساتھ پورا کریں تو خلیفہ ہمارے سردار ہیں اور اگر یہی روش جاری رکھیں تو ہمارے امیر نہیں ہیں۔ پھر پوچھا تمہارا کیا مطلب و مقصد ہے انہوں نے جواب دیا اول یہ کہ ہم کو ہمارے وطنوں سے خارج اور ہمارے اہل و عیال کو ہم سے علیحدہ نہ کریں ہمارے حقوق ہمیں دیں۔ اپنے نا تجربہ کار نو جوانوں رشتہ داروں کو جو نفسانی خواہشوں کے تابع ہیں ہمارا امیر نہ بنائیں اور نیکیوں پر شہریروں کو متعین نہ کریں۔

عثمان نے کہا جس امر کو تم برا سمجھتے ہو میں نے اس سے توبہ کی، خدا کی قسم میں باز آ گیا اور عہد کر لیا کہ تمہارے ساتھ کتاب خدا اور سنت رسول محمد مصطفیٰ کے مطابق برتاؤ رکھوں گا۔ انہوں نے جواب دیا اگر یہی بات ہے تو ہم تمہارے محکوم ہیں اور دل و جان سے فرمانبرداری کریں گے۔

عثمان نے کہا انہیں اچھی جگہ اور خاطر تواضع سے پیش آؤ۔ پھر اہل کوفہ کے خط کے جواب میں لکھا واضح ہو کہ خط تمہارا پہنچا۔ حال مندرجہ معلوم ہوا جو کچھ لکھا تھا اس پر غور و فکر کیا گیا۔ تمہاری اس قدر دلیری سے مجھے ناکردہ عیب لگائے بہت ہی تعجب ہے۔ جہاں تک سوچا گیا تم کو اس حد تک کس نے جرات دلائی ہے یہی پایا گیا ہے کہ شیطان و وسوسوں سے سوا اور کسی کا کام نہیں۔ اور یہ خط بھی شیطان ہی کا لکھا ہوا ہے کسی انسان نے نہیں لکھا میں تمہاری جرات عالیہ سے سخت ناراض ہوں۔ مگر سمجھتا ہوں کہ تم مجبور اور مفتون ہو۔ ساتھ ہی عین گمراہی میں پڑ کر ہدایت پانے کا عقیدہ رکھتے ہو اور

اپنے آپ کو راہ راست پر تصور کرتے ہو اور ابو موسیٰ کو طلب کرتے ہو کہ وہ شہر کا انتظام اور پیش نمازی کرے اور حذیفہ الیمانی کو چاہتے ہو کہ وہ حاصل فراہم کر کے روانہ کیا کرے۔ اگرچہ میں مجبور نہیں ہوں مگر تمہاری یہ باتیں قبول کرتا ہوں کہ اہل کوفہ اس خدا سے جس کی طرف تمام مخلوق واپس جانے والی ہے ڈرو، اپنے آپ کو فتنہ و فساد میں مبتلا نہ کرو، جماعتوں میں تفرقہ نہ ڈالو جو امور مجھ سے سرزد نہیں ہوئے یا جو باتیں میں نے زبان سے نہیں نکالیں مجھ پر ان کی تہمت مت لگاؤ اور خوب سمجھ لو کہ میں اپنی درست رائے کو تمہاری خواہشات نفسانی کے لیے نہ بدلوں گا۔ تمہارے لیے اور اپنے لئے خدا سے راہ راست کی دعا مانگتا رہتا ہوں اور ہمیشہ اس کی عبادت کرتا ہوں کہ وہ مجھ سے راضی ہو لا حول ولا قوۃ الا باللہ یعنی اللہ تعالیٰ کے سوا اور کسی میں طاقت و قدرت نہیں پھر ابو موسیٰ اشعری کو کوفہ میں اور حذیفہ کو نواخ کوفہ میں مقرر کر کے روانہ کیا۔

احوال عثمان بن عفان

اشتر اس لشکر گاہ میں جہاں فوج فراہم کی تھی چالیس روز رہ کر کوفہ میں آیا۔ ابو موسیٰ بھی اس کے پاس آمد و رفت رکھتا تھا۔ وہ اور حذیفہ دونوں عدل و انصاف پر چلتے اور لوگوں سے اخلاق سے پیش آتے۔ خلیفہ نے ابو موسیٰ اور حذیفہ کو جانب کوفہ روانہ کر کے مسجد میں تشریف لا کر اور منبر پر بیٹھ کر خطبہ پڑھا۔ خدا تعالیٰ کی تعریف اور محمد مصطفیٰ پر درود بھیج کر کہا اے لوگو خدا سے ڈرتے رہو اور صاحب حکم کی اطاعت لازم سمجھو۔ جماعتوں میں تفرقہ نہ ڈالو بیعت کی شرط کو یاد رکھو۔ تمام امور خدا تعالیٰ کی مرضی سے وابستہ ہیں اور حکم قضا و قدر کو نہ کوئی شے ٹال سکتی ہے نہ روک سکتی ہے۔ تم میں سے جو شخص زیادہ فرمانبردار اور خیر خواہ ہے وہی میرے نزدیک زیادہ دوست ہے اور ہم سب خدا ہی پر بھروسہ رکھتے ہیں اسی کا فضل و کرم چاہتے ہیں اور اپنے کاموں کو اسی کے حوالے کرتے ہیں وہی ہمارا محافظ و مددگار ہے۔ پھر ہاتھ اٹھا کر دعا پڑھی اللھم لا تکلنی الی نفسی ناعجز عن اموی ولا الی احدنا من خلفک فخللنی بک انت یا رب فتولی امر دنیاہی الئی اعیش فیہا و اخری الئی انا صائر الیہا انک علی کل شیء قلید یعنی اے خدا تو مجھے میرے نفس پر نہ چھوڑ کہ میں اپنے کام میں عاجز نہ ہو جاؤں اور نہ میرے کاموں کو دوسروں کے اختیار میں دے کہ وہ مجھے پست کر دیں اے خدا تو ہی میری دنیا اور آخرت کے کاموں کو انجام پانچا تو ہر شے پر قادر ہے۔

ابو موسیٰ اور حذیفہ مدینہ سے روانہ ہو کر سب سے پہلے اشتر کے پاس پہنچے تھے، حج کا وقت قریب آ گیا تھا۔ عثمان نے عبداللہ بن عباس کو بلا کر حاجیوں کا امام قرار دے کر مکہ معظمہ کی طرف بھیجا کہ مراسم و مناسک حج بجالائے اور خلق اللہ کے ساتھ رعایت و مروت میں سعی کرے۔ عبداللہ ابن عباس خلیفہ کے حکم سے گیا۔ حج کے تمام امور پورے کر کے واپس آیا۔ اس وقت شرفاء مصر کی ایک جماعت اپنے عامل کی شکایت لے کر داخل مدینہ ہوئی۔ اور مسجد رسول میں پہنچ کر مہاجر و انصار کے گروہ کو موجود پایا، رسم سلام بجالائے انہوں نے بھی جواب سلام دیا اور پوچھا تم نے کس مقصد کے لیے مصر سے یہاں آنے کی تکلیف گوارا کی۔ انہوں نے کہا اس وجہ سے کہ ہمارے عامل سے ایسے ایسے امور ظہور میں آئے ہیں جو صلاح و ثواب کے طریقے سے علیحدہ ہیں۔ حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا تمہیں جلدی نہیں کرنی چاہیے۔ بلکہ اپنا حال خلیفہ کے روبرو عرض کرو۔ ممکن ہے تمہارے عامل نے وہ کام ٹھیک ہی کیے ہوں۔ خدمت خلیفہ میں حاضر ہونے کے بعد اپنے عامل کو ان امور کا ذکر کر دینا جو تمہیں ناگوار گزرے ہیں اگر اس وقت خلیفہ نے اپنے عامل کو علیحدہ کر دیا اور ملامت فرمائی تو تمہارا مطلب پورا ہو گیا۔ اور اگر نہ محزول کیا اور برقرار رکھا تو پھر جیسی مصلحت ہو دیکھ لینا۔

اہل مصر نے دعائے کر عرض کی کہ آپ نے نیک صلاح دی ہم چاہتے ہیں کہ آپ ازراہ لطف و کرم ہمارے ساتھ عثمان کے پاس تک چلنے کی تکلیف گوارا فرمائیں۔ حضرت علی نے کہا میرے جانے کی ضرورت نہیں صرف تمہارا جانا ہی کافی ہے۔ انہوں نے کہا مگر ہم چاہتے ہیں کہ یہ معاملہ آپ ہی کے روبرو طے ہو کہ آپ بھی گواہ رہیں۔ حضرت علی نے فرمایا وہاں مجھ سے بھی قوی تر گواہ موجود ہے وہ تمام مخلوق سے بڑا اور بندوں کے حال پر سب سے زیادہ رحیم ہے۔

غرض مصری عثمان کے دروازے پر پہنچے اور اندر آنے کی اجازت طلب کی۔ اجازت ہونے پر اندر گئے۔ مراسم آداب بجا لائے خلیفہ نے بھی عزت و آبرو سے اپنے پاس بٹھایا اور پوچھا کہ کس کام سے آئے ہو شاید تمہیں کسی نے ستایا ہو گا اس لیے داوری کے لیے میری اور میرے عامل کی اجازت کے بغیر یہاں آئے ہو۔ انہوں نے کہا تمہارے عامل کی شکایت کے سبب ہی ہم یہاں آئے ہیں کہ آپ اس سے پرسش کریں۔ اے خلیفہ اللہ تعالیٰ نے تم کو بت دولت دی ہے اس کی نعمتوں کا شکر یہ ادا کرتے رہو، خدا سے ڈرو۔ خلیفہ نے کہا مجھے بتاؤ کہ مجھ سے کون کون سے افعال ناپسندیدہ ظہور میں آئے۔

مصریوں نے کہا باوجود آپ معاملہ کی طرف رجوع فرما کر امر حق کو دریافت کرنا چاہتے ہیں ہم سب بیان کیے دیتے ہیں پہلا ناپسندیدہ فعل جو آپ سے ظہور میں آیا یہ ہے کہ حکم بن عاص کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ نے مدینہ سے نکلوا دیا تھا اور طائف میں بھیج رکھا تھا تم نے اسے مدینہ میں بلا لیا۔

دوسرا قرآن شریف کو چاک چاک کر کے جلایا۔ تیسرا بارش کا پانی جو منجانب پروردگار بندوں کے لیے کار آمد ہے تم نے اس کے ذخیرہ کو اپنے عزیزوں کے حوالے کر کے باقی لوگوں کو اس سے محروم کر دیا ہے۔ چوتھے حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ کے صحابہ میں کچھ لوگوں کو بے خطا شہر سے نکال کر اہل و عیال اور کتبہ والوں سے علیحدہ کر دیا حالانکہ اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے:

وَاِذَا اخَذْنَا مِنْكُمْ اِمْتِثَالَكُمْ لَا تَنْفَكُوْنَ عَنْكُمْ وَلَا تَخْرُجُوْنَ اَنْفُسَكُمْ مِنْ دِيَارِكُمْ ثُمَّ اَقْرَبْتُمْ وَاَنْتُمْ تَشْهَدُوْنَ يَعْنِيْ اَوْرِثُوْا اَرْضَكُمْ وَاَنْتُمْ تَشْهَدُوْنَ
اور گواہی دی۔

پانچویں تم چاہتے ہو کہ تمام آدمی تمہاری بیروی اور فرمانبرداری اور اطاعت کرتے رہیں حالانکہ حکم شریعت یہ ہے کہ جو شخص حکم خدا کے خلاف کرے گا وہ گنہ گار بنے اس کی اطاعت نہ کرنی چاہیے۔ اگر آپ احکام خدا پر چلیں اور اس کے فرمان کی متابعت اختیار کریں تو ہم آپ کے مطیع اور دل و جان سے آپ کا ساتھ دینے کو تیار ہیں۔ ایسی حرمت کریں گے جیسی بیٹا ماں باپ کی۔ اور اگر آپ نیک کاموں سے پلو بچائیں گے اور اسی روش کو اختیار کیے رہیں گے تو ہم آپ کا حکم نہ مانیں گے۔ اور نتیجہ یہ نکلے گا کہ ہم اور تم سب ہلاک ہو جائیں گے۔ خدا سے ڈرو اور یقین سمجھو کہ تم اس کے بندے ہو جو کچھ کرو گے ذرہ ذرہ کا جواب دینا پڑے گا۔ اور اللہ تعالیٰ تمام بندوں کے حالات سے واقف ہے اور سب بندے اس کی طرف رجوع ہونے والے ہیں۔ ہر شخص سے اس کے زیر دستوں کی نسبت باز پرس ہوگی حاکموں اور محکموں کا تعلق بہت ہی نازک شے ہے ہمیں جو کچھ معلوم ہے کہہ دیا اور اپنے فرض سے سبکدوش ہو گئے۔ اب آپ کو اختیار ہے۔ اہل مصر کی یہ باتیں سنتے ہی خلیفہ کے چہرہ کا رنگ فق ہو گیا۔ سر جھکا کر تشویش میں ہوئے کچھ دیر کے بعد سر اٹھا کر اور ان کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا اے لوگو تم نے بڑا مبالغہ کیا اور اس قدر باتیں کہیں کہ میں حیران ہوں کس کس بات کا جواب دوں۔ تاہم حکم بن عاص کا معاملہ یہ ہے کہ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ اپنی نسبت اس کی کسی ناشائستہ حرکت سے ناراض ہو گئے تھے۔ آپ نے شرمندہ سے نکلوا دیا میں نے خلیفہ ہونے کے بعد اپنی قرابت اور عزیز داری کے خیال

سے اسے بلا لیا اس نے مدینہ میں کسی کو نہ ستایا تھا اور نہ کسی کو کچھ تکلیف پہنچائی تھی اور اگر اس طرف کچھ شکایت ہے تو میں اس امر میں تمہارا طرفدار ہوں۔ پھر مناسب سمجھا کہ اپنے تمام عاملوں کو طلب کر کے ان سے جواب طلب کیے جائیں تاکہ وہ نیک طریقے اور راستی و نیک چلتی اختیار کریں۔ عاملوں کے نام خط لکھے کہ میں ظلم و ستم سے خوش نہیں ہوں۔ میں نہیں چاہتا کہ میرے عامل اور نائب احکام خداوندی کے خلاف چلیں۔ میں قسم دلاتا ہوں کہ جو شخص اپنی گردن پر میرا حق سمجھتا ہے اور میری فرمائندگی کو لازم جانتا ہو اس حکم سے مطلع ہوتے ہی سفر مدینہ اختیار کرے اور میرے پاس حاضر ہو کر میرے نائبوں اور عاملوں کے حالات بیان کرے۔ اگر ان سے ظلم و ستم ظہور میں آ رہا ہو گا تو میں اصلاح کروں گا اور ان کی جگہ امین اور منصف مزاج اشخاص کو مقرر کروں گا۔ اور حتی الامکان رعایا کی پاسداری کرتا رہوں گا انشاء اللہ لا حول ولا قوۃ الا باللہ

جب ان خطوں کے مضمون سے اہل مصر و بصرہ کو فہم مطلع ہوئے تو سب سے پیشتر اشتر نخعی ایک سو آدمیوں کے ہمراہ کوفہ سے مدینہ آ پہنچا۔ اور اس کے بعد حکیم بن جبیل دُھائی سو آدمی لے کر بصرہ سے مدینہ پہنچا۔ ان کے بعد لومعرب بن عدیل و ہب بن درقا خزاعی کنانہ بن شیرا لگی اور سہد بن حران مرادی چار سو مصریوں کے ساتھ آئے۔ ان کے جماعہ کے بعد مساجرو انصار میں سے کچھ لوگ جنہیں عثمان کی طرف سے گہری رنجش تھی ان کے شریک حال ہو گئے۔ اب سب نے مشورہ کر کے عثمان کی نسبت یہ بات قرار دی کہ اسے خلافت سے علیحدہ کر دیں اور اگر خلیفہ اس امر کو قبول نہ کرے تو اسے ہلاک کر دیں۔

عثمان بن عفان کے خلاف مسلمانوں کی شورش

جس وقت یہ بات امیر المؤمنین سے کہی گئی وہ ان کے بلانے سے بہت پچھتائے مگر اب کچھ فائدہ نہ تھا خوفزدہ ہو کر اپنے مکان میں جا بیٹھے اور دروازہ بند کر لیا۔ پھر کوٹھے پر آ کر لوگوں سے کہا کہ کیا چاہتے ہو اور میرے کس فعل کو برا سمجھتے ہو میں اسے تبدیل کر دوں گا اور تمہاری خواہشوں کے مطابق چلوں گا۔ تمہیں پریشان نہ ہونے دوں گا۔ انہوں نے کہا تم نے بارش کے پانی کو بند کر دیا ہے نہ ہمیں لینے دیتے ہو نہ ہمارے جانوروں کو پینے دیتے ہو۔ عثمان نے کہا میں نے یہ پانی صدقہ کے اونٹوں کے لیے محفوظ کر رکھا ہے۔ اگر تم ناخوش ہو تو میں عام اجازت دیتا ہوں انہوں نے کہا تم نے قرآن شریف کو پھاڑ کر جلا دیا۔ عثمان نے جواب دیا قرأتیں زیادہ ہو گئی تھیں اور لوگ مختلف باتیں کرنے لگے تھے۔ حذیفہ یثربی نے کہا کہ لوگ قرأتوں کی نسبت بہت جھگڑتے ہیں۔ ایک کہتا ہے میری قرأت اچھی ہے دوسرا جواب دیتا ہے وہ سب سے زیادہ فصیح ہے۔ میں نے چاہا کہ یہ اختلاف دور ہو جائے اور ایک ہی قرأت قائم رہے اس لیے میں نے جو کچھ کیا مسلمانوں کی بھلائی کے لیے کیا اگر اسی طرح رہنے دیا جاتا تو قرآن میں بہت سی ایسی باتیں بڑھا دیتے جو اس کے خلاف ہوتیں اور اس امت کی قرأت اور قرآن میں اختلاف واقع ہو جاتا انہوں نے کہا اچھا یہ ہی سہی۔ جنگ بدر میں تم حضرت رسول خدا کے پاس کیوں نہ حاضر ہوئے۔ عثمان نے کہا اس وقت میری زوجہ بہت بیمار اور نہایت کمزور تھی اس سبب سے جنگ بدر میں حاضر نہ ہو سکا۔ اور حضرت نے پیغمبر و خوبی واپس تشریف لا کر بدر کے مال غنیمت میں سے اسی قدر حصہ مرحمت فرمایا جس قدر شریک ہونے والوں کو عطا کیا تھا۔ اور اس امر سے تم بھی بخوبی آگاہ ہو۔ پھر کہا بیعت رضوان کے وقت تم کیوں نہیں آئے جواب دیا تم اچھی طرح جانتے ہو کہ اس وقت مجھے جناب رسول خدا نے کس جگہ بھیجا تھا اور حضرت نے بیعت کے وقت اپنا دایاں ہاتھ میرے بائیں ہاتھ پر رکھ کر کہا تھا کہ اس بیعت میں یہ دایاں ہاتھ میرا اور دایاں ہاتھ عثمان کا ہے پس میرا

دایاں ہاتھ حضرت کے دست چپ کی مانند ہوا۔ انہوں نے کہا اس کی نسبت کیا عذر ہے کہ جنگ احد میں تم حضرت کو تما چھوڑ کر بھاگ گئے اور یہ سب سے بڑا گناہ ہے جو اب دیا کہ اللہ تعالیٰ نے میرا وہ گناہ معاف کر دیا ہے پھر پوچھا کہ اس کا کیا جواب ہے، تم نے نیک لوگوں کو مارا اور شہر سے نکال دیا۔ نا تجربہ کار اور نو عمر آدمیوں کو شہر کا حکم بنایا جنہوں نے ہمارا خون بہانے اور مال کھانے کو جائز سمجھا اور تم نے جن کو گھروں سے نکالا ان کے عطیات بھی ضبط کر لیے جس کے سبب وہ اپنے اہل و عیال کی جدائی اور حالت افلاس میں جدا ہو کر مر گئے۔ اور کفن تک نہ ملا۔ اگر کسی کو ملا تو ترحم و تصدق کے طور پر ملا۔ جواب دیا کہ جس کسی کو میں نے وطن سے نکالا اور کسی دوسری جگہ بھیجا ہے۔ اس میں مصلحت پوشیدہ تھی۔ کیونکہ وہ لوگ ہمیشہ برا کہتے رہتے تھے اور دوسروں کو بھی مجھ سے برگشتہ کرتے تھے۔ مجھے یہی مناسب معلوم ہوا کہ انہیں کسی اور جگہ بھیج دوں کیونکہ وہ اپنے گھروں میں رہیں گے تو لوگوں کو میرا دشمن بنا دیں گے۔ اور انتشار بڑھ جائے گا۔ اور اگر یہ امر گناہ ہے تو میں ہی پہلا والی نہیں ہوں جس سے یہ گناہ سرزد ہوا ہے اور اگر کوئی شخص مسافرت میں مر گیا تو اس کے اور میرے درمیان اللہ کا فیصلہ کافی ہے۔ اور جو شخص اس وقت پردیس میں پڑا ہوا ہے اور تم اسے بے گناہ تصور کر کے مجھے تھمت لگاتے ہو تو کسی کو بھیج کر بلوا لو میں نے جسے مارا ہو وہ مجھ سے قصاص لے سکتا ہے۔ کہہ دو کہ وہ حاضر ہوں۔ مجھ سے اپنا بدلہ لے لیں۔ لوگوں نے کہا سب سے پہلا شخص عمار یا سر ہے جو آپ سے بدلا لے گا۔ خلیفہ نے کہا کہ اس کو اس سبب سے مارا تھا کہ جس کام کے لئے آیا تھا اس میں جلدی کرتا تھا اور تیوری چڑھا کر مجھے میرے منہ پر ظالم کہا تھا۔ میری حرمت کا لحاظ نہ رکھا تھا۔ اب کچھ مشکل نہیں کہ دو آکر مجھ سے بدلا لے لے۔ ہاں میرے عالموں اور تابنوں کی شکایتیں کہ ان میں سے بعض نے عوام کے ساتھ اچھا برتاؤ نہیں کیا اس لئے انہیں برطرف کر دو اور جس شخص کو عادل اور نیک شعار سمجھو اسے مقرر کر دو۔

انہوں نے کہا کہ تم نے جو بیت المال کا روپیہ اپنے رشتہ داروں اور عزیزوں کو بخش دیا ہے اس کی نسبت کیا کہتے ہو۔ کہا خلیفہ عمر کا بھی یہی طریقہ تھا۔ وہ جس شخص کو صاحب تمیز اور فاضل دیکھتے تھے۔ بہ نسبت اوروں کے اسے زیادہ دیتے تھے۔ انہوں نے کہا اے دشمن خدا عمر کے عطیات کو تمہارے عطیات سے ایک فیصدی کی بھی نسبت نہیں ہے۔ تم نے فضول خرچی سے کام لیا ہے اور بہت کچھ دیا ہے۔ کہا حساب کر لو کہ میں نے کس قدر خرچ کیا ہے۔ جس قدر رقم برآمد ہو میں دیندار رہا اور میرے پاس جس قدر رقم موجود ہے وہ لے لو باقی ماندہ رفتہ رفتہ بہم پہنچا کر ادا کروں گا۔ تم میرے قتل پر کس لئے آمادہ ہو۔ تمہیں اس ارادہ سے باز آنا چاہئے۔ کیونکہ میں نے جناب رسول خداؐ سے سن رکھا ہے کہ مسلمان کو تین باتوں کے سوا قتل نہ کرنا چاہئے۔

اول اگر کوئی مرد زوجہ والا ہو کر زنا کرے تو اسے قتل کرنا چاہئے، دوسرے جو شخص مسلمان ہو کر اسلام سے پھر جائے اسے مار ڈالنا چاہئے، تیسرے اس شخص کو قتل کریں جس نے کسی دوسرے شخص کو تاحق قتل کیا ہو۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ جب سے اللہ تعالیٰ نے مجھے دین اسلام کی توفیق و رہنمائی کرامت کی ہے۔ نہ میں نے دین میں کچھ تغیر و تبدل کیا ہے نہ کسی کو قتل کیا ہے نہ زمانہ جاہلیت و اسلام میں کبھی زنا کیا ہے۔ بلکہ جس وقت سے مجھے دولت اسلام نصیب ہوئی ہے۔ اور پیغمبر خدا کے ہاتھ سے اپنا ہاتھ ملایا ہے۔ مجھے اس قدر شرم دامنگیر رہی ہے کہ اس ہاتھ سے عضو خاص کو بھی نہیں چھیڑا۔ جس وقت عثمان نے یہ باتیں کیں تمام لوگوں پر کچھ اثر پڑا۔ اپنے ارادہ سے باز آئے اور واپس چلے گئے۔

اب عثمان نے اپنے متعمدوں میں سے چند آدمی عمار کے پاس بھیجے اور صلح و صفائی کی بات کی کہ وہ مجھ سے رضامند ہو

جائے اور اگر بدلا لینا چاہے تو جو کچھ میں نے بذات خود تکلیف دی ہے اس کا بدلہ دوں گا۔ عمار یا سر نے انکار کر دیا اور سخت ست باتیں معتمدوں سے کہتے ہوئے کہا عثمان مجھ جیسے آدمی کو نہیں پھسلا سکتا۔ اس نے جس قدر میری بے عزتی اور خواری کی وہ کی۔ پھر عثمان نے عبداللہ ابن عمر کو بلایا اور کہا اے عبداللہ میرے معاملہ میں سوچ سمجھ کر مدد کر دیکھ میں کس آفت میں گھرا ہوا ہوں۔ اس نے کہا اے عثمان میں حضرت رسول خدا کی خدمت میں رہا ہوں۔ وہ مجھ سے ہمیشہ خوش رہے۔ پھر میں نے ابوبکر کا زمانہ دیکھا ہر وقت ان کی رضامندی کا خیال رکھا، وہ بھی اچھا سمجھتے تھے کبھی ناراض نہیں ہوئے۔ عرصہ دراز تک اپنے باپ عمر کی خدمت میں رہا۔ اپنی ذات پر ان کے دو حق واجب سمجھتا ہوں۔ ایک یہ کہ وہ میرے باپ تھے دوسرے خلیفہ تھے کبھی ان سے کوئی ایسی بات نہیں کہی جس سے وہ ناراض ہوں وہ بھی مجھ سے خوش ہوئے تاہم تم خلیفہ ہوئے۔ آپ کی خدمت میں بھی حتی الامکان نیک صلاح اور فرما برداری کا برتاؤ رکھا۔ اور مجھے یقین ہے کہ آپ بھی مجھ سے کبھی ناراض نہیں ہوئے اب جو کچھ فرماؤ بجا لاؤں اور بجان و دل سہی کروں۔

عثمان نے کہا اے ابو عبدالرحمن میں تجھ سے یہ بات نہیں پوچھتا کہ اللہ تعالیٰ آل عمر پر رحمت نازل کرے کیا تو نہیں دیکھتا کہ یہ لوگ کیا چاہتے ہیں اور میرے حق میں کیا کرنا چاہتے ہیں۔ ان کا ارادہ ہے مجھے خلافت سے علیحدہ کر دیں۔ عبداللہ نے کہا تم ان کے کہنے کو نہ مانو تو کیا کیا تم سمجھتے ہو کہ ہمیشہ اس دنیا میں رہنا ہے۔ خلیفہ نے کہا نہیں، میں نہیں جانتا ہوں کہ کتنی ہی عمر کیوں نہ ہو، آخر اس دنیا سے جانا ہے۔ عبداللہ نے کہا تو پھر مناسب یہی ہے کہ تم اسلام میں بری رسم جاری نہ ہونے دو۔ کہ جب مسلمان کسی خلیفہ سے ناراض ہوئے تو اسے علیحدہ کر دیا اور کسی اور شخص کو اس کی جگہ بٹھا دیا۔ اللہ تعالیٰ نے تمہارے بدن پر جو لباس موزوں کر دیا ہے اس کو نہ اتارو اور اپنے رہو اور ان لوگوں کو سنا دو کہ میں تم سے بموجب کتاب الہی و سنت رسالت پناہی عملدرآمد کروں گا اور ہر امر میں تمہاری رضامندی چاہتا رہوں گا۔

عثمان نے اس رائے کو پسند کیا۔ مغیرہ بن شعبہ کو بلا کر کہا ان لوگوں کے پاس جا اور جس طرح ہو انہیں رضامند کر اور جو کچھ خواہش کریں اس کا ضامن بن جا اور سناؤ کہ خلیفہ عثمان تمہارے ساتھ بموجب کتاب الہی و سنت رسالت پناہی عملدرآمد کرے گا۔ مغیرہ نے کہا اسی طرح کہوں گا۔ جب ان لوگوں کے پاس پہنچا انہوں نے لٹکار کر کہا اے کانے پدکار واپس چلا جا۔ مغیرہ اٹلے پاؤں چلا آیا اور حاضر خدمت خلیفہ پہنچ کر کیفیت عرض کی۔ امیر المومنین نے آدمی بھیج کر عمر عاص کو بلایا اور وہی پیغام دے کر ان لوگوں کے پاس بھیجا جب وہ ان کے قریب پہنچا اور سلام کیا تو انہوں نے کہا تجھ پر سلام ہے نہ دعا اے دشمن خدا ناخدا کے بیٹے الٹا پھر جا ہم تجھے امین نہیں سمجھتے۔ اور نہ تیری بات کا کوئی اعتبار!

عمر عاص نے خدمت خلیفہ میں آکر ان کا کہا سنا بیان کر دیا۔ عبداللہ بن عمر نے رائے دی کہ اے خلیفہ یہ لوگ حضرت علی کی بات کو اچھا سمجھتے ہیں۔ اگر تم ان کے پاس انہیں بھیج دو تو ممکن ہے کہ ان کا فرمانا مان لیں۔ عثمان نے علی کو بلا کر کہا اے ابوالحسن مہربانی فرما کر ان لوگوں کے پاس جاؤ اور انہیں کتاب الہی اور سنت رسول کی طرف ہدایت کرو اور جو کچھ وہ چاہیں میری طرف سے قبول کرو کہ تمام کام تمہارے حسب نشاء عمل میں لاؤں گا۔ حضرت علی نے کہا فرمایا اگر تم مجھ سے عہد کر لو کہ ان سب امور کو بجا لاؤ گے اور جو کچھ ان کی خواہش ہوگی اسے اختیار کرو گے تو میں اس کام کو کر لاؤں گا۔ عثمان نے کہا مجھے منظور ہے۔ پھر حضرت علی کے ساتھ عہد و پیمانہ کر کے قسم کھائی کہ وہ جو کچھ کہیں گے وہی کروں گا اور جس امر میں مسلمان رضامند ہوں گے اسے بجا لاؤں گا۔ حضرت عثمان سے ان سب باتوں کا مستحکم عہد و پیمانہ اور پختہ اقرار لے کر ان لوگوں کی طرف روانہ ہوئے۔ جب قریب پہنچے انہوں نے کہا اے ابوالحسن آپ سعادت کے ساتھ واپس تشریف لے جائیں ہم آپ کو واجب التعمیم جانتے ہیں اور بڑی حرمت کرتے ہیں کیونکہ آپ ہمارے سید و سردار ہیں۔

حضرت علی نے فرمایا جلدی نہ کرو جو کچھ تم چاہتے ہو عثمان اسے قبول کر کے تمہاری رضامندی کے کاموں کا وعدہ کرتے ہیں۔ جس حکم کو تم پسند کرو گے اسے مقرر کریں گے۔

انہوں نے کہا ان باتوں کا ضامن کون ہے۔ حضرت علی نے فرمایا میں ضامن ہوں اور قبول کرتا ہوں کہ عثمان ان سب امور کو بجالائیں گے۔ سب نے جواب دیا ہم راضی ہو گئے۔ حضرت علی نے کہا تم سب اسی وقت میرے ساتھ ان کی خدمت میں چلو۔ اس گروہ کے بڑے بڑے سردار اور شرفاء حضرت علی کے ہمراہ عثمان کے پاس آئے۔ عثمان نے عزت و آبرو سے بٹھایا۔ انہوں نے کہا ان سب امور کی نسبت جو آپ قبول کرتے ہیں ایک دستاویز تحریر کرو اور حضرت علی کو اس میں ضامن قرار دو۔ خلیفہ نے کہا جن امور کی نسبت تم چاہتے ہو دستاویز لکھ دو اور جسے چاہتے ہو ضامن قرار دے لو۔ ان لوگوں نے اس مضمون کی دستاویز قرار دی۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ امیر المومنین عثمان کی طرف سے یہ دستاویز ان اہل کوفہ اور مصر کو لکھ کر دی جاتی ہے جنہوں نے اعتراض کیا ہے اور قبول کرتا ہوں کہ اب کے احکام الہی و سنت رسالت پناہی پر عمل کروں گا۔ ان کی رضامندی کو نظر انداز نہ ہونے دوں گا اور خطرناک امور کی نسبت تم چاہتے ہو امن رکھوں گا۔ جن لوگوں کو ان کے وطن سے نکال دیا ہے انہیں واپس بلا لوں گا اور جن کے عطیات ضبط کیے ہیں وہ واپس کر دوں گا۔ عبداللہ بن سعد ابی سرح کو حکومت مصر سے علیحدہ کر کے اس شخص کو مقرر کروں گا جسے مصری پسند کریں گے۔ مصریوں نے کہا ہم چاہتے ہیں کہ محمد بن ابی بکر کو حاکم مقرر کیا جائے۔ عثمان نے کہا بہتر ہے۔ غرضیکہ ان سب امور پر حضرت علی کو ضامن قرار دیا اور زبیر بن عوام، طلحہ بن عبداللہ، سعد بن مالک، عبداللہ بن عمر، زید بن ثابت، سہیل بن حنیف، ابو ایوب بن زید کی گواہیاں اور مہر میں ثبت کی گئیں۔ آخری جملہ یہ تھا کہ یہ دستاویز ماہ ذیقعد ۳۵ میں لکھی گئی۔

اس کے بعد حضرت علی اور اہل مصر خلیفہ کے پاس سے اٹھ کر چلے آئے۔

حضرت عثمان کے خط کا پکڑا جانا جو ۳۵ھ میں

عبداللہ بن سعد کے نام خلاف عہد لکھا گیا

جب عثمان نے دستاویز لکھ دی اور محمد بن ابی بکر کو حکم مصر مقرر فرمایا تمام مصری خوش ہو گئے اور خلیفہ سے رخصت ہو کر واپس مصر ہوئے۔ محمد بن ابی بکر بھی ہمراہ تھا۔ تین منزلیں طے کرنے کے بعد کیا دیکھا کہ ایک حبشی غلام ایک تیز رفتار اونٹ پر بوجھت تمام راستہ سے ہٹ کر جا رہا ہے اہل مصر نے سوچا دیکھنا چاہیے کہ یہ شخص کون ہے اور کہاں جاتا ہے ایک شخص کو دوڑایا جو اسے گرفتار کر کے لے آیا۔ پوچھا تو کون ہے اور کہاں جاتا ہے اس نے کہا عثمان کا غلام ہوں اور مصر کو جاتا ہوں۔ عبداللہ والی مصر کو پیغام پہنچانا ہے۔ پوچھا کیا پیغام ہے اس نے جواب دیا۔ میں اپنے آقا کا راز فاش نہ کروں گا۔ پھر پوچھا مکمنامہ اور فرمان تیرے پاس ہے جواب دیا نہیں۔ مصر والوں نے مشورہ کیا کہ اس کی تلاشی لینی چاہیے۔ اس کے کپڑے اور اونٹ کا سامان دیکھا کہیں بھی کچھ نہ ملا۔ ایک چھاگل پانی سے بھری ہوئی اونٹ کی گردن میں لٹک رہی تھی۔ اس کا پانی پھینک کر ہلایا۔ کمانہ بشیر اور ابو اعور سلمی نے کہا ہمارا خیال ہے کہ خط اسی چھاگل میں ہے جب چاک کر کے دیکھا تو اس کے اندر ایک شیشی موم سے منہ بند کی ہوئی ملی اسے توڑ کر خط نکالا۔ پڑھا لکھا تھا بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ عبداللہ عثمان کی طرف سے عبداللہ ابن سرح کو حکم دیا جاتا ہے کہ جب عمر بن ہذیل خزاعی تیرے پاس پہنچے تو اس

کا مرتن سے جدا کر دینا اور ملقمہ بن عدیس، کنانہ بن بشیر اور عرویس کے چاروں ہاتھ پاؤں کاٹ کر چھوڑ دینا کہ وہ اپنے خون میں لوٹ لوٹ کر مرجائیں۔ پھر ان کی نعشیں چھوڑوں کے درختوں میں لٹکوا دینا۔ محمد بن ابی بکر جو فرمان میرے ہاتھ کا لکھا ہوا لا رہا ہے اس کو ناچیز سمجھنا۔ اور ممکن ہو تو اسے بھی کسی تدبیر سے مار ڈالنا۔ اپنی جگہ دلجمعی سے قائم رہ، کسی طرح نہ گھبرانا اور مصر پر خاطر خواہ حکمرانی کر۔

محمد بن ابی بکر اور معزز مصری اس خط کو پڑھ کر حیرت میں رہ گئے۔ نہایت ہی تعجب کیا کہ اچھا عمد و بیان اور سچی قسم ہے جو عثمان نے ہم سے کی ہے خوب ایفا کیا ہے اگر ہم مصر پہنچ چکے ہوتے اور یہ غلام ہم سے بھی پہلے مصر پہنچ چکا ہوتا پھر کیا ہوتا۔ غرض کہ اس خطرہ سے بچنے پر خدا کا شکر ادا کیا اور تیزی سے مدینہ کی طرف لوٹے۔ داخل شہر ہو کر عام و خاص کے مجمع میں اس خط کو پڑھا اب ایک آدمی بھی نہ تھا جو عثمان کے خلاف نہ تھا۔ بنی سعید عبداللہ بن مسعود کی وجہ سے سخت ناراض ہوئے۔ بنی مخزوم عمار یاسر کے سب بھڑکے، بنی غفار ابوذر غفاری کے واسطے برہم ہوئے۔ اب سب جمع ہو کر حضرت علی کے پاس آئے اور وہ خط سامنے ڈال کر سارا احوال بیان کیا۔ حضرت علی نے بھی خط پڑھ کر تعجب کیا۔ فوراً خط لے کر عثمان کے پاس پہنچے، خط سامنے ڈال دیا کہ پڑھیں۔ جب عثمان نے تمام خط پڑھ لیا آپ نے فرمایا میں نہیں سمجھ سکتا کہ تمہارے معاملے میں کیا فیصلہ کروں۔ تم نے مجھے بلا کر کہا کہ جا کر اس گروہ کو راضی کرو اس لیے میں نے مختلف تدابیر سے انہیں رضامند کیا اور تمہاری طرف سے جو غبار ان کے دلوں میں جما ہوا تھا وہ دور کر دیا اور اس طرح اس بگڑے ہوئے کام کو سنوارا تم نے مجھے ضامن قرار دیا میں نے کہا مان لیا اور وہ میرے بھروسے پر مطمئن اور خوش ہو کر وطن کی طرف روانہ ہو گئے۔ میں سمجھا تھا کہ یہ معاملہ طے ہو گیا مخالفت ختم ہو گئی اور مسلمانوں نے اس قضیہ سے نجات پائی لیکن اب کیفیت یہ پیدا ہو گئی۔ اب تم ہی کو یہ کیا خط ہے کس نے لکھا ہے اور یہ کام کیوں کیا گیا ہے۔ اس نامناسب فعل کی نسبت لوگ کیا کہیں گے۔ اور اس گروہ فریب کی چال کو کیا سمجھیں گے۔

عثمان نے کہا خدا کی قسم اے ابوالحسن یہ خط میں نے نہیں لکھا اور نہ کسی کو اس کے لکھنے کا حکم دیا۔ نہ میں نے اس غلام کو کہا کہ تو مصر جا میں اس معاملہ سے بالکل لاعلم ہوں۔ حضرت علی نے کہا یہ غلام تمہارا ہی ہے۔ کہا ہاں۔ کہا خط کی مر تمہاری ہے یا نہیں کہا ہاں۔ حضرت علی نے لکھا تحریر تمہارے منہ کی جیسی ہے۔ مہر غلام اور اونٹ تمہارے پھر تمہیں کچھ خبر نہیں۔ تعجب کی بات ہے اور حیرت کا مقام ہے۔ خلیفہ نے کہا جو کچھ میں نے کہا ہے سچی بات ہے۔ میں نے نہیں لکھا نہ لکھنے کا حکم دیا۔ دنیا میں اکثر ایسے واقعات ہو جاتے ہیں کہ خط سے خط مل جائے اور مر سے مر مل جائے اور ہو سکتا ہے کہ میری بلا اجازت میرے غلام کو اونٹ پر بھیج دیا ہو۔

حضرت علی نے کہا یہ کیونکر ہو سکتا ہے۔ اور اس کا کس شخص پر شبہ کیا جا سکتا ہے کہ کس نے ایسی دلیری کی ہوگی۔ عثمان نے کہا میرا گمان اپنے منہ پر ہے کہ اسی نے میری بلا اجازت یہ کام کیا ہو گا۔ حضرت علی نے کہا لوگوں نے بھی یہی نتیجہ نکالا ہے۔ کہ یہ تمہاری کمزوری کی وجہ سے ہوا ہے۔ اور یہ غلام تمہاری اجازت کے بغیر تمہارے اونٹ پر سوار ہو کر نہیں جا سکتا۔ اب جس کام میں اپنی بھلائی سمجھتے ہو وہ کرو۔ یہ کہہ کر حضرت علی اٹھ کر چلے آئے۔ باہر جس قدر لوگ جمع ہو گئے تھے سب نے وہ خط دیکھ کر یقین کر لیا کہ یہ خط خلیفہ کے منہ کا لکھا ہوا ہے اور خلیفہ کا خیال تھا کہ عثمان جھوٹی قسم نہیں کھاتے مگر اب شک ہو گیا۔ اور مشورہ کیا کہ اگر عثمان اس معاملہ سے بے خبر ہیں تو مروان کو ہمارے پاس بھیج دیں ہم اس سے کیفیت دریافت کریں گے۔ عثمان کو اندیشہ ہوا کہ اگر مروان کو ان کے پاس بھیج دیا تو مبادا اسے ستائیں یا مار ڈالیں اس لئے خود مسجد میں تشریف لا کر منبر پر گئے اور حق سبحانہ کی حمد و ثنا کے بعد لوگوں کی طرف مخاطب ہو کر کہا اے

عزیزو مجھے اس معاملہ میں تمت نہ لگاؤ۔ اور میری نسبت بدگمانی نہ کرو کہ یہ خط میں نے لکھا یا لکھوایا یا جائز سمجھا ہے۔ اگر میری نسبت ایسا گمان کرو گے تو خطا وار ہو گے۔ اس خدا کی قسم جس کے سوا دوسرا خدا نہیں ہے۔ کہ نہ میں نے یہ خط لکھنے کی اجازت دی اور اب بھی میں اسی قول و قسم پر ہوں جو تمہارے سامنے کھائی ہے کہ کتاب الہی اور سنت رسول پر چلوں گا۔ تمہاری رضا کے خلاف کام نہ کروں گا۔ اور تمہیں خوش رکھوں گا۔ کنانہ بن بشیر نے کھڑے ہو کر کہا اے عثمان تم ایسی باتیں کہتے ہو اور اپنے عہد پر قائم نہیں ہو۔ ہم بغیر عمل تمہاری باتوں سے کیسے خوش ہو جائیں اس ہفتہ میں کیا کیا کچھ بحث و تمحیص ہو چکی اور تم نے دستاویز لکھ کر دی۔ حضرت رسول خدا کے چچا زاد بھائی حضرت علیؑ کو ضامن بنایا۔ مشہور مشہور اور ثقہ صحابہ کی گواہیاں درج کرائیں۔ ہم رضامند ہو گئے تھے اور اپنے گھر کی طرف چل دیئے تھے اس کے بعد تم اس قسم کا خط لکھتے ہو، خود ایک عہد کرتے ہو اور خود ہی اسے پورا نہیں کرتے۔ اب تم ہی کہو کہ ہم تمہارے کہنے پر کیسے اعتماد کر لیں۔ عثمان نے جواب دیا آخر میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ یہ خط میں نے نہیں لکھا۔ اور نہ کسی کو ایسا حکم دیا کہ ایسا لکھ دے۔ تم میری بات کا یقین نہیں کرتے اور اچھی طرح جانتے ہو مجھے کسی اور چیز سے اس قدر پرہیز نہیں جس قدر جھوٹی قسم سے، اور جھوٹی بات سے میں بہت ڈرتا ہوں۔ پھر جھوٹی قسم کھانی کیسی۔ کنانہ بن بشیر نے کہا اے عثمان میں تمہاری اس قسم کھانے کی تصدیق نہیں کرتا نہ اس کا یقین کرتا ہوں۔ اس کے بعد کثیرہ بن عبداللہ بجلي نے کھڑے ہو کر کہا اے عثمان تیرے لئے یہی بہتر ہے کہ ہم سے بیچ کر اپنی جان لے کر چلا جائے کیونکہ تو نے ہمارے ساتھ بہت کچھ کر لیا ہے۔

خلیفہ کے ہوا خواہ اس بات کو سن کر عبداللہ کے قتل کے درپے ہو گئے۔ لوگوں نے بیچ بچاؤ کرا دیا۔ مخالف بھی ہر طرف سے ٹوٹ پڑے۔ عثمان کے ہوا خواہوں کی خوب خبری۔ اب عثمان پر چاروں طرف سے پھراؤ ہونے لگا۔ عثمان منبر سے نیچے آتے آتے بے ہوش ہو گئے۔ لوگ اٹھا کر گھولائے۔ کچھ اصحاب آپ کی تسلی اور دلا سے کے لئے خلیفہ کے پاس گئے۔ حضرت علیؑ بھی ان کے ہمراہ تھے۔ بنی امیہ نے امیر المومنین علیؑ کی طرف مخاطب ہو کر کہا کہ یہ سب کچھ تم نے ہی کیا ہے۔ ہمارا تمام عیش مٹی کر دیا۔ ہمارے والی کی بات بگاڑ دی۔ ان کی خوبیوں کو اور صفات کو برائی اور عیوب کے پیرایہ میں بیان کر کے لوگوں کو برہم کر دیا۔ زمین و آسمان کے مالک خدا کی قسم ہم تم سے ایسی جنگ کریں گے کہ دنیا میں اس سے زیادہ سخت کبھی نہ ہوئی ہوگی۔

حضرت نے ایک ڈانٹ پلائی اور فرمایا نالا تقو چپ رہو اور سامنے سے دور ہو جاؤ۔ تمہارا یہ مرتبہ کہاں کہ تم مجھ سے کلام کرو۔ نہ مجھی کو شایان ہے کہ تمہاری بات کا جواب دوں۔ کیونکہ تم محض نادان اور احمق فوجی گروہ ہو۔ آزاد کردہ غلاموں کی اولاد اور آزاد کردہ غلام ہو۔ تمام دنیا اچھی طرح جانتی ہے کہ اس معاملہ میں میرا کوئی لگاؤ اور تعلق نہیں ہے۔ میں نے تمہارے کام کے بگاڑ کا کوئی ارادہ نہیں کیا بلکہ تمہاری بگڑی ہوئی حالت کو سنبھالا۔ سب کچھ تم نے ہی خراب کیا ہے۔ اور کرتے جاتے ہو۔

اس کے بعد آپ اسی خشنک حالت میں عثمان کے پاس سے اٹھ کر باہر چلے آئے۔ دوسرے دن خلیفہ نے دیوان خانہ میں بیٹھ کر تمام مسلمانوں کے نام اس مضمون کا خط لکھا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ عبداللہ عثمان یہ خط تمام مسلمانوں اور ایمان والوں کے نام لکھتا ہے۔ اور سلام کے بعد خدا کو یاد دلاتا ہے، وہ خدا جس نے انہیں دولت اسلام اور نعمت ایمان فرما کر ممتاز و مفتخر قرار دیا ہے۔ کفر کی ظلمت اور شرک کی گمراہی سے بچایا ہے۔ سب کے لئے روزی کے دروازے کھول دیئے ہیں۔ طرح طرح کی بے شمار نعمتیں کرامت فرمائی

ہیں۔ اے مسلمانوں اسی خدا کے راستے پر چلو۔ امر معروف اور نہی عن المنکر کی شرط بجاؤ لاؤ تاکہ بخشے جاؤ۔
 وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ تَفَرَّقُوا وَاخْتَلَفُوا بَعْدَ مَا جَاءَهُمُ الْبَيِّنَاتُ وَأُولَئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ یعنی تم ان لوگوں جیسے نہ ہو جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی نشانیوں کے بعد تفرقہ اور اختلاف پیدا کیا۔ اور ان لوگوں کے واسطے عذاب سخت ہے۔
 اور اس دوسری آیت کو بھی ملاحظہ کرو کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّ الَّذِيْنَ يَشْتَرُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَاٰمَانَتِهِمْ ثَمَنًا قَلِيْلًا وَاُولٰٓئِكَ اِلَّا خِلَاقٌ لَّهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ لَا يَكْلَمُهُمُ اللّٰهُ وَلَا يَنْظُرُ اِلَيْهِمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَلَا يَزَكِيْهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ یعنی جو لوگ خدا کے عہد اور قسم کو کم قیمت پر فروخت کرتے ہیں ان کو مقام آخرت میں کچھ نصیب نہ ہو گا نہ وہ کوئی لطف اٹھائیں گے نہ اللہ تعالیٰ بروز قیامت ان سے کلام کرے گا نہ ان کی طرف نظر کرے گا نہ گناہوں سے پاک کرے گا بلکہ ان کے واسطے عذاب شدید ہو گا۔

اے مومنو! آگاہ رہو کہ اللہ تعالیٰ تمہاری اطاعت اور فرمانبرداری کو پسند فرماتا ہے اور گناہوں اور تفرقہ پردازوں سے بچتے رہنے کا حکم صادر فرماتا ہے۔ اسی واسطے اول میں نبی بھیجے کہ حق و باطل کے راستوں کو جدا جدا دکھائیں تاکہ اس کے بعد اگر خلقت راہ حق چھوڑ کر اور باطل کا راستہ اختیار کر کے گناہ گار ہو تو اللہ تعالیٰ ان سے جواب طلب کرے گا۔ خدا کے راستے پر چلو اور خوب سمجھ لو کہ پہلی قوموں کی ہلاکت کا سبب یہی ہوا ہے کہ انہوں نے ہادی اور رہنما نہ ہونے کے سبب باہمی مخالفت اختیار کی ہے۔ اگر تم نے میری نسبت اپنے برے ارادوں کو پورا کر دکھایا تو تم میں ایسا فساد واقع ہو گا اور اس قدر خرابی اور دلوں میں تاریکی پھیل جائے گی کہ نماز، روزہ، اور زکوٰۃ بھی چھوڑ بیٹھو گے میں تم پر حجت تمام کرتا ہوں اور اسی امر کی طرف توجہ دلاتا ہوں جس کے لیے خدا نے حکم دیا ہے۔ اور اس شے سے ڈراتا ہوں جس سے خدا نے ڈرایا ہے شیعہ پیغمبر کی نصیحت یاد کرو جو انہوں نے اپنی قوم کے مخالف افراد کو فرمائی ہے۔ اور اس کی اللہ تعالیٰ یوں خبر دیتا ہے۔

وَيَقَوْمٌ لَا يَعْرِفُونَ شِقَاقِيْ اِنْ يُّصَبِّحُكُمْ مِّثْلُ بَٰرِئٍ مِّثْلُ نُوْحٍ اَوْ قَوْمٌ هُوُوْدٌ اَوْ قَوْمٌ صَالِحٌ وَّ مَا قَوْمٌ طٰوُطٌ مِّنْكُمْ بَعْدَ لَيْلِيْ اِے قوم تم میری مخالفت میں اپنے آپ کو گناہ گار نہ کرو مبادا تم پر وہی عذاب نازل ہو جو قوم صالح قوم ہود اور قوم صالح اور قوم لوط پر نازل ہوا ہے حالانکہ تم قوم لوط سے کم نہیں ہو۔ اے لوگو! خیال کرو کہ میں نے اپنی ذات سے تمہارا انصاف چکا دیا ہے اور تمہاری رضا مندی کو مد نظر رکھتا ہوں۔ تمہارے ساتھ کتاب الہی اور سنت رسول کے مطابق برتاؤں رکھوں گا اور قبول کرتا ہوں کہ نیک نیتیں اور پسندیدہ طرز عمل اختیار کروں گا جسے تم برا سمجھتے ہو اسے برطرف کروں گا۔ میں تم سے قول و قسم کرتا ہوں کہ ہمیشہ تمہارے ساتھ اسی طرح پیش آؤں گا جس طرح پہلے دونوں نیکو کار خلیفہ پیش آتے تھے اور اسی طریق پر زندگانی بسر کروں گا جس طرح وہ گزار گئے ہیں۔ یہ بھی سمجھ لو کہ انسان غلطی اور عاجزی سے خالی نہیں اور جو کام وہ کرتا ہے سب صحیح نہیں ہوتے بلکہ کچھ غلط بھی ہو جاتے ہیں۔ اس خط کے ذریعے جو تمام مسلمانوں کے نام لکھتا ہوں خدا تعالیٰ کے نزدیک اور تمہارے سامنے اپنے معذور ہونے کا اقرار کرتا ہوں اور میرے جس فعل کو تم برا سمجھتے ہو اسے ترک کرتا ہوں اپنے آپ کو بالکل بے گناہ نہیں سمجھتا۔ گزشتہ گناہوں سے توبہ کرتا ہوں اور خدا سے معافی کا خواستگار ہوں۔ خدا کی قسم میں ان باتوں سے جنہیں تم برا جانتے ہو باز آگیا اور اقرار کرتا ہوں کہ آئندہ کوئی ایسا کام نہ کروں گا جس سے تم رضا مند یا متفق نہ ہو گے۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر بے انتہا مہربان اور رحیم ہے میں امید کرتا ہوں کہ وہ میرے اور تمہارے تمام گناہوں کو بخش دے گا۔ فقط۔ والسلام!

جب یہ خط لکھ لیا ایک قاصد کو دے کر ان لوگوں کے پاس بھیجا۔ انہوں نے عثمان کی پند و نصیحت اور قول و قسم کسی بات

کو نہ مانا اور اسی ارادہ کو مصمم کر لیا کہ اسے خلافت سے علیحدہ کریں اور ایسا نہ ہو تو مار ڈالیں۔ غرض اس ارادہ سے عثمان کے مکان کے گرد جمع ہو گئے۔ اب عثمان نے جانا کہ معاملہ نرمی اور آشتی سے گزر گیا ہے۔ عبداللہ بن عامر کریم اور معاویہ بن ابی سفیان کے نام خط روانہ کیے اور لکھا کہ کچھ ظالم، باغی اور سرکش لوگوں نے جو مدینہ کے رہنے والے ہیں۔ بصرہ کوفہ اور مصر کے باشندوں کے ساتھ مجھ سے برگشتہ ہو کر میرے گھر کا محاصرہ کر لیا ہے لیکن میں ابھی تک ان کی دسترس سے باہر ہوں۔ ہر چند انہیں نصیحت کرتا ہوں اور ان کی رضا مندی کو مد نظر رکھنے اور کتاب خدا اور سنت رسول پر چلنے کا وعدہ دے رہا ہوں مگر وہ میری فرمائش پر ذرا کان نہیں دھرتے۔ میرے قتل یا خلافت سے علیحدہ کرنے پر مصر ہیں۔ اور میں ان کی خواہش کے پورا کرنے یعنی خلافت سے علیحدہ ہو جانے کی نسبت موت کو زیادہ سہل اور اچھا سمجھتا ہوں۔ میں نے تمہیں صورت حال سے مطلع کر دیا ہے۔ لازم ہے کہ میری مدد کرو اور مضبوط ہمارے لوگوں کی جمعیت کو میرے پاس روانہ کرو۔ شاید خدا تعالیٰ تمہاری امداد کے ہمت اور وسیلے سے اس باغی گروہ کے فساد سے مجھ کو محفوظ رکھے! والسلام۔

اس خط کو مسور بن مخزومہ معاویہ کے پاس لے گیا۔ جب اس نے احوال مندرجہ کو مطالعہ کیا تو مسور نے کہا میرا خیال ہے کہ اب تک عثمان کو مار ڈالا ہو گا تو کس سوچ میں ہے، جلدی کر کہ اس کام میں توقف نہ کرنا چاہیے۔ معاویہ نے کہا اے مسور سچ تو یہ ہے کہ عثمان نے خلافت پانے کے بعد پہلے تو طریق نیک اختیار کیا اور محض خوشنودی خلق خدا کے لیے ہر کام کرتا تھا اس لیے اللہ تعالیٰ بھی اس کا مددگار تھا۔ اور سب دوست اور ہوا خواہ بھی متفق تھے لیکن بعد میں اپنی حالت بدل ڈالی اور ایسے ایسے کام کرنے شروع کیے جو خلاف شریعت اور خلفاء مابقی کی روش سے علیحدہ تھے۔ اچھے قاعدے اور نیک خصلتیں ترک کر دیں خدا نے بھی اس سے دولت چھین لی۔ اب مجھ (معاویہ) سے کیا ہو سکتا ہے۔ خدا کی چھینی ہوئی دولت کو میں کس طرح واپس دلا سکتا ہوں۔ میں ایک طرف علیحدہ پڑا ہوں۔ اور علاقہ شام کی سرحد کی حفاظت کر رہا ہوں۔ ہر طرف سے دشمن ناک لگائے ہوئے بیٹھے ہیں اگر میں مدینہ چلا گیا تو اندیشہ ہے کہ دشمن چڑھ آئیں گے اور اس ملک کو مسلمانوں سے چھین لیں گے۔ اور ان کے اہل و عیال کا جو حال ہو گا اس کا تصور بھی مشکل ہے۔ غرض معاویہ نے عثمان کی کوئی مدد نہ کی اور قاصد کے ساتھ لیت و لعل سے پیش آتا رہا آخر اس نے مایوس ہو کر مراجعت کی۔

عبداللہ ابن عامر نے عثمان کے مضمون خط سے واقف ہو کر بصرہ والوں کو جمع کیا خط پڑھ کر سنایا اور بڑی سعی کی کہ وہ عثمان کی مدد کے لیے ہمت کریں مگر کوئی شخص بھی راضی نہ ہوا سب نے طرح طرح کے عذر اور بہانے کر دیے۔

خلیفہ عثمان کا محاصرہ

انجام کار یہ ہوا کہ جس گروہ نے خلیفہ کے گھر کا محاصرہ کر رکھا تھا انہیں بھی خبر ہو گئی کہ خلیفہ نے شام میں معاویہ اور بصرہ میں عبداللہ کو خط بھیج کر مدد طلب کی ہے۔ خوفزدہ ہو کر محاصرہ میں سختی کی اور پانی بند کر دیا۔ کہ خلیفہ کے اہل خانہ پیاس سے ہلاک ہو جائیں۔ اس وقت عثمان نے بالائے بام آ کر آواز دی کہ تم میں علی ابن ابی طالب ہیں۔ لوگوں نے جواب دیا وہ اپنے گھر ہیں یہاں نہیں ہیں۔ خلیفہ یہ سن کر نیچے اتر گئے۔ کسی نے حضرت علی سے یہ بھی حال جا کر کہا آپ نے قبر کو بھیجا کہ میں نے سنا ہے کہ بالائے بام آ کر مجھے دریافت کیا تھا۔ کیا کام ہے جو کچھ کہو وہ کروں۔ عثمان نے خبر سے کہا کہ دینا کہ مجھے کوئی اہم کام درپیش نہ تھا صرف اتنی بات ہے کہ ان لوگوں نے پانی بند کر دیا ہے جس سے میرے بچے اور خاندان کے ضعیف العمر آدمی پیاسے ہیں مجھے پانی کی ضرورت ہے۔ اگر آپ سے ممکن ہے تو پانی پہنچادیں۔ قبر نے واپس

آکر حقیقت حال بیان کی۔ حضرت نے چند مشکلیں بھر کر ان بنی ہاشم کے لوگوں کے ہاتھ جو آپ کے قریبی رشتہ دار تھے عثمان کے پاس بھیجیں۔ جب یہ لوگ مشکلیں لیے دروازہ پر پہنچے تو علی کے رشتہ داروں کو دیکھ کر کچھ نہ کہا اور پانی کو نہ روکا۔ جب یہ لوگ اندر گئے خلیفہ اس کے عیال اور تمام اشخاص نے جو اس گھر میں تھے خوب سیر ہو کر پانی پیا۔ اس کے بعد امیر المومنین عثمان نے کونٹھے پر چڑھ کر اور اوپر سے گردن نکال کر سلام علیکم کہا لوگوں نے دھیمی آواز سے جواب سلام دیا۔ عثمان نے پوچھا طلحہ تم لوگوں میں موجود ہے طلحہ نے جواب دیا میں حاضر ہوں۔ عثمان نے کہا سبحان اللہ میں ایسا نہ سمجھتا تھا کہ میں سلام کروں اور تو ان لوگوں میں موجود ہو کر جواب سلام بھی نہ دے۔ طلحہ نے کہا میں نے جواب سلام دیا تھا۔ مگر تم نے نہ سنا خلیفہ نے کہا سعد وقاص اور زبیر بن عوام تم میں موجود ہیں۔ دونوں نے کہا ہاں ہیں۔ خلیفہ نے کہ میں تمہیں اسی خدا کی قسم دے کر جس کے سوا کوئی دوسرا خدا نہیں ہے پوچھتا ہوں۔ کیا تم نے یہ سن رکھا ہے کہ ایک دن جناب رسول خدا نے کہا تھا کہ جو شخص اس چوک کو خریدے گا وہ بخشا جائے گا۔ میں نے ہی اسے خریدا اور حضرت سے جا کر عرض کیا کہ میں نے اسے خریدا لیا ہے تو آپ نے فرمایا کہ مسجد میں شامل کر دے تھے اس کا ثواب ہو گا۔ پھر میں نے مسجد میں ملا دیا۔ سعد اور زبیر نے گواہی دی۔ بے شک جیسا تم بیان کرتے ہو ایسا ہی ہوا تھا۔ خلیفہ نے کہا اے خدا تو اس امر کا گواہ رہنا۔

پھر قسمہ دریافت کیا۔ تمہیں معلوم ہے کہ ایک دن حضرت نے فرمایا تھا کہ جو شخص روا کے کنویں کو خریدے گا وہ بخشا جائے گا۔ میں نے خریدا لیا اس کے بعد حضرت نے فرمایا کہ اس کی سبیل لگانی چاہیے تاکہ تمام مسلمان سیراب ہوں۔ اور فائدہ اٹھائیں۔ زبیر اور سعد نے اس کی نسبت بھی گواہی دی۔ کہ یہ سچ ہے۔

تیسری دفعہ پھر قسم دے کر کہا کیا تم جانتے ہو کہ مہم غزوہ کے دن حضرت رسول خدا ﷺ متشکر تھے کہ لشکر کی درستی کس طرف کی جائے۔ یہ کام میں نے اپنے ذمے لیا اور لشکر کا سامان بہم پہنچا دیا اور مسلمانوں کو جس چیز کی ضرورت دیکھی بہم پہنچا دی۔ چنانچہ اونٹوں کے زانو بند اور ہماریں فراہم کر دی گئیں۔ سعد اور زبیر نے کہا ہاں یہی بات ہے۔ جو تم کہتے ہو سب درست ہے۔ تم کارہائے خیر اور قواعد حسنہ کے استحکام میں سچا شوق اور دلی جوش رکھتے تھے مگر اس کے بعد تم نے اپنا طریق عمل بدل لیا۔

عثمان نے کہا سبحان اللہ! جس روز خلیفہ عمر نے وفات پائی تم نے خدا سے دعا مانگی تھی کہ کار خلافت ایسے شخص کو ملے جو رحم دل اور منصف مزاج ہو انہوں نے جواب دیا ہاں یہ درست ہے۔ عثمان نے کہا پھر تمہارا کیا خیال ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کام کو حقیر سمجھا اور تمہاری دعاؤں کو قبول نہ کیا۔ کیا تم سمجھتے ہو کہ جناب باری تعالیٰ نے اس امر کو ناقابل وقعت اور بے قدر سمجھ کر یوں ہی چھوڑ دیا تھا کہ جو شخص چاہے خلافت لے۔ اگر تمہارا گمان یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کو درباب خلافت میرے کام کا انجام کہ کس طرح وقوع پذیر ہو گا معلوم نہ تھا تو نبی الحقیقت تم بالکل خطا پر ہو۔ ایسے خیال سے باز آؤ میری ان بڑی بڑی فضیلتوں اور نیکیوں کو یاد کرو جو حضرت رسول خدا ﷺ کے سامنے وقوع میں آچکی ہیں۔ تم اپنے ارادے سے باز آ جاؤ۔ اگر تم میری نسبت اپنے باطل ارادے کو پورا کرو گے تو فتنہ پھیل جائے گا اور بہت خونریزی ہوگی۔ خدا سے ڈرو اور میرے کہنے کا یقین کرو کہ میں کتاب خدا اور سنت رسول محمد ﷺ کے مطابق تم سے برتاؤ رکھوں گا یہ لو بیت المال کی کھجیاں تمہارے حوالے کیے دیتا ہوں جسے پسند کرو اس کی تحویل میں دے دو اور جن شخصوں کو اچھا سمجھتے ہو شہروں کی امارت پر مقرر کر دو اور جو خواہشیں ہوں انہیں بھی بیان کر دو انہیں بھی میں پورا کر دوں گا۔ ہر ایک امر تمہاری رضامندی سے عمل میں آتا رہے گا اور تمہارا یہ دعویٰ کہ میں نے خط لکھا ہے اس کی بین شہادت لاؤ۔ میں تو میں اس خدائے

واحد کی جس کے سوا دوسرا خدا نہیں اور تمام ظاہر اور پوشیدہ امور کو جانتا ہے قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں نے یہ خط نہیں لکھا نہ لکھنے کا حکم دیا مجھے اس کی اطلاع تک نہیں۔

خاتمہ خلافت عثمان

خلیفہ نے جب اس انداز میں گفتگو کی تو سب سناٹے میں آ گئے۔ کسی نے کچھ نہ کہا۔ مگر مصر کے کچھ لوگ بولے اے عثمان ہمیں تمہاری ان باتوں کا یقین نہیں آتا۔ تم اپنے آپ کو سب سے بہتر سمجھتے ہو اور جانتے ہو کہ اسی واسطے اللہ نے خلیفہ بنایا ہے کہ مسلمانوں کے خون کو مباح جانو اور ہر روز کسی بزرگ صحابی کو ہاتھ یا زبان سے رنج دیتے رہو اور مدینہ رسول سے خارج کر دو کہ وہ غریب اپنی قوم اور عزیزوں سے علیحدہ رہ کر مر جاتا ہے۔ بیت المال اپنے رشتہ داروں کے حوالے کر دیا ہے۔ اے عثمان ان باتوں کو چھوڑ تم اب ہمیں نہیں پھلسا سکتے۔ اب صرف دو باتیں ہیں یا تو خلافت سے بسکدو ش ہو کر گوشہ نشینی اختیار کر لیں اور امر خلافت کو مشورہ پر رہنے دیں ورنہ تم قتل کیے جاؤ گے۔

اب خلیفہ عثمان نے سمجھ لیا کہ یہ لوگ کسی بات پر رضامند نہ ہوں گے۔ کوٹھے پر سے اتر کر گھر میں آ بیٹھے۔ ایک شخص عبداللہ بن سلام یہودیوں کا پیشوا اور مشرف بہ اسلام ہو چکا تھا اسے بلا کر کہا تو ان لوگوں کے پاس جا کر سمجھا اور وعظ و نصیحت کی باتیں سنا شاید تیری بات ان کی سمجھ میں آ جائے۔ اور وہ اس ارادے اور حرکت سے باز آ جائیں اور تیری وجہ سے یہ فساد فرو ہو جائے۔ عبداللہ بن سلام ان کے پاس گیا۔ سب نے دعائے خیر دے کر بٹھایا۔ بیٹھنے کے بعد اس نے حمد و ثناء خدا تعالیٰ بیان کی اور حضرت رسول خدا پر درود بھیج کر کہا اے لوگو! اللہ تعالیٰ نے تمام دینوں پر دین اسلام کو ترجیح دی ہے اور اس کے استحکام کے لیے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ کو پیدا کیا، ایمان والوں کو رحمت کا مژدہ سنایا، بے دینوں کو عذاب الہی سے ڈرایا، سب کو دین اسلام کی ہدایت کی اور دنیا کے تمام مقاموں میں مدینہ کو پیغمبر کے رہنے کے لیے منتخب کیا اور مکان اسلام اور سرانے ہجرت محمد لقب بخشا۔ جس وقت تک جناب رسول خدا مدینہ میں تشریف فرما تھے ملا کہ شہر کے گرد صف بستہ تھے اور آج تک بھی یہی کیفیت رہی اور شمشیر فتنہ نیام سے نہ نکلی۔ آج اس کے برعکس معاملہ دیکھتا ہوں۔ میں تمہیں خدائے واحد کی قسم دلاتا ہوں کہ فرشتوں کو اپنے پاس سے نہ ہٹاؤ اور سوتے ہوئے فتنے کو نہ جگاؤ۔ نیام میں رکھی ہوئی تلواریں نہ نکالو۔ سبدا وہ فتنہ جسے اللہ تعالیٰ کے فضل نے دفع کر دیا ہے خلقت کے افعال بد سے اٹھ کھڑا ہو اور پھر قیامت تک نہ مٹے۔ اس فتنہ سے بچو اور شیخ الاسلام خلیفہ پیغمبر کو قتل نہ کرو۔ خدا کی قسم روئے زمین پر گزشتہ زمانہ میں جس کسی پیغمبر کو قتل کیا گیا ہے اس کے عذاب میں اس امت کے اسی ہزار آدمی مارے گئے ہیں۔ اور کوئی خلیفہ پیغمبر ایسا قتل نہیں ہوا جس کے قتل کے بدلے ۳۵ ہزار آدمی نہ مارے گئے ہوں۔ خدا سے ڈرو اس بزرگوار کا خون نہ ہٹاؤ۔ یہ کہتا تھا کہ چاروں طرف سے آوازیں آنے لگیں۔ اے عبداللہ تو جھوٹا ہے عثمان نے تجھے رشوت دے کر ہمارے پاس بھیجا ہو گا جس کے لیے تو اس کی ایسی تفریضیں کرتا ہے۔ اے یہودی کھڑا ہو جا اور ہمارے پاس سے دور ہو خدا تجھے دفع کرے۔

عبداللہ یہ سن کر اٹھ کھڑا ہو اور عثمان کی خدمت میں پہنچ کر تمام گفت و شنید بیان کی۔ خلیفہ بہت حیران ہوئے اور کچھ سمجھ میں نہ آتا تھا کہ کیا تدبیر کریں۔

القصہ ام المؤمنین عائشہ بھی اس روپے کی وجہ سے جو ان کے لیے ابو بکر اور عمر نے مقرر کر رکھا تھا اب عثمان نے اس کی ادائیگی میں تساہل اختیار کر لیا تھا رنجیدہ خاطر تھیں۔ اس وقت قوم کو قتل عثمان پر آمادہ دیکھ کر کہا اے عثمان تو نے بیت

المال کو اپنا ہی مال سمجھ لیا ہے امت رسول کو تکلیف اور مصیبت میں پھنسا دیا ہے۔ اپنے آپ کو اور اپنے رشتہ داروں کو مسلمانوں کے مال میں حصہ دار بنا دیا ہے۔ ہر شخص کو ملکی انتظام دے رکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ تم کو آسمانی نعمتوں سے بے نصیب اور زہنی برکتوں سے محروم کرے۔ اگر یہ نہ ہو مگر تم اسلامی سیرت رکھتے اور سچ و سچی نماز ادا کرتے ہو تو تمہیں اسی طرح فتنہ کر دیا جاتا جس طرح اونٹ کو ذبح کرتے ہیں۔ عثمان نے ان باتوں کے جواب میں قرآن شریف کی یہ آیت پڑھی۔

ضرب اللہ مثلاً للذین کفروا امراة نوح و امراة لوط کانتا تحت عبدین من عبادنا صالحین فخانتاهم فلم یغنینا عنہما من اللہ شیئاً و قتل اذ خلا النار مع الناکلین یعنی اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کے لیے جنہوں نے کفر کیا مثال دی ہے کہ نوح اور لوط کی بیویاں دو عورتیں تھیں جو ہمارے دو نیک بندوں کے تصرفیں تھیں۔ دونوں نے خیانت کی اور اللہ تعالیٰ کی کسی شے نے ان کی کفایت نہ کی اور ان دونوں سے کہا گیا کہ داخل ہونے والوں کے ساتھ دوزخ میں داخل ہوں۔

عرض عائشہ نے قتل عثمان میں بہت بڑی کوشش کی اور فرمایا کہ تمہیں ابھی تک حضرت محمد مصطفیٰ کا کفن بھی میلانہ ہوا اور عثمان نے ان کی شریعت کو مسخ کر دیا۔ اے لوگوں! اس بڑھے نعل کو مار ڈالو خدا اسے مارے اور اسی حالت میں سفر مکہ اختیار کیا۔

مروان بن حکم نے حاضر ہو کر کہا اے مادر مومن! اگر تم اس سفر کو قیام سے بدل کر فساد کو مٹا دو اور عثمان کو قتل سے بچاؤ تو اس کا ثواب زیارت مکہ کے ثواب سے زیادہ پاؤ گی۔ عائشہ نے کہا میں حج کی تیاری کر چکی ہوں اور حج مجھ پر فرض ہو گیا ہے مروان نے تمہیں "یہ شعر پڑھا۔ حزق قیس علی البلاد حتی اذا اضطربت اجہما یعنی قیس نے دنیا میں آگ لگا دی اور جب وہ آگ خوب بھڑک اٹھی تو آپ الگ ہو گیا اور کہا اب تم عثمان کا کام تمام کر کے علیحدہ ہوتی ہو۔ عائشہ نے کہا تیرا یہ خیال ہے کہ میں عثمان کو اچھی طرح نہیں سمجھ سکی خدا کی قسم میری تو یہ آرزو ہے کہ عثمان کو پورے میں بند کر کے بجائے طوق میرے گلے میں ڈال دیں اور میں اس پورے کو لے جا کر بحیرہ خضر میں پھینک آؤں۔

مروان نے کہا آخر تم نے اپنے دل کی بات ظاہر کر ہی دی۔ عائشہ نے کہا یہی بات ہے۔ اس کے بعد جانب مکہ روانہ ہو گئیں۔ عبداللہ ابن عباس بھی عائشہ کے پاس گیا۔ عائشہ نے کہا اے عبداللہ خدا نے تجھے علم و فضل اور عقل و گویائی عطا کی ہے خبردار لوگوں کو اس طاغی یعنی عثمان کے قتل سے نہ روکنا کیونکہ یہ اپنی قوم کے لیے ایسا ہی منحوس ہے جیسا جنگ بدر کے دن ابوسفیان اپنی قوم کے حق میں منحوس تھا۔ یہ کہہ کر سواری ہانک دی اور عثمان کو اسی کش کش میں چھوڑ دیا۔ سعید بن عاص والی کوفہ خلیفہ کی خدمت میں حاضر ہوا، عرض کی آپ کے معاملے میں میں نے کچھ سوچا ہے اور ایک رائے قائم کی ہے۔ فرمایا بیان کر۔ سعید نے کہا حج کا زمانہ آ گیا ہے۔ موقع ہے کہ اس طرف چلے چلو۔ لبیک کہتے ہوئے گویا حج کو جا رہے ہیں۔ مکان سے اور سمت کعبہ کی راہ لو پھر امن سے ہو جاؤ گے۔ اس کش کش اور چپقلش سے پھوٹ جاؤ گے عثمان نے کہا خدا کی قسم مدینہ کے سوا جو حضرت محمد مصطفیٰ کا وطن الموف اور مسکن مقررہ ہے۔ کسی دوسری جگہ کی سکونت اختیار نہ کروں گا۔ سعید نے کہا تم کو ان باتوں میں سے ایک بات پر ضرور عمل کرنا چاہئے۔

اول یہ کہ ان لوگوں سے مقابلہ کرو ہم سب تمہارے خدمت گار اور عزیز بھی ان سے جنگ کریں گے اور مردانہ وار لڑیں گے۔ یا فتح پائی یا سب مارے گئے۔

دوسری بات یہ ہے کہ تمہارے پاس بہت عمدہ اونٹ موجود ہیں ان پر سوار ہو کر شام کی طرف نکل جاؤ۔ وہاں معاویہ مع لشکر جرار موجود ہے۔ تمہارے دوست وغیرہ سب وہاں جمع ہو جائیں گے۔ تم امن سے ہو جاؤ گے اور ان لوگوں میں سے

کسی کا حوصلہ نہ ہو گا کہ وہاں پہنچ کر تمہیں ستائیں۔

تیسری بات یہ ہے کہ ہمیں اجازت دو کہ ہم تم کو مع اہل و عیال اونٹوں پر سوار کرا کر بصرہ میں پہنچادیں وہاں میرے دوست اور خدمت گار قبیلہ اسد میں موجود ہیں۔ تم نے اس قبیلہ پر بڑی مہربانیاں اور بخششیں کی ہیں۔ ہم ان لوگوں میں ہوں گے تو کوئی شخص بھی ہماری طرف نظر نہ اٹھائے گا۔ اور اگر چڑھائی بھی کی تو ہم اور تم اس کی مدد سے مار بھگائیں گے۔

عثمان نے ان تینوں باتوں کو ناپسند کیا۔ کہا میں کسی طرح مدینہ سے نہ نکلوں گا۔ جو ہونا ہو گا اسی جگہ ہو رہے گا۔ میں اسی پر راضی ہوں۔ ادھر عثمان کے دشمن بارادہ قتل جمع ہو رہے تھے۔ اسامہ بن زید نے حضرت علیؑ کی خدمت میں حاضر ہو کر کہا۔ اے ابو الحسن ان لوگوں نے پختہ ارادہ کر لیا ہے کہ عثمان کو مار ڈالیں۔ مجھے آپ سے از حد محبت اور اخلاص ہے۔ آپ مجھے اپنی جان سے بھی زیادہ عزیز ہیں۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ آپ مدینہ سے باہر تشریف لے جائیں اپنے مال و اسباب کو زیر نظر رکھیں تاکہ متوقع قتل آپ کے سامنے واقع نہ ہو۔ اگر آپ مدینہ میں ہوں گے اور لوگ اسے مار ڈالیں گے تو لوگ مطعون کریں گے اور آپ پر تہمت لگائیں گے۔ اگر آپ موجود نہ ہوں گے تو یہ بات نہ ہوگی اور نہ آپ پر کوئی الزام لگائیں گے۔

حضرت علیؑ نے فرمایا کہ اے ابو محمد مجھے اس جھگڑے سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ نہ میرے ہاتھ میں کوئی بات ہے۔ جو کچھ ہند و نصیحت واجب تھی اس میں کمی نہیں کی۔ خلیفہ سے سب کچھ کہا سنا ہو چکی، اس نے سب کو اہل غرض سمجھا پھر میں نے بھی سمجھانا چھوڑ دیا اور اپنے گھر میں بیٹھ گیا۔ خدا کی قسم عثمان کے معاملے میں میری کوئی غرض شامل نہیں ہے۔ بلکہ اگر وہ کئے اور کسی کی نصیحت مانے تو اب بھی اس کے کام کو اسی طرح انجام دوں جس طرح پہلے کئی مرتبہ بگڑے ہوئے کاموں کو بنایا ہے۔ اب بھی کوئی کمی نہ کروں گا جہاں تک مجھ سے ہو سکے گا مدد کروں گا اور ان لوگوں کے فساد سٹا دوں گا۔ یہ کہہ کر اپنے بیٹے حضرت حسنؑ کو بلایا اور کہا اے فرزند عثمان کے پاس جا اور ان سے کہہ کہ میرے باپ کو تمہاری طرف سے بہت بڑا خیال ہے۔ اور جب سے سنا ہے کہ یہ لوگ تمہارے معاملہ میں حد سے گزر کر قتل کا پختہ ارادہ کئے ہوئے ہیں۔ اور کسی کی نصیحت نہیں سنتے وہ بہت ہی متفکر ہے اور میری طرف سے کہنا بخدا میں نہیں چاہتا کہ تم زحمت میں مبتلا نہ ہو، اس لئے سخت متروک ہوں اور اگر کہو اور جس امر کو اچھا سمجھوں میں تمہاری امداد کروں اور جس طرح ممکن ہو اور جہاں تک طاقت سے بن پڑے اور ان لوگوں کو تمہارے مکان کے گرد سے ہٹا دوں۔

حسن بن علیؑ نے عثمان کے پاس پہنچ کر باپ کا پیغام پہنچایا اور بیٹھ گئے۔ عثمان نے جواب دیا اپنے باپ سے کہہ دینا کہ میں تمہیں تکلیف دینا نہیں چاہتا کہ ان لوگوں سے لڑو اور جھگڑو۔ کیونکہ میں نے کل شب کو خواب میں جناب رسول خداؐ سے سنا ہے کہ مجھ سے فرماتے ہیں اے عثمان یہ لوگ تیرے قتل کا ارادہ رکھتے ہیں اگر تو ان سے جنگ کرے گا تو خباہت کا اور اگر اپنے آپ کو ان کے حوالہ کر دے گا تو گویا حکم باری سبحانہ تعالیٰ پر رضامند ہو گا اور روزہ میرے پاس آکر کھول اب میرا دل یہی چاہتا ہے کہ روزہ خدمت جناب محمد مصطفیٰؐ میں جا کر کھولوں اور اس دولت سے مشرف ہوں حضرت حسنؑ خاموش ہو کر واپس چلے آئے۔ اور جو کچھ عثمان نے کہا تھا حضرت علیؑ سے بیان کر دیا۔ امیر المؤمنین علی ابن ابی طالبؑ نے فرمایا انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اسی وقت یہ خبر آئی کہ طلحہ بن عبد اللہ عثمان کے مکان کی چھت پر جا پہنچا اور بنی تمیم کے لوگ اس کے ہمراہ ہیں۔ عثمان نے بھی یہ بیت لکھ کر علیؑ کی خدمت میں بھیجے:

فان كنت ما كولا فكن خيرا كل والافادركنى ولما انزق

یعنی اگر مجھے قتل ہی کرنا ہے تو مجھے اپنے ہاتھ سے مار ڈالو کیونکہ تم علی ابن ابی طالب ہو اور اگر مجھے مارنا نہیں چاہتے تو طلحہ کے ہاتھ سے قتل نہ ہونے دو۔ اور اس بیت کے علاوہ یہ بھی لکھا کیا تم اس بات سے راضی ہو کہ تمہارا چچا زاد بھائی اس نڈر قوم کے ہاتھ سے ہلاک ہو جائے۔ حضرت علیؑ اس تحریر کو پڑھتے ہی اٹھ کھڑے ہوئے اور فرمایا۔ حضرت میرے بیٹے کی کیا مجال کہ وہ قتل کر سکے۔ اس کے بعد آپ مسجد میں تشریف لائے۔ آپ کے فرزند اور دوست سب مسجد میں جمع ہو گئے۔ نماز ظہر وہیں ادا کی۔ بنی حنیم یہ دیکھ کر کہ حضرت علیؑ عثمان کی مدد کے لئے تشریف لائے ہیں طلحہ کو تنہا چھوڑ کر حاضر خدمت ہوئے۔ اب طلحہ نے اپنے آپ کو تنہا پایا۔ ہام سے اتر کر عثمان کے پاس آیا اور بہت کچھ عذر و معذرت کی باتیں کیں۔

عثمان نے کہا اے حضرت میرے بیٹے تو نے میرے اوپر قیامت نازل کی لوگوں کو میرے قتل کے لئے اکٹھا کر کے لایا اب جو یہ دیکھا کہ حضرت علیؑ میری مدد کے لئے تشریف لائے ہیں اور تیری قوم نے دہشت کی وجہ سے تیرا ساتھ چھوڑ دیا اور سب متفق ہو کر حضرت علیؑ کی خدمت میں جا حاضر ہوئے ہیں۔ تو اب تو عذر کرتا ہے خدا تیرا عذر قبول نہ کرے۔ طلحہ عثمان کی یہ باتیں سنتا تھا اور کچھ نہ کہتا تھا۔ سر جھکائے وہاں سے اٹھ کر باہر چلا آیا۔ اب عثمان پھر بام پر گئے اور دیوار پر سے سر نکال کر کہا اے لوگو تم واقف ہو کہ مجھے جناب رسالت ماب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت باسعادت میں بہت بڑا مرتبہ حاصل ہے اور میں شروع ہی میں مسلمان ہوا ہوں۔ میرے اوصاف مقبول ہیں۔ میں صاحب ولایت اور مجتہد ہوں۔ اگر مجھ سے اجتہاد میں کوئی غلطی واقع ہوئی ہو تو یا قصداً یا سہواً ظہور میں آئی ہو تو میں اس سے آئندہ باز رہوں گا۔ اس سے توبہ کرتا ہوں اور سخت بیزار ہوں اور خدا سے اس کی معافی مانگتا ہوں، تم میرا عذر قبول کرو میری توبہ اور عذر کو سچا سمجھو، سب لوگوں نے عثمان کی یہ باتیں سن کر سر جھکائے اور کچھ نہ بولے مگر ان میں سے اہل مصر نے بہ آواز بلند عثمان کو سخت و ست کہا اور بد زبانی سے پیش آئے۔

زید بن ثابت نے کہا اے انصار تم نے جناب رسول خداؐ کی امداد کی ہے اسی وجہ سے تمہیں انصار کہتے ہیں۔ آج اس کے عاجز خلیفہ کی مدد کرو کہ دو چند انصار اللہ کہلاؤ۔ اور دگنا ثواب پاؤ۔ جلد بن عمر ساعدی نے کہا اے زید ہم تیری اس بات کو نہ مانیں گے۔ ہم قیامت کے دن اس گروہ سے نہیں ہونا چاہتے جو یہ کہیں گے انا اطعنا سادتنا و کبراءنا فاضلونا السبیل خدا کی قسم اب نماز عصر کے بعد سے نماز مغرب کے وقت تک عثمان کی حیات باقی ہے۔ ہم اسے قتل کر کے تقرب بارگاہ الہی حاصل کریں گے۔ اس کے بعد حجاج غزنہ انصاری نے اہل مصر کو آواز دی اس کافر کی بات نہ سنو اور جو ارادہ کر لیا ہے اسے پورا کرو۔

غرض ان میں سے ایک شخص نے لکڑیاں لیں اور ان میں آگ لگا کر عثمان کے مکان کی پہلی دہلیز پر رکھ دیں۔ آگ نے دروازہ جلا کر پہلی دہلیز گرا دی۔ پھر دوسرے دروازے میں آگ لگا دی۔ وہ بھی جل کر گر پڑا، اب عثمان نے سوچا کہ یہ لوگ جو دروازہ جلا رہے ہیں بالکل بے مروت ہو گئے ہیں۔ خدا خیر کرے جب دروازے جل کر گر گئے تو ان لوگوں نے جھوم کر لیا اور شور و غل کرتے ہوئے مکان کے اندر گھس گئے۔ خلیفہ عثمان آج روزہ دار تھے جمعرات یا جمعہ کا دن تھا، گیارہویں یا سترہویں ذی الحجہ کی تاریخ اور ۳۵ھ تھا۔ حضرت حسن بن علیؑ اور عبد اللہ ابن عمر خلیفہ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ عثمان نے حضرت حسنؑ کی طرف متوجہ ہو کر کہا اے بیٹے تیرے باپ کو تیری طرف سے خیال ہو گا اور وہ تیری وجہ سے متاثر ہوں گے۔ میں تجھے خدائے رب العزت کی قسم دے کر کہتا ہوں کہ اٹھ اور بہ خیریت واپس چلا جا۔ اپنے آپ کو تکلیف اور خطرہ میں نہ ڈال۔ میں نے تو اپنے اپنے کو مرضی الہی کے حوالہ کر دیا ہے اور اس ناخدا ترس قوم کے پلے پڑ گیا

ہوں۔

حسن اٹھ کر باہر چلے آئے اور عبداللہ ابن عمر بھی آپ کے ساتھ ہی اٹھ کر چلا آیا۔ خلیفہ عثمان نے مروان سے کہا میں تجھ کو قسم دلاتا ہوں ان لوگوں سے جنگ نہ کرو۔ مروان نے کہا اے امیرالمومنین تم کو قسم دیتا ہوں کہ ہمیں جنگ سے نہ روکو کیا تم نہیں دیکھتے کہ دشمن غلبہ کر کے مکان کے اندر گھس آئے ہیں اور آدمیوں کو تکلیف پہنچا رہے ہیں۔ اب وہ ان بن حکم، سعد بن عاص، مغیرہ بن احنس، عبداللہ بن ربیعہ، عبداللہ ابن عبدالرحمن بن عوام اور عثمان کے عزیز۔ اور رشتہ داروں، غلاموں اور خدمت گاروں نے جمع ہو کر ان لوگوں پر جو اندر گھس آئے تھے حملہ کر دیا۔ اور پہا کر کے باہر نکال دیا۔ جب عثمان نے دیکھا کہ میرے غلام زرہ اپنے تلوار لئے مستعد جنگ ہیں فرمایا تم میں سے جو شخص ہتھیار نہ اٹھائے اور تلواریں نیام میں کرے گا اسے میں نے آزاد کیا یہ سنتے ہی عثمان کے غلاموں نے تلواریں نیام میں کر لیں۔ پھر خلیفہ نے اپنے عزیزوں سے جو جنگ کے لئے تیار تھے کہا اگر تمہیں میزبانی خوشی منظور ہے اور اللہ تعالیٰ کی رضامند درکار ہے تو ان لوگوں سے مت لڑو اور ہتھیار رکھ دو میں نے اپنے آپ کو مرضی الہی کے حوالہ کر دیا ہے۔ اور مرضی الہی پر راضی ہوں۔ اسی اثناء میں دیکھا کہ خلیفہ کے تمام در و بام سے پتھر آنے لگے ہیں اور کچھ لوگ پسر حزم انصاری کے گھر میں جو خلیفہ کے گھر سے ملتا ہوا تھا گھس آئے اور وہاں سے اینٹ پتھر پھینک کر لوگوں کو زخمی کر رہے ہیں۔ اور غل مچا رہے ہیں۔

کہ یہ پتھر ہم نہیں مارتے بلکہ یہ تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے پڑ رہے ہیں۔
عثمان نے جواب دیا کہ اے بے وقوفو! تم جھوٹ بولتے ہو اگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے آتے تو مجھ سے بچ کر نہ گرتے اور کوئی نشانہ بیکار نہ جاتا۔

ان لوگوں نے پھر شور و غل مچایا اور دوبارہ پھر خلیفہ کے مکان میں گھس آئے اور تلواریں سونت کر عثمان کے رشتہ داروں پر ٹوٹ پڑے، عثمان جاء نماز پر بیٹھے تھے اور بالکل حرکت نہ کرتے تھے۔ جب بہت ہی غل ہوا اور آپس میں جنگ ہونے لگی تو خلیفہ کے عزیزوں نے کہا آپ روزہ سے ہیں اور یہ لوگ شرارت پر آمادہ ہیں۔ بہتر ہے کہ آپ روزہ کھول لیں اور ہمیں حکم دیں کہ آپ کے سامنے ان سے جنگ کریں۔ جہاں تک ہو سکے گا ان سے لڑیں گے۔ خلیفہ نے کہا جو منظور الہی ہے میں اسی میں خوش ہوں میں اپنے آپ کو اس کے حوالے کر چکا ہوں، روزہ نہ کھولوں گا۔ حضرت رسول خدا کو میرا انتظار ہے۔ اتنے میں مغیرہ بن احنس نے تلوار سونت کر اور آگے بڑھ کر رفاعہ بن رافع انصاری پر حملہ کیا۔ رفاعہ بھی مقابلے پر آیا اور ایک تلوار گردن پر ماری۔ جس نے زرہ کو کاٹ کر گردن زخمی کر دی۔ مروان بھاگ کر عورتوں میں چلا گیا۔ عبداللہ بن عبدالرحمن بن عوام بھی آگے بڑھا اور ان لوگوں سے بولا۔ خدا سے ڈرو اور شرم کرو خلیفہ کے قتل سے باز آؤ۔ اس کی اطاعت تم پر فرض ہے، جو خلیفہ کتاب خدا اور سنت پیغمبر کے مطابق تمہارے ساتھ برتاؤ کرتا ہے اسے روز قیامت کیا جواب دو گے۔ ابھی یہ کلمے زبان ہی پر تھے کہ عبدالرحمن بن حنبل نے لپک کر تلوار ماری اور عبداللہ گر کر مر گیا۔ اتنے میں عثمان کے غلاموں میں سے ایک غلام نے آگے بڑھ کر عبدالرحمن بن حنبل پر حملہ کیا۔ مگر اشتر نخعی نے اسے بھی قتل کر دیا۔

پھر عبداللہ بن زعمہ بن اسود پر حملہ کر کے اسے بھی ہلاک کر دیا۔ اور اس پر بھی بس نہ کر کے عبداللہ مسموم بن عوف کو جو بڑا عابد و صالح شخص تھا اسی ہنگامہ میں ہلاک کر دیا۔

پھر خلیفہ عثمان کی طرف چلا جس وقت یہ ارادہ قتل قریب پہنچا دیکھا کہ خلیفہ تنہا ہے۔ کوئی مدافعت کرنے والا موجود نہیں خلیفہ نے بھی اشتر کو دیکھا۔ اشتر کو لحاظ دامن گیر ہوا۔ خلقت کی ملامت سے ڈرا اور اسی وقت وہاں سے پلٹ آیا۔

مسلم بن کثیر کو فنی نے کہا اے اشتر تو نے خلیفہ کے مارنے کا قصد کیا، قریب پہنچ کر ڈر گیا اور واپس چلا آیا۔ اشتر نے کہا ڈر نہیں مگر میں نے اسے تنہا پایا کوئی میرا روکنے والا نہ تھا۔ مجھے شرم آئی اور واپس چلا آیا۔ محمد بن ابی بکر درانہ خلیفہ کے پاس پہنچا اور سامنے بیٹھتے ہی کہا ہاں اے پیر گفتار سنبھل۔ عثمان نے کہا میں عثمان بن عفان جناب رسول خدا محمد مصطفیٰ کا خلیفہ ہوں۔ تو جھوٹا ہے جو میری توہین کرتا ہے۔ محمد بن ابی بکر نے ہاتھ بڑھا کر خلیفہ کی داڑھی پکڑ لی اور کہا تم نے اپنے حق میں خدا کی قدرت کو کس رنگ میں دیکھا۔ خلیفہ نے کہا اللہ نے ہمیشہ میرے ساتھ بھلائی کی ہے۔ اے بیٹھے تو خدا سے ڈر اور داڑھی چھوڑ دے، اگر تیرا باپ ابی بکر زندہ ہوتا تو وہ کبھی میری داڑھی نہ پکڑتا۔ اور میری یہ توہین نہ کرتا۔ محمد نے کہا اگر میرا باپ زندہ ہوتا تو تجھے ہرگز ایسے فعلوں کی اجازت نہ دیتا جو خلاف شرع ہیں۔ خلیفہ نے ہاتھ بڑھا کر قرآن شریف جو دست راست رکھا ہوا تھا اٹھا لیا اور کہا یہ اللہ کی کتاب ہے۔ میں اس کے مطابق تمہارے ساتھ برتاؤ کرتا ہوں اور ہر امر میں تمہاری رضامندی کا خیال رکھتا ہوں۔ تمہاری آرزوؤں کو پورا کرتا ہوں۔ تم سے کسی شے کو عزیز نہیں رکھتا۔

محمد بن ابی بکر نے جواب دیا الان وقد عصيت من قبل و كنت من المفسدين یعنی اب کیا ہو سکتا ہے تو نے پہلے نافرمانی کی۔ تو فسادی ہے۔ اور وہ بیٹھے جو ہاتھ میں لئے ہوئے تھا خلیفہ کی گردن پر مارا گردن کسی قدر زخمی ہو گئی۔ بیٹھے نے زیادہ کاٹ نہ کی، خون جاری ہو گیا۔ کہتے ہیں کہ خلیفہ کے خون کا پہلا قطرہ اس آیت پر پڑا تھا۔ **لَقِيلِمَهُمُ اللّٰهُ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ**

اب محمد بن ابی بکر خلیفہ کی ہلاکت سے شرمناک واپس چلا آیا اور کنانہ بن بشر نے درانہ پہنچ کر خلیفہ کے سر پر ایک گرز مارا اور سیدان بن حمران مرادی نے تلوار کا ایک وار کیا۔ اب خلیفہ سخت زخمی ہو کر پشت کے بل گر پڑے۔ پھر ان لوگوں نے بھی دائیں بائیں جانب سے وار کئے ابو جرب عاصمی نے ایک ضرب لگائی اور ایک مصری نے چاہا کہ خلیفہ کی ناک کاٹ لے مگر نائلہ دختر فرافضہ کلبنی نے جو بڑی قوی ہیکل لڑکی تھی اس کی تلوار پکڑ لی جس سے نائلہ کا انگوٹھا کاٹ گیا وہ چلائی کہ اے لوگو تم نہیں جانتے کہ کیسے پارسا اور پاک دامن انسان کو ہلاک کرتے ہو۔ لوگوں نے قصد ہلاکت اس کی طرف بھی رخ کیا، وہ بھاگ گئی۔ اتنے میں عثمان کا ایک غلام رباح نام خلیفہ کی تلوار لئے ہوئے آیا اور سودان بن حمران پر جو خلیفہ کی ناک قطع کرنے کا ارادہ رکھتا تھا حملہ کر کے ایسا ہاتھ مارا کہ اس کا سر کاٹ کر دور جاگرا۔ تمبرہ بن وہب نے یہ دیکھ کر رباح کے دو ٹکڑے کر دیئے۔ اور ایک اور غلام نے تمبرہ کو مار ڈالا۔

اسی اثناء میں عمر بن حنظلہ حنظلہ بن عثمان کے سینے پر جا بیٹھا ابھی کسی قدر جان باقی تھی کہ اس نے نو زخم لگائے اور کہا تین زخم تو خدا کی راہ میں لگائے ہیں اور چھ اس کینہ کی وجہ سے جو اس کی طرف سے میرے دل میں موجود تھا۔ عمر بن حنظلہ بے رحمی سے آیا اور لاتیں مار کر خلیفہ کی دو پسلیاں توڑ ڈالیں اور کہا **سَجَعْتَ اَبِي حَتَّى مَلَأْتِ فِي السَّعْجِ** یعنی اسی نے میرے باپ کو قید کیا تھا یہاں تک کہ وہ قید ہی میں سر گیا۔ الغرض لوگوں نے چاہا کہ عثمان کا سر قطع کر لیں۔ عورتیں رونے پینے لگیں اس لئے سب لوگ اس ارادہ سے باز آئے۔ پھر خلیفہ کے گھر کو لوٹا، خزانہ میں سے دو بوریاں درہوں سے بھری ہوئی نکلیں۔ اس کے بعد سب لوگ گھر میں سے باہر نکل آئے۔ اس واقعہ کے بعد عبدالرحمن بن ابی بکر اور ابو بہیم بن حذیفہ عثمان کے دروازہ پر آئے کہ عثمان کی لاش کے کفن و دفن کی تدبیر کریں۔ حجاج بن غزوانہ انصاری کو دیکھا کہ اپنے رشتہ داروں کے ساتھ موجود ہے۔ اور کسی کو اندر نہیں جانے دیتا۔ ابو بہیم نے کہا اگر تو ہمیں نماز پڑھنے کے لئے اندر نہ جانے دے گا تو فرشتے نماز پڑھیں گے۔ حجاج نے کہا اگر تو غلط کہتا ہو تو تجھے بھی خدا اسی کے پاس پہنچائے۔ ابو بہیم نے کہا

یہ تو بہت ہی اچھا ہو گا کہ اگر قیامت کے دن میں اس کے ساتھ رہوں گا۔ ایک مصری بول اٹھا۔ اللہ تعالیٰ اس کا حشر شیطان کے ساتھ کرے اور یہ ہمارا ہی قصور ہے کہ تجھے زندہ چھوڑ دیا۔ ابو ہبیم کے ایک دوست نے سمجھایا کہ تو کیوں بولتا ہے کیا اپنی جان کا دشمن ہے یہاں سے چلا جا۔ ابو ہبیم وہاں سے چل دیا اور حسان بن ثابت کے پاس پہنچا۔ حسان نے کہا تو کس لئے برہم ہو رہا ہے۔ اس نے کہا اس سے زیادہ اور کیا ہو گا کہ لوگوں نے عثمان کو قتل کر دیا اور اب نہ اسے اٹھانے دیتے ہیں نہ نماز پڑھنے کی اجازت دیتے ہیں۔ حسان نے کہا تو اپنے آپ کو ہلاکت میں کیوں ڈالتا ہے۔ جن لوگوں نے عثمان کے قتل کو آسان سمجھا ہے وہ تجھ جیسے کے قتل کرنے سے کیا اندیشہ کریں گے۔ ابو ہبیم خاموش ہو گیا اور اپنے گھر چلا گیا۔

قتل عثمان کا واقعہ جمعہ کے دن سترہ ذی الحجہ ۳۵ھ کو نماز عصر کے وقت ظہور میں آیا۔ خلیفہ کی پیدائش سال عام الفیل سے چھ برس بعد کی ہے۔ اس ہنگامہ کے وقت ان کی عمر بیاسی برس تھی۔ مدت خلافت گیارہ سال گیارہ ماہ اور چودہ روز۔ کیونکہ عمر ابن الخطاب یکم محرم کو دفن ہوئے تھے اور تین دن تک مشورہ ہوتا رہا تھا۔ پس بالضرور ۳ محرم کو عثمان مسند خلافت پر جلوہ افروز ہوئے۔ اور سترہ ذی الحجہ تک خلیفہ رہے۔

غرض تین دن تک عثمان کی لاش کو دفن نہ ہونے دیا۔ ویسے ہی بے حفاظت پڑی رہی۔ اور ایک ٹانگ کتے لے گئے۔ عبداللہ بن سواد جو صحابیوں میں سے ایک بزرگ شخص تھا یہی کہتا رہا کہ اسے مسلمانوں کے قبرستان میں دفن نہ ہونے دوں گا کیونکہ وہ مسلمان نہ تھا۔ کیونکہ یہ بات تحقیق کے ساتھ معلوم ہے کہ اپنی خلافت کے زمانہ میں ایک دن مسجد سے گھر جاتے ہوئے جبکہ بنی امیہ اس کے گردا گرد جا رہے تھے ابو سفیان آیا اور بولا یا بنی امیہ قلففوا ما تلفت الکونہ نو الذی یحلف بد ابو سفیان ما من ما عذاب ولا حساب ولا جنتہ ولا نار ولا یبعث قبلہ یعنی اے بنی امیہ اس بادشاہت کو حاصل کرو بخدا نہ عذاب کوئی شے ہے نہ حساب نہ بہشت نہ دوزخ نہ حشر اور نہ قیامت۔ عثمان نے اس پر حد شرع جاری کرنے اور مار ڈالنے کے عوض مسلمانوں کے خزانہ عامر سے اسے دو لاکھ دینار دلوائے۔

القصہ حکیم بن حزام اور ہبیر بن مطعم حضرت علیؑ کے پاس آئے کہ کسی تدبیر سے عثمان کو دفن کرا دیں آپ نے حضرت حسن کو اہل مصر کے پاس بھیجا کہ باز آ جاؤ اور عثمان کو دفن کر لینے دو۔ انہوں نے آپ کی ہیبت سے اس بات کو مان لیا۔ تیسرے دن نماز شام اور نماز عشاء کے درمیانی وقت حسن بن علی نے عبداللہ بن زبیر، ابو ہبیم اور چند اور آدمیوں کو ہمراہ لے کر نقش ایک چھوٹے سے تختے پر جس پر ایک ٹانگ نیچے لٹکتی رہی اور مصری راستے میں جمع ہو کر بائع ہوتے رہے اور پتھر مارتے تھے کہ مسلمانوں کے قبرستان میں نہ لے جائیں ناچار کو کب کے باغیچے میں لے گئے۔ کو کب ایک صحابی کا نام ہے اور اس کا یہ باغیچہ یہودیوں کے قبرستان کے قریب واقع تھا۔ وہاں پر عثمان کو دفن کر دیا۔ انصار میں سے کچھ آدمی آئے انہوں نے نماز جنازہ پڑھنے سے روکا اس وقت حضرت علیؑ نے کسی کو بھیج کر انہیں منع کیا اور وہ اس ارادہ سے رک گئے۔ اس وقت حکیم بن حزام نے نماز جنازہ پڑھی۔ معاویہ نے فرمانروا ہونے کے بعد حکم دے دیا تھا کہ مسلمان اپنے مردوں کو صبیح کے اس طرف دفن کیا کریں جس طرف عثمان کی قبر ہے تاکہ یہ قبر قبرستان صبیح سے مل جائے۔ عثمان کو اسی پیراہن میں جو بدن پر تھا دفن کر دیا تھا اور غسل بھی نہ دیا تھا اور جس جگہ عثمان دفن ہے قبرستان بنی امیہ کے نام سے مشہور ہے۔

ہاں جبکہ ام المومنین عائشہ صدیقہ کو جو سفر مکہ کے وقت حتی الامکان لوگوں کو قتل عثمان کی ترغیب و تحریص دلاتی رہی تھیں جیسا کہ پیشتر ذکر آچکا ہے بمقام مکہ اطلاع ہوئی کہ قتل عثمان ممتاز صحابہ کے ہاتھ سے واقع میں آیا۔ نہایت شاد ہوئیں اور

کما بعده الله بما قدمت يداه الحمد لله الذي قتله یعنی عائشہ نے عثمان کے قتل ہونے پر خدا کا شکر ادا کیا اور لعن و نفرین بھیجی۔ سچ تو یہ ہے کہ عثمان نے اپنے آخری وقت میں کچھ ایسے شعر بھی لکھے ہیں جس طرح کوئی اپنے افعال سے پشیمان ہوتے ہیں۔ اور راوی کہتے ہیں کہ یہ دونوں شعر انہیں کے ہیں۔

نفنى اللذاذة ممن قال صفوتها من الحرام وبقى الاثم والعار
بقى عواقب سوء من معقبها لا خبر فى لذة من بعدها النار

خلافت علی ابن ابی طالب علیہ السلام جو جنگ جمل سے شروع ہوتی ہے

جب ماجر اور انصار اور اہل مصر متفق ہو کر عثمان کو محصور اور قتل کر چکے تو لازم ہوا کوئی شخص ان کا امام اور خلیفہ بنے اس کے بعد تمام ماجر اور انصار مسجد رسول خدا میں جمع ہوئے اور مشورہ کیا کہ کے خلیفہ بنائیں۔ عمار بن یاسر، ابو الیشم بن ایتیان، رفاعہ بن رافع، مالک بن عجلان اور ابو ایوب خالد بن یزید اور لوگوں کی نسبت حضرت علی کی خلافت کے زیادہ خواستگار تھے۔ ان میں سے عمار بن یاسر نے یہ آواز بلند کہا اے انصار اور ماجرین تم عثمان کو اچھی طرح دیکھے ہوئے ہو کہ تمہارے ساتھ کس طرح پیش آتا رہا۔ اب اپنے آپ کو سنبھالو کہ اس جیسے شخص سے پالانہ پڑ جائے۔ اس وقت علی مرتضیٰ تم میں موجود ہیں۔ انہیں حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جو قربت ہے وہ تم سب کو معلوم ہی ہے۔ اور یہ بھی جانتے ہو کہ وہ سب سے پہلے مسلمان ہوئے ہیں۔ جماعتوں کی گروہ بندیوں کے تفرقوں سے بچو اور ان کی بیعت میں جلدی کرو۔ عمار کے اس کلام کے جواب میں تمام ماجرین اور انصار نے کہا اے عمار تم نے بہت ٹھیک بات کہی اس سے بہتر اور کوئی رائے نہیں ہو سکتی۔ یہ بالکل درست ہے۔ پھر سب کے سب جمع ہو کر حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالب کی خدمت میں آئے اور کہا اے ابو الحسن لوگوں نے عثمان کو مار دیا اور آپ جانتے ہیں کہ کوئی شخص خلیفہ ضرور ہونا چاہیے اور اب آپ کے سوا کوئی شخص اس عمدہ جلیلہ کا اہل نظر نہیں آتا۔ آپ ہماری استدعا منظور فرمائیں اور ہمیں اجازت دے دیں کہ آپ کی بیعت کریں۔ کیونکہ عثمان کی نقش ہونہ گھر میں پڑی ہے۔ جب تک آپ سے بیعت نہ کر لیں گے اسے دفن نہ کریں گے۔ امیر المومنین علی نے فرمایا اے دوستو مجھے خلافت کی خواہش نہیں نہ مجھے اس کی ضرورت ہے۔ میں نہیں چاہتا کہ مجھ سے کوئی شخص بیعت کرے۔

ان میں سے ایک شخص نے کہا سبحان اللہ آپ ہمیں بیعت کرنے کی اجازت نہیں دیتے حالانکہ قتل عثمان میں ان لوگوں کی بڑی مصلحت تھی۔ حضرت نے فرمایا ایسا نہ ہونا چاہیے تھا۔ مجھ سے درگزر اور یہ کام کسی اور کے سپرد کرو۔ طلحہ و زبیر دونوں موجود ہیں وہ اس کام کی لیاقت رکھتے ہیں اور ممکن ہے کہ وہ خلافت کے خواہاں بھی ہوں۔ وہ سب حضرت علی کو ساتھ لے کر طلحہ کے گھر آئے۔ حضرت علی نے طلحہ سے کہ اے ابو محمد یہ لوگ میرے پاس آئے ہیں اور چاہتے ہیں کہ مجھ سے بیعت کریں۔ مجھے منظور نہیں کیونکہ خلافت کا کام بڑا مشکل ہے۔ مجھے اس کی ضرورت نہیں۔ تو ہاتھ بڑھا کہ لوگ تیری بیعت کریں۔ طلحہ نے جواب دیا اے ابو الحسن اس کام کے لیے تم ہی سب سے بہتر اور افضل ہو اور امت رسول کی خلافت آپ ہی کا حق ہے کیونکہ آپ میں پہلے ہی سے بہت سی خوبیاں اور فضیلتیں مجتمع ہیں۔ اور مزید یہ کہ حضرت رسول خدا کے نہایت ہی قریبی رشتہ دار ہو۔

حضرت علی نے کہا مجھے اندیشہ ہے کہ جس وقت میں اس خدمت کو قبول کر کے انتظام شروع کروں تو مبادا تیری جانب سے پس و پیش اور مخالفت کا اظہار ہو۔ طلحہ نے کہا حاشا وکلا میں خدا سے پناہ مانگتا ہوں کہ مجھے تمہارا گناہ گار اور دشمن نہ بنائے کیونکہ ایسا کرنے سے میں ظالم ہو جاؤں گا۔ حضرت علی نے فرمایا کیا تو ان باتوں کا عہد و اقرار کرتا ہے اور خدائے عزوجل کو اس امر کا گواہ قرار دیتا ہے؟ طلحہ نے کہا میں نے خدا سے عہد کر لیا اور سب امور قبول کر لیے۔ کبھی ان باتوں سے منحرف نہ ہوں گا ہمیشہ تمہاری رضامندی کا پابند رہوں گا۔ امیر المومنین نے کہا تو پھر آہمارے ساتھ چل کہ زبیر کے پاس چلیں اور اس سے بھی ان باتوں کا عہد کرالیں۔ طلحہ نے کہا سر و چشم اور ہمراہ ہو لیا۔ جب زبیر کے پاس پہنچے تو حضرت علی نے زبیر سے بھی وہی بات کہی جو طلحہ سے کہی تھی۔ اور زبیر نے بھی وہی جواب دیا جو طلحہ نے دیا تھا۔ اور حضرت علی کے ساتھ عہد و پیمان کیا کہ میں آپ کی رضا سے کبھی باہر نہ ہوں گا اور نہ کسی وجہ سے آپ کی محبت اور ہوا خواہی سے سرتابی کروں گا۔ ہمیشہ عہد شکنی سے اپنے آپ کو بچائے رکھوں گا۔ جب طلحہ اور زبیر امیر المومنین سے یہ عہد و پیمان کر چکے اور جملہ وضعی، شریف اور مہاجر و انصار نے آپ کی خلافت کے لیے سخت اصرار کیا تو آپ زبیر کے پاس سے واپس آ کر مسجد خدا میں تشریف لے گئے اور ایک جگہ نشست فرمائی۔ جس وقت تمام آدمی جمع ہو گئے تو مہاجر و انصار میں سے ابو التیمیم بن ایتھان، رافع بن رفاع، مالک بن عجمان اور ابو ایوب خالد بن یزید اور ہزیمہ بن ثابت وغیر نے ایک زبان ہو کر کہا اے لوگو تم جانتے ہو کہ عثمان تم سے کس طرح پیش آتا تھا اب وہ نہیں رہا۔ حضرت علی کے فضائل اور کرامتیں اور قربت قرابت رسول خدا آفتاب روشن کی طرح ظاہر ہیں۔ اور جو جو علوم اور اخلاق حسنہ اور فضائل حمیدہ ذات بابرکات والا میں جمع ہیں وہ محتاج بیان نہیں ہیں۔ حلال و حرام سے متعلق باریک مشکلوں اور ہماری تمہاری ہر روز بلکہ ہر ساعت کی ضرورت کی واقفیت سے تم آگاہ ہو اگر ہم اجزاء کار خلافت میں کسی اور شخص کو حضرت علی سے زیادہ بڑھا چڑھا پرہیزگار اور خدا ترس پاتے تو تمہیں اس کی بیعت کی صلاح دیتے۔ لیکن آج دنیا بھر میں یہ نیک خصلتیں آپ سے زیادہ کسی اور شخص میں موجود نہیں ہیں۔ پس کیا تمہاری مصلحت ہے اور آپ کے کار خلافت کو تم کیسا سمجھتے ہو۔ سب نے متفق لفظ کہا۔ ہم حضرت علی کی خلافت سے رضامند ہیں۔ اور کسی دباؤ یا مجبوری سے نہیں بلکہ بخوشی خاطر اس کی اطاعت و فرمانبرداری اختیار کرتے ہیں اور از روئے یقین و بصیرت ہم اس امر کو قبول کرتے ہیں نہ بہ سب تردد و پریشانی۔ حضرت علی نے فرمایا تم نے جو دباؤ اور مجبوری بغیر محض دلی ارادہ اور شوق سے قبول کرنے کا ذکر کیا ہے تو کیا محض اپنی حسن عقیدت سے ایسا کیا ہے یا منجانب حق تعالیٰ مجھے اس کا حق دار سمجھ کر کہا ہے۔ سب نے کہا ہم منجانب الہی آپ کا حق اپنی گردنوں پر واجب سمجھتے ہیں۔

امیر المومنین علی نے فرمایا تم آج اپنے اپنے گھر چلے جاؤ اور اس معاملے میں مزید غور و فکر کر لو، پھر کل آنا اور جس امر پر سب متفق ہوں گے انشاء اللہ اسے عمل میں لایا جائے گا۔

دوسرے دن حضرت علی کے مسجد میں تشریف لانے سے پہلے ہی سب لوگ آ کر جمع ہو گئے۔ پھر حضرت علی بھی آگئے اور منبر پر تشریف فرما ہو کر حمد و ثنائے باری تعالیٰ کے بعد حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود بھیجا اور فرمایا اے لوگوں آج معاملہ خلافت تمہارے قابو سے نکلتا ہے۔ اچھی طرح سوچ لو جس شخص کو تم اچھا سمجھو اور اس کام کے لائق جانو یا از روئے مصلحت بہتر معلوم ہو اسے خلیفہ بنا لو۔ میں (علی) بھی تمہارے ساتھ ہوں۔ اس معاملہ میں تم سے مخالفت

نہ کروں۔

امیر المومنین کی ان باتوں کو سن کر مسجد کی ہر سمت اور ہر گوشہ سے آوازیں آنے لگیں کہ ہم آج بھی اس ارادہ پر اٹل ہیں جس پر کل مستعد تھے۔ ہم انتظام امور خلافت میں آپ سے بہتر کسی دوسرے شخص کو نہیں پاتے آپ دست مبارک بڑھائیں کہ ہم آپ کی بیعت کریں۔ امیر المومنین یہ بات سن کر اور جملہ مہاجر و انصار کو اس ارادہ پر مستعد پا کر خاموش ہو رہے۔

طلحہ ابن عبد اللہ نے اٹھ کر حضرت کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر بیعت کی۔ طلحہ کا ایک ہاتھ جنگ احد میں زخمی ہو جانے سے شل ہو گیا تھا۔ قبضہ بن حباب اسدی نے کہا انا للہ وانا الیہ راجعون۔ یہ تو بڑا غضب ہوا کہ بیعت کے لیے حضرت علی کے ہاتھ پر سب سے پہلے شل ہاتھ رکھا گیا۔ خدا کی قسم طلحہ کی بیعت کو قیام نہ ہوگا۔ اس میں ضرور نقص واقع ہوگا۔

غرض طلحہ کے بعد زبیر نے بیعت کی۔ اس کے بعد سب مہاجر و انصار، شرفاء و فضلاء اور سردارن عرب و عجم اور اوسط درجہ کے ہر ایک شخص اور صاحب جاہ و حشم نے جو مدینہ میں حاضر تھا دل سے بیعت کی۔ حضرت علی نے خلیفہ ہو کر فرمایا کہ عثمان کے مکان میں وہ تمام مال حاضر کرو۔ لوگوں نے لا کر حاضر کر دیا۔ اور اسباب و اسلحہ جو خزائن عامرہ سے متعلق تھا وہ بھی لایا۔ آپ نے سب کچھ خزانہ عامرہ میں بھیج دیا۔ پھر صدقہ کے اونٹ منگائے اور ایک محافظ کے حوالے کیے۔

اس کے بعد عثمان کا باقی ماندہ مال اس کے وارثوں کے لیے چھوڑ دیا۔ پھر حکم دیا کہ خزانہ عامرہ کا تمام مال حاضر کرو۔ لوگوں نے لا کر موجود کر دیا۔ آپ نے فرمایا یہ سب مال مہاجرین اور انصار میں تقسیم کر دو۔ ہر شخص کے حصے میں تین تین دینار آئے نہ کم نہ زیادہ۔ باقی احوال سے خدا بخوبی واقف ہے!

جب عائشہ صدیقہ نے حج کر کے مدینہ کی طرف مراجعت کی اور شہر کے قریب پہنچیں تو عبید بن سلمہ ایسی جو ابن کلاب کے نام سے مشہور تھا، استقبال کے لیے نکلا۔ عائشہ نے پوچھا کیا حال ہے اس نے کہا لوگوں نے عثمان کو مار ڈالا۔

عائشہ نے کہا پھر کیا ہوا۔ عبید نے جواب دیا کہ حضرت علی سے بیعت کر لی گئی۔ عائشہ بولی اے کاش آسمان زمین پر پھٹ پڑتا اور میں یہ دن نہ دیکھتی اور یہ خبر سنتی، خدا کی قسم عثمان کو ظلم سے مار ڈالا اور بے خطا ان کا خون بہا دیا۔ واللہ عثمان کی عمر کا یہ ایک دن علی کی تمام عمر سے بہتر تھا۔ میں چین سے نہ بیٹھوں گی۔ جب تک عثمان کے خون کا بدلہ نہ لے لوں گی۔

عبید نے کہا تم ایسا کیوں کہتی ہو۔ کیا تم علی کی تعریفیں نہ کیا کرتی تھیں اور کہا کرتی تھیں کہ آج روئے زمین پر کوئی شخص درگاہ جناب الہی میں حضرت علی ابن ابی طالب سے زیادہ گرامی نہیں اب کیوں ان کی دشمن بن گئیں اور کس واسطے ان کی خلافت سے بے زار ہو کیا تم ہی عثمان کے قتل کے لیے لوگوں کو ترغیب نہ دلاتی تھیں۔ اس پر گفتار کو مار ڈالو اب کیا ہوا کہ ایسی باتیں کرتی ہو۔ عائشہ نے کہا میں اس وقت ایسا ہی کہتی تھی جب سے اس کی خبر سن لی باز آئی۔ کہ اس نے تم سے توبہ کر لی تھی توبہ کے سبب اس کے تمام گناہ جاتے رہے تھے تم نے اسے مار ڈالا۔ خدا کی قسم میں اس کے خون کا بدلہ لوں گی۔ اور کبھی اس کام کو نہ بھولوں گی۔

عبید نے کہا اے ام المومنین خدا کی قسم تم اچھا نہ کرو گی۔ امت محمد مصطفیٰ میں فساد اور تفرقہ پیدا کرو گی۔ بڑے بڑے فساد اٹھ کھڑے ہوں گے اور بے شمار خونریزیاں وقوع میں آئیں گی عائشہ نے عبید کی بات پر ذرا توجہ نہ کی بلکہ نصف راستہ سے پلٹ کر مکہ کی راہ لی۔

جب عثمان کے مارے جانے اور امیر المومنین علی ابن طالب سے جملہ مہاجر اور انصار کے بیعت کرنے کی خبر تمام اطراف میں پھیل گئی تو کوفہ والوں کو بھی خبر ہوئی۔ وہ ابو موسیٰ اشعری کے پاس جو اس وقت امیر کوفہ تھا حاضر ہوئے اور کہا تو نے کس لیے امیر المومنین علی سے بیعت نہیں کی اور نہ ان کی بیعت کے لیے اور لوگوں کو جمع کیا حالانکہ تمام مہاجر اور انصار نے ان سے بیعت کر لی ہے۔ ابو موسیٰ نے کہا مجھے اس امر میں کچھ تامل ہے۔ دیکھتا ہوں کہ اس کے بعد کیا واقعہ ہوتا ہے اور کیا خبر آتی ہے۔

ہاشم بن عقبہ بن ابی وقاص نے جواب دیا اور کیا خبر آئے گی۔ عثمان کو مار ڈالا۔ مہاجر و انصار اور خواص و عوام نے حضرت امیر المومنین علی سے بیعت کر لی۔ کیا تو اس بات سے ڈرتا ہے کہ علی سے بیعت کر لی تو عثمان دوسرے جہان سے پلٹ آئے گا۔ ہاشم نے یہ کہہ کر اپنے واسطے ہاتھ میں پائیاں ہاتھ پکڑ لیا اور کہا پائیاں ہاتھ میرا ہے اور دایاں ہاتھ حضرت علی کا۔ میں نے ان سے بیعت کی اور ان کی خلافت کو قبول کیا۔ ہاشم نے اس طرح سے بیعت کی تو ابو موسیٰ بھی مجبور ہو گیا کوئی عذر نہ کیا اور اٹھ کر بیعت کی۔

اس کے بعد تمام اکابر و سادات اور مشائخ و مشاہیر کوفہ نے بیعت کر لی۔ پھر تو یہ خبریں تمام اطراف و جوانب میں مشہور ہو گئیں۔ یمن والے بھی بہ رغبت دلی ادائے رسم مبارکباد کے لیے حضرت علی کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ سب سے پہلے یمن کے نامور اشخاص میں سے رفاعہ بن وائل ہمدانی و اردبندہ ہولہ ان کے بعد روینہ بن ویر بجلی نے مع قبائل سفرمدینہ اختیار کیا۔ حضرت علی نے اطلاع پا کر اشتر نخعی کو طلب کر کے حکم دیا کہ نامور لوگوں کو لے کر ان کے استقبال کے لیے جائے۔ اشتر شاندار جمعیت اور نمایاں سامان کے ساتھ نکلا۔ متصل پہنچ کر مرخبا کہا اور نہایت عزت و حرمت اور مہربانی سے پیش آیا اور کہا تمہیں اس زمانہ باسعادت و ہمایوں فال اور خدمت امام عادل و خلیفہ کامل سے ہمیشہ خوشی و خرمی حاصل ہو ہم تمہارے دوست ہیں اور تم ہمارے۔ پھر ان کے ہمراہ مدینہ میں آئے امیر المومنین نے فرمایا انہیں بہت اچھے مکان میں ٹھہرائیں۔ ایک دن آرام کیا دوسرے دن خدمت امیر المومنین میں طلب کیا گیا تاکہ ان سے ملیں اور گفتگو کریں۔

اس گروہ میں دس زعماء حاضر خدمت ہوئے۔ فیاض بن جلیل الازدی سب کے آگے تھا۔ اس کے بالترتیب ورقہ بن وائل ہمدانی، یکسوم بن سلمتہ الجہنی، روینہ بجلی، رفاعہ بن شداد خولانی، ہشام بن ابیرہ نخعی، جمیع بن ختم کندی، انیس بن قیس کندی، عقبہ بن نعمان مہجری اور عبدالرحمن بن ملجم مرادی تھے۔ امیر المومنین نے باریابی کی اجازت دی اپنے قریب بٹھایا۔ اور نہایت مہربانی فرمائی پھر فرمایا۔ تم یمن کے سربر آوردہ اور نامور لوگ ہو اگر مجھے کوئی ایسی سخت مہم پیش آجائے کہ اس کا فیصلہ زبان شمشیر کے سوا ممکن نہ ہو تو تم معزکہ آرائیوں اور جنگ و جدل کے وقت کس درجہ تک پائیداری اختیار کرو گے اور کہاں تک ہمارے ساتھ رہ کر جنگ کرو گے۔ ان میں سے عبدالرحمن بن ملجم مرادی نے جواب دیا۔ اے امیر المومنین ہماری ناف تلوار سے قطع کی گئی ہے۔ تیروں کے پستان سے ہم نے دودھ پیا ہے۔ جنگجو بہادروں میں رہ کر پرورش پائی ہے۔ تیرو تیر کے زخموں کو ہم اپنے بدن پر بہار گلستان سمجھتے ہیں۔ ہم آپ کی اطاعت کو خدا تعالیٰ کی عبادت جیسا واجب سمجھیں گے اور جنگ کے لیے جس طرح کا حکم لے گا وہاں پہنچ کر فتح و نصرت کے ساتھ مراجعت کریں گے۔

حضرت علی نے مرخبا کہہ کر وعدہ بڑے بزرگ فرمائے۔ اور انعام و اکرام اور خلعت مرحمت فرما کر بڑی نوازش فرمائی۔ اور بخیر و خوبی رخصت عطا کی۔ اس کے بعد عمار یا سرنے خدمت بابرکت میں حاضر ہو کر عرض کی کہ جملہ وضع و شریف نے بہ

حالت مجبوری و پریشانی بیعت کی ہے۔ نامور لوگوں کا ایک گروہ عبداللہ بن عمر، محمد بن عمر بن مسلمہ بن زید، حسان بن ثابت اور سعد بن مالک جیسے شخصوں کا باقی رہ گیا ہے۔ اگر آپ مناسب سمجھیں تو انہیں بلا کر دلداری فرمائیں کہ وہ بھی حاضر خدمت ہو کر مہاجر و انصار کے ساتھ بیعت میں شریک ہوں۔

حضرت علی نے فرمایا اے عمار جس شخص کو ہماری طرف توجہ نہیں ہے ہمیں بھی اس کی کوئی ضرورت نہیں۔ اشتر نخعی نے عرض کی اے امیر المومنین ان کا طلب کر لینا ہی بہتر ہے کہ وہ بیعت کر لیں۔ اگرچہ یہ وہ لوگ ہیں جو قبل ازیں خدمت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ میں رہ چکے ہیں اور ہماری جماعت سے مقدم ہیں۔ مگر یہ ایسا معاملہ ہے جس میں سب کو ش اہل ہونا اور موافقت اختیار کرنی لازم ہے کہ پھر کسی کو جائے عذر باقی نہ رہے۔ آپ انہیں بلا لیں کہ وہ بیعت کر جائیں۔ آج زبان سے کام بنتا ہے مبادا کل کو نیزہ اور تلوار سے کام لینا پڑے۔ اور دوست دشمن برابر نہیں ہو سکتے۔ مالک بولا لوگ اپنے کاموں کی درستی کے لیے آپ کی پیروی اختیار کرتے ہیں۔ آپ بھی اپنے کام کے لیے استحکام کا خیال فرمائیں اور تمام لوگوں کو اپنی خدمت و اطاعت کی طرف متوجہ کریں۔

حضرت امیر المومنین نے فرمایا کہ اے مالک میں ان لوگوں کو تم سے زیادہ جانتا ہوں۔ اور خوب پہچانتا ہوں۔ انہیں اپنی مرضی پر چھوڑ دے۔ زیاد بن حنظلہ تمہی نے اٹھ کر کہا کہ جو شخص آپ کی خدمت و بیعت پر راضی نہ ہو گا ہمیں اس سے کچھ کام نہیں اور جس شخص سے بہ جبر بیعت لی جائے وہ کسی شمار میں نہیں آ سکتا، اگر وہ لوگ اپنی بھلائی اور سعادت سمجھ کر یہ رغبت دلی حاضر خدمت ہوں اور بیعت کریں تو بہت اچھی بات ہے ورنہ ان سے کچھ مطلب نہ رکھنا چاہیے۔

سعد و قاص نے آگے بڑھ کر کہا اے امیر المومنین خدا کی قسم مجھے اس میں ذرا بھی شک نہیں کہ تم اس امت کے خلیفہ برحق ہو اور دین و دنیا میں محفوظ اور مطمئن ہو لیکن یہ بات آئی آپ کے ساتھ ہیں اس معاملہ میں ضرور جھگڑا کریں گے۔ اگر تم چاہتے ہو کہ میں بھی تمہاری بیعت اختیار کر لوں تو مجھے ایک ایسی تلوار دو جس کے ایک زبان اور دوسرا لب ہوں بولتی ہو اور حق و باطل کا فرق بتا سکتی ہو۔ امیر المومنین نے فرمایا تو مجھ سے حجت طلب کرتا ہے۔ اے سعد تیرا وہی حال ہے جیسا کوئی خدا کی بھیجی ہوئی وحی کے خلاف کہتا یا کرتا ہو۔ مہاجرین و انصار اور جملہ مسلمانان میں یہ امر مسلمہ ہے کہ کتاب خدا اور سنت رسول کے مطابق ان سے برتاؤ کروں گا۔ اگر تجھے پسند ہو بیعت کر نہیں تو اپنے گھر میں جا بیٹھ میں تجھے مجبور نہیں کرتا۔

عمار یا سرنے کہا اے سعد خدا سے ڈر سب کو اس کے سامنے جانا ہے امیر المومنین علی خلیفہ برحق ہیں۔ آپ کے مدارج و مناقب کلام الہی میں درج ہیں محتاج بیان نہیں جب کہ تمام مہاجر و انصار نے آپ کی خلافت کو مان لیا ہے سب نے بیعت کر لی تجھے بھی اپنی بیعت کے لیے بلایا ہے۔ تو عذر کرتا ہے اور ایسی تلوار مانگتا ہے جس کے لب و زبان موجود ہوں۔ یہ اچھی بات معلوم نہیں ہوتی ہے کہ تیرے دل میں کچھ اور بات سائی ہوئی ہے۔ اسی گفتگو کے اثناء میں حضرت امیر المومنین نے آدمی بھیج کر مروان بن حکم، سعید بن عاص اور ولید بن عقبہ کو جو اپنے گھر میں بیٹھ رہے تھے اور بیعت سے منحرف تھے بلایا اور پوچھا کیا سبب ہے کہ تم میرے پاس نہیں آئے اور بیعت سے منحرف ہو۔

ولید بن عقبہ نے جواب دیا کہ اے امیر المومنین ہم کس امید پر آپ کی بیعت اختیار کریں اور آپ سے کس شے کی توقع رکھیں۔ آپ ہی نے ہمارے پر و بال اکھاڑے اور ہمارے سینوں میں کینہ پیدا کیا ہے میرے باپ کو جنگ بدر میں آپ

نے ہلاک کیا۔ سعید بن عاص کے باپ کو بھی جو بنی امیہ کا جلیل القدر سردار تھا روز بدر قتل کیا۔ مروان اس کے باپ کو امیر المومنین عثمان نے مدینہ میں ہلا لیا تھا، تم نے اسے جیسا کچھ سخت دست کما سو کہا۔ تم نے عثمان کی رائے کو کمزور اور خطا پر بتایا۔ غرضیکہ آپ نے ہم تینوں کے ساتھ ایسا کچھ کیا جس کا بیان ناممکن ہے۔ اب ہم کس طرح بیعت کریں اور کس دل سے آپ کو دوست سمجھیں تمہیں انصاف کر سکتے ہو۔ علاوہ ازیں اگر آپ سے بیعت بھی کی جائے تو اس شرط پر کریں گے کہ تم عثمان کے قاتلوں کو قتل کرو اور ہم سے جو خطا اور سوء واقع ہوں انہیں معاف کرو۔ کیونکہ انسان غلطی اور خطا سے خالی نہیں ہو سکتا۔ اور اگر ہم اپنے بچا زاد بھائی معاویہ کے پاس شام کو جانا چاہیں تو ہمیں اجازت دی جائے اور روکا نہ جائے۔

امیر المومنین نے جواب دیا کہ تمہارا کینہ میری ذات سے ناختم نہیں۔ جو کینہ مجھ سے رکھتے ہو وہ خدا سے رکھنا چاہیے۔ اور عثمان کے قاتلوں کی خوزیری اگر آج میرے امکان میں ہو تو کل پرہہ جھوڑوں۔ تم خوف زدہ نہ ہو جس امر کا تمہیں خوف ہے میں نے تمہیں امان دی۔ مروان نے کہا اگر ہم آپ کے ساتھ بیعت نہ کریں تو آپ ہمارے ساتھ کس طرح پیش آئیں گے۔ فرمایا اگر بیعت سے انکار کرو گے تو قید کروں گا اور جب تک مسلمانوں کے متفق اور بیعت سے راضی نہ ہو گے نہ جھوڑوں گا۔ اور اگر بغاوت اور سرکشی کرو گے تو سخت سزا دوں گا۔ حضرت امیر علیہ السلام کی یہ باتیں سن کر چار و ناچار بیعت کی اور واپس چلے گئے۔ اس معاملے کے بعد آپ نے سنا کہ وہ ہر وقت متسکر اور خوف زدہ رہتے ہیں جان و مال کی طرف سے مطمئن نہیں ہیں اور مروان بن حکم نے اس مضمون کے چند اشعار تصنیف کر کے جناب امیر المومنین کو سنائے۔ وہ اشعار یہ ہیں:

لقد مت لمالم اجدلی مقامنا اما می ولا خلفی سوی الموت مرصل

و اودی ابن امی والحوادث جمتہ نرالی المناہیا والکتاب الموجل

امت علیا کنت راض بامره ولا ناظر نہ محق و مبطل

جناب امیر علیہ السلام نے یہ اشعار سن کر آدمی بھیجا اور مروان ولید اور سعید کو بلا کر فرمایا اگر تمہارا دل مدینہ میں نہیں لگتا اور میری طرف سے خوفزدہ رہتے ہو اور شام کی طرف جانا چاہتے ہو تو میں چلے جانے کی اجازت دیتا ہوں۔ اور اگر جانب شام نہیں جانا چاہتے اور کسی اور طرف کا قصد ہے تو بھی کچھ مضائقہ نہیں۔ مروان نے کہا آپ ہر وقت ہم پر مہربانی فرماتے رہتے ہیں۔ الحمد للہ کہ ہم امن سے ہیں اور مطمئن کسی قسم کا خوف نہیں اور ہمارے نزدیک مدینہ اور تمام مقامات سے بہتر ہے۔

آپ نے فرمایا تمہیں اختیار ہے چاہے یہاں رہو چاہے معاویہ کے پاس یا اور جہاں کہیں بھی جی چاہے جا سکتے ہو۔ وہ سب خوش خوش واپس چلے آئے۔ اس کے بعد مروان نے ایک قصیدہ تصنیف کیا جس میں ہر قسم کا تذکرہ اور حضرت علی کی برائیاں درج تھیں لکھا تھا کہ حضرت عثمان کے قاتل خوش حال اور فارغ البال ہو گئے۔ وہ مدینہ میں پھرتے اور قتل عثمان پر ناز کرتے ہیں۔ علی انہیں دیکھتا ہے اور خوش ہے۔ انجام کار معاویہ نے بھی یہ داستان سنی اور مدینہ میں بھی ان اشعار کی شہرت ہو گئی۔ مسلمانوں نے بھی من لیا۔ کچھ نے مروان کے مار ڈالنے کا ارادہ کیا مگر حضرت علی نے انہیں روکا اور فرمایا کہ اسے کچھ نہ کہو اس نے مجھے ہی برا کہا ہے نہ کہ تمہیں۔ ولید بن عقبہ نے وہ اشعار سن کر مروان کی ملامت کی۔

معاویہ ملک شام میں بیٹھا ہوا عثمان بن امیہ اور دشمنان شاہ مروان کے حالات کا متلاشی اور جو یا رہتا تھا ہر روز مدینہ کی خبروں کی تلاش تھی۔ ایک دن ایک شخص مدینہ سے وارد شام ہوا۔ معاویہ کے پاس پہنچا۔ معاویہ نے پوچھا تو کون ہے اور کیا نام رکھتا ہے۔ اس نے کہا حجاج بن خزیمرہ الیہمان ہوں مدینہ سے آیا ہوں۔ معاویہ نے کہا وہاں کے حالات بیان کر۔ اس نے واقعہ قتل عثمان از اول تا آخر کہہ سنایا اور تمام ہی اچھے برے حالات کہہ ڈالے معاویہ نے کہا میں نے امیر المومنین عثمان کے قتل کا واقعہ سن رکھا ہے تمام کیفیت سے آگاہ ہوں۔ کیا تو اس روز مدینہ ہی میں تھا۔ یہاں نے کہا ہاں میں مدینہ ہی میں تھا اور ذرا ذرا سے واقعات سے باخبر ہوں۔ معاویہ نے کہا ہاں یہ بتا عثمان کو کس شخص نے مارا ہے۔ اس نے جواب دیا اول یکسوح مرادی اس کے پاس پہنچا اور حکم بن حنبل نے اس کی امداد کی۔ محمد بن ابی بکر نے اسے زخمی کیا۔ کنانہ بشر نخعی اور سیدان بن حمران مرادی نے زخم شدید لگائے۔ پھر اشتر نخعی، عمار یاسر، عمر بن حقیق خزاعی اور بہت سے آدمیوں کے نام موجب طول کلام ہیں۔ خلیفہ کے گھر میں گھس گئے اور جو کچھ کرنا تھا کیا اور غم و غصہ کی باتیں اشتعال دلائی تھیں۔ معاویہ نے کہا ظالم اللہ عمرہ اگر عثمان کے دوست اور معتمد اس کا ساتھ نہ چھوڑ دیتے تو عثمان نہ مارا جاتا۔ خدا کی قسم جو سب شے پر قادر ہے اگر میری عمر نے وفا کی اور اہل شام نے ساتھ دیا تو اس گروہ کو ان کے فعل کی سزا دوں گا اور ان سے خون عثمان کا بدلہ لوں گا۔

پھر حجاج سے پوچھا کس کس نے علی کی بیعت کی۔ اس نے جواب دیا تمام مہاجر و انصار اور سرداران حجاز و یمن و کوفہ اور مصر کے بڑے بڑے نامور لوگوں نے اور امیروں نے بھی علی کی بیعت کر لی ہے اور غالباً اس وقت تک بصرہ کے بزرگوں نے بھی بیعت کر لی ہو گی۔ مگر باوجود اس کے شامی لشکر جو تیرے پاس موجود ہے تیرا وفادار اور سامان جنگ سے لیس ہے علی کا لشکر منتشر ہے۔ اور ابھی تک اس کا قدم نہیں جمانہ کسی امر کو استحکام حاصل ہوا ہے کہ وہ مدینہ سے حرکت کر سکیں۔ آج تیرا لشکر سب کا سب تیرا ساتھی ہے اور جو فوج محمد اور یکل ہوتی ہے اگرچہ تعداد میں کم ہو مگر غیر متحد لشکر پر غالب آتی ہے۔ اور تیرا لشکر تو علی کے لشکر سے زیادہ ہے۔ اور پھر سب کے سب تابع احکام۔ اگر تو علی کے مخالفت کرنا چاہے تو اس وقت بہت اچھا موقع ہے قبل اس کے کہ وہ پوری قوت حاصل کر کے ساز و سامان سے درست ہو جائے اس پر حملہ کر دینا چاہیے تاکہ کام ختم ہو جائے اور جس وقت علی نے اپنا کام درست اور انتظام مستحکم کر لیا تو میں یقین کرتا ہوں کہ ملک شام کو تیرے پاس نہ رہنے دے گا۔ اور بغیر شام کے حجاز و عراق پر راضی نہ ہو گا اور اگر تیرے پاس حجاز و عراق نہیں اور شام تیرے قبضے میں ہو تو اسی پر خوش رہے گا۔

معاویہ نے کہا اے حجاج واللہ تو سچ کہتا ہے میں عثمان کی مدد نہ کرنے سے سخت پشیمان ہوں۔ اس نے مجھ سے مدد مانگی میں نے نہ کی اگر میں اس کی مدد کرتا تو اس کا کوئی کچھ نہ بگاڑ سکتا۔ مجھے اس بات کا برا غم ہے۔ پھر اس نے اسی مضمون کا قصیدہ لکھا۔ وفات عثمان پر بہت کچھ حسرت و افسوس اور اس کی امداد میں سستی و کالی کے حالات اس میں درج کیے ماسوا اس کے خون طلبی اور انتقام کشی کے جو خیالات اس کے دل میں پک رہے تھے انہیں بھی ظاہر کر دیا۔ اب یہ قصیدہ مشہور ہو گیا اور مدینہ میں بھی پہنچا۔ منیرہ بن شعبہ یہ قصیدہ سن کر جناب امیر المومنین حضرت علی کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور کہا اگر آپ قبول فرمائیں تو مجھے کچھ عرض کرنا ہے آپ نے اجازت دی کہ بیان کر۔ منیرہ نے کہا آپ معاویہ کی طرف سے خبردار رہیں وہ عثمان کے پچا کا بیٹا ہے اور ملک شام اس کے قبضے میں ہے میں آپ کی خلافت کے مخالفت میں کسی سے اس قدر اندیشہ نہیں کرتا جس قدر معاویہ کی مخالفت سے اگر آپ مناسب سمجھیں تو بالفعل اسے دلاسا دینا چاہیے اور ملک شام اسی کے پاس رکھیں بلکہ ایک اور مزید دستاویز اس کے پاس بھیج دی جائے کہ وہ خوش ہو کر کوئی اور ارادہ نہ کرے۔

نیز اطراف و جوانب اور دشمن بھی جب اس خبر کو سنیں گے کہ امیر المومنین علی نے معاویہ کی دلداری فرما کر ملک شام پر بحال و قائم رکھا تو آپ کی طرف مائل ہو جائیں گے اور آپ کی اطاعت اور متابعت کی طرف راغب ہوں گے۔ اس وقت دوست اور دشمن سب احاطہ فرمان برداری میں آجائیں گے۔ اور جملہ انتظام ٹھیک ہو کر علاقہ سرسبز و آباد ہو جائیں گے۔ میری یہی رائے ہے۔ جو عرض کی گئی۔ آئندہ جو حضور کی رائے ہو۔ آپ نے فرمایا کہ اے مغیرہ تیری رائے بہت درست ہے اور میں خوب سمجھتا ہوں کہ مجھے معاویہ کی طرف سے ہوشیار رہنا چاہیے۔ مگر جناب رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جو فرمان عزم قائل و ما کنت متعده المضلین عضدا نازل ہوا ہے معاویہ کے حق میں رعایت کرنے سے روکتا ہے۔ مجھے معاویہ کے ظلم و اسراف کا حال بخوبی معلوم ہے۔ میں نہیں چاہتا کہ اسے مسلمانوں کا والی بنائے رکھوں۔ یا کسی اور علاقہ کا کام اس کے حوالے کروں ہاں اسے خط لکھ کر مسلمانوں کی متابعت کے متعلق ہدایت کروں گا۔ اگر وہ اپنی سعادت مندی سے سمجھ کر اپنے افعال سے باز آگیا اور میری بیعت کر لی پھر اس کے ساتھ رعایت کرنے میں کوئی کلام نہ ہو گا اور اگر اس نے انکار کیا اور مخالفت اختیار کر کے جھگڑا اٹھایا تو اس کے معاملہ کا تقفیہ خدا پر چھوڑوں گا اور منتظر رہوں گا کہ کیا نتیجہ نکلتا ہے۔

مغیرہ نے کہا ان باتوں سے ہمارا صرف یہی مطلب تھا کہ امر خلافت و امامت کو رونق ہو آپ اس طرح فرماتے ہیں یقیناً معاویہ پر ان باتوں کا کوئی اثر نہ ہو گا اور معاملہ بہت طول پکڑ جائے گا خدا نیک انجام کرے۔ مغیرہ یہ کہہ کر حضرت علی کے پاس سے چلا گیا۔

اس واقعہ کے بعد جناب امیر علیہ السلام نے شام کے ملاحظہ اور معاویہ سے ملنے کا بائیں خیال کہ اس کی نسبت جو کچھ مصلحت ہو اس پر عملدرآمد کیا جائے، قصد فرمایا۔ ابو ایوب انصاری امیر المومنین کے اس ارادے سے مطلع ہو کر حاضر خدمت ہوا اور عرض کہ مدینہ سے آپ کا جانب شام سفر کرنا میری رائے میں خلاف مصلحت ہے۔ یہی بہتر ہے کہ آپ مدینہ میں قیام فرما رہیں شمر کو خالی نہ چھوڑیں کیونکہ مدینہ مرکز اسلام ہے اور معدن ایمان، مقام ہجرت جناب رسول خدا ہے اور یہاں پر حضرت رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا روضہ اطہر موجود ہے۔ آپ کے واسطے یہ مقام عمدہ جائے پناہ اور مستحکم و مضبوط قلعہ ہے۔ پہلے خلفاء بھی اسی جگہ رہے۔ انہوں نے اس مقام کو کبھی خالی نہیں چھوڑا۔ یہ وجوہات مذکور یہی مناسب معلوم ہوتا ہے کہ آپ بھی اسی جگہ قیام رکھیں، یہاں تک کہ امر خلافت کو استحکام حاصل ہو جائے۔ اور جملہ اطراف کے مددگار اور سردار آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر سعادت بیعت سے شرف ہو لیں۔ اور جمعیت فراہم ہو جائے۔ اگر کسی طرف سے کوئی دشمن ظاہر بھی ہو گا تو لوگوں کے اجتماع کے سبب اس کو شکست دینا آسان ہو گا۔ غرضیکہ مدینہ کے قیام کے ساتھ بہت سی برکتیں شامل ہیں۔ اور حضور ان باتوں کو بخوبی جانتے ہیں۔ آپ نے جواب دیا اے ابو ایوب جو کچھ تو نے کہا بالکل ٹھیک ہے۔ اور یہی مصلحت اور مناسب وقت ہے لیکن لشکر اور مال دونوں عراق میں ہیں، شام والوں کا کچھ بھروسہ نہیں۔ عراق میں میری موجودگی سے شام کی طرف سے خدشہ مٹ جائے گا۔ لیکن تیری یہ رائے نہیں ہے تو میں نے بھی شام کا ارادہ فسخ کر دیا اور تیرے مشورہ کو قبول کیا۔ غرضیکہ مدینہ میں قیام فرما کر انتظام مملکت میں مصروف ہوئے۔ اپنے بھانجے جعدہ بن بصرہ بن ابی وہب مخزومی کو بلا کر خراسان کی حکومت کا فرمان لکھ دیا۔ اور حکم دیا کہ وہاں پہنچ کر خراسان کے باقی حصہ کو بھی جو ابھی فتح نہیں ہوا ہے فتح کرے۔

پھر عبدالرحمن بن ابزی کو نواح ماہین کی حکومت کا فرمان تحریر کر کے اس سمت بھیج دیا اسی طرح اپنے عامل مقرر کر کے ان تمام علاقوں میں بھیج دیئے جو زیر فرمان تھے۔

طلحہ و زبیر کی مخالفت کی ابتداء

ام المومنین عائشہ کے ہمراہ ان کی بصرہ کو روانگی

جس وقت عثمان کے حادثہ اور علی ابن ابی طالب کے خلیفہ ہونے کی خبریں ہر طرف پھیل گئیں عبداللہ بن عامر کریم کو جو عثمان کی طرف سے والی بصرہ تھا اطلاع ہوئی اس نے اندیشہ کیا کہ علی حکومت بصرہ سے اسے علیحدہ کر دیں گے اور کسی اور کسی کو حاکم بنائیں گے۔ اس لیے آدمی بھیج کر تمام لوگوں کو جامع مسجد میں جمع کیا اور کہا اے لوگو! عثمان کو دشمنوں نے ظلم سے قتل کر دیا ہے۔ اس کی بیعت کے حقوق کی حفاظت تم پر واجب بلکہ لازم تھی اور بعد وفات احسانوں کے حقوق ادا کیے جائیں تو بہت اچھی بات ہے۔ میں نہیں چاہتا کہ عثمان کا خون ضائع جائے۔ جب تک اس کے قاتلوں کو پکڑ کر بطور قصاص نہ قتل کر دلوں گا خاموش نہ رہوں گا۔ تم نے علی ابن ابی طالب اور اس کے گروہ کا حال جس نے ان سے بیعت کر لی ہے من ہی لیا ہے لازم ہے کہ مستعد ہو جاؤ۔ اور سامان جنگ درست کر لو۔ اس کام میں مجھے مدد دو۔ بصرہ کے ایک نامور شخص نے کہا اے پسر عامر ہم تیرے ہاتھ بکے ہوئے نہیں ہیں نہ تو نے اس شہر کو بزور شمشیر فتح کیا ہے تو عثمان کی طرف سے حاکم تھا۔ عثمان مارا گیا اور قاتل مدینہ میں موجود ہیں۔ عثمان کے بیٹے جو اس فعل کے وارث ہیں وہ بھی اسی جگہ ہیں۔ جملہ مہاجر و انصار اور بڑے بڑے صحابہ اور بزرگان دین و ملت نے حضرت علی سے جن کا مرتبہ عالی اور شان رفیع اور جاہ و جلال ظاہر ہے بیعت کر لی ہے اور سب نے آپ کی خلافت اور امامت پر اتفاق کر لیا ہے۔ اگر انہوں نے اس علاقہ کی امارت پر تجھ ہی کو قائم رکھا اور نیا فرمان تحریر کر کے تیرے پاس بھیج دیا تو ہم تیرے فرمانبردار ہیں بہ جان و دل تیری اطاعت کو واجب و لازم سمجھیں گے۔ اور اگر تجھے موقوف کر کے کسی اور کو بھیج دیا تو ہم اس کا حکم بجالائیں گے۔ تو اس وقت کیا ارادہ رکھتا ہے۔ جو ہم سے لشکر اور اسلحہ طلب کرتا ہے۔ عبداللہ سمجھ گیا کہ بصرہ والے علی کے خلاف میرا ساتھ نہ دیں گے۔ پھر کچھ نہ بولا اور اپنے گھر کی راہ لی۔ اور اپنا ایک نائب مقرر کر کے خود آدھی رات کو بصرہ سے مدینہ کی طرف روانہ ہوا کہ وہاں پہنچ کر حضرت علی کی خلافت کا حال دریافت کرے اور دیکھے کہ کیا نتیجہ نکلتا ہے۔ جب مدینہ میں پہنچا تو سب سے پہلے طلحہ اور زبیر سے ملا۔ انہوں نے کہا تو نے غضب کیا کہ بصرہ سے چلا آیا۔ اور اسے مفت میں ہاتھ سے کھو دیا۔ وہاں کی دولت اور سامان سب چھوڑ دیا۔ شاید حضرت علی سے ڈر گیا وہ تیرا کیا کر سکتا ہے۔ تجھے اس وقت وہاں رہنا چاہیے تھا کہ ہم بھی تیرے پاس پہنچ جاتے۔

ولید بن عقبہ بن ابی معیط نے بھی اسے بصرہ سے چلے آئے پر ملامت کی اور کہا تجھے اسی جگہ ٹھہرنا چاہیے۔ اس شہر کو ہاتھ سے نہ دینا چاہیے۔

الغرض جناب امیر المومنین علی کا کام بگڑنے لگا، اطراف و جوانب سے خلل اندازیاں ہونے لگیں۔ ہاتھ جاسد اور دشمن آپ کے مقرر کردہ عاملوں کو خاطر میں نہ لاتے اور ناکام واپس آتے تھے۔ صرف اہل بصرہ و کوفہ و مصر اور بعض مقامات حجاز آپ کے فرمانبردار تھے۔ حضرت علی نے یہ حال ملاحظہ فرمایا اور جان لیا کہ فتنہ و فساد کی آگ ضرور شعلہ زن ہوگی۔ اپنے دوستوں کو بلا کر فرمایا کہ جس بات کا مجھے خدشہ تھا وہی ظاہر ہوئی۔ فساد اور بد معاش لوگوں کی جماعتوں نے فساد پھیلا دیا۔ میری اطاعت و فرمانبرداری سے نکل کر مخالفت و عداوت کا طریقہ اختیار کیا ہے۔ فتنہ کی مثال آگ جیسی ہے کہ جس قدر زیادہ سامان پاتی ہے اور زیادہ شعلہ زن ہوتی ہے۔ مجھ سے جہاں تک بن پڑے گا اس آتش فساد کے بجھانے میں سخت کوشش

کروں گا۔ اگر مقصد دلی حاصل ہوا تو بہتر۔ اگر انہوں نے اطاعت اختیار نہ کی تو ان سے جنگ کروں گا یہاں تک کہ احکم الحاکمین حق و باطل کا فیصلہ فرمادے گا۔

اسی اثناء میں ایک رات امیر المومنین کسی کام کے لیے باہر تشریف لے گئے۔ جس وقت ابو سفیان کی بیٹی زینب کے دروازہ پر پہنچے تو آواز سنی کہ ڈھولک کے ساتھ کوئی شخص گا رہا تھا۔ جس کا مضمون تھا: طلحہ اور زبیر عثمان کے قتل میں برابر سچی کرتے رہے اور انہوں نے یہ آتش فساد روشن کی ہے۔ اب جو حضرت علی سے بیعت کر لی گئی ہے تو اس کی بھی کوئی اصل نہیں یہ دونوں ضرور مخالفت کریں گے۔ وہ بہ ظاہر علی کے دوست ہیں مگر دل میں دشمنی اور مخالفت رکھتے ہیں۔ جناب امیر المومنین نے دروازہ پر ٹھہر کر یہ تمام اشعار جو ڈھولک پر گائے جا رہے تھے سماعت فرمائے۔ بہت ہی تعجب کیا۔ بعدہ مراجعت فرما کر اپنے مکان پر تشریف لائے اور تمام شب ان اشعار کی نسبت غور و فکر کرتے رہے۔ طلوع صبح کے وقت مسجد میں آکر نماز صبح ادا کی۔ اور اپنے مخلص دوستوں سے ان اشعار کا تذکرہ کیا۔ انہوں نے کہا آپ کو بہ اطمینان کلی اور خاطر جمعی سے رہنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ اس شخص کا حامی و محافظ ہوتا ہے جو اپنے قول و قرار پر ثابت قدم رہتا ہے۔ عمد غشی اور خلاف روی سے بچتا ہے اور جو شخص اپنے عمد و پیمان پر نہیں رہتا خدا اس سے سخت بے زار ہوتا ہے۔ اور عاملوں کو اس کے قول و فعل کے تضاد کی وجہ سے نیند تک نہیں آتی۔

دوسرے دن طلحہ و زبیر خدمت امیر المومنین میں حاضر ہوئے اور کہا ہم عمرہ کے واسطے مکہ جانا چاہتے ہیں اس لیے حاضر ہوئے ہیں کہ ہمیں اجازت مل جائے۔ حضرت علی نے فرمایا تم عمرہ کے واسطے مکہ نہیں جاتے، میں جانتا ہوں کہ تمہارے دل میں کیا سایا ہوا ہے۔ کیا میں نے شروع ہی سے تم سے نہ کہا تھا کہ مجھے خلافت کی خواہش نہیں میں کسی سے بیعت نہ لوں گا۔ تم نے نہ مانا اور قسمیں کھائیں کہ ہم آپ سے موافق رہیں گے ہرگز مخالفت نہ کریں گے بلکہ اپنے عمد و پیمان پر ثابت قدم رہیں گے۔ اب تم کچھ اور ارادہ رکھتے ہو اور کہتے ہو مکہ جائیں گے اللہ تعالیٰ تمہارے دلوں کا حال خوب جانتا ہے اور تمہاری نبعیت سے بخوبی آگاہ ہے۔ جہاں جانا چاہتے ہو چلے جاؤ۔ یہ سن کر انہوں نے سر جھکا لیے کچھ نہ بولے اور چلے گئے۔ اور سز مکہ اختیار کیا۔

عبداللہ بن عامر نے جو عثمان کا خالہ زاد بھائی اور زبیر و طلحہ کے ہمراہ تھا کہ تم نے بہت اچھا کیا کہ مدینہ سے نکل آئے خدا کی قسم میں ایک لاکھ شمشیر زن سپاہی تمہاری مدد کے لیے جمع کروں گا۔

القصد جب مکہ میں پہنچے تو عائشہ صدیقہ جو بنی امیہ کی ایک جماعت کے ہمراہ وہاں موجود تھیں۔ طلحہ و زبیر و عبداللہ بن عامر کے آنے کی خبر سن کر بہت ہی شاد ہوئیں اور حضرت علی کی عداوت و مخالفت پر مستعد ہو کر بنی امیہ کو جن کے دلوں میں پیشتر ہی سے علی کی دشمنی جاگزیں تھی شامل کر لیا۔ اور یہ صلاح ٹھہری کہ خون کا بہانہ کر کے حضرت علی سے جنگ کرنی چاہیے۔

عبداللہ بن عمر بھی اس وقت مکہ میں موجود تھا۔ طلحہ اور زبیر اس کے پاس آئے کہا عائشہ خون عثمان کا بدلہ لینے کا ارادہ رکھتی ہے اور ہمارے ساتھ بصرہ جانے والی ہے۔ تجھے بھی ہمارا ساتھ دینا چاہیے۔ لازم ہے کہ ہمارے ساتھ بصرہ کو چلے۔ کیونکہ خلافت کے لیے تمام لوگوں سے زیادہ تو ہی حقدار ہے۔ ہم سے جہاں تک ہو سکے گا حیرے واسطے بہت ہی کوشش کریں گے۔ اور ہر طرح سے تیرے حقوق ادا کریں گے۔ تجھے صرف ہمارا ساتھ دینا چاہیے اور ہم نے بیعت عثمان اور بیعت علی کے شروع میں جو کچھ کیا تھا اس کا خیال نہ کر۔ ہمارا آج کا کتنا سچ سمجھ اور یقین رکھ کہ جو ارادہ ہم کر رہے ہیں محض بہ نیت خالص حضرت رسول خدا کی امت کے واسطے ہے۔ عائشہ جس کی حرمت اور جلالت ظاہر ہے ہمارے ساتھ ہے اور اسی میر مسلمانوں کی بہتری سمجھی ہے۔ ہمیں یقین ہے کہ جو کچھ عائشہ فرماتی ہیں اور صلاح دیتی ہیں تجھے بھی اس سے انکار نہ ہو گا!

اس کی مصلحت سے سر تابی نہ کرے گا۔ عبداللہ بن عمر نے جواب دیا کہ اے خواجہ تم مجھے فریب دینا چاہتے ہو جس طرح دھوکا دے کر خرگوش کو بھٹ سے نکالتے ہو تم مجھے گھر سے نکالنا اور شیر کے منہ میں یعنی علی ابن ابی طالب کے حوالے کر دینا چاہتے ہو۔ تمہاری یہ باتیں مجھ پر اثر نہیں کر سکتیں۔ میں تمہارے چکمہ میں نہیں آؤں گا اور لوگوں کو سیم و زر اور دنیاوی حقیر سامانوں سے فریب دے سکتے ہو، میں نے ان سب سے ہاتھ اٹھا لیا ہے۔ ایک گوشے میں پڑا ہوں اگر ایسی باتوں کا طلبگار ہوتا تو جس وقت میرے باپ کی وفات کے بعد امر خلافت کو میرے واسطے پیش کیا تھا اور بلا محنت و مشقت اور بغیر فساد و مخالفت ہاتھ آئی تھی قبول کر لیتا۔ اب میں نے ان تمام باتوں سے واسطہ نہیں رکھا۔ صرف عبادت و طاعت الہی سے کام ہے میرا پیچھا چھوڑ دو اور کسی اور شخص کو اس کام کے لیے ڈھونڈو۔ میں ان لوگوں میں سے نہیں جو تمہارے مکر و دغا سے دھوکا کھاؤں۔ نہ مجھ پر تمہاری باتیں اثر کر سکتی ہیں نہ میں تمہارے کہنے سے ڈرگا سکتا ہوں۔

عبداللہ ابن عمر کی یہ باتیں سن کر انہوں نے سمجھ لیا کہ ہمارا جادو اس پر نہ چل سکا وہاں سے چلے گئے۔ حسب اتفاق اسی وقت - علی بن منیہ عامل یمن جو عثمان کا مقرر کردہ تھا چار سو اونٹ سونے سے لدے ہوئے لے کر یمن سے آیا۔ زبیر نے کہا اس نقد روپے سے ہمیں کچھ قرض دے کہ اس مہم میں صرف کریں۔ بعد ازاں ادا کر دیں گے۔ - علی بن منیہ نے ساٹھ ہزار درہم قرض لیے اور زبیر نے اس روپے سے ایک لشکر کا سامان مرتب کر لیا۔ اس کے بعد باہم مشورہ کیا کہ کس طرف چلنا چاہیے۔ زبیر نے کہا شام جانا مناسب رہے گا۔ کیونکہ وہاں پر زر و مال اور لشکر موجود ہے۔ اور معاویہ علی سے خصومت رکھتا ہے۔ وہ ہمارے بچنے سے بہت خوش ہو گا اور اس کی اعانت سے بہت بڑے بڑے کام نکلیں گے۔

ولید بن عقبہ نے کہا شام اور معاویہ سے ہمیں کوئی فائدہ نہ پہنچے گا کیونکہ جس وقت خلیفہ عثمان کو لوگوں نے گھیر لیا تھا تو اس نے معاویہ سے امداد طلب کی تھی۔ مگر اس نے ذرا امداد نہ کی بلکہ اس خیال سے کہ ملک شام براہ راست اس کے قبضے میں آ جائے قتل عثمان کو اچھا سمجھا۔ اب تم یہ امید رکھتے ہو کہ وہ تمہارے شام بچنے سے خوش ہو گا اور مدد دے گا۔ یہ خیال بالکل غلط ہے۔ شام کا قصد کرو بلکہ کسی اور سمت چلو۔

معاویہ کو بھی اطلاع ملی کہ طلحہ و زبیر، عائشہ اور بنی امیہ کی جماعتیں علیؑ کے خلاف اٹھ کھڑی ہوئی ہیں اور چاہتی ہیں کہ علاقہ شام میں داخل ہوں۔ وہ اس سے سخت برہم ہوا اور ان کے واسطے چند اشعار اس طرح لکھے کہ وہ یہ نہ جان سکیں کہ یہ اشعار کس نے تصنیف کئے ہیں۔ مضمون یہ تھا

عائشہ و طلحہ اور زبیر کو نصیحت ہو کہ جس کے ماننے میں سراسر انہی کا فائدہ ہے۔ کہ معاویہ کے پاس شام میں نہ جائیں۔ اور اسے ناخوش اور رنجیدہ نہ کریں۔ کیونکہ معاویہ بڑا حیلہ باز شخص ہے۔ جس وقت عثمان نے مجبور ہو کر مدد مانگی تھی اس نے مدد نہ دی تھی اور یہ بخوبی سمجھ سکتے ہیں۔ کہ عثمان کے پاس نہ آنے اور مدد نہ دینے سے اس کا کیا مطلب تھا۔ اگر معاویہ عثمان کی مدد کرتا تو یہ حادثہ نہ گزرتا۔

غرض اسی مضمون کے کچھ شعر لکھ کر ایک نامعلوم آدمی کے ہاتھ مکہ میں بھیجے اور اس نے مکہ میں پہنچ کر ان لوگوں کے قیام خانہ کے مقابلہ ایک دیوار پر وہ کاغذ چسپاں کر دیا۔ طلحہ و زبیر نے جب وہ کاغذ دیکھا اتارا پڑھا اور سمجھ لیا کہ یہ معاویہ ہی کی چال ہے اور سب اسی کی باتیں ہیں۔ شام کا ارادہ ملتوی کر دیا۔

اس کے بعد عائشہ ام المومنین ام سلمیٰ زوجہ حضرت رسالت ماب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس جو مکہ ہی میں سکونت پذیر تھیں پہنچیں کما اے ام سلمیٰ حضرت رسالت ماب صلعم سے جو تمہیں تقرب حاصل تھا ظاہر ہے اور تم ان کی ازواج میں سب سے بڑی ہو اور جس عورت نے ان کے ساتھ ہجرت کی تم ہی ہو۔ اور حضرت کے پاس جو تحائف آئے تھے وہ تمہارے

ہی گھر میں پہنچائے جاتے اور ہم سب کا حصہ تمہارے ہی گھر سے آتا تھا۔ اب تمہیں معلوم ہوتا ہے کہ عثمان کے حق میں لوگوں نے کیسا ظلم و ستم کیا ہے۔ مجھے ان لوگوں کے فعل پر اس لئے انکار ہے کہ انہوں نے عثمان سے توبہ کرانی چاہی اس نے توبہ کر لی پھر وہ باتیں پیش کیں جو ان کو ناپسند تھیں۔ خدا کی قسم وہ ان سے بھی باز آگیا۔ اس پر بھی انہوں نے اس کے کہنے کو سچ نہ سمجھا اور قتل کر دیا۔ عبداللہ بن عامر کہتا ہے کہ بصرہ میں ایک لاکھ شمشیر زن طلب خون عثمان کے لئے جمع ہو چکے تھے۔ مجھے اندیشہ ہے کہ مبادا ان سے جنگ اور خونریزی واقع ہو اس لئے طرفین کی صلح و صفائی کے واسطے وہاں جانا چاہتی ہوں۔ تم کو بھی میرا ساتھ دینا اور میرے ہو کر اس طرف چلنا چاہئے۔ کیا عجب ہے کہ اللہ کی مدد سے یہ کام ہمارے ہاتھوں درست ہو جائے۔ ام سلمیٰ نے کہا اے دختر ابو بکر مجھے تعجب ہے کہ تو اب خون عثمان طلب کرتی ہے۔ کیا تو لوگوں کو اس کے قتل پر نہ بھڑکاتی تھی۔ اور اس پر ہنسنے نہ کہتی تھی۔ تجھے خون عثمان کے طلب کرنے سے کیا تعلق۔ وہ بنی مناف میں سے تھا اور تو بنی تمیم بن مرہ سے ہے اور ان دونوں میں کوئی رشتہ داری نہیں پائی جاتی۔ میں نے اس کی زندگی میں بھی تجھے اس کا خیر خواہ نہیں دیکھا۔ اب تو نے یہ کیا بدعت اختیار کی ہے۔ کہ حضرت علیؑ کے خلاف جو جناب رسول خدا صلعم کا چچیرا بھائی ہے، قدم باہر نکالتی ہے۔ اور ان کی خلافت کو پسند نہیں کرتی۔ حالانکہ مہاجر و انصار نے ان سے بیعت کر لی ہے۔ اور ان کی امامت و خلافت کو برضا و رغبت قبول کر کے کربستہ خدمت گزار ہیں۔ سب ان کی امامت پر متفق ہو گئے اور تو حضرت علیؑ کی برتریوں اور فضیلتوں کو بھی خوب جانتی ہے۔

عبداللہ بن زبیر ام سلمہ کے سامنے کھڑا ہوا یہ باتیں سن رہا تھا۔ بولا اے ام سلمیٰ کب تک ایسی باتیں بھاتی رہو گی۔ ہم اپنے حق میں تمہاری دشمنی کو خوب جانتے ہیں۔ کسی وقت بھی تم نے ہمیں عزیز نہیں رکھا نہ کبھی رکھو گی۔ ام سلمہ نے جواب دیا اے پسر زبیر کوئی وجہ نہیں کہ مہاجر و انصار اور صحابہ اکابر علیؑ کو جو مسلمانوں کا والی ہے چھوڑ دیں اور تیرے باپ سے بیعت کر لیں۔ اور تیرا باپ جو اپنے آپ کو اس فساد میں مبتلا رکھتے ہیں۔ خوب سمجھ لیں کہ اس شور و غوغا آرائی سے ان کا مقصد دلیانہ بر آئے گا۔

عبداللہ نے کہا میں نے حضرت محمد مصطفیٰؐ سے کبھی یہ کلمہ نہیں سنا کہ علیؑ مسلمانوں کا والی ہے۔ ام سلمہ نے کہا اگر تو نے نہیں سنا تو تیری خالہ یہاں موجود ہے اس نے ضرور سنا ہو گا۔ میں یہ بات اس کے منہ پر کہہ رہی ہوں۔ اس سے پوچھ لے وہ تجھے بتا سکتی ہے کہ جناب رسول خدا نے علیؑ کے حق میں کہا ہے کہ علیؑ میری زندگی میں بھی اور میرے بعد بھی میرا خلیفہ ہے۔ پھر کہا اے عائشہ کیا تو نے علیؑ کے حق میں رسول خدا کی زبان مبارک سے یہ بات سنی ہے اور گواہی دے سکتی ہے۔ عائشہ نے کہا ہاں یہی بات ہے اور میں نے حضرت رسول خدا کی زبان سے علیؑ کے حق میں یہ بات سنی ہے اور میں اس امر کی گواہی دیتی ہوں ام سلمہ نے کہا اے عائشہ جب تم ان سب باتوں سے واقف ہو تو کیوں علیؑ کے مقابلے پر نکلتی ہے۔ اور ان دعا بازوں کے فریب میں کیوں آتی ہے۔ خدا سے ڈرنے اس بات سے کہ جناب رسالت مآبؐ نے تجھے خبر دی ہے اور جس سے حذر فرمانے تھے۔ اپنے آپ کو بچا۔ اور تجھے حضرت کی یہ نصیحت تھی کہ لا نکونی صاحب کلاب الحوائب و لا یغونک الزبیر و طلحتہ فانہا لا یغنی عنک من اللہ شئنا یعنی اے عائشہ ہرگز تو وہ عورت نہ ہونا جس پر جواب کے کتے بھونکیں اور زبیر و طلحہ تجھے فریب دیں کیونکہ وہ تجھ سے کسی بات کو اٹھانہ رکھیں گے۔ اور ان کی بات کو قبول کرنے سے تجھے کوئی فائدہ نہ ہو گا۔ اے عائشہ تو حضرت کے اس کلام مبارک کو نہ بھول۔ اور جس وقت حضرت نے تجھے یہ وصیت کی تھی اسے یاد کر!

عائشہ کو ام سلمہ کی باتیں پسند نہ آئیں۔ ناراض ہو کر ان کے پاس سے چلی آئیں۔ اور عیبت زبیر و طلحہ اور جماعت بنی امیہ

مکہ سے جانب بصرہ کوچ کیا۔ جب یہ لوگ مکہ سے نکل گئے تو ام سلمیٰ نے حضرت امیر المومنین کو اس مضمون کا خط لکھا کہ امیر المومنین علیؑ کو معلوم ہو کہ طلحہ اور زبیر اور عائشہ نے مکہ میں جمعیت فراہم کر کے یہ محور پیش کی ہے کہ خون عثمان کے خواستگار ہوں اور عبداللہ ابن عامر کے ہمراہ بصرہ کی طرف گئے۔ اللہ تعالیٰ ان کے ارادوں کو آپ کے ہاتھوں برباد کرے۔ اگر اللہ تعالیٰ عورتوں کو گھر سے نکلنے کی ممانعت نہ فرماتا اور جناب رسالت ماب اس امر کی سخت تاکید نہ فرماتے تو میں ام سلمیٰ ضرور گھر سے نکلتی اور آپ کے لشکر کے ہمراہ ان کے مقابلے پر جاتی لیکن مجبور ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے حکم اور محمد مصطفیٰ کے ارشاد کے خلاف حرکت نہیں کر سکتی۔ عمر بن ابی سلمہ کو جو میرا فرزند ہے اور جسے حضرت بت چاہتے تھے۔ آپ کی خدمت میں بھیجتی ہوں کہ جس خدمت کے لئے حکم دو گے بجالائے گا۔ پھر خط بند کر کے اپنے بیٹے عمر کے حوالہ کیا۔ اور خدمت جناب امیرؑ میں بھیج دیا۔

عمر بن ابی سلمہ نہایت ہی پرہیزگار اور عالم و عاقل شخص تھا۔ حضرت اس کے آنے سے بت خوش ہوئے اور ام المومنین ام سلمیٰ کا خط پڑھ کر ان کی عفت، مشورہ اور سلامتی عقل و دیانت کی بڑی تعریف کی۔

ام الفضل دختر حارث نے بھی آپ کی خدمت میں خط بھیجا کہ امیر المومنین کو واضح ہو کہ طلحہ و زبیر و عائشہ بصرہ کا قصد رکھتے ہیں اور لوگوں کو آپ کے مقابلے اور جنگ کے لئے ترغیب دلاتے ہیں اور یہ مشہور کیا ہے کہ ہم خون عثمان کا بدلہ لیں گے۔ وہ عقرب بصرہ کی طرف جانے والے ہیں۔ اللہ آپ کا مددگار ہے۔ آپ حق پر ہیں اور انشاء اللہ جلد ہی مظفر و منصور ہوں گے۔

یہ خط قبیلہ جنینہ کے ایک شخص ظفر نام کو جو بڑا عقل اور فصیح تھا دیا۔ اور سو دینار حوالے کر کے کہا اس قدر تواب لے لے اور اس کام کے بعد بھی تیرے ساتھ سلوک کروں گی۔ بہ کوشش بلخ نہایت جلد خدمت امیر المومنین علیؑ میں پہنچ کر یہ خط حوالہ کر۔ جنی منزل مقصود کی طرف روانہ ہو کر تیز روی سے سفر کر کے منزل مدینہ کے متصل پہنچ گیا۔ اور جناب امیر علیہ السلام کے دوستوں سے طلب انہوں نے پوچھا تو کس طرف سے آتا ہے۔ اور کیا خبر لایا ہے۔ جنی نے تمام کیفیت اور حالات یا اور خط خدمت جناب امیرؑ میں پیش کیا۔ مضمون خط سے آگاہ ہو کر محمد بن ابی بکر کو بلایا اور کہا، تو نے کچھ سنا کہ تیری بہن عائشہ نے کیا ارادہ کیا ہے۔ اول اس گھر سے نکل کھڑی ہوئی جہاں رہنے کے لئے خدا نے حکم دیا ہے، دوسرے طلحہ و زبیر کو میری مخالفت اور دشمنی پر آمادہ کیا اور جمعیت کثیر بہم پہنچا کر میرے مقابلے کے لئے بصرہ کی طرف گئی ہے۔

محمد بن ابی بکر نے سن کر عرض کی اے امیر المومنین اللہ تعالیٰ آپ کا مددگار ہے۔ ظفر مند فرمائے گا۔ تمام مسلمان آپ کے ساتھ اور خدمت کے لئے کمر بستہ ہیں۔ انشاء اللہ نتیجہ آپ کی فنائت عالی کے مطابق ہو گا۔ جناب امیر علیہ السلام نے لوگوں کو مسجد میں طلب کیا اور فرمایا اے لوگو اللہ تعالیٰ نے ہمارے پاس اپنا راست گو پیغمبر بھیجا اور ایک ایسی کتاب عطا کی جو حق و باطل کو علیحدہ کرتی ہے۔ کتاب الہی اور فرمان رسالت پناہی کے مطابق نہ چلنا اور شک و شبہ اور بدعت کو اختیار کرنا۔ موجب ہلاکت و بربادی ہے۔ خدائے عزوجل کے امر و نہی کی حفاظت کرنا اور سید المرسلین کے ارشاد کی تعمیل کرنا سب نجات و درجات عالیہ ہے۔ ہمیشہ عبادت الہی میں مصروف رہو اپنی دینی و دنیوی اصلاحیں صاحب الامر کی اطاعت اور پیروی پر منحصر سمجھو آگاہ ہو کہ طلحہ اور زبیر کو میری خلافت پسند نہیں آئی، دشمنی، حسد اور عداوت نے انہیں میرے مقابلے کے لئے آمادہ کیا ہے۔ انہوں نے جمعیت فراہم کی ہے اور مکہ سے جانب بصرہ گئے ہیں۔ میرا ارادہ ہے کہ اس طرف جاؤں اور انہیں راہ راست پر لانے کی سعی و کوشش کروں۔ اگر وہ فرمانبرداری کے راستے پر نہ آئے اور جنگ کرنی چاہی تو ان سے جنگ کروں گا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ ہمارے درمیان فیصلہ فرمادے۔ وہو خیر العاکمین لازم ہے کہ مستعد ہو کر سالانہ جنگ تیار کر لو۔

امیر المومنین کا یہ کلام سنتے ہی سب نے جان و دل سے قبول کیا۔ ہاں جس وقت عائشہ اپنی جمعیت کے ساتھ مکہ سے نکل کر جانب بصرہ روانہ ہوئیں تو صبح کے وقت جب چشمہ حواب پر پہنچیں اس بستی کے کتے بھونکنے لگے۔ عائشہ نے دریافت کیا اس پانی کا کیا نام ہے لوگوں نے کہا اسے حواب کہتے ہیں آپ نے کہا مجھے واپس لے چلو اور کئی دفعہ تاکیداً اس کلمہ کو کہا۔ لوگوں نے پوچھا کیا سبب ہے جو آپ ایسا فرماتی ہیں۔ کہا اس لیے حضرت رسالتاً سے میں نے سن رکھا ہے کہ وہ فرماتے تھے۔ میری بیویوں میں سے ایک بیوی حواب پر پہنچے گی اور اس بستی کے کتے اس پر بھونکیں گے اسے حویہ ہرگز تو وہ بیوی نہ ہونا۔ اب میں کسی طرح بھی تمہارا ساتھ نہیں دے سکتی۔ اس بستی سے واپس چلوں گی۔ ان لوگوں نے بہت تسلی دی اور وہیں قیام کر دیا۔ سورج نکلنے کے بعد عبداللہ ابن زبیر نے ایک فریب سوچا اس بستی کے پچاس آدمیوں کو بلایا اور سب سے گواہی دلوا دی کہ اس چشمہ کا نام حواب نہیں ہے تم بوقت شب اس سے آگے بڑھ آئے ہو وہ جگہ پیچھے رہ گئی ہے۔ اسلام میں سب سے پہلی بھونٹی گواہی یہی ہوئی ہے۔ پچاس مسلمانوں کی اس طرح کی گواہی پر عائشہ نے اعتماد کر لیا اور ان کے ہمراہ ہو لیں۔ جب بصرہ کے قریب پہنچے عثمان بن حنیف جو امیر المومنین علی کی طرف سے عامل بصرہ تھا علی کے دستداروں کی جمعیت لے کر بصرہ سے نکلا اور معرکہ آرائی کا قصد کیا۔ پھر سوچا کہ شاید حضرت علی لڑائی کو پسند نہ فرمائیں تاہل کیا اور کچھ آدمیوں نے بیچ میں پڑ کر طرفین کو سمجھایا۔ اور اس قرار داد پر صلح کرادی کہ اس وقت خزائنہ اور دار الامارت عثمان بن حنیف کے قبضے میں رہے کہ حضرت علی تشریف لے آئیں۔ پھر جیسا کچھ وہ عمل میں لائیں دیکھا جائے گا۔ دونوں گروہ اس پر راضی ہو گئے۔ ایک عہد نامہ لکھا گیا اور اس پر طرفین کے دستخط ہو گئے۔

طلحہ و زبیر و عائشہ نے خریبہ موضع میں قیام کیا اور اپنے مقصد اور ارادہ کی نسبت صلاح مشورہ کرنے لگے۔ اخنفت بن قیس کو بلا بھیجا وہ آیا تو کہا ہمارا ارادہ ہے کہ خون عثمان کا بدلہ لیں کیونکہ ہم جانتے ہیں کہ انہیں ظلم و ستم سے قتل کیا ہے۔ ہم چاہتے ہیں کہ تو بھی ہماری اعانت کرے اور ہمارا ساتھ دے۔

اس نے جواب دیا کہ اے ام المومنین عائشہ لازم ہے کہ آپ کی زبان سے سوائے سچ اور راستی کے دوسرا کلمہ نہ نکلے۔ ظاہر و باطن کے جاننے والے خدا کی قسم دلا کر میں ایک بات دریافت کرتا ہوں جو کچھ آپ نے فرمایا تھا وہی بیان کرنا۔ عائشہ نے پوچھا کہ کیا بات ہے۔ اخنفت نے کہا جس دن خلیفہ عثمان کو لوگوں نے گھیر رکھا تھا اور ارادہ قتل رکھتے تھے میں نے آپ سے دریافت کیا تھا کہ عثمان کو قتل کر دیں تو میں کس کی بیعت اختیار کروں تم نے یہ کہا تھا علی ابن ابی طالب کی بیعت کر لینا۔ کیوں یہی بات تھی نا۔ عائشہ نے کہا ہاں یہ کہا تھا۔ اے اخنفت میں نے اس روز تجھ سے ایسا ہی کہا تھا لیکن پھر ایسی باتیں ظاہر ہوئیں جن سے بہ نسبت تیرے ہم زیادہ واقف ہیں اخنفت نے کہا میں یہ نہیں جانتا۔ مگر علی ابن ابی طالب کے ساتھ جو رسولؐ کا بھائی اور داماد ہے جنگ نہ کروں گا۔ خاص کر اس وقت کہ جملہ مہاجر و انصار و صحابہ اکابر عربی قبیلوں کے سرداروں اور بزرگوں نے اس کی بیعت اختیار کر لی ہے۔ اور اس کی خلافت و امامت پر متفق ہو گئے ہیں۔ یہ کہہ کر وہاں سے چلا آیا اور اپنی قوم بنی تمیم کو بلا کر جو چار ہزار جوان تھے وہاں سے کوچ کیا اور دو فرسنگ کے فاصلے پر قیام کیا۔ طلحہ و زبیر نے عثمان بن حنیف عامل امیر المومنین کے ساتھ صلح کی اور اس قرار داد کے بعد کہ ایک دوسرے کے خلاف کوئی حرکت نہ کریں گے صلاح کی، کسی طرح عثمان اور دستداران علی کو جو اس کے ساتھ ہیں قتل کر دینا چاہیے۔

غرض اس ارادہ کو معمم کر کے بوقت شب عثمان بن حنیف اور اس کی قوم کو جا گھیرا۔ حضرت علی کے تمام دستداروں کو قتل کر دیا اور چاہا کہ عثمان کو بھی مار ڈالیں مگر انہی میں سے ایک شخص نے کہا عثمان انصار میں سے ہے اس کے عزیزوں اور رشتہ داروں کا ہتھیار بیٹھا ہے اگر اسے مار ڈالو گے تو وہ خاموش نہ رہیں گے بلکہ سب کے سب جنگ کرنے اور بدلا لینے کے واسطے

تمہارے مقابلے پر اٹھ کھڑے ہوں گے جس سے بڑی خرابیاں واقع ہوں گی۔ اس بات کو سن کر قتل سے باز آئے۔ لیکن سر واڑھی، موٹھوں، بھوں اور پلکوں کے تمام بال اکھیز اور مونڈ مانڈ کر نہایت ہی ذلت و خواری کے ساتھ چھوڑ دیا۔

عائشہ نے عبداللہ بن زبیر اور محمد بن طلحہ کو پیش نماز قرار دیا کہ ایک دن ایک نماز پڑھائے دوسرے دن دوسرا۔ حضرت علی بھی اپنے لشکر کو مرتب فرما کر مدینہ سے روانہ ہوئے۔ مقام ربذہ میں پہنچ کر سنا کہ طلحہ و زبیر نے بصرہ میں عثمان بن حنیف پر عالم بے خبری میں چھاپہ مار کر جملہ دوستداران کو قتل کر دیا ہے۔ اور عثمان کی سخت بے حرمتی کی ہے۔ آپ نے وہاں سے کوچ کر کے منزل ذی وقار میں نزول اجلال فرمایا اور اپنے بیٹے امام حسن کو عمار یا سر کے ساتھ کوفہ بھیجا۔ کہ وہاں سے فوج فراہم کر کے اس قوم سے مقابلے کے لئے بصرہ پہنچ جائیں۔ حضرت امام حسن اور عمار یا سر داخل کوفہ ہو کر جامع مسجد میں آئے لوگوں کو بلا کر فرمایا کہ بہت جلد جنگ کی تیاری کر کے امیر المومنین علی کی امداد کے واسطے چلو۔ ابو موسیٰ اشعری جو حضرت علی سے کدورت رکھتا تھا اٹھ کر بولا اے اہل کوفہ خدا سے ڈرو اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو۔ مسلمان سے جنگ کرنے کو ناجائز سمجھو اور اس آیت کو جس میں اندریں بابا تنبیہ اور تاکید آئی ہے یاد کرو۔

وَمَنْ يَقْتُلْ مُؤْمِنًا مُتَعَمِدًا فَقَدْ قَتَلَتْهُ مُؤْمِنًا وَهُوَ مُؤْمِنٌ خَالِدًا فَمَنْ قَتَلَ مُؤْمِنًا خَالِدًا فَقَدْ قَتَلَتْهُ مُؤْمِنًا وَهُوَ مُؤْمِنٌ خَالِدًا فَمَنْ قَتَلَ مُؤْمِنًا خَالِدًا فَقَدْ قَتَلَتْهُ مُؤْمِنًا وَهُوَ مُؤْمِنٌ خَالِدًا

یاسر کو اس ہدایت پر غصہ آیا فوراً اٹھ کر اسے روکا۔ زید بن صوحان اور اس کے ہمراہی اور دوستداران علی کھڑے ہو گئے اور تلواریں کھینچ لیں کہ جو شخص امیر المومنین علی کی اطاعت اور فرمانبرداری سے باہر ہو گا ہم اس کے پرچے اڑا دیں گے۔ ابو موسیٰ اشعری نے کہا تمہیں خاموش رہنا چاہئے۔ کہ آرام سے اپنے گھروں میں بیٹھے رہیں اور جس وقت کوئی امر پسند آئے اسے عمل میں لائیں۔ عمار یا سر نے کہا اگر عائشہ نے کہا ہے کہ اہل کوفہ کو اپنے گھروں سے نہ نکلنے دے تو حضرت علی کا حکم ہے کہ ہم کوفہ کے لوگوں کو فراہم کر کے ان کی خدمت میں پہنچادیں۔ کیونکہ ان کا ارادہ ہے کہ جن لوگوں نے آپ سے مخالفت اختیار کر کے فتنہ و فساد کی آگ بھڑکائی ہے ان سے معرکہ آراء ہوں۔

زید بن صوحان عبیدی نے کہا اے کوفہ والو بہتر یہی ہے کہ ہم امیر المومنین کا حکم بجا لائیں۔ اور ان کی خدمت میں جا پہنچیں۔ جس سے صراط مستقیم نصیب ہو۔ پھر عمار یا سر نے سمجھایا اے لوگو یہ ضروری بات ہے کہ کوئی شخص اس امر کا منتظم ہو اور وہ ایسا قوی حاکم ہونا چاہئے جو ظالموں کو روک سکے اور مظلوموں کی مدد کر سکے۔ میں جانتا ہوں کہ اس کام کو جناب علی مرتضیٰ وصی و برادر محمد مصطفیٰ سے بہتر کوئی شخص نہیں کر سکتا۔ انہوں نے مجھے اور اپنے فرزند حسن کو بھیج کر تمہیں اس لئے طلب کیا ہے۔ کہ بعض لوگوں نے ان کی مخالفت اختیار کر کے لشکر جمع کیا ہے۔ اس وقت حضرت رسول خدا کے چچا زاد بھائی اور آنحضرت کی حرم عائشہ اور طلحہ اور زبیر بصرہ میں اکٹھا ہو رہے ہیں۔ تم وہاں چلو اور دیکھو کہ امر حق کس طرف ہے۔ جس طرف سچائی پاؤ اس کی پیروی کرنا۔

اب حضرت امام حسن فرزند ولید جناب امیر نے فرمایا اے لوگو غمغریب تمام آدمی اس ایک ہی شخص کے ساتھ ہوا چاہتے ہیں جس کو لوگوں نے منظور کر لیا ہے۔ ہم تمہیں طلب کرتے ہیں۔ تم ہمارا کتنا مانو اور اس معاملے میں جو درپیش ہے ہماری مدد کرو، خدا کی قسم جو شخص ہماری اطاعت کرے گا۔ وہی نیک بخت اور دین و دنیا میں سرخرو ہو گا۔

اب میثم بن مجع عامری نے اٹھ کر کہا اے لوگو امیر المومنین ہمیں طلب فرماتے ہیں اور اپنے فرزند کو ہماری طلب کے لئے بھیجا ہے۔ ان کا حکم ماننا چاہئے۔ لازم ہے کہ بہت جلد ان کی خدمت بابرکت میں حاضر ہو جائیں۔ اور جو کچھ تمہیں کرنا یا نہ کرنا ہے وہ بیان کر دو!

الغرض کوفہ والوں نے امام حسن اور عمار یا سر کا کتنا مان لیا۔ نو ہزار دو سو جوان اکٹھا ہوئے کچھ دریا کے راستے سے اور کچھ

تمہارے مقابلے پر اٹھ کھڑے ہوں گے جس سے بڑی خرابیاں واقع ہوں گی۔ اس بات کو سن کر قتل سے باز آئے۔ لیکن سرِ داڑھی، مونچھوں، بھوؤں اور پلکوں کے تمام بال اکھیڑ اور مونڈ مانڈ کر نہایت ہی ذلت و خواری کے ساتھ چھوڑ دیا۔

عائشہ نے عبداللہ بن زبیر اور محمد بن طلحہ کو پیش نماز قرار دیا کہ ایک دن ایک نماز پڑھائے دوسرے دن دوسرا۔ حضرت علی بھی اپنے لشکر کو مرتب فرما کر مدینہ سے روانہ ہوئے۔ مقام ربذہ میں پہنچ کر سنا کہ طلحہ و زبیر نے بصرہ میں عثمان بن حنیف پر عالم بے خبری میں چھاپہ مار کر جملہ دوستداران کو قتل کر دیا ہے۔ اور عثمان کی سخت بے حرمتی کی ہے۔ آپ نے وہاں سے کوچ کر کے منزل ذی وقار میں نزول اجلال فرمایا اور اپنے بیٹے امام حسن کو عمار یاسر کے ساتھ کوفہ بھیجا۔ کہ وہاں سے فوج فراہم کر کے اس قوم سے مقابلے کے لئے بصرہ پہنچ جائیں۔ حضرت امام حسن اور عمار یاسر داخل کوفہ ہو کر جامع مسجد میں آئے لوگوں کو بلا کر فرمایا کہ بہت جلد جنگ کی تیاری کر کے امیر المؤمنین علیؑ کی امداد کے واسطے چلو۔ ابو موسیٰ اشعری جو حضرت علیؑ سے کدورت رکھتا تھا، اٹھ کر بولا اے اہل کوفہ خدا سے ڈرو اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو۔ مسلمان سے جنگ کرنے کو ناجائز سمجھو اور اس آیت کو جس میں اندریں بابِ تنبیہ اور تاکید آئی ہے یاد کرو۔

و من یقتل مؤمنا متعمدا فجاء وہ جہنم خالداً فیہا وغضب اللہ علیہ لعنہ واعدلہم جہنم وساءت مصیرا عمار یاسر کو اس ہدایت پر غصہ آیا فوراً اٹھ کر اسے روکا۔ زید بن صوحان اور اس کے ہمراہی اور دوستداران علیؑ کھڑے ہو گئے اور تلواریں کھینچ لیں کہ جو شخص امیر المؤمنین علیؑ کی اطاعت اور فرمانبرداری سے باہر ہو گا ہم اس کے پرچے اڑا دیں گے۔ ابو موسیٰ اشعری نے کہا تمہیں خاموش رہنا چاہیے۔ کہ آرام سے اپنے گھروں میں بیٹھے رہیں اور جس وقت کوئی امر پسند آئے اسے عمل میں لائیں۔ عمار یاسر نے کہا اگر عائشہ نے کہا ہے کہ اہل کوفہ کو اپنے گھروں سے نہ نکلنے دے تو حضرت علیؑ کا حکم ہے کہ ہم کوفہ کے لوگوں کو فراہم کر کے ان کی خدمت میں پہنچا دیں۔ کیونکہ ان کا ارادہ ہے کہ جن لوگوں نے آپ سے مخالفت اختیار کر کے فتنہ و فساد کی ہنگ بھڑکائی ہے ان سے معرکہ آراء ہوں۔

زید بن صوحان عبدی نے کہا اے کوفہ والو بہتر یہی ہے کہ ہم امیر المؤمنینؑ کا حکم بجالائیں۔ اور ان کی خدمت میں جا پہنچیں۔ جس سے صراطِ مستقیم نصیب ہو۔ پھر عمار یاسر نے سمجھایا اے لوگو یہ ضروری بات ہے کہ کوئی شخص اس امر کا منتظم ہو اور وہ ایسا قوی حاکم ہونا چاہئے جو ظالموں کو روک سکے اور مظلوموں کی مدد کر سکے۔ میں جانتا ہوں کہ اس کام کو جناب علی مرتضیٰ وصی و برادرِ محمد مصطفیٰؐ سے بہتر کوئی شخص نہیں کر سکتا۔ انہوں نے مجھے اور اپنے فرزند حسن کو بھیج کر تمہیں اس لئے طلب کیا ہے۔ کہ بعض لوگوں نے ان کی مخالفت اختیار کر کے لشکر جمع کیا ہے۔ اس وقت حضرت رسولؐ خدا کے پچھا زاد بھائی اور آنحضرتؐ کی حرم عائشہ اور طلحہ اور زبیر بصرہ میں اکٹھا ہو رہے ہیں۔ تم وہاں چلو اور دیکھو کہ امر حق کس طرف ہے۔ جس طرف سچائی پاؤ اس کی پیروی کرنا۔

اب حضرت امام حسن فرزندِ بلند جناب امیرؑ نے فرمایا اے لوگو عفریب تمام آدمی اس ایک ہی شخص کے ساتھ ہوا چاہتے ہیں جس کو لوگوں نے منظور کر لیا ہے۔ ہم تمہیں طلب کرتے ہیں۔ تم ہمارا کہنا مانو اور اس معاملے میں جو درپیش ہے ہماری مدد کرو، خدا کی قسم جو شخص ہماری اطاعت کرے گا۔ وہی نیک بخت اور دین و دنیا میں سرخرو ہو گا۔

اب یسٹم بن مجمع عامری نے اٹھ کر کہا اے لوگو امیر المؤمنینؑ ہمیں طلب فرماتے ہیں اور اپنے فرزند کو ہماری طلب کے لئے بھیجا ہے۔ ان کا حکم ماننا چاہئے۔ لازم ہے کہ بہت جلد ان کی خدمت بابرکت میں حاضر ہو جائیں۔ اور جو کچھ تمہیں کرنا یا نہ کرنا ہے وہ بیان کرو!

الغرض کوفہ والوں نے امام حسنؑ اور عمار یاسر کا کہنا مان لیا۔ نو ہزار دو سو جوان اکٹھا ہوئے کچھ دریا کے راستے سے اور کچھ

خشکی کے راستے سے حضرت علیؑ کی خدمت میں روانہ ہوئے۔ جب قریب آپنچے تو جناب امیرؑ آپ کی طرف آئے اور مرحبا کہا۔ سردار اور بزرگ اشخاص کو بلا کر بٹھایا۔ اور فرمایا اے کوفہ والو میں تمہاری شجاعت اور مردانگی کو خوب جانتا ہوں۔ تمہاری نیک خصلت اور مبارک عادتوں سے آگاہ ہوں۔ تم ارادہ اور احتیاط کے اتنے مضبوط ہو کہ اس کے اظہار کی ضرورت نہیں ہے۔ تمہارا ایرانی بادشاہوں سے مقابلہ کرنا اور ان کے خزانوں اور نفیس سامانوں کو حاصل کرنا بعد ازاں اپنے شہر کی حفاظت عمل میں لانا تمام عالم میں مشہور ہے۔ تمہاری نیک عادت بھی کہ جو شخص تم سے مدد طلب کرتا ہے اس کی امداد کرتے ہو عیاں ہے۔ مجھے اس وقت ایک مہم درپیش ہے۔ ان دوستوں اور بھائیوں ہی کی ایک جماعت نے جن سے مجھے مخالفت اور دشمنی کی امید نہ تھی عداوت کی راہ نکالی ہے اور میری موافقت سے منحرف ہو کر بصرہ میں لشکر جمع کیا ہے اور چاہتے ہیں کہ معرکہ آراء ہوں تم میرے ہمراہ بصرہ چلو وہاں چل کر دیکھیں کہ ان لوگوں کا کیا خیال ہے۔ اول میں انہیں فمائش کروں گا کہ راہ راست پر آجائیں۔ اگر مقابلے سے پیش آئے تو ان کی آتش فساد کے بجھانے میں سعی کروں گا یہاں تک کہ خدا کی رضا ظاہر ہو جائے۔

جناب امیر المومنین کی زبان مبارک سے یہ کلام سن کر تمام سرداروں اور امیروں نے بجاں و دل اطاعت کا اظہار کیا اور اپنے آپ کو خدمت گزاری کے لیے پیش کیا۔ آپ نے ذی قار میں فوج کا جائزہ لیا۔ مدینہ، بصرہ اور نواح حجاز میں جو فوجیں آئی تھیں ان کا شمار چھ ہزار تھا۔ اور نو ہزار کوفہ اور ہر سمت سے سپاہ آ کر شریک ہوتی جاتی تھی۔ یہاں تک کہ ذی قار ہی کے مقام پر انیس ہزار کی جمعیت ہو گئی۔ اب حضرت امیر المومنین نے اس لشکر کے ہمراہ ہو کر بصرہ کا رخ کیا اور سپاہی پیشہ آدمی آ کر شامل افواج ظفر امواج ہوتے رہے۔

جنگ جمل بیشمار لوگوں کا قتل عام

طلحہ و زبیر یہ سن کر کہ امیر المومنین علیہ السلام لشکر کثیر کے ہمراہ بصرہ آن پینچے ہیں جنگ کی تیاریاں کر کے فوج کثیر کے ساتھ شہر سے نکلے۔ دایاں باایاں دستہ اور آگے پیچھے کی فوج کو قرینہ سے قائم کر کے طلحہ کو سواروں کی نگرانی پر مقرر کیا، عبداللہ ابن زبیر نے پیادوں کا انتظام اپنے ذمے لیا۔ مہینہ کے سوار مروان بن حکم کے حوالے ہوئے اور میسرہ کے پیادے عبدالرحمن بن عقاب بن اسلم کی سپردگی میں آئے۔ میسرہ کے سواروں پر و کعب سردار ہوا اور پیادوں کے میسرہ پر عبدالرحمن بن عارث بن اسلم کی سپردگی میں آئے۔ قلب میں عبداللہ بن عامر بن کرین نے لی اور پیادوں کے قلب میں حاتم بن کبیر باہلی نے، سواروں کے جناح پر عمر بن طلحہ اور پیادوں کے جناح پر فاشع بن مسعود مسلمی مقرر ہو گئے۔ اس انتظام سے میدان جنگ میں نکلے جناب امیر نے سنا کہ طلحہ و زبیر نے میدان میں نکل کر فوج کو ترتیب دیا ہے۔ سپاہ کے امیروں، حجاز کے شریفوں اور کوفہ و مصر کے مددگاروں سے کہا کہ طلحہ و زبیر میدان میں آ نکلے ہیں اور سپاہ کو آراستہ کر کے جنگ کے لیے مستعد ہیں۔ تم کیا بہتر سمجھتے ہو ہمیں جنگ کرنی چاہیے یا ان کی اطاعت کریں۔

سب سے پہلے رفاعہ بن شداد بجلی نے کہا ہم خوب جانتے اور سمجھتے ہیں کہ مخالف گمراہ ہیں اور آپ حق پر ہیں۔ راہ راست آپ کی طرف ہے اور دین بھی دین کی حفاظت کرنا آپ کی فطرت ہے۔ اگر وہ نرم نہیں تو بیشک آپ بھی ان کے ساتھ نرمی اختیار کریں۔ اگر وہ ارادہ جنگ رکھتے ہوں تو ان سے لڑیں۔ ہم خدائے تعالیٰ کی مدد اور بھروسہ پر ان کے دفعہ کے لیے کمر

بتہ ہیں۔ جہاں تک ہم سے ہو سکے گا۔ اس مہم میں جان و دل سے سعی کی جائے گی۔ ذرا کمی نہ ہوگی۔ کیونکہ آپ حق پر ہیں اور حق آپ کے ساتھ ہے۔ آپ کو اس مہم سے مطمئن رہنا چاہئے۔ جب دونوں فوجیں ایک دوسرے کے مقابل ہوئیں تو زبیر کے ساتھیوں میں سے ایک شخص نے جس کی کنیت ابو الجویا تھی زبیر سے کہا اس سے بہتر کوئی تدبیر نہیں کہ میں بہ وقت شب ان پر چھاپہ ماروں کیونکہ چھاپہ مارنا بھی شجاعت اور مردانگی کا نشان ہے اور اس تدبیر سے جلدی مطلب نکل آتا ہے۔ زبیر نے کہا اے بھائی ہمیں معرکہ آرائیوں کا بہت تجربہ ہے اور بہت کچھ معلوم ہے۔ جو کسی دوسرے کے وہم و گمان میں بھی نہیں آسکتیں۔ یہ دونوں فوجیں جو آج میدان میں مقابل ہیں مسلمان ہیں اور مسلمانوں پر چھاپہ مارنے کا دستور نہیں ہے۔ نہ ہم نے جناب رسالت ماب سے سنا ہے کہ کسی دستہ کو چھاپہ مارنے کا حکم دیا ہے۔ علاوہ ازیں علی وہ شخص نہیں جسے غافل تصور کر سکیں مجھے پونہی فتح پانے کی امید ہے۔

اسی اثناء میں اخنفت بن قیس اپنی جمعیت کے ساتھ خدمت جناب امیر المومنین میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ اے ابو الحسن بصرہ والے کہتے ہیں کہ حضرت علی نے ہم پر فتح پائی تو مردوں کو قتل اور زن و فرزند کو اسیر کریں گے۔ آپ نے فرمایا مجھ سے یہ کام ہرگز نہ ہو سکے گا۔ اہل بصرہ مسلمان ہیں، کفار کے اہل و عیال لوٹڑی غلام بنائے جاتے ہیں۔ اے اخنفت میں نہیں جانتا کہ تیرا کیا خیال ہے تو ہمارے ساتھ ہے یا نہیں۔ اخنفت نے کہا سبحان اللہ کیا بات ہے آپ کو اب تک میری دوستی پر شک ہے۔ آپ دو کاموں سے ایک کام کی نسبت جس کی خدمت مجھ سے لینی ہو منظور فرمائیں۔ آپ چاہیں تو دو سو آدمیوں سے آپ کی خدمت میں حاضر رہ کر جنگ کریں یا آپ فرمائیں تو چار ہزار شمشیر زنون کو آپ کے مقابلے سے ہٹا دوں۔ امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا میں اس سے اچھا سمجھتا ہوں کہ مقابلے سے چار ہزار آدمی ہٹا دیئے جائیں۔ اخنفت نے کہا انشاء اللہ ایسا ہی ہو گا آپ اس طرف سے مطمئن رہیں۔ اس کے بعد وہ چلا گیا اور اپنے ہمراہیوں سے جا ملا۔

اب طلحہ و زبیر نے اپنی فوج کا جائزہ لیا۔ تیس ہزار سوار اور پیدل گنتی میں آئے۔ وہاں سے کوچ کر کے موضوع راہوقہ میں آن پڑے۔ امیر المومنین کو اس کے آگے بڑھ آنے کی خبر ہوئی۔ آپ اٹھے اور خطبہ پڑھا۔ اللہ تعالیٰ کی اقسام عطیات اور نعمتوں کا ذکر کیا۔ اور جناب رسالت ماب پر درود بھیجا۔ پھر فرمایا اے لوگوں مجھے اپنے بھائیوں اور دوستوں سے تین کام آ پڑے ہیں جن کا ذکر قرآن شریف میں بھی موجود ہے۔ بغاوت، یوفائی اور دغا۔ بغاوت ظلم و حسد کا نام ہے جس میں میرے بھائی اور دوست میرے خلیفہ رسول خدا ہونے کے وقت سے مبتلا ہیں وہ چاہتے ہیں کہ جس لباس خلافت کو اللہ تعالیٰ نے میرے جسم پر موزوں فرمایا ہے اسے مجھ پر سے اتار لیں۔ پھر مجھ سے رضامند ہوں مگر اس میں وہ کامیاب نہیں ہو سکتے۔ بے وفائی کی یہ کیفیت ہے کہ یہی لوگ جنہوں نے میری مخالفت اختیار کی ہے، خوئی میری بیعت میں آئے تھے۔ اور بڑی سخت قسمیں کھائی تھیں کہ ہم اپنے عہد و پیمان سے نہ پھریں گے۔ اب قول و قسم کے خلاف کر رہے ہیں اور اپنے عہد و پیمان کو توڑ ڈالا ہے۔ رہی دغا، یوفائی کے بعد بداندیشی اختیار کی ہے اور فریب اختیار کر رکھا ہے جس سے ان کا منشا یہ ہے کہ مجھ سے خلافت لے لیں۔ اللہ تعالیٰ نے کلام مجید میں ان تینوں مذموم عادتوں کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔

انما ینفیکم علی انفسکم و من نکث فانما ینکث علی نفسه و لا یجعی مکرا لسنی الا باہلہ۔ ان تینوں مبارک کلموں کا حاصل یہ ہے کہ حسد، یوفائی اور مکر کا وبال اس شخص پر پڑتا ہے جو ان کی بری خصلتوں کو اختیار کرتا ہے مثل مشہور ہے من حفر یر الاخبہ جفا دفع لہ منکبا یعنی جس نے اپنے بھائی کے لیے کنواں کھودا وہ اس میں منہ کے بل گرتا ہے۔ مدعا یہ کہ برائی مت کر تیرا ہی برا ہو گا۔ دوسرے کے واسطے کنواں نہ کھود تو خود ہی اس میں گر پڑے گا۔ مشکل کا مقام ہے کہ دنیا میں چار آدمی چار باتوں میں اپنا نظیر نہیں رکھتے اور وہ چاروں میرے خلاف ہو کر عداوت و دشمنی پر کمر بستہ ہیں اور جناب

رسالت ماب کے بعد کسی شخص کو ان چار جیسے شخصوں سے خصومت پیش نہیں آئی۔ ان میں ایک زبیر بن عوام جس سے بہادر شہسوار کوئی نہیں ہوا اور دوسرا طلحہ بن عبداللہ جس سے زیادہ مکار شخص دنیا میں کسی نے نہ دیکھا ہو گا۔ تیسری عائشہ ہے۔ دنیا میں کسی شخص کی لوگوں نے ایسی فرمانبرداری نہیں کی جیسی عائشہ کی چوتھا۔ علی بن مینہ ہے جس کے پاس اس قدر دنیاوی زر و مال موجود ہے کہ ان قرونوں میں کسی دوسرے کے پاس نہیں ہوا۔ اور یہ تین اس سے جس قدر مال طلب کرتے ہیں کہ میری مخالفت کے لیے لشکر پر خرچ کریں وہ حوالہ کرتا ہے اور یہ ذرا کمی نہیں کرتے۔ خدائے واحد کی قسم اگر وہ میرے ہتھے چڑھ گیا تو اس کے مال و فرزندوں کو مسلمانوں کی لوٹ قرار دوں گا اور اس کا تمام زر و مال خزانہ عامرہ میں داخل کروں گا۔

حضرت علی کے اس ارشاد کے بعد حبیبہ ابن ثابت نے اٹھ کر کہا جناب کا ارشاد عالی بالکل درست اور سچ ہے۔ اس خدا کی قسم جس نے حضرت محمد کو پیغمبر برحق بنا کر خلقت کی ہدایت کے واسطے بھیجا ہے یہ لوگ آپ سے حد کرتے ہیں۔ بیوفا بھی ہیں اور بد اندیش بھی۔ مگر خدا کا شکر ہے کہ آپ کی شجاعت زبیر کی دلیری سے برتر ہے اور آپ کا علم طلحہ کی فکر سے بالاتر ہے اور لوگ آپ کی اطاعت اس سے زیادہ کریں گے جیسی عائشہ کی اور دنیوی مال کی کوئی حقیقت نہیں۔ اللہ تعالیٰ۔ علی بن مینہ سے بہت زیادہ مال و دولت آپ کو حلال سے کرامت فرمائے گا۔ اس کا مال محض ظلم سے جمع کیا گیا ہے اس ضرور ہے کہ فساد اور ظلم میں خرچ ہو۔ اب پھر امیرالمومنین نے اپنی فوج کا جائزہ لیا بیس ہزار آدمی پائے۔ اب اس کے بعد اس موضع سے کوچ کیا اور مخالفوں کے مقابل پہنچ کر قیام کیا۔ مصری قبیلے مصریوں کے مقابل اور ربیعہ ربیعہ کے سامنے اور اہل یمن، یمن والوں کے محاذی اترے۔ حضرت علیؑ نے مناسب سمجھا کہ طلحہ و زبیر کو خط لکھ کر ان کی بیوفائی اور دھوکہ دہی سے آگاہ کر دیں۔ اور جنگ کی نسبت اپنی مجبوریوں کا اظہار فرمادیں۔ قلم دوات منگا کر خط لکھا:

”تم لوگوں کو معلوم ہو کہ مجھے خلافت کی خواہش نہ تھی اور جس دن مجھے خلافت کے لئے کہا گیا میں نے انکار کر دیا تھا۔ لوگ بڑی ضد اور اسرار سے مجھے مجبور کر رہے تھے۔ پھر بھی میں نے اس وقت تک کہ تم دونوں رضامند نہ ہوئے اور بیعت نہ کر لی میں نے لوگوں سے بیعت نہ لی اور جس وقت تم نے بیعت کر لی تم پر کوئی جبر یا سختی نہ کی گئی تھی۔ نہ اس وقت کوئی ایسا مدعا اور مطلب ہی نہ نظر تھا جس کے حصول کے لئے بیعت کی ہو۔ میں نہیں جانتا اب تم نے ایسا ارادہ کیوں کیا ہے اور میرے مخالف ہو کر جھگڑا کھڑا کر دیا ہے۔ اور عہد شکنی کو جائز سمجھ لیا ہے۔ اگر تم میرے اس بیان کو سچ سمجھتے اور جانتے ہو کہ میں نے تمہارے حقوق کی رعایت میں کوئی کمی نہیں کی ہے تو اپنے اس خیال اور ارادہ کو چھوڑ دو اور اگر میں غلط کہتا ہوں اور تم نے یہ براہت بیعت کی ہے تو یہ بات ضرور ہے کہ تم نے ظاہر میں بیعت کر لی ہے جسے اور لوگوں نے بھی دیکھ لیا ہے خواہ تم دل میں مجھ سے دشمنی ہی کیوں نہ رکھتے تھے۔ تم نے میری فرمانبرداری کا حق اپنے ذمے عائد کر لیا ہے اب متابعت کے بعد جس کام میں میری مخالفت کو گے لوگ اس کی نسبت تمہیں ملامت کریں گے۔ اے قریشی سرداروں کے سوار زبیر اور اے مہاجرین کے بزرگ طلحہ تم دونوں کے لئے آج خلافت کرنے اور عہد توڑ ڈالنے کی نسبت یہ امر بہت آسان تھا کہ شروع ہی میں میری بیعت نہ کرتے اور تمہارا یہ دعویٰ کہ عثمان کو میں نے قتل کیا ہے مجھے تمہارے اس کہنے اور مجھے اس تمہمت سے بری نہ سمجھنے پر بڑا تعجب آتا ہے۔ اجازت دیتا ہوں کہ مدینہ کے لوگ آج نہ میرے ساتھ ہیں نہ تمہارے، وہ اس معاملہ میں ہمارے تمہارے درمیان فیصلہ کریں۔ اور قتل عثمان کے سلسلے میں ہر شخص کے کردار کا مفصل اور تحقیق شدہ حال جو انہوں نے بہ چشم خود دیکھا ہے۔ بیان کر دیں۔ اس سے ہر ایک کا حال ظاہر ہو جائے گا۔ اور اس کے قتل میں جس نے جتنی سعی کی ہے ظاہر ہو جائے گی۔ عثمان کے بیٹوں کو پہلے میری خلافت کا اقرار کرنا اور متابعت کرنی لازم ہے۔ پھر جن لوگوں پر اپنے باپ

کے خون کا دعویٰ رکھتے ہیں۔ انہیں میرے روبرو دعویٰ کرنا چاہئے۔ اس وقت از روئے شریعت اور معدل جو کچھ اس معاملے کی نسبت لازم آئے گا۔ اس کا حکم دیا جائے گا اور تم کو طلب عثمان سے کیا سروکار، تم دونوں ماجروں میں سے ہو اور عثمان بنی عبدالمناف میں سے تھا۔ اسے حق پر قتل کیا یا ناحق تمہارا اس سے کوئی رشتہ یا قرابت داری نہیں ہے۔ پھر تم کس بنا پر اس کے خون کا دعویٰ کرتے ہو۔ تم دونوں نے کسی دباؤ اور سختی کے بغیر یہ خوشی خاطر مجھ سے بیعت کی سخت قسمیں کھائیں اور خدا سے عہد کیا کہ مخالفت اختیار نہ کریں گے۔ اب عہد توڑ ڈالا اور میرے مقابلے پر نکل آئے۔ حرم جناب رسول خدا کو گھر سے نکال لائے۔ جہاں سے رہنے کے لئے خدا نے حکم دیا ہے اور اتنے ہزاروں کو شک اور شبہ میں ڈال کر میرے خلاف جنگ کرنے کی ترغیب دیتے ہو نہ معلوم تمہارا کیا ارادہ ہے۔ اللہ اس نتیجے کو پہنچائے جو درست اور ٹھیک ہے اور تمہیں راہ راست دکھائے۔“

اس کے بعد امیر المومنین نے عائشہ کے نام اس مضمون کا خط تحریر کیا:

”بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ اے عائشہ تم اس وجہ سے کہ اپنے گھر سے نکل آئی ہو خدا و رسول کی گناہگار ہوئی ہو اور تم نے وہ کام اختیار کیا ہے جس سے خدا نے عورتوں کو منع فرمایا ہے۔ پھر دعویٰ کرتی ہو کہ مسلمانوں کے حالات کی اصلاح کے لئے گھر سے نکلی ہوں۔ ذرا یہ تو بتاؤ کہ عورتوں کو لشکر کشی اور سرووں کی اصلاح حالات سے کیا علاقہ۔ تم نے یہ بھی مشہور کیا ہے کہ میں خون عثمان کا بدلہ لینا چاہتی ہوں۔ تم میں اور عثمان میں کوئی قرابت اور رشتہ داری ہے۔ عثمان تو نبی امیہ میں سے تھا اور تم بنی تمیم بن مرہ بن کنانہ میں سے۔ تمہارا گھر سے نکل آنا اپنے آپ کو اور خلق خدا کو معرض ہلاکت میں ڈالنا ہے۔ ان لوگوں کے گناہ سے زیادہ بڑا گناہ ہے کہ جن لوگوں نے عثمان کو قتل کیا ہے۔ میں یہ جانتا ہوں کہ تم از خود اس فعل کو نہیں کرتی ہو بلکہ اور لوگوں نے تمہیں اس پر آمادہ کیا ہے اور خون عثمان کا بہانہ کھڑا کر کے بھڑکا دیا ہے۔ اے عائشہ خدا سے ڈرو اور اپنے گھروں میں جا بیٹھو۔ عورتوں کی صلاحیت اس میں ہے کہ اپنے گھر سے باہر قدم نہ نکالیں۔“

طلحہ اور زبیر امیر المومنین علیہ السلام کے خط پڑھ کر کچھ جواب نہ لکھ سکے۔ صرف یہ کہلا بھیجا کہ اے ابو الحسن تم اس غرض سے لشکر لے کر آئے ہو کہ لوگ آئندہ زمانہ میں تمہارا ذکر کیا کریں اور اس معاملہ میں تمہاری شہرت ہو جائے تم کسی صورت سے بھی واپس نہ جاؤ گے تاؤ فیکہ اپنا بدعا حاصل نہ کر لو گے اور ہم بھی آپ کی فرمانبرداری ہرگز اختیار نہ کریں گے۔ تمہیں جو کچھ کرنا ہو کرو معاملہ اظہار غصہ کی حد سے گزر چکا ہے۔ والسلام!

اس کے بعد عبداللہ ابن زبیر نے اٹھ کر کہا اے لوگو علی ابن ابی طالب نے خلیفہ برحق عثمان کو قتل کر دیا ہے اور اب لشکر فراہم کر کے تم پر چڑھائی کی ہے کہ تمہاری حکومت تم سے چھین لے۔ اور تمہارے شہروں اور قصبوں پر اپنا قبضہ جمالیں۔ تم مرد بن کر اپنے خلیفہ کے خون کا بدلہ لو اپنی اپنی حرمت بچاؤ اور اپنے زن و فرزند اور رشتہ داروں کی حفاظت کے لیے جنگ کرو کسی شخص نے جناب امیر المومنین سے بھی وہ کلمے جو عبداللہ بن زبیر نے بھری مجلس میں آپ کے خلاف کہے تھے اور قتل عثمان کی تمہمت لگائی تھی کہہ سنائے۔ امیر المومنین حسن بن علی بن ابی طالب علیہ السلام نے تمام لوگوں کے سامنے کھڑے ہو کر نہایت فصاحت سے حمد باری تعالیٰ بیان کی اور جناب رسالت ماب صلی اللہ علیہ پر درود بھیجا۔ پھر فرمایا اے لوگو ہمیں خبر دی گئی ہے کہ عبداللہ بن زبیر نے میرے والد محترم کے ذمہ برائیاں عمار کی ہیں اور قتل عثمان کو ان سے منسوب کر کے تمہمت لگاتا ہے۔ اے ماجر و انصار اور دیانت دار لوگو تم خوب جانتے ہو کہ عبداللہ کا باپ زبیر بن عوام اکثر اوقات عثمان کی نسبت کیسے کلمے کہتا تھا اور کیا نام رکھ چھوڑا تھا اور کس درجہ اس کی برائیاں بیان کرتا تھا طلحہ بن عبداللہ نے عثمان کی زندگی ہی میں خزانہ عامرہ میں کس قدر نا واجب تصرف کیا تھا۔ اب اس کی یہ مجال کہ میرے باپ پر ان باتوں کا الزام

لگائے جن سے تمام لوگ اچھی طرح آگاہ ہیں۔ اور بدگوئی سے پیش آئے۔ الحمد للہ کے ہمیں جواب دینے کی قدرت حاصل ہے کہ اگر ہم چاہیں تو اس کی نسبت سب کچھ کہہ سکتے ہیں۔ اور اس کا یہ کہنا کہ علی لوگوں کی حکومت چھٹنا اور ان کے شہروں اور علاقوں کو لپٹنا چاہتا ہے، یہ تو خود اس کے باپ زبیر کی آرزو ہے وہ خود کہتا ہے کہ میں نے ہاتھ سے علی کی بیعت کی ہے نہ کہ دل سے۔

غرض کیسے ہی سہی اس نے بیعت کر لی ہے اور اقرار کے بعد انکار قابل سماعت نہیں ہوتا۔ شرع سے ظاہری امور پر حکم جاری ہوتا ہے اور پوشیدہ امور کا جاننے والا خدا ہے اور اہل بصرہ کے دفعیہ کے لیے اہل کوفہ کا آنا کوئی بیجا امر نہیں ہے۔ بیش نیک راستے پر چلنے والے بدر اہوں کا دفعہ کرتے ہیں اور اصلاح کرنے والے مفسدوں کو روکتے ہیں۔ یقیناً ہمیں ہوا خواہان عثمان سے کوئی سروکار نہیں نہ ان سے جنگ و جدل کی احتیاج۔ ہماری لڑائی صرف ان شخصوں سے ہے جو شتر سوار یعنی عائشہ کی پیروی کرتے ہیں۔

تمام لوگوں نے اس خطبہ کو بہت پسند کیا اور حسن کی بہت تعریفیں کیں۔ اس کے بعد لشکر آگے بڑھے ایک دوسرے کے مقابل اور قریب تر آگئے۔ بصرہ کے غلام اور جوان بصرہ سے نکل کر اہل کوفہ کے برابر آجئے۔ کعب بن سور عائشہ کے پاس گیا اور کہا اب دونوں لشکر آمنے سامنے آگئے ہیں۔ جنگ ہونے والی ہے اگر یہ آگ بھڑکی تو بے شمار خون ہو جائیں گے اور پھر اس آگ کا بجھانا بہت مشکل ہو گا۔ اے ام المومنین اس کا کچھ مدد او کر کہ یہ سلگتی ہوئی آگ کسیں شعلہ نہ بن جائے۔

عائشہ ہودج میں سوار ہوئیں اور لوگ ان کے اونٹ کو جانب لشکر لے چلے۔ بصرہ کے لوگ اونٹ کے آگے آگے چل رہے تھے۔ لشکر میں پہنچ کر جناب امیر المومنین کو دیکھا کہ اپنے لشکر کو پیچھے ہٹا رہے ہیں اور جنگ سے روکتے ہیں۔ عائشہ یہ حال دیکھ کر واپس چلی گئیں اور وہ لوگ بھی جو ہودج کے ساتھ تھے چلے گئے۔ دوسرے دن امیر المومنین نے عبداللہ ابن عباس اور یزید بن صوحان کو طلب فرما کر کہا تم عائشہ کے پاس جاؤ اور کہو کہ خدا تعالیٰ نے تمہیں اپنے گھر میں بیٹھنے کا حکم دیا ہے اور باہر نکلنے سے منع فرمایا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ تم بھی اس امر سے بخوبی واقف ہو مگر ان لوگوں نے تمہیں برکا رکھا ہے ان کے کہنے سے گھر سے نکل آئی ہو تمہارا ان لوگوں کے ساتھ ہو جانا خلق خدا کو مصیبت میں مبتلا کرے گا۔ بہتر یہی ہے کہ تم واپس چلی جاؤ۔ اور لڑائی بھگڑنے میں نہ پڑو۔ اگر تم واپس نہ جاؤ گی اور اس آتش فشاں کو نہ بجھاؤ گی تو انجام کار جنگ ہوگی۔ بے شمار آدمی مارے جائیں گے۔ اے عائشہ خدا سے ڈرو گناہوں سے توبہ کرو اور اللہ کی طرف متوجہ ہو وہ اپنے بندوں کی توبہ سنتا ہے اور عذر قبول کر لیتا ہے۔ سچھ لینا چاہئے کہ عبداللہ ابن زبیر کی ہوا خواہی اور طلحہ ابن عبداللہ کی عزیز داری تمہارے کچھ کام نہ آئے گی اور انجام کار دوزخ کی آگ ہوگی۔ یہ دونوں شخص عائشہ کے پاس آئے۔ امیر المومنین کا پیغام سنایا عائشہ نے کہا میں ان باتوں کا جواب نہیں دے سکتی کیونکہ میں جانتی ہوں کہ حضرت علی سے از روئے دلیل و حجت جیت نہیں سکتی۔ وہ یہ سن کر چلے آئے اور جو کچھ عائشہ نے کہا تھا امیر المومنین علی سے کہہ دیا۔ آپ نے حکم دیا کہ لشکر کے امیروں اور سرداروں کو بلاؤ جب سب حاضر ہو گئے آپ نے اٹھ کر خطبہ پڑھا۔ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود بھیج کر کہا:

اے لوگو! جس قدر ممکن تھا ان لوگوں سے نرمی کی اور دیر لگائی کہ یہ آگ شعلہ زن نہ ہو۔ مخالفوں کو معرکہ آرائی اور فساد انگیزی کے نتائج سے بھی ڈرایا، جب ان باتوں سے بھی کچھ اثر نہ ہوا تو میں نے انہیں خدا کے واسطے دیے اور جو جو تدابیر تقاضائے بشریت میں تھیں سب کر دیکھیں کہ کسی طرح لوگ خدا کا خوف کریں اور نصیحت پر چلیں۔ میں نے جنگ کی نقصانات بھی یاد دلائے کہ اپنے اہل و عیال ہی پر رحم کھائیں یا خدا و پیغمبر ہی سے شرتائیں مگر وہ نہیں مانتے نہ کسی نصیحت کو

سننے ہیں۔ برابر یہی آواز آرہی ہے کہ حرب و ضرب کے لئے مستعد ہو کر میدان جنگ میں نکلو۔ کوئی مجھ جیسے شخص سے یہ بات کس طرح کہہ سکتا ہے اور لڑائی سے ڈرا سکتا ہے۔ میں نے اپنی تمام عمر جنگ و جدل میں صرف کی اور حرب و ضرب کے میدان میں پرورش پائی ہے میں نہیں جانتا کہ یہ لوگ مجھے بھول کیوں گئے ہیں۔ میں وہی علی ہوں جس نے ان لوگوں کے بہادریوں کی صفوں کو درہم برہم اور ان کے باپ اور بھائیوں کو قتل اور ان کی جماعتوں کو منتشر کیا ہے وہی شمشیر براں جس سے میں نے عرب کے دلیروں کے سر قلم کئے ہیں۔ ہنوز میرے قبضے میں ہیں۔ اور وہ نیزہ جس سے شجاعوں کے پہلو شگافہ کئے ہیں میرے ہاتھ میں ہے۔ الحمد للہ کہ میرا دل قوی اور بازو طاقتور ہیں اور صبر و یقین حاصل ہے۔ مجھے کیا خطرہ ہے۔ کیا خدا تعالیٰ نے مجھ سے فتح و ظفر کا وعدہ نہیں کیا ہے۔ اور اس نے اپنی نعمتوں کے دروازے میرے واسطے نہیں کھول رکھے ہیں۔ موت سے کوئی نہیں بھاگ سکتا اور حکم خدا سے چھوٹے ہوئے تیرا جہل کو کوئی نہیں روک سکتا۔ جو مارا جائے گا انجام کار اسے بھی مرنا ہی تھا۔ اور مرنے سے مارا جانا ہزار درجہ بہتر ہے۔ جس خدا کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے مجھے اسی کی قسم ہے کہ بستر پر بڑ کر مرنے کی نسبت مجھے بدن پر تلوار کے ہزار زخم کھانے زیادہ آسان معلوم ہوتے ہیں۔

اس کے بعد آپ نے دست دعا بلند فرمائے اے خدا ظلم نے خود آکر مجھ سے بخوشی بیعت کی پھر عہد شکنی کی اور اپنے اقرار سے پھر گیا۔ اے خدا اگر یہ سچ ہے تو اسے زیادہ مہلت نہ دے اور مجھے اس کے مکر سے بچالے۔

اے خدا زبیر بن عوام نے میری بیعت کا حق فراموش کر دیا ہے اور مجھ سے دشمنی و عداوت سے پیش آیا۔ یونانی اختیار کی مجھ میں اور مسلمانوں میں آتش جنگ روشن کی اور پھر یہ سمجھتا ہے کہ میں نے برائی کی اور ظالم ہوں۔ اے خدا اس کے شر کو مجھ سے دور رکھ۔

اس خطبے کے بعد مناجات کی اور حمد باری تعالیٰ کے بعد ترتیب فوج کی طرف متوجہ ہوئے سواروں کے مہند پر عمار یا سرکو، پیادوں کے مہند پر شریح بن ہانی کو، سواروں کے مہند پر سعید بن قیس ہمدانی اور پیادوں کے مہند پر رفاعہ بن شداد بجلی کو مقرر کیا۔ محمد بن ابی بکر کو سواروں کے قلب میں اور عدی بن حاتم طائی کو پیادوں کے بیچ میں قائم کیا۔ سواروں کے جناح کا دستہ زیاد بن کعب ارمی کو اور پیادوں کا حجر بن عدی کندی کو ملا۔ عمر بن حسن خزاعی کو سواروں کی اور مجندب بن زبیر ازدی کو پیادوں کی کمان عطا کی گئی۔

اس کے بعد ہر ایک عربی قبیلے کے سردار کو بلا کر حکم دیا کہ اپنی اپنی جماعتوں کا دھیان رکھیں۔ اور جس امر کی طرف رجوع کریں اسی پر قیام کریں۔

غرض جناب امیر المومنین نے اپنی فوج کو اس ترتیب سے قائم کر کے صفیں مرتب کر دیں دوسری طرف سے عائشہ بھی نکلیں ہووچ میں سوار تھیں جو عسکر نام اونٹ کی پیٹھ پر بندھا ہوا تھا۔ اس اونٹ کو -علی بن مہند نے دو سو دینار میں خریدا تھا اور یہ ہووچ بھی بہت بڑا تھا۔ سراسر کاٹھ کا تھا اور لوہے کی مینٹیں بڑی ہوئی تھیں۔ اور اونٹ کی کھال اس کے اوپر منڈھ دی تھی۔ اندر کی جانب عمدہ قسم کا کپڑا لگایا تھا۔ اسی اونٹ پر بصرہ والوں کا جھنڈا نصب تھا۔ جب دونوں لشکر ایک دوسرے کے مقابل ہو چکے اور بہادریوں کا آمناسنا ہوا تو امیر المومنین علی اپنی صفوں سے نکل کر طرفین کی صفوں کے درمیان آکھڑے ہوئے۔ جناب رسالت ماب کا لباس زیب تن تھا اور آنحضرت کی روئے مبارک دوش پر پڑی، سر پر سیاہ عمامہ تھا۔ جناب رسول خدا کی سواری کا مرکب جو رنگ میں خنک اور دلہل نام تھا آپ کی سواری میں تھا۔ آپ نے با آواز بلند فرمایا زبیر بن عوام کہاں ہے اس سے کو میرے سامنے آئے۔ کچھ لوگوں نے کہا یا امیر المومنین زبیر ہتھیار لگائے ہوئے ہے۔ اور آپ خالی ہاتھ ہیں آپ نے فرمایا کچھ فکر نہیں اسے میرے سامنے بھیجو زبیر حاضر ہوا اور عائشہ نے فریاد کی کہ افسوس اسماء بیوہ ہو گئی

لوگوں نے تسلی دی کہ تم اندیشہ نہ کرو حضرت علی کسی کو یوں ہی نہیں مارتے اور وہ تو بغیر اسلحہ تشریف لائے ہیں۔ شاید کچھ فرماتے ہوں گے۔

غرض زبیر جناب امیر المومنین علیہ السلام کے سامنے آیا۔ آپ نے فرمایا اے ابا عبد اللہ یہ کیا بات ہے جو تو کرنا چاہتا ہے، کس بات نے تجھ کو اس بات پر آمادہ کیا ہے۔ اس نے جواب دیا کہ طلب خون عثمان نے۔ آپ نے فرمایا خود تو نے اور تیرے ہمراہیوں نے ہی تو اسے مارا ہے اور اب تک اس کا خون تمہاری تلواروں سے نچک رہا ہے۔ کیا تو آپ سے اور اپنے دوستوں سے بدلہ لینا چاہتا ہے۔ پھر فرمایا میں تجھے خدائے واحد کی جس نے جناب محمد مصطفیٰ پر قرآن مجید نازل فرمایا ہے قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ حضرت رسول خدا نے کبھی تجھ سے دریافت کیا تھا کہ تو علی کو دوست رکھتا ہے؟ اور تو نے کہا تھا کہ میں کیوں نہ دوست رکھتا کہ وہ میری خالہ کا بیٹا ہے۔ حضرت نے اس وقت خبر دی تھی کہ تو ایک دن اس کے مقابلے کے لیے میدان میں نکلے گا اور دشمنی کرے گا اور یقیناً ”تو اس دن ظالم ہو گا۔ زبیر نے جواب دیا ہاں یہی بات تھی۔ پھر آپ نے فرمایا ایک اور قسم دے کر پوچھتا ہوں تجھے یاد ہے کہ جس دن جناب رسول خداؐ سرانے عمر بن عوف سے تشریف لا رہے تھے تو ان کے ہمراہ تھا اور تیرا ہاتھ آنحضرتؐ کے دست مبارک میں تھا اتنے میں میں بھی سامنے سے آگیا۔ جناب رسالت ماب نے مجھے سلام کیا، میں آپ کے چہرے کی طرف دکھ کر ہنسا۔ تو نے مجھ سے کہا اے ابو طالب کے بیٹے جناب رسول خدا کو پہلے سلام نہیں کیا۔ تو کب سے باز نہیں آیا۔

آنحضرتؐ نے فرمایا اے زبیر خاموش رہ علی مغرور نہیں ہے۔ ایک دن وہ ہو گا کہ تو اس کے مقابلے پر آئے گا اور اس دن تو ظالم ہو گا۔ زبیر نے کہا ہاں یہ بھی سچ ہے جناب رسول خدا نے ایسا ہی ارشاد کیا تھا اے امیر المومنین میں ان باتوں کو بھول گیا تھا۔ آپ نے یاد دلایا اب میں سمجھا کہ آپ حق پر ہیں اگر یہ بات مجھے پہلے یاد آ جاتی تو ہرگز آپ کے مقابلے کے لیے نہ نکلتا، اس وقت آپ نے جلا دیا۔ میں اپنے فعل سے باز آیا۔ اب کوئی ایسا کام نہ کروں گا جس سے خاطر مبارک میں میل آئے۔ یہ کہہ کر چلا گیا اور عائشہ کے پاس پہنچا ہوج میں تھیں پوچھا اے ابا عبد اللہ تم میں اور علی میں کیا کیا باتیں ہوئیں۔ زبیر نے ان باتوں کا ذکر کیا جو حضرت علی نے جناب رسالت ماب کے فرمودات یاد دلائے تھے اور کہا ایک اور بات بھی ہے وہ یہ کہ قسم خدا کی میں زمانہ جاہلیت اور عہد اسلام میں جس جس معرکہ میں شریک ہوا ہوں کہیں نہیں ہچکچایا۔ ہر موقع پر بڑا باحوصلہ اور دلیر رہا ہوں۔ مگر آج علی کے مقابلے میں دیکھتا ہوں کہ فکر و اضطراب سے گویا خود بخود میرے قدم پیچھے ہٹے جاتے ہیں۔

عائشہ نے کہا اے ابا عبد اللہ معلوم ہوتا ہے کہ تو علی کی تلوار سے ڈر گیا ہے اور تو ڈر جائے تو کوئی عیب اور عار بھی نہیں کیونکہ تجھ سے پیشتر اکثر بڑے بڑے بہادر اس سے کانپ اٹھے ہیں۔ اس کے بیٹے عبد اللہ نے کہا اے باپ شاید تو علی کی تلوار میں اپنی موت کا منہ دیکھ آیا ہے جو اس سے ڈر کر پلٹ آیا ہے۔ زبیر نے کہا خدا کی قسم اے بیٹے تو میرے لیے ہر موقع پر بد بخت نکلا ہے۔ اس نے جواب دیا میں تو بد بخت نہیں نکلا مگر تو نے مجھے اہل عرب کے سامنے ذلیل و رسوا کر دیا۔ اور بدنامی کا ایسا داغ لگا دیا جو سات سمندر کے پانی سے بھی نہیں دھل سکتا۔ زبیر یہ بات سن کر غضبناک ہوا۔ اور مرکب کو ڈپٹ کر لشکر امیر المومنین کی طرف پلٹا۔ حضرت نے اس کی یہ حالت دیکھ کر اپنی فوج سے کہا اے رات دو کہ صفوں سے دوسری طرف نکل جائے لوگوں نے اسے نہ روکا اور وہ صفوں کو چیرتا ہوا دوسری طرف نکل گیا۔ مگر کسی کو زخمی نہیں کیا پھر اپنی جگہ پہنچ کر بیٹے سے کہا کیا بزدل ایسا ہی حملہ کرتے ہیں۔ عبد اللہ نے کہا حملہ تو بہت اچھا تھا۔ لیکن کسی کو ایک بھی زخم نہ لگا اور اس وقت جبکہ جنگ سے کام آ رہا ہے تو ہم سے پیٹھ موڑتا ہے۔ اور چھوڑے جاتا ہے۔

زیر نے کہا اے بد بخت میں نے جناب محمد مصطفیٰ کا کلام سن رکھا ہے۔ کیا تیرے لیے میں اپنے آپ کو دوزخ میں ڈال دوں۔ اس کے بعد وہ لشکر سے نکلا اور پچاس سواروں نے اس کا پیچھا کیا کہ واپس لے آئیں۔ زیر نے باگ موڑی اور حملہ کر کے انہیں منتشر کر دیا۔ پھر آگے روانہ ہوا یہاں تک کہ وادی سباع کے ایک موضوع میں پہنچا اور بنی تمیم کی ایک جماعت کے پاس قیام کیا اس کے ایک آشنا نے پوچھا کہ لشکر کو کس حال میں چھوڑا زیر نے جواب دیا کہ دونوں جنگ آزمائی کا ارادہ رکھتے تھے اور لڑائی شروع ہونے کو تھی مجھ سے نہ دیکھا گیا چلا آیا آشنا نے اس کے لیے کھانا منگایا اس نے کچھ کھا کر اوپر سے دودھ پیا اور وضو کر کے نماز پڑھی پھر سو رہا۔ آشنا نے بے خبریا کر تلوار سے سر کاٹ ڈالا اور اس کے اسلحہ اور انگشتی لے کر جناب امیر علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔

کہتے ہیں کہ اس شخص کا نام عمرو بن جرموز مخاشی تھا۔ جب زیر کا گھوڑا اس کا سر اور ہتھیار جناب امیر کے سامنے لایا تو آپ اس کے قتل سے بہت ناراض ہوئے۔ اور عمر سے مواخذہ کیا کہ تو نے اسے کیوں مار ڈالا۔ عمر نے کہا میں سمجھا کہ آپ اس کے مارے جانے سے خوش ہوں گے اور یہ بھی خیال تھا کہ وہ آپ کی ہرگز اطاعت نہ کرے گا۔ حضرت نے فرمایا کہ میں نے جناب رسول خدا سے سنا ہے کہ زیر کے قاتل سے بتا دو کہ دوزخ میں جائے گا۔

عمر اس خبر سے رنجیدہ ہو کر واپس چلا گیا۔ حضرت علی تلوار کو گردش دیتے تھے اور رو کر فرماتے تھے کہ یہ وہ تلوار ہے جس نے جناب محمد مصطفیٰ کے مقابلے سے بہت سی تکلیفوں کو دور کیا تھا۔ اور خدا کے راستے میں بہت سی کوششیں کی تھیں اسی طرح زیر کے قتل پہ بہت افسوس اور رنج فرماتے رہے۔ آخر صبر فرمایا پھر لشکر کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ آنکھیں نیچی کر کے دل میں معرکہ آرائی کا مصمم ارادہ کر لو۔ یاد خدا کے سوا اور کوئی ذکر نہ ہو۔

عائشہ اپنی فوج کا دل بڑھا رہی تھی اور اہل بصرہ جنگ پر مستعد تھے۔ اب لشکر امیر پر ہیمن تیر آنے شروع ہوئے اور اہل لشکر زخمی ہونے لگے مگر حضرت علی اب بھی خاموش تھے۔ دو سنتوں نے کہا اے امیر المؤمنین ان لوگوں کی گستاخی حد سے تجاوز کر گئی ہے۔ وہ تیرا گفنی سے ہماری جمعیت کو خستہ کر رہے ہیں اور آپ اجازت جنگ عطا نہیں فرماتے۔ ہم نہیں سمجھ سکتے آپ کس بات کا انتظار فرما رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا میں چاہتا تھا کہ اپنے آپ کو جنگ سے باز رکھوں مگر دیکھا ہوں کہ وہ نصیحت نہیں سنتے بلکہ جنگ شروع کر کے ہمارے بہت سے آدمیوں کو زخمی اور مجروح کر دیا ہے۔ اب کوئی عذر باقی نہیں رہا۔

اس کے بعد آپ نے زرہ پہنی اور شمشیر جامل کر کے سر پر عمامہ باندھا اور دلدل پر سوار ہو کر قرآن شریف لیا آواز دی کہ تم میں سے کون شخص اس قرآن شریف کو میرے ہاتھ سے لے کر ان لوگوں کے سامنے لے جائے گا تاکہ انہیں اس قرآن مجید کی مندرجہ امر و نہی کی طرف بلائے۔

مخاشی میں سے ایک غلام مسلم نام آگے بڑھا اور کہا میں لجا کر ان کے سامنے پیش کروں گا۔ آپ نے فرمایا اے جوان اگر تو قرآن شریف کو ان کے سامنے لے جائے اور وہ تجھے قتل کر ڈالیں تو کیا تجھے اپنا قتل گوارا ہے۔ اس نے کہا مجھے گوارا ہے۔ آپ نے خبر دی کہ سب سے پہلے وہ ان ہاتھوں کو جن میں قرآن مجید ہو گا قطع کریں گے۔ پھر تیرے اور زخم لگائیں گے اور ہلاک کر دیں گے۔ اس نے کہا جو کچھ آپ نے فرمایا میں اس سب پر راضی ہوں اس لیے کہ میرا خدا رضا مند ہو گا۔ تو پھر مجھے کس بات کا غم ہے۔ آپ نے مکرر اس سے یہ کلمات ارشاد فرمائے۔ اور حجت ختم کی۔ اس نے کہا کہ خدا کے راستے میں شہید ہونا اور درگاہ سے ثواب موعود حاصل کرنا بمقابلہ تکلیف بہت اچھا ہے۔

اس کے بعد آپ نے دعاء خیر دی اور وہ قرآن شریف لے کر مخالفوں کے پاس پہنچا اور کہا اے لوگو جناب امیر المؤمنین علی ابن ابی طالب نے جو حضرت رسول خدا صلعم کا پیچرا بھائی اور وصی ہے یہ قرآن شریف میرے ہاتھ تمہارے پاس بھیجا ہے

اور اپنے آپ کو مجبور کر کے کہا ہے کہ میں تمہارے ساتھ اس کلام الہی کے مطابق عمل کروں گا تم مجھ سے مخالفت نہ کرو۔ اور جنگ سے پیش نہ آؤ۔ خدا سے ڈرو اور اپنے آپ کو ہلاک نہ کرو۔ عائشہ کے خدمتگاروں میں سے ایک آدمی نے آتے ہی اس پر تلوار کا وار کیا اور اس کے دونوں ہاتھ کاٹ ڈالے۔ اس جوان نے قرآن شریف کو سینہ اور بازوؤں سے روکا، دوسری تلوار سینہ ماری اور قتل کر دیا۔ اللہ رحمت و برکت نازل فرمائے۔

جناب امیر المؤمنین علی علیہ السلام نے یہ حال دیکھ کر علم اپنے بیٹے محمد بن حنیفہ کے حوالہ کیا اور کہا اے بیٹے علم لے کر دشمنوں پر حملہ کر۔ محمد نے حملہ کیا اور صفوں کے مقابل آکر رجز پڑھی اور توقف کیا۔ حضرت علی نے آواز دی کیوں دیر لگا رہے ہو حملہ کرو۔ محمد حنیفہ نے حملہ کر کے کئی شخص بار بار گرائے۔ وہ ایک طرف سے دوسری طرف حملہ کرتا رہا تھا۔ جناب امیر ملاحظہ فرما رہے تھے اور اس کی شجاعت اور طریقہ جنگ سے خوش ہو رہے تھے۔ اور کہتے تھے۔ اطعن بہا طعن ایک نعمہ لا خیر فی الحرب اذالم توقد محمد بن حنیفہ نے کچھ دیر تک جنگ کی پھر علم لیے ہوئے واپس ہوئے۔ اور اپنی صف میں آئے۔ اس کے بعد جناب امیر المؤمنین نے تلوار کھینچ کر حملہ کیا۔ کچھ عرصہ تک دائیں جانب کی فوج پر حملہ کرتے رہے۔ اور بہت سے آدمیوں کو خاک و خون میں ملایا، پھر کچھ عرصے تک بائیں جانب حملہ آور ہو کر قتل و قح کیا۔ آخر آپ کی تلوار خمیدہ ہو گئی۔ آپ عرکب سے اتر پڑے اور تلوار کو زانو کے نیچے دبا کر سیدھا کرنے لگے، کسی بھی خواہ نے کہا آپ تلوار بچھے دیں۔ خود سیدھی کرنے کی تکلیف نہ اٹھائیں میں سیدھی کر دوں گا آپ نے کچھ جواب نہ دیا اور تلوار سیدھی کر کے پھر سوار ہوئے۔ اور دوبارہ حملہ کیا جو سامنے آتا مار گراتے اب پھر تلوار میں بل آ گیا آپ پلٹ کر اپنی صف میں چلے آئے۔ تلوار کو درست کرتے جاتے تھے اور فرماتے جاتے تھے خدا کی قسم میں صرف اللہ کی خوشنودی کے لیے یہ جنگ کر رہا ہوں پھر اپنے بیٹے محمد حنیفہ کی طرف دیکھ کر کہا۔ ایسی جنگ کر جیسی تیرا باپ کرتا ہے۔

اسی اثناء میں اہل بصرہ کی سینہ فوج نے کوفہ والوں کی فوج کے میسرہ پر حملہ کیا اور کسی قدر پیچھے ہٹا لگے گئے۔ مگر اہل کوفہ نے پھر جم کر جنگ کی۔ علی کے طرفداروں میں سے عنت بن سعید ازدی نے صاحبان جمل پر حملہ کر کے کئی افراد کو قتل اور زخمی کیا۔ اور پھر خود بھی زخم کھایا۔ اور چلا آیا۔ پھر اس کا بھائی صفعہ بن سلیم گیا۔ اور سخت زخمی ہو گیا۔ اور شہید ہو گیا۔ پھر زید بن عبدی جو جناب امیر کے مشہور و معروف دوستوں میں سے تھا اور نامور شریف اور امیر المؤمنین کا فرمانبردار بھی تھا حملہ آور ہوا اور کچھ عرصہ جنگ کر کے شہید ہوا۔

اہل کوفہ کے بعد اس کے بھائی معصعہ بن صوحان نے علم لے کر حملہ کیا اور سخت زخمی ہو کر پلٹا اس کے بعد ابو عبیدہ عبدی جو اصحاب امیر المؤمنین میں سے تھا علم لے کر حملہ آور ہوا۔ اور شہادت پائی۔ اسی طرح عبداللہ بن رقبہ اور رشید بن سمر نے یکے بعد دیگرے علم سنبھالا اور حملہ کر کے جام شہادت نوش کیا۔ غرضیکہ ایک ہی جگہ پر حضرت علی کے ساتھ مشہور و معروف دوست شہید ہوئے۔ اب اصحاب جمل میں سے ایک شخص عبداللہ بن میشری نام میدان میں آیا اور رجز خواں ہو کر کہتا تھا۔ ابو الحسن جو اس فتنہ کا بانی ہے اور جس کی دشمنی فرض ہے کہاں ہے؟ جناب امیر نے فرمایا میں موجود ہوں آگے آ میں دیکھوں کیا کرتا ہے۔ اس شخص نے تلوار کھینچ کر حضرت پر حملہ کیا۔ حضرت علی نے ایک ایسا ہاتھ مارا کہ اس کا سر اور گردہ اور بازو کٹ کر دور جا گرے پھر اس کے سر پر کھڑے ہو کر فرمایا کیوں تو نے ابو الحسن کو دیکھا۔ اسی وقت بنی منبہ عائشہ کے اونٹ کے گرد حلقہ زن ہو گئے۔ ہر شخص اپنی کہہ رہا تھا۔ اور اشعار پڑھے جاتے تھے ان میں سے ایک شخص اونٹ کی مہار سنبھالے ہوئے تھا اور شمشیر بر نہ ہاتھ میں لیے اس پر فخر کر رہا تھا۔ زید بن سہل شیبانی نے تلوار کھینچ کر منہ پر ماری اور زمین پر گرا دیا۔ بنی منبہ میں سے ایک اور آدمی نے کھیل آکر سنبھال لی اس کا نام عاصم بن زلف تھا۔ اس نے امیر المؤمنین

کی دشمنی کے مضمون کا شعر پڑھا ہی تھا کہ آپ کے ہوا خواہوں میں سے منذر بن حفصہ تمہیں نے حملہ کر کے مار ڈالا۔ پھر میدان میں گھوڑے کو کاوے دیتا ہوا فخر کرنے لگا۔ اتنے میں اصحاب جمل کے ایک جوان وکیل بن مول جنی نے صف سے نکل کر منذر پر حملہ کیا، دونوں تلوار سے جنگ کرنے لگے۔ انجام کار منذر نے تلوار مار کر گرا دیا۔ اشتر نخعی میدان میں نکلا شیر غضب کی طرح دھاڑا۔ اور مرد مقابل طلب کیا عامر بن شداد ازدی مقابلے پر آیا کچھ دیر نیزہ سے جنگ کرتا رہا مگر اشتر نے نیزہ مار کر گرا دیا پھر لکارا کہ اور کون ہے جو مجھ سے جنگ آزما کرنا چاہتا ہے۔ سامنے آئے۔ مگر کوئی نہ نکلا۔ اشتر میدان جنگ میں گھوڑے کو کاوے دیتا اور فخریہ اشعار پڑھتا تھا جب کوئی شخص مقابل نہ آیا تو اپنی جگہ پلٹ آیا۔

پھر محمد بن ابی بکر اور عمار یا سر میدان میں نکلے اور اشتر ان کے عقب سے گزر کر دوسری طرف ان کے برابر جا کھڑا ہوا۔ اتنے میں اصحاب جمل سے ایک شخص نے آواز دی کہ تمہارا کیا نام ہے۔ انہوں نے کہا تجھے نام سے کیا لینا اگر کچھ جنگ کا حوصلہ رکھتا ہے تو سامنے آ کر تجھے بھی دیکھ لیں۔ عمر بن میسر بنی نکل کر مقابلے پر آیا۔ عمار یا سر نے اسے ہلاک کر دیا۔ کعب بن سوار ازدی نے عمار یا سر پر حملہ کرنے کا قصد کیا۔ مگر ایک ازدی غلام زیادہ جوش میں آ کر اس پر سبقت لے گیا۔ جو نبی وہ عمار یا سر کی طرف بڑھا اور عمار نے چاہا کہ حملہ آور ہو ابو زینب ازدی نے لپک کر حملہ کر دیا اور اس غلام کو قتل کر دیا۔ پھر جناب امیر کے سامنے جا کھڑا ہوا۔ اب عمر بن میسر اور کچھ اصحاب جمل اپنی جگہ سے بڑھے اور دونوں صفوں کے بیچ میں جہاں سے عائشہ کی سواری کا اونٹ قریب تھا کھڑے ہو کر لڑنے والوں کو طلب کیا۔ جناب امیر کے اصحاب میں سے الشیم بن سدوسی نکلا عمر بن میسر نے حملہ کر کے شہید کیا۔ پھر اور مقابل طلب کیا۔ عبداللہ بن صوحان ازدی نے پہنچ کر اس پر حملہ کیا اور شہید ہو گیا۔ پھر اور کسی کو طلب کیا مگر سب اس کی شجاعت اور حملہ دیکھ چکے تھے کوئی بھی مقابلے پر نہ آیا۔ عمر گھوڑے کو میدان میں کاوے دیتا تھا اور اپنی تعریف کر رہا تھا اس کا خوف دلوں پر چھا گیا تھا۔ یہ حال دیکھ کر عمار یا سر نے اپنا مرکب اس کی طرف بڑھایا اور سامنے آ کر کہا یہ لاف و گزاف کب تک۔ اگر تو سچا ہے تو ٹھہر کہ تو مردوں کا وار ملاحظہ کرے۔ عمر نے تلوار کھینچ کر عمار یا سر پر حملہ کیا۔ عمار نے بھی مقابلہ کیا۔ بہت دیر تک دونوں میں کشمکش اور رو و بدل ہوتا رہا۔ آخر کار عمار نے تلوار کے وار سے اسے گھوڑے سے نیچے گرا دیا پھر آپ بھی نیچے اتر کر اور اس کا پاؤں پکڑ کر گھسیٹا ہوا لایا اور جناب امیر کے سامنے لا کر ڈال دیا آپ نے حکم دیا کہ اس کا سر کاٹ ڈالو۔ عمر نے کہا مجھے مت مارو جس طرح میں ان کی مدد کرتا تھا اسی طرح تمہاری رضامندی کے لیے اب ان سے جنگ کروں گا۔ آپ نے فرمایا اے دشمن خدا میں تجھے کس طرح چھوڑ دوں کہ تو نے میرے تین مصاحب جو بہادری، شجاعت، دانائی اور عقل میں نظیر نہ رکھتے تھے قتل کئے ہیں۔ عمر نے کہا اے امیر مجھے تم سے کچھ کہنا ہے قریب آؤ تو میں کان کچھ کہوں وہ ایک بڑے راز کی بات ہے کہ جس کے معلوم ہونے سے آپ کو بڑا فائدہ ہو گا آپ نے کہا تو بڑا شقی ہے اور جناب رسول خدا نے مجھ سے فرما رکھا ہے کہ متمرد شخص سے علیحدہ رہنا۔ عمر نے کہا خدا کی قسم اگر تم میرے قریب آتے اور اپنا کان میرے لبوں کے قریب کرتے تو آپ کا کان یا ناک کتر لیتا۔ حضرت نے اس کے اس کہنے سے بڑا تعجب کیا پھر اپنے ہاتھ سے اسے ہلاک کیا۔

پھر اس کا بھائی عبداللہ بن میسر نکلا اور مرد مقابل طلب کیا۔ جناب علی مرتضیٰ ایسے طریق سے سامنے تشریف لے گئے کہ وہ نہ پہچانے جناب امیر نے حملہ کیا اور اپنی تلوار کا وار سیدھا کیا کہ آدھا چہرہ اور سر کاٹ کر گر پڑا۔ پھر آپ نے مراجعت کی کہ اپنی صف میں آجائیں اتنے میں ایک اور آواز سنی مڑ کر دیکھا تو عبداللہ بن خلف خزاعی عائشہ کے گھر کا منتظم اور بصرہ کا رہنے والا تھا آپ نے استفسار فرمایا کہ عبداللہ کیا کہتا ہے اس نے کہا یا علی تم تھوڑی دیر کے لئے مجھ سے میدان جنگ میں مقابلہ کرنا منظور کرتے ہو۔ آپ نے فرمایا یہ کوئی مشکل بات نہیں لیکن تجھے مارے جانے میں کیا راحت ملے گی۔ غالباً تو مجھے نہ

سب سے پہلے حجاج بن عریہ انصاری نے باگ اٹھائی۔ اس کے بعد عقب سے حذیمہ بن ثابت نے حملہ کیا۔ پھر شریح بن ہانی بن عروہ مذحجی، زیاد بن کعب ہمدانی، عمار بن یاسر، اشتر نخعی، سعید بن قیس ہمدانی، عدی بن حاتم طائی، رفاعہ بن شداد نے بالترتیب ایک دوسرے کے پیچھے حملے کئے۔ غرضیکہ حضرت امیر المومنین کے اصحاب ہر سمت سے دائیں بائیں اور قلب و جناح کی فوجوں پر ٹوٹ پڑے۔ ایسے لاجواب ہلے کئے اور اس طرح ٹوٹے کہ اس جیسی لڑائی کبھی کسی نے نہ دیکھی ہوگی۔ بے شمار اصحاب جمل مارے گئے اور عائشہ کا ہودج جس میں وہ تشریف فرما تھیں تیروں کی بوچھاڑ کی کثرت کے سبب اس میں اس قدر تیر پھوست ہو گئے تھے کہ وہ سیرہ کی پیٹھ معلوم ہوتا تھا۔ اصحاب جمل انتہائی اعتقاد سے عائشہ کے اونٹ کی بینگنیاں اٹھا اٹھا کر سو گھنٹے تھے اور آپس میں آکھتے تھے کہ مومنوں کی ماں عائشہ کے اونٹ کی بینگنیوں میں سے تو منگ سے بھی زیادہ خوشبو آتی ہے اور اس پر بت فخر کرتے تھے۔ اونٹ کی مہار تھام کر خوب مردانگی دکھا رہے تھے اور اس کے سامنے قتل ہو ہو کر گرتے جاتے تھے اس طرف سے اشتر نخعی داؤ شجاعت دے رہا تھا۔ عبداللہ ابن زبیر نے اسے دیکھ کر آواز دی اے دشمن خدا اپنی جگہ ٹھہر میں تجھے سب جگہ ڈھونڈ پھرا اب کوئی لمحہ جاتا ہے کہ تو مردوں کے ہاتھ دیکھ لے گا۔ یہ کہہ کر نیزہ لیا اور مرکب دوڑایا۔ دونوں نیزہ سے جنگ کرنے لگے۔ مگر عبداللہ ابن زبیر نے یہ مشکل اپنے آپ کو اس کے ہاتھ سے بچایا۔ آج اشتر و زہ سے تھا اور اس سے پہلے دو یوم تک بیماری کی وجہ سے کچھ نہ کھایا تھا، ورنہ عبداللہ اس کے ہاتھ سے بچ کر نہ جاتا۔ جس وقت طرفداران امیر المومنین نے ہر سمت سے حملہ کر دیا اور آثار فتح نظر آنے لگے اور بصرہ والوں کی ایک کثیر تعداد قتل ہو گئی تو انجام کار تاب مقاومت نہ لاکر فرار اختیار کیا۔ لشکر امیر المومنین نے تعاقب کر کے ہمت سے آدمیوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ اس وقت آپ نے حکم دیا کہ اس اونٹ کو جسے شیطان نے ابھی تک سنبھال کر رکھا ہے بے پاؤں کا کر دو۔ کئی شخص اس طرف دوڑ پڑے۔ عبدالرحمن بن صرہ تنوخی نے پہنچ کر اس اونٹ کی دو اگلی ٹانگوں پر تلوار ماری جس سے دونوں پاؤں قلم ہو گئے اور فوراً وہ اونٹ ایک مصیبت ناک آواز نکال کر سینہ کے بل زمین پر آ رہا۔ غار یا سر نے تلوار سے تنگ کاٹ ڈالی کہ ہودج زمین پر آ رہا۔

اس کے بعد جناب علی مرتضیٰ آپہنچے۔ عائشہ نے آپ کو دیکھ کر کہا اے علی تم نے فتح پائی ہے تو نیکی سے پیش آؤ۔ آپ نے محمد بن ابی بکر سے کہا اپنی بہن کو سنبھال اور اپنے سوا کسی اور کو اس ہودج کے پاس نہ آنے دے۔ محمد دوڑ کر گیا اور ہودج کے اندر ہاتھ ڈال کر چاہا کہ عائشہ کو اندر سے نکالے۔ عائشہ نے کہا تو کون ہے تیرا ہاتھ میرے دامن کو چھو گیا ہے۔ محمد نے کہا بن میں ہوں تو نے اپنا یہ کیا حال کیا۔ آہرد ضائع کی اور ہلاکت میں پڑی۔

اس کے بعد اسے شہر بصرہ میں لے جا کر عبداللہ بن خلف خزاعی کے گھر میں جہاں وہ آتے میں اتری تھیں ٹھہرایا۔ عائشہ نے کہا میں قسم دلاتی ہوں کہ عبداللہ بن زبیر کو بلاؤ۔ محمد نے کہا اسے بلا کر کیا کرو گی۔ یہ سب مصیبت اور خرابی اسی کے سبب اٹھائی پڑی ہے۔ عائشہ نے کہا مجھے زیادہ مت سناؤ وہ میرا بھانجا ہے میں اسے دیکھنا چاہتی ہوں کہ اس معرکہ میں اس کا کیا حال ہوا ہے۔ محمد میدان جنگ میں واپس آیا۔ عبداللہ کو ہمت مجروح اور خستہ حال دیکھا۔ کہا اٹھ ہم اپنے گھر چلیں۔ عبداللہ گھوڑے پر سوار ہوا اور محمد اس کے پیچھے بیٹھا۔ جب داخل خانہ ہوا تو عائشہ اس کا یہ حال دیکھ کر رونے لگیں اور اس کو گلے سے لگایا۔ پھر مصروف علاج ہوئیں۔ پھر عائشہ نے محمد سے کہا جا اس کے واسطے علی سے امان طلب کر۔ محمد نے خدمت اقدس میں حاضر ہو کر عبداللہ ابن زبیر کے لیے امان طلب کی۔ آپ نے فرمایا ایک عبداللہ کیا میں نے تمام عالم کو امان دے دی۔ اس کے بعد جناب امیر نے عبداللہ ابن عباس کو بلا کر کہا۔ عائشہ کے پاس جا اور کہہ دے کہ جلد سے جلد مدینہ جاؤ اور بصرہ میں نہ ٹھہرو عبداللہ ابن عباس نے عبداللہ بن خلف کے دروازے پر پہنچ کر کہا کہ مجھے عائشہ سے کچھ کہنا ہے۔ اجازت ہو

تو اندر آکر پیغام پہنچا دوں۔ عائشہ نے اجازت نہ دی۔ عبداللہ بے اجازت ہی اندر چلا گیا۔ چند تکتے پڑے ہوئے تھے ان ہی میں سے ایک اٹھا کر اس پر ہو بیٹھا۔ عائشہ نے کہا اے عباس کے بیٹے تو نے سنت امر کو ترک کر دیا کہ میری اجازت بغیر اندر چلا آیا اور میرے بغیر کے تکتے پر ہو بیٹھا۔ ابن عباس نے کہا تمہیں سنت سے کیا علاقہ ہماری وضع اور آئین ہے ہم نے ہی تم کو اور تمہارے باپ کو سنت کی تعلیم دی ہے۔ اگر تم اس حجرہ میں رہتیں جس میں رسول خدا نے تمہیں چھوڑا تھا اور اس حجرہ سے قدم باہر نہ نکالتیں تو کوئی شخص آپ کی بلا اجازت قدم نہ رکھ سکتا۔ تمہارا گھر وہ ہے جس میں رہنے کے لیے خدا و رسول نے تم کو حکم دیا ہے۔ تم خدا اور رسول خدا کی اجازت کے بغیر اس گھر سے نکل آئیں اور جو کچھ فساد کیا سو کیا اب جناب امیر المومنین تمہیں حکم دیتے ہیں کہ فوراً مدینہ چلی جاؤ زیادہ دیر نہ ٹھہرو۔ عائشہ نے کہا اللہ تعالیٰ امیر المومنین عمر ابن الخطاب پر رحمت نازل کرے، امیر المومنین تو وہ تھے۔ عبداللہ ابن عباس نے کہ شکر خدا کہ آج عالم کے امیر المومنین علی ہیں گو تم ان سے ناخوش ہو۔ عائشہ نے کہا میں اس امر سے انکار کرتی ہوں۔ عبداللہ نے جواب دیا کہ انکار کرنا تمہارے حق میں بہت نامبارک ہے۔ اور بہت جلدیہ ظاہر ہو گیا ہے۔ تمہارا حکم اور بدبہ زیادہ دیر نہیں چلا۔ بہت جلدی ختم ہو گیا۔ عائشہ رو پڑیں اور کہا میں ایسا ہی کر دوں گی اور اس شہر سے نکل جاؤں گی۔ کیونکہ اے بنی ہاشم جس جگہ تم نظر آتے وہ جگہ مجھے سب جگہوں سے زیادہ ناگوار گزرتی ہے۔

عبداللہ نے کہا تم ایسا کیوں فرماتی ہو۔ تمہارے پاس جس قدر نعمتیں ہیں سب ہماری ہی دی ہوئی ہیں۔ عائشہ نے کہا میں تمہاری ایک نعمت بھی نہیں رکھتی۔ عبداللہ نے جواب دیا اول نسب تمہیں اور عدی ہے۔ تم اس کے سبب ام المومنین نہیں کہلاتی ہو بلکہ ہماری وجہ سے تمہیں ام المومنین کہتے ہیں۔ ورنہ تم ام ربانی کی بیٹی ہو۔ تمہارا باپ جن کو صدیق کہتے ہیں ابو قحافہ کا بیٹا ہے وہ بھی ہمارے سبب سے ہی صدیق ہوا ہے۔ عائشہ نے کہا تو جناب رسول خدا کے ذریعہ سے مجھ پر احسان جاتا ہے۔ عبداللہ نے کہا ہاں جناب رسول خدا کے ذریعے سے تم پر کیوں احسان نہ جتاؤں۔ خدائے واحد کی قسم جناب رسول خدا کا ایک بال بلکہ اس قدر حصہ جتنا ناخن سے لگا رہ جائے کسی شخص پر ہو تو بھی تم پر بلکہ تمام مومنین پر ہم احسان رکھتے ہیں کیونکہ ہزار در ہزار احسان کا موقع ہے اور کون شخص ہے جو آنحضرت کے بال برابر احسان کا حق ادا کر سکتا ہے تم ان کی تو پیہوں میں سے ایک بی بی ہو تم ان سے شکل میں زیادہ اچھی نہیں۔ نہ اصل اور نسب ہی میں زیادہ عزیز اور بزرگ ہو اور تم حکمرانی چاہتی ہو کہ سب تمہارا کہنا مانیں۔ کوئی خلاف امر نہ کرے۔ ہم جناب رسول خدا کے گوشت پوست اور خون ہیں۔ آنحضرت کا ورثہ اور علم ہم میں موجود ہے۔ عائشہ نے کہا علی تیری ان باتوں سے گرویدہ نہ ہو گا اور جو کچھ تو کہتا ہے وہ اسے تسلیم نہ کرے گا۔ عبداللہ نے کہا میں ان سے جھگڑا نہیں کرتا بلکہ ان کا فرمانبردار ہوں کیونکہ میری نسبت علی جناب رسول خدا کے زیادہ قرابت دار ہیں اور وراثت و علم رسول خدا کے سب سے زیادہ حقدار اور سزاوار ہیں۔ آپ جناب رسالت مآب کے بھائی چچا کے بیٹے، ان کی صاحبزادی کے شوہر، ان کے دو فرزندوں کے باپ، وصی، شہر علم کا باب اور میدان جنگ کے کرار غیر فرار ہیں۔ تم کو ان امور سے کیا نسبت۔ خدا کی قسم ہم نے تمہارے اور تمہارے باپ کے حق میں جو کچھ کیا ہے تم اس کا شکر یہ بھی ادا نہیں کر سکتی تھیں اور جس قدر کر سکتی تھیں وہ بھی نہیں کیا۔ بلکہ جو کچھ تم نے کیا سو کیا۔ عبداللہ اس قدر کہہ کر عائشہ کے پاس سے واپس چلا آیا۔ اور جناب امیر کی خدمت میں آکر جملہ گفت و شنید عرض کی۔ آپ نے فرمایا میں سمجھتا ہوں کہ اس قسم کی باتیں ہوں گی۔ پھر حکم دیا کہ جناب رسول خدا کی سواری کے مرکب پر زین رکھیں اور میرے پاس لائیں۔ جب مرکب آیا عائشہ کے پاس تشریف لے گئے اذن چاہا اندر گئے دیکھا عائشہ بیٹھی رو رہی ہے اور بصرہ کی کچھ عورتیں ان کے گرد بیٹھی ہوئی روتی ہیں۔ عبداللہ بن خلف خزاعی کی بیوی نے امیر المومنین کو دیکھ کر فریاد کی اور اس کے قبیلے

کی جو عورتیں وہاں موجود تھیں انہوں نے بھی فریاد کرتے ہوئے آپ کی طرف منہ کیا اور کہنے لگیں اے دوستوں کے قاتل اور جماعتوں کے پریشان کرنے والے خدا تیرے فرزندوں کو یتیم کرے جیسا کہ تو نے عبد اللہ بن خلف کے بچوں کو یتیم کیا ہے۔

جناب امیر نے اس کے تئیں پہچان کر فرمایا تو سچی ہے جو مجھے دشمن سمجھتی ہے کیونکہ میں نے تیرے دادا کو بدر کی لڑائی میں تیرے باپ کو جنگ احد میں اور تیرے شوہر کو کل ہی قتل کیا ہے اور اگر جیسا تو کہتی ہے میں ویسا ہی دوستوں کا قاتل ہوتا تو جتنے آدمی اس گھر میں ہیں سب کو قتل کر دیتا۔ پھر عائشہ کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا۔ ان کہتیوں کو تم نے مجھ پر کیوں بھونکایا ہے اگر میں امن کو پسند نہ کرتا تو اسی وقت سب کو گھر سے نکال کر قتل کر دیتا۔ عائشہ اور دیگر عورتیں حضرت علی کا یہ ارشاد سنتے ہیں دم بخود ہو گئیں پھر کچھ نہ بولیں اس کے بعد آپ نے عائشہ کو تنبیہ فرمائی اور کہا اللہ تعالیٰ نے تمہیں گھر میں بیٹھے رہنے کا حکم دیا تھا کہ باہر نکلنے کا! تم گھر سے باہر نکل کر خدا کی گنہ گار ہو گئیں، خود کو لڑائی میں مبتلا کیا، لوگوں کو مجھ سے لڑوایا اور اس بات کا خیال نہ کیا کہ اللہ تعالیٰ نے تم کو اور تمہارے باپ کو ہماری ہی وجہ سے شریف کیا ہے اور ہماری ہی قربت کے سبب تم ام المومنین کہلا گئیں، انھو اسی گھر میں جا کر رہو جو تمہارے رہنے کی جگہ ہے۔ یہ فرما کر آپ واپس چلے گئے۔ دوسرے دن آپ نے اپنے فرزند حسن کو بھیجا۔ آپ نے جا کر کہا امیر المومنین نے اس خدا کی جس کے قبضہ قدرت میں ہر شے ہے قسم کھائی ہے کہ اگر تم اسی وقت نہ انھیں اور جانب مدینہ روانہ نہ ہو گئیں۔ تو جس بات سے تم آگاہ ہو تمہارے حق میں وہی کلمہ کہہ دوں گا۔ عائشہ اس وقت سر میں کنگھی کر رہی تھیں۔ ایک طرف کے بال گوندھ لیے تھے۔ جو نہی حسن نے یہ کہا عائشہ دوسری طرف کے بال ویسے ہی بے گندھے چھوڑ کر کھڑی ہو گئیں۔

بصرہ سے مدینہ کو عائشہ کی روانگی

عائشہ نے کہا ابھی میری سواری لاؤ اور اسباب لا دو کہ میں مدینہ جاتی ہوں۔ محلہ کی ایک عورت نے جو وہاں موجود تھی پوچھا اے ام المومنین عبد اللہ ابن عباس تمہارے پاس آیا جو کچھ اس نے کہا تم نے ایسے ایسے سخت جواب دیئے کہ وہ غصہ ہو کر چلا گیا۔ پھر جناب امیر یہ نفس نفیس تشریف لائے اور بہت سی باتیں درمیان میں آئیں لیکن عبد اللہ اور علی کی تحویف اور تمہید سے اس قدر نہ گھبرائیں جس قدر اس لڑکے کے کہنے سے اس کا کیا سبب؟ عائشہ نے جواب دیا میں اس کی بات سے اس لیے مضطرب ہو گئی کہ وہ فرزند رسول ہے۔ جو شخص حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کرنا چاہے وہ اس کی آنکھ کی سیاہی دیکھ لے۔ اور ایک اور بات ہے جو حضرت علی کی زبان سے علاقہ رکھتی ہے حسن کی زبان سے اشارہ "کہلا بھیجا ہے ناچار مجھے ماننا اور یہاں سے جانا پڑا۔ اس عورت نے کہا میں اس خدا کی جس نے جناب محمد مصطفیٰ کو راستی کے ساتھ پیدا کیا ہے قسم دلا کر کہتی ہوں کہ مجھے بتلا وہ بات کیا ہے؟

عائشہ نے کہا تو نے مجھے قسم دلا دی ہے۔ اس لیے تجھ سے کہتی ہوں کہ ایک دفعہ آنحضرت صلعم جماد سے تشریف لائے اور بہت سا مال غنیمت آیا آپ وہ مال صحابہ میں تقسیم فرمانے لگے۔ میں اور آپ کی کچھ بیویاں اس مال غنیمت سے کوئی شے طلب کرنے لگیں۔ ہم نے زیادہ اصرار کیا اور جناب رسالت ماب ہمارے اصرار سے تنگ ہوئے علی بھی اس وقت موجود تھے اس اصرار پر ہمیں ملامت کی اور کہا زیادہ نہ بولو، خاموش رہو، آنحضرت کی طبیعت کدر ہوتی ہے۔ ہم نے جواب میں سختی سے کام لیا اور علی کو رنجیدہ کیا۔ علی نے کلام الہی میں سے یہ آیت پڑھی۔ عسی وہان طلقن ان بیدلہ ازواجہ ہم نے پھر

اصرار کیا، اور سخت باتیں کہیں۔ حضرت رسول خدا کو غصہ آ گیا اور جو کچھ ہم نے علی کی نسبت کہا تھا انہیں سخت ناگوار گزرا۔ فرمایا اے علی میں نے ان عورتوں کی طلاق اپنی وفات کے بعد تیرے اختیار میں دی ان میں سے جسے چاہے طلاق دیدے۔ اب میں ڈر گئی کہ علی کی بات نہیں مانتی تو وہ مجھے طلاق دے دے گا پھر جناب رسول خدا کی زوجہ نہ رہوں گی۔ اس سبب سے میں ابھی مدینہ جاتی ہوں۔

القصد جب عائشہ نے بصرہ سے سفر مدینہ اختیار کیا جناب امیر المومنین نے بصرہ کی کچھ عورتوں کو مردانہ لباس پہنا کر اور سر پر عمامہ بندھوا کر حکم دیا کہ عائشہ کے ہمراہ چلو۔ بصرہ سے کچھ دور نکل کر عائشہ نے حضرت علی کی شکایت کی کہ مجھے غیر مردوں کے ہمراہ بھیجا ہے ان میں سے ایک عورت نے اپنا اونٹ نزدیک لا کر منہ کھول دیا اور کہا عائشہ ہم عورتیں ہیں اور مردانہ لباس میں تیرے ساتھ ہیں۔ علی نے یہی حکم دیا ہے کہ مردانہ آن بان سے تمہارے ساتھ چلیں تاکہ اثناء راہ میں کوئی بد عنوانی نہ ہونے پائے۔

عائشہ یہ دیکھ کر کہ سب عورتیں ہیں بہت خوش ہوئیں۔ جناب امیر کی احسان مند ہوئیں اور اس شکایت کو مبدل بہ شکر یہ کیا۔ داخل مدینہ ہو کر اپنے حجرہ میں قیام کیا۔ اور ان عورتوں کو بہت اچھی طرح رخصت کیا۔ اس کے بعد اپنے فعل پر نادم ہوتی رہیں۔ اور جب کبھی جنگ جمل کا خیال آ جاتا تھا تو اس قدر روتی تھیں کہ چادر آنسوؤں سے تر ہو جاتی تھی۔ اور غش آ جاتا تھا۔ اور فرماتی تھیں کہ اے کاش میں بصرہ جانے سے بیس برس پہلے مر چکی ہوتی۔ کہ مجھ سے یہ حرکت سرزد نہ ہونے پائی۔ راویوں کا بیان ہے کہ جنگ جمل میں عائشہ کے لشکر کی تعداد تیس ہزار سوار اور پیدل تھے۔ بلکہ اس سے بھی کچھ زیادہ تھے۔ امیر المومنین علی کا لشکر بیس ہزار آپ کے لشکر میں سے ایک ہزار سات سو آدمی شہید ہوئے اور اصحاب جمل میں سے نو ہزار آدمی مارے گئے۔ ازد قبیلہ کے چار ہزار، صنبہ کے دو ہزار، بنی ناعیہ کے چار سو، بنی بکر بن وائل کے آٹھ سو، بنی حنظلہ کے نو سو، بنی عدی اور اس کے دوستداروں میں سے نو سو آدمی کام آئے۔ بنی تمیم بن مرہ سے ایک شخص عبدالرحمن بن صرد توخی سے جس نے عائشہ کے اونٹ کی ٹانگیں قطع کی تھیں دریافت کیا کہ پاؤں کیوں قطع کئے تھے اس نے کہا یہ بات بھلا پوچھنے کی ہے۔ اگر میں اس اونٹ کے پاؤں کاٹ کر گراندیتا تو اس دن عائشہ کی فوج کا ایک آدمی بھی زندہ نہ بچتا۔ اونٹ کے کرتے ہی لڑائی ختم ہو گئی۔

غرض جناب امیر نے جنگ جمل سے فارغ ہو کر اور اس فساد کو مٹا کر چند روز بصرہ میں قیام فرمایا پھر مناسب سمجھا کہ وہاں سے کوفہ تشریف لے جائیں۔ حکم دے کر ایک منبر لشکر گاہ میں رکھوا کر اس پر تشریف لے جا کر خطبہ پڑھا۔ حمد باری تعالیٰ کے بعد جناب رسالت ماب پر درود بھیج کر اس فساد اور مخالفت کے متعلق چند امور بیان فرمائے۔ منذر بن جارود عبیدی نے اٹھ کر آخر زمانہ کی خرابیوں کی نسبت سوال کیا۔ آپ نے اس کا مفصل حال اور عجائب و غرائب واقعات کا ذکر کیا جو بعد وفات رسول خدا دنیا میں ظاہر ہوں گے۔ اس وقت ہر ایک آدمی رو رہا تھا اور آپ کے کمال علم و فضل کا شاء خواں تھا۔ آخر میں فرمایا کہ اے منذر میں نے جناب رسول خدا سے سن رکھا ہے کہ قیامت اس روز آئے گی جب کہ تمام آدمی شریر ہی شریر ہوں گے۔ محرم کی پہلی تاریخ اور جمعہ کا دن ہو گا۔ اے مسلمانوں اس روز سے ڈرو اور اس دن کو یاد رکھو۔ اعمال نیک میں سعی کرو تاکہ ان شریروں میں شمار نہ ہو۔ اللہم صلی علی محمد الکریم فی سبب الرفع فی حسب التقیح المنتخب توخی المقرب سلیل عبدالمطلب سید العرب و العجم صلی اللہ علیہ والہ پھر منبر پر سے تشریف لے آئے اور اہل لشکر کو حکم دیا کہ اسباب باندھ دیں میں فتح و ظفر و سرور شامانی کے ساتھ بہ سمت کوفہ روانہ ہوں۔ الحمد للہ رب العلمین و صلی اللہ علی محمد و آلہ اجمعین پس جنگ جمل کا قصہ ختم ہو گیا۔

عمر خلافت علی میں جنگ صفین اور

معاویہ بن ابی سفیان کی مخالفت

ابو محمد احمد بن اعثم کوئی رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ میں نے یہ حالات بڑے بڑے مشہور ثقہ معتبر لوگوں اور ان گروہوں سے جو راست بیانی اور نیک خوئی میں نام آور ہیں غلو توں اور جلسوں میں سنے ہیں۔ اگرچہ ان کی روایتیں الفاظ میں کسی قدر مختلف تھیں مگر مطالب میں کچھ فرق نہ تھا۔ اس لیے ان سب روایتوں کو ایک ہی سلسلے میں بیان کر دیا ہے۔

تمام ثقہ، معتبر راویوں اور مشہور محدثوں کا بیان ہے کہ جناب امیر المومنین علیؑ نے جنگ جمل سے فارغ ہو کر خطبہ پڑھا اور آخر زمانہ کے واقعات کا ذکر کیا۔ مسلمانوں کو پسندیدہ نہیں کیں اور عجیب و غریب احوال کا بیان فرمایا۔ اس کے بعد عمار یاسر، اشتر نخعی اور بڑے بڑے صحابہ و امراء نے پوچھا کہ حضور کا ارادہ عالی کس سمت ہے کہ ہم بھی تیاری کر کے رکاب سعادت میں کمر بستہ ہوں۔ آپ نے فرمایا فی الحال کوفہ جانے کا عزم ہے۔ وہاں پہنچنے کے بعد جو کچھ مناسب ہو گا کیا جائے گا۔

۱۲ رجب ۳۶ھ پیر کے دن جانب کوفہ سفر کیا۔ تمام لشکر آپ کے ساتھ تھا اور صحابہ میں سے مددگاروں اور شریفوں کی بڑی تعداد آپ کے شریک سفر تھی۔ کوفہ میں پہنچنے پر ہر خاص و عام اور ادنیٰ و اعلیٰ نے خلیفہ جناب رسول خدا کی سواری معلیٰ کا استقبال کیا اور مبارک بادی کے ساتھ آپ کی تشریف آوری سے نہایت شاد و مسرور ہوئے۔ دار الامارہ آپ کے فروکش ہونے کے لیے خالی کیا گیا۔ مگر آپ نے فرمایا مجھے اس کی ضرورت نہیں، ہم رجبہ میں قیام کریں گے۔ حسب الحکم رجبہ میں

اسباب اتارا گیا۔ امیر المومنین جامع مسجد کوفہ میں تشریف لائے تمام آدمیوں کو طلب فرمایا۔ جب سب حاضر ہو گئے۔ منبر پر تشریف لے جا کر خدا تعالیٰ کی حمد ان الفاظ میں بیان فرمائی۔ اس خدائے جل و علا کے لیے حمد و ثناء زیبا ہے جس نے اپنے دوستوں کو مظفر و منصور فرمایا۔ اور دشمنوں کی جمعیت کو ابتر و پریشان کر دیا۔ صادق برحق کو عزیز اور جھوٹے کاذب کو ذلیل کیا۔

اے مسلمانو! میں تمہاری طرف سے کسی امر کا اس قدر خوف نہیں کرتا جس قدر تمہاری خواہش نفس کی پیروی اور درازی عمر کی خواہش سے ڈرتا ہوں۔ کیونکہ نفسانی خواہش انسان کو حق کے راستے سے منحرف کرتی ہے۔ اور درازی عمر کی خواہش عیبی کو دل سے بھلا دیتی ہے۔ آگاہ رہو کہ دنیا گزر جانے والی شے ہے اور آخرت قائم رہنے والی۔ بہت سے انسان ہیں کہ دنیاوی لالچوں سے دل بنگی رکھتے ہیں اور مال کے جمع کرنے سے مشغول ہیں اور کچھ ایسے ہیں جو اس مکار دنیا کے عیبوں کو پہچان گئے ہیں اور اس کے بے حقیقت سامانوں سے منہ پھیر کر باقیات صالحات کی تحصیل کے لیے ہمت وقف کر چکے ہیں۔

اے لوگو تم کو اس جماعت میں سے ہونا چاہیے جس نے بہ مقابلہ دنیا آخرت کو اختیار اور دل کو غرور سے دور کر دیا ہے اور اس گروہ میں سے نہ ہونا جو کثرت مال و دولت پر مغرور اور نفسانی لذتوں میں مصروف ہو کر سعادت آخرت سے محروم رہ گیا۔

آج عمل کا دن ہے اور کل حساب کا۔ اے کوئیو اپنے پیغمبر کے اٹل بیت کی فرمائش و اداری اختیار کرو کیونکہ وہ ان باغی جماعتوں سے افضل ہیں جو حق کا دعویٰ کرتی ہیں۔ اور راہ حق سے بہت دور ہیں۔ اس دنیا میں انہوں نے گناہوں کے وبال کا مزا چکھا ہے اور آخر میں آتش دوزخ سے حصہ پایا ہے۔ کوفہ میں کچھ ایسے شخص بھی ہیں جنہوں نے اس جنگ میں میرا ساتھ نہیں دیا

وہ میری امداد سے علیحدہ رہے ہیں اس وجہ سے میں ان سے ناخوش ہوں۔ تم ان لوگوں سے نہ بولو نہ ان کے ساتھ نشست و برخاست رکھو تا وقتیکہ عذر خواہ ہو کر ہماری رضا مندی کے طالب نہ ہوں۔ مالک بن حبیب ربیع نے اٹھ کر دریافت کیا کہ

اے امیر آپ کی مخالفت کے جرم پر اس گروہ سے اختلاط و گفتگو ترک کر دینا جائز ہے کیونکہ آپ کی فرمانبرداری و خدمت گزاری سے انحراف کرنا سخت قابل عقوبت ہے۔ اگر آپ حکم دیں تو ہم انہیں قتل کر دیں۔ آپ نے فرمایا اے مالک انہیں تنبیہ کرنی چاہیے نہ کہ قتل کر دینا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ النفس بالنفس ومن قتل مظلوما فقد جعلنا لولہ سلطانا فلا یسرف فی القتل انہ کانما منصوراً یعنی جب تک کوئی کسی کو قتل نہ کرے اس کو قتل نہ کرنا چاہیے۔ اور جو شخص کسی کو بے خطا مار ڈالے اس کے وارث و والی کو خون کا بدلہ لینے کا استحقاق حاصل ہو گا اور انجام کار وہ مظلوم مقتول فتح مند اور قابل گرفتار عذاب شدید ہو گا۔ ابو بردہ بن عوف ازدی نے جو اس گروہ میں سے تھا جس نے جنگ جمل کے دن حضرت علیؑ کا ساتھ نہ دے کر فرمانبرداری سے مخالفت ظاہر کی تھی کہا اے امیر المؤمنین جنگ جمل میں عائشہ کے اونٹ کے گرد جو لوگ مارے گئے ان کو کیوں قتل کیا۔ آپ نے فرمایا اس سبب کہ انہوں نے اول میرے اصحاب اور عالموں کو بے گناہ مار ڈالا۔ اور جب میں نے وہاں جا کر قاتلوں کو قصاص کے لیے طلب کیا انہوں نے نہ سنا اور کسی قاتل کو میرے حوالہ نہ کیا۔ بلکہ میرے ساتھ جنگ و جدل اور خونریزی سے پیش آئے۔ دوسرے ان کی گردنوں پر میری بیعت کا حق تھا۔ اور میرے گروہ کے جو تقریباً ایک ہزار آدمی مار ڈالے تھے ان کا قصاص لینا تھا۔ اے ابو بردہ جو کچھ میں نے کہا سچ ہے یا غلط اور تجھے میرے اس کلام میں کیا کچھ شک ہے؟ ابو بردہ نے عرض کی اب کچھ شک نہیں لیکن اس وقت میں شک میں مبتلا تھا۔ آپ کے حقیقت حال فرمانے سے مجھے اس گروہ کی خطا اور آپ کا برحق ہونا معلوم ہو گیا۔

اس کے بعد آپ منبر سے اتر آئے اور سوار ہو کر جعدہ بن ہبہ بن مخزومی کے پاس گئے۔ لوگ آپ کے ارد گرد جمع ہو گئے۔ سلیمان بن صد خزاعی نے آکر سلام کیا۔ آپ نے فرمایا۔ تو مجھ سے پھر گیا اور علیؑ پر شک میں پڑ گیا۔ اور یہ دیکھنا چاہا کہ میرے معاملے کی کیا صورت قرار پاتی ہے۔ تو نے اللہ تعالیٰ کی صفت کو میرے حق میں کس طرح دیکھا کچھ تو بیان کر مجھ سے کیوں پھر گیا حالانکہ میں سب سے زیادہ تجھ پر بھروسہ رکھتا تھا۔ سلیمان نے کہا اے امیر گزری بات کو جانے دیجئے۔ اور حسب عادت ظلم کا برتاؤ فرمائیے آپ شکر کریں کہ اس واقعہ کے سبب جو آپ کو پیش آیا اس سے دوست اور دشمن سب کا حال معلوم ہو گیا۔ موافق اور مخالفت ظاہر ہو گیا۔ آپ مجھے ملامت نہ فرمائیں یونہی چھوڑ دیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ اب آپ کی خدمت میں ہر طرح کی سعی کرتا رہوں گا اور شرط مودت بجا لاؤں گا۔ مخالفت کے پاس نہ جاؤں گا۔ آپ نے اس کی بات سن کر کچھ نہ فرمایا خاموش ہو رہے۔ سلیمان تھوڑی دیر بیٹھ کر اٹھ کھڑا ہوا اور جامع مسجد میں آیا یہاں حسن بن علیؑ تشریف رکھتے تھے۔ سلیمان آپ کے پاس جا بیٹھا اور کہا میں کچھ بیان کر سکتا ہوں کہ حضرت علیؑ نے تمام لوگوں کے سامنے مجھے کیسا سخت ست کیا اور کس درجہ رنج دیا اور ملامت کی۔ حسن نے فرمایا اے سلیمان دوستوں ہی پر غصہ ظاہر کیا جاتا ہے۔ تجھے رنجیدہ نہ ہونا چاہیے۔ سلیمان نے کہا یہ سچ ہے ابھی تک پورا پورا استحکام حاصل نہیں ہوا اور نہ تمام علاقے اور ممالک محفوظ و مضبوط ہونے پائے ہیں۔ ارد گرد میں بے شمار اہل عناد اور دشمن موجود ہیں۔ جن کو شمشیر اہلدار کے بغیر سیدھا نہیں کر سکتے۔ بلا شک ہم جسے غصوں کی مدد اور اعانت کی حاجت پڑے گی۔ ہم کو ناخوش باتوں سے رنجیدہ نہیں کرنا چاہیے۔ حضرت حسن نے کہا ہاں یہ بات صحیح ہے لیکن امام کی اطاعت فرض بلکہ واجب ہے۔ امیر المؤمنین حضرت رسول خداؐ کے وصی اور خلقت کے پیشوا ہیں۔ اور تم پر ان کی بیعت کا حق لازم ہے۔ تم نے کیسے گوارا کر لیا کہ امیر المؤمنین کا ساتھ نہ دیا حالانکہ جس قدر تجھ پر بھروسہ ہے کسی اور پر نہیں نہ تیری دوستی میں شک و شبہ کی گنجائش ہے۔ امیر المؤمنین نے جعدہ بن ہبہ کے گھر قیام فرمایا۔ کوفہ کے متعدد اشخاص آئے اور سلام کرتے تھے۔ جناب امیر المؤمنین جو اب سلام دے کر مرثیٰ فرماتے تھے۔ اور جن لوگوں نے جنگ جمل میں آپ سے علیحدگی اختیار کی تھی ان سے جواب طلب فرماتے تھے۔ جب روز جمعہ آیا مسجد

میں جا کر پیش نمازی فرمائی۔
اس کے بعد انتظام اور بندوبست کی طرف توجہ فرمائی اور ان شہروں کے واسطے جو تصرف میں تھے مثلاً عراق، ہامان، جبال اور خراسان وغیرہ ان میں حکم اور عامل مامور فرمائے۔

اہل جزیرہ سے اشتر نخعی کی جنگ

بیان کیا جاتا ہے کہ جزیرہ والے امیر المومنین عثمان کے ہوا خواہ تھے اور معاویہ بن ابی سفیان کے مطیع اور اس کی بیعت کئے ہوئے تھے۔ امیر المومنین علیؑ نے یہ خبر سن کر کہ وہ معاویہ کی متابعت کرتے ہیں اشتر نخعی کو طلب فرمایا اور اس جزیرہ کی امارت عطا فرمائی۔ ضحاک بن قیس فہری معاویہ کی طرف سے اس وقت جزیرہ کا حکم تھا جب اس نے اشتر کے آنے کی خبر سنی قاصد بھیج کر اہل رقبہ کو مطلع کیا۔ اور اس کے دفعہ کے لیے مدد مانگی۔ انہوں نے ایک جمیعت فراہم کر کے سہاک بن مخزومہ کو سردار لشکر قرار دیا اور ضحاک کو کمک کے لیے بھیجا۔ اشتر نخعی لشکر کو لئے حران کے قریب پہنچا تھا کہ ضحاک اور سہاک بھی فوجیں لے کر پہنچ گئے۔ لڑائی شروع ہو گئی اور رات تک جاری رہی۔ آخر الامر ضحاک بھاگ کر قلعہ حران میں پناہ گیر ہوا۔ اشتر نے قلعہ کا محاصرہ کر لیا۔ معاویہ نے اس حال کی خبر پا کر خالد بن ولید کے بیٹے عبدالرحمن کو سواروں اور پیادوں کی فوج دے کر ضحاک کی مدد کے واسطے روانہ کیا۔ اشتر اس کے آنے کی خبر سن کر محاصرہ کو چھوڑ کر اس طرف متوجہ ہوا۔ رقبہ کے میدان میں جنگ ہوئی۔ بڑی خونریزی کے بعد اشتر نے فتح پائی۔ عبدالرحمن بھاگ نکلا۔ اشتر کی فوج نے تعاقب کر کے بستوں کو مار ڈالا۔ مغروروں نے رقبہ میں پناہ لی۔ اشتر نے ان کا محاصرہ کر لیا۔ اب ضحاک بن قیس حران سے نکل کر جانب رقبہ بڑھا کہ اشتر کو وہاں سے ہٹا دے اسی اثناء میں معاویہ کی بھیجی ہوئی مزید کمک امین بن حزمہ کے تحت اس سے آئی۔ اب یہ سب ملا کر اور بہت بڑی طاقت اور جمیعت بہم پہنچا کر آمادہ ہوئے کہ اشتر کو محاصرہ سے ہٹایا جائے اور اسی ارادہ سے اشتر کی طرف بڑھے۔ جنگ عظیم واقع ہوئی۔ سخت کوشش کے بعد اشتر ہی نے فتح پائی اور دشمنوں کا لشکر بدتر حالت میں معاویہ کے پاس بھاگ کر پہنچا۔ جزیرہ اشتر کے قبضہ میں آ گیا۔ اشتر نے لوٹ مار شروع کی جو شخص اطاعت نہ کرتا اس کو گرفتار کر کے قتل کر دیتا۔ یہاں تک کہ تمام جزیرہ پر اپنا قبضہ اور تصرف کیا اور جناب امیرؑ کی خدمت اقدس میں ایک خط لکھا جس میں لشکر معاویہ کے ساتھ جو کچھ گزری تھی اور فتح جزیرہ کا مفصل حال تحریر کیا۔ جس وقت حضرت علیؑ کو معاویہ کی مخالفت اور منازعت کا حال معلوم ہوا اٹھ کھڑے ہوئے اور خطبہ پڑھا۔ حمد و ثنائے الہی کے بعد فرمایا اللہ تعالیٰ جو بندوں کا پیدا کرنے والا ہے، اسی وقت تک اپنے بندوں پر مہربان ہے جب تک وہ راہ حق پر چلتے یا ہم الفت و محبت رکھتے اور ایک دوسرے کو ظلم اور طعن سے یاد نہیں کرتے۔ اسی صورت میں مقروضات و انتظامات درست اور زیر تصرف رہتے ہیں۔ ورنہ خلاف طریقہ اختیار کرنے، لڑائی جھگڑا رکھنے آپس میں اقوال و افعال ناپسندیدہ کی تہمتیں لگانے سے ہی خرابیاں پیدا ہوتی ہیں اور انجام کار ہلاکت و بربادی ظہور میں آتی ہے۔ میرے اس کلام کی بنیاد یہ ہے کہ معاویہ نے اہل شام کو شک و شبہ میں ڈال کر ان کے دلوں کو میری اطاعت و فرماں برداری سے منحرف کر دیا ہے اور مشہور کر دیا ہے کہ عثمان کو علی نے قتل کیا ہے۔ اس نے مجھے ایسے مذموم فعل کے لیے ستم کیا ہے۔ ماسوا اشتر کے مقابلے کے لیے جس کو میں نے امیر جزیرہ مقرر کر کے بھیجا ہے فوجیں بھیج کر جنگ کی ہے۔ اور اب چڑھائی کی تیاریوں میں مصروف ہے۔ فوجیں فراہم کر رہا ہے معرکہ آرائی پر تلا ہوا ہے۔ میرا ارادہ ہے کہ اسے خط لکھ کر سمجھاؤں اور تنبیہ کروں شاید کچھ اثر ہو جائے اور ارادہ مخالفت کو ترک کر دے۔ اس میں تم لوگوں کی کیا

رائے ہے۔ اور اس امر کو پسند کرتے ہو۔ حضرت علیؑ کے اس ارشاد کے جواب میں مسجد کے ہر گوشہ سے یہی آواز آئی کہ جو کچھ حضور کی رائے ہو وہی ہماری رائے ہے۔ حضور کی مصلحت سے بڑھ کر کسی اور کی مصلحت نہیں ہو سکتی۔ ہم آپ کے ایسے ہی مطیع و فرمانبردار ہیں جیسے جناب رسول خداؐ کے مطیع تھے۔ اب جناب امیر المومنینؑ منبر پر سے اتر آئے اور اپنے گھر پر تشریف لا کر دوات قلم طلب کیا۔ پھر معاویہ کے نام اس مضمون کا خط لکھا۔

امیر المومنینؑ کا خط معاویہ کے نام

بسم اللہ الرحمن الرحیم! اللہ کا بندہ علیؑ امیر المومنین یہ خط معاویہ بن مخر کے نام لکھتا ہوں واضح ہو کہ جس دن مدینہ میں انصار و مہاجرین نے میری بیعت اختیار کی تو وہاں موجود نہ تھا۔ شام میں تھا تجھ پر میری بیعت اس وجہ سے لازم ہو گئی ہے کہ جن لوگوں نے ابو بکر و عمر سے بیعت کر رکھی تھی وہ میری امامت و خلافت پر تعلق ہو گئے ہیں اور سب نے بخوشی خاطر بیعت کر لی ہے جبکہ موجودہ لوگوں کو چون چرا حاصل نہ تھا تو موجود نہ ہونے والوں کے لیے جائے اعتراض نہیں رہی۔ رہا قتل عثمان، اس کے قتل کی خبر دینے والا نابینا کے برابر ہے اور سننے والا بہرہ۔ جو گردہ عثمان کے عیب بیان کرتا تھا اسی نے قتل کر دیا اور جو دوست تھے انہوں نے امداد نہ کی جو موجود تھے اس معاملہ میں جھوٹ سے منسوب ہیں۔ اور جو غائب تھے ان پر قتل کی تمت ہے۔ اب کہ تمام عام و خواص نے مجھ سے بیعت کر لی ہے اور میری خلافت پر رضامند ہو گئے ہیں جو شخص میری خلافت کی طرف راغب ہو گا وہ بارگاہ الہی سے بخشا جائے گا۔ اور جو مجھ سے موافقت اختیار نہ کرے گا وہ عیب دار ہے کہ جس نے کار خیر میں رخنہ ڈالا۔ میں خیال کرتا ہوں کہ تو امن پسند کر کے جھگڑے سے باز رہے گا۔ لازم ہے کہ اپنے ارادہ اور مافی الضمیر سے مجھے مطلع کرے۔ والسلام!

پھر خط بند کر کے حجاج بن غریہ انصاری کے حوالہ کیا کہ معاویہ کے پاس لے جائے۔ حجاج نے رسم سلام کے بعد خط دیا معاویہ نے خط پڑھ کر سر اٹھایا اور قاصد کو سخت ست کہا۔ قاصد نے کہا کیا تو وہی شخص نہیں ہے جس سے عثمان نے امداد طلب کی اور تو نے مدونہ کی۔ معاویہ اس بات سے سخت ناراض ہوا اور کہا میں اس کا جواب تیرے حوالہ نہ کروں گا۔ میرا وکیل تیرے پیچھے جواب خط لے کر پہنچے گا۔ حجاج واپس ہوا اور خدمت امیر المومنین میں حاضر ہو کر معاویہ کے ساتھ جو کچھ گزرا تھا عرض کر دیا۔ ولید بن عقبہ یہ خبر سن کر کہ حضرت علیؑ کا اچھی بغیر جواب کے واپس آیا ہے۔ بہت خوش ہوا کیونکہ وہ حضرت علیؑ کا دشمن تھا اور سب دشمنی یہ واقع ہوا تھا کہ عثمان کے زمانہ میں کوفہ کے لوگوں نے وارد مدینہ ہو کر گوانی دی تھی کہ ولید بن عقبہ نے شراب پی ہے۔ عثمان نے آپ سے مشورہ لیا کہ ولید کو کیا سزا دی جاوے۔ ولید اس وقت سے آپ کا دشمن ہو گیا تھا اور عداوت و کینہ رکھتا تھا۔

کوفہ میں ولید بن عقبہ کا شراب پینا اور بحالت نشہ

جامع مسجد میں پیش نماز بننا اور علیؑ سے دشمنی رکھنا

ولید بن عقبہ کو عثمان نے امیر کوفہ مقرر کیا تھا وہ عدل و انصاف کرتا مگر اکثر اوقات شراب نوشی میں مصروف رہتا کہ ایک دن

بہ وقت صبح نماز کے لیے نکلا۔ حالت نشہ میں اسے خبر نہ رہی کہ کیا کرنا ہے۔ پیش نماز بن کر دو رکعت کے عوض چار رکعتیں ادا کر ڈالیں اور کہا اس وقت میں نہایت ہی شاد و خرم اور مسرور ہوں، اگر تم کو تو اور بھی کئی رکعتیں پڑھا دوں۔ لوگ سمجھ گئے کہ وہ نشہ میں مست ہے۔ سب نے ملامت کی اور اس کیفیت کے متعلق اشعار تصنیف کئے گئے۔ عثمان تک بھی اس کی بدخلتی کا شکایت آئی۔ عثمان نے اس کا شراب پینا درست سمجھ کر حسب مشورہ علیؓ بوجہ حد شرع درے لگوائے۔ اس سبب سے وہ امیر المومنین علیؓ سے دشمنی رکھنے لگا۔

امیر المومنین علیؓ اور ولید بن عقبہ کی گفتگو

راویوں کا بیان ہے کہ ایک دن ولید بن عقبہ نے از روئے اعتراض امیر المومنین علیؓ سے کہا۔ انا احد منک متانا و اسلط منک لسانا و اسلاء منک المکسب حشوا یعنی میری شان نیزہ آپ کی شان نیزہ سے زیادہ تیز ہے اور میری فصاحت آپ سے بالاتر ہے اور میرا جسم آپ کے جسم سے زیادہ طاقتور ہے۔ حضرت علیؓ نے فرمایا اے فاسق خاموش رہ، ولید کو یہ بات ناگوار گزری۔ جناب محمد مصطفیٰؐ کی خدمت میں علیؓ کی شکایت کی اسی وقت جبریل امینؑ نازل ہوئے اور یہ آیت نازل ہوئی۔

المن کان موئنا کمین کانا فلسفا لا یستوونہ یہ آیت شریفہ جناب علیؓ مرتضیٰؓ کی شان میں نازل ہوئی ہے جس سے آپ کا مومن ہونا اور ولید کا فاسق ہونا ثابت ہے اور ولید کے اس قول کو کہ میں علیؓ سے فصیح تر ہوں رد کر کے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یہ دونوں برابر نہیں ہو سکتے کیونکہ علیؓ ابن ابی طالب کی جگہ بہشت ہے اور ولید کی آتش۔ ایک یہ امر بھی حضرت علیؓ اور ولید کی دشمنی کا سبب تھا، ولید ہمیشہ آپ کی طرف سے کینہ رکھتا تھا۔ اور وقت کا منتظر رہتا کہ کوئی ایسا کام کروں یا کوئی ایسی بات کہنے کا موقع ملے جس سے حضرت علیؓ کو رنج پہنچے۔ اب جو یہ خبر سنی کہ معاویہ مخالفت علیؓ پر آمادہ ہے اور آپ کے قاصد کو بغیر جواب خط حوالے کئے واپس کر دیا ہے بہت خوش ہوا اور معاویہ کو خط لکھ کر امیر المومنین علیؓ سے جنگ کی ترغیب دی اور اسی مضمون کے کئی شعر تصنیف کر کے اس خط میں لکھ دیئے۔ معاویہ اس خط اور اشعار کو پڑھ کر بہت شاد ہوا۔ پھر دو کاغذ طلب کئے، ان کو جوڑ کر پہلے کاغذ کے سرے پر بسم اللہ الرحمن الرحیم لکھا اس کے سوا کچھ نہ لکھا سادہ کاغذ رہنے دیا پھر نبی عیسیٰ کے ایک جوان کو جو بڑا تیز زبان حاضر جواب اور بولنے میں بے شرم تھا جو کچھ منہ میں آتا بک دیتا تھا اور کسی امر سے نہ ہچکچاتا تھا بلا کر وہ خط حوالہ کیا۔ کہ کوفہ میں پہنچ کر حضرت علیؓ علیہ السلام کے حوالے کرے۔ وہ شخص خط لے کر جانب کوفہ چلا اور وارو منزل مقصود ہو کر خدمت امیر المومنینؓ میں حاضر ہوا۔ اول سلام کیا اس وقت خاص خاص مہاجر و انصار موجود تھے۔ جناب امیر علیہ السلام نے جواب سلام دیا۔ عیسیٰ نے اوھر اوھر دیکھ کر پوچھا اس مجلس میں قبیلہ عیسیٰ یا قوم غیلان کا بھی کوئی شخص موجود ہے۔ لوگوں نے کہا تیرا کیا مطلب ہے۔ بیان تو کر تو کون ہے اور کہاں سے آتا ہے اور کیا خبر لایا ہے۔ اس نے کہا میں معاویہ کا ایلچی ہوں۔ خبر یہ ہے کہ شام میں پچاس ہزار سن رسیدہ اشخاص عثمان کے بے خطا مارے جانے پر اپنی داڑھیوں کو آنسوؤں سے تر کر رہے ہیں اور ان کی آنکھیں خون کے آنسو بہا رہی ہیں۔ سب نے تلواریں کھینچ رکھی ہیں اور باہم عہد کر لیا ہے کہ جب تک خون عثمان کا بدلہ نہ لیں گے شمشیر کو نیام میں نہ کریں گے۔ باپ اپنے بیٹوں کو طلب خون کی وصیت کرتا ہے۔ اہل عرب اپنے وطن مالوف کو ترک اور طلب خون عثمان کے ارادہ سے فرزندوں کی جدائی کو اختیار کر رہے ہیں۔ مائیں اپنے بچوں کو طلب خون عثمان کا سبق پڑھا رہی ہیں۔ اور ان ہی خیالات کے ساتھ ان کی پرورش ہو رہی ہے۔ اب سے پہلے شیطان پر لعنت کرتے تھے۔ اب قاتلان عثمان پر!

حضرت امیر المومنینؑ نے پوچھا وہ کس شخص پر خون عثمان کی تمت لگاتے ہیں۔ جواب دیا آپ پر اور سب یہی سمجھتے ہیں کہ تم نے مارا ہے۔ امیر المومنینؑ نے کہا تیرے منہ میں خاک آخراں کے مارے جانے میں میری کیا خطا ہے۔ صلہ بن زفر عجمی جو حذیفہ الیمانی کا دوست تھا اٹھ کھڑا ہوا اور بولا تو بہت برا قاصد ہے۔ جسے معاویہ نے بھیجا ہے۔ تیری نالائق باتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ بے شرم اور بے حیا آدمی ہے۔ تو جناب امیر المومنینؑ اور مہاجر و انصار کو اس بات سے تمہید کرتا ہے کہ جاہل لوگ عثمان کے کفن پر رو رہے ہیں۔ اس کا کفن یوسف کا پیرہن نہیں۔ نہ رونے والوں کا رونا یعقوب کا رونا ہے۔ اب اس کے مرنے پر روتے ہیں تو پہلے اس کی ادا کیوں نہ کی۔ کہ جس وقت وہ بے بس اور مدد کا طلب گار تھا۔ اور تمہارا یہ ارادہ کہ امیر المومنینؑ کا مقابلہ کرو اللہ تعالیٰ آپ کا مدد گار ہے۔ اپنے فضل و کرم سے اعانت فرمائے گا۔ اور تم پر انہیں فتح و نصرت عطا کرے گا۔ اللہ ولی عبادہ المومنین فی الحقیقت وہ اپنے بندوں کا والی ہے۔ اتنے میں سب لوگوں نے تلواریں سونت لیں اور عجمی کے قتل کا ارادہ کیا۔ امیر المومنینؑ نے فرمایا اسے کچھ نہ کہو یہ قاصد ہے ہاں اس سے خط لے لو۔ لوگوں نے خط لے کر جناب امیر علیہ السلام کو دیا۔ آپ نے مروتور کر دیکھا تو صرف بسم اللہ الرحمن الرحیم لکھا ہے اور کچھ بھی نہیں۔ سمجھ لیا کہ معاویہ جنگ کے لیے آمادہ ہے۔ کسی طرح بھی متابعت اختیار نہ کرے گا۔ فرمایا لا حول ولا قوۃ الا باللہ حسبی اللہ نعم الوکیل۔ یعنی اللہ کے سوا اور کسی میں کچھ قدرت و قوت نہیں اور وہی اچھا مددگار ہے۔

اس کے بعد معاویہ کے قاصد نے اٹھ کر عرض کی اسے امیر المومنینؑ میں نے اہل شام سے آپ کے خلاف بہت کچھ باتیں سن رکھی ہیں۔ اس لیے جس وقت یہاں پہنچا تو آپ سے زیادہ کسی اور کو دشمن نہ سمجھتا تھا۔ مگر اب جو حضور کی خدمت کی سعادت سے بہرہ مند ہوا اور آپ کی مبارک باتیں سنیں نیک برتاؤ اور کمالتِ حلم کو دیکھا تو آپ سے زیادہ مجھے کوئی محبوب نہیں۔ مجھے معلوم ہو گیا کہ شام والے بہت بڑی گمراہی میں مبتلا ہیں۔ اور امر حق اور راہ راست آپ کی طرف ہے۔ خدائے قادر مطلق کی قسم میں آپ کی خدمت سے علیحدہ نہ رہوں گا۔ اور آپ ہی کی خدمت میں رہ کر جان دوں گا۔ اس کے بعد معاویہ کی گمراہی اور امیر المومنینؑ کی ہدایت کے متعلق کچھ اشعار تصنیف کئے۔ اور معاویہ کے پاس روانہ کر کے اپنے ارادہ سے اطلاع دی کہ اب جناب امیر علیہ السلام ہی کی خدمت میں رہوں گا۔ معاویہ نے ان اشعار کو غور سے پڑھا۔ اور تعجب سے کہا جانبار بڑا ہی فصیح اور زباندار آدمی ہے میں یہ جانتا تو اسے نہ بھیجا۔ بے شک وہ حضرت علیؑ کو ہمارے تمام ظاہری و باطنی حالات سے مطلع کر دے گا اور ہمارے مقابلے پر معرکہ آرا ہونے کی ترغیب و تحریص دلائے گا۔

ایک مرد ملا کا کوفہ سے شام معاویہ کے پاس پہنچنا

راوی کہتا ہے کہ ایک دن معاویہ ہوا خوری کے لیے سوار ہو کر خواصوں اور غلاموں کے ساتھ جنگل میں جا رہا تھا۔ ایک شخص کو دیکھا کہ اونٹ پر سوار عراق کی طرف سے آ رہا ہے معاویہ نے اسے اپنے پاس بلوایا اور پوچھا تو کون شخص ہے اس نے کہا طے کے قبیلے سے ہوں پھر پوچھا کہاں سے آتا ہے۔ اس نے جواب دیا کوفہ سے۔ پھر دریافت کیا کس کام کے لیے نکلا ہے۔ اس نے حابس بن سعد طائی سے جو تیرے پاس رہتا ہے اور میرا چچا زاد بھائی ہے۔ ملنے آیا ہوں۔ معاویہ نے حابس بن سعد کو بلایا جب اس نے آکر اپنے چچا زاد بھائی کو دیکھا مرحبا کہا اور بغلیگر ہوا۔ حابس نے کہا اے امیر یہ میرا چچا زاد بھائی ہے عراق کے تمام حالات سے بخوبی واقف ہو گا۔ اور اس سمت کے ذرہ ذرہ حالات و معاملات سے اچھی طرح آگاہ ہے۔ معاویہ نے اسے اپنے پاس بٹھا کر پوچھا اے طائی علی ابن طالبؑ کا کیا حال ہے سچ کتا تو نے ان کو کہاں چھوڑا۔ اور وہ کس سمت کا

قصد رکھتے ہیں۔ طائی نے جواب دیا کہ حضرت علیؓ جنگِ جمل سے فارغ ہو کر چند روز بصرہ میں رہے پھر کوفہ آئے۔ تمام ادنیٰ و اعلیٰ بزرگ و خورد بڑے جوش سے بیعت کے لیے حاضر ہوئے۔ ایک دوسرے پر اس قدر سبقت کرتے تھے کہ کندھوں پر سے چادریں گری پڑتی تھیں۔ بچوں کو کندھوں پر سوار کرا رکھا تھا اور اس عالم میں آکر بیعت کرتے تھے۔ محلوں میں دلنشین اور عصا پکڑنے والی اور سو سو برس کی بوڑھی عورتیں آکر آپ کے قدموں پر گرتی تھیں۔ تمام باشندگان علی ابن ابی طالبؓ کے تشریف لانے اور ان سے بیعت کرنے سے ایسے سرور اور شادمان ہوئے ہیں کہ جس کا بیان نہیں ہو سکتا۔ اس کے سوا حضرت علیؓ کا اور کچھ ارادہ نہیں کہ شام کی طرف بڑھیں اور تجھ سے جنگ کریں۔ لیکن بلاشبہ وہ شام پر چڑھائی ضرور کریں گے۔

معاویہ اس کی باتیں سن کر فکر مند ہوا۔ حابس سے کہا میں جانتا ہوں کہ تیرا چچیرا بھائی جاسوس بن کر آیا ہے۔ اس شخص نے کہا بخدا نہ میں جاسوس ہوں اور نہ ایسے ارادہ سے یہاں آیا ہوں۔ بلکہ میں شام سے عراق کو بہت اچھا سمجھتا ہوں میں تیرے ہمسائے میں ٹھہرنا پسند نہیں کرتا جانبِ عراق واپس جاتا ہوں۔ اس طرف امیر المومنین نے کوفہ کے لوگوں کو جامع مسجد میں طلب کیا جب سب حاضر ہو گئے ان کو اچھی اچھی نصیحتیں کیں اور شام پر چڑھائی کرنے کی ترغیب دلائی۔ قبیلہ فزارہ کے ایک شخص اربد نام نے اٹھ کر کہا اے ابو طالبؓ کے بیٹے تم ہمیں شام کی تم پر لے جاتے ہو اور ہمیں ہمارے بھائیوں ہی سے جو شام میں رہتے ہیں لڑانا چاہیے جو جس طرح ہمیں بصرہ میں لے جا کر ہمارے بھائیوں سے لڑایا اور ہم نے انہیں قتل کیا۔ ایک مرتبہ ہم نے ایسا کام کیا مگر اب دوسری مرتبہ نہ ہو سکے گا۔ چاہے آپ ہمارا کچھ ہی حال کیوں نہ کریں۔ اشتر نے لٹکار کر کہا اس بکواسی ملعون فاسق کو پکڑو۔ مگر وہ شخص بھاگ گیا۔ لیکن لوگوں نے پیچھا کر کے اسے اسب فروشوں کے بازار میں جا پکڑا۔ اور اس قدر مارا کہ وہیں مر گیا۔ امیر المومنین نے یہ سن کر کہ اسے مار ڈالا ہے دریافت کیا کہ کس شخص نے مارا ہے لوگوں نے بیان کیا کہ عوام کے ہجوم اور شور و غل میں لکڑیوں اور لاتوں کی ضربات سے ہلاک ہو گیا۔ آپ نے فرمایا۔ اگر یہ امر نہیں معلوم ہو سکتا کہ اسے کس شخص نے مارا تو اس کا خونہا بیت المال سے دیا جائے۔ امیر المومنین اس فراری شخص کی باتوں سے کسی قدر آرزو ہوئے۔ اشتر نے کہا یا مولیٰ آپ اس بے ہودہ شخص کی باتوں کا مال نہ فرمائیں ہم ہر شخص کو آپ کا ہوا خواہ جاں نثار اور مطیع و فرمانبردار پاتے ہیں کوئی شخص نہ آپ سے مال سے باہر نہ جان سے۔ یہی سمجھتے ہیں کہ ہماری جانیں آپ کی حیات سے وابستہ ہیں۔ جس وقت مرضی مبارک ہو آپ حکم دیں ہم اسی وقت آپ کے دشمنوں پر چڑھائی کر کے جنگ کریں گے اور آپ کی خدمت گزاروں میں جانیں فدا کر دیں گے۔ کیونکہ ہم آپ کی خدمت میں یقین صادق اور اعتقاد کامل رکھتے ہیں اور جانتے ہیں کہ آپ حق پر ہیں۔ اور جن گروہوں نے آپ سے مخالفت اختیار کی ہے وہ گمراہ ہیں۔ انہوں نے دین کو دنیا کے عوض فروخت کر دیا ہے۔ امام برحق سے پھر کر اور خلیفہ وقت سے مقابلہ پر نکل کر اللہ تعالیٰ کو ناراض اور روئے زمین کو اپنے مظالم سے آلودہ کیا ہے اسی سبب سے آفتاب برحق کے نور سے محروم ہیں۔ آپ کو بہ انداز الہی معرکہ آرائی میں نصرت کامل حاصل ہے۔ ہم نے آپ کو برحق جانا ہے اور یقین ہے کہ کوئی شخص موت سے پہلے نہیں مر سکتا۔ اور جو موت سے بچنا چاہتا ہے اسے بھی اہل آنے کے وقت جام فنا پینا پڑتا ہے۔ موت سے دونوں دن چارہ نہیں، نہ موت ہی کے دن نہ اس دن جبکہ موت نہیں ہے۔ موت کے دن کوئی کوشش کارگر نہیں ہوتی اور جس دن موت نہیں ہوتی اس دن مرجانا بھی ناممکن ہے۔

اب جناب امیر علیہ السلام نے مناسب سمجھا کہ گرد و نواح کے امیروں اور سرداروں کے نام فرمان بھیج کر بیعت کے لیے طلب کریں۔ ان میں سے ایک جریر بن عبد اللہ بنی عثمان کی طرف سے عامل ہمدان تھا دوسرا اشعث بن قیس آذر بایجان کا

حاکم۔ آپ نے پہلے جریر کو اس مضمون کا خط لکھا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ یہ خط اللہ کے بندے امیر المومنین علیؑ کی طرف سے جریر بن عبداللہ بجلی کے نام ہے۔ جریر بن عبداللہ عامل ہمدان کو واضح ہو کہ اللہ کے بندے جب تک اس کے عبادت و طاعت کے طریق پر چلتے، گناہوں اور سرکشیوں سے بچتے ہیں۔ آسمانی نعمتیں ہر روز ان پر زیادہ ہوتی ہیں۔ اور جب اپنی حالتیں بدل ڈالتے ہیں یعنی عبادت و طاعت الہی ترک کر دیتے ہیں تو ان کی نعمت و دولت بھی زوال میں آ جاتی ہے۔ اس کا ثبوت کلام الہی میں موجود ہے۔

ان اللہ لا یغیر ما بقوم حتی یتغیروا ما بانفسہم و اذا اراد اللہ بقوم سوء فلا مرد له و ما له من دونہ من وال ☆ اور اس کے مہاجر و انصار اور شرفاء مددگار ان کا مجھ سے بیعت کرنا میری امامت و خلافت کو متفق ہو کر مان لینا سب تجھے معلوم ہو چکا ہو گا اور یہ بھی کہ کس جماعت نے متابعت کے بعد مخالفت اختیار کی اور بصرہ میں جمعیت پہنچائی۔ پھر میرا بصرہ جانا ان کو سمجھانا اور انجام کار گوشمالی دینا پھر بتائید رہائی فتح پانا عبداللہ ابن عباس کو وہاں کا امیر بنا کر کوفہ میں آ جانا سب سن ہی لیا ہو گا اس کے دوہرانے کی حاجت نہیں اب شام کی مہم درپیش ہے معاویہ نے وہاں فوج جمع کی ہے اور مخالفت پر آمادہ ہے میرا قصد ہے کہ اس طرف روانہ ہوں۔ تجھے لازم ہے کہ خط کے مضمون سے واقف ہوتے ہی جس قدر سوار اور پیدل تیرے پاس ہیں سب کو ہمراہ لے کر حاضر خدمت ہو۔ اور اس امر میں نہایت جلدی کرو۔ والسلام!

جریر کا بھانجا جناب امیر المومنین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر تھا اس نے بھی ایک خط بہت تاکید اور تقاضے کا لکھا کہ فوراً چلے آئیے، پھر خط بند کر کے اور زجر بن قیس کو دے کر جانب ہمدان روانہ کیا۔ اپنی نے داخل ہمدان ہو کر خط دیا اور جریر مضمون سے آگاہ ہو کر مسجد میں آیا اور منبر پر جا کر کہا اے لوگو یہ خط امیر المومنین علیؑ نے میرے نام بھیجا ہے۔ حضرت علیؑ ایسے شخص ہیں جو دین اور دنیا دونوں جگہ محفوظ اور امین ہیں۔ صحابہ رسول نے آپ کی خلافت و امامت پر اتفاق کر کے اطاعت و فرمانبرداری پر مستعد ہو گئے ہیں۔ آپ سے زیادہ لائق و فائق اور بہتر کوئی دوسرا شخص نہیں ہے کیونکہ آپ کی ذات میں علم، شجاعت اور سخاوت سب سے زیادہ ہے۔ شرافت اور قربانیت میں جناب رسول خداؐ سے بہت نزدیک ہیں یقیناً سمجھو کہ راحت اور آرام آپ کی موافقت کے ساتھ ہے اور رنج و تکلیف علیحدگی میں طول حیات اتفاق کا پھل ہے اور مرگ و ہلاکت نفاق کا نتیجہ ہے۔ اگر تم موافقت کے ساتھ آپ کی خلافت و امامت سے رضامند ہو گئے تو تمہارے سب کام درست ہو جائیں گے۔ اگر خدا نخواستہ ان کی بیعت سے انحراف کیا تو امیر المومنین کو لازم ہو جائے گا کہ جبر و اکراہ سے تم سب کو حلقہ اطاعت میں لائیں اور طریق موافقت پر چلائیں۔ جس وقت جریر اس قدر بیان کر چکا تو مسجد کے ہر گوشہ سے آواز آئی کہ جناب امیر المومنین علیہ السلام کی خلافت سے ہم راضی ہیں اور بہ آرزوئے دلی ہم نے ان سے بیعت کی ہے۔

اس کے بعد زجر بن قیس جو امیر المومنین علیؑ کا ایلچی تھا با آواز بلند بولا اے باشندگان ہمدان امیر المومنین علیؑ نے مجھے تمہارے پاس بھیجا ہے اور تمام حالات تحریر کیے ہیں، اپنے عزم سے بھی اطلاع دی ہے۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تمام صحابہ اور مہاجر و انصار اونی و اعلیٰ نے آپ کی خلافت و امامت پر اتفاق کر لیا ہے۔ سب فرمانبرداری پر کمر بستہ ہیں اس امر میں تمہارا کیا ارادہ ہے اور امیر المومنین کے خط کا کیا جواب دیتے ہو۔ سب نے کہا اے زجر ہم سب امیر المومنین کے مطیع، ان کی خلافت و امامت کے خواہان اور تعمیل احکام کے لیے گوش بر آواز ہیں۔

اس کے بعد جریر بن عبداللہ صحیح افواج سوار اور پیادہ ترک و احتشام کے ساتھ جانب کوفہ روانہ ہوا خدمت امیر المومنین میں پہنچ کر بیعت کی اور ہوا خواہوں میں شامل ہوا۔

اشعث بن قیس الکندی کے نام امیر المومنین کا نامہ

اسی قسم کا ایک خط جس میں ملائمت پسند اور نصیحت شامل تھی اشعث بن قیس کے نام جو عثمان کی طرف سے آذربائیجان کا عامل تھا روانہ کیا مضمون یہ تھا:

بسم اللہ الرحمن الرحیم! اللہ کے بندے امیر المومنین علی کی طرف سے اشعث بن قیس کو معلوم ہو کہ ہمیں تجھ پر زیادہ بھروسہ اور اعتماد تھا اور تیری عقل و فہم اور دانائی پر کامل یقین تھا ہماری آرزو تھی کہ سب سے پہلے جو شخص ہماری بیعت کرتا اور اس معاملہ کی طرف خواہش مند ہوتا وہ تو ہی ہوتا مگر تیری طرف سے ایسی باتیں سنی گئیں اور تیری طرف سے بعض امور ایسے سرزد ہوئے جن کی وجہ سے تیری طلبی میں تاخیر ہوئی اور بلائے میں ڈھیل ہوئی۔ اس وقت تیری گزشتہ باتیں نظر انداز کر دی گئیں اور تیرے اعمال ناپسندیدہ کو ان خدمات حسہ سے جو تجھ سے ظہور پذیر ہوئے ہیں محو کر دیا گیا ہے۔ تو نے عثمان کا واقعہ ماجرو و انصار کی زبانی ضرور سنا ہو گا اور اصحاب رسول خدا اور جملہ ادنیٰ و اعلیٰ اور خاص و عام کا بیعت کرنا بھی بخوبی معلوم ہو چکا ہو گا اب ہمارا ارادہ ہے کہ شام کی طرف جائیں میں تیرے آنے کا منتظر ہوں لازم ہے کہ نامہ پہنچنے ہی ہمارے پاس پہنچنے میں جلدی کر اور جس قدر سوار اور پیدل تیرے ساتھ ہیں سب کو ہمراہ لے آ اور خوب یاد رکھ کہ آذربائیجان خاص تیرا ہی حق نہیں ہے بلکہ عامل کے ہاتھ ایک امانت کی چیز ہے اور وہاں سے جس قدر مال حاصل ہوتا ہے وہ بیت المال سے علاقہ رکھتا ہے تو اس زر و مال کا محض ایک خزانچی اور امین ہے ہرگز اس میں تصرف بیجا نہ کرنا اور جس قدر مال جمع ہو چکا ہے۔ لا کر داخل خزانہ عامہ کر۔ یہ بھی سمجھ لے کہ تیرے حقوق ہمارے دل سے فراموش نہ ہوں گے۔ اور انشاء اللہ تعالیٰ لا حول ولا قوۃ الا باللہ اس علاقہ کی امارت تجھ ہی پر برقرار رہے گی۔

اس کے بعد خط لپیٹ کر زیادہ بن ہمدانی کو واپس دیا کہ آذربائیجان میں پہنچ کر اشعث بن قیس کو دے۔ اشعث کا چچا زاد بھائی خدمت امیر المومنین میں موجود تھا۔ اس نے بھی اس مضمون کا خط اشعث کے نام لکھ دیا کہ میرے چچیرے بھائی اشعث بن قیس کو معلوم ہو کہ قتل عثمان کے بعد جملہ ماجرین و انصار بلکہ صحابہ کبار اور اشراف و اخیار نے جناب امیر المومنین علی کی بیعت اختیار کر لی ہے۔ میں نے بھی ان کی متابعت میں دینی و دنیوی بہتری سمجھی۔ ہر چند میں نے عثمان کے معاملے میں غور و تامل کیا۔ مگر کوئی بات مجھے ایسی معلوم نہ ہوئی کہ امیر المومنین کے مانع آئے۔ اب انہوں نے تیرے نام خط لکھا ہے اور اپنی بیعت کے لئے طلب کیا ہے۔ مضمون خط سے واقف ہو کر ہرگز کچھ تامل اور توقف یا کوئی عذر و حیلہ نہ کرنا۔ آکر بیعت اختیار کر۔ کیونکہ امیر المومنین امام برحق خلیفہ مطلق اور گزشتہ و آئندہ سے فاضل تر ہیں۔ جو کچھ میں لکھتا ہوں اسے سچ جاننا اور مجھے سچا خیر خواہ جاننا۔ والسلام!

جب زیاد نے اشعث کے پاس پہنچ کر امیر المومنین اور اس کے چچا زاد بھائی کے خط حوالے کئے اور اس نے بڑھ کر مضمون مندرجہ سے اطلاع پائی تو منادی کر دی کہ تمام آدمی جامع مسجد میں جمع ہو جائیں۔ جب سب آدمی جمع ہو گئے اشعث نے منبر پر جا کر خطبہ پڑھا اور کہا جو شخص تھوڑی سی چیز پر اکتفا نہیں کر سکتا اسے بہتات بھی سیر نہیں کر سکتی۔ امیر المومنین عثمان نے مجھے ولایت آذربائیجان حوالہ کی تھی چنانچہ میں اب تک اس پر قابض ہوں مگر ان کا زمانہ ختم ہو گیا اور جو واقعات امیر المومنین علی علیہ السلام و زبیر اور عائشہ کے درمیان واقع ہوئے ہیں۔ تمہیں سب معلوم ہیں، اس وقت تمام ماجرو و انصار، ادنیٰ و اعلیٰ، حضرت علی کی خلافت و امامت پر متفق ہو گئے ہیں۔ امیر المومنین بڑے عالی خاندان، اور دین و دنیا میں افضل و ارفع ہیں۔ آپ نے مجھے خط لکھ کر بلایا ہے۔ اس میں تمہاری کیا صلاح ہے۔ سب نے متفق لفظ کہا ہم نے سنا اور اطاعت اختیار

کی۔ علیؑ ہمارے امام ہیں۔ اور ہم آپ کی خلافت و امامت پر بخوشی قلب رضامند ہیں۔ اور ان کے سوا ہم کسی سے کچھ واسطہ نہیں رکھتے۔ امیر المومنین کے ایلچی زیاد بن مرحب نے بھی منبر پر جا کر حمد و ثناء اللہ کے بعد جناب رسول خدا پر درود بھیجا اور کہا اے لوگو عثمان بن عفان کے معاملے میں غور کرنا بے فائدہ ہے اور نہ وہ کوئی مفید خبر ہے اگر حقیقت حال معلوم کرنا چاہیں تو کوئی ایسی بات نہیں ہو سکتی جس سے اطمینان خاطر نصیب ہو۔ گو بیان کرنے والے نے اس معاملے کو دیکھا ہی ہو کہاں وہ جس نے دیکھا بھی نہ ہو اور دیکھنے سے بہتر کوئی خبر نہیں ہو سکتی۔ اس وقت تمام آدمیوں نے کسی دباؤ یا جبر کے بغیر بخوشی خود امیر المومنین علیؑ کی بیعت اختیار کر لی ہے۔ اور جن لوگوں نے بیعت کر کے توڑ ڈالی ہے اور مخالفت کر کے اہل بصرہ کو ساتھ لے کر جنگ کر ڈالی ہے اللہ تعالیٰ نے انہیں ان کے کئے کی سزا دی۔ حضرت کو فتح و ظفر نصیب ہوئی۔ میں ان کا ایلچی تمہارے پاس آیا ہوں ان کا حکم سنو اور اطاعت قبول کرو۔ مسجد کے ہر گوشے سے صدا آئی کہ ہم نے ان کے حکم کو مان لیا اور ان کی امامت و خلافت کا دل و جان سے اقرار کرتے ہیں۔

جس وقت تمام لوگوں نے بہ رضا و رغبت خوشی خوشی حضرت علیؑ کو اپنا خلیفہ مان لیا، تو اشعث خوشی اپنے گھر چلا گیا۔ اپنے دوستوں اور رشتہ داروں کو بلا کر کہا اگرچہ حضرت علیؑ بزرگ شخصیت ہیں اور میں جانتا ہوں کہ مجھے ان کی اطاعت لازمی ہے اور ان کی خدمت میں جا پہنچوں گا تو وہ ضرور میرے ساتھ بہ لطف و کرم پیش آئیں گے۔ مگر خط میں آذر بایجان کے محاصل کا جو ذکر موجود ہے میں اس سے رنجیدہ ہوں اور نہیں چاہتا کہ ان کی خدمت میں جاؤں میری رائے یہ ہے کہ معاویہ کے پاس چلا جاؤں اور اس سے لٹھی ہو کر اس مال کی واپسی سے پہلو بچا لوں۔ اس معاملہ میں جس قدر غور و فکر کرتا ہوں معاویہ ہی کے پاس جانا بہتر نظر آتا ہے۔ تمہاری کیا رائے ہے؟

اس کے دوستوں عزیزوں اور رشتہ داروں نے جواب دیا۔ معاذ اللہ معاویہ کے پاس جانے سے بہتر ہے کہ ہم مرجائیں۔ اس عیب اور برائی کو کیونکر گوارا کر سکتے ہیں تو کس طرح اپنے عزیزوں اور رشتہ داروں سے علیحدگی، اپنے شہر و وطن اور قدیمی گھر سے جدائی اختیار کرنا جناب امیر المومنین علیؑ کی بیعت اور اطاعت سے منحرف ہونا چاہتا ہے۔ حالانکہ وہ جناب رسول خدا کے بھائی و صہی اور ان کے فرزندوں کے باپ ہیں۔ تو شام کو جاتا اور معاویہ کو علیؑ پر ترجیح دیتا ہے۔ اشعث اپنے متعلقین کی گفتگو سن کر شرمندہ ہو گیا اور بوجہ حیا اپنے ارادہ سے باز رہا۔ پھر اپنے خدمتگاروں اور خیل و حشم کو بلا کر تسلی دی اور جانب کوفہ روانہ ہوا۔ داخل کوفہ ہو کر خدمت امیر المومنین میں حاضر ہوا۔ اور بیعت کر لی۔ آپ نے بھی اس کے آنے پر اظہار خوشنودی فرمایا اور بڑی دلداری کی۔

اس کے بعد احنف بن قیس نے کہا یا امیر المومنین بنو سعید بن زید بن مناف بنی تمیم نے جنگ جمل کے موقع پر آپ کی امداد نہیں کی تھی لیکن اب جو معرکہ درپیش ہے وہ اس میں آپ کی امداد اور خدمت گزاری کریں گے۔ وہ جنگ جمل میں اس لئے آپ کے ساتھ نہ ہوئے تھے کہ غلہ و زہیر نے شبہ میں ڈال دیا تھا۔ اس میں شبہ نہیں کہ اب وہ آپ کے ساتھ اور معاویہ کے مخالف ہیں اور آج وہ تمام قوم بصرہ میں موجود ہے اگر حضور حکم دیں تو میں انہیں کچھ لکھوں اور آپ کی اطاعت و خدمت گزاری کے لئے بلاؤں۔ کہ بہت جلدی حاضر پارگاہ ہو کر گذشتہ غلطی کا تدارک کریں۔ بنی تمیم کے لوگوں نے جو اس وقت موجود تھے۔ احنف کی رائے کو پسند کیا۔ سب نے کہا عین مصلحت ہے اور حضرت علیؑ نے بھی اجازت دے دی تھی اختیار ہے جو مناسب سمجھے اس پر عمل کر۔

غرض احنف بن قیس نے بنی عم اور دوستوں اور اپنے عزیزوں کو اس مضمون کا خط لکھا: واضح ہو کہ تمہارے سوا بنی تمیم میں سے کوئی شخص باقی نہیں رہا۔ جس نے امیر المومنین علیؑ کی بیعت اختیار نہ کی ہو۔ سب نے بخوشی بیعت کر لی ہے۔ یاد رکھو کہ

آج جو کچھ تمہارے قبضہ اقتدار میں ہے۔ وہ میری ہی نیک صلاح کا پھل ہے اور تمہارا دشمنی کے باوجود امن میں رہنا بھی میری ہی نیک صلاح کا پھل ہے اور میری ہی ان تدبیروں کا نتیجہ ہے جو تمہارے واسطے عمل میں لائی گئیں، جس وقت ہم کوفہ میں وارد ہوئے تو تمہارے عزیزوں اور متعلقین نے جو یہاں سکونت پذیر ہیں۔ جناب امیر کی خدمت گزار کی اور جان و مال سے دریغ نہ کیا۔ اور اب تیار ہیں کہ حضرت کے ہمراہ شام کی صبح پر جائیں۔ اور امداد کریں۔ القصہ مجھے جو رائے تمہارے حق میں بہتر اور فائدہ بخش نظر آئی اس سے تمہیں مطلع کرتا ہوں۔ اپنے دوستوں سمیت بلا تامل جناب امیر المؤمنین کی خدمت میں حاضر ہو جاؤ۔ خوب سمجھ لو کہ، فضلہ تعالیٰ آپ کا اقتدار کمال پر ہے کوئی جائے تردد نہیں تم حیلہ نہ کرنا فوراً چلے آنا۔ کیونکہ تمہارے لئے دینی اور دنیوی بھلائیوں کا موجب ہے۔

نبی تمہیم نے اہل کوفہ کے خط کو ملاحظہ کر کے تمام باتوں پر غور کیا اور اسی امر کو اچھا سمجھا سب نے جمع ہو کر بصرہ سے جانب کوفہ سفر کیا اور خدمت جناب امیر علیہ السلام میں حاضر ہو کر شرفِ حضوری حاصل کیا۔ اور آپ سے اس اقرار کے ساتھ بیعت کی کہ ہم آپ کی خدمت میں رہیں گے جہاں ہوں گے مطیع و فرمانبردار رہیں گے۔ لڑائیوں میں ساتھ دیں گے۔ اور زیر سایہ جانیں دیں گے۔

آپ نے اپنے دوستوں کے ساتھ مشورہ کیا اور فرمایا میں معاویہ کے ساتھ ٹکراؤں اس پر ظلم کرنا نہیں چاہتا۔ کیونکہ بغاوت اور ظلم کا نتیجہ اچھا نہیں ہے۔ کوئی ایسا شخص ہو جس نے زمانہ کا بہت سا تجربہ کیا ہو، دنیا کی اونچ نیچ دیکھی اور اس کی سختی و شیرینی کا مزہ چکھا ہو اور ظاہر و باطن اور سختی و نرمی میں پندیدہ عادات رکھتا ہو۔ وہ معاویہ کے پاس میرا خط لے جائے میں اسے سمجھانا اور نصیحت و تاکید کرنا چاہتا ہوں شاید سعادت حاصل کرے اور اپنے ارادہ سے عاجز آکر اطاعت و موافقت اختیار کرے۔ اور اگر پھر بھی اس گمراہی اور مخالفت پر قائم رہے گا تو اس سے جنگ کروں گا۔

جریر بن عبد اللہ بجلی نے کہا اے امیر المؤمنین! آپ مجھے اپنا اہلی بنا کر اس کے پاس روانہ کریں۔ کیونکہ میں اور وہ دوست رہ چکے ہیں اور وہ کسی وقت بھی میرے کہنے کو نہ ٹالتا تھا۔ میری بات کو بے لاگ سمجھتا تھا وہاں جا کر اسے بخوبی سمجھاؤں گا۔ اور نصیحت کر کے امر حق کی طرف توجہ دلاؤں گا میں خیال کرتا ہوں کہ میری بات مان لے گا اور حضور کی خدمت میں حاضر ہو کر بیعت کر لے گا۔ میں شامیوں کو بھی آپ کی بیعت کی ترغیب دوں گا۔ وہاں میرے قدیمی عزیز و قریب بہت سے ہیں۔

آپ نے اس کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا اے جریر تجھے معلوم ہے کہ میرے پاس حضرت محمد مصطفیٰ کے بہت سے وہ اصحاب موجود ہیں جو آپ کے ہمراہ لڑائیوں میں رہ چکے ہیں اور سب کے سب معتد ہیں ان میں سے جس کسی کو بھیجنا چاہوں وہی اس کو نہایت دیانتداری اور امانت گزار کی سے ایسی اچھی طرح بجالائے گا جس سے زیادہ ممکن نہیں لیکن بایں سب کہ تو نے اس کام کے لیے سبقت اختیار کی اور تیری امانت و دیانتداری اور مودت و محبت بھی ظاہر ہے۔ معاویہ کے پاس بطور قاصد روانہ کرنے میں کسی دوسرے کو تجھ پر ترجیح نہیں دے سکتا۔ بخیر و خوبی جا اور معاویہ کو میرا خط پہنچا اور فرمائش کر کہ خلافت کے خلاف نہ چل اطاعت اور دوستی اختیار کر، جریر مستعد ہو گیا۔ آپ نے اس مضمون کا خط لکھا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم! عبد اللہ بن علی امیر المؤمنین کی طرف سے معاویہ بن سحر کو معلوم ہو کہ جملہ مہاجر و انصار نے خلافت و امامت کے کاموں کی درستی کے لیے باہم مشورہ کر کے ایک شخص کو منتخب کیا ہے اور اسی کو اپنا امام اور رسول خدا کا خلیفہ اور خاص و عام کا پیشوا قرار دے لیا ہے اور عہد کر لیا ہے کہ جو شخص ہماری قرار داد سے راضی نہ ہو گا اس سے جنگ کریں گے تاہم اطاعت و موافقت اختیار کرے، تجھے یہ سب حالات اچھی طرح معلوم ہیں۔ زیادہ بیان کرنے کی ضرورت نہیں۔ میرے اور اہل بصرہ کے درمیان جو جنگ اور خونریزی واقع ہوئی ہے وہ بھی سن لی ہو گی تجھ سے مخفی نہ ہو گی۔ اللہ تعالیٰ نے

مجھے ان پر فخر کیا ظہر اس اللہ وہم کار ہون یعنی امر الہی ظاہر ہوا گو وہ کراہت کرنے والے ہوں۔ میں نے سنا ہے کہ تو عثمان کے معاملہ میں مبالغہ کرتا ہے اور قاتلوں کی نسبت کچھ کہتا ہے۔ مناسب یہ ہے کہ پہلے میری بیعت اختیار کر کے اور مسلمانوں کے ساتھ متفق ہو کر پھر عثمان کے وارث میرے سامنے قاتلوں پر دعویٰ کریں اور میں کتاب الہی کے مطابق فیصلہ کروں۔ تو اس وقت جس بات کو چاہتا ہے اس کی مثال ایسی ہے جیسا کوئی اپنے بچے کو دھوکا دے کر اور کسی اور طرف متوجہ کر کے دودھ چھڑانا چاہتا ہو اگر تو عقل سے کام لے کر دیکھے تو خون عثمان کے معاملہ میں مجھ سے زیادہ بے لگاؤ کسی اور شخص کو نہ پائے گا۔ میں خوب جانتا ہوں کہ تو ان لوگوں میں سے نہیں جو خلافت کے سزاوار ہو سکتے اور اس منصب شریفہ کی لیاقت رکھتے ہوں میں یہ خط بھیج کر فمائش کا حق ادا کرتا ہوں۔ جریر کو جو بڑا ایماندار اور مہاجر اور دیانتدار آدمی ہے تیرے پاس بھیجتا ہوں اور اس کی زبانی ان باتوں کا پیغام دیا ہے جن سے تیری حالت درست اور امیدیں پوری ہو سکتی ہیں اگر تو نصیحت کو قبول اور ان باتوں کو عقل سے سنے گا تو دونوں جہان تیرے لیے بھلائی اور عافیت ہوگی اور مسلمانوں میں نیک نام رہے گا ورنہ بخیاں دیگر تو اپنے آپ کو ہلاکت اور بلا میں مبتلا کرے گا۔ میں اللہ تعالیٰ سے ایسا طلب کر کے تجھ سے جنگ کروں گا اور جو کچھ مناسب وقت ہو گا اس طریق سے پیش آؤں گا۔ لاجل ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم یعنی بزرگ و برتر اللہ کے سوا اور کسی میں کچھ طاقت و قدرت نہیں ہے۔ پھر خط کو ختم کر کے اور پیٹ کر جریر کے حوالہ کیا وہ خط لیتے ہی جانب شام روانہ ہوا قطع منازل کر کے داخل شام ہو کر معاویہ کے پاس پہنچا اور سلام کیا۔ معاویہ نے جواب سلام دے کر بڑی عزت سے اپنے پاس بٹھایا۔ اور بہت نرمی سے دریافت کیا کہ اے جریر تو کس کام کے لیے آیا ہے۔ اور کیا حالات ہیں۔ اس نے کہا میں تیرے پاس محض تیری بھلائی اور بہتری کی خاطر آیا ہوں۔ کیونکہ حرمین و عراق و حجاز و یمن والے سب تیرے ابن عم علی ابن طالب کے ہمراہ ہو کر ان کی بیعت میں آگئے ہیں۔ تمام علاقے حوالے کر دیئے ہیں تیرے پاس چند قلعوں کے سوا اور کوئی نہیں۔ اگر حضرت علیؑ ادھر تشریف لے آئے تو ان کے لطف و کرم کو دیکھ کر تمام فوج ان کے ہمراہ ہو جائے گی اور تو تنہا رہے گا پھر یہ چند حصار بھی تیرے قبضہ سے نکل جائیں گے۔ میں اس لیے آیا ہوں کہ تجھے نیک مشورہ دوں اور راہ راست دکھاؤں اور وہ مشورہ یہ ہے کہ حضرت امیر المومنینؑ کی متابعت اختیار کروہ امت محمد مصطفیٰ کے خلیفہ مطلق اور امام برحق ہیں اگر تو اس معاملہ میں اچھی طرح غور کرے گا اور برے خیالات کی طرف مائل نہ ہو گا اور میرے ہمراہ جناب کی خدمت میں چلے گا تو تیری سب مرادیں بر آئیں گی اور یہ علاقہ بھی تیرے ہی حوالہ کر دیا جائے گا۔ حضرت علیؑ تجھ پر مہربانی فرمائیں گے۔ جب تک حضرت زندہ ہیں یہ علاقہ تیرے ہی پاس رہے گا۔ ان کی وفات کے بعد اگر تو زندہ رہا اور تیرا کچھ اور ارادہ ہوا تو اس وقت وہ بھی ممکن ہو گا۔

رہا عثمان کا واقعہ جو لوگ اس دن یربہ میں موجود تھے وہ بھی حقیقت حال سے واقف نہیں۔ پھر وہ لوگ جو موجود نہ تھے کیا جان سکتے ہیں تو بھی اس امر سے خوب آگاہ ہے۔ مگر دانستہ اپنے آپ کو غلطی میں ڈالتا ہے۔ فقہ پر دانوں اور خود غرضوں کی باتوں میں آکر علی ابن ابی طالبؑ کے مقابلے پر آتا ہے۔ تیرا یہ رویہ اچھا نہیں۔ دشمنی کی راہ سے نہیں بلکہ دوستی کے خیال سے جو کچھ تیرے واسطے بہتر معلوم ہوا بتا دیا گیا آئندہ تجھے اختیار ہے۔

پھر معاویہ نے جناب امیر علیہ السلام کا فرمان اول سے آخر تک پڑھا اور جریر کو دے کر کہا تو بھی پڑھ کہ تجھے بھی معلوم ہو جائے کہ اس میں کیا لکھا ہوا ہے۔ جریر نے خط لے کر پڑھا اور جریر پھر وہاں سے اٹھ کر اپنی قیام گاہ پر آیا دوسرے دن جریر جامع مسجد میں آیا لوگ جمع ہو گئے معاویہ بھی آیا۔

جریر نے تقریر شروع کی اور بہت عمدہ بیان کیا جس میں لوگوں کو پند و نصیحت تھی۔ اور جناب امیر علیہ السلام کی بیعت کی

بھولا ہو گا اور جانتا ہو گا کہ میں کون شخص ہوں۔

عبداللہ نے کہا اے ابو طالب کے بیٹے اس تکبر اور غرور سے باز آؤ کب تک اپنی تعریفیں کئے جاؤ گے۔ اور دوسرے آدمیوں کو کچھ نہ سمجھو گے قدم آگے بڑھاؤ کہ اپنے کئے کی سزا کو پہنچو۔ امیر المومنین نے باگ موڑی اور اس کی طرف بڑھے اور کہا عبداللہ جو کچھ تیرے پاس ہو وار کر۔ عبداللہ تلوار کھینچ کر آپ پر جھپٹا اور وار کیا۔ حضرت علی نے اس کا وار خالی دیا اور اسی تیزی میں گھوڑے کو اس پر لوٹا کر ایسا ہاتھ مارا کہ اس کا دایاں ہاتھ اور کھوپڑی کٹ کر جا پڑی آپ نے اس پر گھوڑا دوڑا دیا اور سموں کے نیچے لے کر یہ شعر پڑھا اور اس کی اس درجہ سنگدلی اور شقاوت پر تعجب فرماتے تھے وہ شعر یہ ہے:

ابای تدھوانی الوغایا بن الارب و فی یمنی صارم یدی اللہب

آپ نے اس شعر کو دو مرتبہ پڑھا پھر اپنی صف میں چلے آئے۔ پھر بارز بن عوف جتنی نے مرکب نکالا اور کوئی جنگجو طلب کیا۔ عبداللہ نے فہش اس کے مقابل ہوا اور دونوں نیزہ سے جنگ کرنے لگے۔ عبداللہ نے اسے نیزہ سے ہلاک کیا۔ پھر ثور بن عدی جو مازن بن عوف کا چچرا بھائی تھا میدان میں آیا۔ اور کسی لڑنے والے کا خواستگار ہوا۔ محمد بن ابی بکر نے نکل کر تلوار سے ہلاک کر دیا۔ عائشہ یہ حال دیکھ کر غضبناک ہوئیں اور کہا مجھے ایک مٹھی کنکریاں دو لوگوں نے دے دیں۔ عائشہ نے انہیں امیر المومنین کے اصحاب کی طرف پھینک کر کہا شامت الوجوہ یعنی یہ چہرے سیاہ ہوں۔

مصاحبین علی میں سے ایک نے کہا اے عائشہ ما رمت اذ رمت ولكن الشيطان رمى اس وقت طلحہ بن عبداللہ نے یہ آواز بلند کہا اے بندگان خدا صبر کرو صبر کرو کیونکہ صبر اور ظفر دونوں ساتھ ساتھ ہیں۔ اور صابروں کے لیے ثواب عظیم ہے۔ انصاف یوقی الصابرون اجرهم بغیر حسد مروان بن حکم نے اپنے غلام سے کہا تو جانتا ہے کہ مجھے اس بات پر بڑا تعجب آتا ہے کہ نعل عثمان میں طلحہ سے زیادہ اور کوئی سامی نہ تھا۔ وہ اس کے دشمنوں کو ترغیب دلاتا تھا اور خون عثمان بہانے کے واسطے خوب زور لگا رہا تھا آج کتا ہے کہ میں عثمان کے خون کا بدلہ لیتا ہوں اور لوگوں کو ہلاکت میں مبتلا کر رکھا ہے۔

مجھے اندیشہ ہے کہ یہ سارا لشکر کٹا دے گا۔ میں چاہتا ہوں کہ اسے تیرے ہلاک کر دوں۔ تاکہ اور مسلمان اس کے فساد اور شر سے رہائی پائیں۔ اور میں اس طریقے سے اس کا شرمناکوں تو میرے آگے اس طرح کھڑا ہو جا کہ میں چھپ جاؤں اور کوئی مجھے نہ دیکھ سکے اور یہ نہ معلوم ہونے پائے کہ میں نے تیرا مارا ہے۔ اگر تو ایسا کرے گا میں تجھے آزاد کر دوں گا۔ غلام اس کے سامنے کھڑا ہو گیا۔ مروان نے زہر میں بچھے ہوئے پیکان والے تیر کو کمان میں جوڑا اور طلحہ کو نشانہ بنایا جس سے طلحہ کا پاؤں رکاب کے ساتھ چھید گیا۔ طلحہ اس زخم کی تاب نہ لا کر گھوڑے سے گر پڑا۔ اور بیہوش ہو گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد ہوش میں آیا اپنے غلام سے کہا مجھے اٹھا اور سایہ میں لے چل۔ غلام نے کہا اے آقا نہ یہاں کوئی سایہ نظر آتا ہے نہ جائے پناہ جہاں آپ کو لے چلوں۔ طلحہ نے کہا سبحان اللہ آج میں اپنے خون سے زیادہ اور کسی قریشی کا خون نہیں پاتا۔ نہ معلوم یہ تیر میرے پاؤں میں کہاں سے آگیا۔ یہ تیر ضرور موت کا تیر ہو گا۔ اور یہ حکم الہی بغیر نہیں لگا۔ و کان امر اللہ فلو اقموا و طلحہ یہ الفاظ کہتا جاتا تھا اور ترپتا جاتا تھا۔ یہاں تک کہ مر گیا۔ لوگوں نے سبجہ موضوع میں دفن کر دیا۔ عائشہ کو اس کے مرنے کا بہت رنج ہوا۔ کیونکہ طلحہ ان کے چچا کا بیٹا تھا۔ کوفہ اور بصرہ والے اس حادثہ سے بہت غمگین ہوئے۔ اور رات ہو جانے پر دونوں لشکر اپنی اپنی قیام گاہ پر واپس چلے گئے۔ دوسرے دن پھر دونوں فوجوں نے صف آرائی کی اور عائشہ نے ہودج میں سوار ہو کر اپنے اونٹ کو لشکر کے آگے بڑھایا۔ اور سب اس کے گرد صف بستہ ہو گئے۔ امیر المومنین نے بھی اپنے لشکر کو ترتیب دیا۔ اور بہادریوں نے میدان جنگ میں نکل کر جنگ چھیڑ دی۔ آج اس قدر انسان ہلاک ہوئے کہ میدان جنگ کی ساری زمین لال ہو گئی۔ جناب امیر کے اصحاب نے ایک دوسرے کے پیچھے اصحاب جمل پر حملہ کیا۔

طرف ترغیب و تحریص لائی تھی۔ پھر کہا اے لوگو آگاہ ہو کہ تمام مہاجر و انصار نے دل و جان سے حضرت امیر المومنینؓ کی بیعت اختیار کرنی ہے۔ اور ان کی خلافت و امامت کا اقرار کر لیا ہے۔ بصرہ والوں نے مخالفت کی تھی تو اپنے کئے کی سزا پائی۔ بصرہ کے صحرا میں تن سے اور تن سر سے جدا کئے ہوئے اپنے خون میں تڑپتے تھے۔ میں نے اپنی آنکھوں سے وہ نظارہ کیا کہ نہ کبھی دیکھا تھا نہ سنا تھا نہ کسی وقت میں کوئی ایسا بیت ناک واقعہ ظہور میں آیا۔ علیؓ وہی علیؓ ہے جسے تم دیکھ چکے ہو تم نے اس کی شجاعت بھی دیکھ رکھی ہے اور اس کا علم اور مہربانی بھی۔ اب تمام اکابر و معارف نے آپ کی امامت کا اقرار کر لیا ہے فی الحال اگر حضرت علیؓ سے بیعت نہ بھی ہوتی اور یہ کام ہمارے قبضے میں ہوتا تب بھی ہم حضرت علیؓ کے سوا اور کسی کو اپنا خلیفہ نہ بناتے اے معاویہ خدا سے ڈر اور اپنے لوگوں کو ہلاکت میں نہ ڈال جس طرح اور لوگوں نے علیؓ کی بیعت کر لی ہے تو بھی بیعت اختیار کر اور یہ کہنا کہ اس علاقہ کی امارت مجھے عثمان نے دی ہے اور کبھی معزول نہیں کیا قابل قبول نہیں کیونکہ وفات پانا پوری معزولیت ہے۔ تمام دنیاوی مقبوضات قبضے سے نکل جاتے ہیں اور بعد میں آنے والے کے زیر تصرف ہو جاتے ہیں۔

معاویہ جریر کی باتیں سن کر خاموش ہو رہا۔ کچھ عرصے کے بعد کہا اللہ تعالیٰ نے مجھے امارت عطا کی ہے اور اپنی طرح طرح کی نعمتیں بخشی ہیں۔ عزت کا لباس میرے زیب تن کیا ہے۔ کبھی اس بات پر راضی نہ ہوں گا کہ مجھ پر سے اس عزت کے لباس کو اتار لیں اور نہ عزت کے عوض ذلت اختیار کروں گا بلکہ مجھے بھروسہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جاسدوں اور مخالفوں کو رفع کرنے میں میری مدد کرے گا۔ اس کے بعد کہا اے لوگو تم جانتے ہو کہ میں امیر المومنینؓ عمر اور عثمان کا خلیفہ ہوں۔ اس عرصے تک ان کا نائب رہ کر میں نے نگرہداشت کی ہے اور کسی طرح سے بھی ظلم اور زیادتی کو گوارا نہیں کیا اور کسی شخص کی آبروریزی نہیں کی۔ اب امیر المومنین عثمان کو ظلم سے مار ڈالا۔ میں اس کا ولی ہوں اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ومن قتل مظلوما فقد جعلنا لولہ سلطانا یعنی جس شخص نے بے گناہ کو قتل کیا ہم نے اس کے ولی کو قاتل پر غلبہ دیا۔ میں چاہتا ہوں کہ تمہارے دلوں کا حال عثمان کے قتل کے متعلق معلوم ہو جائے۔ کہ بدلا لینا چاہتے ہو یا نہیں۔ مسجد کے ہر گوشہ سے صدا آئی کہ ہم سب اس کے خون کے طالب ہیں۔ ہم سے جہاں تک ہو سکے گا بدلہ لیں گے۔

جریر کی واپسی سے پہلے ہی حضرت امیر المومنین علیؓ کو اس حال کی اطلاع ہو گئی۔ معاویہ کے خطبہ اور طلب خون عثمان کی نسبت شامیوں کے ارادوں کا تمام حال لوگوں نے جناب امیرؓ کو آسنایا۔ آپ نے ارادہ کیا کہ بہت جلد شام کی طرف روانہ ہوں۔ اور اس معاملہ کے متعلق عجلت سے بندوبست کیا جائے مگر اور لوگوں کی رائے نہ ہوئی۔ صرف پانچ آدمی اشتر نخعی، عدی بن حاتم طائی، عمر بن الحنظل، سعید بن ہمدانی اور ہانی بن عروہ مدحی خدمت مبارک میں حاضر ہو کر بولے کہ یہ لوگ جو مہم شام سے مانع آتے ہیں موت سے ڈرتے ہیں اور ہم جانتے ہیں کہ اس جنگ میں مارے جانے سے زیادہ اور کچھ نہیں ہو سکتا۔ ہماری عین آرزو ہے کہ یا تو آپ کے دشمنوں پر فتح پائیں یا آپ کے زیر سایہ مرجائیں۔ اور یہ ظاہر ہے کہ جس قدر آپ توقف فرمائیں گے معاویہ زیادہ قوت بہم پہنچا کر ساز و سامان درست کرے گا۔ اب مخالفت اور جنگ تک نوبت پہنچ چکی ہے جس قدر جلد مہم اس طرف روانہ ہو جائے اسی قدر اچھا ہے۔ جناب امیرؓ نے فرمایا تمہاری رائے بہت ٹھیک ہے مگر میں نے ایلیٰ بھیج رکھا ہے جب تک وہ اور خط کا جواب نہ آئے ہمارا وہاں جانا دانائی سے بعید ہے۔ آپ کے دوست یہ بات سن کر خاموش ہو گئے۔ جریر ہر روز معاویہ سے واپسی کی اجازت طلب کرتا مگر وہ جیلے بہانے کر کے ٹال دیتا۔ کہ جلدی نہ کرے۔ شامیوں سے مشورہ کر لوں جب کوئی ایک رائے قرار پائے گی اور میری تشویش رفع ہو جائے گی تو حضرت علیؓ کے خط کا جواب لکھوں گا اور تجھے روانہ کر دوں گا۔ معاویہ اسی قسم کی باتیں بنا کر جریر کو روکتا رہا اور اپنی تیاری کرتا رہا۔ اسی اثناء

میں اس نے عمر بن عاص کو خط لکھا وہ فلسطین میں تھا۔ مضمون تھا عمر کو معلوم ہو کہ تو نے عثمان کو قتل ہونے اور اس پر ظلم و ستم کئے جانے کا حال سن ہی لیا ہو گا۔ حجاز، یمن، کوفہ اور بصرہ کے لوگوں نے علیؑ کی بیعت اختیار کر لی ہے اور انہوں نے خط دے کر جریر کو میرے پاس بھیجا ہے اور بیعت کے لیے طلب کیا ہے اسیجھے وعدے فرمائے ہیں میں نے اس وقت تک خط کا جواب نہیں دیا نہ قاصد ہی کو واپس جانے دیا ہے میں تیرے آنے کا منتظر ہوں کہ بہت جلد یہاں آکر صلاح دے اور جو امر مناسب ہو وہ کیا جائے یہاں آنے میں ذرا دیر نہ کرنا۔

عمر عاص نے معاویہ کا خط پڑھ کر اپنے بیٹوں عبداللہ اور محمد کو بلا دیا۔ پھر خط دے کر کہا۔ اے بیٹو اسے پڑھو، میں تم سے صلاح لیتا ہوں کہ معاویہ کے پاس چلا جاؤں یا امیر المؤمنین علیؑ سے جا ملوں تم اس میں سے کس بات کو اچھا سمجھتے ہو۔ عبداللہ نے کہا اگر مجھ سے پوچھتا ہے تو سب سے اچھی رائے یہ ہے غور سے سن جس وقت محمد مصطفیٰؐ کا وصال ہوا وہ تجھ سے بہت خوش تھے ان کے بعد دو خلیفہ ابوبکر اور عمر بھی تجھ سے راضی رہے۔ جس وقت عثمان کو قتل کیا گیا تو وہاں موجود ہی نہ تھا تجھ سے کسی امر کو منسوب نہیں کر سکتے اور اللہ تعالیٰ نے تجھے بھی مرتبہ اور دولت دے رکھی ہے تو کسی کا محتاج نہیں نہ تجھے خلافت کی طمع ہے۔ حرمت اور مرتبہ تجھ کو حاصل ہے۔ مناسب نہیں کہ اس عالم ضعیفی میں دنیوی لالچ سے اپنے آپ کو مصیبتوں میں مبتلا کرے اور علی ابن ابی طالب کی جو جناب محمد مصطفیٰؐ کا چچرا بھائی، داماد اور وصی ہے عداوت اور معاویہ بن ابی سفیان کی خدمت و ملازمت اختیار کرے آرام سے اپنے گھر میں بیٹھ کر دیکھنا چاہیے کہ معاملہ کس پہلو میں ٹھکتا ہے اور کیا نتیجہ نکلتا ہے میری تو یہ رائے ہے آئندہ تجھے اختیار ہے۔

اس کے بعد اس کے دوسرے بیٹے محمد نے کہا مجھے عبداللہ کی بات پسند نہیں کیونکہ گھر میں بیٹھ رہنا محض بوڑھی عورتوں اور کم ہمت شخص کا کام ہے۔ اب کہ خلیفہ عثمان کو بے گناہ مار ڈالا ہے اور معاویہ اس کا بدلہ لینے کے لیے اٹھ کھڑا ہوا ہے اور تو بھی قریش کا بہت بڑا نامور اور مشہور سردار ہے۔ معاویہ سے کم نہیں۔ اگر اس کام سے الگ رہ جائے گا اور گھر میں بیٹھ رہے گا تو معاملہ یکسو ہو جانے کے بعد تیری کوئی قدر و منزلت اور عزت باقی نہیں رہے گی۔ اس میں تیرا سراسر نقصان ہو گا۔ مصلحت یہ ہے کہ شام میں جا کر معاویہ سے مل جا اور خون عثمان کا بدلہ اور معاویہ کی لشکر کی سرداری لے۔ عمر عاص نے دونوں بیٹوں کی باتیں سن کر کہا عبداللہ مجھے وہ راستہ دکھاتا ہے جس میں دینی اور اخروی سعادت موجود ہے اور محمد اس بات کی رائے دیتا ہے کہ آخرت کے عوض دنیا کو اختیار کر لوں اور انجام کار ٹوٹے میں رہوں وصی مصطفیٰؐ کا دشمن بنوں مگر لوگوں میں بھی مشہور ہو گیا ہے کہ عمرو عاص معاویہ کے پاس جاتا ہے اگر باز رہوں تو اچھا نہ ہو گا اس کے بعد شام کی جانب روانہ ہوا۔ اور معاویہ کے پاس پہنچا تو وہ اس کے آنے سے شیردل ہو گیا۔ بڑی عزت و حرمت کی۔ اپنے قریب بٹھا کر کہا اے بھائی مجھے تین کام درپیش ہیں میں نہیں جانتا کہ ان کا کیا علاج کروں۔

اول یہ کہ محمد بن حذیفہ مصر کا قید خانہ توڑ کر نکل آیا ہے اور بیعت فراہم کر لی ہے تو بھی جانتا ہے کہ وہ نرا فتنہ شخص ہے۔ دوسرا یہ کہ سنتا ہوں قیصر روم نے بہت بھاری لشکر جمع کر کے مجھے ناکید و تائبہ فرما رہے ہیں اور جنگ کا ارادہ رکھتے ہیں ان واقعات کی نسبت تیری کیا رائے ہے۔

عمرو عاص نے کہا اگرچہ یہ تینوں امر موجب پریشانی و حیرانی ہیں مگر تو نہ گھبرا انجام اچھا ہو گا محمد بن حذیفہ کا معاملہ مشکل نہیں لشکر بھیج دے اگر مقابلہ سے پیش آئے اسے گرفتار کر لائیں اگر ہزیمت اختیار کرے تو ملک خدا ہر طرف پھیلا پڑا ہے کہ دے کہ جس طرف جی چاہے چلا جائے۔

اور بادشاہ روم کی خدمت میں تجھے تحائف اور کچھ اقسام پارچات رزینہ دہرہ بھیج کر رضامند کر لے یقین ہے وہ صلح کر لے

گا۔ مگر علی ابن ابی طالبؑ کا معاملہ نہایت دشوار اور اہم ہے کوئی آدمی تجھے ان جیسا نہ ملے گا اور تمام امور میں ان ہی کو تجھ پر ترجیح و بزرگی دیں گے۔

معاویہ نے کہا انہوں نے ایک برگزیدہ اور خلیفہ وقت کو قتل کر کے خدا کا گناہ کیا ہے۔ عمرو نے جواب دیا اے معاویہ ایسا نہ کہہ علیؑ یکتائے جہاں شخص ہیں ہر طرح کی فضیلتیں اور بزرگیاں اس میں موجود ہیں۔ جناب رسول خداؐ کے نزدیک ملحوظ ہجرت و قرابت کسی اور کو یہ مرتبہ اور منصب حاصل نہیں جو آپ کو حاصل ہے جو جو صفات پسندیدہ اور اوصاف حمیدہ ان میں ہیں اور جس قدر شجاعت و مردانگی اور دانائی اور فصاحت و بلاغت ذات بابرکت میں موجود ہے اور جیسے تجربے اور مواقع معرکہ آرائیوں اور دیگر مہموں میں آپ کے معاینے اور نظر سے گزر چکے ہیں اور اقبال روزگار اور اتفاقات حسنہ کے بے شمار جلوے جو آپ نے دیکھے ہیں اور انواع و اقسام کی نعمت الہی اور علوم و فنون عطیہ ربانی جناب محمد مصطفیٰؐ کی کمال عنایت اور حسن نظر جو شامل حال رہی ہیں بزرگان وقت اور اکابر عصر میں سے کسی ایک کو بھی نصیب نہیں۔ کوئی شخص از روئے شرافت ان کی برابری نہیں کر سکتا تو یہ وہ خیالات رکھتا ہے وہ درخت طوبیٰ ہیں۔

معاویہ نے جواب دیا تو نے جس قدر اوصاف اور خصوصیتیں بیان کی ہیں ہزار میں سے ایک اور ڈھیر میں سے نمونہ ہیں۔ لیکن میں چاہتا ہوں کہ طلب خون عثمان کے سمانہ سے جنگ چھیڑ دی جائے اور ان پر خون عثمان کی تہمت لگا کر علانیہ خون کا دعویٰ کروں۔ عمرو ان باتوں پر ہنسا اور کہا تو عجیب باتیں کرتا ہے تجھے ان باتوں سے کیا واسطہ کیا کہ خون عثمان کا بدلہ طلب کرے۔ جس وقت عثمان کو محاصرہ میں لے رکھا تھا انہوں نے تجھے بلایا اور مدد طلب کی تھی مگر نہ تو گیا نہ امداد بھیجی اب کس طرح اس کے خون کا دعویٰ کر سکتا ہے یہ تو وہی بات ہے کہ سانپ اور مچھلی بننا چاہتا ہے نہ بالکل سانپ ہی بنتا ہے نہ مچھلی۔ اگر تو مخالفت ہی کرنا چاہتا ہے تو سانپ ہی بن یا مچھلی ہی۔ اور میرا حال بھی ظاہر ہے کہ میں نے اس مصیبت کے وقت ساتھ نہیں دیا اور دشمنوں میں چھوڑ کر فلسطین کو چلا گیا تھا۔ اب کون سی حجت سے ان کے خون کا طالب ہوں۔ معاویہ نے کہا اے عمر عاص ان باتوں کو چھوڑ دے ایسی جھجکتیں مت لا، مجھ سے بیعت کر کے میرے ہمراہ ہو جا پھر ہم فوج کے ذریعے دنیا کو اپنے تصرف میں لائیں اور جیلوں اور فریبوں سے علیؑ کو شکست دیں پھر باقی عرب بے کھٹکے حکومت کریں اور تعیش سے گزاریں۔ عمرو نے کہا اے معاویہ دنیا کو چھوڑنا آسان ہے اور دین کو ترک کرنا بہت دشوار ہے اور تو خوب جانتا ہے کہ اس معاملہ میں تیرا ساتھ دینا اور حضرت علیؑ کی مخالفت کرنا بہت بڑا گناہ ہے اگر تو مجھے اپنا شریک حال بنانا چاہتا ہے تو میری مرضی پر چلنا اور میرے کہنے پر عمل کرنا تجھے لازم ہو گا۔

معاویہ نے کہا جیسا تو چاہتا ہے میں ویسا ہی کروں گا اب تو میری موافقت اختیار کر اس نے پوچھا پھر ہم کس بنیاد پر طلب خون عثمان کریں۔ معاویہ نے کہا لوگوں کو کمزور و حیلہ اور دغا و فریب سے گمراہ کر سکتے ہیں۔ اور جھوٹ بچ کے پیرایہ میں پیش ہو سکتا ہے۔ اگر میں آمادہ ہو جاؤں تو تجھ جیسے عقیل و نہیم اور ہوشیار و دانا شخص کو بھی جس کا آج دنیا میں نظیر نہیں دھوکا دے سکتا ہوں۔ اگر باطل امر کو حق ثابت کرنا چاہوں تو تمام عالم اقرار کر لے گا اور اگر کسی امر حق کو باطل دکھانا چاہوں تو کوئی انکار نہ کرے گا۔ عمرو نے کہا میں تیرے مکر اور جیلوں اور خود تجھے بھی اچھی طرح جانتا پہچانتا ہوں اور جو کچھ چاہیں چلے گا ان سے بھی ناواقف نہیں ہوں مگر تو مجھے ہرگز کسی طرح بھی دھوکا نہیں دے سکتا۔ معاویہ نے اس بات کا کچھ جواب نہ دیا اور مطلب کی بات جاری رکھی۔ ادھر ادھر کے قصے کہتا رہا۔ اثناء گفتگو میں عمرو سے کہا مجھے تجھ سے ایک بات کہنی ہے میں چاہتا ہوں کوئی اور نہ سن سکے میرے منہ کے قریب کان تو لا کہوں۔

عمرو نے اپنا کام اس کے لبوں کے قریب کر دیا معاویہ نے فوراً اس کا کان دبا کر زور سے کانٹا پھر کہا اے عمرو تو نے دیکھا میں

نے تجھے کس طرح دھوکا دیا ہے یہاں پر میرے اور تیرے سوا اور کون تھا جب راز کی بات سننے کے واسطے کہ تھا کہ اپنا کان منہ کے قریب لائے تو کہنا چاہیے تھا کہ اس مکان میں میرے اور تیرے سوا اور کوئی نہیں پھر کان میں کہنے کی کیا حاجت ہے تو نے دھوکا کھایا اور کان میرے دانتوں کے حوالے کر دیا میں چاہتا تو جڑ سے کاٹ لیتا۔ عمر نے کہا خیر ان باتوں کو جانے دیجئے۔ معاویہ نے کہا جیسا تو کہے میں موجود ہوں۔ عمر نے کہ میں مصر کا خواہش مند ہوں۔ معاویہ نے کہا مصر عراق کے مقابلہ پر ہے۔ عمرو نے کہا جب ملک شام تیرے تصرف میں رہے گا تو مصرے میرے قبضے میں۔ معاویہ نے چار ناچار علاقہ مصر کا فرمان لکھ کر اس کے حوالہ کیا۔ اور وہ حکم نامہ کو لے کر شاد شاد اپنے گھر آیا اس کا ابن عم وہاں موجود تھا اس نے کہا اے عمر تو نے آخری عمر میں دنیا کے عوض دین فروخت کر دیا۔ تو اس قدر کیوں خوش ہوتا ہے یہ کوئی یقینی امر نہیں کہ مصر تجھے مل ہی جائے گا اور اگر مل بھی گیا تو اہل مصر نے عثمان کو کچھ نہ سمجھا تو تجھے کیا سمجھیں گے یہ باتیں پردہ غیب میں ہیں اور تو نادان بچوں کی طرح مسرت کے گھوڑے پر سوار ہو کر ہوا دھوس کے میدان میں اچھل کود رہا ہے۔

عمر نے کہا اے بھائی تمام امور اللہ تعالیٰ کے حکم اور غنائے الہی سے ظہور میں آتے ہیں۔ نہ معاویہ کے قبضے میں ہیں نہ علیؑ کے میں ایک کوشش کرتا ہوں شاید یہ ملک مجھے مل جائے اور نام پا جاؤں۔ اس کے ابن عم نے کہا تو بہت بڑی غلطی میں مبتلا ہے تو جانتا ہے کہ معاویہ خیر خواہ ہے فی الحال تو اس نے تیرا دین خرید لیا ہے اور آئندہ دیکھیں تو دنیا میں کیا کچھ پاتا ہے۔ عمر عاص اور اس کے ابن عم کی یہ باتیں معاویہ تک جا پہنچیں ناراض ہو کر حکم دیا کہ اسے پکڑ کر مار ڈالو یہ خبر سنتے ہی وہ بھاگ کر حضرت علیؑ کی خدمت میں آیا اور معاویہ و عمر عاص کی موافقت کی کیفیت سنائی۔ امیر المومنین نے اس شخص کی ولداری فرمائی اور مہربانیوں کے ساتھ وظیفہ مقرر کر دیا۔

الغرض معاویہ اور عمرو عاص باہم موافقت اختیار کر کے حضرت علیؑ کی مخالفت اور معرکہ آرائی پر کمر بستہ ہو گئے۔ اب پھر حضرت علیؑ نے جریر بن عبد اللہ کو خط لکھا کہ: خط پہنچتے ہی پہلے معاویہ سے تصفیہ کرنا پھر اس خط کو ہاتھ سے چھوڑنا۔ معاویہ سے اقرار بیعت یا جنگ یا صلح کا جواب لے لینا اگر وہ صلح پر رضامند ہو تو عہد نامہ ایسے طریق پر لکھو الیما جس سے بھروسہ ہو سکے اور اگر طالب جنگ ہو تو فوراً مجھے اطلاع دے۔ اور خود بھی واپس چلا آ۔

جریر اس خط کو مطالعہ کرتے ہی معاویہ کے پاس آیا اور کہا مجھے تیرے پاس آئے ہوئے بہت عرصہ گزر گیا۔ میں نے تیرے حالات سے اطلاع پا کر غور و فکر کرنے کو واجب سمجھا اور تیری دوستی اور محبت کے لحاظ سے جو امر مجھ پر واجب تھا عرض کر دیا مگر تجھے کسی بات کا بھی کچھ اثر نہ ہوا معلوم ہوتا ہے کہ تو حضرت علیؑ سے کسی بات پر رضامند نہ ہو گا۔ ظاہر میں کچھ اور کہتا اور لکھتا ہے اور دل میں کچھ اور ارادہ کئے ہوئے ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تیرے دل پر بھی ویسی ہی مہر لگا دی ہے جیسے ظالموں اور مغرور لوگوں کے دلوں پر جب تک تو عاجز اور بے بس نہ ہو گا علیؑ کی بیعت اختیار نہ کرے گا۔ جس طرح منافق آدمی نکر

نہیں کھا لیتا اور پریشان نہیں ہو لیتا نماز کی طرف رجوع نہیں کرتا۔ اب امیر المومنین نے سخت تاکید کی خط بھیجا ہے میں زیادہ نہیں ٹھہر سکتا۔ اور یہ بھی جانتا ہوں کہ میرے ٹھہرنے سے اب کچھ فائدہ نہیں مجھے واپس جانے کی اجازت دے کہ واپس جا کر تمام کیفیت سے مطلع کروں۔ معاویہ نے جواب میں نرم باتوں سے لہجانا چاہا کہ تو سچ کہتا ہے مگر میں اس فکر میں ہوں کہ تجھے باعتراد کروں اور تجھ سے جو کچھ کہوں اور جو امور خط میں لکھوں قابل اعتماد ہوں ابھی تک میں یکسو نہیں ہو سکا۔

اس کے بعد معاویہ نے عمر عاص کو طلب کیا اور جریر کی روانگی کی نسبت صلاح کی۔ عمرو نے کہا علیؑ سے بیعت نہ کرنا بہت ہی سخت اندیشہ ناک اور اہم کام اور خدا کے نزدیک بہت بڑا گناہ ہے۔ جو کسی عذر سے معاف نہ ہو گا کیونکہ علیؑ کی دشمنی پیغمبر کی دشمنی اور پیغمبر کی دشمنی اللہ کی دشمنی ہے اگر تجھے بیعت کرنی منظور ہی نہیں ہے تو میری رائے یہ ہے کہ شرجیل بن سمط

کنہی کو جو اشرف و سادات شام کا بہت بڑا سردار ہے خط لکھ کر بلا بھیج۔ جب آجائے تو اس سے کہنا کہ علی ابن ابی طالب نے عثمان کو مار ڈالا ہے اور اب ہم پر چڑھائی کا ارادہ ہے۔ فتنہ و فساد پھیلے گا۔ جریر کو بھیج کر ہمیں بیعت کے لیے طلب کیا ہے۔ ہم نے تیرے آنے کا انتظار کیا کہ اس امر میں تجھ سے بھی مشورہ کر لیں اور تجھے جو مناسب ہو اس پر عمل کریں۔ نیز اس کے آنے سے پہلے چند آدمیوں کو گواہ بنا رکھ کہ ضرورت پڑنے پر یہ گواہی دے سکیں کہ علیؑ نے عثمان کو قتل کیا ہے۔ اور یہ لوگ ایسے بزرگ ہوں جن پر شریکیت اعتماد کر لے اور ان کی گواہی کو سچ جانے۔ معاویہ نے اس تدبیر کو پسند کیا آدمی بھیج کر سرداران و بزرگان شام میں سے یزید بن انس، بشر بن اراطہ، حمزہ بن حابس بن سعد طائی، ابو الامور سلمی جیسے دس مشہور و معروف شخص جو حضرت علیؑ سے عداوت رکھتے تھے بلایا اور کہا میں نے شریکیت بن سمط کنہی کو جو شام کا بہت بڑا سردار اور ممتاز شخص ہے بلایا، وہ بہت ہی بڑا عقیل و فہیم، شجاع اور لڑائیوں میں یکتائے روزگار ہے میں اس سے کہوں گا عثمان کو علی نے قتل کیا ہے اور اب شام پر چڑھائی کیا چاہتا ہے۔ پس اگر اس نے مجھ سے گواہ طلب کئے تو تمہیں تو جو اس ملک کے معزز و اکابر آدمی ہو متفق اللفظ گواہی دینی چاہیے تاکہ شریکیت علیؑ کے مقابلے کے لیے ہمارے ساتھ ہو جائے اور تمہاری گواہی سے ہمارا مطلب نکل آئے۔

انہوں نے جواب دیا تو بے فکر رہ جب وہ آجائے گا اور ہم سے گواہی دلانا چاہے گا تو ہم اس کے سامنے گواہی دیں گے۔ معاویہ نے یہ سن کر ان کی تعریف کی اور انہیں خوشی خوشی رخصت کیا۔

شرجیل بن سمط کنہی کے نام معاویہ کا خط

واضح ہو کہ علی ابن ابی طالبؑ نے جریر بن عبداللہ بجلي کو اپنی بنا کر میرے پاس بھیجا ہے۔ اور بیعت کے لیے بلایا ہے۔ میں نے اسے ٹھہرایا ہے کہ تجھ سے مشورہ کر لوں جب تک تیری رائے اور اجازت نہ ہو گی میں اسے واپس نہ بھیجوں گا اس خط کو پڑھتے ہی بہت جلدی چلا آ۔ اور جس قدر جلدی آئے گا مجھے اطمینان ہو گا۔ والسلام!

شرجیل معاویہ کا خط پڑھ کر عبدالرحمن بن غنم ثمانی کے پاس گیا۔ یہ شخص بہت بڑا عالم، فقیہ اور پارسا تھا۔ معاویہ کے پاس جانے کے لیے اس سے صلاح کی۔ عبدالرحمن نے کہا اے شرجیل جس وقت تو نے جناب رسالت ماب کے ہمراہ ہجرت کی ہے اللہ تعالیٰ نے تجھ پر فضل کیا انواع اقسام کی نعمتیں عطا کیں جب تک انسان اللہ تعالیٰ کے عطیات کا شکر یہ ادا کرتا رہتا ہے اور اپنے نیک خیالات میں تبدیلی نہیں کرتا تو اللہ تعالیٰ کی نعمتیں بھی اس سے منہ نہیں موڑتیں سرداروں اور امیروں کو لازم ہے کہ ہر ایک کام کو عقل و فہم سوچ سمجھ اور عاقبت اندیشی سے کریں تو قبیلہ کنہہ کے نیک لوگوں میں سے ممتاز شخص ہے۔ یاد رکھ کہ لوگوں نے افواہ اڑا رکھی ہے اور عوام الناس کا یہ قول ہے کہ علی ابن ابی طالبؑ نے عثمان کو مارا۔ اگر علیؑ نے مارا ہوتا تو ہمارے انصار بلکہ صحابہ کبار اور اشرف اخبار جو علماء اسلام اور عقلاء عصر ہیں آپ سے بیعت نہ کرتے، اور نہ خلافت پر رضا مند ہوتے۔ معاویہ اس لیے بلاتا ہے کہ اپنے ارادہ میں تجھے شریک کر لے۔ معاویہ کے ساتھ رہنے میں اگرچہ دنیوی سامان ہو جائے گا اور مال و دولت عمر عاص کی طرح مل جائے گا مگر دین کو دنیا کے عوض بیچ ڈالنا اور اپنی عقوبت کو خراب کر لینا عقل مندوں کا کام نہیں اور وہی شخص دانہ ہے جو اپنی عاقبت کو خراب نہ ہونے دے۔ اگر تجھے دنیا و آخرت اور دین و امارت درکار ہے تو حضرت علیؑ کے پاس چلا جا۔ ناموری بھی ملے گی اور ثواب اخروی بھی۔

شرجیل نے عبدالرحمن کی گفتگو سن کر کہا آپ نے بہت خوب فرمایا اور سچ ارشاد کیا اس سے بڑھ کر دوسری بات نہیں لیکن

چاہتا ہوں کہ معاویہ کے پاس بھی ہو آؤں اور دیکھوں کہ وہ کیا چاہتا ہے۔ اور کیا ارادہ رکھتا ہے۔ یہ کہہ کر چلنے کی تیاری کی اور معاویہ سے ملنے کے لیے روانہ ہوا۔ اپنے بھائیوں اور عزیزوں کا جتھا ہمراہ لیا جس وقت معاویہ کے پاس پہنچا اس نے بڑی تعظیم و تواضع کی اور عزت و آبرو سے اپنے قریب بٹھایا اور کہا علی ابن ابی طالب نے جریر کو خط دے کر میرے پاس بھیجا ہے اور اپنی بیعت کے لیے بلایا ہے اگرچہ علیؑ بڑا بزرگ عالم اور دیدار آدمی ہے مگر یہ امر بھی ہے کہ اس نے عثمان کو جو خلیفہ وقت اور شیخ الاسلام تھا مار ڈالا ہے میں نے جریر کو ابھی تک روانہ نہیں کیا صرف تیرے آنے کا منتظر تھا کیونکہ تو سادات کندہ میں سے ہے اور تیری عقل و فہم اور تدبیر اور حسن سیرت مشہور و معروف ہے اور ہماری تمنا ہی قربت بھی ہے۔ اور اس امر میں تیری کیا رائے ہے جو کچھ تیری مرضی ہوگی وہی میری ہے۔

شرجیل نے کہا میں نے تیری بات سنی ابھی ان کا جواب نہیں دے سکتا۔ آج کی رات مجھے مہلت دے کہ میں اس معاملہ میں غور و فکر کر لوں اور حادثہ عثمان کی حقیقت حال دریافت کر لوں اور لوگوں سے سنوں اگر دو معتمد شخص بھی جو شام کے سرداروں میں سے ہوں میرے سامنے اس بات کی گواہی دیں گے کہ علیؑ نے عثمان کو ہلاک کیا ہے تو میں تجھے سچا سمجھوں گا اور اپنے تمام عزیزوں اور رشتہ داروں کو ہمراہ لے کر تیری طرف سے علیؑ سے لڑوں گا، معاویہ نے کہا تیری رائے درست ہے۔ شرجیل واپس چلا۔ معاویہ نے آدمی بھیج کر بناؤں گواہوں کو بلایا اور سکھا پڑھا دیا کہ کل کس طریق سے گواہی دیں۔

دوسرے دن صبح گواہوں کی جماعت کو شرجیل کے پاس بھیج دیا۔ سب نے متفق اللفظ گواہی دی کہ علیؑ نے عثمان کو قتل کیا ہے ہمیں یہ حال معلوم ہے اور ہم اس بات کی گواہی دیتے ہیں۔ جب اس طرح کی گواہی گزر گئی۔ شرجیل معاویہ کے پاس آیا۔ اور کہا ابھی عادل لوگوں کا ایک گروہ جن کی گفتار جھوٹ اور شک اور لغویت سے خالی ہے میرے پاس آیا تھا اور گواہی دی تھی کہ علیؑ نے عثمان کو ظلم اور سرکشی سے ہلاک کیا ہے۔ مجھے تیرے دعوے کی سچائی اور راست بیانی معلوم ہو گئی۔ خدا کی قسم اگر تو علیؑ کی بیعت کر بھی لیتا تو میں تجھے شام سے نکال دیتا۔ خدا کی قسم علیؑ کے واسطے ہمارے پاس تلواروں کے سوا اور کوئی شے نہیں ہے۔ شرجیل کا ایک بھانجہ تھا اس نے ان باتوں پر ملامت کی۔ اور جس قدر ہو سکا سمجھایا معاویہ نے بھی سن پایا، چاہا کہ اسے مروا ڈالے وہ شام سے بھاگ کر کوفہ چلا آیا۔ حضرت علی مرتضیٰؑ کو خبر ہوئی۔ بلایا لطف و کرم سے بٹھایا اور اپنے ملازموں کے زمرے میں داخل فرمایا۔

ایک شاعر نے جو جناب امیر المومنین کا مداح تھا اسی بات میں ایک قطعہ تصنیف کر کے شرجیل کے پاس بھیج دیا اور اس میں گواہی کی بنا پر اس قول و فعل کے لیے سخت ملامت کی۔ مگر اس نے اس قطعہ کے مطالب پر ذرا توجہ نہ کی اور جریر کے پاس آ کر کہا تو نے اور علیؑ نے بڑا مشکل کام اختیار کیا ہے اور تو اس لیے آیا ہے کہ ہمیں شبہ میں ڈالے اور شیر کے منہ میں لے جائے۔ جس طرح عراق کو برہم کیا ہے اسی طرح شام میں بھی شورش پھیلانے۔ میرا خیال یہ نہ تھا کہ علیؑ عثمان کو مار ڈالے گا اور ایسے گناہ کا روادار ہو گا مگر اب میں نے شام کے بڑے بڑے معتمد سرداروں سے سنا تمام شبہ جاتا رہا اور صاف صاف کھل گیا کہ علیؑ ہی نے عثمان کو قتل کیا ہے۔

جریر اس کے کلام سے ہنسا اور کہا تیرا یہ کہنا کہ مشکل کام اختیار کیا ہے اگر مشکل اور نامناسب فعل ہوتا تو مہاجر و انصار جو دین کے ستون اور راہ ہدایت کے رہنما ہیں اس کام کے حامی اور علی مرتضیٰؑ کی امامت و خلافت پر راضی نہ ہوتے اور ظلم و زبیر کے ساتھ جنہوں نے بیعت کے بعد مخالفت اختیار کی تھی جو کچھ کیا نہ کرتے نہ حضرت علیؑ کا ساتھ ان معرکوں آرائیوں میں دیتے جو حد اعتدال سے تجاوز کر گئی تھیں اور شام کے برہم کرنے کی نسبت جو تو کہتا ہے انجام کار شام میں حق اور برکت کا ظہور ہو گا۔ اور فتنہ و بطلان کے ممکن ہونے سے بہتر حالت ہوگی رہی علیؑ پر قتل عثمان کی قسمت سراسر جھوٹ ہے

اور تیرا یقین غلطی کے ساتھ ہے تو نے محض انہی لوگوں سے سنا ہے جو غرض کے بندے اور ذہنوی طمع میں مبتلا ہو کر معاویہ کے پاس جمع ہو گئے ہیں اور عمر عاص کی جھوٹی باتوں میں آکر دین کو دنیا کے عوض فروخت کر چکے ہیں اور حضرت علیؓ پر تمہمت لگاتے ہیں۔ بہت جلد حق و باطل ظاہر ہو جائے گا۔ اور بروز قیامت تجھ سے پوچھا جائے گا اور تو کسی طرح بھی اس الزام سے بری نہ ہو سکے گا۔ تیرے پاس اس سوال کا کوئی جواب نہ ہو گا۔ خدا سے ڈر اور دنیا کے مال و منال اور جاہ و عزت کے سبب آخرت کو خراب نہ کر ایسے گناہ عظیم میں مبتلا نہ ہو اور اس بات کو سچ سمجھ کہ میں یہ باتیں محض تیری بھلائی کے لیے کہتا ہوں ان سے میری کوئی اور غرض نہیں ہے۔ شرجیل برا فروخت ہو کر جریر کے پاس سے چلا آیا اور معاویہ کے پاس پہنچا اس سے کہا ہم سمجھتے تھے کہ تو عثمان کا چچرا بھائی ولی اور نائب ہے جبکہ اس پر ایسا حادثہ گزر گیا ہے تو تو اس کے بدلہ لینے میں سعی کرے گا مگر میں دیکھتا ہوں کہ تو بڑا ہی ست آدمی ہے تجھ سے کام ہرگز نہ بن پڑے گا۔ اگر تو اس مہم کی کوشش میں ہے تو جلدی باہر نکل کہ ہم عثمان کے خون کا بدلہ علیؓ سے لیں گے۔ اگر تو اس کام میں سستی اور دیر اختیار کرے گا اور توجہ سے کام نہ لے گا تو ہم تجھے معزول کر کے کسی دوسرے شخص کو تیری جگہ قائم کریں گے اور جب تک ہم میں سے ایک آدمی بھی باقی رہے گا علیؓ سے جنگ میں منہ نہ پھیریں گے۔

معاویہ نے یہ سب کچھ سن کر کہا میں تمہارے ساتھ ہوں اور ہر ایک امر میں تمہارا شریک حال تم جس شخص سے جنگ کرو گے میں بھی اس سے لڑوں گا اور جس سے یہ صلح پیش آوے گی میں بھی اس سے صلح رکھوں گا۔ پھر معاویہ نے آدمی بھیج کر جریر کو بلایا اور کہا تو تمام حالات سے آگاہ ہو چکا ہے اور اہل شام کی باتیں سن لی ہیں۔ اب واپس جا کر علیؓ سے یہاں کی تمام کیفیت اور حالات جو دیکھے اور سنے ہیں بیان کر دے۔ جریر ۱۳۰ دن کے بعد واپس ہو کر خدمت جناب امیر علیہ السلام میں پہنچا۔ معاویہ اور شامیوں کے ساتھ جو کچھ معاملہ گزرا سب مفصل عرض کر دیا۔ اشتر نعیمی نے کہ خدا کی قسم اگر آپ اس کے عوض مجھے بھیجتے تو بہت اچھا ہو۔ جریر بہت ست آدمی ہے اس نے اس کام کو معمولی سمجھ لیا اور چار مہینے معاویہ کے پاس گزار دیئے۔ پھر بھی کوئی کام صحیح نہ ہوا۔ بلکہ اس کی سفارت سے نقصان واقع ہوا۔ صلح و تدبیر کے مواقع جاتے رہے۔ اور جنگ کی نوبت آ پہنچی۔ کاش وہ نہ جانا!

جریر نے جواب دیا کہ خدا کی قسم اگر میری بجائے تو جاتا تو اسی دن وہ تجھے مار ڈالتے کیونکہ وہ تجھی کو قاتل عثمان تصور کرتے ہیں اور تجھ سے سخت عداوت رکھتے ہیں۔ پھر کہا اے امیر المؤمنین لوگ جب کبھی اشتر، محمد بن ابی بکر، عمار یاسر، حکیم بن جبل اور مکشوح مرادی پر قابو پائیں گے تو انہیں ہلاک کر دیں گے۔ اشتر نے کہا اے جریر ان بچوں کی سنی باتوں کو چھوڑ۔ خدا کی قسم اگر تیری بجائے میں جاتا تو اس کام کو بہت اچھی طرح سے پورا کر لاتا اور معاویہ کے سامنے وہ طریقہ اختیار کرتا کہ چار و ناچار اسے ماننا ہی پڑتا مگر تو نے گنگو کو بہت طول دیا اور ہمارے چار مہینے ضائع کر دیئے۔

جریر نے کہا ابھی وقت ہے جا کر اس معاملہ کو درست کر لا۔ اشتر نے کہا تو کام خراب کر چکا ہے اب میرا جانا لا حاصل ہے غرض جریر اشتر کی سفارت پر معترض ہوا مگر خواہش الہی کچھ اور ہی تھی کچھ فائدہ نہ ہوتا۔ معاویہ نے جریر کے روانہ کر دینے کے بعد شرجیل سے کہا تو نے ہمارا ساتھ دیا۔ خاص و عام کو بہت پسند آیا تو نے یہ بہت بڑا کام کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کا پورا ثواب ملے گا۔ یہ وہ کام ہے جو غلبہ اور کثرت بغیر نہ چلے گا۔ بلکہ عوام الناس کی شرکت کے بغیر نہ چلے گا۔ مصلحت یہ ہے کہ شام کے تمام شہروں میں خط روانہ کئے جائیں اور جملہ ادنیٰ اور اعلیٰ لوگوں کو اس کیفیت سے اطلاع دینی اور اپنے سے متفق کرنے کی کیفیت درج کرنی چاہیے تاکہ عوام الناس کو یہ حال معلوم ہو جائے کہ تو طلب خون عثمان کے لیے ہمارے ساتھ ہو گیا ہے شرجیل نے کہا یہ کام خریروں سے نہ بن پڑے گا۔ میں آپ سفر کروں گا اور شام کے تمام لوگوں کو

تمام کیفیت سے مطلع کر کے سب خورد و کلاں اور ادنیٰ و اعلیٰ کو اس جنگ میں شریک ہونے کی ترغیب دوں گا اور سب کو مستعد کر کے خدمت میں لا حاضر کروں گا۔

معاویہ نے کہا تیری رائے بہت خوب ہے۔ تیری سچائی اور خلوص عیاں ہے۔ اب تیری دوستی اور محبت شک و شبہ سے بری ہے۔ مجھے گمان غالب ہے کہ یہ مہم تیری حسن تدبیر اور کوشش بلیغ سے فتح ہو جائے گی۔ بے شک تیری زبان سے کہنا اور سننا نور علی نور ہو گا۔ خاص و عام تیرے گرد جمع ہو جائیں گے۔

الغرض شرجیل روانہ ہوا اور داخل محض ہو کر منادی کرادی اور لوگوں کو جامع مسجد میں جمع کر کے منبر پر بیٹھا اور خطبہ پڑھ کر لوگوں سے کہا۔ واضح ہو کہ علی ابن ابی طالب نے عثمان کو مار دیا اور امت محمدی میں تفرقہ ڈالا ہے۔ بصرہ میں مسلمانوں کے قتل اور آزار دہی کی نسبت جو کچھ کیا وہ بیان سے باہر ہے۔ تمام علاقوں پر قبضہ کر لیا ہے۔ ایک شام باقی ہے سو لشکر فراہم کر کے شمشیریں سونٹے تم پر حملہ کرنے والے ہیں تمہیں تمہارے گھروں اور وطن سے نکال دیں۔ رنج و محبت اور محنت و مشقت میں مبتلا کر دیں۔ میں نے جہاں تک سوچا کوئی شخص ان کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ مگر ایک معاویہ ابن سفیان ایسا شخص ہے۔ مناسب ہے کہ تم سب متحد ہو کر معاویہ کا ساتھ دو تاکہ اس دشمن سے بچ جاؤ۔ شہر محض کے تمام باشندوں نے شرجیل کی تقریر سن کر اس سے اتفاق کیا۔

اس کے بعد وہ اور شہروں میں گیا جہاں جاتا یہی کہتا کہ مجھے خوب معلوم اور تحقیق ہو چکا ہے کہ علی ابن ابی طالب نے ہی عثمان کو قتل کیا ہے اور اب فتنہ و فساد برپا کرنا چاہتا ہے۔ معاویہ اس سے خون عثمان طلب کرے گا، تم کو معاویہ کی مدد کرنی چاہیے۔ بڑا نیک کام ہے۔ لوگوں نے شرجیل جیسے بزرگ شخص سے ان باتوں کو سن کر یقین کر لیا اور اس کی طرف مائل ہو گئے۔ غرض شام کے تمام شہروں میں سے لشکر کثیر اس کے گرد جمع ہو گیا۔ اور وہ ان سب کو لے کر پلٹا۔ اور معاویہ کے پاس آ پہنچا۔ تمام لوگوں نے علی کی دشمنی کے لیے معاویہ سے بیعت کر لی اور اقرار کیا کہ ہم اس کا ساتھ دیں گے اور جنگ سے منہ نہ پھیریں گے یا تو اس کے ساتھ رہ کر قتل ہو جائیں گے یا فتح و ظفر حاصل کریں گے۔

اس بیعت کے موقع پر سکا سک کے باشندوں میں سے ایک شخص اسود بن عرفجہ نے اٹھ کر کچھ اشعار پڑھے جن میں اس وقت کے حالات اور شام کی کیفیت اور شرجیل کے وہاں پہنچنے اور ترغیب و تحریص دلا کر لشکر فراہم کرنے کا ذکر کیا تھا۔ جس وقت امیر علیہ السلام کا ذکر آیا تو یہ بیت پڑھی۔

فا حذر الیوم صولت الالاسد الورد انا حال فی وجا اتھبجا

معاویہ نے کہا تو ہمیں کون سے زرد شیر سے ڈراتا ہے۔ اس نے جواب دیا علی ابن ابی طالب سے جو جناب رسول خدا کا چچیرا بھائی، اس کی بیٹی کا شوہر، ان دونوں کے فرزندوں کا باپ، ان کا وصی اور وارث ہے، اسی نے جنگ بدر میں تیرے دادا خالو اور بھائی اور تیری ماں کے چچا کو قتل کیا ہے۔ معاویہ نے حکم دیا کہ اسے پکڑ لو۔ شرجیل نے کہا اے معاویہ اسے کچھ نہ کہو یہ بڑا بزرگ اور فاضل ہے۔ اور اپنی قوم کا سردار ہے۔ اگر تو اسے گرفتار کر کے ریجیدہ کرے گا تو خدا کی قسم میں تیری بیعت کو توڑ دوں گا اور اپنے اقرار سے پھر جاؤں گا۔

معاویہ نے مجبور ہو کر کہا میں نے اسے تیری سفارش کے سبب چھوڑ دیا ورنہ ایسی سزا دیتا کہ دنیا کو جائے عبرت ہوتی۔ اس کے بعد وہ شخص بھاگ کر خدمت جناب امیر المومنین میں حاضر ہوا اور جو کچھ گزرا تھا کہہ سنایا۔ سعد بن قیس ہمدانی اس وقت موجود تھا۔ اٹھ کر بولا اے امیر المومنین شرجیل بڑا کور دل اور بد بخت آدمی ہے۔ معاویہ کے کہنے پر اس نے تمام شام میں گشت کیا اور فوجیں فراہم کر کے لے آیا۔ اگر حضور اجازت دیں تو خط لکھ کر اسے ملامت کروں۔ اور کچھ گزشتہ و موجودہ

حالات یاد دلاؤں۔ شاید انہیں یاد کر کے راہ راست پر آجائے۔ آپ نے اجازت دی کہ جو کچھ مناسب ہو لکھ بھیج۔

شرجیل کے نام سعید بن قیس ہمدانی کا خط

سعید نے اس مضمون کا خط لکھا: اے شرجیل تو ایک نیک اعتقاد آدمی تھا اور تیری اصل ولایت یمن ہے جہاں سے تو ہجرت کر کے کوفہ میں آیا تھا۔ پھر شام میں جا بسا۔ عثمان کے حادثہ اور عہد کے وقت شام ہی میں رہا۔ جب مہاجر و انصار نے حضرت امیر المومنین سے بیعت کر لی اور آپ کی امامت پر اتفاق کر لیا اور انہیں خلیفہ بنا لیا تو معاویہ نے تجھے دھوکا دیا اور فریب سے علیؑ کے ان دشمنوں کو جو حرام و حلال میں تمیز نہیں کر سکتے آمادہ کر دیا کہ تیرے سامنے آکر جھوٹی گواہی دی کہ علیؑ نے عثمان کو قتل کر دیا اور ایسے کام کو جائز سمجھا ہے۔ مجھے تیری سمجھ پر تعجب آتا ہے کہ تو نے اس معاملہ کو ذرا بھی نہ سوچا اور بغیر تفتیش حالات معاویہ کے کہنے کو مان لیا اور ان کی گواہی کو سچا سمجھ لیا۔ خدا کی قسم اگر تو سوچتا اور گواہی پر بحث کرتا اور عقل سے کام لیتا تو تجھے صاف معلوم ہو جاتا کہ یہ لوگ جھوٹ بولتے اور دنیاوی لالچ کے سبب سے گواہی دیتے ہیں۔ کیا تو اس بات کو نہیں سوچ سکتا کہ اگر امیر المومنین علیؑ نے عثمان کو قتل کیا ہوتا یا کم و بیش اس کے قتل میں امداد کی ہوتی یا اس امر سے رضا مند ہوتے تو مہاجر و انصار جو دین کے پیشوا اور راہ حق پر چلنے والے ہیں حضرت علیؑ کی خلافت و بیعت کو کیوں بیعت کر لیتے اور آپ کی امامت پر کبھی متفق نہ ہوتے۔ نہ اس معاملہ کے بعد بصرہ والوں کی جنگ میں شرکت کرتے۔

اے شرجیل! خدا سے ڈر اپنے ارادہ پر مصر نہ ہو۔ ان جھوٹے اور فتنہ پرداز لوگوں کی گواہی اور قول پر اعتماد نہ کر۔ معاویہ نے محض دنیاوی جاہ و حشم اور حکومت و عظمت کے لیے یہ فعل اختیار کیا ہے تو اس کا شریک حال نہ بن۔ میری بات سن میں ہمیشہ سے تیرا دوست خیر خواہ اور ناصح مشفق رہا ہوں۔ میری نصیحت کو نظر انصاف سے دیکھ کہ انشاء اللہ دنیا و آخرت دونوں جگہ تیرا بھلا ہو گا اور سعادت دارین حاصل کرے گا۔

شرجیل نے یہ خط پڑھ کر معاویہ کو دے دیا۔ اس نے پڑھ کر کہا یہ کوئی مشکل کام نہیں۔ سعید بن قیس بھی بزرگ آدمی اور قبیلہ ہمدان کا سردار اور امیر ہے۔ تو بھی مشہور و معروف اور قبیلہ کندہ کا سردار ہے۔ سعید نے خط لکھا ہے تو بھی اسے لکھ بھیج۔

شرجیل کی طرف سے سعید بن قیس کے خط کا جواب

شرجیل نے سعید کے خط کا یہ جواب لکھا: اے سعید تیرا خط پانچا جو لکھا سب حال معلوم ہوا یمن سے کوفہ میں ہجرت کر کے آنا اور عرصے تک شام میں رہنا سچی بات ہے۔ عراق میرا گھر نہیں اور شام کی سکونت سے مجھ پر کوئی عیب یا برائی عائد نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ میں جہاں رہا ہوں عزت آہود کے ساتھ زندگی بسر کی ہے اور عقل و صلاح کے طریقے پر رہا ہوں۔ قتل عثمان کی کیفیت سے میں بے خبر تھا۔ شام میں آنے اور معاویہ کے پاس پہنچنے پر ثقہ، معتد اور مشہور بزرگوں سے یہ بات معلوم ہوئی اور انہوں نے متفق اللفظ گواہی دی کہ ہمیں اچھی طرح معلوم ہے کہ علیؑ نے عثمان کو قتل کیا ہے۔ گواہ سے یہ نہیں کہہ سکتے کہ تو نے کیوں گواہی دی اور تجھے کہاں سے خبر ہوئی۔ ہاں یہ لوگ بزرگ تھے ان کے قول کا یقین کر لیا۔ مہاجر و انصار کی تعریف میں جو کچھ لکھا ہے بے شک وہ ایسے ہی ہیں۔ جس طرح انہوں نے علیؑ کی بیعت کر لی ہے۔ اسی طرح میں نے معاویہ

کی۔ ہم میں سے ہر ایک شخص اپنے امام کا محکوم اور مطیع ہو گا۔

عبید اللہ ابن عمر ابن خطاب کی معاویہ کے پاس روانگی

اسی اثناء میں عبید اللہ ابن عمر ابن خطاب معاویہ کے پاس اس ارادہ سے جا پہنچا کہ امیر المومنین علیؑ کے خلاف معاویہ سے جا ملے۔ معاویہ بھی اس کے آنے سے بہت شاد ہوا۔ اس نے عمرو عاص سے کہا اس کے آنے سے ہمارے لیے امیر المومنین عمر زندہ ہو گئے۔ لوگ اسے ہمارے ساتھ دیکھ کر اور بھی زیادہ معتقد ہو جائیں گے۔ میں اسے خوب بہلاؤں پھسلاؤں گا اور اچھے اچھے وعدے کروں گا۔ عمرو عاص نے کہا عبید اللہ ابن عمر تیرے پاس دوستی یا موافقت کے خیال سے نہیں آیا بلکہ علیؑ کے پاس سے بھاگ کر آیا ہے اور ان کی شمشیر سے ڈر کر تیرے پاس پناہ لی ہے اس سے تجھے کوئی خاص فائدہ نہیں پہنچ سکتا۔ نہ تیری کوئی مراد بر آ سکتی ہے۔ معاویہ نے اسے تمنائی میں بلا کر اپنے پاس بٹھایا اور کہا اے برادر زادہ تو مجھے جان سے بھی زیادہ ہے۔ الحمد للہ کہ آج تجھ سے تیرے باپ کا نام روشن ہے تو نے بڑا کرم اور احسان کیا جو میرے پاس چلا آیا میں ممنون ہوں جو کچھ تیری آرزو ہو مجھ سے بیان کر کہ میں اسے بہم پہنچاؤں۔ تجھے معلوم ہی ہو گا کہ قتل عثمان سے میرے دل پر کیا صدمہ گزر رہا ہے۔ کچھ بیان نہیں کر سکتا کہ اس حادثہ سے کیسا غمگین اور پریشان خاطر ہوں۔ کونسی رات ہے کہ میرا جی الٹ پلٹ نہیں ہوتا اور کس دن میں مردہ سے بدتر نہیں ہو جاتا۔ مجھے یہی بڑا تعجب ہے کہ اس قدر غم و الم سے میری جان کیوں نہیں نکل جاتی۔ اب اس کے سوا کہ خون عثمان کا بدلہ لوں اور اس کے قاتلوں کو قتل کر کے اپنی صحت کی تدبیر کروں اور کوئی صورت نظر نہیں آتی۔ تو برائے مہربانی میرے پاس آ گیا ہے میں چاہتا ہوں کہ تو منبر پر بیٹھ کر علیؑ کی کچھ برائیاں بیان کر دے اور ان کے خلاف قتل کی گواہیاں دے۔ یہ لوگ جو طلب خون عثمان کے لیے میرے ساتھی بن گئے ہیں تیری بات سن کر زیادہ متفق ہو جائیں گے۔

عبید اللہ نے جواب دیا میں ان پر کس بات کا عیب لگا سکتا ہوں اور کس برائی سے متهم کر سکتا ہوں۔ اگر آباؤ اجداد کی طرف سے مطعون کرنا چاہوں تو کیا مجال کیونکہ علی ابی طالب کا بیٹا ہے اور وہ عبید المطلب بن ہاشم کا۔ اگر ماں کی طرف سے کچھ کہوں تو بھی ناممکن۔ کیونکہ آپ کی والدہ فاطمہ بنت اسد بن ہاشم بڑی بزرگوار اور اپنے عہد کی تمام عورتوں سے زیادہ صاحب عفت و عصمت ہیں۔ آپ کا نسب تو ایسا ہے اور حسب کی نسبت میں کیا بیان کر سکتا ہوں انسان کا حسب تین امور سے علاوہ رکھتا ہے۔ علم، سخاوت اور شجاعت۔ آپ تینوں صفات میں کامل ہیں۔ آپ کی مرواگی، شجاعت، دانائی اور سخاوت دنیا میں آفتاب سے زیادہ روشن ہے اور چودھویں کے چاند سے زیادہ عیاں ہے۔ آپ کے خصائل کی خوبیاں اور عادتوں کی نیکیاں زمانہ کی پیشانی پر درج اور عام و خاص کی زبان زد ہیں۔ آپ کا نسب ستارہ کو شرماتا ہے۔ آپ کے ہنر زمانہ کو ہنسی میں اڑاتے ہیں۔ آپ کا کلام لقمان کے پند نامہ کا جواب ہے۔ آپ کے بیان پر عہد نامہ کسری کو حسد آتا ہے۔ ستارے آپ ہی کے روئے منور سے روشنی پائے ہوئے ہیں۔ آپ کی باریک قلم سے تھیلیاں پر ہو گئی ہیں۔ اس کی موافقت تن و جان کے لیے آب باراں کی طرح حلال ہے اور اس کی مخالفت دل و دین کے لیے مثلاً زنا حرام ہے جہلا میں ایسے شخص کو کیا عیب لگا سکتا ہوں اور کس زبان سے برا کہہ سکتا ہوں۔ اثناء گفتگو میں تیری رضامندی کے لیے خون عثمان کا اتمام لگا دوں گا۔

معاویہ نے کہا بس بس اب تو مطلب کی بات پر آ گیا ہے۔ میری اصلی غرض بھی یہی ہے۔ اس سے زیادہ میں کچھ نہیں چاہتا تو قتل عثمان کو علیؑ پر تھوپ دے گا تو ہمارا مقصد پورا ہو جائے گا۔ عبید اللہ یہ کہہ کر کہہ میں ایسا ہی کروں گا معاویہ کے پاس سے

چلا آیا۔ معاویہ نے عمر عاص سے کہا تو نے خوب تازا اگر حضرت علیؑ کی تلوار کا خوف نہ ہوتا تو ہم اسے یہاں نہ دیکھتے۔ تو سن ہی رہا تھا دیکھا علیؑ کی کیسی تعریف کرتا تھا اور کس کس طرح سے اس کی شجاعت اور سخاوت اور علم کو بڑھا چڑھا کر بیان کر رہا تھا۔ عمرو نے کہا اے معاویہ تو ہی علیؑ کے انساب روشن اور اخلاق حسنة کا منکر ہے۔ خدا کی قسم جیسا عبید اللہ نے کہا علیؑ ایسا ہے۔ بلکہ اس سے زیادہ۔ ہم اس مکار دنیا پر فریفتہ اور اس کی لا حاصل نمود پر اور ناچیز سامان پر مغرور ہو گئے ہیں اور ایسے شخص کو جس کی خدمت سے سعادت ابدی حاصل ہوتی ہے چھوڑ دیا ہے۔ یقین رکھ کہ ہم آخر کار شرمندہ ہوں گے مگر اس وقت جبکہ شرمندگی کچھ سود مند نہ ہوگی۔

عبید اللہ نے بھی معاویہ اور عمر عاص کی یہ باتیں سن پائیں۔ منبر پر گیا، اچھا خطبہ پڑھا۔ اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کے بعد جناب رسالت مآبؐ پر درود بھیجا۔ پھر لوگوں کو پند و نصیحت کی اور اپنے حالات سنائے۔ جب علیؑ اور عثمان کا ذکر آیا تو خاموش ہو رہا۔ معاویہ نے جس امر کی درخواست کی تھی اس کی نسبت کچھ نہ کہا۔ عبید اللہ نے کہا منبر پر جھوٹ بولنا گوارا نہ ہوا کہ علیؑ کے خلاف قتل عثمان کی گواہی دوں۔ کیونکہ میں اچھی طرح جانتا ہوں کہ علیؑ عثمان سے کچھ خصومت یا عدوات نہ رکھتے تھے اور نہ عثمان کے قتل سے خوش تھے۔ اب معاویہ نے عبداللہ بن عمر بن الخطاب کے نام خط لکھا:

عبداللہ بن عمر کے نام معاویہ بن ابی سفیان کا خط

مضمون یہ تھا میں عثمان کے بعد قریش میں کسی شخص کو جس کی لوگ خدمت و متابعت اختیار کریں گے تجھ سے بہتر نہیں سمجھتا۔ میں نے سنا ہے کہ تو عثمان سے ناراض تھا، اس کے افعال پر اعتراض کرتا تھا اور اس حادثہ کے موقع پر تو نے اس کی کچھ مدد نہ کی۔ مجھے تیری اس بات پر بہت برا تعجب ہے۔ اب میں سنتا ہوں کہ تو نے علیؑ سے مخالفت اختیار کی ہے۔ میں تیرے اس فعل سے بہت خوش ہوا ہوں۔ تو جانتا ہے کہ عثمان کو ظلم سے مار ڈالا گیا ہے میں اس کی خیر خواہی کروں گا اور تجھے خلیفہ بناؤں گا۔ میں اس مہم کی تکلیف خصوصاً تیرے ہی لئے گوارا کروں گا اور اگر خلافت کو اختیار نہ کرے گا تو تیرے باپ کی طرح اس امر کو تمام لوگوں کی رائے پر منحصر رکھوں گا اس بات کو سچ ہی سمجھنا اور خود آکر ہماری امداد و اعانت کرنا۔ اور جس قدر جلدی ممکن ہو یہاں پہنچ جانا۔ والسلام!

یہ خط عبداللہ کے پاس پہنچا تو پڑھ کر جواب میں لکھا:

معاویہ کو معلوم ہو کہ تیرا خط پہنچا۔ اس باب میں تو مجھے خط لکھ کر اپنی اطاعت و متابعت کے لیے بلاتا ہے یہ تیرا بہت بڑا سہو اور مخالطہ ہے۔ مجھے تیری اس غلطی پر سخت تعجب آتا ہے۔ تیرا یہ اندیشہ بھی دوسرے خیالات کی طرف عین خطا ہے۔ کیا تو سمجھتا ہے کہ میں حضرت علیؑ کو چھوڑ کر تیرے پاس چلا آؤں گا اور تیری اطاعت اختیار کروں گا۔ یہ تیرا خیال باطل ہے۔ یہ لکھنا کہ میں نے سنا ہے تو علیؑ کا مخالف ہے دوسری بھاری غلطی ہے تو اس بات کو کس وجہ سے کہہ سکتا ہے تو نے کہاں اور کس سے سنا کہ میں حضرت علیؑ کا مخالف ہوں۔ معاذ اللہ میں آپ کی مخالفت کبھی اختیار نہ کروں گا۔ نہ ان کی خلاف رضا کوئی قدم اٹھاؤں گا۔ ایمان اور ہجرت و قربت اور غزوات میں جو مدارج و مناصب اور خدمت جناب محمد مصطفیٰؐ میں جو شرف و امتیاز علیؑ مرتضیٰؑ کو حاصل ہیں صحابہ اور اکابر میں سے کسی ایک کو بھی میسر نہیں۔ تو خود ہی سمجھ کہ میں ایسے بزرگوار شخص سے روگردانی کروں گا اور تجھ جیسے سے جس نے دنیا کے لیے دین کو فروخت کر دیا اور دنیاوی طمع دلانے والے سامانوں پر جان دینے لگا مل بیٹھوں گا۔ افسوس۔ صد افسوس! دیکھ تو سہی کتنا بڑا تفاوت واقع ہوا ہے تو اپنی حالت کو دیکھ۔ پھر ایسی

بیسودہ اور جھوٹی باتیں نہ لکھنا نہ مجھے حضرت علیؑ کا دشمن سمجھنا نہ اپنی اطاعت کی دعوت دینا۔ والسلام!
معاویہ نے عبداللہ بن عمر کا خط پڑھ کر سمجھ لیا کہ وہ میرا شریک نہ ہوگا، اس کا خیال چھوڑ دیا اور سعد بن وقاص کو اس
مضمون کا خط لکھا:

سعد بن ابی وقاص کے نام معاویہ کا خط

سعد بن وقاص کو معلوم ہو کہ اہل شام عثمانی گروہ تھا۔ انہوں نے عثمان کے مرتبہ عالی اور کمال کے معلوم ہونے کے سبب ان
کے حقوق مد نظر رکھے اور دوسروں پر ترجیح دے کر خلافت و امامت پر متفق ہو گئے طلحہ و زبیر جو تجھ جیسے تھے اور نسبت اور
شبیہ اسلام میں تجھ سے ذرا التفات نہ رکھتے تھے طلب خون عثمان کے لیے کھڑے ہوئے اور مادر مومنات عائشہ صدیقہ ان کے
شریک حال ہو گئیں۔ امید ہے کہ تو میری موافقت اختیار کر کے اس فعل کو جسے طلحہ و زبیر اور عائشہ نے اچھا سمجھا تھا ناپسند
نہ سمجھے گا اور میری اطاعت اور متابعت اور یہاں پہنچنے میں جلدی کرے گا۔

سعد وقاص نے معاویہ کے اس خط کو پڑھ کر جواب میں لکھا:

معاویہ کو معلوم ہو کہ امیر المومنین عمر نے مشورہ میں ایسی جماعت کو پیش کیا تھا جن میں سے ہر ایک خلافت کی قابلیت رکھتا
تھا اور کسی ایک کو دوسرے پر کچھ بزرگی اور ترجیح نہ تھی۔ مگر یہ بات ضروری تھی کہ ان میں ہر ایک مشورہ کا حق رکھتا تھا اور
حضرت علیؑ کو وہ حق بھی حاصل تھا۔ اور جو جو فضیلتیں اور بزرگیاں آپ میں موجود تھیں طلحہ و زبیر اگر بیعت نہ توڑتے اور
مخالفت اختیار نہ کرتے تو ان کے حق میں بہتر ہوتا۔ اللہ تعالیٰ ان کے گناہ معاف کرے اور اس معاملہ میں جو کچھ عائشہ صدیقہ
نے کہا انشاء اللہ خدا سے بھی معاف کر دے گا۔ والسلام!

معاویہ نے ایک خط محمد بن مسلمہ انصاری کے نام بھی لکھا۔ مضمون یہ تھا واضح ہو کہ میں تیرے پاس خط اس لیے نہیں بھیجتا
کہ تو میرے پاس آکر بیعت اختیار کرے بلکہ مدعا یہ ہے کہ تو آگاہ ہو جائے کہ کہی نعمتوں کو چھوڑ کر کس شک و شبہ میں مبتلا
ہو گیا ہے تو انصاریوں کا سردار اور ان کی پشت پناہ ہے مگر ایک بات یہ بھی ہے کہ تو نے حدیث جناب رسول خداؐ کا ذکر کیا
ہے اور تو اس سے نہیں پھر سکتا ہے وہ حدیث تو یہ ہے کہ ایک ہی قبلہ کی طرف نماز ادا کرنے والے لوگوں کو آپس میں جنگ
کرنے سے روکنا اور منع کرنا چاہیے جبکہ جناب محمد مصطفیٰؐ نے ایسا ارشاد فرمایا تھا تو تجھے اپنے عزیزوں اور رشتہ داروں کو جو
اہل قبلہ اور عثمان سے معرکہ آراء اور اس کے قتل کا عزم بالجزم کئے ہوئے تھے روکنا اور ایسے افعال کے صادر کرنے سے باز
رکھنا لازم تھا لیکن تیری قوم اللہ تعالیٰ اور اس کے پیغمبر کی گناہ گار ہوئی عثمان کا ساتھ چھوڑ دیا۔ اور جو کچھ اس کے ساتھ کیا
وہ کیا اللہ قیامت کے دن تجھ سے اور ان لوگوں سے جواب طلب نہ کرے گا والسلام!

محمد بن مسلمہ انصاری نے جواب میں لکھا۔ واضح ہو کہ جناب رسول خداؐ نے مجھے ان واقعات اور حادثات کی خبر دی ہے جو
واقع ہونے والے ہیں۔ ان میں سے حادثہ عثمان کے دنوں میں کچھ واقعات اور فتنے نمایاں ہوئے ہیں۔ میں لوگوں سے ملنا جلنا
چھوڑ کر گوشہ نشین ہو گیا۔ تلوار توڑ کر پھینک دی اور گھر کے اندر بیٹھ رہا۔ کیونکہ نظر آ رہا تھا کہ مجھ میں نیک کاموں کی
ہدایت اور برے کاموں کے روکنے کی قدرت نہیں ہے۔ نیز اس تمنائی اور گوشہ نشینی کا اختیار کرنے والا میں ہی ایک شخص
نہیں تھا بلکہ وہ لوگ بھی طہیدگی اختیار کر کے گوشہ نشین ہو گئے جنہوں نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبانی اس
قسم کے حالات سن رکھے تھے۔ میں سمجھتا تھا کہ میرے ہاتھ یا زبان سے کوئی نتیجہ نہیں نکل سکتا۔ اور یہ فساد میری کوشش

سے مٹ نہیں سکتا۔ اسی سبب سے میں عثمان کی مدد نہ کر سکا۔ اے معاویہ تو نے جو فعل اختیار کیا ہے وہ محض دنیا کے جاہ و مال کی طمع اور خواہش نفس کی پیروی کرتا ہے۔ اس کا ثبوت یہ ہے کہ جس وقت امیر المومنین عثمان نے مجبور ہو کر تجھ سے مدد طلب کی تھی تو تو نے مدد نہ کی۔ یہ حال سب کو معلوم ہے اس وقت تو نے ان کا ساتھ نہ دیا اور اب امارت اور حکومت کے لیے طلب خون کا بہانہ نکالا ہے۔ دین کو دنیا کے عوض بیچ کر جاہ و مال کا طلب گار بنا ہے خدا کی قسم تو پشیمان ہو گا مگر اس وقت پشیمانی کچھ فائدہ نہ دے گی۔ تیرا یہ لکھنا کہ اللہ نے تجھے نعمتوں سے الگ کر دیا اور شک و شبہ میں ڈال دیا ہے غلط ہے۔ الحمد للہ کہ میں اپنے حال پر برقرار ہوں۔ کسی شک و شبہ میں نہیں پڑا اور اللہ کی نعمتیں میرے لیے روز بروز ترقی پر ہیں اور اس کے بے شمار افضال شامل حال۔ والسلام!

جس وقت معاویہ نے عبد اللہ بن عمر، سعد بن وقاص اور محمد بن مسلمہ کے جوابوں کو پڑھا بہت بچھڑایا۔ عمر عاص نے بھی ملامت کی کہ میں نہ کتا تھا خط نہ بھیج وہ تجھے سخت جواب دیں گے۔ تو نے میرا کہنا نہ سنا اپنی ہی رائے پر چلا آخر کار ایسے کڑے جواب پائے۔ اور اب وہ علی ابن ابی طالب کے زیادہ مطیع، فرمانبردار اور دوست صادق بن گئے۔ اور تجھے خیالت کے سوا اور کیا ملا۔ دوست سمجھاتے اور نیک نصیحتوں کو مانتے ہیں۔

معاویہ نے عمر کی باتوں کا جواب نہ دیا سنائی کرا دی کہ لوگ جامع مسجد میں جمع ہوں جب سب جمع ہو گئے حمد و ثناء باری تعالیٰ کے بعد جناب رسول خدا پر درود بھیجا اور کہا اے لوگو تم خوب جانتے ہو کہ عثمان کو ظلم سے مارا ہے اللہ تعالیٰ اس ولی کی مدد کر کے ظفر مند فرمائے گا جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ و من قتل مظلوما فقد جعلنا لولہ سلطانا جس نے کسی مظلوم کو مار ڈالا ہم نے اس کے ولی کو غلبہ عطا کیا۔ میں عثمان کا ولی ہوں کیونکہ مجھے اس نے شام کا امیر بنایا ہے اور معزول نہیں کیا کیا تم میرے مطیع اور فرمانبردار ہو اور تم سب حق پر ہو اور جو تم سے علیحدہ ہیں وہ سب کے سب گنہ گار اور باغی ہیں اور یہ مفید چھٹا وہی ہے جس نے خلیفہ وقت کو قتل کر دیا ہے یا وہ لوگ ہیں جنہوں نے ان کا ساتھ نہ دیا اور مدد نہ کی علی ابن ابی طالب نے جس سے زیادہ میں اور کسی کو اپنا دشمن نہیں سمجھتا خلافت اختیار کر لی ہے اور قاتلان عثمان کو اپنے ساتھ ملا کر فوج فراہم کی ہے اور فتنہ برپا کرنا چاہتا ہے اس دھن میں ہے کہ شام میں آکر ہم سے جنگ کرے۔ میں اس کے مقابلے میں صبر و استقلال سے کام لوں گا۔ تمہارا یہ قصد ہونا چاہیے کہ شام کی حفاظت کرو اور علی ابن ابی طالب کا یہ ارادہ ہے کہ شام کے علاقہ کو تم سے چھین لے تاکہ عراق اور شام دونوں اس کے تصرف میں ہو جائیں۔ اگرچہ عراق کے لوگ معرکہ آرائی میں بڑے بہادر ہیں مگر میں خوش ہوتا ہوں کہ مقابلہ کے وقت صبر و تحمل میں تم ان سے زیادہ نکلو گے۔ تیاریاں کر لو کہ اس لشکر کے حملہ کے وقت جو چلا آ رہا ہے اور جنگ و جدل میں بہت دیر ہے قوی دل ثابت ہو۔

ابو الاور سلمیٰ ذوالکلیج حمیری اور جوشب ذوالعلم نے کھڑے ہو کر کہا اے معاویہ تمام عربوں کو معلوم ہے کہ ہم کام کرنے والے ہیں نہ کہ بولنے والے۔ ہمارا قول فعل سے بڑھا ہوا ہے اور تمہاری گفتگو بمقابلہ افعال بہت گھٹی ہوئی ہے۔ ہماری فرمانبرداری اور دعوے کی سچائی اس روز معلوم ہو جائے گی جب ہمیں میدان جنگ میں لے جا کر کھڑا کرے گا۔ مجھے معلوم ہو گیا کہ خلافت کا لباس تیرے جسم پر ہی ٹھیک آتا ہے یا اس کو زیب دیتا ہے جسے تو اپنے بعد مقرر کرے گا۔ معاویہ نے اسی وقت حاضرین کو مخاطب ہو کر کہا کہ مجھ سے بیان کرو کہ علی ابن ابی طالب مجھ سے خلافت کے لیے کیوں برتر ہے اور کس وجہ سے مجھ پر فضیلت اور ترجیح ہو سکتی ہے۔ میں رسول خدا کا منشی ہوں۔ میری بہن آپ کے گھر میں تھی۔ عمر اور عثمان کی طرف سے شام کا عامل ہوں۔ میرا باپ ابوسفیان بن حرب اور ماں ہندہ دختر عقبہ بن ربیعہ ہے۔ اگر حجاز اور عراق والے علی کی خلافت اور بیعت پر رضامند ہو گئے ہیں تو شام والوں نے مجھ سے بیعت کر لی ہے۔ مجھ میں اور علی میں ذرا بھی تفاوت

نہیں جس وقت دو آدمی کسی چیز کے لیے جھگڑتے ہیں تو وہ غالب آنے والے کو مل جاتی ہے۔

امیر المومنین علیؑ کے نام معاویہ بن ابی سفیان کا نامہ

اس کے بعد معاویہ نے امیر المومنینؑ کی خدمت میں خط بھیجا اس نے قلم روات مٹکاکی اور اس مضمون کا خط لکھا کہ اے علیؑ اگر تو گزشتہ خلفاء کی سیرت پر چلتا اور ان کا پسندیدہ شیوہ اختیار کر کے ان ہی جیسا برتاؤ برتا تو میں کبھی مخالف نہ ہوتا، مطیع و فرمانبروار رہتا۔ عثمان کے معاملہ میں جو جفا واقع ہوئی ہے اس نے مجھے بیعت سے باز رکھا ہے۔ اب سے پہلے خدا کے احکام جاری کرنے کے لیے اہل حجاز حاکم تھے مگر جس وقت سے انہوں نے روگردانی کی اور امر حق کو پوشیدہ رکھا تو وہ حکومت اہل شام کو مل گئی۔ اور امور حقہ کے تقدم اور شرائط دینی کا نفاذ ان سے علیحدہ ہو کر شامیوں سے منتقل ہو گیا۔ تیری حجت جس طرح اہل بصرہ پر عائد ہوتی ہے مجھ پر نہیں ہوتی کیونکہ طلحہ زبیر اور اہل بصرہ نے بیعت کر لی تھی اور شامیوں نے نہیں کی۔ ہاں تیرے علم و فضل اور قرب قرابت جناب رسولؐ سے کسی کو انکار نہیں ہو سکتا۔ فقط اتنی سی بات ہے اور بس!

جناب علیؑ نے معاویہ کو اس خط کا جواب تحریر فرمایا: واضح ہو کہ میرے پاس اس شخص کا خط پانچا تو گرداب منالالت میں پڑا ہوا خواہش نفسانی کے دریا میں غوطہ کھا رہا ہے نہ اس کے پاس کوئی ہادی ہے کہ گمراہی سے نکالے۔ نہ کوئی سمجھنے والا ہے جو ہوا و ہوس کی لہروں سے بچائے حرص و طمع نے اپنی طرف بلایا ہے اور اس نے اسے منظور کر لیا ہے۔ خواہشوں کے ہاتھ نے ہدایت کی آنکھیں بند کر دی ہیں اور وہ اسی میں خوش ہے یہ لکھنا کہ معاملہ عثمان میں جو خطا ہو گئی ہے اس کے سبب سے باز رہا رہوں اور وہ خطا تیری خطا ہے کیونکہ عثمان کے معاملہ میں میں نے کوئی خطا نہیں کی۔ میں مہاجرین میں سے ایک شخص ہوں اور مسلمانوں کا بہر حال شریک اور خیر خواہ اور یہ امر ظاہر ہے کہ مہاجر علم و حقیقت اور محرفت والے لوگ ہیں جس کام میں کوئی خرابی اور گمراہی کی بات پائی جاتی ہے وہ اس کے طرفدار نہیں ہوتے ہاں یہ لکھنا کہ اہل شام حجاز والوں پر حاکم ہیں شام کے قریشیوں میں ایسے دو شخصوں کو مقرر کر کہ جن کی بات مجلس شوریٰ میں قابل قبول اور مہاجر و انصار کے نزدیک لائق یقین ہو پھر وہ کہیں کہ خلافت تیرے لیے جائز ہے یا اگر تو کہے تو میں حجاز کے قریشیوں میں سے ان صفات کے دو آدمی پیش کر دوں۔ طلحہ و زبیر اور اہل بصرہ اور شامیوں کے درمیان جو تفاوت پیش کیا ہے وہ بھی ٹھیک نہیں کیونکہ جب بیعت عام ہو گئی تو کوئی شخص مستثنیٰ اور جدا نہیں ہو سکتا۔ جناب رسولؐ خدا کے نزدیک اور ان کی خدمت کے وسائل کی نسبت جو کچھ تحریر اور اقرار کیا ہے اس سے تیرا عقیدہ ظاہر ہے۔ اگر تیرا بس چلتا اور مجھ سے ان فضیلتوں اور شرفوں کو ہٹا سکتا تو اس میں بھی ذرا کوتاہی نہ کرتا۔ والسلام!

امیر المومنینؑ کا یہ خط پڑھ کر معاویہ بھڑک اٹھا اور جواب میں لکھا اے علیؑ خدا سے ڈر حد کو چھوڑنا حاسد حسد سے کبھی فائدہ نہیں اٹھاتا نہ اٹھائے گا اپنی پہلے اسلام کی بھلائیوں کو اپنے برے کلمات سے زائل نہ کرے، اعمال کی قدر و قیمت اور مصروفیت کی رونق اور تازگی انجام کار سے علاقت رکھتی ہے اور جس کا کوئی حق نہیں ناحق اس کا حق نہ ٹھہرا۔ کیونکہ اسی طرح کرتا رہے گا تو اس کا ضرر تجھ پر پڑے گا اور اعمال میں نقصان واقع ہو گا۔ تجھے وہی نیک کام لازم تھے جو دین کی بنیادوں اور اسلامی قاعدوں کی مضبوطی کے لیے کرتا رہتا تھا۔ خلق خدا کی ایذا رسائیوں، خونریزیوں اور طرح طرح کی جسارتوں اور دلیلیوں کے سبب جو تونے کی ہیں اور کرتا ہے خدا سے ڈر۔ اور سورہ قتل اعوذ برب الخلق پڑھ۔ اپنے حاسد نفس کی شرارت کے لیے خدا سے پناہ مانگ اللہ تعالیٰ تیرے دل کو نرم کرے اور زیادہ توفیق ثواب عطا کرے۔ کیونکہ یہ دعا اگر قبول ہو گئی تو اس کی

سعادت کا بہترین حصہ مجھے ملے گا۔ والسلام!

امیر المومنین علی علیہ السلام نے جواب میں لکھا!

عبداللہ علی امیر المومنین کی طرف سے معاویہ بن عمر کو واضح ہو کہ تیرا خط وصول ہوا۔ جو جو باتیں قلم سے نکالی تھیں ان سے تعجب اور حیرت نہیں ہوئی کیونکہ وہ بھی تیرے اسی باطل فعل جیسی ہیں جو ظلم و تعدی کے ساتھ تو نے شام میں اختیار کر رکھا ہے اگر تو وہ شخص نہ ہوتا جسے میں نے اچھی طرح پہچان رکھا ہے اور تیری طبیعت کی اس ہٹ کو جو وعظ و نصیحت کو قبول نہیں کرنے دیتی بخوبی جانتا اور جناب رسالت ماب سے تیرے حق میں جو باتیں سن رکھی ہیں وہ یاد نہ رہی ہوتیں تو تجھے نصیحت کرتا اور سمجھاتا لیکن اس شخص کو نصیحت سے کیا فائدہ جو مستوجب عذاب الہی ہو چکا ہو۔ عذاب اور عقوبت سے نہ ڈرتا ہو۔ خلقت کی ملامت کا خیال نہ رکھتا ہو اور نہ شرم ہی ان باتوں سے مانع آسکتی ہے اس لیے میں نے تیرے طرف سے توجہ اٹھائی ہے اور ملامت و نصیحت کرنی چھوڑ دی ہے کیونکہ تو اسی طرح گمراہی و ضلالت میں مبتلا رہے گا یہاں تک کہ اللہ بروز قیامت تجھ کو تیرے ناشائستہ اعمال کی سزا اور نامحمود کاموں کا بدلہ دے گا۔ میں اس قدر لکھنا کافی سمجھتا ہوں اور جناب محمد مصطفیٰ نے جو تیرے اور تیرے ماں باپ کے حق میں فرمایا وہ تجھے بھی معلوم ہے زیادہ نہیں لکھتا۔ والسلام!

امیر المومنین علیؑ اور معاویہ کا نامہ و پیام

معاویہ نے پھر جواب لکھا: گناہوں کی کثرت نے تیرے دل کو ڈھک لیا ہے اور دل کی روشنی پر ایک پردہ پڑ گیا ہے۔ آنکھیں ڈھک گئی ہیں، تیری بینائی میں خلل آ گیا ہے حرص و آز تو تیری عادت ہی ہے اور عمد شکنی تیری ذات اور خصلت میں داخل ہے اب مجھ میں اور تجھ میں جائے کلام باقی نہیں رہی۔ جنگ کے لئے تیار رہ، دل کو حرب و ضرب کے لیے مضبوط کر لے اپنے ٹھکانے پر رہ اپنے آپے کو دیکھ اور اس شخص کے پلکے پر ہاتھ نہ ڈال جس کے حلم کے مقابلے میں پہاڑ بھی بہت ہلکا ہے۔ یقین رکھ کہ تیری آرزو بر آئی ناممکن ہے۔ تیری خواہش نفس تیرے دل کو بڑی مصیبت میں ڈالے گی۔ علم تجھ کو کچھ فائدہ نہ بخشے گا اس کام کا انجام اور اس گفتگو کا نتیجہ وہی ہو گا جو تجھے بھی معلوم ہے اور عاقبت متقیوں کے واسطے ہے۔

حضرت علیؑ کا جواب

حضرت علی علیہ السلام نے اس خط کا جواب اسی طرح لکھا: عبداللہ علی امیر المومنین کی طرف سے معاویہ بن عمر کو واضح ہو کہ سعادت اور بد بختی مقدر کی ہے اور نیکی اور بدی مہر کردہ تو اصل میں بد بخت واقع ہوا ہے اس لیے حکم الہی تجھے سعادت حاصل کرنے سے مانع ہے۔ جو حیرے اور صلاحیت کے درمیان روک واقع ہوا ہے تو دعویٰ کرتا ہے کہ پہاڑ تیرے حلم کا ہم پلہ نہیں ہو سکتا اور تیرا علم حق و باطل کو جدا کرے گا۔ یہ بہت بڑی غلطی ہے۔ تو عمر کا بیٹا لعین، منافق، سخت دل اور دینی امور سے جاہل اور بے عقل ہے۔ تو مجھے لڑائی سے ڈراتا ہے اور حرب و ضرب سے خوف دلاتا ہے۔ شاید تو بھول گیا ہے میں وہی ابو الحسن ہوں جس نے جنگ بدر میں تیرے دادا تیرے چچا عتبہ اور تیرے بھائی حنظلہ کو قتل کیا ہے اور وہی تلوار جس نے راہ خدا میں ان لوگوں کا خون بہایا ہے میرے قبضے میں ہے اور وہی زور بازو مجھ میں اب موجود ہے جو اس وقت تھا۔ اگر تو یہ باتیں سچائی سے کہتا ہے اور نالائق دم بریدہ عمر عاص کے فریب پر نازاں نہیں ہے اور خود کو بہادر اور سر لشکر اور جنگ کی

ہمت رکھتا ہے تو لشکر کو چھوڑ اور اگر مگر سے باز آ کر میدان جنگ میں نکل کہ میں اور تو باہم جنگ آزمائی کریں پھر تجھے معلوم ہو جائے گا کہ کثرت گناہ نے کس کے دل کو ڈھانپ رکھا ہے اور کس کی بیٹائی اور عقل میں خلل آیا ہوا ہے۔

معاویہ کا جواب

معاویہ نے خط کا جواب لکھا تو حد سے تجاوز کر گیا اور گمراہی و ضلالت میں بہت بڑھ گیا: حبش کا بیٹا عمار یا سر جو جو بڑھاوے تجھے دے رہا ہے اور آتش فساد روشن کرتا ہے تو اس کے غرور میں طالب جنگ ہو کر اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالتا ہے۔ اگر تیری موت نہ آئی ہوتی تو تجھ سے جنگ کا ارادہ نہ کرتا۔ یقین رکھ کہ تو اس جنگ میں زندہ نہ رہے گا اپنی گفتار و کردار کے وبال کا شمر چکھے گا۔ اگر انہی تمام باتوں کو اختیار کئے رہے گا اور ہر لمحہ گمراہی اور سرکشی میں ترقی کرتا رہے گا تو بہت سی مصیبتوں میں مبتلا ہو گا اور تیری عادت ہی ایسی ہے وہ تجھے گمراہ کرتی رہتی ہے۔ تیرا علم تجھے مغرور کر رہا ہے اور فہم راہ حق کی پہچان سے محذور ہے۔ تو نے کبھی کوئی کام اتفاق سے نہیں کیا نہ وہی امور میں درست اور سچی رائے دی۔ اسی واسطے اچھی عاقبت اور نیک خاتمہ سے محروم رہ گیا ہے۔ **وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِينَ**۔ عاقبت سچی لوگوں کے واسطے ہے۔ والسلام

حضرت علیؑ کا جواب

حضرت علیؑ علیہ السلام نے جواب میں لکھا: عبد اللہ علی امیر المؤمنینؑ کی طرف سے معاویہ بن عمر کو معلوم ہو کہ تو کافر کا بیٹا ہے تجھے اسلام اور مسلمانی کی کیا قدر۔ تیرے باپ اور دادا چچا خالو جناب محمد مصطفیٰؐ کے منکر رہے اور کفر و ضلالت نے انہیں اس حد تک آمادہ کیا کہ مقابلے پر آئے اور تلواریں کھینچ کر ان کے روبرو ہوئے۔ انجام کار میں نے عین معرکہ کارزار میں انہیں ان کے اعمال کی سزا دی اور ایک ہی لمحہ میں سلا دیا نہ وہ اپنی آبرو ہی بچا سکے اور نہ میری تلواری ہی کو اپنے سے باز رکھ سکے۔ تو ان کا خلف ہے اور بڑا ناخلف ہے جو جنم کی آگ میں اپنے بزرگوں کا پیرو نہ ہو۔ **وَاللہُ لَا یہدی القوم الظالمین** یعنی اللہ تعالیٰ ظالموں کو ہدایت نہیں کرتا۔

معاویہ کا جواب

معاویہ نے جواب دیا جہاں تک ہو سکتا ہے تو ضلالت کے مرکب کو سرکشی کے میدان میں کدا رہا ہے اور لڑائی سے بھاگتا ہے؛ ڈرانے دھمکانے کے لیے شیر کی طرح غراتا ہے اور جنگ و جدل سے بچتا ہے خط لکھتے وقت اس قدر لاف و گزاف اور معرکہ آرائی میں سستی اور دیر۔ اگر ان جیلوں حوالوں اور بہانوں سے باز رہ کر معرکہ آرائی کے لیے نکلے تو دیکھے کیسے کیسے نیک نیت اور صاف دل جوان صف جنگ سے نکلے ہیں۔ میں خدا کے راستے میں شمشیر زنی کرنے والے اور ایسے شخص کے معاہدہ کی شرائط کو بھی پورا کرنے والے جو اپنے عہد سے پھر جاتا ہے اللہ تعالیٰ کی رحمت نے اگر تیرا ساتھ نہ دیا اور تو اسی طرح تاریکی، گمراہی، اور سرکشی میں رہا اور معرکہ جنگ میں نکل آیا تو ان لوگوں کو جن کی میں نے تعریفیں کیں اپنے مقابلے پر دیکھے گا اور اپنے وبال میں مبتلا ہو گا۔ انسان تیرے جبر سے بچ جائیں گے اور تیرے غرور سے محفوظ ہو جائیں گے۔ اور تجھے

تیرا انجام نظر آجائے گا۔ و کفی باللہ علیک رقیبا فقط

حضرت علی کا جواب

حضرت علی علیہ السلام نے جواب میں لکھا: عبد اللہ امیر المؤمنین علیؑ کی طرف سے معاویہ بن سحر کو معلوم ہو کہ مجھے تیری باطل آرزوؤں، ناممکن خواہشوں اور بے حقیقت و بے قاعدہ بکواس پر ذرا تعجب نہیں آتا کیونکہ میں تیری عقل و فہم اور مرتبہ و منصب کو اچھی طرح پہچانتا اور تیرے انجام کار کو جانتا ہوں۔ میں صرف اسی سبب سے تاخیر کر رہا ہوں کہ وہ وقت آن پہنچے جس کا مجھے اقرار ہے اور تجھے انکار اور تیرا جو کچھ حال ہونا ہے گویا میں اسے دیکھ رہا ہوں اور مشاہدہ کر رہا ہوں یعنی میں میدان جنگ میں نکلا ہوں اور ذوالفقار سے کام لے رہا ہوں اور تو زارو و قطار روتا اور اس طرح چیختا چلاتا ہے جیسے بھاری بوجھ کے نیچے لدا ہوا اونٹ اور میں صف جنگ میں تیری آواز سن رہا ہوں کہ تو رو رو کر مجھے پکارتا ہے۔ ابن الاکباد یعنی جگر خورہ کے لڑکے تو کب تک ان لمبے لمبے سیدھے تیزوں، خمدار شمشیروں، متواتر زخموں، پے در پے کی ضربوں، جگر دوز تیزوں اور تیز تلواروں سے فریاد کرتا اور اس طرف سے اس طرف بے فائدہ بھاگتا بھڑے گا یہ سب امور ضرور بالضرور نازل ہونے والے ہیں اور یہ احکام الہی ہیں جو ظاہر ہوں گے۔ کتاب الہی میں یہ حالات درج ہیں۔ تم لوگ ان سے منکر ہو اور ان حدود پر ایمان نہیں لائے۔ والسلام علی من اتبع الهدی!

جس وقت یہ خط معاویہ کے پاس پہنچا اور مضمون سے مطلع ہوا عمر عاص نے معاویہ سے کہا: معاملہ طے ہو چکا تو علیؑ سے کب تک سخت ست نامہ و پیام کئے جائے گا۔ تلخ باتیں کہنے کا اور جواب سخت سننے کا۔ آخر اس کی کوئی انتہا بھی ہونی چاہیے۔ خدا کی قسم اگر شام کے نشی بھی جمع ہو جائیں گے کہ علی ابن ابی طالبؑ کی فصاحت و بلاغت کا مقابلہ کریں تو برابری نہ کر سکیں گے نہ عمارت آرائی اور فصاحت میں برسر آسکیں گے۔ علیؑ کو نہ بھولنا چاہیے۔ اگر تو جنگ کرنا چاہتا ہے تو ساز و سامان تیار کر لے اور اگر صلح کا ارادہ ہے تو اس کا سامان مہیا کر کیونکہ خط پر خط لکھنے سے کوئی مقصد حاصل نہ ہو گا۔

امیر المؤمنین علی ابن ابی طالب کے مقابلے

کے لیے معاویہ کی شام سے روانگی

معاویہ نے عمر عاص کی بات سن کر کہا تو جی کتنا ہے خط و کتاب سے کچھ فائدہ نہ ہو گا جنگ کی تیاری کر لینی چاہیے۔ پھر منادی کر کے سپاہیوں کو جمع کیا۔ جب سب فراہم ہو گئے امیر المؤمنین علیؑ سے لڑنے کا قصد کر کے شام سے صفین کی طرف رخ کیا۔ تمام فوج سلمان جنگ سے آراستہ اور معرکہ آرائی پر تلی ہوئی تھی۔ مروان بن حکم سرنگ گھوڑے پر جس کے چاروں ہاتھ پاؤں سفید تھے سوار ہو کر عثمان کی تلوار حمال کئے ہوئے سب سے آگے چل رہا تھا۔ دمشق سے ایک منزل آگے نکل کر قیام کیا اور چھاؤنی ڈال دی کہ پیچھے رہے ہوئے آدمی بھی آکر شامل ہو جائیں۔ جب سب آگئے معاویہ نے لشکر کا جائزہ لیا۔ چوراسی ہزار سوار اور پیدل شمار میں آئے۔ عبدالرحمن بن خالد کو مینہ کا سردار بنایا اور عبد اللہ بن عمر عاص کو میسرہ کا۔ ابو الامور سلمیٰ کو مقدمہ لشکر پر مقرر کیا اور ساق پر بشر بن ارطاة کو۔ معاویہ لشکر کو اس طریق پر مرتب کر کے آگے بڑھا۔ جب

صفین کے مقام پر پانچواں ماہ محرم کے چند ہی روز گزرے تھے حکم دیا کہ جگہ فرحت بخش، زمین نرم اور دریائے فرات قریب ہے اسی جگہ خیمے لگاؤ۔ غرض اسی جگہ قیام کر ڈالا۔ اب بھی ہر سمت سے جوق در جوق لوگ چلے آ رہے تھے اور لشکر معاویہ میں شامل ہو جاتے تھے یہاں تک کہ لشکر کی تعداد ایک لاکھ بیس ہزار تک پہنچ گئی۔ اب معاویہ نے جناب امیر علیہ السلام کی خدمت میں یہ اشعار لکھے۔

لا تحسبنی باعلی غایلا لا ورن الکوئتہ القبایلا
والمشرفی و الفنا الذواہلا فی عامنا ہنا و عاملا و قابلا

جناب امیر علیہ السلام نے بھی جواب میں یہ اشعار تحریر فرمائے۔

اصبحت فاحمق تمنی الباطلا لا ورن شامک الصواہلا
اصبحت امنت باہن ہند جاہلا لا رمین منکم الکرہلا
تسعین الفار الحاو ناہلا بذحمون الحرن و السرہلا
بالحق و الحق یزید الباطلا ہنا ملک العام و عاملا قابلا

حضرت علی علیہ السلام نے یہ خبر سن کر کہ معاویہ لشکر کثیر کو لے کر مقام صفین پر آپہنچا ہے سنا دی کرائی کہ تمام امیر اور سردار حاضر ہوں۔ جب سب آگئے۔ آپ منبر پر تشریف لے گئے خطبہ بلیغ پڑھا اور حمد و ثنائی الہی کی۔ بعد حضرت محمد مصطفیٰ پر درود بھیج کر کہا اے دوستو آگاہ ہو جاؤ کہ معاویہ کو قیصر روم کی طرف سے بہت بڑا اندیشہ تھا اس نے اس امر میں بہت حیلے بہانے کئے آخر قیصر کے پاس تحائف بھیج کر صلح کر لی۔ اب لشکر لے کر صفین کے مقام پر آن پڑا ہے اور ہم سے جنگ کرنا چاہتا ہے۔ اس نے اس مہم کے ارادے سے ہمارے پاس رجز لکھ کر بھیجی ہے۔ تم بھی مردانہ وار معرکہ آرائی کا مصمم قصد کر لو، یہ بھی یاد رکھو کہ اگر ہم نے اس پر فتح پائی تو وہ ضرور قیصر سے مدد طلب کرے گا۔ اور اگر تم پر ظفر یاب ہوا تو نہ عراق تمہارے پاس چھوڑے گا نہ حجاز۔ میں نے سنا ہے کہ معاویہ اہل شام کو جنگ و جدل اور شجاعت و دلیری میں تم پر ترجیح دیتا اور تمہاری نسبت ان کو زیادہ ثابت قدم اور بہادر تصور کرتا ہے۔ مگر اس کا یہ خیال بالکل غلط اور بے اصل ہے کیونکہ وہ لوگ شبہ اور گمراہی میں مبتلا ہیں اور تم مہاجر و انصار ہو اور حق پر قائم ہو بھلا باطل حق کی برابری کب کر سکتا ہے۔ اب ظالموں کے خون بہانے کا وقت آپہنچا ہے میں تم سے اس معاملہ میں مشورہ لینا چاہتا ہوں اور یہ بہت بڑا مشورہ ہے۔ جس شخص کی سمجھ میں جو بات مناسب وقت معلوم ہو بیان کر دے۔ والسلام!

سب سے پہلے عمار یا سرنے کہا اے امیر المؤمنین تمام خورد و کلاں اور اونٹنی و اعلیٰ کو یہ بات بخوبی معلوم ہے کہ یہ لوگ آپ کی نصیحت کو نہ مانیں گے اور اطاعت و فرمانبرداری اختیار نہ کریں گے۔ اور آپ نے نہ سبب ظلم ان لوگوں کے سمجھانے میں کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہیں کیا۔ بار بار خط لکھے قاصد بھیجے مگر وہ لوگ مال اور مرتبہ پر ایسے فریفتہ اور مغرور ہو رہے ہیں کہ کلمہ حق کو نہیں سن سکتے۔ معرکہ آرائی کے سوا اب ان کا کوئی علاج نہیں۔ بہر حال لڑائی ہو گی اس لیے حضور جس قدر جلدی آگے بڑھیں اسی قدر اچھا ہے۔ کیونکہ آج کا دن اچھا ہے۔ آپ کے سایہ اقبال اور رکاب سعادت میں رہ کر قریب جا پہنچیں گے تو ایک دفعہ اور نصیحت فرما کر اپنی بیعت اور متابعت کا حکم دیجئے گا۔ اگر وہ نیک سختی سمجھ کر آپ کا فرمان قبول کر لیں گے سعید بن جانیس گے ورنہ اپنی سعی ضلالت و جہالت اور اندیشہ باطل پر مصر رہے اور جنگ ہی کے خواستگار ہوئے تو ہم بھی ان سے جنگ کریں گے۔ اور جہاں تک ممکن ہو سکے گا سخت کوشش و سعی اور ثابت قدمی اختیار کریں گے۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ جو سب سے بہتر حاکم ہے ہم میں اور ان میں فیصلہ فرما دے گا۔

آپ نے فرمایا ہاں ابو زینب ہمارا طریق برحق ہے اور ہمارا شیوہ سچائی ہے۔ اگر تو نے ہماری دوستی اور محبت کے سبب اس گروہ سے دشمنی و عداوت اختیار کی ہے اور ہماری فرمانبرداری اور موافقت کا دم بھرا ہے تو اس کا اجر ضائع نہ ہو گا بلکہ اس کا پھل نہایت نیک ملے گا۔ اور راحت و مغفرت اور سعادت عظیم حاصل ہوگی۔ اے ابو زینب تجھے خوشخبری ہو کہ تو اولیاء اللہ میں سے ایک ولی ہو گا جو روضہ رضوان میں جگہ پائے گا اور طاعت الہی کی فرحت گاہ میں سبزہ رحمت سے مستفیض ہو گا۔

۷۷

پھر عبد اللہ بن بدیل خزاعی نے اٹھ کر کہا اگر اہل شام کو رضامندی حق جل شانہ مطلوب ہوتی اور محض اس کی رضامندی کے لیے جنگ کرنا چاہتے تو ہم سے کبھی نہ ڈرتے نہ ہماری مخالفت اختیار کرے۔ بات یہ ہے کہ ان میں سے ہر شخص نے دنیاوی مال و متاع بکثرت پالیا اب ڈرتے ہیں کہ یکایک یہ دولت ہاتھ سے جاتی رہے دوسرے ہماری طرف سے دلوں میں پرانا کینہ بھی رکھتے ہیں۔ وہ ان دو وجوہ سے لڑنا چاہتے ہیں کہ ان کے پاس جو دولت دنیا ہے وہ ان کے قبضے میں رہے اور دوسرے ممکن ہو تو ہم سے بدلہ لے کر دل ٹھنڈا کریں اور ہماری طرف سے جو کوفت دلوں پر اٹھا رکھی ہے اسے مٹائیں۔ اے لوگو معاویہ ہرگز امیر المومنین علیؑ کی بیعت اختیار نہ کرے گا نہ زیر فرمان ہو کر رہے گا کیونکہ آپ نے جنگ بدر میں اس کے بھائی خانو، داوا اور اس کی ماں کے چچا کو قتل کیا ہے۔ خدا کی قسم اگر معاویہ کے سر کو شمشیر سے اور پسلیوں کو آہنی گرز سے ٹکڑے ٹکڑے کر کے کہیں علیؑ کی بیعت کرے گا تو اس عذاب سے نجات پائے گا۔ تب بھی بیعت نہ کرے گا اور اس شدت کی تکلیف کو جھیلنا منظور کرے گا۔ تمام حاضرین مجلس نے متفق لفظ ہو کر کہا اے عبد اللہ تو سچ کہتا ہے یہ بالکل ٹھیک بات ہے۔

اس کے بعد حجر بن عدی اور عمر بن حنظل نے کھڑے ہو کر اہل شام سے نفرت ظاہر کی اور ان پر لعنت بھیجی۔ حضرت امیر المومنینؑ نے لعنت کرنے سے منع فرمایا۔ انہوں نے کہا اے امیر المومنین ہم حق پر ہیں اور وہ باطل پر آپ نے فرمایا یہ درست ہے کہ حق ہمارے ساتھ ہے اور وہ باطل راستے پر ہیں انہوں نے کہا پھر کیا سبب کہ آپ ہمیں باطل لوگوں پر لعن طعن بھیجتے سے منع فرماتے ہیں۔

آپ نے ارشاد فرمایا کہ میں نہیں چاہتا کہ تمہاری زبان سے لعن و شتم نکلے اگرچہ لعن و شتم ان کے برے افعال اور گناہوں کا نتیجہ ہے مگر مسلمانوں کے اخلاق سے اور خصوصاً "حسب نسب والوں کی ذات سے بعید ہے کیونکہ ان سے برائی اور بدی کا ظہور نہیں ہوتا مجھے وہ شخص عزیز ہے جو دعا مانگے اور اللہ تعالیٰ سے باقی ہو کر ان کو راہ راست دکھائے اور تمہارے اور ان کے درمیان صلح و صفائی کرا دے۔ جس سے کہ طرفین میں خونریزی نہ ہونے پائے۔ اگر تم اس طریق پر چلو تو اچھا ہے۔

انہوں نے جناب امیر المومنین کی نصیحت کو قبول کیا۔ عمر بن حنظل نے کہا اے امیر المومنین میں نے آپ سے اس وجہ سے بیعت نہیں کی کہ آپ میں اور مجھ میں رشتہ داری کا تعلق ہے یا مجھے آپ کی ذات سے کسی دولت یا احسان کی آرزو ہے نہ کسی عزت و رتبہ کا خواہش مند ہوں کہ اس بیعت کرنے سے میسر آجائے بلکہ آپ کی اطاعت کو دو بین خصوصیتوں اور تین بزرگوں کے سبب سے جو ذات اقدس میں موجود ہیں اپنے لیے فرض عین سمجھتا ہوں۔ دونوں خصلتیں علم و شجاعت ہیں۔ جن میں جناب رسالت ماب صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم کے بعد ہرگز کوئی شخص آپ سے برابری نہیں کر سکتا۔ اور وہ تین شرف یہ ہیں۔ ایک جناب رسول خدا کا تقرب، دوسرا آنحضرتؐ سے قرابت، تیسرا اسلام میں سب سے پہلے داخل ہونا۔ اگر مجھے کسی ایسے کام کا حکم دیا جائے جس سے ایک میں دوستوں کی رضامندی اور آپ کے دشمنوں کی خرابی متصور ہو تو ہر چند مستحکم پہاڑوں کو بھی اکھاڑ پھینکنا پڑے تب بھی محض آپ کی خوشنودی کے خیال سے نہایت ہی سہل اور آسان کام معلوم ہو گا اور

اس کے بعد ہر ایک سردار نے کھڑے ہو کر اسی قسم کی گفتگو کی۔ قیس بن سعد نے بھی اٹھ کر عرض کی اے امیر المومنین مصلحت یہی ہے کہ ہم آگے بڑھیں اور معصوم قصد و ارادہ سے بغیر کسی تشویش اور سوچ کے اس گروہ سے جنگ کریں۔ اور جس قدر ممکن ہو خوب دل کھول کر لڑیں۔ ہم ان سے جنگ کرنے کو ترکوں اور دہلیوں کے جہاد سے بھی زیادہ اچھا سمجھتے ہیں۔ کیونکہ یہ دین کے منافع اور ظالم ہیں۔ اولیاء اللہ کو حقیر سمجھتے اور ہتھیے ہیں اور جناب رسول خدا کے دوستوں سے ذرا ذرا سی باتوں پر بگڑ بیٹھتے اور غضبناک ہو کر ان کو ایذا پہنچاتے ہیں۔ مارتے ہیں اور قید میں ڈالتے ہیں۔ تنخواہیں بند کر لیتے اور ان کے مال کی لوٹ حلال سمجھتے ہیں۔

سہیل بن حنیف انصاری نے کہا اے امیر المومنین ہم سب ہر ایک امر میں آپ کے شریک حال اور فرمانبردار ہیں اور آپ کے تعمیل احکام میں ہم اپنی سعادت دارین سمجھتے ہیں۔ آپ جس سے بھی جنگ کرنے کا حکم دیں گے ہم اس سے لڑیں گے۔ اور جس سے صلح کا ارشاد فرمائیں گے اس سے صلح کر بیٹھیں گے۔ جس وقت آپ طلب فرمائیں گے ہم حاضر ہو جائیں گے اور جس خدمت پر مامور ہوں گے اسے پورا کرنے کے لیے فوراً کمر بستہ ہو جائیں گے جب تک رفق جان باقی ہے ہم آپ کے مطیع و فرمانبردار ہیں۔ آپ کے احکام سے ذرا قدم باہر نہ رکھیں گے۔

۲۵۷

یک جوز صدق کم نہ کنم در ہوائے تو تاوانہ چنید مرغ اجل بھجواز نرم

یعنی آپ کی محبت میں اگر مرغ اجل چینہ کی طرح مجھے ایک ایک کر کے چنے تو میرا اعتقاد ایک جو برابر بھی کم نہ ہو گا۔ پھر زید بن صوحان عبدی نے کہا ان لوگوں سے جنگ کرنا بالکل حلال ہے۔ ذرا بھی شک و شبہ کی گنجائش نہیں جس کے سبب دیر کی جائے۔ مجھے پورا یقین ہے کہ خلیفہ وقت کی مخالفت کرنے والے گروہ سے لڑنا جائز ہے۔ پھر ان حامیان ظلم کے دفع کرنے اور شیطانی گروہ کے قتل اور ان لوگوں کی ہلاکت میں کیوں دیر لگائی جائے جو دین اسلام سے کوئی واسطہ نہیں رکھتے۔ فساد و نفاق کے بانی ظلم و سرکشی کے خوگر ہیں نہ مہاجر ہیں نہ انصار نہ تابعین نہ نیکو کار اب اس محرکہ آرائی میں جلدی کرنی چاہیے۔ اگر زیادہ دیر لگائی جائے گی تو سخت نقصان ہو گا۔ ہر روز ان کی جمعیت بڑھتی جائے گی اور جس قدر مہلت ملے گی زیادہ سامان بہم پہنچا کر مضبوط و مستحکم ہو جائیں گے۔ پھر ان کا دفعیہ مشکل ہو جائے گا۔ اور وہی صادق آئے گی کہ آج کا کام کل پر ڈالا۔

مخالفاں تو موران بدند مار شد برادر از سر موران مار گشتہ دمار

بدہ امان شمال زیں پیش و روزگار مبر کہ اثر دھا شو از روزگار یار بد مار

یعنی تیرے دشمن چوٹے جیسے تھے اب سانپ بن گئے۔ ان سانپ بنے ہوئے چیونٹوں کا بھیجا نکال ڈال انہیں زیادہ مہلت نہ دے اور زیادہ دیر نہ لگا کیونکہ سانپ زیادہ عرصہ تک زندہ رہ کر اڑدھا بن جاتا ہے۔ پھر ابو زینب بن عوف نے کہا اگر ہم حق پر ہیں تو یا علی آپ کو حق تعالیٰ کے درگاہ سے پورا صلہ ملے گا۔ اور آپ بخوبی آگاہ ہیں کہ اس معاملہ کا سرا اچھی تک احتیاج سے باہر نہیں ہوا آپ نے ہمیں شام کی طرف بڑھنے اور معاویہ سے جنگ کرنے کا حکم دیا ہم حسب الحکم کمر بستہ ہو کر سفر کر کے یہاں تک آئے۔ اور آپ کی دوستی اور معاویہ کی دشمنی پر جس سے ایک زمانہ اچھی طرح واقف ہے ہم بالکل ثابت قدم ہیں اب اس کے اور ہمارے درمیان کچھ زیادہ فاصلہ نہیں رہا ہے۔ آپ جانتے ہیں کہ ان منزلوں کے طے کرنے سے محض آپ کی دوستی و الفت اور آپ کے دشمنوں کی عداوت و مخالفت مقصد ہے تاکہ آخرت کا ثواب اور جس راستہ پر دشمن پڑا ہوا ہے وہ باطل اور گمراہی سے وابستہ ہے۔

آپ کے حقوق کی ادائیگی کے مقابل میری گردن پر واجب ہیں ہزاروں سے ایک اور بتوں میں سے تھوڑا سمجھوں گا۔
جناب امیر المومنینؑ اس کی ان باتوں سے خوش ہوئے اور دعا دی اللھم نور قلبہ بالتقی و اھدنا الی الصراط المستقیم یعنی
اے خدا تو اس کے دل کو پرہیزگاری سے روشن فرما اور ہمیں راہ راست کی ہدایت کر۔ پھر کہا اے عمر کاش میری فوج میں
تجھ جیسے سو آدمی ہوتے۔ پھر حجر بن عدی نے کہا اے امیر المومنینؑ آپ کے لشکر میں سب کے سب ہی خیر خواہ اور جاں نثار
ہیں اور سب کی یہی تمنا ہے کہ آپ کے قدموں پر سر قربان کر دیں۔ اور آپ کے سایہ میں رہ کر درجہ شہادت حاصل
کریں۔ اب مصلحت یہ ہے کہ بخیر و خوبی لشکر آراستہ کر کے بہت جلد چڑھائی کر دی جائے۔

جناب امیر المومنینؑ نے اپنے عاملوں اور نائبوں کو فرمان بھیج کر ملک شام پر چڑھائی کرنے اور معاویہ سے قصد جنگ رکھنے کی
اطلاع اور سب کو حکم دیا کہ یہ عجلت حاضر ہوں۔ عبداللہ ابن عباسؓ بصرہ سے، یحییٰ بن سلیمان اصفہان سے، سعید بن وہب
ہمدان سے اور اسی طرح اور نائب و عامل بھی اپنے اپنے علاقوں سے پے در پے آنے شروع ہوئے۔ سب کے بعد ربیع بن
خسیم عامل علاقہ رے چار ہزار سوار مسلح و مکمل سواروں کے ساتھ حاضر خدمت ہوا۔

فراہمی فوج کے بعد حضرت امیر المومنینؑ نے خطبہ پڑھا اور سب لوگوں کو شام پر چڑھائی کرنے اور معاویہ سے لڑنے کی ترغیب
دلائی۔ بعض نے بہ دل و جان سے منظور کیا اور بعض نے اس معاملہ سے کراہت ظاہر کی۔ آپ نے قبیلہ ہاشمی کے ایک گروہ
کو بلا کر کہا میں جانتا ہوں کہ تم مجھ سے دشمنی رکھتے ہو اور میں بھی تمہیں دوست نہیں سمجھتا اپنا دیا ہوا لے لو اور جہاں
چاہے چلے جاؤ۔ اخنفت بن قیس نے کھڑے ہو کر کہا اے امیر المومنینؑ ہم تو آپ کو عزیز رکھتے ہیں آپ کے دوستوں کو
دوست اور آپ کے دشمنوں کو دشمن سمجھتے ہیں ہمارا یہی عقیدہ ہے۔ اور اسی پر قائم رہیں گے۔ ظاہر و باطن اور سختی و راحت
میں آپ سے علیحدہ نہ ہوں گے۔

مارا تو بہر صفت کہ داری دل کم نہ کنم زد دستداری

آپ جس طرح چاہیں رکھیں میرے دل سے آپ کی محبت کم نہ ہوگی۔ امیر المومنینؑ نے دعائے خیر دے کر فرمایا کہ منادی کر
دو اور لشکر کو سنا دو کہ کوچ کر کے نخیلہ میں قیام کرے اور اس جگہ سب لوگ جمع ہو جائیں۔ مالک بن حبیب یروعی کو حکم دیا
کہ لشکر کو ترتیب سے رکھے اور ہر شخص کو اس کی جائے مناسب پر اتارے۔ مسعود بن عقبہ بن عمر انصاری کو بلا کر کوفہ میں
اپنا نائب قرار دیا پھر فوجوں کا جائزہ لیا کل سوار و پیدل نوے ہزار تھے۔ اس کے بعد آپ بخیر و خوبی سوار ہوئے اور اس
آراستہ و پیراستہ فوج کو ہمرکاب لے کر روانہ ہوئے۔ سعید بن جبیر بیان کرتا ہے کہ اس روز امیر المومنینؑ علیؑ کے لشکر میں
آٹھ سو انصار اور نو سو ان لوگوں میں سے تھے جنہوں نے درخت کے نیچے جناب رسولؐ سے بیعت کی تھی۔ اور اسی ان
لوگوں میں سے تھے جنہوں نے جنگ بدر میں آنحضرتؐ کا ساتھ دیا تھا اور اسی آدمی جناب رسولؐ کے صحابی موجود تھے۔
عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ کہتا ہے کہ اس دن سید التابیین اویسؓ بھی جناب امیر المومنینؑ علیؑ کی خدمت میں موجود تھے اور جنگ
صفین میں ہمرکاب رہ کر شہادت پائی۔

۷۶

تذکرہ سید التابیین اویس قرنی

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے اویس قرنی رضی اللہ عنہ کا قصہ اس طرح منقول ہے کہ لوگوں نے اویس قرنی کا حال
دریافت کیا۔ عبداللہ نے کہا وہ ایک بہت بڑے بزرگ کا بیٹا تھا۔ زہد و تقویٰ، عبادت اور طاعت میں بڑا درجہ پایا ہے۔ تابیین

کا سرتاج تھا۔ اور میں نے جناب محمد مصطفیٰ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ میری امت میں ایک شخص اویس قرنی نام کا پیدا ہو گا۔ بروز قیامت اسے شفاعت کا درجہ نصیب ہو گا۔ ربیعہ اور نصر کے قبیلوں کی آبادی کے اکثر گناہ گاروں کو بخشوائے گا۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ درجہ ہو گا کہ کیسے ہی اہم کام کے لیے وہ خدا کی قسم دلائے گا تب بھی خدا اس کی قسم پوری کرے گا۔ میرے بعد جب تم اس سے ملو میرا سلام پہنچانا امیر المؤمنین علیؑ نے پوچھا یا رسول اللہ ہم میں سے کوئی ایسا شخص ہے جو اس سے ملے گا آپ نے فرمایا عمر ابن الخطاب اور تم جب اس سے ملو تو میرا سلام کہنا اور اپنے لیے دعائے خیر چاہنا۔ حضرت علیؑ نے پوچھا کس علامت سے اسے پہچان سکتے ہیں۔ آپ نے ارشاد کیا بھیڑ جیسی آنکھوں والا اور دو کپڑے پہنے ہوئے ہو گا۔ خلقت کو دیکھنے دکھانے والا نہ ہو گا نہ کسی کا آشنا لوگ پہچانتے نہ ہوں گے اور اس کی موجودگی اور چلے جانے کو یکساں سمجھتے ہوں گے۔ یعنی اس کے چلے جانے پر کسی کو اس کی تلاش نہ ہوگی۔ اور اس کے آنے سے کوئی خوش نہ ہو گا۔ لوگ اس کے سلام کا جواب نہ دیتے ہوں گے۔ عبد اللہ بیان کرتا ہے کہ جس وقت ہم نے جناب رسول خدا کی زبان مبارک سے اس کی نسبت حالات سنے تھے۔ اسی وقت سے اس کی خیر و خبر کے متلاشی اور جو یا رہتے تھے۔ جب عمر کی خلافت کے زمانہ میں کچھ اہل کوفہ کسی کام کے لیے عمر کے پاس آئے تو عمر نے دریافت کیا۔

تم میں ایک یمن کا باشندہ اویس قرنی نام کا ہے۔ تم میں سے اسے کوئی جانتا پہچانتا ہے یا نہیں۔ ان میں سے ایک شخص نے کہا ہاں میں اسے جانتا ہوں قبیلہ قرن کا ایک شخص ہے۔ اور اویس نام ایک گننام سا شخص ہے کوئی اس کی طرف خیال بھی نہیں کرتا بلکہ اکثر آدمی اسے دیکھ کر ہنستے اور مذاق اڑاتے ہیں۔ عمر نے کہا حضرت محمد مصطفیٰ نے ہمیں اس کے حالات سے مطلع کیا ہے وہ اسی رنگ و ڈھنگ کا آدمی ہو گا مرض برس میں مبتلا ہو گا۔ وہ خدا سے اپنی تندرستی کی دعا مانگے گا اور اللہ تعالیٰ اس کی دعا کو قبول فرما کر شفا بخشے گا۔ اگر وہ کسی کام کے لیے خدا کو قسم دے گا تو خدا اس کی قسم کو پورا کرے گا اور بروز قیامت اس کی شفاعت سے قبیلہ ربیعہ و نصر کی مردم شماری میں جتنے گناہ گار ہیں عذاب ووزخ سے رہائی پائیں گے۔ اہل کوفہ اویس قرنی کی نسبت عمر کی زبانی ان فضیلتوں کو سن کر خاموش ہو رہے مگر دل میں یاد رکھا جب کوفہ میں آئے تو اویس کو بہت دوست رکھنے لگے۔ اس کی عزت و آبرو کرتے ہر وقت اس کے پاس جاتے اور طالب دعا ہوتے۔ اس نے پوچھا اب سے پہلے تم مجھ پر ہنسا کرتے تھے اور جواب سلام نہ دیتے تھے اب کیا ہوا جو طالب دعا ہوتے ہو۔ انہوں نے جو باتیں اس کی نسبت عمر سے سنی تھیں بیان کر دیں۔ اویس اس خبر سے خوش ہوئے اور ان کو دعائے خیر دی۔ اس کے بعد وہاں سے روپوش ہو گیا پھر کسی نے کوفہ میں نہ پایا۔ عمر ہمیشہ اس کی خبر پوچھتا رہتا تھا۔ یہاں تک کہ دس برس گزر گئے۔ امیر المؤمنین عمر اب حج کے لیے حرم میں آئے ہوئے تھے وہاں ہر گروہ کے آدمی جمع تھے ان سے اویس کا حال پوچھا ایک قرنی شخص نے سنایا۔ میں نے سنا ہے آپ ہمیشہ اویس کو یاد کرتے رہتے ہیں۔ میرے بھتیجے کے سوا جسے اویس کہتے ہیں اور کوئی شخص ہم میں اس نام سے نہیں پکارا جاتا مگر وہ اس درجہ کا شخص نہیں جسے امیر المؤمنین ہر وقت یاد فرماتے رہیں۔ کیونکہ وہ غیر معروف شخص ہے۔ اس سے زیادہ حقیر اور گننام کوئی دوسرا شخص نہ ہو گا۔ عمر نے کہا اے شخص تیرا بھتیجا کہاں ہے اس نے کہا اسی جگہ ہمارے ساتھ موجود ہے اس وقت ہمارے چند اونٹ جنگل میں لے گیا ہے جہاں پیلو کے درختوں کا جھنڈ ہے وہاں چرا رہا ہو گا۔ عمر اور امیر المؤمنین علیؑ فوراً سوار ہو کر پیلو کے جھنڈ کے پاس گئے۔ تو دیکھا وہ شخص دو اونٹ کپڑے پہنے درختوں کے سایہ تلے بڑے ذوق و شوق سے نماز پڑھ رہے ہیں۔

جناب امیر المؤمنینؑ نے فرمایا! اگر دنیا میں اویس قرنی ہے تو یہی شخص ہو سکتا ہے جو اس رنگ و ڈھنگ سے مصروف عبادت خدا ہے۔ دونوں زیادہ پا ہو کر اس کے پاس پہنچے اس نے انہیں دیکھ کر قرأت نماز ختم کر دی اور تشدد کے لیے بیٹھ کر سلام

پھیرا ان دونوں بزرگواروں نے آگے بڑھ کر فرمایا السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ اس نے جواب میں کہا وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ عمر نے کہا میں تمہارا نام دریافت کرنا چاہتا ہوں اس نے کہا اللہ کا بندہ ہوں، اس کے بندہ کا غلام اس کے خدمت گار کا بیٹا۔ عمر نے کہا زمین و آسمان کے درمیان جو کوئی بندہ ہے مگر تم اپنا نام بتاؤ، کہا مجھے اویس کہتے ہیں۔ امیر المومنین علیؑ نے فرمایا اللہ اکبر اب مطلب پورا ہوا۔ مہربانی فرما کر کپڑے کو بائیں جانب سے اٹھاؤ اویس نے کہا اس بات سے آپ کا مدعا کیا ہے۔ امیر المومنینؑ نے کہا رسول خداؐ نے تمہارے حال سے ہمیں مطلع کیا اور تعریف کی ہے اب میں نے تمہیں ویسا ہی پایا۔ رسول خداؐ نے مجھے تمہاری ایک نشانی بھی بتائی ہے کہ بائیں پہلو پر ایک سفید داغ درہم یا دینار کے برابر ہو گا میں چاہتا ہوں کہ اس سفیدی کو دیکھوں۔ اویس نے اپنے بائیں شانے پر سے کپڑا ہٹایا۔ دونوں بزرگواروں نے جناب محمد مصطفیٰؐ کے ارشاد کے مطابق اس سفیدی کو ملاحظہ کیا۔ پھر بوسہ دے کر روئے اور کہا جناب محمد مصطفیٰؐ نے فرمایا تھا کہ جب اس سے ملو میرا سلام کہنا اور اپنے حق میں اس سے دعائے خیر طلب کرنا اور جناب باری تعالیٰ سے اپنی بخشش کی دعا چاہنا۔ اب ہم نے جناب رسول خداؐ کا سلام پہنچا دیا ہے اور درخواست کرتے ہیں کہ ہمارے حق میں دعائے خیر و بخشش مانگو۔ جناب محمد مصطفیٰؐ نے تمہارے حق میں فرمایا ہے کہ قیامت کے دن اتنے گناہ گاروں کی شفاعت کی اجازت ہوگی جتنے ربیعہ اور نصر کے قبیلوں کے لوگ ہیں۔ اویس حضرت علیؑ سے یہ بات سن کر زار زار رونے لگا اور کہا

سوداچہ پدم پیسہہ آل کس نہ منم کزد ہر در اجنیں فتوسے باشد

یعنی مجھے عس ایسا خیال کیوں کرنا چاہیے میں وہ شخص نہیں ہو سکتا جسے دنیا میں ایسی بڑی فتح میسر ہو۔ بے شک حضرت محمد مصطفیٰؐ نے کسی اور اویس کے حق میں ایسا فرمایا ہو گا۔ امیر المومنین علیؑ علیہ السلام نے کہا ہمیں اچھی طرح معلوم ہو گیا۔ کہ جس اویس کے حق میں جناب رسول خداؐ نے یہ فرمایا اور سلام کہا ہے وہ اویس تمہی ہو اور تمہارے سوا اور کوئی اویس نہیں مہربانی فرما کر ہمارے لیے دعا کیجئے۔ اویس نے کہا میری یہ عادت نہیں کہ اپنی دعا ایک دو شخصوں ہی پر محدود رکھوں۔ میں رات دن تمام بحر و بر کے مومنوں اور مومنات کے لیے دعا کرتا رہتا ہوں۔ اب تم بتاؤ کہ تم دونوں کون بزرگوار ہو۔ امیر المومنین علیؑ نے کہا یہ شخص عمر ابن الخطاب ہے اور میں علی ابن ابی طالب ہوں۔ اویس انہیں دیکھ کر بہت خوش ہوا اٹھ کر سلام کیا اور مرجبا کہا۔ پھر دونوں سے بغل گیر ہو کر بولا۔ آخر مجھ جیسے حقیر و گناہ گار اور مبتلائے غفلت تم جیسے دو آدمیوں کے لیے جو زہد اور تقویٰ اور جاہ و جلال اور کثرت عبادت و طاعت میں مرتبہ عالی رکھتے ہیں کیا دعا کر سکتا ہے اور جناب باری تعالیٰ سے تمہارے واسطے کس چیز کو طلب کر سکتا ہے کیونکہ ہر طرح عزت و سعادت اور نجات آخرت کے سامان اللہ تعالیٰ نے کرامت فرما رکھے ہیں۔ میری کیا مجال ہے کہ تمہارے لیے کچھ دعا کروں۔ یا کسی امر کا خیال بھی لا سکوں۔ انہوں نے کہا ان باتوں کو جانے دو اور ہمیں اپنی طرف حاجت مند سمجھو اور دعا کرو کہ ہم آئیں کہیں۔

اس کے بعد اویس نے ہاتھ اٹھا کر سمت آسمان بلند کئے اور یہ دعا مانگی۔ اللهم ان هذا ان ہذکو ان اتھما بجانمی فیما و قد زاونی فاغفر لھما و ادخلھما فی شفاعتہ ینھما محمد علیہ السلام امیر المومنین عمر نے کہا میں چاہتا ہوں کہ کل بھی تمہارے پاس آکر کچھ دیر تک تمہاری صحبت سے فائدہ اٹھاؤں۔ اس نے کہا سبحان اللہ تم کس خیال میں پڑے ہو یاد رکھو کہ دنیائے فانی بڑی بے وفا ہے اس نے بہت سے اولو العزم اور اقبال مند بادشاہوں کو جتلائے زوال کیا اور اکثر نامور سرداروں کو نیچا دکھایا ہے جو شخص آج کی زندگی کی امید رکھتا ہے وہ کل کی حیات کی بھی امید کر سکتا ہے اور جو شخص کل کی زندگی کا بھروسہ کر سکتا ہے وہ ایک ہفتہ کا بھی بھروسہ کرتا ہے۔ اور ایک مہینہ کی امید حیات رکھنے والا ایک برس کی بھی امید باندھ سکتا ہے اور اس میں شک نہیں کہ وہ اپنی مراد کو نہ پائے گا۔ اور جو شخص اس فریب دینے والی دنیا کو ترک کر دے گا اور اس

کی بے حقیقت اشیاء کا آرزو مند نہ ہو گا بلکہ اپنی ہمت کو صرف نیکی اور باقی رہنے والی چیزوں سے متعلق رکھے گا وہ اسی دنیا میں اپنی مرازیں پالے گا اور حور و غلمان، قصر و ولدان نہریں اور درخت تمام اقسام کے میوے اور پھل سب کچھ حاصل ہو جائیں گے۔ اس قسم کی اور بھی چند نصیحت آمیز باتیں کہیں اور رخصت کر کے سلام کیا اور چل دیا۔ دونوں اس کو دیکھتے رہے یہاں تک کہ ان کی نگاہوں سے غائب ہو گیا۔

اس کے بعد حضرت عمر اس کے خبر کے جو یا رہے۔ ہر شخص سے دریافت کرتے تھے مگر کسی نے کچھ نہ بتایا۔

القصد جس وقت امیر المومنین علیہ السلام مع لشکر بہ ارادہ جنگ معاویہ ابن ابی سفیان جانب شام روانہ ہوئے۔ بقول حرم بن حیان اس نے اویس قرنی کو دیکھا کہ جناب امیر المومنین کی خدمت میں حاضر ہو کر سلام کیا اور آپ اس کے آنے سے بت شادمان ہوئے۔ مرحبا کہا اور بہت سی مدارات کی۔ اویس حضرت کے ساتھ ساتھ رہتے تھے یہاں تک کہ جنگ صفین میں شہید ہو گئے۔

اب امیر المومنین علیہ السلام نے خطبہ پڑھ کر دوستوں اور دیگر اشخاص کو شام پر چڑھائی کرنے اور شامیوں سے لڑنے کی ترغیب دی اور فرمایا اے مسلمانو دین اور سنت کے دشمنوں اور شیطانی گروہوں سے لڑنے میں جلدی کرو۔ گناہ گاروں، باغیوں اور ساجرو انصار کے قاتلوں کے قتل میں عجلت اختیار کرو۔ تمام لوگوں نے آپ کے ارشاد کو منظور کیا اور آپ کے ہمراہ روانہ ہوئے۔ کوفہ کے پل کو عبور کر کے ابو سیرہ کی مسجد کے مقام پر اترے۔ نماز ادا کی پھر وہاں سے کوچ کر کے ابو موسیٰ کے دیر کی طرف جو کوفہ سے دو فرسنگ پر تھا بڑھے۔

وہاں پر بھی نماز پڑھی۔ نماز سے فارغ ہو کر امیر المومنین علیہ السلام نے یہ تسبیح پڑھی: سبحان اللہ من بولع اللیل فی النہار و بولع النہار فی اللیل پھر وہاں سے روانہ ہو کر دو منزلیں طے کرتے ہوئے سر زمین بابل پر پہنچے۔ آپ نے اپنے گھوڑے کو تیز کیا اور لشکر کو بھی حکم دیا کہ اس سر زمین سے بھجرت گزر جائیں کیونکہ یہاں دلیل ہو گی اور بہت سے آدمی اس میں زندہ درگور ہو جائیں گے۔ لشکر نے بھی چلنے میں جلدی کی۔ اس جگہ سے گزر کر قیام فرمایا نماز ظہر ادا کی۔ پھر سوار ہوئے اور چلتے چلتے زمین کربلا پر گزر ہوا۔ دریائے فرات کے کنارے پہنچ کر چند کھجوروں کے درختوں کو جو وہاں موجود تھے ملاحظہ کیا پھر عبداللہ ابن عباس سے پوچھا تو اس مقام کو جانتا ہے کہ یہ کون سی جگہ ہے۔

اس نے عرض کی میں نہیں جانتا۔ آپ نے فرمایا اگر واقف ہو جائے کہ یہ کونسی جگہ ہے تو بے اختیار رووے گا۔ پھر خود اس قدر روئے کہ ریش مبارک آنسوؤں سے تر ہو گئی۔ پھر فرمایا آہ مجھے آل سفیان سے کیسا پالا پڑا ہے۔ اس کے بعد آپ نے حضرت حسین کو بلایا اور فرمایا اے فرزند صبر کر اور دیکھ کہ تیرا باپ آل سفیان سے کیسے صدمے اٹھا رہا ہے کل کو تو بھی ان کے مظالم سے گا۔ پھر سوار ہو کر کچھ دیر تک زمین کربلا میں ادھر ادھر پھرتے رہے۔ گویا کسی گم شدہ چیز کو ڈھونڈ رہے ہیں۔ پھر اتر پڑے، پانی طلب کر کے وضو کیا پھر کھڑے ہو کر چند رکعت نماز ادا کی۔ لشکر بھی زمین نیوا پر دریائے فرات کے کنارے اتر پڑا۔

اس کے بعد آپ کی ذرا آنکھ لگ گئی۔ تھوڑی دیر بعد اس طرح بیدار ہوئے جیسے کوئی کسی شے سے ڈر گیا ہو۔ عبداللہ ابن عباس کو بلا کر کہا میں نے ایک عجیب خواب دیکھا ہے۔ اس نے کہا فرمائیے وہ کیا خواب ہے۔ امیر المومنین نے فرمایا میں ابھی سویا تھا خواب میں دیکھا کہ سفید چہرے والے آدمی تلواریں لٹکائے اور سفید علم ہاتھوں میں لیے آسمان سے اتر رہے ہیں اس سر زمین پر انہوں نے خط کھینچا ہے۔ پھر کیا دیکھتا ہوں کہ یہ کھجوروں کے درخت اپنی شاخوں کو زمین پر دے دے مار رہے ہیں اور ایک خون آلود دریا بہ رہا ہے اور میرا فرزند اس دریا میں کھڑا فریاد کر رہا ہے کوئی اس کی فریاد نہیں سنتا، وہ مدد مانگتا ہے

اور کوئی اس کی مدد کو نہیں پہنچتا اتنے میں وہی سفید چہرہ والے آدمی جو آسمان سے اترے تھے یہ منادی کرتے اور کہتے ہوئے نظر آئے کہ اے آل رسول صبر کرو اور آگاہ رہو کہ تم بدترین مخلوقات کے ہاتھ سے مارے جاؤ گے۔

اے حسینؑ بشت تیری آرزو مند ہے۔ پھر میرے پاس آکر پرسا دیتے ہیں اور کہتے ہیں اے ابو الحسنؑ تجھے خوش خبری ہو کہ اللہ تعالیٰ بروز قیامت تیری آنکھوں کو تیرے فرزند حسینؑ کے دیدار سے روشن کرے گا۔ یہ خواب دیکھ رہا تھا کہ میری آنکھ کھل گئی۔ اس خدا کی قسم جس کے قبضے میں علیؑ کی جان ہے کہ جس طرح میں نے خواب دیکھا ہے اسی طرح مجھ سے صادق القول ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے بیان فرمایا تھا۔ کہ اس وقت تو دشت کربلا میں ایسا خواب دیکھے گا جبکہ باغیوں سے لڑنے کے لیے جاتے وقت وہاں سے گزر ہو گا۔ یہ وہی زمین کربلا ہے جہاں میرے فرزند حسینؑ اور اس کے دوستوں اور فاطمہؑ دختر رسول خداؑ کی اولاد میں سے ایک جماعت کو دفن کریں گے۔ یہ جگہ بڑی مشہور ہے۔ جسے اہل آسمان کرب و بلا کہتے ہیں۔ اسی جگہ سے قیامت کے دن ایسے آدمی اٹھیں گے جنہیں بغیر حساب داخل جنت کریں گے۔ پھر فرمایا اے ابو عبد اللہ اس جگہ ہرنوں کے بیٹھنے کی جگہ تلاش کر۔ اس کا بیان ہے کہ میں کچھ دیر ڈھونڈتا رہا آخر کار ان کے لیٹنے کی جگہ دیکھی۔ اور امیر المؤمنین علیؑ السلام کی خدمت میں آکر عرض کی کہ ہرنوں کی خواب گاہ مل گئی ہے۔ مجھ سے اس خبر کو سن کر فرمایا اللہ اکبر جناب رسول خداؑ نے صحیح فرمایا تھا۔ پھر اٹھ کر تیز تیز چلے اور اس جگہ پہنچ کر ہرنوں کی بیٹگنیوں میں سے ایک مٹھی بھری اور سو گنکھ رہے تھے۔ ہم دیکھ رہے تھے کہ ان بیٹگنیوں کا رنگ مثل زعفران تھا اور ان میں سے منک کی بو آرہی تھی۔ امیر المؤمنین نے فرمایا ہاں جناب رسول خداؑ نے ایسا ہی ارشاد فرمایا تھا۔ پھر فرمایا اے عبد اللہ تجھے بھی اس حال کی کیفیت معلوم ہے میں نے کہا نہیں۔ فرمایا کہ ایک دفعہ حضرت عیسیٰ کا گزر حواریوں سمیت اس جگہ ہوا۔ اور ان بیٹگنیوں کو میری طرح آپ نے بھی سو گنکھا ہے۔ پھر ہرن کے پاس آکر کھڑے ہو گئے ہیں اور حضرت عیسیٰ اور ان کے حواری خوب روئے۔ مگر حواری رونے کا سبب نہ جانتے تھے۔ آخر کار ایک حواری نے پوچھا یا روح اللہ آپ کے رونے کا کیا سبب ہے۔ اور آپ اس جگہ کیوں ٹھہرے جناب عیسیٰ نے فرمایا اے حواریو تم اس سرزمین کو جانتے ہو انہوں نے کہا ہمیں کچھ معلوم نہیں برائے مہربانی آپ فرمائیں کہ یہ کیا جگہ ہے۔

حضرت نے فرمایا یہ وہ زمین ہے جس پر رسول خداؑ کے فرزند کو قتل کریں گے اور وہ صاحبزادہ آپ کی دختر پاک و پاکیزہ ثانی مریم بنت عمران کا بیٹا ہو گا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے جب بیٹگنیوں کی مٹھی بھر کر اٹھائی اور سو گنکھی تو فرمایا یہ بیٹگنیاں اس صحرا کے ہرنوں کی ہیں اور اس سرزمین پر چرنے کے سبب یہ خوشبو پیدا ہو گئی ہے۔ اے خدا تو جناب محمد مصطفیٰ کے بیٹے کے باپ کو یہ بیٹگنیاں سو گنکھاؤ تاکہ وہ ان سے تسلی پائے۔ اے عبد اللہ جس وقت میں سوار ہو کر اس کے گرد پھرا تھا تو ہرنوں کی اس خواب گاہ اور بیٹگنیوں کا متلاشی تھا۔ اے عبد اللہ یہ وہی بیٹگنیاں ہیں جن کو حضرت عیسیٰ نے ہاتھ میں لیا اور سو گنکھا ہے اس زمانہ سے اب تک اسی جگہ پڑی رہی ہیں اور درازی زمانہ کے سبب رنگت ان کی زرد ہو گئی ہے۔ یہ جگہ زمین کرب و بلا کہلاتی ہے۔

اس کے بعد حضرت علیؑ السلام بہت روئے اور کہا کہ اے خدا میرے فرزند کے قاتل کی عمر میں ایذا فرما اور اس شقی کو ہمیشہ کا لعنتی کر۔ اب حضرت کے رونے کی آواز بلند ہوئی اور اس قدر روئے کہ غش آگیا تمام مہربانی آپ کے رونے سے غمگین ہوئے۔ اور رونے لگے۔ جس وقت ہوش آیا اٹھ کر آٹھ رکعت نماز اس طرح ادا کی کہ ہر دو رکعت کے بعد سلام پھیرتے جاتے تھے پھر ان بیٹگنیوں کو اٹھا کر سو گنکتے تھے اور اپنے فرزند حسینؑ کی تسلی اور ولداری کرتے تھے اور صبر کی وصیت فرماتے تھے اور کہتے جاتے تھے کہ اے راحت جان مصطفیٰ صبر کرو اور اے غنچہ گل خدا صبر کرو پھر ان بیٹگنیوں کی

خاک کی ایک مٹھی بھر کر تھیلی میں بھری اور پیراہن کے اندر رکھ کر فرمایا میرے مرنے کے وقت تک یہ خاک تھیلی میں رہے گی۔ اے پیر عباس جس وقت تو اسے مثل خون دیکھے تو یقین کر لینا کہ میرا حسین شہید ہو گیا ہے۔

ابن عباس کہتا ہے کہ میں ہر وقت اس تھیلی کا خیال رکھتا تھا اور نگران رہتا تھا اور حضرت امیر المومنینؑ کے وفات کے بعد اس تھیلی کو ہر روز دیکھ لیتا تھا۔ سفین کی جنگ اور نہروان کے خارجیوں کی لڑائی کے بعد حضرت علیؑ کو فہ واپس تشریف لائے ہیں تو ایک دن اعمور ہمدانی سلام کرنے کے لیے آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ دیکھا بہ غمگین ہیں۔ عرض کیا یا امیر المومنین آپ کس وجہ سے غمگین ہیں فرمائیے کہ ہم جاں نثار اس غم کے فیض کے لیے کوشش کریں ورنہ ہم بھی آپ کے ساتھ شریک اندیشہ ہوں کیا آپ اہل شام سے لڑنے اور باغیوں کے قتل کرنے پر افسوس کر رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا میں عہد شکن اور باغی جماعت کے مقابلے میں حق پر تھا۔ جس سے مجھے بہت بڑی خوشی ہے لیکن میرا رنج اس خواب کی وجہ سے ہے جو شام کو جاتے ہوئے زمین کر بلا میں دیکھا تھا اور حسینؑ کو اس حال سے مشاہدہ کیا تھا کہ آسمان پھٹ پڑے ہیں، پھاڑ ڈب کر زمین سے ٹل گئے اور درختوں کی چوٹیاں زمین سے ٹکراتی ہیں۔ اس وقت ایک آواز سنی جاتی تھی کہ حسین ابن علیؑ کو مار ڈالا خدا انہیں عارت کرے۔ جس وقت سے میں نے یہ سخت دردناک خواب دیکھا رنجیدہ اور غمگین رہتا ہوں۔ اعمور ہمدانی نے کہا انشاء اللہ بہتر ہی ہو گا۔

امیر المومنینؑ نے فرمایا اسے حادثہ یہ خدا تعالیٰ کا حکم اور قضا میرم اور تقدیری امر ہے جو کسی طرح نل نہیں سکتا۔ صبر اور تسلیم و رضا کے سوا کوئی چارہ نہیں واللہ الحکم والیہ راجعون۔ خدا ہی کے لیے حکم ہے اور اسی کی طرف ہم رجوع کرنے والے ہیں۔ جناب رسول خداؐ نے مجھے حال سے مطلع کیا ہے کہ یزید علیہ لعنتہ میرے نور چشم راحت جان حسینؑ کو شہید کرے گا۔

زبیر بن ارقم بیان کرتا ہے کہ جب عبدالرحمن بن ملجم نے حضرت علیؑ کو زخمی کیا اور آپ بستر پر لیٹے تھے اور زندگی کی امید قطع ہو چکی تھی تو میں آپ کے پاس گیا تھا کیا دیکھتا ہوں کہ حسینؑ کو اپنے سینے سے لگائے ہوئے فرما رہے ہیں اے میرے نور چشم اور پیغمبر خدا محمدؐ بن عبداللہ کی راحت جان میں دیکھتا ہوں کہ تجھے قتل کریں گے۔ میں نے پوچھا یا امیر المومنینؑ وہ کون بد بخت شقی ہو گا جو انہیں شہید کرے گا۔ آپ نے فرمایا اے زبیر حسینؑ کو اس امت کا لعنتی قتل کرے گا جسے خدا توبہ کی توفیق نہ دے گا اور ایسے وقت گرفتار اجل ہو گا جب کہ شراب پئے ہوئے اور بدست ہو گا سب سے بری حالت میں یعنی جب کہ اس کے پیٹ میں شراب بھری ہوئی ہو گی مرے گا۔

زبیر کہتا ہے کہ میں آپ سے یہ خبر سن کر رونے لگا جناب امیر علیہ السلام نے فرمایا رونے سے کیا فائدہ۔ یہ تو شدنی امر ظہور میں آنے والا واقعہ ہے۔

بے حکم او نیتد بر کے زیج شلخ از جرم خاک تباہ محلے کہ مشتریست

یعنی زمین کی خام سے لے کر مشتری کے مقام آسمان تک ایک پتہ بھی حکم الہی بغیر شلخ سے علیحدہ نہیں ہو سکتا۔ لامرہ نقاضانہہ ولا معقب لحکمہ

الغرض جناب امیر المومنینؑ اور لشکر نے صحرائے کر بلا سے کوچ کیا اور چلتے چلتے مدائن کے ساباط تک پہنچے۔ گروہ آتے اور حاجات طلب کرتے تھے۔ جناب امیر علیہ السلام بھی ان پر لطف و کرم فرماتے تھے۔ پھر وہاں سے روانہ ہو کر اس مقام پر پہنچے اور قیام کیا جہاں کسری کے محل اور دیوان خانہ بنے ہوئے تھے۔ آپ کے لشکر کا ایک جوان جریر بن مہم بن طریف جیسی ان مکانات کی سیر کو نکلا۔ ان عالی شان اور مستحکم تعمیرات، وسیع باغات، حوضوں، نہروں اور دلکش سیرگاہوں کو دیکھ کر

از راہ عبرت بطور تمثیل یہ شعر پڑھا۔

جوت الريح على مكان ديارهم فانما كانوا على سعاد

حضرت علی علیہ السلام نے اس کی آواز سنی اور فرمایا ان درو دیوار اور اشجار و انہار کے نظارہ کے وقت اگر اس شعر کے بجائے قرآن شریف کی یہ آیت پڑھتا تو نہایت موزوں ہوتا۔

لم ترکوا امن جنات و عیون و زروع و مقام کریم و نعمتہ كانوا فیہا لاکھین کفلاک و اورثناھا اخرین فما بکت علیہم السماء و الارض و ما كانوا یسئلون ان ھو لاء كانوا وارثین فاصبحوا موروثین

کسری اور اس کے عزیز و اقارب خدم و حشم کے وہ لوگ تھے جنہیں اللہ تعالیٰ نے طرح طرح کی نعمتیں اور قسم قسم کے سامان خاص کرامت فرمائے تھے۔ ہنروں اور عطیات عظمیٰ میں دوسروں سے ممتاز کیا تھا۔ انہوں نے ان بخششوں کی قدر نہ جانی۔ شکرگزاری سے منہ موڑا اللہ تعالیٰ نے بھی ان سے وہ نعمتیں کم کر دیں یہاں تک کہ بڑی بڑی املاک اور سامانوں کے وارث بننے کے بعد نیست و نابود ہو گئے اور وہ محل و مکانات اور جائیدادیں دوسروں کے لیے چھوڑ گئے۔ یاد رکھنا چاہیے کہ شکر کرنے سے نعمت میں ترقی ہوتی ہے۔ ناشکری اور گناہ گاری انسان کو جتلائے عذاب و ہلاکت کرتی ہے۔

جناب امیر المومنینؑ نے حکم دیا کہ سفر جاری رکھیں۔ پھر منزل ابنار میں قیام کیا۔ باشندگان ابنار نے نہایت عمدہ طور سے استقبال کیا اور بطور نذرانہ زرقنقد اور سامان رسد لائے اور معقول سامان پیش کیا۔ آپ نے پوچھا کہ یہ سامان اور طعام کس لیے لائے ہو۔ انہوں نے کہا ہمارا معمول ہے کہ امیروں اور بزرگوں کی خدمت میں اسی قسم کی چیزیں پیش کرتے اور طعام و تحائف نذر میں دیتے ہیں اسی سبب سے حضور کے پاس لے کر آئے ہیں۔ آپ نے فرمایا میں اس شرط پر اس اسباب کو قبول کرتا ہوں کہ اس کی قیمت تمہارے محصول سے وضع کر دوں اور اس کھانے کی قیمت نقد دے دوں۔ انہوں نے کہا کھانے کی قیمت لینا ہمارے لیے سبکی کی بات ہے۔ اگر آپ مہمانی کے طور پر قبول نہیں فرماتے تو آپ کے لشکر میں ہمارے بہت سے دوست ہیں اجازت مل جائے کہ ان کے پاس پہنچا دیں۔ حضرت نے فرمایا اس امر کی اجازت ہے کہ کھانے سے اپنے دوستوں کی خاطر تواضع کرو میں اب اس بات سے منع نہیں کرتا۔ مگر میرا کوئی خدمتگار تم سے کوئی تھوڑی بہت شے طلب کرے تو مجھے ضرور اطلاع کرو۔

نقد لوگوں کا بیان ہے کہ حضرت علیؑ نے ابنار میں دو روز قیام کیا تیسرے روز روانہ ہوئے اثناء راہ میں صحرائے بے آب و گیاه ملا۔ لشکر نے پانی ساتھ نہ لیا تھا پیاس سے بے تاب ہوئے۔ دور سے ایک صومعہ یعنی آتش پرستوں کی عبادت گاہ نظر آئی۔ حضرت گھوڑا بڑھا کر وہاں پہنچے ایک راہب صومعہ میں رہتا تھا آواز دے کر اسے بلا یا۔ اس نے بالائے بام سر نکال کر جواب آواز دیا۔ آپ نے پوچھا یہاں پانی کس جگہ ملے گا ہمارا لشکر پیاسا ہے اس نے کہا میرے واسطے بھی دو فرسنگ گئے فاصلے سے پانی آتا ہے۔ اس جگہ سے قریب تر پانی کی اور کوئی جگہ معلوم نہیں۔

حضرت امیر المومنینؑ نے اس سے پھر کچھ نہ کہا۔ گھوڑا بڑھا کر کچھ دور گئے اور ایک جگہ پر ٹھہر کر کچھ سوچا، گھوڑے کو اس زین کے گرد ادھر ادھر پھیر کر فرمایا اس جگہ کو کھودو مجھے معلوم ہوتا ہے کہ یہاں پانی بہت نزدیک موجود ہے۔ لوگوں نے تھوڑا سا ہی کھودا تھا کہ ایک گول پتھر چبکی کے پاٹ جیسا برآمد ہوا اور وہ ایسا صاف ستھرا تھا گویا سونے سے طبع کیا ہے حضرت نے حکم دیا کہ اس پتھر کو اٹھاؤ۔ ایک سو جوانوں نے کوشش کی مگر نہ ہلا۔ آپ یہ دیکھ کر گھوڑے سے اترے اور پتھر کے قریب کھڑے ہو کر لیوں کو جنبش دی اور کچھ پڑھا کہ دو سرا شخص نہ سن سکا۔ اس کے بعد دست مبارک سے اس پتھر کا سرا پکڑا اور بسم اللہ الرحمن الرحیم کہہ کر ایک طرف پھینک دیا۔ اس پتھر کے نیچے سے ایسا عمدہ صاف شیریں اور

خوشگوار پانی نکلا کہ اس سے پہلے کبھی کسی نے ایسا پانی نہ پیا تھا۔ لوگوں نے آواز بکبیر بلند کی۔ اس چشمہ میں سے پانی پیا، گھوڑوں اور چوپایوں کو بھی پلایا۔ امیر المومنینؑ نے حکم دیا کہ مشکیں بھرو اور یہاں سے پانی ہمراہ لے لو مبادا آگے بھی پانی موجود نہ ہو۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ کے ناموں میں سے کوئی نام لیا اور دونوں ہاتھوں سے اس پتھر کو اٹھا کر چشمہ پر رکھ دیا۔ اور فرمایا کہ مٹی ڈال کر جیسا تھا ویسا ہی ہموار کر دو۔

قصہ راہب

امیر المومنین علیہ السلام کی برکت سے چشمہ آب کی نمود

بعد سوار ہو کر چلے اور منزل پر پہنچ کر پانی خراب اور قلیل پایا حکم دیا کہ کچھ لوگ واپس جا کر اسی چشمے کا پانی لائیں۔ کچھ سوار گئے اور اس صومعہ کے پاس چشمہ کو بہت تلاش کیا۔ لیکن کہیں پتہ نہ پایا۔ راہب کے پاس پہنچے اور پوچھا کہ صومعہ کے قریب والا چشمہ جس سے امیر المومنین علیہ السلام نے پانی نکال کر تمام لشکر کو پلایا تھا کہاں ہے۔ راہب نے کہا میں نہیں جانتا مگر اس قدر سنا ہے کہ صومعہ کے قریب عمرہ پانی کا ایک چشمہ ہے جسے حوا کہتے ہیں۔ اور اسی چشمہ کے پانی سے اس صومعہ کو تعمیر کیا گیا۔ لیکن میں اس قدر عرصہ سے یہاں رہتا ہوں کبھی اس چشمہ کو نہیں دیکھا۔ ہاں یہ سنا ہے کہ کہ اس چشمہ کا پانی ستر بیخبروں اور ان کے اوصیاء نے پیا ہے اور پیغمبر یا اس کے وصی کے سوا اور کوئی شخص اس چشمہ کا پانی نہیں نکال سکتا۔ ان لوگوں نے اس چشمہ کو ہر چند تلاش کیا مگر نہ پایا۔ واپس آ کر جناب امیرؑ کی خدمت میں راہب کا قول عرض کیا۔ آپ نے یہ حال سن کر کچھ نہ فرمایا۔

پھر اس منزل سے بھی کوچ کیا اور مقام بیت میں اترے اور وہاں سے چل کر منزل اقطار میں قیام فرمایا۔ یہ بہت اچھی جگہ تھی۔ آپ کے حکم سے یہاں ایک مسجد بنا لی گئی جو عرصہ دراز تک قائم رہی کہتے ہیں کہ اب بھی اس کے آثار موجود ہیں۔

اس کے بعد دریائے فرات سے گزر کر علاقہ ورش میں بلاد جزیرہ تک سفر کیا وہاں سے سمت رقد رخ کیا اور موضع بلخ پر پہنچے یہاں پر ایک بڑا دریا تھا۔ جناب امیر المومنینؑ نے اس دریا کے کنارے قیام فرمایا، قریب ہی ایک صومعہ تھا جس میں ایک راہب رہتا تھا۔ یہ دیکھ کر جناب امیر علیہ السلام نے قیام فرمایا، وہ خدمت اقدس میں حاضر ہوا۔ وہ عیسائی مذہب رکھتا تھا۔ اب جناب امیر المومنینؑ کے دست مبارک پر اسلام لایا۔ آپ نے اس پر بڑی مہربانی فرمائی۔ اس نے کہا میرے پاس ایک کتاب ہے جسے حضرت عیسیٰؑ کے ہاتھ کی لکھی ہوئی بتاتے ہیں۔ اگر حکم ہو تو حاضر کروں آپ نے فرمایا لاؤ۔ میں دیکھوں تو۔ وہ جا کر ایک کتاب اٹھا لایا بہت ہی پرانی تھی قریب تھا کہ ناقابل قرات ہو جاتی۔ جناب امیر المومنینؑ نے اس کتاب کو لے کر بوسہ دیا۔ بغور ملاحظہ فرمایا پھر اسی راہب کو دے کر کہا۔ پڑھ اس میں کیا لکھا ہے۔ راہب کسی قدر پڑھا لکھا تھا۔ اس نے پڑھنا شروع کیا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ اللہ تعالیٰ نے جو کچھ کرنا تھا کیا اور جو حکم دینا تھا دیا۔ اور جو واقعات ظہور میں لانے تھے لایا۔ مگر تمام امور میں سے ایک یہ ہے کہ آخری زمانہ میں ایک امی پیغمبر دنیا میں بھیجے گا کہ وہ دنیا کے لوگوں کو کتاب خدا اور نیکی کی تعلیم کرے گا۔ اور سب کو راست راہ دکھائے گا۔ وہ پیغمبر نہایت حلیم و رحیم ہو گا بد خواہ اور سخت دل نہ ہو گا نہ بلند آواز سے بولے گا بدی کا بدلہ بدی سے نہ لے گا بلکہ معاف فرمائے گا اور اہل خطا سے درگزر کرے گا۔ اس کی امت کے لوگ

اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کرتے ہوں گے اور ہر وقت اور ہر حالت میں خدا کو یاد کرتے اور زبان پر اس کے نام کی تسبیح جاری رکھتے ہوں گے۔ اور خدائے جل جلالہ کی نعمتوں کے بڑھ کر شکر گزار ہوں گے۔ جو شخص اس پیغمبر سے دشمنی اور عداوت رکھے گا وہ ذلیل و خوار ہو گا اور اللہ تعالیٰ تمام دشمنوں پر اس کو مظفر و منصور فرمائے گا اس پیغمبر کی وفات پا جانے اور جو ار رحمت الہی میں پہنچ جانے کے بعد امت میں اختلاف واقع ہو گا چند سال انہی لوگوں میں خلافت رہے گی۔ پھر ایک مرد اسی امت میں سے ایک دفعہ اس دریا کو عبور کرے گا جس کی عادت و خصلت یہ ہو گی کہ نیک کاموں کی ہدایت اور برے کاموں سے منع کرتا ہو گا اور خلقت کو حق کی طرف رجوع کرے گا رشوت نہ لے گا دنیاوی مال و دولت کو حقیر جانے گا وہ دنیا کو اس سے بھی زیادہ خوشی کے ساتھ ترک کرے گا جیسے کوئی پیاسا شراب کو خوش ہو کر پیتا ہے۔ وہ خدا تعالیٰ سے ڈرنے والا اور ظاہر و باطن میں اوامر و نواہی الہی پر عمل درآمد کرنے والا ہو گا۔ لوگوں کا برائیاں کرنا اسے حق کے راستے سے باز نہ رکھے گا۔ جو شخص اس پیغمبر کو دیکھے گا ایمان لے آئے گا۔ اس سے خدا راضی ہو گا۔ اور بہشت کرامت فرمائے گا۔ اور جو شخص اس کی امت میں سے اس شخص سے ملے جو اس دریا کو عبور کرے گا اور مارا جائے گا وہ شہید ہو گا تو لازم ہے کہ اس کی مدد کرے کیونکہ وہ وصی پیغمبر ہو گا۔ اور جو شخص اس کے ہمراہ ہو کر دشمنوں سے جنگ کرے گا اور مارا جائے گا وہ شہید ہو گا۔ اس کے بعد راہب نے عرض کی میں آپ کے ہمراہ رہوں گا اور آپ سے جدا نہ ہوں گا۔ ظاہر و باطن سختی و شدت میں آپ کا ساتھ دوں گا۔

۶۷

از تو نشوم جدا مگر بکشندم!

یعنی میں آپ سے جدا نہ ہوں گا یہاں تک کہ مجھے ہلاک کر ڈالیں۔ امیر المومنین نے راہب کی یہ باتیں سن کر اور اپنے ہمراہی کی خواہش دیکھ کر کہا اللہ جل شانہ کا شکر ہے کہ اس نے میرے نام کو پہلے لوگوں کی کتابوں میں شامل فرما کر مجھے برگزیدہ اور نیک لوگوں میں شمار کیا ہے۔

اس کے بعد آپ نے وہاں سے بھی کوچ کیا۔ وہ راہب بھی ہمراہ ہو لیا کسی وقت بھی آپ سے علیحدہ نہ ہوتا تھا، کھانا بھی آپ ہی کے ساتھ کھاتا یہاں تک کہ صفین کے مقام پر پہنچے اور وہاں شہید ہو گیا۔ جناب امیر کے حکم سے اسے شہداء میں سے تلاش کر کے نکالا گیا۔ اس پر نماز جنازہ پڑھ کر دفن کیا گیا۔ حضرت علیؑ نے قبر کے سرہانے کھڑے ہو کر اس کی بخشش کی دعا مانگی اور فرمایا یہ ہمارا دوست ہے۔ غرض مقام رقبہ پر پہنچے۔ یہاں کے باشندے معاویہ کے دوست اور عثمان کے خیر خواہ تھے۔ امیر المومنینؑ کو اپنی طرف آنا ہوا دیکھ کر قلعہ بند ہو بیٹھے۔ آپ نے دریائے فرات پر چھاؤنی ڈال دی۔

معاویہ کے نام جناب امیر کا نامہ

پھر معاویہ کو اس مضمون کا خط لکھا۔ عبد اللہ علی امیر المومنین کی طرف سے معاویہ بن ابی سفیان کو معلوم ہو کہ اللہ تعالیٰ کے کچھ بندے ایسے ہیں جو قرآن شریف پر ایمان لائے ہیں۔ کلام الہی کی تفسیر اور تاویل سے آگاہ ہوئے ہیں۔ علم فقہ سیکھا۔ سنت اور فرض شرعی امور سے واقفیت حاصل کی ہے اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کی فضیلت کا ذکر قرآن مجید میں فرمایا ہے اور ان کے حالات بیان فرمائے ہیں۔ تم اس وقت میں جناب رسول خداؐ کے دشمن تھے قرآن پر ایمان نہ لائے تھے۔ اللہ تعالیٰ کے دشمن تھے۔ اللہ تعالیٰ نے جناب مصطفیٰؐ کو مظفر و منصور کیا۔ مسلمان دلی رغبت سے ایمان لائے اور دین اسلام میں بڑے درجے حاصل کئے۔ جس شخص میں عقل موجود ہے وہ واجب سمجھے گا کہ حضرت محمد مصطفیٰؐ کے حقوق کو پہچانے اور قدر کرے اور اپنی حد سے آگے قدم نہ نکالے۔ اے معاویہ تو جانتا ہے کہ خلافت کے لیے تمام اشخاص میں

سے وہی آدمی بہتر اور لائق تر ہے جو جناب مصطفیٰ کا زیادہ قریبی اور رشتہ دار ہو۔ کتاب الہی کو اچھی طرح سمجھنا ہو، دینی شریعت اور اسلامی طریقوں سے واقف تر ہو اور سب سے پہلے مسلمان ہوا ہو، خدا کے راستے میں سب سے زیادہ جہاد کئے ہوں اسے معاویہ جس خدا کی طرف سب لوگوں کو پلٹ کر جانا ہے اس سے ڈر، حق امر کو باطل سے نہ ڈھانک اور یاد رکھ کہ وہی خدا کے بندے سب سے زیادہ بہتر ہیں۔ جو حق و باطل میں امتیاز رکھتے ہیں۔ علی ابن ابی طالبؑ تمہیں کتاب الہی اور سنت رسالت پناہی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف بلاتا ہوں۔ اگر میرا کہنا سنو گے راہ راست پاؤ گے اور دونوں جہان کی طرف سعادت حاصل کرو گے۔ اور اگر میری بات نہ مانو گے جہالت اور گمراہی میں پڑ کر ہلاک ہو جاؤ گے۔ والسلام علی من اتبع الهدی!

معاویہ کی طرف سے نامہ امیر المومنینؑ کا جواب

معاویہ نے جواب میں لکھا واضح ہو کہ حسد کے دس حصے کئے گئے ہیں ان میں سے نو حصے تجھ میں شامل ہیں۔ اور ایک حصہ تمام جہان میں۔ کیونکہ جناب رسول خداؐ کے بعد جو شخص خلیفہ مقرر ہوا اور جس کی امامت پر تمام مہاجر و انصار نے اتفاق کر لیا ہے تو نے ان پر بھی حسد کیا اور اپنی فضیلت و برتری ظاہر کرنی چاہی ہم تیرے قول و فعل اور جملہ حرکات و سکنات سے حسد کے آثار ملاحظہ کرتے ہیں۔ اور تو حرص کی نگاہوں سے دیکھتا رہا ہے جس وقت خلیفہ کی بیعت کرنی چاہیے تھی تجھے اسی طرح بیعت کے لیے بھیج کر لائے جس طرح بھاگے ہوئے اونٹ کی مہار پکڑ کر کھینچتے ہیں اور وہ بعالم مجبوری آتا ہے تو نے کبھی خوشی سے بیعت نہیں کی۔ خیر یہ تو اور بات تھی مگر عثمان کے حق میں جو تو نے ارادہ کیا تھا وہ تجھے نہ بھولا ہو گا اور اس کی زیادہ وضاحت کی ضرورت نہیں۔ اسی خدا کی قسم جس کے سوا دوسرا خدا نہیں کہ ہم خون عثمان کا بدلہ لیں گے اور اس کے قاتلوں کو خشکی یا سمندر ہی میں کسی جگہ کیوں نہ ہوں گرفتار کر کے ہلاک کریں گے ہم اس امر میں سعی کریں گے اور اپنی جانوں کے جاتے رہنے سے بھی کچھ اندیشہ نہ کریں گے۔

امیر المومنینؑ کا جواب

جناب امیر المومنینؑ نے جواب میں لکھا۔ تیرا خط پہنچا پڑھا۔ مضمون معلوم ہوا۔ حسد کی نسبت جو کچھ لکھا ہے محض تہمت لگائی ہے۔ معاذ اللہ میں دنیا میں کسی سے حسد نہیں کرتا۔

مستم کردہ مرا بخشد از چو من کا ملے حد ناید

تا جلال و جمال من . نیند دیدہ تیز ہیں ہی ماند

یعنی تو نے مجھے حسد سے مستم کیا ہے مجھ جیسے کامل انسان کو حسد نہیں ہو سکتا میرے جلال اور جمال دیکھنے کے لیے عقاب کی نظریں درکار ہیں۔ خلفاء سے بیعت میں جو میں نے تامل کیا اس کا سبب یہ تھا کہ جناب محمد مصطفیٰؐ کی وفات کے بعد جبکہ مہاجر و انصار میں مخالفت پیدا ہوئی اور ہر گروہ نے چاہا کہ خلیفہ ہم میں سے ہو اور قریش نے کہا کہ حضرت ہم میں سے تھے خلیفہ بھی ہم میں سے ہونا چاہیے تو سب نے اس بات کو تسلیم کر لیا تھا پس ہم اہل بیت رسالت خلافت کے لیے سب سے زیادہ مستحق و سزاوار ہوئے۔ عثمان کا معاملہ یہ ہے کہ جو کچھ اس کی ذات سے وقوع میں آیا ہے اور جو امور کتاب الہی اور سنت نبوی کے خلاف اس سے سرزد ہوئے تو خود ان سے آگاہ ہے اور یہ بھی جانتا ہے کہ اس کے قتل میں میرا کوئی دخل نہ تھا۔ اور رہا عثمان کے قاتلوں کا تذکرہ وہ جیسا تو لکھتا ہے کہ ان کے پکڑنے کی کوشش کروں گا وہ خود تیرے ہی تجسس میں لگے ہوئے ہیں۔ اگر تو اس مخالفت اور دشمنی سے باز نہ آئے گا اور اسی طرح گمراہی و جہالت میں مبتلا

رہے گا عنقریب تو انہیں اس طرح دیکھے گا جیسا دیکھنے کا حق ہے جس وقت لوگوں نے ابوبکر کی خلافت پر بیعت کی تھی تیرا باپ ابو سفیان میرے پاس آیا تھا اور کہنے لگا تو ابو تمہارے کے لڑکے کی نسبت امر خلافت کے زیادہ حق دار اور سزاوار ہو میں تمہارا معین و مددگار ہوں اور جو شخص تمہارا طرفدار نہ ہو کر کچھ بولے گا یا مخالفت ظاہر کرے گا میں اسے سامنے سے ہٹا دوں گا اس سے ابو تمہارے کا بیٹا ہٹ جائے گا اور خلافت تمہیں دلوا دوں گا۔ میں نے منظور نہ کیا اور جس امر پر مسلمانوں نے اتفاق کر لیا تھا میں نے نہ چاہا کہ طول پکڑے۔ اور امت محمد مصطفیٰ میں جنگ و جدل واقع ہو۔ تیرا باپ اس بات کو دل و جان سے کہتا تھا۔ اگر تو بھی میری طرح اپنے باپ کا حق پہچانے گا تو سعادت اور اپنی اصلاح حاصل کرے گا اور اگر انکار یا مخالفت اختیار کرے گا تو میں ابھی آن کر تیرا جواب دوں گا۔ والسلام!

معاویہ کا جواب

معاویہ نے جواب میں لکھا۔ اللہ تعالیٰ نے خلقت میں جناب محمد مصطفیٰ کو چن لیا اپنے احکام کا امین قرار دیا اور خلقت کی ہدایت کے لیے بھیجا مہاجر و انصار اور دوست و وزیر کرامت کے۔ سب آپ کی خدمت میں حاضر رہتے تھے۔ اور دل و جان سے ان کے احکام بجالاتے تھے۔ ہر شخص ایک مرتبہ اور حرمت رکھتا تھا صحابہ میں سب سے زیادہ افضل سب سے سوا نصیحت کرنے والے اور عالم ہر ایک سے زیادہ صاحب علم اور بزرگ استاد امت کے اتفاق و اجماع کے بموجب ابوبکر صدیق تھے اس لیے پیغمبرؐ کے بعد خلیفہ بنے ان کے بعد عمر خطاب اور ان کے بعد عثمان رضی اللہ عنہم اجمعین۔ تو ہمیشہ ابوبکر و عمر کا مخالف رہا ان کو دشمن رکھتا تھا یہاں تک کہ وہ دونوں عادات حمیدہ اور خصلت تسلیم و رضا پر رہ کر دنیا سے گزر گئے۔ ان کے بعد تو نے عثمان کی دشمنی اختیار کی حالانکہ عثمان تیرا داماد تھا تو نے قطع رحم کیا۔ اس کے حق اور حرمت اور رشتہ داری کا ذرا لحاظ نہ کیا۔ اس کی خوبیوں اور بزرگیوں کو عیوب اور برائیوں کے پردے میں لوگوں کے سامنے بیان کیا۔ ہر طرف سے سوار اور پیدل بلائے رسول خداؐ کے حرم میں جو کچھ کرنا تھا کیا پھر خود گھر میں ہو بیٹھا اور کچھ نہ بولا۔ یہاں تک کہ تیرے ہی محلہ میں اسے قتل کر دیا۔ تو اس کی عورتوں اور بچوں کی فریادیں اور رونے پینے کی آوازیں سنتا رہا اور مدد نہ کی۔ میں خدائے پاک کی قسم کھاتا ہوں کہ اگر تو اس کی مدد کے لیے اٹھ کھڑا ہوتا اور مفید لوگوں کو لٹکار دیتا اور انہیں سمجھاتا تو وہ تیرے کہنے سے نہ پھرتے اور تیرے حکم کو نہ ٹالتے مگر تجھے وہ فساد اچھا معلوم ہوتا تھا اور چاہتا تھا کہ اسے مار ڈالیں اور اس بات کا ثبوت یہ ہے کہ آج اس کے قاتلوں کو اپنے پاس رکھ چھوڑا ہے۔ ان کو عزیز و مکرم کیا ہوا ہے اور ان سے امداد و قوت چاہتا ہے، بھراب ان سے بیزاری کا اظہار کیا ہے اگر توجیح کرتا ہے تو عثمان کے قاتلوں کو علیحدہ کر اور انہیں میرے پاس بھیج دے کہ میں انہیں عثمان کے قصاص میں قتل کروں۔ اگر تو اس شب کاروائی کو اختیار کرے اور ان لوگوں کو میرے پاس بھیج دے تو میں سب سے پہلے تیرے پاس آکر تیری خلافت کو منظور کروں گا ورنہ اگر تو اسی طرح عثمان کے تمام قاتلوں کو اپنے گرد عزت و آبرو سے رکھے گا اور اس مخالفت پر مصر رہے گا تو میرے پاس تیرے اور تیرے دوستوں کے واسطے تلوار کے سوا اور کوئی شے موجود نہیں۔ والسلام!

جواب امیر المومنین

حضرت امیر المومنین نے جواب دیا کہ تیرا خط آیا۔ جو کچھ خدا کی طرف سے امت کی دوستی وین کی تقویت اور رسالت و نبوت کے واسطے محمد مصطفیٰ کے برگزیدہ اور پیغمبر ہونے کا حال لکھا ہے اور ان نعمتوں کا بھی ذکر کیا ہے جو اور پیغمبروں کی نسبت آپ کو خصوصیت کے ساتھ عطا ہوئی ہیں۔ سب کچھ معلوم ہوا بہت ہی خوب لکھا ہے شکر خدا کہ ایسا ہی ہوا ہے

اور اللہ تعالیٰ نے ان کو برگزیدہ اور وحی کو متواتر بھیجے سے عزیز اور مشرف فرمایا اور جو کچھ وعدے کئے تھے ان کو پورا کر دیا تمام دشمنوں پر فتح یاب کیا۔ آپ کا نام مشرق سے مغرب تک تمام ممالک میں پھیلا دیا۔ آپ کے ساتھ کسی غیر نے وہ عداوت و مخالفت اختیار نہ کی جس قدر آپ کے عزیزوں اور رشتہ داروں اور مقررین اور دوستوں نے کی۔ انجام کار سب کے سب رضا و رغبت سے یا مجبور و بے بس ہو کر فرمانبردار اور مطیع ارشاد ہو گئے اور سمجھ گئے کہ آپ ہی کے اوامرو نواہی کی پیروی موجب بہبودی ہے۔ بڑے تعجب کی بات ہے کہ یہ باتیں تو مجھے لکھتا ہے اور جن نعمتوں کو اللہ تعالیٰ نے ہمارے واسطے مخصوص کیا ہے انہیں ہمارے مقابلے پر بیان کرتا ہے تیری وہی مثل ہے جیسے کوئی شخص خرابہ میں اور زیرہ کمان میں بھیجے تو مجھ سے ان باتوں کا ذکر کیوں کرتا ہے اور اس تذکرہ سے تیرا کیا مطلب ہے تو یہ سمجھتا ہے کہ میں ان باتوں کو بھولا ہوا ہوں۔ خدائے جل شانہ کی نعمتیں جو جناب مصطفیٰ کی شان عالی اور جلال کامل کے ساتھ متواتر مجھ پر نازل ہوتی رہی ہیں کیا تو ان سے ناواقف ہے۔ اے معاویہ تو بڑا بے حیا آدمی ہے۔ سبحان اللہ علی ابن ابی طالب سے یہ کتا ہے کہ جناب محمد مصطفیٰ بڑے پیغمبر تھے۔ یہ امر تو میری اور تیری سعی اور کوشش سے بہت زیادہ بڑھ چڑھ کر ظاہر اور مشہور ہے تیرا یہ لکھنا کہ جناب مصطفیٰ کے اصحاب میں ابوبکر صدیق سب سے زیادہ فاضل تھے اور ان کے بعد فاروق، مجھے اپنی جان اور سر کی قسم کہ اسلام میں ان کا مرتبہ بلند تھا ان کے وفات سے میرے دل اور تمام مسلمانوں کے دلوں کو سخت رنج ہوا تھا۔ اللہ تعالیٰ ان پر رحمت نازل کرے اور اسلام کی خدمت گزاری میں جو جو کام کئے اور بری رسوم مٹائیں خدا ان کی جزائے خیر دے تو نے جو لکھا ہے کہ عثمان ان میں سے تیسرا خلیفہ ہے اور ان کے اعمال نیک اور مدارج عالیہ کی فہرست درج کی ہے تجھے ان باتوں سے کیا علاقہ اگر وہ نیک تھے تجھے کیا فائدہ پہنچتا ہے اگر وہ برے تھے تو تیرا کیا نقصان، صدیق سے تیرا کوئی تعلق نہیں ہے نہ اس سے کوئی رشتہ داری یا تقرب حاصل ہے وہ صدیق تھا تو ہم میں سے تھا اور ہم سے علاقہ رکھتا تھا تجھے اس سے کیا نسبت، کیوں اس کا جیلہ پکڑتا ہے، فاروق تھا تو وہ بھی ہم میں سے تھا، حق اور باطل کو جدا رکھتا ہے، ہم میں اور ہمارے دشمنوں میں امتیاز کرتا تھا تو جو اس کی نسبت ایسا کچھ کہتا اور تعریف کرتا ہے اس کو اس سے کیا فائدہ اور نقصان پہنچتا ہے جیسا کچھ تھا ہم سے علاقہ رکھتا تھا۔ اور عثمان اگر نیک تھا تو اس کی جزا پائے گا اور اگر برا تھا اپنے اعمال کی سزا بھگتے گا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ان الابرار لفی نعمہ وان الفجار لفی جحیم یعنی نیک آدمی بہشت میں ہوں گے اور بدکار دوزخ میں۔ اے پسر ہند مجھے بتا کہ تو نے کیا نیک کام کئے ہیں۔ اور ان لوگوں کے افکار سے تیرا کیا مدعا ہے۔ کیا تو نہیں جانتا کہ علقا پر طلقاء اور احزاب پیر احزاب کو مہاجر و انصار کے اعمال و اقوال کی اصلاح سے علاقہ نہیں۔ چاہنا کام کر اور اپنی حد سے باہر نہ ہو اپنی چادر سے زیادہ پاؤں نہ پھیلا۔ الحمد للہ کہ حضرت محمد مصطفیٰ کو تمام عیبوں سے افضل و برتر کیا ہے اور ہمیں تمام مہاجر و انصار پر فوقیت اور فضیلت کرامت کی ہے۔ تجھے معلوم نہیں کہ ہم میں سے ہر شخص کو جس نے خدا تعالیٰ کے راستے میں شہادت کا شرف حاصل کیا بڑا رتبہ اور حرمت ملی ہے میرے چچا حمزہ کو جو شہید ہو گئے ہیں سید الشہداء کہتے ہیں اور جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو ستر کعبیوں سے مخصوص فرمایا اور خاص اپنے دست مبارک سے مدفون فرمایا ہے۔ میرے بھائی جعفر کو جس کے دونوں ہاتھ راہ خدا میں کانٹے گئے ہیں۔ انظلمار فی العبتہ لقب ملا ہے۔

ہمارے مسلمانوں نے اسلام میں ہمارے مسلمانوں پر فضیلت پائی ہے اور ہمارے کافروں نے کفر میں تمہارے کافروں پر ترجیح پائی۔ کیا تو نے نہیں سنا کہ میرے چچا عباس بن عبدالمطلب نے کیا کہا ہے۔

ابا طالب لا تقبل انہف منہم وان اتصفوا حتی نعتی و نطلما

الی قومنا ان یصفوننا فانصفت لواقبیت فی ایماننا تقطر الدما

تو کہہم لا تسحلون بعد ما لدی حرمت من سائر الناس محرما

اگر اللہ تعالیٰ مومنوں کو اپنی تعریف سے منع نہ فرماتا تو میں اپنے خاندان کے کچھ فضائل اور مناقب بیان کرتا جنہیں سن کر ہر ایک مسلمان مقرر ہوتا اور کوئی مومن ان سے انکار نہ کرتا اور اگر تو میرے مدارج حمیدہ اور مشہور عام نیکیوں اور مطرہ خوبیوں کو بھول گیا ہے یا تجھ سے پوشیدہ رہ گئی ہیں اور اب چاہتا ہے کہ میں ان میں سے کچھ تحریر کروں اور تجھے یاد دلاؤں تو کسی قدر لکھے دیتا ہوں۔ اے ہنرہ کے بیٹے اس فعل سے باز آ اور مجھے مجبور نہ کر کہ اظہار کروں۔ جن لوگوں نے تجھ پر از روئے شرف فضیلت حاصل کی ہے اور ان سے برابری نہ کر اور آگاہ ہو کہ ہم خدا تعالیٰ کے صنائع اور بدائع ہیں اور تمام لوگ ہمارے صنائع ہیں۔ ہمارا حکم بھی اس درجہ کا ہے کہ ہم ان لوگوں کے ساتھ نشست و برخاست رکھتے ہیں اور ان سے ملتے جلتے ہیں مشکوٰۃ نبوت ہم میں سے ہے اور شجر طعونہ تم میں ہاشم بن عبدمناف ہم میں سے اور امیہ جو سگ اخلاف ہے تم میں سے۔ شیبہ الحمد عبدالمطلب ہم میں سے اور کذاب مذہب تم میں سے۔ اسد اللہ ہم میں سے اور اس جناب رسول خدا کا نکالا ہوا تم میں سے۔ طیار فی الجنتہ ہم میں سے اور آفتاب الہی اور کتاب الہی اور سنت کا دشمن تم میں سے سیدۃ النساء العظیمین ہم میں سے اور حمانۃ الماطب تم میں سے اور خود جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دامادی کا شرف کافی ہے۔ قاتلان عثمان کے بارے میں جو لکھا ہے اور درخواست کی ہے کہ انہیں تیرے حوالہ کر دوں سو خون عثمان کی باز خواست تیرا حق نہیں ہے جو تو انہیں مجھ سے مانگتا ہے اور اگر اولاد اور رشتہ دار اپنے باپ کے قاتلوں کو طلب کریں تو جائز ہے تجھے اس امر سے کیا واسطہ اور کیوں مجھ سے قاتلان عثمان کو طلب کرتا ہے اگر بانیو جبہ دعویٰ کرتا ہے کہ تو عثمان کے بیٹوں سے زیادہ صاحب مقدرت ہے، تو جس امر کو مہاجر و انصار نے منظور کر لیا ہے اور اتفاق کے ہزمان ہو گئے ہیں تو بھی اس میں شریک ہو پھر قاتلان عثمان کو میرے سامنے لا کہ بموجب فرمان الہی ان کی نسبت حکم صادر کروں۔ تیرا یہ کہنا کہ میرے پاس تیرے اور تیرے دوستوں کے لیے سوائے شمشیر کے اور کوئی چیز موجود نہیں مجھے ہنسی دلاتا ہے اے جگر خوارہ کے بیٹے تو نے کس سے سنا اور کہاں دیکھا کہ عبدالمطلب کے بیٹے تلوار سے ڈر گئے ہیں اور یا جنگ میں کبھی دشمن کو پشت دکھائی ہے۔ جلدی نہ کر اتنی دیر توقف کر کہ ہم تیرے پاس پہنچ جائیں اور وہ تلواریں جن کے قبضے ابھی تک تیرے بھائی، خالو، تیری ماں کے چچا اور تیرے دوسرے بزرگوں کے خون سے رنگین ہیں تجھ تک پہنچ جائیں اس وقت تجھے دینداروں اور یقین والوں کی جنگ کا حال کھل جائے گا اگر تو فتنہ یاب ہوا تو بھی کچھ ہرج کی بات نہیں انا الی وینا مقبلون یعنی ہم اپنے رب کی طرف پلٹ کر جانے والے ہیں۔ و الاسلام علی عباد اللہ الصالحین اللہ کے نیک بندوں پر سلام۔ معاویہ نے جب اس خط کو پڑھا ہکا بکا رہ گیا۔ بہت ہی مضطرب اور پریشان ہوا نیند حرام ہو گئی۔ کچھ سمجھ میں نہ آتا تھا کہ اس خط کا کیا جواب دے۔ انجام کار یہ شعر لکھ بھیجا۔

لیس یعنی وین قبس عتاب غیر طعن الکلبی و ضرب الرقاب

جناب امیر المومنین علیہ السلام نے قرآن شریف کی یہ آیت اس کے حسب حال لکھ بھیجی۔

انک لا تہدی من احببت و لکن لا یہدی من بشاء و هو اعلم بالمہتدین

اس کے بعد امیر المومنین نے ہاشدگان رقد کو بلا کر کہا دریاے فرات پر پل پاندھیں تاکہ یہ لشکر دریا عبور کر جائے انہوں نے جواب دیا کہ ہم سے نہیں بندھ سکتا۔ حضرت نے سمجھ لیا کہ وہ معاویہ کے خیر خواہ ہیں کچھ نہ کہا اور حکم دیا کہ بچ کے پل کی طرف سے بڑھ کر پل پر سے عبور کر جائیں پھر خود سوار ہو کر اس طرف روانہ ہوئے اور لشکر نے بھی کوچ کیا۔ اشتر

نعی نے رقد والوں کو بلا کر کہا تم نے جناب امیر المومنین کے ساتھ بہت بڑی خطا کی اور انہوں نے مواخذہ تک نہ کیا۔ تم سخت بے حیا لوگ ہو خدا اور رسول کے گناہ گار ہو۔ آخر حضرت علیؓ نفس رسول ہیں اور تمام مہاجر و انصار اور بڑے بڑے صحابہ کے اتفاق سے وہ تم سب مسلمانوں کے امام برحق اور خلیفہ مطلق ہیں تم نے ان کے حکم کو حقیر سمجھ کر سرتابی کی۔ خدا کی قسم اگر تم نے اس امر میں سرتابی کی تو میں تلوار کھینچ کر تم سب کو ہلاک کر دوں گا۔ اور تمہارے مال و اسباب اور عیال کو لوٹ کے حوالہ کر دوں گا۔ رقد کے باشندے اس تنبیہ سے ڈر گئے۔ اور آپس میں کہنے لگے اشتربو بات مند سے نکال دیتا ہے اسے کر کے رہتا ہے فوراً خدمت امیر المومنین میں دوڑے گئے اور عرض کی کہ ازراہ لطف و کرم آپ واپس تشریف لے چلیں تاکہ جس امر کا حکم فرمایا تھا ہم اسے بجالائیں۔ اور عمدہ پل باندھ دیں۔ آپ واپس چلے اور رقد والوں نے فرات پر ایک مضبوط پل باندھا امیر المومنین ایک ہزار سواروں کے ہمراہ پل کے سرے پر کھڑے ہو گئے جب تمام لشکر پل سے گزر گیا تو خود بھی فوج سمیت عبور کر کے لشکر میں چالے۔

معاویہ نے یہ خبر سن کر کہ حضرت علیؓ دریائے فرات سے عبور کر آئے ہیں منادی کرائی کہ تمام سرداران لشکر جمع ہوں سب آگے ان سے کہا تم جانتے ہو کہ تم سے کون جنگ کرنے کے لیے آ رہا ہے۔ وہ شیر اور بے نظیر یکتا بہادر علی ابن ابی طالبؓ ہے جو عراق کے بہادروں اور حجاز کے سواروں اور کوفہ کے شجاعوں اور بزرگان مہاجر و انصار کو ہمراہ لیے تمہاری طرف بڑھا آ رہا ہے جس شخص میں ذرا بھی توانائی اور دلیری دیکھ پائی ہے اس کو ساتھ لیا ہے اور ان علاقوں کے رندوں اور بد معاشوں کے گروہ بھی شام کی لوٹ اور غارت کی وجہ سے اس کے ہمراہ ہو گئے ہیں۔ وہ دین کی مضبوطی، آہو کی حفاظت مال و عیال کی نگہداشت کے لیے انتہائی ضروری ہے۔ بڑی احتیاط اور ہوشیاری اور عزم صادق کے ساتھ تم سے جنگ کریں گے۔ اگر تم سمجھتے ہو کہ ہم اس لڑائی میں ثابت قدمی اور استقلال سے کام لیں گے تو ابھی تک موقع ہے۔ مروان نے اٹھ کر کہا کہ اے معاویہ بھدا میں نے جنگ جمل کے دن اپنی زندگی سے ہاتھ دھو کر اس قدر کوشش کی تھی کہ مارا جاؤں یا فتح پاؤں اور اس رنج و الم سے رہائی پاؤں مگر حکم خدا نہ تھا اس لیے کچھ حاصل نہ ہوا۔ اب کوئی عذر باقی نہ رہا مجھے نظر آتا ہے کہ میری موت آچکی ہے۔ خدا کی قسم اگر علیؓ کو دیکھ پاؤں گا تو اس سے جا ابھوں گا کہ مارا جاؤں اور اس کش مکش سے آزاد ہو جاؤں پھر ذوالکلاع حیرتی نے کہا:

اے معاویہ میں نے اپنی قوم سے تیرے ارادہ کا حال کہ علی ابن ابی طالبؓ سے جنگ کرنا چاہتا ہے بیان کیا تھا اور انہیں اس جنگ میں شریک ہونے کی ترغیب دلائی تھی سب نے ساتھ دینا منظور کر لیا۔ اب فقط تجھ سے کام رہا ہے۔ جو حکم دے گا بجالائیں گے اور تیری رضامندی کے لیے خوب ہی سعی کریں گے۔ والسلام!

پھر جو شب ذوالنظم اٹھ کر بولا نہ ہم تیرے لیے لڑتے ہیں نہ تیرے سبب سے غصہ ہوتے ہیں بلکہ اس مظلوم خلیفہ کے سبب سے جسے ناحق مار ڈالا اور اتنا بڑا ظلم و ستم صریحاً جاتز رکھا ہے اس جنگ میں دلی رغبت سے شریک ہونا اور کوشش کرنا چاہتے ہیں تاکہ بدلہ لیں اور قاتلوں کو پکڑ کر مار ڈالیں۔

دوسرا سبب یہ ہے کہ علی ابن ابی طالبؓ لشکر فراہم کر کے ہمارے وطن واپس ملک شام کی طرف آ رہا ہے۔ ہم اپنے ملک اور عزت کے حفاظت کے لیے لڑیں گے اور جہاں تک ہو سکے گا اس معرکہ میں جان توڑ کر مقابلہ کریں گے۔ علی اور ان کی فوج سے اس قدر کیوں ڈرنا چاہیے۔ نہ انہیں اس قدر طاقتور سمجھنا چاہیے وہ میرے ایک حملے کے سامنے بھی نہیں ٹھہر سکتے۔ جب ان سے سالقہ پڑے گا ہم دلیرانہ حملہ کریں گے اور میں یقین کرتا ہوں کہ اسی حملے میں کام بن جائے گا۔ ان میں سے اکثروں کو ہلاک کر دوں گا اور ان کا فساد مٹا دوں گا۔ انشاء اللہ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ

ابو اعمور اسلمی بھی اٹھا اور کہا اگر ہم قتل عثمان کے وقت مدینہ میں ہوتے اور کیفیت قتل کا معائنہ کر لیتے اور قاتلوں اور ان کے مددگاروں کو پہچان لیتے تو ہمیں طلب خون عثمان اور اس کے قاتلوں کے ہلاک کرنے میں ذرا سا بھی شک و شبہ نہ باقی نہ رہتا۔ اگرچہ میں اس شہر میں موجود نہ تھا اور وہ واقعہ آنکھوں سے نہیں دیکھا لیکن تو ہم سے اس حال کو بیان کرتا ہے۔ ہم تیرے کہنے کو سچ سمجھتے اور اس کی تصدیق کرتے ہیں اور طلب خون عثمان کے لیے تیرے شریک حال ہوتے ہیں۔ اب اس امر میں جو کچھ مناسب سمجھے اور حکم دے اس پر کاربند ہوں گے۔ اس معاملے میں اگر ہماری جانیں بھی ضائع ہو جائیں گی تو ہمیں بخوشی گوارا ہو گا۔

اسی اثناء میں معاویہ کو خبر لگی کہ جناب امیر المومنینؑ نے مع لشکر دریائے فرات کے کنارے شہر رقد کے مقابل لشکر والہا ہے۔ معاویہ نے ابو اعمور اسلمی کو بلا کر اور شامی فوجوں کا انبوه کثیر حوالے کر کے کہا۔ اس لشکر کو لے جا اور موقع دیکھ کر فوج عراق پر حملہ کر دینا شاید تو انہیں قتل کر کے فتح حاصل کر لے۔ ابو الاعور نے کہا میں ایسا ہی کروں گا۔ پھر اس لشکر سمیت جو معاویہ نے ساتھ کر دیا تھا۔ معرکہ آرائی کے لیے امیر المومنینؑ کی طرف بڑھا۔ آپ نے بھی اس ارادہ سے مطلع ہو کر زیاد بن نصر اور شریح بن ہانی کو طلب کر کے کچھ فوج حوالہ کی اور ابو الاعور کے مقابلے کے لیے بھیجا دو نوں روانہ ہو گئے اور ابو الاعور کو دور سے دیکھ کر فوج کثیر لائے آ رہا ہے ایک سوار کو لوٹا کر شامی فوج کے حال سے اطلاع دی۔ آپ نے اشتراخی کو طلب فرما کر کہا کہ زیاد بن نصر اور شریح نے سوار بھیج کر ابو الاعور کی فوج کی کثرت سے اطلاع دی ہے۔ یہ ہم تیرے سوا کسی دوسرے سے سرنہ ہوگی جلدی کر اور اپنے دوستوں کی مدد کے لیے پہنچ جا۔ جب تو ان لوگوں کے مقابلے پر جا پہنچے تو جنگ شروع نہ کرنا اتنی دیر توقف کرنا کہ وہی جنگ شروع کریں۔ جب لڑائی چھیڑ دیں تو انہیں فمائش کرنا اور مطلع ہونے کے لیے کہا اگر وہ اطاعت قبول کریں تو بہتر ہے ورنہ ان کے مقابلے پر خدا سے طلب امداد ہو اور اسی کے فضل و کرم اور امداد پر بھروسہ کر کے ان کا فساد مٹانا پھر جیسا کچھ ظہور میں آئے مجھے اس حال سے مطلع کرنا۔

اشتر یہ کہہ کر کہ میں مطلع فرمان ہوں فوج لے کر روانہ ہوا۔ اور ہاشم بن عتبہ بن ابی وقاص کو اپنے ساتھ لیا اور اپنے دوستوں سے جا ملا۔ ابو الاعور نے اپنے مقابلے پر عراقی لشکر کو موجود پا کر اپنی فوج سے کہا ان لوگوں پر مردانہ وار حملہ کر کے منتشر کر دو۔ پھر اشتراخی اور اس کی فوج پر حملہ کیا۔ بڑی سخت لڑائی ہوئی۔ طرفین نے جان توڑ کر مقابلہ کیا۔ اشتر نے اپنے ساتھیوں سے کہا۔ ابو الاعور کو جس پر معاویہ بڑا فخر کرتا ہے مجھے دکھاؤ۔ میں بھی دیکھوں وہ کیسا بہادر ہے۔

لوگوں نے کہا وہ اس بلند ٹیلے پر شامی فوج کے ساتھ موجود ہے۔ اشتر نے ایک سوار کو بھیج کر پیغام دیا کہ آؤ تھوڑی دیر ہم تم آپس میں جنگ کریں۔ ابو الاعور نے انکار کر دیا اور کہا اشتر نے بڑی نادانی اور کامل جہالت کے سبب عثمان کی نیکیوں کو برائی کے پیرایہ میں مشہور کیا اور بڑی عداوت و نادانی برتی ہے اور گھر میں گھس کر کینہ ظاہر کیا ہے وہ میرا ہمسر نہیں ہو سکتا نہ میں ایسے شخص سے میدان جنگ میں دو بدو ہونا چاہتا ہوں۔ جب قاصد نے جواب پہنچایا۔ تو ابو الاعور کی فوج پر اشتر نے حملہ کر دیا۔ خوفناک جنگ ہوئی۔ طرفین کو لڑتے لڑتے رات ہو گئی۔ مگر لڑائی بڑی شدت کے ساتھ جاری رہی یہاں تک کہ صبح ہو گئی۔ اب نور کے تڑکے اشتر نے ابو الاعور پر سخت حملہ کیا وہ تاب مقابلہ نہ لا کر بھاگ نکلا۔ سیدھا معاویہ کے پاس پہنچا اس نے دریافت کیا کہ تو نے ان لوگوں کی لڑائی کو کیسا پایا۔ ابو الاعور نے کہا میں نے انہیں کامل اور بہادر اور مقابلہ کے وقت مستقل اور حملہ کرنے میں پورا اور مضبوط و مستحکم دیکھا یہ ہم و مقابلہ نہایت ہی خطرناک ہے۔ اور موجودہ حالت سے بہت زیادہ ساز و سامان اور کوشش بلیغ عمل میں لانی چاہیے۔ یہ ہم ایسی مہم نہیں جیسی ہم سمجھے تھے۔

الغرض اشترابو الاعر کو شکست دینے کے بعد مظفر و منصور ہو کر امیر المومنین کی خدمت میں واپس آیا۔ اور آپ نے اس موضع سے کوچ کر کے معاویہ کے لشکر کا رخ کیا۔ قریب پہنچ کر قیام کیا اور چھاؤنی ڈال دی۔ ماہ محرم کی پندرہویں تاریخ سن ۳۸ ہجری تھا۔ ادھر سے معاویہ بھی اپنی فوج لے کر دریائے فرات کے کنارے پر آ پڑا۔ اب دونوں لشکروں کے درمیان صرف دریائے فرات حائل تھا۔

پہلی لڑائی جو جناب امیر اور معاویہ ابن ابی سفیان

کے مابین فرات کے لیے ہوئی

جب جناب امیر المومنین علی علیہ السلام کا لشکر اس مقام پر اترا تو آپ نے تمام غلاموں اور خدمت گاروں کو بھیجا کہ پانی لائیں مگر معاویہ کے لشکر نے جو دریائے فرات کے متصل آ پہنچا تھا پانی نہ لینے دیا۔ باہم بہت رد و قرح ہوئی۔ جناب امیر نے مسیب بن ریح ریاحی اور مصعب بن صوحان عبیدی کو بلا کر کہا کہ تم معاویہ کے پاس جا کر کہو کہ تیرے لشکر والے ہمارے لشکریوں کو پانی لینے سے روکتے ہیں۔ اگر ہم تم سے پہلے اس جگہ پہنچ کر دریا کے کنارے قیام کرتے تو کبھی تیرے لشکر پر پانی بندہ نہ کرتے۔ اپنے لشکریوں کو سمجھا دے کہ پانی لینے سے نہ روکیں۔ جب جناب امیر المومنین کے قاصدوں نے معاویہ کو یہ پیغام دیا۔ معاویہ نے سن کر عمر عاص سے پوچھا اس میں تیری کیا صلاح ہے۔ عمر عاص نے کہا علیؑ اتنے ہزار سوار اور پیدل لے ہوئے فرات کے کنارہ پر موجود ہے اگر تمام دنیا بھی اس کی دشمن ہو اور پانی سے روکنا چاہے تو وہ کسی سے نہ ڈرے گا اور پانی لے جائے گا اور جو اسے روکے گا وہ اس کی آبرو خاک میں ملا دے گا۔ میری صلاح تو یہی ہے کہ پانی کے لیے نہ روک کیونکہ تیرے اور اس کے درمیان جو معاملہ ہے وہ اس سے بہت زیادہ اہم ہے۔

ولید بن عقبہ نے کہا اے معاویہ ان لوگوں نے امیر المومنین عثمان پر پانی چالیس دن بند رکھا ہے۔ انہیں اور ان کے فرزندوں کو پیاسا رکھا ہے تو بھی ان سے پانی روک لے تاکہ دریائے فرات کے کنارے پیاسے مرجائیں اور اللہ تعالیٰ آخرت میں ان پر پانی بند کرے گا کیونکہ یہ اس عذاب کے مستحق ہیں۔ مصعب بن صوحان نے کہا اے ابن عقبہ اللہ تعالیٰ آخرت میں کافروں اور منافقوں اور تجھ جیسے فاسقوں کا پانی کرے گا۔ کیونکہ تو خدا کا گناہ گار ہوا ہے اور تو نے شراب پی ہیں اور نشہ کی حالت میں مسجد کوفہ کے اندر داخل ہو کر مسلمانوں کی پیش نمازی کی ہے اور مدہوشی کی حالت میں صبح کی نماز میں چار رکعتیں پڑھا ہیں اور سلام پھیر کر یہ کہا کہ آج میرا دل بہت خوش ہے اگر تم کو اور کئی رکعتیں پڑھا دوں۔ اسی خطا پر عثمان نے حد جاری کر کے تجھے کوڑوں سے پٹوایا تھا تو نے جناب امیر المومنین سے بحث کی اور چاہا کہ اپنے آپ کو ان سے برتر ظاہر کرے اس وقت خداوند تعالیٰ نے وحی نازل فرما کر تجھے فاسق اور علیؑ کو مومن بتلایا اور تجھے مسجد جناب رسول خداؐ میں ہماجر و انصار کے روبرو ذلیل و خوار کیا۔ ولید بن عقبہ اور عبداللہ ابن ابی سرح مصعب کی بات سے غضب ناک ہوئے اور تلواریں نکال کر اس کی طرف بڑھے کہ وار کریں معاویہ نے روکا اور کہا۔ اس سے مواخذہ نہ کرو۔ یہ قاصد ہے اور قاصدوں کا ستانا خلاف رسم ہے۔ اس کے بعد معاویہ نے برہم ہو کر اپنا عمامہ زمین پر ٹپکا اور کہا اللہ تعالیٰ معاویہ اور اس کے باپ کو حوض کوثر سے پانی نہ دیجو اگر میں علیؑ اور اس کے لشکر کو فرات سے پانی لینے دوں ہاں طاقت اور زور سے لے لے۔ مسیب اور مصعب یہ بات سن بہت ناراض ہوئے اور برہم ہوئے۔ واپس چلے آئے اور تمام حال جناب امیرؑ سے آ کر عرض کر دیا۔ آپ کو بھی رنج ہوا ادھر فوج سے اعطش کی آوازیں بلند ہوئیں اشعث بن قیس اور اشتر

نحی حاضر خدمت ہو کر عرض رساں ہوئے کہ تمام فوج رات بھر بیاس کی شکایت کرتی رہی ہے کب تک صبر ہو آپ ہمیں حکم اور اجازت دیں کہ ان بے حیاءوں، نالائقوں اور اسلام سے خارج شدہ بزدلوں کی آبرو خاک میں ملا کر پانی ان سے چھین لیں اور اپنے تصرف میں لائیں۔

جناب امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا تمہیں اختیار ہے جو مناسب معلوم ہو کرو اشعث اور اشتر نے حضرت کے پاس آکر اپنے بھائیوں اور متعلقین کو شامیوں سے جنگ کرنے کے لیے طلب کیا دس ہزار سوار و پیادے سے زیادہ جمعیت نکلی دونوں سرداروں نے ہتھیار لگائے اور فرات کی طرف بڑھے۔ حارث بن جبر کنندی اشعث کا علم لیے آگے آگے چل رہا تھا۔ اشعث نے بھی اس کی تعریف کی اور انعام کا وعدہ کیا اس ترتیب سے دریا کے کنارے جا پہنچے۔ اور لٹکار کر کہا اے شامیو کنارہ چھوڑ دو۔ اور پرے ہٹ جاؤ ورنہ تمہارا خون نامردوں کی آبرو کی طرح خاک پر بہا دیا جائے گا۔ شامی لڑائی کے لیے مستعد ہو کر مقابلے کے لیے آئے اشعث نے پیدلوں کو حکم دیا کہ ہاں اے بہادرانہ پر ہمارا نہ حملہ کرو۔ لشکر والے یہ حکم سنتے ہی شامیوں پر ٹوٹ پڑے دونوں طرف سے جنگ ہونے لگی۔ اور دریائے فرات پر ایسی لڑائی ہوئی کہ ایسی کسی وقت نہ ہوئی ہوگی۔ اکثر شامی مارے گئے اور باقی دریا میں ڈوب گئے۔ عراقی لشکر میں سے بہت کم کام آئے۔ انجام کار جناب امیر المومنین کی فوج فتح یاب ہوئی اور شامی مقابلے کی تاب نہ لا کر بھاگ نکلے۔ اب حضرت علیؑ کے لشکر نے فرات پر خیمے لا گاڑے۔ حضرت علیؑ نے آب فرات پر متصرف ہو کر منادی کرا دی کہ جو ذی حیات چاہے پانی لے جائے کسی کو پانی کی ممانعت نہیں ہے۔ غرض طرفین پانی سے مطمئن ہو گئے تین دن گزرے تھے کہ معاویہ نے دو سو آدمیوں کو مقرر کر کے پھاوڑے اور پینچے دیے اور کہا کہ علیؑ کے لشکر کے قریب جو بند بندھا ہوا ہے رات کے وقت اسے کاٹ کر پانی کا رخ لشکر کی طرف پھیر دو کہ سب ڈوب جائیں۔ معاویہ کے کہنے سے دو سو آدمی کدال پھاوڑوں سے بند کو کاٹنے اور شور و غوغا کرنے لگے۔ جناب امیر المومنینؑ کے لشکر والے یہ شور و غل سن کر گھبرا گئے اور چاہا کہ اسباب اٹھا کر کسی دوسری جگہ چلے جائیں۔ امیر المومنینؑ نے فرمایا کہ تمہارے ساتھ معاویہ کا یہ محض دھوکا ہے وہ اس بند کو نہیں کاٹ سکتا اگر تمام ملک شام کا خراج بھی اس میں کھپا دے گا تب بھی اس کا قطع ہونا ممکن نہیں۔ تم مطمئن اور بے فکر رہو۔ معاویہ چاہتا ہے کہ تم کو یہاں سے ہٹا کر خود قابض ہو جائے ہر چند امیر المومنینؑ نے انہیں اسی قسم کی باتوں سے سمجھایا کچھ فائدہ نہ ہوا۔ گھبراہٹ بڑھتی گئی اور اسباب سمیٹتے جاتے تھے۔ آخر کار جناب امیر المومنینؑ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی کہ ہم ڈوبنے سے ڈرتے ہیں اس لیے یہاں سے جاتے ہیں اس لیے یہاں سے ہٹتے ہیں۔ اگر آپ بھی ہمارا ساتھ دیں تو بہتر ہے۔ اور اگر آپ اسی جگہ رہتے ہیں تو ہم تو جاتے ہیں۔ آپ یہاں رہیں۔ یہ کہہ کر اسباب اٹھا لیا اور دریائے فرات سے ہٹ کر خیمے لگائے۔ جب لشکر والے وہاں سے چلے گئے تو حضرت علیؑ بھی مجبور ہو کر اٹھ کھڑے ہوئے۔ رات کے وقت معاویہ نے اپنی جگہ سے حرکت کر کے امیر المومنین کے لشکر گاہ میں آقیام کیا۔

صبح کے وقت امیر المومنین کی فوج نے یہ دیکھ کر معاویہ نے اپنی فوج ہماری قیام گاہ پر لا ڈالی ہے یقین کر لیا کہ معاویہ نے انہیں دھوکا دیا بہت پچھتائے اور شرمندہ ہوئے اسی وقت حضرت علیؑ نے اشتر اور اشعث کو بلا کر کہا کہ تم نے معاویہ کا حکم دیکھ لیا۔ میرے کہنے پر عمل نہ کیا اپنی رائے پر چلے وہاں سے ہٹ گئے اور مجھے چھوڑ گئے آج شرمندہ ہوتے ہو۔ تم بھی سمجھ گئے کہ اس کفر و فریب سے معاویہ کی غرض یہی تھی کہ تمہیں دریا کے کنارے سے ہٹا دے اور خود وہاں خیمے لا ڈالے کیونکہ لشکر گاہ کے لیے وہ بہت ہی عمدہ جگہ ہے اب یقیناً وہ تم میں سے کسی کو پانی کے پاس پھٹکنے نہ دے گا۔ اشعث نے کہا اے امیر المومنین آپ کا ارشاد بجا اور درست ہے۔ ہم سے بڑی غلطی ہوئی کہ اس جگہ کو چھوڑا اب بھی کچھ مشکل

نہیں بہت آسٹن علاج ہے ہم نے جو کچھ خرابی کی ہے آپ کی ہمت کی برکت سے اس کی درستی کر لیں گے۔
یہ کہہ کر اشعث اپنی قوم کندہ کے پاس آیا اور ان کو جمع کر کے کہا مجھ سے بڑی عظمیٰ سرزد ہوئی کہ اس لشکر گاہ سے اٹھ آیا اور وہاں معاویہ آن پڑا۔ جناب امیر المومنین ہم سے ناراض ہو گئے ہیں۔ محض تمہارے بھروسہ پر آنحضرت کی خدمت میں عہد کیا ہے کہ شامیوں کو وہاں سے فی الفور ہٹا دوں گا۔ تمام سرداران کندہ نے اس امر کو دل و جان سے منظور کر لیا۔ اور اسلحہ سجا کر اشعث کے پاس حاضر ہوئے۔

اسی طرح اشتر کے دوست آراستہ ہو کر اشتر کے پاس جمع ہو گئے اب دونوں اپنی اپنی جمیعت کثیر لے کر معاویہ کے خیمہ گاہ کی طرف بڑھے قریب پہنچ کر دیکھا کہ معاویہ نے بھی اپنی فوجوں کی صفیں مرتب کر رکھی ہیں اور مقابلے کے لیے مستعد ہیں جنگ شروع ہو گئی۔ اشتر لشکر لے کر آگے بڑھا ہوا جا رہا تھا شام کے نامی گرائی سردار کیے بعد دیگرے آتے جاتے اور جنگ کرتے تھے۔ یہاں تک کہ معاویہ کی فوج کے سات مشہور و معروف سرداروں کو اشتر نے تہ تیغ بیدار بچ کیا۔ اس کے بعد دونوں فوجیں دست و گریبان ہو گئیں۔ اور خوفناک لڑائی ہونے لگی۔

ایک شامی سردار شرجیل نے آگے بڑھ کر رجز پڑھی۔ اور مرد مقابل کو طلب کیا اشعث ہر قیس کنڈی نے اس پر حملہ کر کے ایسا نیزہ مارا کہ وہ گھوڑے سے گر گیا۔ ابو الاعور نے دوڑ کر کہا تو اشعث کے مقابلے میں برسر نہ آسکا پہلے ہی وار میں گھوڑے سے زمین پر آ رہا۔

شرجیل نے کہا کوئی برائی کی بات نہیں وہ اپنے قبیلہ کا سردار ہے میں اپنے گروہ کا اس نے مجھ پر نیزہ سے وار کیا گھوڑے سے نیچے گر پڑا۔ اگر تو کچھ مرد ہے آگے بڑھ کر ہاتھ دکھا کہ تجھے بہادریوں کی کیفیت معلوم ہو جائے۔ ابو الاعور کو یہ کلمہ نہایت ناگوار گزرا فوراً میدان میں آ کر رجز پڑھی۔ اشعث مقابلے پر آیا تھوڑی دیر تک رد و بدل ہوتی رہی انجام اشعث نے ابو الاعور کو نیزہ مارا۔ وہ سخت زخمی ہو کر سانسے سے بھاگ گیا۔ پھر جوش زوا کظلم اور ذکلاع حمیری جو شام کے نامی سردار تھے میدان میں آئے ادھر سے اشعث اور اشتر نے گھوڑے بڑھا کر حملہ کیا بہت دیر تک رد و بدل ہوتی رہی اور طرفین نے جان لڑا دی اسی اثناء میں لشکر معاویہ نے مہلت طلب کی۔ کہ آج رات کی مہلت مل جائے تو ہم تمہارے لشکر گاہ کو خالی کر دیں گے اور تمہاری جگہ تمہارے حوالے کر دیں گے۔ اشعث اور اشتر نے کہا ہم مہلت نہ دیں گے۔ نہ تمہیں اس جگہ ایک لمحہ کے لیے ٹھہرنے دیں گے۔ انہوں نے کہا ایک ساعت کے لیے جنگ بند کر دی جائے اور وہ اسی گھڑی لشکر گاہ مذکور کو خالی کر کے اپنی جگہ پر چلے جائیں گے۔ اشعث نے جناب امیر کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی کہ اب تو آپ ہم سے راضی ہوئے۔ آپ نے فرمایا ہاں میں راضی ہوا۔ اللہ تعالیٰ بھی تم سے راضی ہو پھر حکم دیا کہ اپنے مقام پر واپس جائیں سب اسی جگہ چلے گئے۔ اب حضرت علی علیہ السلام نے سعید بن قیس اور بشیر بن عجز انصاری کو بلا کر حکم دیا کہ چند مشہور اشخاص کو لے کر معاویہ کے پاس جاؤ اور اس مہم کے لیے جو اس نے اختیار کی ہے ملامت کرو اور حجت تمام کر کے میری اطاعت کی طرف ترغیب دو اور خیال کر کے دیکھو کہ وہ کس فکر میں ہے اور کیا ارادہ رکھتا ہے۔ سعید، بشیر، شیبث بن ربیع، یزید بن قیس ارجی۔ زیاد ابن حفسہ، حمیہ اور عدی بن حاتم طائی مل کر معاویہ کے پاس گئے اور سمجھایا اور کہا کہ اے معاویہ یہ دنیا بڑی مکار ہے۔ اس نے کسی شخص کے ساتھ وفا نہیں کی پھر تیرے ساتھ کب وفا کرے گی۔

جہاں چوں من و چون تو بسیار دید
خواہد ہے باکسے آر مید

دنیا کو مجھ اور تجھ جیسے شخصوں نے دیکھا ہے مگر اس نے کسی کو بھی آرام نہیں پہنچایا، دنیا اس قابل نہیں کہ فضول طمع اور

فانی نعمتوں کے واسطے اس کے اس قدر رنج برداشت کئے جائیں۔ اپنے عزیزوں، قریبوں، رشتہ داروں، دوستوں اور مصاحبین کو اپنے سے آزرہ اور رنجیدہ نہ کریں۔ دنیا کہی ہی ہے جو کسی کی مدد نہیں کرتی اور ایسی عاجز ہے کہ اسے کوئی نہ اٹھائے۔ اگر کوشش کر کے مال بھی فراہم کر لیا تو انجام کار ہمیں چھوڑ کر جانا پڑتا ہے۔

معاویہ نے کہا یہ باتیں تم اپنے امیر کو کیوں نہیں سمجھاتے۔ ان نصیحتوں پر عمل کرنا میری نسبت اسے زیادہ سزاوار ہے۔ انہوں نے کہا سبحان اللہ ہمارا امیر تجھ جیسا نہیں وہ خلافت و امامت کے لیے تجھ سے بلکہ تمام عالم سے اس علم و فضل کے سبب جو اس کی ذات میں موجود ہے اور ان سابقہ اوصاف کی بدولت جو دین کے استحکام کے متعلق ہیں اور ان مرضائے الہی کے وسیلوں کے متعلق جو بنیاد شریعت کے شروع میں حاصل ہوئے اور جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قربت کی عزت اور شرف عظمیٰ کی وجہ سے برتر و افضل ہے۔ معاویہ نے کہا اچھا یہ تم بتاؤ کہ مجھ سے کیوں رنجیدہ ہو۔ اور کیا چاہتے ہو انہوں نے کہا ہم تجھے پرہیزگاری اور خوفِ خدا کی ہدایت کرتے ہیں اور خلیفہ برحق اور پیشوائے خلقت کی بیعت و اطاعت کے لیے بلا تے ہیں۔ ہماری آرزو ہے کہ جس کام میں مہاجر و انصار کا اتفاق ہو گیا ہے تو بھی متابعت اختیار کرے اور خلیفہ وقت کی اطاعت و فرمانبرداری میں ان کا شریک حال ہو جائے۔ اس مخالفت اور تفرقہ پر دازی سے باز آ جائے کیونکہ حیرے لیے یہ امر بہت اچھا اور سلامتی سے قریب ہے۔ معاویہ نے کہا اے میرے عزیز میں خون عثمان کا بدلہ لینے سے کبھی باز نہ آؤں گا۔ اور جب تک بدلہ نہ لے لوں گا دستبردار نہ ہوں گا۔ خدا کی قسم ایسا نہ ہو گا اور مجھ سے تمہیں اور تمہارے امیر کو تلوار کے سوا اور کوئی چیز میسر نہ ہوگی۔ تم اس طرح سازی کو رہنے دو اور سلامتی سے واپس چلے جاؤ اور جنگ کے لیے تیار رہو۔

انہوں نے کہا اے معاویہ ہم تیرے پاس اس لیے آئے ہیں کہ تجھے اچھی بات بتائیں۔ برائی بھلائی کو جتانیں جس میں تیری دینی اور دنیوی بہتری ہو۔ اگر تو ہمارا کہنا مان لے گا اور ہمیں بے غرض سمجھے گا تیرے لیے اچھا ہو گا۔ بہت سی خوزیریاں ہونے سے بچ رہیں گی۔ ورنہ خدا کی قسم تو علیؑ کی تلوار سے ایسی زخمیں ملاحظہ کرے گا کہ زندگی کو موت پر ترجیح دے گا۔ اور کہنے کا کاش تجھے میری ماں پیدا ہی نہ کرتی!

معاویہ نے کہا تم مجھے تشبیہ کرنے اور ڈرانے آئے ہو میں بچہ نہیں کہ ڈر جاؤں گا۔ مجھے معاویہ کہتے ہیں سحر کا بیٹا ہوں، زمانہ کے اونچے شیخ، راحت و سختی اور گرمی و سردی بہت کچھ بھگت چکا ہوں ایسی دھمکیوں میں نہ آؤں گا۔

سعید نے کہا اے معاویہ ہم اپنی ہی نہیں تیرے پاس بھیجا ہے ہمیں زبانی پیغام دیا ہے۔ اپنی جو بیان کرتا ہے اس کے لیے کوئی روک ٹوک روا نہیں۔ علیؑ وہ شخص ہے جسے تو ہماری نسبت بہت اچھی طرح جانتا ہے اور تمام عالم اس کے علم و فضل، اوصاف حمیدہ اور فضائل پسندیدہ سے بخوبی واقف ہے۔ اور تو بھی اس بات سے آگاہ ہے کہ جسے علم و فضل سے حصہ ملا ہو تو اس کے برابر نہیں ہو سکتا۔ اور اسے تجھ پر ترجیح حاصل ہے۔ خدا سے ڈر اور علیؑ سے دشمنی نہ کر جس طرح مہاجر و انصار نے ان سے بیعت کر لی ہے تو بھی ازراہ موافقت بیعت اختیار کر، ان کی مخالفت سے باز آ۔ موجود خیال سر سے دور کر کہ تیرے لیے دینی و دنیوی بھلائی اسی میں ہے۔

معاویہ نے کہا تم مجھ سے علیؑ کی بیعت، فرمانبرداری اور اطاعت کے لیے کہتے ہو اور اپنی ذات پر میں اس کا حق اور اس کی اطاعت کو اپنے لیے لازمی نہیں سمجھتا کیونکہ اس نے خلیفہ عثمان کو قتل کیا ہے اور ہماری جماعت میں تفرقہ ڈالا ہے۔ اور اب انکار کرتا ہے کہ میں نے عثمان کو نہیں مارا۔ نہ میں نے ایسا حکم دیا نہ میں اس بات سے خوش تھا۔ اگر وہ اس بات سے راضی نہ تھا تو قاتلان عثمان کو میرے حوالے کر دے میں انہیں بہ طور قصاص قتل کروں گا اگر وہ ان امور کو عمل میں

لے آئے گا تو میں انہیں خلیفہ مان لوں گا۔ اور حاضر خدمت ہو کر اطاعت اختیار کروں گا۔ اور دل سے اس کے احکام بجا لاؤں گا۔ نہیں تو میں حکم الہی اور مرضی خدا پر راضی ہوں جو کچھ ہونا ہو گا ہو رہے گا۔ تم واپس چلے جاؤ۔ اور جو کچھ تم نے کہا اور سنا ہے اسے عرض کر دو۔ وہ وہاں سے رخصت ہو کر جناب امیر المومنینؑ کی خدمت میں آئے۔ اور جو کچھ معاویہ سے بحث و تمحیص ہوئی تھی بیان کی۔ امیر المومنینؑ نے کہا دوستو کیا یہ واجب نہیں کہ یہ لوگ بطلان اور جھوٹ پر ہو کر اس قدر کوشش کریں اور ہم حق اور سچائی پر ہو کر اس سے زیادہ راضی اور ساعی ہوں جس قدر کہ اب ہیں سب نے اعتقاداً "محبت و نیت صادق سے جواب دیا کہ ہم سے جس قدر ممکن ہو گا آپ کی خوشنودی مزاج کے لیے حد سے زیادہ کوشش کریں گے اور کسی امر میں ذرا بھی سستی یا دیر نہ کریں گے۔"

القصد دوسرے دن صبح کے وقت عبداللہ ابن عمر خطاب آراستہ فوج کے ساتھ معاویہ کے لشکر سے نکلا۔ جناب امیر المومنین نے اطلاع پا کر محمد بن ابی بکر کو کچھ سوار اور پیدل دے کر اس کے مقابلے کے لیے روانہ کیا۔ دونوں میں خونریز جنگ اور طرفین سے بہت سے آدمی مارے گئے۔ نماز شام کے وقت ایک دوسرے سے علیحدہ ہو گئے۔ دوسرے دن معاویہ کی طرف سے شرجیل بن سہل کندی بڑے جاہ و حشم کے ساتھ نکلا اور جناب امیر المومنینؑ کی طرف سے اشتر غنمی اپنی مستعد قوم کو لے کر آگے بڑھا۔ آج بھی صبح سے شام تک جنگ ہوتی رہی اور دونوں طرف کے بے شمار آدمی کام آئے۔ آفتاب غروب ہونے پر دونوں طرف سے لڑائی بند ہو گئی۔ اور سب اپنی اپنی جگہ پر لوٹ آئے۔

تیسرے دن عمر عاص بہت ہی بڑی تیاری اور ساز و سامان کے ساتھ نکلا۔ ہزار فوج کی جمعیت کثیر ہمراہ تھی۔ حضرت امیر المومنینؑ نے عبداللہ ابن عباس کو فوج دے کر اس کے مقابلے کے لیے بھیجا۔ دونوں طرف سخت جنگ ہوئی۔ اور بہت سے لوگ قتل اور زخمی ہوئے۔ آخر شام ہو گئی اور دونوں اپنی اپنی فرود گاہ کو لوٹ آئے۔ اسی طرح روزانہ جنگ ہوتی رہی۔ یہ محرم کا مہینہ تھا جب محرم گزر گیا اور صفر کا چاند دکھائی دیا جناب امیر المومنینؑ نے فوج میں منادی کرا دی کہ ہم اب تک دو اسباب سے اہل شام سے جنگ میں تاخیر کر رہے تھے اول ماہ حرام کا زمانہ تھا جس میں جنگ کرنا منع ہے۔ دوسرے میں سعی کر رہا تھا کہ یہ لوگ اس معاملہ پر غور کریں اور سعادت دارین حاصل کریں۔ میری بیعت اور فرما بیرواری حاصل کر لیں۔ اس مخالفت اور دشمنی سے ستمبر وار ہو جائیں۔ اب ماہ محرم گزر گیا اور صفر کا مہینہ آ پہنچا۔ اور وہ لوگ بدستور گمراہی و سرکشی و عداوت پر کمر بستہ ہیں۔ ہر چند کہ میں نے سمجھایا ان پر کچھ اثر نہیں ہوتا۔ اب میں نے بھی ان سے جنگ کرنے کا مصمم ارادہ کر لیا ہے۔ مستعد ہو جاؤ اور جدل و قتال کے لیے تیار ہو جاؤ۔ یقین رکھو کہ ہم حق پر ہیں اور سچے یقین اور پاک اعتقاد کے ساتھ اس ظالم گروہ سے جنگ کریں گے۔ واللہ یؤد بنصرہ من یشاء و هو بہتدی کید الخائنین یعنی اللہ تعالیٰ جس ہذہ کو چاہتا ہے نصرت عطا کرتا ہے اور وہ خیانت والوں کے کربوں کو نہیں چلے دیتا۔

لشکر نے یہ منادی سن کر جان لیا کہ جنگ میں آپ کے توقف فرمانے کا یہ سبب تھا۔ سب تیار ہو کر جنگ کے لیے آمادہ ہو گئے۔ معاویہ نے بھی یہ خبر سنی اور اپنی باقی فوج کو عمدہ طرح سے مرتب اور آراستہ کر کے قلب و جناح اور مہینہ و میسرہ قائم کئے۔

جناب امیر المومنینؑ نے بھی اپنی فوج کو اس طرح ترتیب دیا۔ سواروں کے مہینہ پر اپنے دو بیٹوں حسن اور حسین علیہم السلام کو مقرر کیا اور پیادوں کے مہینہ پر عبداللہ بن جعفر طیار اور مسلم بن عقیل بن ابی طالب کو سواروں کے میسرہ پر محمد بن حنفیہ اور محمد بن ابی بکر پیادوں کے میسرہ پر ہاشم بن عتبہ بن ابی وقاص کو اس کے بھائی عمر بن عتبہ کو مامور کیا اور سواروں کے قلب میں عبداللہ بن عباس اور عباس بن ربیعہ بن حارث کو جگہ دی۔ اشعث بن قیس اور اشتر غنمی کو

پیدلوں کا قلب حوالے کیا۔ سواروں کے لیے جناح پر سعید بن قیس ہمدانی، عبداللہ بن بدیل، ورقاء خزاعی کو اور پیدلوں کے جناح پر رفاعہ بن شداد اور عیسیٰ عدی بن حاتم طائی کو قائم کیا۔ سواروں کی کبیرین گاہ عمار یا سرور عمر بن حنظلہ کو سوچی۔ پیادوں کی کبیرین عامر بن واثلہ کنانی و قیسہ بن جابر اسدی کے حوالہ کی۔ اس ترتیب سے فارغ ہو کر ہر ایک قبیلہ ربیعہ و نصر اور یمن میں سے ایک ایک بزرگ شخص کو ان پر مقرر فرمایا کہ وہ ان کی حرکات و سکنات پر نظر رکھیں۔ ان کی ترتیب میں فرق نہ آنے دیں اور معرکہ آرائی اور جنگ و جدل کے لیے ہدایات کرتے رہیں۔ جب مصیبت قائم ہو چکیں جنگ چھڑ گئی۔ بہادروں نے میدان میں بڑھ چڑھ کر اپنے مرکب نکالے۔

سب سے پہلے معاویہ کے لشکر کا ایک بہادر عوف حارثی اپنی صف سے نکلا اور کچھ دیر میدان میں گھوڑے کو کاوے دے کر رجز پڑھتا رہا۔ پھر مرد مقابل کو طلب کی۔ علقمہ بن قیس جناب امیر المومنین کے اصحاب میں مقابلے پر آیا۔ اور جملہ کرتے ہی ایک نیزہ اس کے سینے پر مار کر گھوڑے سے نیچے گرا دیا۔ پھر عمر عاص نے اپنا علم اپنے بیٹے عبداللہ کو دیا وہ کچھ شامی فوج ہمراہ لے کر بڑھا۔ رجز خوانی کرتا اور اپنی دلیری اور بہادری کی تعریفیں سنانا ہوا لشکر جناب امیر المومنین پر حملہ آور ہوا۔ اور کچھ دیر جنگ کر کے اپنے مقام پر واپس آیا۔ امیر المومنین نے اس صف پر نظر ڈالی جس میں عمر موجود تھا۔ اور ملاحظہ کیا کہ وہ کس مقام پر کھڑا ہے۔ پھر ربیعہ قبیلہ کے ایک بہادر حصین بن منذر کو بلا کر سیاہ علم دیا اور ربیعہ قبیلہ کے پانچ سو چیدہ سوار حوالے کر کے کہا کہ مردانہ وار ان سواروں کو لے کر عمر عاص کے لشکر پر حملہ کرو اور کچھ کارنامہ دکھا۔ حصین نے کہا ایسا ہی کروں گا۔ علم لیا اور ربیعہ سواروں سمیت عمر عاص کی جمیعت پر جا پڑا۔ دیر تک اس طرف سے اس طرف اور ادھر سے ادھر حملے کرتا رہا اور بہت سے شامیوں کو مار گرایا۔

معاویہ دور سے یہ سب کچھ دیکھ رہا تھا پوچھا یہ سیاہ علم لے ہوئے کون شخص ہے جو اب ملا حصین بن منذر اپنی قوم ربیعہ کو لیے جنگ کر رہا ہے۔ معاویہ نے حکم دیا کہ قبیلہ مکہ و لخم و حمیر کے پانچ سو سوار حصین کے مقابلے پر جائیں۔ اس طرف سے بہ اشارہ جناب امیر المومنین قبیلہ مدحج کے ایک سو سوار حصین کی کمک پر روانہ ہوئے۔ جب یہ لوگ حصین سے جا ملے تو بڑی شدید جنگ کی۔ حصین ان سواروں سے جنگ کرتا کرتا معاویہ کے پردہ سرا تک جا پہنچا۔ اب معاویہ کی فوج کے غول کے غول اس کے سامنے سے فرار ہونے لگے۔ اور تاب مقاومت نہ لائے۔ معاویہ کے پردہ سرا سے ایک مرد بولا اے اہل کوفہ ہم تمہارے بیچا زاد بھائی ہیں ذرا شرم کرو اور ہمارے پردہ سرا میں نہ گھسو۔ حصین نے ان باتوں کی پرواہ نہ کی اور برابر جنگ جاری رکھی۔ جو شامی نظر پڑتا اور آگے آتا اسی کو قتل کر دیتا۔ اسی طرح شامیوں کے بہت سے آدمی ہلاک کئے اس کے بعد مظفر و منصور ہو کر پلٹا اور اپنی صف میں آکھڑا ہوا۔

اس کے بعد عثمانی گروہ میں سے ایک شخص ابجر نام دونوں صفوں کے درمیان میں آکھڑا ہوا اور عثمان کی تعریف میں رجز خواں ہو کر مرد مقابل طلب کیا۔ جناب امیر المومنین کا ایک محب کیسان نامی مقابلے کے لیے نکلا اور کچھ دیر تک ردوبدل کرتا رہا۔ آخر ابجر نے وار لگا کر شہید کر دیا۔ جناب امیر کو کیسان کے قتل ہونے کا بہت رنج ہوا۔ غصہ کی حالت میں اس شخص کی طرف مرکب دوڑایا ابجر نہ جانتا تھا کہ یہ کون سوار ہے ازراہ شوخی آپ کے برابر آگیا۔ قریب پہنچتے ہی آپ نے اس کا گریبان پکڑ کر گھوڑے پر سے اٹھایا اور سر سے بلند کر کے اس طرح زمین پر دے مارا کہ اس کی تمام ہڈیاں چور چور ہو گئیں۔ اور فی الفور مر گیا۔

معاویہ نے یہ حال دیکھ کر اپنے غلام حرث کو جو بڑا نامی بہادر سوار تھا اور جو اکثر دفعہ معاویہ کے ساتھ رہ کر لڑائیوں میں نام پا چکا تھا بلا کر کہا کیا تو اس مجازی سوار سے جس نے ابجر کو مارا ہے اپنے بھائی کا بدلہ لے سکتا ہے۔ حرث نے کہا ہاں

میں فرماں بردار ہوں۔ جہاں تک ممکن ہو گا شرط خدمت بجالاؤں گا۔ اور اگر یہ شخص علیؑ ہو گا تو اسے زندہ نہ چھوڑوں گا معاویہ نے کہا خبردار تو جس سے چاہے جنگ کرنا مگر علیؑ سے اپنے آپ کو باز رکھنا اس کے قریب نہ جانا۔ حرث معاویہ کے پاس سے کچھ دور گیا تھا کہ عمر عاص نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا اور کہا معاویہ نہیں چاہتا کہ تجھے ناموری اور شہرت حاصل ہو اسی واسطے وہ تجھے علیؑ کے مقابلہ سے روکتا ہے۔ اگر تو موقع پا کر علیؑ کو قتل یا زخمی کر سکے گا تو کسی نہ کرنا تو بڑا نامور اور دنیا میں مشہور ہو جائے گا۔ کیونکہ تو بھی اتنا بہادر ہے جتنا علیؑ۔ حرث اس کی باتوں پر زیادہ حریص ہو کر میدان میں نکلا اور مبارز طلب کیا۔ جناب امیر المومنینؑ نے جان لیا کہ معاویہ کا غلام حرث ہے۔ انتقام کے لیے بھیجا ہے۔ سر پر زرد عمامہ باندھا اور شہرنگ گھوڑے پر سوار ہو کر کہ حرث ان کو نہ پہچان سکے اس کی طرف بڑھے۔ حرث نے دیکھ کر کہا کہ اے سوار علیؑ نے تجھے میرے پاس نہیں بھیجا بلکہ موت کے منہ میں ڈال دیا ہے۔ آپ نے فرمایا یہ کوئی مشکل امر نہیں بہادر ایک دن دنیا میں آتے ہیں اور ایک دن دنیا سے گزر جاتے ہیں۔ حرث گھوڑا اڑا کر حملہ آور ہوا۔ جناب امیرؑ نے بھی جواب میں ایک ایسی شمشیر لگائی کہ اس کی کھوپڑی کٹ کر پڑے جا پڑی۔ حرث ذلت کے ساتھ زمین پر آ رہا اور فوراً اپنی جان مالک دوزخ کے حوالہ کر دی۔ اب معاویہ نے سمجھ لیا کہ یہ سوار علیؑ ہے۔ حرث کے قتل ہونے سے معاویہ بہت غم ناک ہوا۔ عمر عاص کو ملامت کرتا تھا کہ تو نے حرث کو فریب دے کر شیر کے منہ میں جھونک دیا۔ پھر عمر بن حصین سکونی کی طرف متوجہ ہو کر تو حرث کا بدلہ اس سوار سے لے سکتا ہے۔ عمر بڑا من چلا سوار تھا۔ گھوڑا اڑا کر چلا۔ اور چند شامی سواروں نے بھی اس کے ہمراہ رہنے کے واسطے مرکب دوڑائے۔ عمر امیر المومنینؑ کی پشت کی طرف سے آیا اور چاہا کہ وار کرے۔ سعید بن قیس ہمدانی نے دیکھ کر پہچان لیا کہ یہ عمر ہے اور یہ بھی سمجھ لیا کہ وہ کس ارادہ سے آگے بڑھ رہا ہے چونکہ جناب امیرؑ اس کی طرف سے غافل تھے اور دوسرے سواروں کی طرف متوجہ کارزار تھے۔ سعید نے لٹکار کر کہا او نالائق کہ ہر جاتا ہے۔ ذرا ٹھہر عمر سعید کی طرف پلٹا سعید نے اسی وقت نیزہ مار کر گھوڑے سے گرا دیا۔ وہ اسی وقت مر گیا۔ معاویہ کو اس کے مارے جانے کا بہت رنج ہوا۔ خوب رونا پینا کیونکہ وہ شام کا بڑا نامی سردار تھا۔ پھر ذوالکلاع حیرمی کو بلا کر اور قبائل کنہہ و لخم و حزم کے منتخب سواروں کا مکمل و آراستہ دستہ حوالہ کر کے حکم دیا کہ میں عمر بن حصین کے مارے جانے سے سخت شرمندہ ہوں چاہتا ہوں کہ ان چیدہ سواروں سے حملہ کر کے سعید بن قیس ہمدانی سے انتقام لے اور اسے قتل کر کے میرا دل ٹھنڈا کرے۔ اس نے قبول کیا اور ہزاروں سواروں کی جمعیت سے لشکر امیر المومنینؑ کی جانب بڑھا۔ حضرت نے معلوم کر لیا کہ یہ معاویہ کی چیدہ فوج کے سوار ہیں اور قبیلہ ہمدان کا قصد کر کے نکلے ہیں۔ آواز دی کہ اے آل ہمدان بہت ہوشیاری سے کام لو کیونکہ معاویہ نے یہ فوج تمہارے مقابلے پر بھیجی ہے۔ سعید نے کہا یا امیر المومنینؑ آپ مطمئن رہیں اور ہمیں ان کے لیے چھوڑ کر تماشا دیکھیں۔ پھر اپنی قوم کو مطلع کر کے حکم دیا کہ سر آپس میں متحد ہو جاؤ۔ اس کے بعد ذوالکلاع اور اس کے لشکر پر حملہ کیا۔ طرفین نے سخت جانکافی سے کام لیا۔ انجام ہر قبیلہ ہمدان ہی غالب آیا۔ قیس اور اس کی قوم نے ایک ہزار سواروں کو سرا پرہ معاویہ تک مار ہٹایا۔ اور ان میں سے کئی نامی سردار ہلاک کر دیئے گئے۔ یہ جنگ نماز شام تک جاری رہی اور باہم قتل و قلع ہوتا رہا۔ امیر المومنینؑ نے اس حملہ کو بہت ہی پسند فرمایا۔ سعید بن قیس اور اس کی قوم کو اپنے پاس بلایا۔ اور ان کی بڑی تعریف کی۔ اور اچھے اچھے وعدے فرمائے۔ اور کہا اے آل ہمدان گویا تم میری جوش و زہر اور تیر و کمان ہو۔ ہمیشہ تم سے قوی پشت رہا ہوں اور تم پر بھروسہ کیا ہے۔ اے سعید تو مجھے بمنزلہ چشم اور دست راست کے ہے اور ہمیشہ ہر کام میں تیری شجاعت و مردانگی اور فصاحت و عظمتی پر اعتماد کرتا رہا ہوں۔ خدا کی قسم اگر بہشت کا دینا میرے اختیار میں ہوا تو اے قبیلہ ہمدان تم کو سب سے زیادہ اور برتر مقام

میں جگہ دوں گا۔

سعید نے کہا اے امیر المومنین ہم یہ کام خدا کی خوشنودی کے لیے کرتے ہیں۔ کچھ آپ پر احسان نہیں۔ درگاہ باری تعالیٰ سے ہمیں اس کا ثواب اور اجر ملے گا۔ جو کام نہایت دشوار ہو اس کے لیے حکم دیجئے اور جدھر چاہے ہمیں روانہ کر دیجئے۔ ہم مطیع ہیں اور آپ کو دل و جان سے زیادہ عزیز رکھتے ہیں۔ امیر المومنینؑ یہ باتیں سن کر بہت خوش ہوئے اور ان کی تعریف کی۔ وہ بھی نعمندی سے خوش خوش اپنی فرودگاہ پر واپس چلے گئے۔ دوسرے دن جب سورج نکلا۔ دونوں لشکروں نے جنگ کی تیاری کی اور صف بستہ ہو گئے۔ حضرت امیر المومنینؑ نے اپنے دوستوں سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ آج کل سے بھی زیادہ ثابت قدمی اور استقلال کو اپنا شعار بناؤ۔ اور جس وقت یہ لوگ جنگ چھیڑ دیں تو تم بھی ان پر حملہ کرو اور نمایاں کام کر کے دکھاؤ جب وہ بھاگ نکلیں تو بھاگ جانے دو۔ زخمیوں اور عاجزوں کو قتل نہ کرنا۔ عورتوں کی پردہ دری سے باز رہنا، کسی کا پردہ فاش نہ کرنا اور میری اجازت کے بغیر کسی کے خیمہ میں نہ گھسنا، ان کا اسباب ان کے چیموں سے نہ نکالنا اور برباد نہ کرنا۔ مگر ایشائے جنگ میں مقتولوں کے پاس سے جو کچھ ملے لے لو، اگر ان کی عورتیں تم کو گالیاں اور کوسنے دیں تو تم کسی کا جواب نہ دینا اور خاموش رہنا کیونکہ عورتیں بے عقل ہوتی ہیں۔ غرض شاہی شہسوار میدان جنگ میں آئے۔ اپنی تعریفیں کرتے ہوئے معاویہ کے ثناء خواں تھے اور رجز پڑھتے تھے۔ جناب امیر المومنینؑ کے لشکر سے بھی جنگجو بہادر نکلے اور باہم الجھ پڑے۔ ابو ایوب انصاری نے بھی اپنی صف سے نکل کر اور میدان میں پہنچ کر مرد مقابل طلب کیا، بہت دیر تک آواز دیتا رہا مگر شاہی لشکر میں سے کسی نے بھی سر نہ نکالا۔ جب ایک شخص نے بھی اس کے مقابلے پر نکلنے کی جرات نہ کی تو ابو ایوب انصاری خود ہی مرکب کو ہمیز کر کے شاہی لشکر پر جا پڑے حملہ کرتے تھے تو کوئی سامنے نہ ٹھہرتا تھا۔ یہاں تک کہ معاویہ کے پردہ سرا تک جا پہنچے۔ اس وقت معاویہ دروازہ پر کھڑا تھا۔ ابو ایوب کو دیکھ کر بھاگا۔ اور پردہ میں گھس کر دوسری طرف سے نکل گیا۔ ابو ایوب دروازے پر کھڑے مرد مقابل کو طلب کرتے تھے۔ کچھ شاہی مقابلے پر آئے ابو ایوب نے سب کو مار گرایا اور اس کے بعد سلامتی سے اپنی فرودگاہ پر لوٹ آئے۔

اب معاویہ بھی خوفزدہ زرد رو اپنے خیمہ میں واپس آیا۔ اپنی سپاہ کو ملامت کرنے لگا کہ علیؑ کے ایک سوار نے تمہیں اس قدر رگیدا۔ اور پسپا کیا کہ میرے پردہ سرا تک چلا آیا اور تمہارا یہ حال کیا کہ گویا قیدی بنا رکھا ہے اور ہاتھ پاؤں جکڑ رکھے ہیں۔ کسی ایک سے اتنا بھی نہ ہوا کہ ایک مٹھی بھر خاک اس کے گھوڑے کے منہ پر ڈال دیتا۔ ایک شاہی بہادر جس کا نام مترفع بن منصور تھا معاویہ سے کہا خاطر جمع رکھو میں اسی سوار کی طرح حملہ کروں گا جس طرح وہ تیرے پردہ سرا تک آیا تھا میں بھی علیؑ کے پردہ سرا تک پہنچ کر دم لوں گا۔ اور اگر علیؑ کو دیکھ پایا تو موقع پا کر زخم خوردہ ضرور کروں گا کہ تیرا دل شاد ہو۔

اس کے بعد مرکب کو دوڑایا اور لشکر جناب امیرؑ پر حملہ کیا۔ اور جناب پردہ سرا جناب امیرؑ چلا ابو ایوب انصاری نے اسے دیکھ لیا۔ گھوڑے کو ایڑ لگائی اور اس کے سر پر پہنچ کر شمشیر کا ایک ہاتھ گردن پر رسید کیا اس صفائی کا ہاتھ بیٹھا کہ تلوار دوسری سمت سے نکل گئی۔ اور سر بدستور گردن پر دھرا رہا۔ اسی اثناء میں گھوڑے نے ٹھوکر کھائی۔ اس کا سرا ایک طرف اور دھڑ دوسری طرف جا گرا۔ دیکھنے والے ابو ایوب کے ہاتھ کی صفائی کی تعریفیں کر رہے تھے۔

اب جناب امیرؑ کے لشکر سے قبیلہ طے نے آگے بڑھ کر لشکر معاویہ کے مقابل قیام کیا۔ اور معاویہ کی فوج سے حمزہ بن مالک ہدائی نکل کر آیا اور پوچھا تم کون ہو۔ عبداللہ بن حنیفہ طائی نے کہا ہم قبیلہ طے اور طے کوہ میں سے ہیں۔ شمشیر زن، جنگ جو، بے نظیر بہادر اور شب و روز لڑنے والے سوار ہیں۔ حمزہ نے کہا واہ واہ طے والو تم نے اپنی خوب ہی تعریف

کی اور اپنے آپ کو بہادروں میں شامل کر لیا۔

اس کے بعد اپنی جمعیت سمیت ان پر حملہ کیا انہوں نے بھی خوب خوب ہاتھ دکھائے۔ دونوں طرف سے جان توڑ کر مقابلہ ہوا۔ اس جنگ میں جناب امیر کے کافی لشکری شہید ہوئے۔ آخر محمد بن ابوبکر نے کچھ سواروں سے ان کی امداد کی اور معاویہ کی فوج کے بے شمار آدمی تہ تیغ کر دیئے۔ اور مظفر و منصور ہو کر اپنے اپنے مقام پر پہلے۔

دوسرے دن پھر میدان کارزار گرم ہوا۔ صفیں مرتب ہوئیں۔ معاویہ کے لشکر سے کچھ سوار نکلے۔ سر سے پاؤں تک لوہے میں لُغز تھے۔ آنکھوں کے سوا اور کوئی عضو بدن لوہے سے باہر نہ تھا۔ حضرت امیر المؤمنین کی طرف سے بھی سوار اسی طرز مسلح ہو کر نکلے۔ طرفین میں ایک ہزار سے زیادہ بہادر شریک تھے۔

اس کے بعد عبداللہ ابن عمر خطاب نے آکر جناب حسن ابن علی علیہ السلام کو آواز دی کہ مجھے کچھ کہنا ہے۔ اگر قدم رنجہ فرمائیں تو میں عرض کروں گا۔ جناب حسن نے خیال کیا کہ شاید عبداللہ جنگ کرنے کے واسطے بلاتا ہے ہتھیار لگا کر میدان میں آئے۔ عبداللہ نے قریب آکر کہا آپ مسلح ہو کر کیوں آئے۔ معاذ اللہ میں اور آپ کا دشمن بنوں بلکہ آپ سے ملاقات کرنا اور کچھ سمجھانا چاہتا تھا اور یہ کہ جو کہنا ہے عرض کروں۔ جناب حسن نے کہا جو کچھ کہنا ہے کہہ۔ عبداللہ نے کہا تمہارے باپ نے قریش کے ساتھ اچھا برتاؤ نہیں کیا۔ اس سبب سے لوگ ان کے دشمن ہو گئے اور کہتے ہیں کہ اس نے عثمان کو قتل کیا ہے۔ اب یہ امر مناسب معلوم ہوتا ہے کہ تم علی کا ساتھ چھوڑ دو اور ہمارے پاس چلے آؤ۔ ہم سب مشتاق ہو کر خلافت آپ کے حوالے کر دیں گے اور مطیع و فرمانبردار رہیں گے پھر یہ عداوت اور لڑائی بھی رفع دفع ہو جائے گی۔

حسن بن علی نے کہا اے عبداللہ مرجبا کیا اچھی تدبیر نکالی ہے اور بڑی نیک رائے دی ہے کیا کہنے ہیں۔ بھلا مجھ سے یہ کام کیونکر ہو سکتا ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کی جناب میں کافر ہو جاؤں اور جناب محمد مصطفیٰ کے ارشاد کے خلاف چلوں۔ خلیفہ وقت اور وہی رسول برحق سے سرتابی کروں خبردار پھر ایسا کلمہ زبان سے نہ نکالتا۔ تجھے شیطان نے بہکا رکھا ہے تیری بصیرت زائل کر دی ہے۔ اور ان برے اعمال نے جو تجھ سے ظہور میں آئے ہیں تیرے دل کو تاریک کر دیا ہے۔ تجھے دھوکا دے کر دین سے برگشتہ بنایا ہے اور اس ظالم، بدکار اور مکار کی خدمت میں لا ڈالا ہے۔ کیا تو اس کے نسب کو بھول گیا ہے۔ اس کا باپ ابو سفیان، بھائی خالو اور بچا سب حضرت محمد مصطفیٰ کے دشمن تھے۔ اور اب بھی ہیں۔ اور اگر اسلام لائے بھی ہیں تو محض مصلحت وقت سمجھ کر کلمہ شہادت زبان سے کہہ دیا ہے۔ دل سے مسلمان نہیں ہوئے تھے نہ اب ہیں۔ انہیں مسلمان نہ کہنا چاہیے بلکہ نام کے مسلمان کہنا لازم ہے۔ اور تو جو فاروق کا بیٹا ہے اس لیے جنگ کرتا ہے کہ تجھے کوئی ملامت نہ کرے۔ مگر تجھے یہ بات خود ہی معلوم ہے کہ تو کیا کر رہا ہے اور کس سے مل بیٹھا ہے اور کس کی مدد کرتا ہے۔ جو نہ خود اسلام سے کوئی واسطہ رکھتا ہے اور نہ اس کے باپ بھائی اور بچا وغیرہ ہی مسلمان تھے۔

اے عبداللہ جا، واپس چلا جا اور تو بھی جہاں تک ہو سکے وصی محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور نفس رسول کی دشمنی میں زور لگالے۔

ہشام بن عبدالملک کی ایک بوڑھے سے ملاقات

جو دقیق سوال و جواب سے آگاہ تھا

بیان کرتے ہیں کہ ایک دن ہشام بن عبد الملک جنگل میں سیر کر رہا تھا اتفاقاً "غبار اٹھتا نظر آیا ملازموں سے کہا اسی جگہ ٹھہرو اور خود ایک غلام کے ساتھ اس طرف چلا۔ قریب پہنچ کر ایک قافلہ نظر آیا۔ جو ہر قسم کی اشیاء لا رہا تھا۔ ہشام نے ان میں سے ایک ضعیف العمر آدمی کو دیکھا جو سب سے زیادہ خوبصورت اور ممتاز شخص معلوم ہوتا تھا۔ اس سے دریافت کیا کہ تو کون ہے اور کہاں سے آتا ہے اور تیرا وطن کس جگہ ہے۔ بوڑھے نے جواب دیا میرا وطن کوفہ ہے مگر تجھے اس سے کیا مطلب۔ اگر میں عرب کے سب سے ذلیل گروہ میں سے ہوا تو اس میں تیرا کچھ نقصان نہیں اور جس امر سے کوئی نفع یا نقصان متعلق نہیں تو اس کا پوچھنا ہی کیا!

ہشام نے کہا مجھے تیری بات سے معلوم ہوا کہ تو اپنی حقیقت حال کہنے سے شرم کرتا ہے۔ ہشام بھیگا اور بد صورت تھا۔ بوڑھا ہنسا اور بولا میں نے تیرے کینہہ نسب کو تیری بد صورتی اور کرمہ شکل سے پہچان لیا اور اگر مجھے اپنی تعریف کرنے پر ہی مجبور کرتا ہے آگاہ ہو کہ میں اس قبیلے سے ہوں اور فلاں فلاں آدمی میرے قبیلے سے ہیں۔ ہشام نے کہا اللہ اکبر تو بڑا ہی عیب دار نسب والا ہے اور جو شخص تیرے قبیلے سے نہ ہو اسے شکر کرنا چاہیے۔ بوڑھے نے کہا اسی صورت زیبا اور چشم شملا پر تو اوروں کے عیب نکالتا ہے ذرا اپنی تو کہہ کس قوم سے ہے۔ اور تیرا حسب نسب کیا ہے۔ ہشام نے کہا میں قریش سے ہوں۔ بوڑھے نے کہا قریش بہت بڑا قبیلہ ہے اس میں اعلیٰ و ادنیٰ وضع و شریف بھی شامل ہیں تو کس بطن سے ہے اور کیا صفات رکھتا ہے۔ ہشام نے کہا میں بنی امیہ کے ان اراکین اور شرفاء میں سے ہوں جن کی شرافت اور بزرگی کی برابری کوئی دوسرا نہیں کر سکتا۔ نہ کوئی جماعت اس گروہ سے انتقام لے سکتی ہے۔

بوڑھے نے یہ سن کر زور سے تہقہ لگایا۔ اور کہا اے بھائی بنی امیہ تجھے مرجبا ہے کہاں تک تو نے اپنے نسب کی نفاست کو چھپا کر رکھا اور مجھے اپنی نسبت مغالطے میں رکھا خوب کیا کہ یہ بات کہہ دی اور میرے دل سے اس فکر کو دور کر دیا۔ سچ ہے تو بہت ہی اچھے نسب، منتخب خاندان، قابل تعریف گروہ اور عالی نسب جماعت میں سے ہے۔ تجھے ایسے نسب پر شرم آتی چاہیے۔ کیا تو نے نہیں سنا کہ بنی امیہ زمانہ جاہلیت میں سود کھاتے تھے۔ مسلمان ہونے تو خاندان نبوت کے حقوق پر ہاتھ صاف کیا۔ تمہارا بڑا جد سردار زمانہ جاہلیت میں شراب پیتا تھا اور اب ظالم ہے۔ تیرے قبیلے نے چالیس معرکوں میں پشت دکھائی اور فرار ہو کر اپنے بہادروں کو برباد کیا اور اپنی آبرو کو خراب کیا۔ بدلہ لینے سے عاجز رہ گیا ہے۔ تو بڑی حقیر جماعت میں سے ہے۔ جس کی یہ کچھ خصلت اور مذہب ہے اور دلیری و بہادری اس قسم کی ہے۔ علاوہ ازیں تم حضرت سید المرسلین کی گواہی کے مطابق دوزخی بھی ہو۔ تمہارے مرد نسب کی عار کے سبب آنکھ نہیں ملا سکتے۔

تمہاری عورتیں طہنت کی بدی اور شہوت کے غلبے کے باعث سراونچا نہیں کر سکتیں۔ عقبہ جو بدر کے دن علمبردار تھا تم سے نسب ملاتا ہے اور ہندہ جو تمام عیبوں کا مخزن مشہور تھی تم سے علاقہ رکھتی ہے۔ مخربین حرب یعنی ابو سفیان زمانہ جاہلیت میں شراب خور اور بیطار تھا۔ جو نئی دولت دینے ذرا ساتھ دیا کئی مرتبہ جناب محمد مصطفیٰ پر لشکر کشی کی۔ اور جس وقت اسلام لایا تو حسن اعتقاد کی توفیق میسر نہ ہوئی۔ یہ بھی تم میں سے تھا۔ معاویہ جس کی نسبت رسول خدا نے سات مرتبہ ایسا اور ویسا کہا ہے تمہارا سر تاج اور امام و پیشوا تھا۔ وہ جناب رسول خدا کے وصی اور چچا زاد بھائی کے ساتھ لڑا۔ اور زیاد ولد الزنا کو اپنے نسب میں شریک کیا اور ذات القلار کو جو اس کی منکوحہ اور طلاقن تھی اپنے نکاح میں لایا۔ جب اپنا آخری وقت آیا تو اپنے بیٹے یزید کو اپنا ولی عہد بنایا۔ سنت نبوی کو مٹایا۔ ہر ایک سنت کے عوض بدعت جاری اور اس نے خونریزی کی بنا ڈالی۔ عقبہ ابن معیط کو اصحاب علی پر مسلط کیا۔ جسے جناب رسول خدا نے قریشی نسب سے خارج فرمایا تھا۔ تم نے اسے اپنے ساتھ ملحق کر لیا۔ اپنے عزیزوں میں سے ایک عورت اس کے حوالے کر دی حالانکہ وہ مقوبہ والوں

میں سے یہودی تھا۔ جس کی نسبت جناب امیر المومنینؑ نے فرمایا کہ اسے بہترین بندے نے قتل کیا ہے اور تمہیں عار دہی۔

تم ایسے پسندیدہ اور قابل تعریف لوگ ہو اس کا بیٹا ولید جس نے کوفہ میں شراب پی کر صبح کے وقت پیش نمازی کی اور دو کی بجائے چار رکعت پڑھا دیں اور اللہ تعالیٰ نے قرآن میں جس کی نسبت فاسق ہونا فرمایا ہے جس جگہ یہ ارشاد کیا ہے افمن کان موسنا کمین کان فاسقا لا یستون وہی تمہارا دل پسند اور محمود ہے اور عبد الملک بن مروان جس کا سب سے بڑا فاضل دوست اور سب سے زیادہ منصف امیر حجاج لعین تھا وہ تمہارا بزرگ ہے وہ بدکاروں اور خیانت کرنے والوں اور بے وفاؤں کا تھا جس نے پیغمبرؐ کی اولاد کو شہید کیا اور گو بیٹوں میں پتھر اور نجات بھر بھر کر خانہ کعبہ میں پھینکی سب تمہارے ہی یادگار اور مددگار تھے۔ تمہارا پہلا مددگار درمیانی غدار اور آخری مکار ہے۔ تمہارا بزرگ شرابی اور جھوٹا بے حیا!

بوڑھا جب ان مذکورہ بالا باتوں کو بیان کر چکا تو ہشام ہکا بکا اور ششدر و حیران کھڑا رہ گیا۔ کچھ سمجھ میں نہ آتا تھا کہ کیا جواب دے۔ غمزہ حالت میں جانب لشکر پلٹا۔ اور غلام سے کہا دیکھا اس بوڑھے نے ہمارا کیا حال کیا تھے اس کی کچھ باتیں یاد ہوں تو بیان کر۔ غلام نے کہا خدا کی قسم میں تو اس کی باتیں سن کر ایسا سن اور بے خبر ہو گیا تھا کہ اپنا نام تک یاد نہ رہا تھا۔ پھر اس کی مہمل گفتگو کو کیا یاد رکھ سکتا۔ میں نے تو کئی دفعہ چاہا کہ تلوار سے اس کا سرازا دوں، وہ بڑھا بڑا ہی کافر، لسان، شیطان اور برا آدمی تھا۔

ہشام نے کہا اگر تو اس کے خلاف کچھ کتا تو ابھی تیرا سر قلم کر دیتا۔ خبردار تھے ان باتوں میں سے کوئی بھی یاد نہ رکھنی چاہیے نہ کسی سے ذکر کرنا ورنہ اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھے گا۔

ہشام نے اپنے خدشگاریوں کو حکم دیا کہ اس طے کا بوڑھا قافلے کے ساتھ اس مقام پر ہے اسے میرے پاس پکڑ کر لاؤ۔ ان لوگوں نے اس دشت و بر میں بہت کچھ اسے ڈھونڈا اور دیکھ بھال کی مگر اس کا کہیں پتہ نہ چلا۔ کیونکہ ہشام کی واپسی کے بعد اسے خیال آیا کہ یہ سوار حاکم وقت معلوم ہوتا ہے۔ واپس پہنچ کر قمیڑی کے لیے آدی ضرور بھیجے گا اس لیے فوراً ہی راستے سے کٹ کر ایسی طرف سے نکل گیا جہاں سے کسی خاص و عام کا گزرنہ تھا۔

ہشام اس وقت سے ہمیشہ اس شخص کی گرفتاری کے درپے رہتا تھا اور اس دن کی اس بھول پر کہ اسے گرفتار نہ کر سکا افسوس کیا کرتا تھا۔

غلام کہتا ہے کہ مجھے اس بوڑھے کا کتنا حرف، حرف یاد تھا اور تمام باتیں مجھے ازیر تھیں لیکن میں نے اس وقت مصلحت نہ سمجھی اس لیے ہشام کے جواب میں انکار کر دیا۔ اور سلامت رہا جب تک ہشام زندہ رہا میں نے ان باتوں کا ذکر کسی سے نہ کیا۔

الغرض ہم پھر اسی جگہ سے بیان شروع کرتے ہیں کہ عبد اللہ حسن ابن علی علیہ السلام کی یہ باتیں سن کر بہت ہی شرمندہ ہوا۔ اور الٹا پھر گیا۔ اور جو گفتگو مابین ہوئی تھی معاویہ سے جا کئی۔ اس کے بعد معاویہ نے شامیوں کی ایک جماعت کو طلب کر کے اہل عراق سے جنگ کرنے کی ترغیب دلائی اور کہا کہ علی علیہ السلام کے لشکر پر حملہ کرو شاید کچھ کام نکل آئے۔ کیونکہ اب جنگ کو بہت عرصہ ہو گیا ہے۔ ان لوگوں نے عراق والوں پر بڑا سخت حملہ کیا۔ اور ایک ہزار سوار کو بہت پیچھے تک ہٹا لے گئے۔ امیر المومنینؑ یہ حال دیکھ کر گھوڑے پر سوار ہوئے آپ کے دوست بھی ساتھ ہو گئے پھر بلند آواز سے کعبیر کہتے ہوئے ان پر حملہ کیا۔ شامی تائب مقابلہ نہ لاکر بھاگ نکلے۔ آپ نے فرمایا کہ ان نالائقوں کو پوری سزا

دو۔ چنانچہ امیر المومنینؑ کی فوج ان کے قتل پر مستعد ہو گئی۔ ایک ہی حملے میں سات سو شامی کاٹ کر رکھ دیئے۔ دوسرے دن سورج نکلنے ہی نصف آرائی ہو گئی۔ جناب امیر المومنینؑ نے بھی اسلحہ سجا لیا۔ اور جناب رسول خداؐ کی سواری کے گھوڑے پر سوار ہو کر میدان میں آئے اور آواز دی کہ اے ہندہ کے لڑکے ان خدا کے بندوں سے ہاتھ اٹھا اور ان کی خون ریزی سے باز آ اور خود میدان میں نکل کہ باہم کچھ دیر جنگ آزمائی کریں۔ اگر تو غالب آیا مجھ پر فتح پائے گا۔ اور ملک ہاتھ آ جائے گا۔ اور اگر اللہ تعالیٰ نے مجھے مظفر و منصور کیا تو مسلمان اس شدت رنج سے بچ جائیں گے۔ معاویہ امیر المومنینؑ کی آواز سن کر خاموش رہا۔

عبداللہ ابن عمر خطاب نے کہا اپنے اوپر غیب نہ لگا۔ اگر تو سفیان کا بیٹا ہے اور کہتا ہے کہ مجھے شجاعت اور جنگ و جدل میں مہارت کامل ہے تو میدان میں نکل ہم بھی تیری بہادری اور دلیری دیکھیں۔ معاویہ پھر بھی چپ ہو رہا۔ اور کچھ نہ بولا۔ جناب امیر المومنینؑ نے کچھ عرصے تک گھوڑے کو میدان میں کاوے دیئے اور جب دیکھ لیا کہ مقابلے پر آنا نہیں چاہتا تو باگ اٹھائی اور اس کی فوج کے سینہ اور میسرہ پر حملہ کر کے سب اہتر و برہم کر دیا اور کئی شخصوں کو قتل کر کے اپنی لشکر گاہ میں واپس چلے آئے۔

عمر عاصؓ نے کہا اے معاویہ تو نے یہ اچھا نہ کیا کہ علی ابن ابی طالبؑ نے میدان میں آ کر تجھے طلب کیا اور تو مقابلے پر نہ نکلا۔ معاویہ اس کی یہ بات سن کر ہنسا اور بات ٹال کر اور اذکار کرنے لگا اب جناب امیر المومنینؑ نے اور رنگ کا لباس زیب تن فرمایا۔ اور میدان میں نکل کر مرد مقابل طلب کیا۔ عمرو عاصؓ نکل کر آیا۔ اس بے خبری میں کہ یہ کون شخص ہے اس نے رتڑ پڑھی اور کہا اے اہل عراق میں تم سے جنگ کروں گا اور اگرچہ تم سب کے سب ابو الحسن ہی کیوں نہ ہو۔ میں سب کو تلوار کی دھار پر رکھ لوں گا۔ امیر المومنینؑ کو اس کی یہ بات بہت ناگوار گزری۔ ضرورت سمجھ کر اپنا نام ظاہر کر دیا۔ عمر عاصؓ آپ کا نام سنتے ہی سمجھ گیا کہ شیر کے منہ میں آ گیا۔ گھبرا کر بھاگا۔ امیر المومنینؑ نے بھی گھوڑا اس کے پیچھے ڈالا۔ قریب پہنچ کر نیزہ رسید کیا۔ اتفاقاً نیزہ کی سناں اس کے پیراہن پر بیٹھی اور عمر کو گھوڑے سے گرا دیا۔ وہ سر کے بل زمین پر گرا۔ ٹانگوں میں ازار نہ تھی۔ پاؤں اونچے ہونے کے سبب اس نے شرم گاہ آشکارا کر دی۔ جناب امیر المومنینؑ نے فوراً منہ پھیر لیا اور فرمایا تجھے خدا کی پھینکار جا تو اپنی شرم گاہ کو آزاد کر وہ سہی۔ عمر عاصؓ موقع پا کر اٹھا اور بھاگ کر معاویہ کے پاس جا پہنچا۔ معاویہ نے تہقیر لگایا اور کہا۔ اے عمر تو نے عجیب فریب کیا کسی شخص نے کون دکھا کر قتل ہونے سے اپنے کو نہیں بچایا۔ اور جس شخص نے یہ حیلہ کیا اور کون دکھا کر جان بچائی وہ تو ہی ہے۔ علیؑ عجیب نیک خلق مرد ہے جس نے کسی کی کون پر نظر ڈالنی گوارا نہ کی اور نہ چاہا کہ برہنہ کون والے کو قتل کرے اگر کوئی اور ہوتا تو تجھے مار ہی ڈالتا لیکن اس کی حیا اور کرم نے اسے روک دیا کہ تجھے قتل کرنے سے روک دے اور شرم گاہ پر نظر نہ ڈالے۔

عمر نے کہا اے پسر سفیان تو کب تک یہ ذکر کئے جائے گا۔ خدا کی قسم اگر تو میری جگہ اس حالت میں وہاں ہوتا تو علیؑ تجھے کبھی نہ چھوڑتا۔ اور تجھے برہنہ پشت ہونے سے بھی نجات نہ ملتی۔ میں دیکھتا تھا کہ جس وقت لڑائی کے لیے طلب کیا تھا تو تیرا رنگ زرد پڑ گیا تھا۔ اور منہ پر ہوائیاں اڑنے لگی تھیں تو اتنی بے ہودہ بکواس نہ کر اور میرے ساتھ تمشخر کرنے سے باز آ۔ تو اتنا دلیر اور بہادر نہیں جو میرے اوپر ہنس سکے۔ عمر عاصؓ کے جا رہا تھا اور معاویہ خوش ہو ہو کر ہنستا تھا اور کہتا تھا اے ابا عبداللہ اگر تو علیؑ کے سامنے سے بھاگ پڑا تو کوئی بات نہیں مگر پشت برہنہ کر دینا اور شرم گاہ کو کھول دینا بہت بڑا عیب اور بدنامی کی بات ہے۔

عمر نے کہا ان باتوں کو جانے دو اور مہر کہ آرائی کے لیے قدم بڑھاؤ۔ اور میدان میں نکل کہ تیری بہادری اور دلیری بھی

دیکھوں۔ دوسرے دن آفتاب طلوع ہونے پر جناب امیرالمومنینؑ نے اپنے آدمیوں کو طلب کیا۔ جب سب جمع ہو گئے خطبہ پڑھا اور مسلمانوں کو اچھی اچھی سمجھائیں کیں۔ اثناء خطبہ میں فرمایا اے لوگو خدا تعالیٰ نے تمہیں نیک کام کا حکم دیا اور پاک تجارت کی ہدایت کی ہے۔ جن کی طرف متوجہ ہونا اور دلی رغبت رکھنا سبب حصول نجات اور موجب درجات عالیہ ہے۔ تم جنتوں کی نعمتوں اور حوروں کو پاؤ گے جیسا کہ کلام مجید میں ارشاد ہے:

ان اللہ یحب الذین یقاتلون فی سبیلہ صفا کانہم بنیان مرصوص یعنی بے شک اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو دوست رکھتا ہے جو اس کے راستے میں ایسے صف بستہ ہو کر لڑتے ہیں گویا وہ دھات کی دیوار ہیں۔ اس آیت شریفہ کے معانی پر غور کرو اور اپنی صفوں کو سیدہ کی دیوار جیسی بناؤ۔ زرہ والوں کو آگے رکھو اور جن کے پاس اسلحہ کم ہیں انہیں پیچھے۔ دل کو مضبوط اور قدموں کو اپنی جگہ قائم رکھو۔ یہ باتیں لڑائی کے لیے ضروری ہیں۔ اور ایسا کرنے سے تم پر تلوار کارگر نہ ہوگی۔ تمہارا دل قوی رہے گا۔ جنگ کے وقت تیر کو اچھی طرح کھینچنا چاہیے۔ نیزہ کو سب سے بہتر ہتھیار سمجھو اور اسے ایسے شخص کو نہ دو جو تجربہ کار اور عمدہ مبارز نہ ہو۔ صفوں میں سے نکل کر نہ بھاگو کیونکہ اس سے غضب الہی میں گرفتار ہو گے۔ یاد رکھو کہ احتیاط اور بچاؤ عمر بڑھا نہیں دیتا اور دلیری اور بہادری زندگی گھٹا نہیں سکتی۔ اور موت اور حکم خدا کو کوئی چیز ٹال نہیں سکتی۔ جیسا کہ ارشاد ہے:

قل لن ینفعکم الفوادان فودتم من الموت او القتل واذلا تمتعون الا قليلا اگر اس وقت بچاؤ کرو گے اور جنگ سے بھاگو گے تو اس صورت میں کہ حکم خدا ہی ہو گا کہ موت آجائے تو بھاگنے سے کوئی فائدہ نہ نکلے گا اور نہ تم بھاگ سکو گے جو کچھ زمانہ کی تبدیلیاں مقدر ہو چکی ہیں وہ دیکھنی ہی پڑیں گی اس لیے دل کو حکم الہی کے تابع کرو اور صبر سے طالب امداد ہو کیونکہ صبر سے ظفر حاصل ہوتی ہے۔ جناب امیرالمومنینؑ کے سچے دوستوں اور پکے ہوا خواہوں نے بڑی خوشی اور مسرت سے آپ کا یہ فرمان قبول کیا۔ اور عرض کی ہم آپ کے مطیع و فرمانبردار ہیں۔ جان و دل سے زیادہ آپ کو عزیز رکھتے ہیں۔ اور آپ کے خیر خواہ ہیں جس امر کے لیے حکم دیں گے دو جان سے بجالائیں گے۔ اور جب تک رقت جان باقی ہے خدمت گزاری میں کمی نہ کریں گے۔ جناب امیرؑ نے ان کو دعائے خیر دی۔ پھر سوار ہوئے اور تمام لشکر آپ کے ہمراہ مستعد ہو گیا۔ جس وقت رزم گاہ میں ایک شامی بہادر مسیح بن حزامی نے قوم بنی حزام کے پاس آ کر کہا اے بھائیو میری مدد کرو۔ میں چاہتا ہوں کہ آج نمایاں خدمت کروں۔ لوگ علیؑ کی دلیری اور بہادری کی بڑی تعریفیں کرتے ہیں میں چاہتا ہوں کہ اسے دیکھوں اور اس کے ساتھ جنگ کروں۔ بنی حزام میں سے کسی نے بھی اس کا ساتھ نہ دیا۔ ناچار گھوڑے کو چابک لگا کر میدان میں آیا اور کہا علیؑ کو بتاؤ میں اس سے جنگ کروں گا۔ عدی بن حاتم گھوڑ بڑھا کر میدان میں آیا اور کہا کہ یہ شیخی کب تک۔ میں تیرے مقابلے کے لیے آ پہنچا رکھا کیا ہنر رکھتا ہے۔ حزامی نے یہ بات سن کر عدی پر حملہ کیا اور عدی نے اس کے سینے پر ایسا نیزہ مارا کہ فوراً گھوڑے سے گر گیا۔

اب خالد بن عمروسی جو زمانہ کے مشہور و معروف بہادروں میں بڑا نامور آدمی تھا جناب امیر کی فوج سے نکلا اور میدان رزم میں کھڑے ہو کر بولا اے عراق و حجاز کے باشندو تم میں سے کون اپنے آپ کو خدا کے ہاتھ فروخت کرنا اور میرا ساتھ دینا چاہتا ہے کہ میں اس بد ذات سے جنگ کر کے اللہ تعالیٰ کی رضامندی حاصل کروں۔ ہر ایک قبیلے سے سوار و پیدل غول کے غول نکلتا شروع ہوئے۔ یہاں تک کہ اس کے پاس نو ہزار بہادر جمع ہو گئے۔ سب اس کے ہمراہ ہوئے اور تلواروں کے میان توڑ کر اس کے سامنے ڈال دیئے۔ پھر شامیوں کے معرکہ کی طرف متوجہ ہوئے۔ بہادرانہ حملے گئے اور ایسی کارواں کی کہ کبھی دیکھی نہ سنی گئی۔ اور نہ کسی جنگ نامہ یا تاریخ میں ایسی لڑائی پائی جاتی ہے۔ لڑتے لڑتے معاویہ کے پردہ سرا

تک پہنچ گئے۔ معاویہ یہ حال دیکھ کر نکل بھاگا اور شامی لشکر میں جا پہنچا۔ خالد پردہ سرا کے اندر گھس گیا اور جس قدر سامان و اسلحہ پایا لوٹ لیا اب معاویہ نے ایک چال چلی۔ ایک قاصد نے خالد کے پاس پہنچ کر پیغام دیا کہ تو جنگ اور لوٹ میں اس قدر سختی کیوں کرتا ہے۔ اس حرکت سے باز آ۔ اگر میں فتح یاب ہو گیا تو خراسان کی امارت تیرے حوالے کر دوں گا۔ خالد کو خراسان کی امارت کا لالچ آگیا۔ معاویہ کی شرط قبول کی۔ سعی جنگ سے ہاتھ روک لیا اور اپنی قیام گاہ پر لوٹ آیا۔

بیان کرتے ہیں کہ جب امیر المومنین کو نماز میں شہید کر دیا اور معاویہ کا کام بن گیا تو خالد بن معمر معاویہ کے پاس پہنچا۔ اعور شنی اس کے ہمراہ تھا۔ معاویہ نے ان دونوں کو دیکھ کر بہت سخت اور ست کہا اور گالیاں دیں۔ اور سامنے سے دھتکار کر نکال دیا۔ اور ان کے اس روز کے حملے کرنے کو یاد دلایا وہ چپکے کھڑے رہ گئے۔ جب معاویہ اپنے کام سے فارغ ہو گیا تو خالد نے یہ قطعہ پڑھا:

معاویہ لا تجهل علينا قانونا	نزال فی الحرب العصیب معاویا
متی تدع لنا دعوة ريعته	بحبک و خال یحصون العوالب
فان تطنا یا بن حرب بمثلها	تکن خیر من تدعو از کنت داعیا
و کنت اسرا اموا اصاق و اهلها	و کنت حجارتا و لم ان شامیا
فلا تجفنا و اجمع الیک قلوبنا	فانک ذو حلم و ما کنت جانیا
ذو و عنک شیا قد مضی بسبیلہ	علی ای حالته مصیبا و خاطیا

معاویہ نے یہ اشعار سن کر درگزر کیا۔ اور کہا میں نے تجھے معاف کیا۔ پھر خراجی کو حکم دیا کہ بچاس ہزار دینار میرے خزانہ سے لے کر خالد کے گھر پہنچا دے۔ بیس ہزار خالد کو دیئے اور تیس ہزار اس کے بچا زاد بھائیوں میں تقسیم کر دیئے۔ الغرض ہم پھر اصل مطلب پر آتے ہیں۔ دوسرے دن ابو ہریرہ اور ابو دردا لشکر جناب امیر سے نکل کر معاویہ کے پاس گئے اور کہا تو مسلمانوں سے کیوں جنگ کرتا ہے اور کس لیے ہزار ہا مسلمانوں کی خون ریزی چاہتا ہے۔ حق یہی ہے کہ علی ابن ابی طالب خلافت کے باب میں اولیٰ ترین ہیں کیونکہ دین کے اختیار کرنے میں سب پر سبقت رکھتے ہیں اور جو فضیلتیں آپ کو اسلام میں حاصل ہیں اور جہاد جناب رسول خدا کے سامنے کئے ہیں نیز ہجرت میں بھی اول درجہ رکھتے ہیں اور تو بھی ان لوگوں کی نسبت ان کے فضائل حمیدہ، اوصاف پسندیدہ اور علم و فضل اور خصائل جمیلہ سے بخوبی آگاہ ہے۔ اس کی کچھ ضرورت نہیں کہ آپ کے اخلاق حسنہ اور مجاہد نسبی تجھ سے بیان کریں۔ علاوہ ازیں تو خلافت کا مستحق نہیں ہو سکتا۔ پھر کس لیے دنیاوی طمع کے سبب جس پر خدا کی لعنت ہے، تو ایسے شخص سے بھگڑا اور فساد رکھتا ہے اور اپنے دین میں خلل ڈالتا ہے۔ اے پیر ابو سفیان خدا سے ڈر اور خدا و رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنا دشمن نہ بنا۔ ہم یہ باتیں محض تیری بھلائی کے لیے کہتے ہیں۔ آئندہ تجھے اختیار ہے۔

درد ہر یکام دل سرا فراشتہ گیر	ملک عرب و عجم بخود داشته گیر
تا در نگری انچه مراد دل تست	برداشته گیر بار بگرداشته گیر

یعنی: فرض کر کہ دنیا میں اپنا مقصد حاصل کر لیا ہے عرب و عجم کا ملک فتح کر لیا ہے اگر غور کر کے دیکھے گا تو تمام دلی مرادیں حاصل کرنے کے بعد کچھ بھی نہ پائے گا۔ معاویہ نے کہا میں اپنے آپ کو علی پر فضیلت و ترجیح نہیں دیتا اور یہ نہیں کہتا کہ میں امر خلافت میں اس سے زیادہ مستحق

اور لائق ہوں یا اس کے علم و فضل سے انکار کرتا ہوں۔ علیٰ ان پسندیدہ خصلتوں کی مانند صفتوں اور ذاتی شرافتوں میں ایسا ہی ہے جیسا تم بیان کرتے ہو بلکہ اس سے بھی زیادہ۔ میں تو اس سے قاتلان عثمان کو طلب کرتا ہوں۔ اور وہ انہیں اپنے پاس فراہم کئے ہوئے ہے اور ہر روز ان کی عزت و حرمت اور مرتبے میں افزودنی کی جاتی ہے انہیں میرے حوالہ نہیں کرتا۔ مجھ میں اور اس میں دشمنی اور عداوت کا یہی سبب ہے۔ اگر قاتلان عثمان کو میرے حوالہ کر دے تو پھر مجھے اس سے کوئی عداوت اور دشمنی باقی نہ رہے۔ پھر میں اس کی خدمت میں حاضر ہو جاؤں گا اور جس طرح اور مسلمان متفق ہو گئے ہیں میں بھی اتفاق کر لوں گا بلکہ اور ہزار ہا خدمتیں بھی بجا لاؤں گا۔ انہوں نے کہا اس امر کے علاوہ جو تو نے بیان کیا کہ عثمان کے قاتلوں کو طلب کرتا ہے کوئی اور بات بھی ہے؟ معاویہ نے کہا اس کے علاوہ اور کوئی خواہش نہیں۔ انہوں نے کہا یہ آسان کام ہے ہم جانتے ہیں اور ابھی اس کام کو کراتے ہیں اور اس دشمنی اور لڑائی کو مٹا کر آتش فساد پر پانی ڈالتے ہیں۔

وہاں سے اٹھ کر جناب امیر المومنین کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ شرط آداب بجالائے اور بیٹھ کر عرض کی اے امیر المومنین آپ کی فضیلت اور شرافت سب لوگوں پر آشکارا ہے اور آپ کی رفعت و بلندی آفتاب سے زیادہ روشن ہے معاویہ ایک بے دین اور دنیا طلب آدمی ہے۔ اس کے پاس بیوقوفوں، جاہلوں اور لالچی لوگوں کا جتھا جمع ہو گیا ہے۔ آپ نے اپنے آپ کو اس مہم کے تردد میں مبتلا کر رکھا ہے اور دور دراز کا سفر طے کر کے یہاں معرکہ آراء ہوئے ہیں۔ ہر روز طرفین سے بے شمار خلقت ماری جاتی ہے اور مسلمان سخت رنج و تکلیف میں مبتلا ہیں۔ آپ بھی تمام دن دل پر صدمہ اٹھاتے رہتے ہیں اور رات دن اسی فکر و سوچ میں کنتے ہیں۔ معاویہ آپ سے صرف قاتلان عثمان کو طلب کرتا ہے کچھ اور نہیں چاہتا۔ آپ انہیں اس کے حوالے کر دیں۔ پھر یہ پر خاش اور لڑائی جھگڑا مٹ جائے گا۔ ہم معاویہ کے پاس گئے تھے اور اس معاملہ کا فیصلہ اس طریق پر کرائے ہیں اگر آپ رضامند ہوں اور قاتلان عثمان کو اس کے حوالے کر دیں تو وہ خدمت مبارک میں حاضر ہو کر آپ کی بیعت کر لے گا۔

جناب امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا اے اصحاب رسول معاویہ بڑا مکار اور فریبی اور فتنہ پرداز ہے تم نہیں جانتے کہ اس بیان سے اس کی کیا مراد ہے تم کو اور تمام مسلمانوں کو یہ بات اچھی طرح معلوم ہے کہ جس دن عثمان کو قتل کیا گیا ہے میں وہاں نہ تھا۔ اور یہ تحقیق مجھے معلوم نہیں کہ عثمان کا قاتل کون ہے؟ اگر تم جانتے ہو بیان کر دو۔ ان لوگوں نے کہا ہم نے سنا ہے کہ محمد بن ابوبکر ان لوگوں میں سے ہے جنہوں نے اسے ہلاک کرنے کا قصد کیا ہے اور گھر میں داخل ہوئے اور عمار یا سر، اشتر نخعی، عدی بن حاتم طائی، عمر بن حمق خزاعی وغیرہ تھے۔ آپ نے فرمایا جاؤ ان لوگوں کو بلا لاؤ چنانچہ ابو دردا اور ابو ہریرہ نے جا کر لوگوں کو پکڑا اور کہا تم نے عثمان کو مارا ہے۔ جناب امیر المومنین نے حکم دیا ہے کہ تمہیں پکڑ کر قصاص میں قتل کریں۔ یہ کہنا تھا کہ تمام لشکر ایک دم جوش میں آکر بولا اے ابو ہریرہ اور ابو دردا قاتل عثمان کے دن تمام مہاجر و انصار اور صحابہ مدینہ میں موجود تھے۔ کسی نے بھی اس کی مدد نہ کی سب علیحدہ رہے کیونکہ وہ شرع پر نہ چلتا تھا۔ ہر روز اس سے اور اس کے خالم عاملوں سے کوئی نہ کوئی غلط امر سرزد ہوتا رہتا تھا۔ جس کی برداشت کسی کو نہ ہوتی تھی لوگ دشمن بن گئے تھے ہر ایک گروہ کے بہت سے لوگ بھڑک اٹھے۔ ام المومنین عائشہ اور طلحہ و زبیر نے متفق ہو کر فساد کی آگ بھڑکائی۔ اور سب سے پہلے جو شخص عثمان کے مکان پر چڑھا طلحہ تھا اس کے علاوہ عثمان نے معاویہ کے پاس قاصد بھیج کر مدد طلب کی تھی لیکن معاویہ نے مدد دینی منظور نہ کی۔ اگر وہ مدد کرتا تو بلا شک عثمان قتل نہ ہوتا بعد کی سب باتیں تمہیں معلوم ہیں۔ معاویہ نے تمہیں بیوقوف بنا کر ان غلط باتوں سے دھوکا دیا ہے۔ تم اس بات سے باز آؤ۔ اگر زیادہ

ورپے ہو گئے تو تمہیں بھی معاویہ کے پاس پہنچادیں گے۔ قتل عثمان میں دس ہزار شمشیر زن شریک تھے۔ تم دو آدمی ہمیں کس طرح ہلاک کر سکتے ہو؟

ابو درداء اور ابو ہریرہ یہ باتیں سن کر حیران رہ گئے۔ کچھ نہ کہہ سکے اور جناب امیر المومنینؓ کے لشکر سے نکل کر معاویہ کی فوج کی طرف چلے اور باہم کہتے جاتے تھے کہ بڑی مشکل آن پڑی ہے یہ فساد کسی طرح مٹا نظر نہیں آتا۔ معاویہ کے پاس پہنچ کر جو گزری مفصل کہہ سنایا۔ پھر وہاں سے نکل کر شہر حمص میں عبدالرحمن بن عمنم کے پاس گئے جو محاذ بن جبل کا دوست تھا۔ اور شامیوں کو علم فقہ طریق اسلام اور احکام دین کی تعلیم کرتا تھا۔ پھر دونوں نے اس سے وہ تمام حالات جو معاویہ اور جناب امیر المومنینؓ کے مابین ظہور میں آئے اور کہنے تھے بیان کئے اور جناب امیر المومنینؓ کے لشکر میں دس ہزار اشخاص کا جمع ہونا تلواریں کھینچ کر یہ کہنا کہ ہم سب قاتلان عثمان ہیں کہہ سنایا۔ عبدالرحمن نے کہا مجھے تم پر تعجب ہے تم دونوں سمجھدار اور جناب رسول خداؐ کے صحبت یافتہ اور تمام حالات سے آگاہ ہو اور جانتے ہو کہ جس دن عثمان کو مدینہ میں قتل کیا ہے تمام مساجد و انصار موجود تھے کسی نے بھی مدد نہ کی اور نہ کسی دشمنی کرنے والے کو روکا۔ اور یہ امر آفتاب سے زیادہ روشن ہے اور تمہیں معلوم ہے نہ اس کے بیان کرنے کی کچھ حاجت ہے کہ جو شخص حضرت علی ابن ابی طالبؓ سے بیعت کرے گا وہ اس شخص سے اچھا ہے جو معاویہ کی بیعت اختیار کرے گا۔ چونکہ معاویہ طلقاء میں سے ہے اور اسے خلافت کرنا جائز نہیں تم یہ سب کچھ جانتے ہوئے بھی معاویہ کے پاس پیغام لے جاتے اور امت محمدیہ کے معاملے میں اس سے فیصلہ چاہتے ہو۔ یہ تو نہایت ہی عجیب سی بات ہے جو میں تم سے سنتا ہوں قصہ کوتاہ ابو ہریرہ و ابو درداء کی سفارت و پیغام بری سے کچھ نتیجہ نہ نکلا۔ نہ ان کی وساطت اور فمائش کارگر ہوئی بلکہ آتش فساد زیادہ مشتعل ہو گئی۔ اور اس کے شعلے دور دور تک پہنچنے لگے۔ دوسرے دن دونوں لشکر صف بستہ ہو کر ایک دوسرے پر حملہ آور ہوئے۔

عمر عاص نے آگے بڑھ کر قبیلہ مکہ کو بلایا۔ اس نے اس کا ساتھ دیا۔ اب وہ رجز پڑھتا ہوا میدان جنگ میں ادھر ادھر مرکب کو کاوے دینے لگا۔ مگر ڈر کر قدم بڑھاتا تھا۔ ادھر سے اشتر زخمی نے دیکھا کہ قبیلہ مکہ زیادہ بڑھ آیا ہے اور عمر عاص کے زیر کمان ہے قبیلہ مزینج کے تین سو سوار ہمراہ لے کر نکلا اور قبیلہ مکہ کا رخ کیا۔ دونوں میں جنگ ہونے لگی۔ اشتر کو عمر عاص کی سخت تلاش تھی کہ وہ ملے تو اس پر وار کرے۔ اسی اثناء میں دیکھا کہ وہ گھوڑے کو دوڑاتا رجز پڑھتا ہوا اپنی تعریفوں کے پیل پاندھ رہا ہے۔ اشتر نے اس پر حملہ کیا وہ بھاگ کر قبیلہ مکہ کے سواروں میں جا چھپا۔ اب اشتر نے اپنے سواروں کو حکم دیا کہ یکبارگی حملہ کرو اور قبیلہ مکہ کے سواروں کو پیچھے ہٹالے جاؤ۔ شاید اس حملہ میں ہم عمر عاص کو دیکھ پائیں۔ اور گرفتار کر کے یا وار لگا کر اس کے شر کو مٹادیں۔ اس کے ہمراہیوں نے کہا ہم ایسا ہی کریں گے۔ اور اس جوش و خروش سے حملہ کیا کہ قبیلہ مکہ کو ہٹاتے ہوئے معاویہ کے پردہ سرا تک جا پہنچے اور اسی سے زیادہ سوار مار ڈالے اور عمرو کو بھی اشتر کے ایک ساتھی نے اس گرد و غبار میں دیکھ لیا۔ جس سے عمر عاص سخت زخمی ہو کر بھاگا اور نچیوں میں جا چھپا۔ قبیلہ مکہ کے اکثر آدمی زخمی اور خستہ ہو گئے۔

آج معاویہ بست حیران و پریشان ہوا سمجھ میں نہ آیا کہ کیا کرے۔ بے حد گرد و غبار بلند تھا اور بر پھیوں پر بر پھیاں اور تلواریں پر تلواں پڑنے اور ہمداروں کے نعروں کا غل اور شور آسمان تک جا رہا تھا۔ اسی ہنگامہ میں ام سنان مدحہ بھی ایک ٹیلے پر کھڑی ہوئی شامیوں کو اول فول بک رہی تھی۔ اور اپنی قوم والوں کے دل بڑھاتی جاتی تھی۔ معاویہ اسے دیکھ رہا تھا اور اس کی آوازیں سنتا جاتا تھا۔ آج بھی لڑائی نے صبح سے شام تک طول کھیچا۔ جب رات ہو گئی دونوں لشکر علیحدہ ہو کر قیام گاہوں کو پلٹ آئے۔ معاویہ رات بھر سخت غمناک رہا۔ اور اپنے دوستوں اور خواصوں سے کہتا تھا کہ مجھے اپنے

اس قدر سرداروں اور بہادروں کے قتل ہونے کا صدمہ نہیں لیکن ام سنان کی دلخراش باتیں اور شامیوں کو گالیاں دینا دل میں کھٹک رہا ہے اگر زمانہ نے ساتھ دیا اور میں نے فتح پائی تو میں نہیں جانتا کہ اسے کیسی سزا دوں گا۔ جس وقت معاویہ کے اقتدار نے عروج حاصل کیا تو ام سنان مدینہ سے داخل شام ہو کر معاویہ کے دروازہ پر آئی اور اندر آنے کی اجازت طلب کی۔

معاویہ نے کہا اسے میرے روبرو لاؤ جب سامنے آئی سلام کر کے بیٹھ گئی۔ معاویہ نے کہا اے ام سنان اور بدمذبح کی بہن تو کس کام کے لیے مدینہ سے شام میں داخل ہوئی مجھے تیری وہ دلخراش باتیں اور کمرہ گالیاں یاد ہیں جو تو نے شام والوں کو دی ہیں اور جس طرح سے ہمیں برا کہا اور اپنی قوم کو ہم سے لڑنے کے لیے اکسایا اور دل بھلایا ہے۔ ام سنان نے کہا میری بات سن اے معاویہ تیرے بڑے عبد مناف والے بڑے خلیق اور روشن حسب والے ہو گزرے ہیں۔ ان کی عادت تھی کہ جب کسی کی خطا معاف کر دیتے تھے تو پھر اس کے سر نہ ہوتے تھے۔ اور حلم کے بعد جمالت کو اور معافی کے بعد سزا کو کام میں نہ لاتے تھے۔ اور جو کوئی شخص تجھ سے زیادہ اس بات کا سزاوار نہیں کہ اپنے بزرگوں کا انتیاع کرے اور ان کی پسندیدہ عادتوں اور نیک خصلتوں پر چلے۔

عفو و حلم تقاخر بود کو در قرآن

یہ عفو و حلم و تہرج ہی کند موعے

یعنی معافی اور بربادی پر فخر حاصل کرنا چاہیے کیونکہ قرآن شریف میں خدا تعالیٰ بھی معافی اور بربادی کی تعریف فرماتا ہے۔ اپنے باپ دادا کی سنت کو قائم رکھ اور مجھ ضعیفہ کی خطا معاف کر۔ معاویہ نے کہا کیا تو نے جنگ صفین کے دن یہ اشعار نہ کہے تھے۔

عرب اثر قاذفمانتی لا تر فد و اللیل یصد بالہموم و بور دوا
یا ال مذحج لا مقام فشمورا ان العد و لا ال احمد مقصد وا
ہذا علی کا الہلال تہقتہ وسط السماء من الکواکب اسعد وا
خیر العفلاقی و ابن عم محمد و کفاه فحزنی الانام محمد
ما ذال مذ عرف الحروب مظفرا و النصر فوق لوائتہ قد بقعد

ام سنان نے کہا ہاں یہ اشعار میں نے ہی کہے تھے۔ اگر حضرت علیؑ زندہ ہوتے تو ہم کبھی تیرے پاس نہ آتے کیونکہ میں ان کو اپنی جان سے زیادہ عزیز رکھتی تھی۔ اور سچ یہ ہے کہ وہ اسی قسم کی تعریف و توصیف کے مستحق تھے۔ میں کیا چیز ہوں جو حضرت علیؑ علیہ السلام کی صفات حمیدہ میں سے فی ہزار ایک مقدار کثیرہ میں عشر عشر بھی بیان کر سکوں۔ ان کی خصلت پسندیدہ ایک یہ بھی تھی کہ امت محمدؐ کے حق میں نہایت شفیق و مہربان اور خیر خواہ تھے۔ سب لوگ ان کو اپنے باپ جیسا مہربان اور پرورش کنندہ سمجھتے تھے۔ ایک دفعہ کوئی حاجت لے کر میں آپ کے پاس گئی۔ حسب اتفاق اس وقت پہنچی جب آپ جاہ نماز پر کھڑے تھے اور نماز کی نیت باندھنے کو تھے۔ مجھے دیکھ کر نماز شروع نہ کی اور بڑی مہربانی اور شفقت سے مخاطب ہو کر فرمایا اے ام سنان تجھے کوئی کام درپیش ہے۔ میں نے کہا ہاں یا ابو الحسن اور ضرورت بیان کر دی کہ عامل صدقات نے مجھ پر زیادتی کی ہے۔

جناب امیر المؤمنین نے اسی وقت جاہ نماز پر بیٹھے بیٹھے دو ات قلم اور کاغذ طلب کر کے اس کے نام تاکید فرما کر لکھا کہ خدائے پاک اور اس کے رسولؐ کی قسم میں نے تجھے ظلم کرنے کی اجازت نہیں دی نہ میں ظلم سے رضامند ہوں۔ ار

حزکتوں سے باز آخلاق کو مت ستا اور خدائے پاک اور اس کے رسول کو جو رجوع و جفا کرنے سے اپنا دشمن نہ بنا ظلم و ستم ترک کر اور مسند حکومت سے دست بردار ہو میں کسی اور کو جو مہربانی اور پرورش خلق اور انصاف کرنے میں تجھ سے بہتر ہو گا تیری جگہ مقرر کروں گا۔ والسلام!

پھر اس فرمان کو اسی طرح بغیر بند کئے میرے حوالے کر دیا اور عذر کیا۔ پھر جانب آسمان منہ کر کے کہا کہ اے خدا تو تمام بھیدوں سے آگاہ ہے اور پوشیدہ امور مجھ پر عیاں ہیں تو ہی میرا گواہ ہے کہ میں نے اس عامل کو ظلم کی اجازت نہیں دی نہ اس کے ظلم سے رضامند ہوں۔

اس کے بعد سواری اور راستہ کا خرچ دے کر مجھے واپس بھیج دیا۔ میں اس عامل کے پاس آئی خط حوالہ کیا پڑھ کر اسی وقت اپنے ظلم سے باز آیا اور مجھے خوش کر دیا۔

اے معاویہ اب حضرت علیؑ دنیا سے رحلت فرما گئے اور تو نے ان کی جگہ لے لی مجبور ہو کر تیرے پاس آئی ہوں اب عفو کا برتاؤ کر اور جس کام کے لیے آئی ہوں اسے بہ لطف و کرم پورا کر۔ ایک مہینے نے کہا اے مدح کی بہن کیا یہ اشعار حضرت علیؑ کے غم میں تو نے نہیں کہے۔

اما هلكت ابا الحسن فلم تنل
بالحق تعرف هانبا مهديا
فانهب عليك صلوة و بك مادمت
فوق العصون حماعه
قد كنت بعد محمد خلفا لنا
اوصى اليك نبا و كنت و فبا
فاليوم لا خلق نومل بعده
همهات بمدح بعد النسيبا

ام سنان نے کہا تو سچ کہتا ہے یہ اشعار میرے ہی کہے ہوئے ہیں میں اس وقت شعر گوئی پر قادر تھی۔ اور اے معاویہ آج تو میری آرزو کو پورا کر دے تو ترے حق میں اس سے بھی زیادہ لکھوں اور تیری بہت کچھ تعریف کروں مگر تیرے ایسے ایسے خدمت گار موجود ہیں جو ہر وقت آگے پیچھے اس قسم کی باتیں کہتے اور سناتے رہتے ہیں۔ اور تیرے دل کو ہماری طرف سے برگشتہ کرتے رہتے ہیں۔ اے معاویہ اگر کوئی گروہ تیرا دشمن ہے تو اسی سبب سے اور اسی قسم کے لوگوں کی وجہ سے ہے۔ ایسے خدمت گاروں کو دور کر، ان کی بیہودہ بکواس جھوٹی گپوں اور بے بنیاد باتوں کو نہ سن۔ پھر دیکھنا زمانہ میں تجھے کس قدر ہوا خواہ ناصح دوست اور شفیق مہمشین اور عقل مند مصاحب میسر ہو جاتے ہیں۔ معاویہ نے کہا تو نے ہی علیؑ کی تعریف میں ایسے ایسے اشعار لکھے اور اس قدر مناقب و فضائل سے اس کی مدح کی ہے۔

ام سنان نے کہا سبحان اللہ حضرت علیؑ کی تعریف صرف ان اشعار سے نہیں ہو سکتی اور نہ اتنے سے محامد و مناقب سے ان کی ارفع شان ظاہر ہو سکتی ہے۔ کوئی مجھ جیسا کیونکر جھوٹ بول سکتا ہے اور کس طرح غلطی کا عذر کر سکتا ہے۔ تجھے میرے اعتقاد کی خود ہی خبر ہے جب تک حضرت علیؑ زندہ تھے ہم ان کو تجھ سے زیادہ عزیز رکھتے تھے۔ اب اللہ تعالیٰ کی رحمت کے شامل حال ہو گئے تو اب اوروں سے زیادہ تجھے دوست رکھتے ہیں۔

معاویہ نے کہا مجھے کس گروہ سے زیادہ دوست رکھتی ہے ام سنان نے کہا مروان بن حکم سعید بن عاص اور اسی قسم کے دوسرے لوگوں سے۔ معاویہ نے کہا ان لوگوں سے زیادہ مجھے کیوں عزیز رکھتی ہے؟ اس نے کہا تیرے حلم کی خوبی اور معافی کرم کے سبب جو خدا تعالیٰ نے تجھ میں ان لوگوں سے زیادہ عطا کیا ہے۔ اور بہت سے اور شخصوں سے مخصوص و ممتاز اور مستثنیٰ کیا ہے۔

معاویہ نے کہا اے ام سنان تو بڑی حاضر جواب ہے۔ اور مدح و ذم کو خوب آمیز کرتی ہے۔ میں نے تیرا کہنا سنا اور تیری

سب خطائیں معاف کر دیں جو کچھ گزر گیا ہے میں اسے بھول گیا اب کہہ کیا حاجت ہے۔ ام سنان نے کہا میری یہ حاجت ہے کہ تو نے مروان بن حکم کو جو امارت مدینہ عطا کر رکھی ہے وہ مخلوق سے اچھا برتاؤ نہیں کرتا۔ نہ رعایا کے ساتھ عدل و انصاف سے پیش آتا ہے۔ مستورات کی پردہ داری اور عذرات مومنات کا قبیح کرتا ہے میرے ایک عزیز کو قید کر دیا ہے۔ میں نے اس کے پاس جا کر سفارش کی تو مجھے بھی ایذا دی اور بہت ظلم کیا۔ میں بھی ضبط نہ کر سکی اور پتھروں سے زیادہ سخت اور کچلے سے زیادہ تلخ باتیں سنائیں۔ پھر میں نے اپنے آپ کو ملامت کی اور تیرے پاس داد خواہی کے لیے آئی۔ تو میری امداد کر اور اپنے فضل و کرم اور حلم کے سبب اس میرے رشتہ دار کو اس ظالم کی قید سے چھڑا دے۔

معاویہ اس کی باتوں سے خوش ہو کر ہنس پڑا۔ اور اس کے بیان کی لطافت و فصاحت پر تعجب کرتے ہوئے کہا تیری مراد حاصل ہے میں تیرے عزیز کی خطا کو دریافت نہیں کرتا نہ تجھ سے اس کی بریت کے دلیل و حجت چاہتا ہوں مروان بن حکم کو اس کے قید کرنے پر ملامت کروں گا اور اسے چھڑاؤں گا گو یہ امر مروان کو پسند خاطر نہ ہو گا۔

ام سنان نے کہا میں تیرے بے حد حلم و کرم اور بے عدیل لطف سے یہ امر ذرا بھی بعبر و مشکل نہیں سمجھتی اور جب میں مدینہ سے چلی تھی مجھے پورا یقین تھا کہ تو معاف کر دے گا اور میرے باب میں اسی قسم کا حکم دے گا جیسا دیا ہے۔ معاویہ نے کہا اس کے واسطے مروان کے نام فرمان جاری کرو کہ اس کے عزیز کو رہا کر دے اور کسی قلیل و کثیر شے کا طلب گار نہ ہو۔ پھر ام سنان اور اس کے رشتہ داروں سے کوئی تعرض نہ کرے۔ بلکہ ہر طرح سے ان کی رعایت کرتا رہے۔ یہ حکم لکھ کر ام سنان کے حوالہ کرو اور اسے خوش کر کے رخصت کرو۔ ام سنان نے کہا میں واپس کس طرح جا سکتی ہوں۔ میری سواری کا جانور دہلا ہونے کی وجہ سے چلنے کے قابل نہیں رہا۔ اور زاد راہ بھی ختم ہو گیا ہے۔

معاویہ نے کہا اسے ایک سواری اور ایک ہزار درہم دے دو۔ ام سنان نے کہا تو مجھے ایک ہزار درہم دینے سے بھی زیادہ کریم ہے۔ معاویہ ہنس پڑا اور کہنے لگا دس ہزار درہم اور دو عمدہ سواری اور جس قسم کا کپڑا اسے درکار ہو میا کر دو۔ کہ وہ خوش ہو کر جائے۔ ام سنان نے حسب نشاء فرمان لکھوا کر اور دس ہزار درہم اور سواری لے کر شاواں و فرحان جانب مدینہ روانہ کو مراجعت کی۔

القصد اشعث بن قیس کی کوئی بات لوگوں نے جناب امیر سے کہہ دی۔ آپ سن کر رنجیدہ ہوئے۔ اور اشعث کو اس کی قوم کی سرداری سے برطرف کر دیا۔ اور اس سے علم لے کر حسان بن مخزوم ذیلی کے حوالے کر دیا۔ اس پر اشعث کے قبیلے کے رئیس جناب امیر المومنین سے ناراض ہو گئے۔ اور حسان بن مخزوم کے عزیزوں اور ان میں بہت جھگڑا ہوا۔ اور قریب تھا کہ خوزیری واقع ہو حسان کے عزیز جو ربیعہ قوم کے رئیس تھے سادات کندہ کے پاس آئے اور کہا کہ یہ ناراضی کی بات نہیں ہے تمہارا امیر اشعث بن قیس زمانہ جاہلیت میں ملکیت اور اسلام میں سرداری اور سروری رکھتا ہے اور ہمارا امیر حسان بھی مرد بزرگ اور مشہور ہے کوئی گناہ شخص نہیں ہے۔ اور جناب امیر نے جو امارت اسے دی ہے وہ اس کی قابلیت رکھتا ہے۔ حسان نے اپنی قوم سے کہا ٹھہرو میری بات سنو میں کچھ کہنا چاہتا ہوں پھر اشعث بن قیس سے مخاطب ہو کر کہا اے بھائی تو طول نہ ہو اگر جناب امیر نے یہ علم مجھے دے دیا ہے تو کیا ہوا علم موجود ہے۔ علم اٹھالے میں نے اپنا علم تجھ کو دیا۔ اور اپنی قوم سے کہہ دوں گا کہ وہ سب تیری فرمانبرداری کریں گے تو میرا علم لے اور اپنا مجھے دے۔ اشعث نے کہا معاذ اللہ میں ایسا نہ کروں گا کہ تیرا علم اپنے علم کے عوض لے لوں۔ معاویہ نے بھی یہ خبر سن پائی کہ امیر المومنین نے اشعث کو معزول کر دیا ہے بہت خوش ہوا۔ اپنے شاعر کعب بن جمیل کو بلا کر کہا کہ کوئی حیلہ نکال اور کچھ اشعار کہہ کر کسی نامعلوم شخص کے ہاتھ اشعث کے پاس بھیج دے کہ وہ علیؑ کا ساتھ چھوڑ کر ہمارے پاس چلا آئے کعب بن جمیل نے

چند شعر لکھے جن میں ملک شام کی دولت و نعمت اور خوبی آب و ہوا کا تذکرہ کیا اور لکھا کہ بہت بڑی شرم کی بات ہے کہ علی معزول کر دے اور تجھے گوارا ہو جائے۔ معاویہ کے پاس بھی بہت بڑی دولت اور عزت و حرمت موجود ہے۔ یہاں آ جانا چاہیے۔

غرض اس مضمون کے کچھ اشعار لکھ کر اشعث کے پاس بھیج دیئے۔ جب یہ اشعار اشعث کے پاس پہنچے تو سادات یمن کو خبر ہو گئی۔ شریح بن ہانی مدحی نے اشعث سے کہا خردار کوئی اور ارادہ نہ کرنا اور نہ کسی اور خیال میں پڑنا۔ معاویہ کی یہ غرض ہے کہ ہم میں فساد اور پھوٹ پڑے اور عداوت و مخالفت واقع ہو جائے۔ اس کے سوا اس کی اور کوئی غرض نہیں ہے اس کے یہ خواہش نہیں کہ تیری حرمت و نعمت میں ترقی ہو، اس کی باتوں پر نہ جانا اپنے ارادہ پر ثابت قدم رہنا۔ معاویہ کے مکرو فریب میں نہ آنا وہ خدا اور رسول کا دشمن ہے۔ اشعث نے معاویہ کے اشعار کے جواب میں ایک قطعہ لکھ کر جس میں تیغ و شیریں باتیں تھیں معاویہ کے پاس بھجوا دیا۔ معاویہ سمجھ گیا کہ میرا جاوہ اشعث پر کارگر نہ ہو گا۔ اس طرف کا خیال چھوڑ دیا۔

اس کے بعد معاویہ نے لشکر کو لڑائی کے لیے مرتب کیا۔ اور صف بندی کر کے جناب امیر المومنین کی طرف بڑھا، علموں کو شمار کرتا جاتا تھا، دیکھا قبیلہ قضامہ کا علم موجود نہیں۔ ایک غلام کو جو اس کے پاس موجود تھا کہا نعمان جلد قضامی سے جا کر کہہ کہ تو کیوں معرکہ آرائی کے لیے نہیں نکلا یہ سستی اور پست بہتی کس لیے اختیار کی ہے۔ مجھے مجبور نہ کر کہ قضامہ کی امیری سے تجھے معزول کر کے کسی اور شخص کو جو تجھ سے زیادہ شفیق اور خیر خواہ ہو اور حرب و ضرب میں زیادہ سخت گیر ہو تیری جگہ مقرر کروں۔ وہ غلام نعمان کے پاس گیا اور معاویہ کا پیغام سنایا۔ اسی وقت قضامہ کا لشکر گروہ در گروہ نکلتا شروع ہوا اور اپنی جگہ آجلا۔ معاویہ یہ دیکھ ہی رہا تھا کہ نعمان بن جبلة پر نظر پڑی کہ غصہ میں بھرا ہوا آ رہا ہے۔ معاویہ نے دور ہی سے اس کے چہرے کا تغیر اور آثار غضب دیکھ پائے اللھم انی اعوذ بک شو لسان المقبل یعنی اے خدا میں اس آنے والے شخص کی زبان کے شر کے لیے تجھ سے پناہ مانگتا ہوں۔ نعمان معاویہ کے قریب آ کر گھوڑے پر سے اتر پڑا اور بیٹھ کر شمشیر کا قبضہ اپنے زانو پر رکھ لیا۔ کسی قدر سر جھکائے بیٹھا رہا۔ معاویہ نے کہا اے ابا منذر تجھے معلوم ہے کہ میں اس لشکر میں کسی اور پر اس قدر بھروسہ نہیں رکھتا جس قدر قبیلہ قضامہ پر۔ وہی میرے لشکر کے رکن اور میری فوج کے بہادر جنگجو اور خیل و حشم ہیں۔

آج تمام علم میدان میں نکل آئے اور مستعد جنگ ہو کر اپنی اپنی جگہ قائم ہو گئے تھے۔ مگر تم دیر میں نکلے۔ مجھے تمہاری سستی کا سبب کچھ نہ معلوم ہوا۔ میں نہیں جانتا کہ تم نے اتنی دیر اور کاہلی کس لیے کی۔ نعمان نے کہا اگر تو نے ہمارے واسطے ہر روز ایک خوان لگا رکھا اور بہت سی نعمتیں اس پر چن رکھی ہوں اور بزم شراب آراستہ اور نفیس اور خوشبودار شرابیں مہیا کر رکھی ہوں اور طرح طرح کے میوے اور پھل جمع کر کے بلا تا ہوتے بھی ایک وقت آنے میں توقف ہو جانا ممکن ہے۔ مزید کہا کہ آیا کیا تو ہمیں ہر روز حجازی دلاوروں، عراقی پہلوانوں، کوفہ کے تیر اندازوں اور بصرہ کے شمشیر زنوں کے مقابلے پر طلب کرنا اور ایسے لشکر سے لڑنے کی ترغیب دلاتا رہتا ہے جس کا سردار علی ابن ابی طالب ہے۔ یہ ہم جیسا تو نے سمجھ رکھا ہے انجام نہیں پاسکتی۔ کیونکہ سینوں کو نیزوں اور نیزہ بازوں کے سامنے رکھ دینا اور سروں کو شمشیر براں کے داروں تلے جھکانا کوئی آسان کام نہیں۔ اور میری فوج کو ایسے لشکر کے مقابلے پر نکل کر ضرور کوئی نمایاں کام کرنا چاہیے۔ اس لیے پورے ساز و سامان اور تیاری سے نکلنا لازم ہے نہ کہ اس طرح جیسا کہ تو خیال کرتا ہے کہ سب ہتھیار لگائے مگر باندھے آنکھیں کھولے کان لگائے موجود رہیں ادھر طیل جنگ کی آواز کان میں پہنچی ادھر بھاگتے دوڑتے میدان

جنگ میں نکل آئیں اور ہلاکت کے دریا میں کود پڑیں۔ ہاں تو نے مجھے پیغام دیا ہے کہ قضاہ کی سرداری سے معزول کروں گا اور کسی شخص کو جو زیادہ لائق مشفق و ناصح ہو گا تیری جگہ مقرر کروں گا تو نے یہ بڑی عمدہ تدبیر سوچی ہے۔ اور میرا حق بہت اچھی طرح ادا کرنا چاہا۔ اگر میں اپنے دین کو تیری دنیا کے لیے فروخت نہ کرتا اور تیری اطاعت کو علیؑ کی بیعت کے خلاف اختیار نہ کرتا کبھی ایسے لفظ نہ سنتا، خطا مجھ سے ہوئی کہ راہ راست کو جانتے بوجھتے ہوئے چھوڑ دیا۔ اور جس محل سے مجھے سعادت حاصل ہوتی ہے اس سے برگشتہ ہو گیا۔

راہ رہا کردہ ام از انم گم غزندانہ ام از انم خوار

یعنی میں نے رستہ چھوڑ دیا اس لیے بھٹک رہا ہوں میں نے عزت کی قدر نہ کی اسی وجہ سے ذلیل ہو رہا ہوں۔ تجھے خوب معلوم ہے کہ علیؑ سے مقابلہ کے لیے مجھ سے زیادہ اور کسی نے تیری بات کو منظور نہ کیا۔ میں ہر وقت تیری خدمت گزار میں مشغول اور ہوا خواہ رہا ہوں۔ پھر میں نہیں جانتا کہ میں نے ایسا کیا قصور کیا ہے جس کے عوض ایسی باتیں سننے کا مستحق اور ایسے عتاب کا سزاوار ٹھہرا ہوں۔ معاویہ نے کہا اے ابوالمنذر جو کچھ تو کہتا ہے سب سچ ہے آج تک تو نے کسی خدمت میں کمی نہیں کی۔ ہمیشہ خیر خواہ دوست رہا ہے اور ہماری طرف سے تمام قصور عائد ہوتے رہے ہیں اگر اس زمانہ نے اور اس دنیا نے وفائے کی تو ہم عذر خواہ ہوں گے اور تیری نیک اور پسندیدہ خدمتوں کا بدلہ جس قدر ممکن ہو گا بڑھ کر دیں گے۔ اس وقت جو پیغام دیا تھا اس سے صرف یہی غرض تھی کہ تو جلدی کرے۔ جگہ خالی کرے تو کچھ اور سمجھ بیٹھا۔ مگر یہ کہنا کہ راہ راست کو چھوڑ کر میری خدمت اختیار کی ہے ٹھیک نہیں۔ کونسا حق اس سے زیادہ ہو گا کہ تو اس مظلوم خلیفہ کی خون خواہی کر رہا ہے۔ جسے بے جرم و خطا مار ڈالا ہے اور ظالم و فاسق ناحق شناس اور بے رحم جماعت سے بدلے رہا ہے۔

نعمان نے کہا سبحان اللہ عجیب گفتگو ہے۔ تو اس بات کو مجھ سے کیونکر پوشیدہ رکھ سکتا ہے میں تو بال کی کھال تک سے واقف ہوں۔ کیا میں اس وقت کو بھول گیا ہوں جب کہ عثمان نے تجھ سے امداد طلب کی اور تو نے مدد نہ کی حالانکہ تو اسے دشمنوں سے بچا سکتا تھا آج تو اس کے خون کا بدلہ لینے اٹھا ہے۔ باوجودیکہ خلیفہ وقت علیؑ کی موجودگی میں تجھے خون عثمان کے مطالبہ کا کوئی حق نہیں ہے۔ اس جنگ سے تیرا مقصد ملکی اور دنیوی طمع کے سوا کچھ نہیں ہے۔ میں نے اپنے معاملہ میں خطا کی۔ عقبی کی بہبودی اور درستی سے غافل ہوا۔ وطن چھوڑا تیرے پاس آیا اور تیری خوشی کے لیے جناب رسول خداؐ کے وحی اور بیجاؤ زاد بھائی سے لڑا۔ جو شخص سب سے پہلے محمد مصطفیٰؐ پر ایمان لایا اور جس نے سب سے پہلے ہجرت اختیار کی وہ علیؑ ہے۔ اگر میں جس طرح تیرے پاس چلا آیا علیؑ کی خدمت میں پہنچ جاتا تو آج میرے دینی اور دنیاوی دونوں کام ہزار درجہ بڑھ کر رونق پاتے اور حضرت علیؑ بھی تیری نسبت مجھ پر بہت زیادہ لطف و کرم فرماتے اور یہاں کینست وہاں بہت زیادہ عزت و حرمت، محبت و دولت اور جاہ و مرجعہ حاصل ہوتی:

نیک برنج اندرم از خوشن گم شدہ تدبیر و خطا کردہ ظن

یعنی میں اپنی حالت سے بہت غم ناک ہوں تدبیر میں بڑی غلطی کی ہے اور برا خیال سوچا ہے۔ معاویہ نے یہ سن کر گردن جھکا لی اور کچھ نہ بولا۔ عمر بن مرہ جنسی اور حارث بن تمرحی نے جو معاویہ کے مشہور خادم اور نعمان کے رشتہ دار تھے اٹھ کر نعمان کو قسمیں دیں کہ اب خاموش رہ زیادہ نہ بول کہ معاویہ کی طبیعت اور زیادہ غمگین اور پریشان ہوگی۔ نعمان نے ان کا کہنا مان لیا اور کچھ نہ بولا اور خاموشی کے ساتھ وہاں سے اٹھ کر اپنی قوم میں آ ملا اور اپنی جگہ پر کھڑا ہو گیا۔ اب حضرت علیؑ کے لشکر میں سے دو بہار اور زبردست دستے علیحدہ ہوئے۔ سروں پر خود بدن پر زرہ پہنے اس طرح جگمگاتے

گویا آسمان پر ستارے جگمگا رہے ہیں آگے بڑھے اور ان کے گھوڑوں کے سموں کا غبار تا آسمان بلند ہوا۔ ان میں سے ایک طاقت مندج کے قبیلوں سے متعلق تھی اور اشتر نخعی ان کا سپہ سالار تھا۔ دوسری قوت قبائل ہمدان سے علاقہ رکھتی تھی۔ اور سعید بن قیس کے زیرِ کمان تھی۔ ان دونوں فوجوں کے سوار نہایت جرار تھے۔ آتے ہی معاویہ کے لشکر پر جا پڑے۔ اور صفوں کو ہٹاتے چلے گئے۔ نہایت سخت جنگ کی۔ شامی لشکر کے بہت سے آدمی کام آئے۔ اور قریب تھا کہ وہ شکست کھا کر بھاگ نکلیں معاویہ نے قاصد بھیج کر نعمان قضاہی سے درخواست کی کہ میری امداد کر دیکھ تو سہی کہ ان فوجوں نے مجھ پر کیا آفت ڈھا رکھی ہے۔ جان لیوں پر اور ہڈی چھری تک پہنچ گئی ہے۔ ایک تو ہی کوشش اور دلیری سے باقی بچ رہا ہے۔ اگر تو مدد کرے تو ابھی تک جان باقی ہے۔ نعمان نے قاصد کو جواب دیا کہ اس شخص کو ان فوجوں کے مقابلے پر بلا جو مجھ سے زیادہ بے عیب اور تیرا ہوا خواہ ہو۔ معاویہ نے عمر بن مرہ جنسی اور حارث بن شمر حزمی سے جو نعمان کے عزیز تھے کہا دیکھتے ہو کہ نعمان نے ہمیں کس وقت میں جواب دیا ہے۔ اس کے پاس جاؤ اور ملامت کرو اور میری طرف سے عمدہ عمدہ وعدے کر کے سمجھاؤ تاکہ میدان میں نکل کر ان دونوں لشکروں کو پسپا کرے۔ کیونکہ اس کے بغیر انہیں کوئی اور دفع نہیں کر سکتا۔ عمر بن مرہ نے کہا اے معاویہ جب تجھے کوئی کام نہیں ہوتا تو ہمیں فراموش کر دیتا ہے اور ویسے کبھی یاد نہیں کرتا اور نہ ہمارا حق یاد رکھتا ہے اور جب کوئی سخت صدم آ پڑتی ہے تو ہم ہی یاد آتے ہیں۔ اور ہمیں مامور کرتا ہے۔ معاویہ نے کہا یہ وقت ان باتوں کا نہیں۔ پہلے اس کام کو انجام دو اور کوئی تدبیر سوچو کہ اس صدم سے فارغ ہو جائیں۔ دونوں نعمان کے پاس آئے اور بہت کچھ سمجھایا دلاسا دیا کہ جو کچھ کہنا تھا کہہ ڈالا۔ اور اپنے دل کا بخار نکال ڈالا۔ اب حد سے زیادہ تجاوز نہ کرنا اور اس کی مرضی کو خاطر میں نہ لانا۔ مناسب نہیں ہے آخر ہمیں اس کے بغیر چارہ نہیں۔ جب ہم نے ایک کام کو اختیار کر لیا تو انجام دینے بغیر چھوڑنا داخل عیب ہے۔ نعمان نے کہا میں ایسا ہی کروں گا۔ پھر اپنی قوم بنی قضاہ کو ہمراہ لے کر دونوں فوجوں پر حملہ کیا۔ اشتر اور سعید نے بھی یہ دیکھ کر بنی قضاہ نے بہ ماتحتی نعمان حملہ کیا ہے اور زیادہ سخت کوشی اختیار کی۔ چنانچہ باہم خوب جنگ ہوئی۔ اور طرفین نے جان لڑادی۔ شام تک ہنگامہ کار زار گرم رہا۔

انجام کار نعمان اور اس کی جمیعت کا اکثر حصہ قتل ہو گیا۔ آج طرفین میں سے ایک شخص نے بھی نماز نہ پڑھی۔ رات ہونے پر دونوں فوجیں علیحدہ ہوئیں۔ اور اپنی اپنی قیام گاہ کو پلٹ گئیں اور قضا نمازیں پڑھیں۔ معاویہ معمولتاً "نعمان کے مارے جانے پر بہت افسوس اور ملال ظاہر کرتا رہا مگر دل میں شاد تھا کہ اچھا ہوا وہ امیر المؤمنین علیؑ سے محبت کرتا تھا۔

ابونوح اور ذوالکلاح حمیر کی گفتگو

اسی جنگ و جدال کے اثناء میں ذوالکلاح حمیری نے ابونوح کو آواز دے کر بلایا اور جب وہ آیا تو پوچھا کیا تو عمار یا سر سے جا کر کہہ سکتا ہے کہ وہ عمرو کے ساتھ بیٹھ کر کچھ گفتگو کرے اور باہم جاہلین کی صلح و صفائی کے معاملے میں مشورہ کریں۔ اور ہم اس گفتگو کو سنیں۔ ابونوح نے کہا کیوں نہیں اور اسی وقت واپس جا کر عمار یا سر سے ملا۔ اور ماجرا بیان کیا عمار نے کہا میں آتا ہوں اور احسان مند ہوں۔ عمار یا سر نے تیاری کی اور تین مشہور و معروف صحابہ لیے یہ سب کے سب مالک بن حارث نخعی اور عمر بن حنظل نخعی کے سوا جنگ بدر میں شریک ہوئے تھے۔ جب معاویہ کے پاس پہنچے تو معاویہ کے ایک مقرب صحابہ نام نے معاویہ سے کہا ذوالکلاح کو ابونوح کے ساتھ مکالمہ کی اجازت دینا میرے نزدیک مصلحت نہیں ہے۔ کیونکہ وہ بڑا لسان اور فصیح و بلیغ شخص ہے۔ مبادا اپنی شیریں بیانی اور فصاحت سے ذوالکلاح کو دھوکہ دے کر شک

۶۹۷

میں ڈال دے۔

معاویہ نے کہا میں بھی مصلحت نہیں سمجھتا میں نے اسے روکا تھا مگر اس نے میرے کہنے کو نہ مانا۔ خیر ذوالکلاع بزرگ شخص ہے۔ وہ اپنی بہتری کو خوب سمجھ سکتا ہے یہ نہیں ہو سکتا کہ ابو نوح اسے فریب دے سکے۔

ذوالکلاع نے ابو نوح سے کہا آ عمرو عاص کے پاس چلیں اور عمار یا سر کے آنے سے مطلع کریں اور اس معاملہ میں کچھ کہیں۔ اس نے کہا ایسا نہ ہونا چاہیے مبادا کوئی مجھے کچھ کے یا معترض ہو پھر اس کا جواب دینا ضروری اور دقیقہ لازمی ہو گا۔

ذوالکلاع نے کہا تو مطمئن اور بے فکر رہ۔ جب میرے ہمراہ ہو گا تو کسی کی کیا مجال جو تجھ سے برا یا ریشہ آمیز کلمہ کہے یا معترض ہو سکے۔ ابو نوح اس کے ہمراہ ہو گیا۔ دونوں عمر عاص کے پاس پہنچے وہ اس وقت ایک ٹیلے پر کھڑا تھا اور لشکر کو ترغیب جنگ دلا رہا تھا۔ ذوالکلاع نے کہا اے ابا عبد اللہ میں ایک مشفق اور ناصح راست گو شخص کو لایا ہوں کہ تو اس کی بات سنے اور اس کے ہمراہ عمار یا سر کے پاس چلے اور جو گفتگو ضروری ہو وہ کہیں اور سنیں۔ عمر عاص نے دریافت کیا وہ ناصح اور عقل مند کون ہے جسے تو لایا ہے۔ اس نے کہا یہ ہے جو اس جگہ موجود ہے اور یہ میرے چچا زاد بھائیوں میں سے ہوتا ہے۔ عراق کا باشندہ ہے۔ میں نے اس سے عہد کیا ہے کہ کوئی شخص ہاتھ یا زبان سے تجھے ایذا نہ دے گا۔ تا وقتیکہ تجھے جو کچھ کہنا ہے نہ کہہ لے۔ اور وہ اپنی قیام گاہ کو واپس نہ ہو لے۔

عمر عاص نے کہا میں تیرے چچا کے اس بیٹے کی پیشانی پر بو ترابی بھلک پاتا ہوں۔ ابو نوح نے کہا جس امر کو تو نے مجھ میں دکھا وہ ابو ترابی بیتانی سے متعلق نہیں بلکہ سنت محمد مصطفیٰ کی پیروی کا نشان ہے اور میں تیرے منہ پر نمایاں طور سے ابو جہل کی پیشانی ملا لہ کر رہا ہوں بلکہ فرعون کی پیشانی۔ ابو الاعور سلمیٰ نے تلوار سونت لی اور کہا اس جھوٹے کبخت کو جس کی پیشانی سے ابو ترابی نشان عیاں ہے تو اس لیے لایا ہے کہ اپنی حد سے باہر قدم رکھے اور ہمیں منہ در منہ گالیاں سنائے۔ میں ابھی تلوار سے اس کا سر اڑائے دیتا ہوں۔

ذوالکلاع نے کہ دھیما رہ۔ ابو نوح میرا پر عزم اور ہمسایہ ہے۔ اس کے علاوہ میں نے اس کے ساتھ حفاظت کا عہد کر لیا ہے اور اس لیے لایا ہوں کہ اس معاملہ میں جو شبہہ واقع ہوا ہے رفع کر دے اور تمہیں راہ راست دکھائے۔ اگر تو کچھ اعتراض کرے گا تو میں تجھے تلوار کے گھاٹ اتار دوں گا۔ ابو الاعور ذوالکلاع کی یہ بات سن کر اور اسے بھندپا کر خاموش ہو رہا۔ تلوار میان میں کر لی۔ عمر عاص نے کہا کیا تو ہی ابو نوح ہے۔ اس نے کہا ہاں۔ عمر نے کہا میں تجھے خدائے واحد کی قسم دلا کر پوچھتا ہوں سچ سچ کہنا کرو فریب سے بات نہ کرنا۔ عمار یا سر کہاں ہے۔ اس نے کہا جب تک تو مجھے یہ نہ بتائے گا کہ یہ بات کس لیے دریافت کرتا ہے میں ہرگز اس کا حال نہ بتاؤں گا۔ ہمارے ساتھ بڑے بڑے صحابہ اور نیک و برگزیدہ اشخاص موجود ہیں۔ اور سب کے سب تم سے جنگ کرنے کے لیے عمار یا سر سے بھی زیادہ مستعد و مشتاق ہیں۔ عمر عاص

نے کہا میں عمار یا سر کو اس لیے دریافت کرتا ہوں کہ میں نے سنا ہے کہ جناب رسول خدا نے اسے خبر دی ہے کہ تو باغیوں کے ہاتھ سے مارا جائے گا۔ یہ بات عمار کی ذات سے بہت بعید اور تعجب انگیز ہے وہ ہم سے علیحدہ ہے۔ ابو نوح نے کہا اللہ اکبر عمار ہمارے ساتھ ہے اور تم سے جنگ کرنے میں بہت کوشش کرتا ہے۔ عمر نے کہا کیا تو جیسا بیان کرتا ہے یہی بات ہے کہ وہ ہم سے سخت جنگ کرتا ہے۔ اس نے کہ خدا کی قسم یہی بات ہے عمار تم سے جنگ کرنے کا بے حد مشتاق ہے۔ جب ہم جنگ جمل میں مشغول تھے مجھ سے ایک دن کہا تھا کہ یاد رکھنا چاہیے ہم فتح یاب ہوں گے اور کل مجھ سے یہ کہا ہے کہ معاویہ کی فوجیں ہمیں شکست دے کر مدینہ کی کھجوروں تک بھگا لے جائیں گی۔ اور میں اس امر میں کہ علیؑ

حق پر ہے اور معاویہ باطل پر ذرا بھی شک و شبہ نہیں رکھتا۔ اور مجھے یقین کامل ہے کہ ہمارے مقتول بہشتی اور ان کے مقتول دوزخی ہیں۔ عمر عاص نے کہا اے ابو نوح میں چاہتا ہوں کہ تھوڑی دیر کے لیے عمار سے ملوں۔ کوئی ایسی تدبیر کر سکتا ہے کہ میں اس سے مل سکوں۔ اس نے کہا آسان بات ہے۔ میں نے اور ذوالکھراج نے ابھی یہ بات سوچی ہے اور عمار یا سر سے بھی کہا ہے وہ جناب رسول خدا کے بہت سے مشہور اصحاب کے ہمراہ ہمارے لشکر کے قریب موجود ہے۔

عمار عاص نے یہ سنتے ہی گھوڑے کو ایڑھ لگائی اور عمار یا سر کے سامنے آکھڑا ہوا۔ معاویہ کے چند خواص اس کے ہمراہ تھے۔ عمار یا سر نے عمر عاص کو دیکھ کر قبیلہ عبد القیس میں سے ایک شخص عوف بن بشر کو اس کے پاس بھیجا۔ اس نے عمر کے پاس پہنچ کر کہا عمار وہاں موجود ہے اگر تجھے کچھ کہنا ہو تو قریب آکر بیان کر۔ عمر عاص نے اس سے کہا میں تیرے مکر و بے وفائی سے ڈرتا ہوں۔ اس لیے قریب نہیں آسکتا۔ تو ہی میرے پاس چلا آ کہ جو بات کرنی ہے بیان کی جائے۔ پھر کہا اے شخص تو کس قدر دلیر اور بے پاک ہے کہ میرے پاس چلا آیا۔ تجھے کس نے ایسا نڈر کر دیا ہے۔

عوف نے کہا ہمیں اللہ تعالیٰ نے جرات دی ہے اور تجھ پر اور تیرے مددگاروں پر غلبہ دے کر قوت و طاقت کرامت فرمائی ہے اگر چاہوں تو تجھ سے مناظرہ کر سکتا ہوں کیونکہ الحمد للہ تقریر کرنے والی زبان رکھتا ہوں اور جنگ و جدل کا زور بازو۔ عمر عاص نے کہا اے بھتیجے تو کس قبیلے سے ہے اور کیا نام رکھتا ہے جو اب دیا کہ میرا نام عوف بن بشر ہے اور قبیلہ عبد القیس میں سے ہوں۔ عمرو عاص نے کہا اگر تو چاہے تو میں تجھ سے جنگ کرنے کے لئے سوار کو بھیجوں۔ عوف نے کہا جسے چاہے بھیج۔ اگر تو خود مقابلے پر نکلے تو سب سے بہتر ہو عمر نے کہا اب جنگ کا وقت نہیں رہا۔ ہمیں بہت سے سوال درپیش ہیں۔ کسی کو تیرے پاس بھیجتا ہوں کہ باہم مناظرہ کرو عوف نے کہا یہی سہی۔

اب عمر اپنے ہمراہیوں کی طرف متوجہ ہوا اور پوچھا کہ تم میں سے کون عوف کے ساتھ بحث کر سکتا ہے۔ ابو الاعمور سلمیٰ نے کہا میں اس سے بحث کرتا ہوں۔ عمر عاص نے کہا اچھا جاگنگلو کر۔ وہ عوف کے سامنے آکھڑا ہوا۔ عوف نے کہا میں اس شخص کو دیکھ رہا ہوں جس کی پیشانی سے جنسی ہونا ظاہر ہو رہا ہے۔ ابو الاعمور نے کہا تو بڑا بولنے والا شخص ہے مجھے یہ معلوم ہوتا ہے کہ تیری یہ زبان تجھے جہنم کی آگ میں ڈالے۔ عوف نے کہا خدا کی قسم میری صورت اور زبان مجھے جانب بہشت راہنما ہوگی۔ کیونکہ حق بات کے سوا میں اور کچھ نہیں کہتا۔ اور راست گوئی کے سوا میری زبان اور باتوں سے آشا نہیں ہے۔ میرا طریق یہ ہے کہ گمراہوں کو راستہ بتاتا ہوں اس سبب سے مجھے اللہ تعالیٰ کی مہربانی پر پورا بھروسہ ہے۔ اور اس لیے میں گمراہوں سے جنگ کرنا جوار سمجھتا ہوں۔ خدا مجھے بہشت عنایت کرے گا۔ اور جب میں تیری طرف دیکھتا ہوں تو معلوم ہوتا ہے کہ تو نے خدا تعالیٰ کے عذاب کو اس کی بخشش کے عوض اختیار کر رکھا ہے اور گمراہی و بے دینی کو راہ راست سے بدل لیا ہے۔ کسی ایسے شخص کو جو دیدہ بینا رکھتا ہو کہنا چاہیے کہ ہمارے اور تمہارے حال پر نظر کر کے پیشانیوں کو ملاحظہ کرے اور ہمارا عدل و انصاف معاند کرے۔ اور حقیقت حال معلوم کر کے تم سے بیان کرے پھر تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ ہم میں سے کتر درجہ کا شخص بھی تمہارے بہتر آدمی سے برتر اور جناب محمد مصطفیٰ سے نزدیک تر ہو گا۔

ابو الاعمور نے کہا بات لمبی ہو گئی اور معلوم ہوتا ہے کہ یہ مناظرہ مجھ سے اور تجھ سے انجام نہ پائے گا۔ اور وقت گزر جائے گا۔ اپنے دوستوں کے پاس جا کر انہیں لا اور میں بھی اپنے دوستوں کو بلاؤں کہ وہ بھی آجائیں اور دن کے ختم ہونے سے پہلے جو کہتا ہے کہہ لو۔ اب عوف نے واپس جا کر عمار یا سر کو خبر دی اور وہ صحابہ کے گروہ سمیت عمر عاص کے پاس آیا۔ اور عمر عاص بھی اپنے رفیقوں کو لے کر اس کی طرف بڑھا جب دونوں مل گئے اور ایک دوسرے کے اس قدر مفضل جا

ٹھہرے کہ ان کے گھوڑوں کی گردنیں ایک دوسرے سے آگے نکل گئیں۔ اس کے بعد اتر کر زمین پر بیٹھ گئے۔ عمر عاص نے گفتگو شروع کی۔ چاہا کہ خطبہ پڑھے لا الہ الا اللہ ہی کہا تھا کہ عمار یا سرنے یہ کلمہ اس کی زبان سے چھین لیا۔ اور بولا یہ مبارک کلمہ تیری زبان سے کبھی نہیں نکلا اب تجھے اس سے کیا واسطہ زمانہ جاہلیت کے طریق پر خطبہ بیان کر۔ کیونکہ اسلام اور مسلمانی سے تجھے کچھ واسطہ نہیں۔ یہ مبارک کلمے ہر کس و ناکس کی زبان سے نکلنے کے لائق نہیں ہیں۔ یہ کلمہ شہادت میرے حسب حال ہے۔ اسے میرے لیے رہنے دے۔ تجھ سے نالائق و ناپاک کی زبان پر اسے نہ آنا چاہیے۔ اگر تجھے کچھ بیان کرنا ہے تو اسی طریق سے بیان کر جو تیرے باطل مذہب کی طرح ذلیل و حقیر ہو اور کفر و ضلالت میں تیرے سر کا تاج۔ تو اس گروہ میں سے ہے جس نے جناب محمد مصطفیٰ سے جنگ کی ہے اور حضرت کے سامنے تلوار کھینچی اور ہجو کی اور ان کی وفات کے بعد ان کی امت میں فساد برپا کیا ہے اسی وجہ سے تجھے ابراہیم الاہلہ کہتے ہیں۔ جب تک زندہ رہا خدا اور رسول کا دشمن رہا اور خاندان نبوت سے عداوت رکھی۔ عمر عاص کو عمار یا سرنے کی باتوں پر غصہ آگیا اور کہا تو بھی کوئی بڑا پارسا بے عیب اور پاک و امن نہیں جو مسلمانوں پر طعن زن ہو سکتا ہے۔ مجھے تیرا سب حال معلوم ہے تیرے ظاہر و باطن سے خوب آگاہ ہوں اگر چاہوں تو تیرے عیب اور برائیاں گنوا سکتا ہوں اور ایسا کرنے کی قوت و قدرت بھی رکھتا ہوں۔ مجھے بڑا تعجب ہوتا ہے کہ جب تو اس امر سے خوب واقف ہو کر بھی کہ یہ میرے حال سے اچھی طرح آگاہ ہے میرے روبرو ایسی باتیں بناتا ہے اور مجھ میں عیب نکالتا ہے۔ شاید تو نے یہ شعر نہیں سنا۔

آنکہ از حال تو خبر دارو جہد کن باز تو نظر دارو

یعنی جو تیرے حال سے خبردار ہو کوشش کر کہ تجھ پر نظر محبت رکھے۔ عمار نے کہا تو مجھے کیا کہے گا اور کس بات کا عیب لگا سکے گا اگر یہ کہے گا کہ گمراہ تھا خدا نے مجھے راہ راست دکھا دی۔ اگر یہ کہے گا کہ خدا نے مجھے شریف بنا دیا۔ اگر یہ کہے گا کہ حقیر تھا، اللہ تعالیٰ نے عزیز کر دیا۔ جو کچھ کہے گا سچ کہے گا مگر یہ نہ کہہ سکے گا کہ کبھی خدا اور رسول کی خیانت کی ہے یا کسی وقت میں بھی اس کی عبادت میں سستی اور اس کے رسول جناب محمد مصطفیٰ کی دوستی میں خلل ڈالا ہے تو ان باتوں کو کیوں لے بیٹھا جس مدعا کے لیے ہم یہاں آئے ہیں اس کا ذکر کرنا چاہیے۔ اگر تو دشمنی سے پیش آیا تو ہم بھی دشمنی کریں گے۔ جس سے ہمارا حق پر ہونا ظاہر ہو جائے اور تیرے دعوے کا جھوٹ کھل جائے۔ اور اگر تو یہ چاہتا ہے کہ پہلے میں گفتگو کروں تو یہ امر تجھے سزاوار نہیں۔ کیونکہ ہم گفتگو کرنے میں تجھ سے برتر ہیں۔ اور اگر تو چاہے تو ایک ایسی بات کہہ دوں جو ہمارے تمہارے درمیان فیصلہ کر دے۔ اور اس جگہ سے اٹھنے سے پہلے ہی تجھ پر کفر ثابت ہو جائے۔ اور تو خود بھی میری بات کو تسلیم کر لے اور یقین لے آئے۔ اور اس کلمے کے سبب تو خود اپنے کفر کی آپ شہادت دے اور مجھے اس بات میں جھوٹا نہ کہہ سکے گا۔ یقیناً تجھے عثمان اور اس کے مارے جانے کا حال معلوم ہو گا۔ اور تو نے خود اس واقعے کی مفصل کیفیت دیکھی یا سنی ہو گی۔ اور تجھے اس میں کچھ شبہ باقی نہ رہے گا اور یہ بھی دیکھا ہو گا کہ بعض آدمیوں نے اس کا ساتھ چھوڑ دیا تھا اور بعض اس کے قتل کی ترغیب دیتے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ تمام ادنیٰ و اعلیٰ اور نام و گنام اور شریف اور امیر میں سے جو محاصرہ کے دنوں میں مدینہ کے اندر موجود تھے کسی ایک نے بھی اس کی امداد میں ہاتھ یا زبان نہ ہلائی۔ اور ذرا ساتھ نہ دیا۔ محاصرہ کے چالیس دن تک اتنی مجال نہ ہوئی کہ نماز جمعہ یا جماعت کے لیے نکلتا۔ تو نے وہ مختلف باتیں بھی جو زید و بکر ان دنوں عثمان کے حق میں کہتے تھے سنی ہی ہوں گی۔ طلحہ و زبیر کی عمد شکنی سے تو آگاہ ہی ہے اور ام المومنین عائشہ صدیقہ نے جو کچھ عثمان کے حق میں اس وقت کہا تھا جب اس نے عائشہ کا وظیفہ بند کر دیا تھا وہ بھی سن رکھا ہو گا۔ نیز قتل عثمان کے لیے جو ترغیب و تحریص دلائی اور پیر گفتار اور منہش کستی تھی ان سے تیرے کان

آشنا ہوں گے۔

پھر اس کے بعد عائشہ نے قتل عثمان کا فتویٰ دیا۔ قاتلوں کو بھڑکایا اور اکسایا اور پھر خود ہی طلب خون عثمان کے لیے ناجائز طور پر نکل کھڑی ہوئیں۔ نہ خدا نے ہی ایسا کرنے کا حکم دیا تھا۔ اب معاویہ اٹھا ہے اور جناب امیر المومنینؓ سے اس کا خون اور اس کے قاتلوں کو طلب کرتا ہے۔ تجھے یہ بھی معلوم ہے کہ جناب امیر المومنینؓ نے واقعہ قتل عثمان میں کوئی قصد نہیں کیا نہ کوئی حکم دیا اور نہ آپ اس فعل پر رضامند تھے۔ تو خود ہی اس معاملہ پر غور کر اور خود ہی اس کا فیصلہ کر۔ اور بہ غور و تامل سوچ کہ اس معاملہ میں معاویہ کی طلبی اور گفتگو کو کیا تعلق ہے۔ اور اسے یہ حق کیونکر حاصل ہو سکتا ہے کہ خون عثمان کو طلب کرے۔ نہ وہ عثمان کا وارث ہے نہ مسلمانوں کا والی بلکہ خون عثمان خود اس کی گردن پر عائد ہے۔

عمر عاص نے کہا اے ابو ایقظان جو کچھ تو نے کہا سچ کہا اور طلحہ و زبیر کی عہد شکنی کی تحریص قتل عثمان کا بیان اس طرح ہے جیسا تو نے بیان کیا۔ اور انہیں سے اکثر امور کو میں نے پچھتم خود دیکھا ہے کیونکہ میں وہاں موجود تھا اور کچھ باتیں معتبر لوگوں سے سنی ہوئی ہیں۔ مگر معاویہ کا طلب خون عثمان کرنا امر حق ہے کیونکہ عثمان بنی امیہ میں سے تھا اور معاویہ بھی بنی امیہ میں سے ہے وہ تعلق جو اسے عثمان سے ہے اور وہ شفقتیں جو عثمان اس کے حال پر کرتے تھے اس کو طلب خون عثمان پر مجبور کر رہی ہیں۔ یہ بات ایسی ظاہر و آشکارا ہے کہ بیان کرنے کی بھی احتیاج نہیں اور ہم بھی عثمان و معاویہ کے حسب و نسب کی کیفیت بیان کرنے کے لیے اکٹھا نہیں ہوئے۔ ہماری عرض تو یہ ہے کہ ان معرکہ آرائیوں کی کیفیت جو روزانہ ظہور میں آرہی ہے باہم نظر ڈالیں اور کوئی بہتری اور بھلائی کی بات نکالیں اس سبب سے کہ تو علی ابن ابی طالب کے لشکر میں سب سے برتر و ممتاز اور صاحب جاہ و منزلت ہے ممکن ہے کہ تیری سعی اور کوشش سے یہ بات ختم ہو جائے اور تیری خوبی تدبیر سے یہ آتش فساد بجھ جائے اور یہ تاریک غبار چھٹ جائے۔ اور خونریزیاں بند ہو جائیں۔

اے ابو ایقظان سوچ تو سہی کہ ہم تم دونوں ایک ہی خدا کی عبادت کرتے ہیں۔ ایک قبلہ کی طرف نماز پڑھتے ہیں۔ وہی پانچ وقت کی نماز جو تم پڑھتے ہو ہم بھی پڑھتے ہیں اور قرآن شریف کے پڑھنے اور احکام و تعمیل کرنے میں باہم مطابقت رکھتے ہیں۔ پھر ہم میں یہ مخالفت کیسے آئی اور ہم مسلمان تو ایمان والوں کو باہم لڑنا جھگڑنا کیوں چاہیے ایک صف میں پہلو بہ پہلو نماز پڑھ کر کیوں صف جنگ و جدل میں ایک دوسرے کے مقابل آئیں اور کیوں ایک دوسرے کو قتل کریں تو ان باتوں کو نہیں کہتا اور کچھ نہیں سمجھاتا۔ عمار یا سرنے جواب دیا اے عمر عاص کب تک بیان کئے جائے گا اور کب تک نفاق پھیلا کر عجیب عجیب باتیں کرے گا۔

چہ نرگس نیستی شوخ و چوں لالہ تیرہ دل پس دور و دو زبان بچوں گل و سوسن مباحش
نہ سہی لالہ کی طرح شوخ اور سیاہ دل ضرور ہے۔ گل سوسن کی طرح دو رخ اور دو زبانیں نہ رکھ۔ تو نے جو یہ کہا کہ ہم تم ایک خدا کی عبادت کرتے اور ایک ہی قبلہ کی طرف نماز پڑھتے ہیں۔ شکر خدا کہ تیری زبان پر تو یہ بات آئی، تجھے اور تیرے دوستوں کو قبلہ سے کیا کام اور خدا کی عبادت، قرآن شریف کی تلاوت اور دین و ایمان تجھے کیا فائدہ دیں گے اور تجھے ان کی کیا خبر قرآن دین و ایمان ہمیں ہی فائدہ دے گا کیونکہ ہم خالص نیت رکھتے ہیں اور نفاق و ریا سے خالی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے تیری گمراہی ظاہر کر دی ہے اور جاہ و مال کی طلب میں کس قدر لاپٹی اور مغرور بن گیا ہے کہ نہ ہدایت و ضلالت میں تمیز کرتا ہے اور نہ سعادت و بدبختی کو پہچانتا ہے۔

اے ترازیر این کبود حصا دستہ گل نمود پشته خار
یعنی نیلے آسمان کے نیچے پھولوں کا دستہ پشته خار نظر آتا ہے۔ حضرت محمد مصطفیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ عہد شکن لوگوں

سے جنگ کروں اور ان ہی کے ارشاد کے موافق میں نے جنگ کی اور آپ کا حکم بجالایا۔ نیز مجھ سے فرمایا ہے کہ خالموں اور ستمگروں پر تلوار نکالوں اور فاسق اور بد کرداروں کو قتل کروں۔ تم وہی لوگ ہو اور یہ اوصاف تم سب میں موجود ہیں۔ اور مارقیں کے قتل کا حکم بھی دیا ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو دین الہی سے اس طرح گریز کرتے ہیں جیسا تیر کمان سے۔ میں نہیں جانتا کہ مجھے ان لوگوں سے بھی مقابلہ کرنا ہو گا یا نہیں اے نالائق اہتر تو نے نہیں سنا کہ حضرت رسول خدا نے علیؑ کی نسبت فرمایا کہ میں خدا کا دوست اور رسول ہوں اور علیؑ میرا دوست ہے اور تو اس دنیا میں شیطان کے سوا کسی اور کا دوست نہیں۔

عمر عاص نے کہا اے عمار میں تجھ سے نرمی سے کلام کرنا ہوں تو مجھے کس لیے گالیاں دیتا ہے۔ عمار نے جواب دیا اس لیے کہ تیری عبادت و خصلت میں مکرو و ریا نفاق اور دغا د فریب شامل ہو گئے ہیں۔ یہی عیب اس کا باعث ہوا ہے۔ خدا کی قسم میں شریعت کے طریق پر ثابت قدم ہوں۔

عمر عاص نے کہا اے عمار تو قتل عثمان کی نسبت کیا کہتا ہے، سچ سچ بیان کر تو بھی اسی جماعت میں سے ہے جس نے اسے قتل کیا ہے۔ عمار نے کہا ہاں میں اس گروہ میں تھا اور آج بھی اسی جماعت کے ہمراہ ہوں جس نے اسے مارا ہے۔ اور تم سے جنگ کر رہا ہے۔ عمر نے کہا اے اہل شام گواہ رہنا کہ عمار نے قتل عثمان کا اقرار کر لیا ہے۔ عمار نے کہا یہ گواہ بنانا محض ایسا ہے جیسا فرعون نے اپنی قوم سے اس وقت جبکہ موسیٰ نے خدا تعالیٰ کی وحدانیت اور قدرت کا حال بیان فرما رہے تھے کہا تھا کہ دیکھو اور سنو یہ کیا کہہ رہا ہے۔ اے پسرنا، بھہ میں نے یہ کب کہا ہے عثمان کو میں نے قتل کیا ہے۔ جس پر تو انہیں گواہ قرار دیتا ہے۔ عمر نے تم سب تلواریں لے کر گئے اور عثمان کو قتل کر دیا۔ اب زیادہ بات نہ بڑھاؤ عثمان کے قاتلوں کو ہمارے حوالے کر دو پھر یہ سب فساد مٹ جائے گا۔ اور خونریزی بند ہو جائے گی۔ اگر تم ایسا کرو گے تو عثمان کے قاتلوں کو ہمارے حوالے کر دو پھر یہ سب معاملہ اتنا طول پکڑے کہ ہمارے سر اس میں کھپ جائیں گے اور اس آتش فتنہ کے دھوئیں سے بہت سے تر داغ خشک اور سوکھے چشمے اہل پڑیں گے۔ عمار یا سرنے ہنس کر کہا اے پسرنا، بھہ جبکہ علی ابن ابی طالب نے رکاب میں قدم رکھا ہے تو لڑائی کا کیا ذکر کرتا ہے۔ اور شمشیر و نیزہ کا کیا خوف ہے۔ اڑھسے کے دانٹوں کو توڑنا اور شیر کی پلکیں اکھاڑنا ہے۔ یہاں تک بات پہنچی تھی کہ شام والے اٹھ کھڑے ہوئے اور سوار ہو کر عمار کی باتیں یاد کرتے ہوئے معاویہ کے پاس جا پہنچے۔ اس نے پوچھا کیا قرار پایا۔ تم نے کیا کہا اور ان سے کیا سنا۔ انہوں نے کہا ہم کیا بیان کریں۔ ہم نے عمار یا سرنے کی بات سنی ہے۔ شمشیر براں سے زیادہ تیز اور سانپ کے زہر سے زیادہ مہلک تھیں۔ اور عمر عاص اس کے آگے محض ایک نوزائیدہ بے زبان بچہ تھا یا پتھر کا ایک بت!

معاویہ نے کہا خدا کی قسم اگر اس جھٹی غلام یعنی عمار یا سرنے پر چلیں گے تو سارا عرب تباہ ہو جائے گا۔

معاویہ کے لشکر میں سے حصین بن مالک اور

حارث بن عوف کا بجانب مصر و حمص فرار

معاویہ کی فوج میں قبیلہ حمیر میں سے ایک شخص حصین بن مالک نام تھا اگرچہ وہ اس کے لشکر میں تھا مگر اس کا دل امیر المؤمنین علیؑ کی طرف رجوع تھا کبھی کبھی آپ کی خیریت اور حالات دریافت کرتا رہتا تھا۔ ایک دن حارث بن عوف مسکی جو حصین سے بہت ہی محبت و دوستی رکھتا تھا خبر لیا کہ تو نے بھی سنا ہو گا کہ عمار یا سرنے اور عمر عاص میں ایک

جلسہ قرار پایا ہے کہ باہم علیٰ اور معاویہ کے بارے میں مناظرہ کریں۔ اگر مرضی ہو تو تو بھی اس جلسے میں چل تاکہ ان کی باتیں سنیں۔

حصین نے کہا اے بھائی مجھے اندیشہ ہے کہ پسرناغہ کے فریب سے مجھاد میرے اعتقاد میں کچھ خلل آئے دیر تک سر جھکائے کچھ سوچا کیا۔ پھر کہا اے حارث آہم بھی چل کر ان کی باتیں سنیں گے عرصہ دراز سے میں شریعت کے طور طریقوں پر چل رہا ہوں۔ اور اپنے اعتقاد کو خوب مضبوط کر لیا ہے۔ پسرناغہ کا فریب اور جادو مجھے متغیر نہ کرے گا۔ یہ کہہ کر ان کے مباحثہ کی جگہ آیا۔ عمار یا سر کی باتیں جو حق و باطل کے تصفیہ میں فضل الخطاب تھیں سن کر اور عمر عاص کو اس کے جواب میں چکی کے تیل کی طرف بے بس پا کر حارث نے حصین سے کہا تو نے جو کچھ دیکھا ہے کہ پسر عاص گفتگو کے وقت کیسا لاپچار اور حیران تھا اب خیال کرو کہ ہم اس فتنہ کے دلدل سے کس طرح رہائی پاسکتے ہیں۔ سن لے کہ میں آتش دوزخ اور نعمائے بہشت سے متعلق ہر وقت فکر کرتا رہتا ہوں۔ اگر جناب امیر المؤمنین کی خدمت میں جاتا ہوں تو یہ لوگ مجھے بدنام اور مطعون کریں گے اگر معاویہ کے پاس رہتا ہوں تو دوزخ کی دائمی آگ میں پڑتا ہوں اس لیے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس معرکہ آرائی سے علیحدہ ہو کر اور دونوں فوجوں سے بے تعلق رہ کر زندگی بسر کروں۔

حصین نے کہا تیری رائے بہت درست ہے اور عقل کی بات سوچی ہے۔ میں بھی تیرے طرح اسی فکر میں مبتلا ہوں پس دونوں ہم خیال ہو کر معاویہ کی فوج میں سے نکل آئے ایک نے شہر محض کی راہ لی اور دوسرے نے مصر کی۔

اب پھر عمر عاص کا تذکرہ سنئے۔ جب عمار یا سر کے ساتھ مناظرہ ختم کر کے عمر عاص معاویہ کے پاس گیا تو فوج والوں کا ایک گروہ اس کے پاس آیا اور کہا اے عمر تو نے ہم سے بیان کیا تھا کہ جناب رسول خدا نے عمار کے حق میں فرمایا ہے **بَعْدُ الْحَقِّ مَعَ عَمَّارٍ حَيْثَمَا دَاوُ** یعنی حق عمار یا سر کے ساتھ ہے جہاں وہ ہے اسی جگہ حق ہے۔ اس نے جواب دیا ہاں میں نے کہا تھا اور یہ بات جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنی تھی لیکن تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ عمار کو ہم سے علیحدہ سمجھتے ہو۔ کیا نہیں دیکھتے کہ وہ ہمارے پاس آیا تھا۔ پس اسے ہم میں سے سمجھو!

ذوالکلاع حمیری نے کہا اے عمر خدا سے ڈر اور ایسی بے معنی اور دھوکہ بازی کی باتیں نہ کر۔ یہ کیسا آتا ہے۔ ہم بھی موجود تھے ہم نے دیکھا کہ عمار آیا اور تھوڑی دیر سامنے بیٹھا اور تجھے زبان کی تیغ سے وہ چرکے لگائے کہ نیزوں کی ایتوں سے اس طرح زخمی نہیں کیا جاتا۔ اور تو نوزائیدہ بے زبان بلکہ احمق گدھے کی طرح اس کے جواب میں عاجز اور چپ تھا۔ اس فضیحت کا نام عمار کا آنا رکھا ہے۔ کاش ایسا آتا وہ نہ آتا اور یہ ذلت نہ دیتا۔

اس وقت عبداللہ بن سوید قبیلہ خرش کے سردار نے ذوالکلاع سے مخاطب ہو کر کہا تجھے کیا ہو گیا تھا کہ عمار یا سر کو عمر عاص سے بحث و مناظرہ کرنے کے لیے طلب کیا تھا۔ اس نے کہا اس حدیث کے لیے جو عمر نے رسول خدا صلعم سے سنی اور بیان کی تھی کہ آنحضرت نے عمر سے فرمایا ہے کہ حق عمار یا سر کے ساتھ رہتا ہے۔ جدھر عمار ہے ادر حق ہے۔

عبداللہ بن سوید نے یہ سن کر عمر عاص کے حق میں اشعار تصنیف کیے:

هذلت يا عمر و قبل اليوم مبتما تبغى الخصوم جهادا غير اسراوا

حتى لقيت ابا اليقضان مستصبا هنع العظام قنبرز غير مسكشاد

حتى رمى بك في بحوله حلب نهوى بك الموج ها فلانصب الي النار

عبداللہ ابن عمر جو تمام شام میں عبادت اور زہد میں مشہور اور شجاعت اور جرات میں کامل شخص تھا عمرو عمار کی نیوٹوں کو تازہ کیا اور اس گفتگو کو سن کر سمجھ گیا کہ معاویہ کفر اور گناہ گاری اختیار کر کے جناب علی مرتضیٰ علیہ السلام کا مقابلہ کر رہا

ہے۔ اور حکومت کی خواہش میں پڑ کر خلقت کو گمراہ کر رہا ہے۔ وہ بہ وقت شب معاویہ کی فوج سے نکل کر حضرت علیؑ کی فوج میں چلا آیا۔ اور یہ اشعار ذوالکلاع کو لکھ بھیجے:

ان الذی جاء من عمر و لنا نور	و الرافضات بر کعب عامرین له
هنا الحلیث نقلت الکتب الزور	قد کنت اسمع و الابناء شائعتہ
فالیوم ارجع و المغرور و مغرور	حتی تلقیتہ عن اهل غیبته
و من معاویتہ المخلویتہ العبر	و الیوم برء من عمر و شیعته
بعد الروایتہ حتی یفزع الصور	لا لا اقاتل عمار اعلی طمع
انی یتروک ہم باصاء معنور	ترکت عمر او اشیا عالمہ نکلا
او لا لفتیک عن فیہ تعزیروا	یا ذو الکلاء قد اع لی معشر اکفروا
شک و لا فی مقال الرسول تخیر	مافی مقال رسول اللہ فی رجل

صبح کے وقت معاویہ نے یہ سن کر سخت رنج کا اظہار کیا اور عمر عاص سے کہا تو کیسا نا سمجھ آدمی ہے تیری نسبت جو مجھے عمدہ گمان تھا اس پر افسوس کرتا ہوں۔ میں خیال کرتا ہوں کہ تو بڑا عقل مند اور صاحب فخر ہے لیکن تو اس کے بالکل برعکس ہے۔ قریب ہے کہ میری تمام سپاہ خراب ہو جائے اسے شخص ہوش میں آ جو کچھ تو نے جناب محمد مصطفیٰؐ سے سنا ہے اس کا ذکر بھی نہ آنا چاہیے۔ میں نے بھی بہت باتیں جناب رسول خداؐ سے سن رکھی ہیں لیکن مصلحت وقت سمجھ کر ان کو چھوڑ رکھا ہے۔ حضرت محمد مصطفیٰؐ نے بھی کبھی مصلحت وقت سمجھ کر کچھ فرمایا ہے تو نے بہت بے وقت روایت بیان کی اور میرے لشکر میں سے ایک بڑے تابی بہادر سردار کو کھو دیا اور آگے دیکھتے تو کیا کر کے رہتا ہے۔ اور میں تجھ سے کچھ نہ دیکھوں گا۔

عمر عاص نے کہا میں نے عمار یا سر کے متعلق جو حدیث جناب محمد مصطفیٰؐ سے سنی تھی بیان کر دی اور جس وقت بیان کی نہ تو تھا نہ تیری فوج نہ علیؑ کا لشکر اور نہ تو علیؑ کا دشمن تھا نہ علیؑ تھے مجھے کیا خبر تھی کہ اس کے بعد صفین کے مقام پر ایک لاکھ آدمی جمع ہوں گے۔ ایک لشکر کا سردار تو ہو گا اور دوسرے گروہ کا امیر علیؑ اور عمار یا سر علیؑ کو اختیار کرے گا۔ اور میں تیرا طرفدار ہوں گا۔ اس وقت یہ روایت جو میں عمار کے حق میں بیان کرتا ہوں مجھے نقصان پہنچائے گی اور اس کے سبب سے ایک کم بہت بزدل منافق تیرے لشکر سے بھاگ کر جناب علیؑ سے جا ملے گا اور تو اس کے سبب سے مجھے رنج دے گا۔ اگر میں اتنے واقعات کے ظہور میں آنے سے پہلے ہی ان حادثوں سے آگاہ ہو جاتا تو پھر غیب واں نہ ہوتا!

اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول سے کہہ دیا ہے کہ خلقت سے کہہ دے و لو کنت اعلم الغیب لا استکثرت من الخیر و ما مسنی السوء یعنی میں اگر غیب کی باتیں جانتا تو اکثر اچھے ہی کام کرتا اور مجھے کوئی رنج اور برائی لاحق نہ ہوتی۔ غیب کا جاننے والا صرف اللہ جل شانہ ہے۔ تو نے بھی عمار کے حق میں کئی حدیثیں بیان کی ہیں۔ اگر میں نے بھی ایک روایت بیان کر دی ہے تو کیا ہوا ایک بہادر نہ رہا نہ سہی۔ تو نے علیؑ کے ساتھ جو نٹا اٹھایا ہے اگر اس میں ایک سپاہی کے جانے سے نٹل پڑتا تو اس سے دل شکستہ ہوتا ہو تو اس فعل کو ترک کر اور جناب امیر المومنینؑ سے صلح کر لے۔

از ہرچہ نہ بر مراد تو خواحد بود گر رنجہ شوی دراز رنجے داری

یعنی جو کام تیری مراد کے موافق انجام نہ پائے اگر تو اس سے رنجیدہ ہو گا تو بڑے بڑے رنج اٹھائے گا۔ معاویہ یہ سن کر خاموش رہا، کچھ نہ بولا اور حلم اختیار کیا جس سے طرفین میں صفائی ہو گئی۔

دوسرے دن صبح کے وقت صف بستہ ہو کر ایک دوسرے کے مقابل ہوئیں۔ معاویہ کی طرف سے ایک شخص ہمام ابن قیسہ میری نام جو جناب امیر علیہ السلام کے بدگوئیوں اور دشمنوں میں سے تھا نکلا اور مقابل طلب کیا۔ عدی بن حاتم طائی لشکر امیر سے نکلا۔ ہمام نے جناب امیر علیہ السلام کو برا کہا۔ عدی نے کہا برا کہنا اور کوسنا بوزھی عورتوں اور عاجزوں کا کام ہے۔ بہادر سیف و شان سے جواب دیتے ہیں۔ یہ کہہ کر حملہ کیا۔ دونوں نے نیزے سنبھالے کچھ عرصے تک خوب زور آزمائی ہوتی رہی۔

انجام کار عدی بن حاتم نے اس کے سینے پر ایسا نیزہ مارا کہ پشت سے نکل گیا اور وہ فوراً مر رہا زمین پر گر پڑا۔ عدی تھوڑی دیر تک گھوڑے کو میدان میں کاوہ دیتا رہا اور اشعار پڑھتا رہا۔ پھر اپنی صف میں آ ملا۔ معاویہ کو ہمام کے مارے جانے سے سخت صدمہ ہوا۔ اور کہا اگر فتح یاب ہو گیا اور کسی دن عدی بن حاتم قابو چڑھ گیا تو خوب سزا دوں گا۔

بیان کرتے ہیں کہ جناب امیر المومنین کی شہادت پانے کے بعد جب معاویہ کا کام بن گیا تو ایک دن عدی بن حاتم طائی کسی ضرورت کے لیے اس کے پاس آیا۔ اس وقت عمر عاص اور بنی وحید کا ایک نامور آدمی بھی موجود تھا۔ عدی نے سلام کیا۔ حاضران مجلس نے جواب سلام دیا۔ معاویہ نے کہا اے ابا ظریف زمانہ نے علیؑ کی دوستی میں سے تیرے پاس کچھ نہ چھوڑا۔ عدی نے جواب دیا زمانہ نے علیؑ کی محبت اور دوستی کے سوا میرے پاس اور کچھ باقی نہیں چھوڑا۔ میں زمانہ کی طرف سے صرف یہی محبت اور دوستی رکھتا ہوں۔ معاویہ نے کہا اس کی محبت نے تیرے دل میں کس قدر جگہ لے رکھی ہے۔ جواب دیا میرے تمام دل میں اور جب ان کا نام سنتا ہوں ان کی دوستی میرے دل میں جوش مارتی ہے اور ترقی پاتی ہے۔

چند ائمہ مراجعہ آں جاں جہاں
بیشم گوئی ہنوز بیشم باید
یعنی اس جان عالم کا ذکر جس قدر زیادہ کرے گا مجھے اور سننے کی زیادہ تمنا ہوگی۔ معاویہ نے کہا میرا خیال تھا کہ وہ زمانہ گزر گیا اور کام کا رخ بدل گیا۔ علی علیہ السلام کی دوستی تیرے دل سے جاتی رہی ہوگی۔ عدی نے کہا معاذ اللہ ان کی دوستی میرے دل میں ہر وقت بڑھتی جاتی ہے اور ہر لمحہ زیادہ۔

چوں گشت کشادہ بردل اسرار ہواش
ندہم بگل جہاں خار ہواش!

ما پشت سوئے شادی کردیم
انکوں رخ زرو ما دیوار ہواش

جبکہ ان کی آرزو کا دروازہ کھل گیا میں دنیا کے پھول کی عوض ان کی آرزو کا خار بھی نہ دوں گا۔ ہم نے خوشیوں کی آرزو کی طرف پشت کر لی ہے۔ اب ہار زرو رخ کی دیوار کی طرف منہ کر لیا ہے۔ حضرت علیؑ کی دوستی میرے دل میں اسی طرح موجود ہے اور اے معاویہ تیری دشمنی بھی بدستور باقی ہے جو تجھے معلوم ہی ہے۔ معاویہ نے ہنس کر کہا اے عدی قبیلہ طے کی عیوب عادت تھی کہ ہمیشہ حاجیوں کا زادہ چراتے تھے۔ اور خانہ کعبہ کی ذرا حرمت نہ کرتے تھے۔

اس نے جواب دیا زمانہ جاہلیت میں ایسے ہی تھے جیسا تو بیان کرتا ہے مگر جب اللہ تعالیٰ نے ہمیں دولت اسلام کرامت کی اس وقت سے میرے قبیلے سے زیادہ نہ کسی نے حاجیوں کی رعایت کی نہ خانہ کعبہ کی اس قدر حرمت۔ معاویہ نے کہا تم بہت خراب حال لوگ تھے اور تیرے قبیلے کی سب سے افضل خوراک ٹڈی تھی۔ عدی نے کہا میں نے تجھے اور تیری قوم کو خوب دیکھ رکھا ہے۔ تمہاری سب سے عمدہ غذا مردار تھی۔ اس وقت بنی وحید کے اس شخص نے جو معاویہ کے پاس موجود تھا کہا اے امیر المومنین عدی کو نہ ستا۔ وہ خود ہی غمزہ ہے۔ عدی نے کہا تم سچ کہتے ہو اٹھ کر اور ناراض ہو کر معاویہ کے پاس سے چلا آیا اور یہ اشعار کہے۔

بخاد عنی معاویۃ بن حرب
 بذکرنی ابا حسن علیا
 بما تبنی و یعلم ان ظرفی
 و بزعم اننا قوم خفایة
 و کان جواہر عندی عیننا
 و قال ابن الوحید و قال عمر
 و لکنی علی ما کان منی
 و ان اتحاکم فی کل یوم
 و لیس ابی الذبی یرجو سبیل
 و حطی فی ابا حسن جلیل
 علی تلک الٹی اخفی دلیل
 جراد یون لیس لنا عقول
 و یکنی مثل منی القلیل
 و لما رونی الذبی بہم اصول
 بلبل صاحبتی بما قول
 من الایام محملہ تقیل

۳۰۶

معاویہ نے یہ اشعار سن کر آدمی بھیجا اور مدعی کو بلا کر اس کی حاجت پوری کر دی اور قیمتی اور گرانہا خلعت عطا کیا۔ ذکر ہے کہ معاویہ کی صفوں میں سے ایک شخص جل بن امال نام نکلا۔ دونوں صفوں کے بیچ میں کھڑے ہو کر مرد مقابل طلب کیا۔ اس کا ایک بیٹا امال نام جناب امیر المومنین کی فوج میں تھا یہ دیکھ کر کہ معاویہ کی فوج میں سے ایک بہادر میدان میں نکل کر آیا ہے اور اپنے مقابلے کے لیے کسی کو طلب کرتا ہے اس سے لڑنے کے لیے نکلا۔ نہ بیٹا باپ کو پہچانتا تھا نہ باپ بیٹے کو۔ بیٹے نے باپ پر نیزہ چھوڑا۔ اور وہ زخم کھا کر گھوڑے پر سے گر پڑا۔ خود سر سے الگ جا پڑا۔ اب جو بیٹے کی نظر پڑی باپ کو پہچان لیا اور خود بھی گھوڑے پر سے گر پڑا۔ اور اپنا منہ باپ کے منہ کے قریب رکھ کر زار و قطار رونے لگا اور معافی مانگنے لگا۔ اور تم جانتے ہو کہ میں نے نہ پہچانا تھا تم بھی نہ پہچانتے تھے۔ اب بتاؤ کہ زخم کچھ زیادہ تکلیف دہ تو نہیں۔ باپ نے کہا زخم کافی تکلیف دہ ہے مگر مقام خوف نہیں جان بچ جائے گی۔ اے پسر میں چاہتا ہوں کہ معاویہ کی خدمت میں جو جو راحتیں اور آرام اور قسم قسم کے فوائد اور عیش حاصل ہیں ان اور تمام نعمتوں کا ذکر کروں۔ اگرچہ میں اٹھ نہیں سکتا لیکن آجھے معاویہ کی خدمت میں پہنچا دوں اور اس رنج و غم و سختی و شقاوت سے بچے جائے گا۔ بیٹے نے کہا اے باپ دنیا فنا ہونے والی شے ہے خواہ رنج ہو یا راحت سب جاتا رہتا ہے۔ آخرت کا سامان کر اور عقبی کی نعمتوں اور بھشتی راحتوں کے واسطے کوئی وسیلہ جناب امیر المومنین کی خدمت و متابعت سے بڑھ کر نہیں فنا ہونے والی نعمتوں کو چھوڑ دے اور قیامت کے لیے کمر ہمت باندھ، میں خدمت میں جناب امیر المومنین میں پہنچا دوں گا کہ سعادت ابدی حاصل ہو اور دینی راحت و عقبی کی نجات نصیب ہو!

باپ نے کہا میں علی کی خدمت میں نہ جاؤں گا نہ اس کی متابعت اختیار کروں گا۔ بیٹے نے کہا میں بھی معاویہ کا منہ دیکھنا نہیں چاہتا۔ اس کے پاس نہ جاؤں گا۔

باپ نے کہا! اچھا تو اٹھ اور علی کے پاس واپس چلا جا اور میں معاویہ کے پاس جاؤں۔ دونوں نے یہی کیا اور دونوں فوجیں جو انہیں دیکھ رہی تھیں اور ان کی باتیں سن رہی تھیں اس واقعہ پر تعجب کرتی تھیں۔ اب رات ہو گئی اور طرفین نے قیام گاہ کی راہ لی۔

دوسرے دن صبح کے وقت جب آفتاب تاب نے مشرق سے طلوع کیا، دونوں لشکر مقابلے کے لیے نکلے معاویہ کی فوج نے چار صفیں قائم کیں سر پر عماسے باندھ کر مرنے کی ٹھان لی ابو الاعداء سلمی ان کا پیشرو تھا۔ وہ جنگ کی ترغیب دلا رہا تھا اور کہتا اے شامیو بھاگتے سے بچو بھاگنا بڑے شرم اور عار کی بات ہے اہل عراق پر حملہ کرو وہ نفاق اور خرابی میں پھیلانے والا گروہ ہے۔ صفوں سے آواز آئی کہ ہم آج عراق والوں کے سامنے نہ بھاگیں گے۔ اور معاویہ کو مسرور اور خوش کریں

گے۔

جناب امیر المومنین علی علیہ السلام کے لشکر کے سرداروں نے یہ حال دیکھا اور شاہی دلہیوں کا یہ کہنا سنا تو سعید بن قیس ہمدانی نے اپنی قوم کو طلب کیا اور عدی بن حاتم طائی نے اپنے عزیزوں کو جمع کیا اور اشتر غسی نے بنی مدجج کو اور اشعث بن قیس نے اپنی جمیعت کو فراہم کیا۔ اور جنگ کے لیے تیار کیا۔ لشکر کے اور بھی بہت سے جوان مرد آ موجود ہوئے۔ سب نے مل کر ان چار صفوں پر حملہ کیا اور انہوں نے بھی ان پر حملہ کیا بڑی سخت خونریز لڑائی ہوئی انجام کار جناب امیر المومنین کے اصحاب نے فتح پائی ان چار صفوں سے پہلے ہی حملہ میں تین ہزار سے زیادہ آدمی مارے گئے۔

اس کے بعد معاویہ کی فوج پر حملہ کیا اور انہیں پیچھے ہٹا لے گئے۔ سعید بن قیس نے اپنی فوج کو لے کر اس بلندی پر حملہ کیا جہاں معاویہ کے سپاہی موجود تھے۔ اور وہاں سے اسے جانب نشیب بھاگا دیا اور بہت سے شاہی قتل کئے۔ معاویہ نے یہ حال دیکھ کر ان کی امداد کے لیے مزید سوار بھیجے۔ وہ ان کا دل بڑھاتا تھا۔ ادھر سے بھی عمار یا سمرغہ زن ہو کر کہتا تھا۔ اے خدا کے بندو صبر کرو اور قدم جمائے رکھو۔ یقین جانو کہ بہشت نیزہ و شمشیر کے سایہ میں موجود ہے۔ عرب کے قبیلے اس طرح ایک دوسرے پر ٹوٹ کر گرے کہ بنی کندی کندی کے مقابل اور طے طے کے سامنے اور مدجج مدجج کے روبرو اور تیمیم سے جنگ کر رہے تھے۔ آج دوپہر سے یہ جنگ شروع ہو کر غروب آفتاب تک جا رہی اور تمام عربی قبیلے ایک دوسرے کے مقابل جم کر تیغ زنی کرتے اور داد شجاعت دیتے رہے۔ طرفین میں سے کسی شخص نے ظہر اور عصر کی نماز ادا نہ کی صرف تکبیر اور اشاروں سے نمازوں ادا کی۔ ہاشم بن مرثد نے بڑی سخت جنگ کی اور بے نظیر شجاعت دکھائی کشت و خون کرتا ہوا کہتا جاتا کہ میں آج معاویہ کی فوج کے اس قدر آدمی ہلاک کروں گا کہ علی علیہ السلام مجھ سے رضامند ہوں گے۔

عدی بن سیرت الہمدانی کی لڑکا، زرقہ دونوں صفوں کے درمیان کھڑی ہوئی اپنے قبیلہ ہمدان کی ہمت بڑھا رہی تھی اور برابر ترغیب دلاتی رہی اور کتی رہی ہاں اے دلیران کارزار بہادران عرصہ پیکار اور اے مشیران پیشہ جنگ و جدل اس معرکہ عظیم میں جائیں لڑاؤ اور پہاڑ کی طرح ثابت قدم بن کر اس تاریکی اور گونگو موم کا پردہ پھاڑ کر تم لڑائی نہیں لڑ رہے ہو بلکہ ایک بلا میں مبتلا ہو۔ ہاں اے سوارو آفتاب کے سامنے چراغ کی کچھ حقیقت نہیں اور چاند کے سامنے ستارے ماند پڑ جاتے ہیں اور پتھر گھوڑوں پر سبقت نہیں لے جاسکتے۔ لوہے کو لوہے سے کاٹنا چاہیے ہاں اے مجاہدو انصار صبر کرو مرنے سے نہ ڈرو جانوں کا اندیشہ دور کرو یہ دنیائے فانی ہمیشہ نہیں رہے گی نہ کوئی سدا قائم رہا ہے پس ان اعدائے دین پر ٹوٹ پڑو اور کچھ آخرت کا توشہ سمیٹ لو۔

غرض زرقہ اسی قسم کی باتیں کہہ کہہ کر بہادروں کو مستعد جنگ کر رہی تھی۔ اور اس کی ایک ایک بات معاویہ کے دل میں اس وقت تک رہی جبکہ وہ خلیفہ ہوا۔ ایک دن عمر غاص، مروان بن حکم، ولید بن عقبہ اور عقبہ بن ابی سفیان اور دیگر سرداران لشکر و اراکین دولت معاویہ کے پاس موجود تھے۔ ادھر ادھر کی باتیں ہو رہی تھیں۔ اتفاقاً "جنگ صفین کا ذکر آ گیا اور زرقہ کی باتیں یاد آ گئیں۔ معاویہ نے کہا تمہیں کچھ یاد ہے کہ اس کے کلمات کس قدر دلخراش تھے۔ اب تک میرے دل سے دور نہیں ہوئے تمہارے کیا رائے ہے اگر مناسب سمجھو تو اسے بلا کر سزا دو۔ مروان نے کہا ضرور بلا کر خبر لے۔

معاویہ نے کہا تو نے یہ اچھی رائے نہیں دی۔ بہتر یہ ہے کہ اسے بلاؤں اور سنوں کہ اب کیا کہتی ہے۔ اس نے امیر کوفہ کے نام فرمان جاری کیا کہ زرقہ کو طلب کر اور سامان سفر مہیا کر کے اسے جانب دربار روانہ کر اس نے زرقہ کو معاویہ کے

حکم سے مطلع کر دیا۔ زرقہ نے کہا اگر اس نے کوفہ میں رہنے یا قصد شام کرنے کی نسبت مجھے اختیار دیا ہو تو سفر کرنے کی نسبت یہاں رہنے کو زیادہ پسند کرتی ہوں۔ امیر کوفہ نے کہا تجھے فرمان کے مطابق سفر اختیار کرنا لازم ہے۔ پھر اس کے واسطے نہایت عمدہ ہودج بنوایا اور برومانی کا بالاپوش تیار کیا اور جو جو اشیاء سفر میں درکار ہوتی ہیں سب بخوبی مہیا کر دیں۔ پھر اس کو اس کے کئی عزیزوں قریبوں کے ہمراہ جانب شام روانہ کر دیا۔

زرقہ نے شام میں داخل ہو کر سلام کیا۔ معاویہ نے بلا نعت جواب سلام دیا اور بہت اچھی طرح احوال پوچھا اور تکالیف سفر اور افراط سامان و زاد راہ کی کیفیت دریافت کی۔ اس نے کہا امیر کوفہ نے کسی امر کی کمی نہیں کی۔ تمام سامان بخوبی مہیا کر دیا تھا اور مجھے بہت اچھی طرح روانہ کیا۔ معاویہ نے کہا میں نے ایسا ہی حکم دیا تھا۔ اے خالہ تو جانتی ہے کہ میں نے تجھے کیوں بلایا ہے۔ اس نے کہا تجھے مظلوم نہیں کہ کیا تو وہی عورت نہیں جس نے صفین کی جنگ میں اس لال پاؤں والے اونٹ پر سوار ہو کر اپنی قوم کو میرے خلاف بھڑکایا اور آگے بڑھایا تھا۔ اور میرے مقابلے پر انہیں جوش دلاتی تھی۔ اور یہ جملے کہے تھے۔ پھر تمام باتیں لفظ بہ لفظ بیان کر دیں۔

زرقہ نے کہا ہاں میں وہی عورت ہوں اور یہ میرے ہی کہے ہوئے جملے ہیں مگر اے معاویہ مناسب یہ ہے کہ گذشتہ باتیں بھلا دے اور جو امور دل سے محو ہو گئے ہیں ان کو یاد نہ کر۔ مجھے وہ شخص یاد ہے جو ان حمیدہ صفات و آثار کا مالک تھا وہ دنیا سے چلا گیا اور وہ نشان اپنے ہمراہ لے گیا۔ شاید تجھے خیال نہیں کہ یہ دنیا گزر گاہ ہے۔ اس خاک و خون آشام نے بہت سے پہلو انوں کو نکل لیا ہے اور بہت سے بادشاہان عظیم الشان صاحب تاج و تخت کو اس دنیائے دنی نے پست اور تباہ کر دیا ہے کسی عقل مند کو اس کے کمرو بے وفائی سے غافل نہ رہنا چاہیے نہ کسی خردمند کو یہ کہنا سزاوار ہے کہ وہ اس جادوگر زمانہ کی دعا سے محفوظ رہے گا۔

معاویہ نے کہا اے خالہ تو نے مجھے نہایت ہی عمدہ اور شایان حال نصیحت کی ہے۔ اب یہ بتا کہ صفین میں جو باتیں کسی تھیں ان میں سے بھی کچھ یاد ہیں۔ زرقہ نے کہا وہ زمانہ جاتا رہا۔ وہ باتیں دل سے محو ہو گئیں۔ معاویہ نے کہا مجھے وہ سب باتیں یاد ہیں۔ خدا کی قسم علی ابن ابی طالب نے صفین میں جس قدر خونریزی کی ہے اس میں تو پوری طرح شریک ہے اور آخرت میں سزا کی شریک حال ہوگی۔

زرقہ نے کہا اے معاویہ تو نے مجھے بہت ہی بڑی سعادت کی خوشخبری دی ہے۔ اس سے بڑھ کر اور کونسی دولت ہوگی کہ جناب علی مرتضیٰ کے فعل میں شریک سمجھی جاؤں اور آخرت میں اس خونریزی کے ثواب سے بہرہ مند ہوں جو حضرت علیؑ کی ذات سے ظہور میں آئی ہے۔

معاویہ نے کہا تو اس شرک سے بہت خوش ہے۔ جواب دیا کہ خدا کی قسم میں نہایت ہی دل شاد ہوئی۔ معاویہ نے کہا مجھے بہت تعجب آتا ہے کہ علیؑ کی وفات کے بعد بھی اس کی نسبت تمہاری محبت اور وفا شاعری کو زیادہ ہی دیکھتا ہوں۔ زرقہ نے کہا خدا کی قسم تو نے ابھی تک ہماری دوستی کا جو علیؑ سے ہے اندازہ نہیں کیا۔

اس نے کہا میں جانتا ہوں تم علیؑ کی دوستی کو ترک نہ کرو گی۔ مگر اس وجہ سے کہ چونکہ تم نے میرے حکم سے دور دراز کا سفر طے کیا ہے اور بہت تکلیفیں گوارا کی ہیں تیری جو حاجت ہو اسے بیان کر کہ میں پوری کروں۔

زرقہ نے کہا مجھے زیبا نہیں کہ جس شخص کا دل مجھ سے آرزو ہو اس سے اظہار حاجت کروں اور تیرے لائق یہ امر ہے کہ بغیر طلب کئے عطا و بخشش کو کام میں لائے اور حاجت روائی کرے معاویہ نے کہا میں اسی کام کا آدمی ہوں حکم دیا کہ اس کو رقم کثیر اور بیش بہا تھان دو اور اس کے رشتہ داروں میں سے ہر ایک کو اس کے علاوہ عطیہ دے کر شاد و خرم بہ

سمت کوفہ روانہ کیا۔

اب پھر ہم قصہ صفین کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ دوسرے دن معاویہ نے لشکر کو مرتب کیا اور حکم دے کر یہ نفسِ علم بنوائے اور قریش کے نامور اشخاص عمر عاص، عبداللہ ابن عمر خطاب، عبداللہ بن خالد، ولید بن عقبہ ابی سفیان، مروان بن حکم، بشر بن اوطاة اور ضحاک بن قیس قمری جیسوں کے حوالے کئے۔ اہل یمن کو یہ امر ناگوار گزرا اور معاویہ سے رنجیدہ ہو کر رجمہ مضمون کے اشعار پڑھے اور شکایت کی۔ معاویہ نے ان کے حالت پر رعایت فرمائی اور تسلی و تفسی دے کر کہا تم خاص جماعت میری ہو میں نہیں چاہتا کہ تمہیں ہر کسی کے برابر کروں کیونکہ میرے کاموں کا انتظام محض تمہاری ہی ذات سے ظہور میں آیا ہے جب میں خود جنگ میں نکلوں گا اس وقت تم کو طلب کروں گا۔

اہل یمن اس افسوس سے خوش ہو گئے۔ جناب امیر المؤمنینؑ کے لشکر کو بھی اس طرح لشکر مرتب کرنے معارف قریش کو علم دینے اور اہل یمن کے ناراض ہونے اور کھٹکوتے مختلف درمیان میں آنے کی خبر ہو گئی۔ منذر چارود العبدی نے اٹھ کر اور حضرت علیؑ کے سامنے کھڑے ہو کر عرض کی یا علیؑ! آپ کے حضور ایسی باتیں کہیں جیسی معاویہ کا لشکر معاویہ سے کتنا ہے اگر ہمیں آپ سے کچھ عرض کرنا بھی ہو گا تو اس طریق سے کہیں گے کہ آپ کو اللہ تعالیٰ ہمارے اور اہل اسلام کے سروں پر سلامت رکھے اور آپ کی دولت و حشمت اور سرت و کرامت میں ترقی فرمائے۔ جو کچھ آپ فرمائیں گے اس میں ہماری سعادت اور بھلائی شامل ہوگی۔ اگر کسی جماعت کو معاویہ سے مقدم کرو گے یا کسی گروہ کو پیچھے ہٹاؤ گے تو تقدیم و تاخیر اور ایمان و مایوسی اور کمی و بیشی اسی طرح ہوگی جیسا تم چاہو گے۔ آپ کا کام حکم دینا اور ہمارا کام اس کو بجالانا ہے۔ آپ ہمارے ماں باپ جیسے مہربان ہیں ہم آپ کے اولاد جیسے مطیع و فرمانبردار۔ اگر خدا نخواستہ آپ کو کسی طرح کا رنج پہنچے یا ناگہان کوئی واقعہ پیش آجائے اور خدا کرے کوئی ایسا دن نہ ہو جو اور ہمیں نہ دکھائیو اور حسینؑ کی عمر دراز ہو جب تک ہمارے تن میں رقت جا رہی ہے ہم اولائے خدمت کے لیے کمر بستہ اور آپ کی اطاعت و فرمانبرداری کو اپنے اوپر واجب سمجھتے ہیں۔ تمام لشکر کے خورو و کلاں اور ادنیٰ و اعلیٰ نے دل شاد ہو کر اس پر تحسین و آفرین کہی۔

اب معاویہ اپنے لشکر کو مرتب کر چکا تھا وہ جنگ کے لیے آگے بڑھا۔ بشر بن اوطاة معاویہ کا دیا ہوا سیاہ علم لے ہوئے میدان جنگ میں نکلا۔ تھوڑی دیر تک گھوڑے کو دوڑاتا رہا پھر کسی لڑنے والے کو چاہا۔ جناب امیرؑ کی طرف سے سعید بن قیس نکلا۔ دونوں نے نیزہ بازی کی سعید نے بشر کو نیزہ مارا جس سے وہ سخت زخمی ہو کر بھاگ نکلا۔ اب ایک اور بہادر معاویہ کے لشکر سے نکلا اور میدان میں آکر لڑنے کا خواستگار ہوا۔ حجر بن عدی کنڈی جناب امیرؑ کی صف سے نکلا اور ایک ہی ضرب شمشیر سے اس کا سراڑا دیا اور گھوڑے کو جولاں کرتے ہوئے مبارز طلب کیا۔ الحکم ابن ازہر معاویہ کے لشکر سے نکل کر آیا۔ اسی اثناء میں حجر بن عدی کا ایک چچا زاد بھائی مالک بن سرنام تھا۔ اپنی صف سے نکل کر حجر کے سامنے آ کھڑا ہوا۔ اور اشعار پڑھ کر اپنی دلیری اور فن جنگ کی تعریف کی۔ پھر تلوار کھینچ کر حجر پر بھینٹا حجر نے بھی اس پر حملہ کیا۔ اور ضرب شمشیر سے بے سر کر دیا۔ پھر نعرہ مار کر اظہارِ فخر کیا۔ اور اشعار پڑھ کر کسی مردِ مقابل کو طلب کیا۔

معاویہ کے لشکر میں سے ایک بڑا نامی گرامی عامر بن عامر نکلا جو سر سے پاؤں تک آہن میں غرق تھا۔ اور آنکھ کے سوا کوئی اور شے برہنہ نظر نہ آتی تھی۔ دونوں صفوں کے بیچ میں کھڑے ہو کر شعر کہے اور اپنی دلیری اور مردانگی کی بہت کچھ تعریف کی۔

حجر بن عدی نے چاہا کہ اس کا مقابلہ کرے مگر اشر نے سبقت کی اور ایک نیزہ اس کی ٹھڈی پر مارا کہ زرہ کو پھاڑتا ہوا پہلو میں در آیا۔ عامر اسی وقت گر کر مر گیا۔ اسی وقت ایک اور بہادر معاویہ کی فوج سے نکل کر اشر پر حملہ آوار ہوا۔ اشر نے

اسے بھی ڈھیر کر دیا۔ پھر ایک اور آیا اسی طرح اشتر نے چار شخص ہلاک کئے۔ معاویہ یہ حال دیکھ کر بیٹھ گیا۔ اور مروان بن حکم سے مخاطب ہو کر کہا یہ کب تک ہوتا رہے گا۔ دیکھ اشتر کیا کام کر رہا ہے کیا تو ان کا علاج کر سکتا ہے کہ اس کے شر سے محفوظ کرے۔ اگر تو کچھ کر سکتا ہے تو سواروں کے اس دستہ کو لے کر جو تیرے سامنے کھڑا ہے اس پر حملہ کر شاید تو کچھ کام کر سکے اور اس کو مار کر میرا دل ٹھنڈا کرے۔ مروان نے کہا کیوں یہ خدمت عمرعاص سے نہیں لیتا۔ جو تیرا بڑا رکن اور معتمد اور مقرب ہے معاویہ نے کہا تو تو بھی میری جان، روح اور بینائی ہے۔ مروان نے کہا اگر تیرے نزدیک یہ مرتبہ ہوتا میں بھی وہی درجہ رکھتا ہوتا جیسا کہ عمرعاص انعام مصر وغیرہ کا درجہ پائے ہوئے ہے اور جس قدر مجھے کام کی کوفت اور سختی رہتی ہے وہ اسے اٹھانی پڑتی ہے۔ معاویہ نے کہا خدا مجھے تجھ سے بے پرواہ رکھے۔ مروان نے کہا آج جو ذرا میری مدد نہیں کی ہے اب معاویہ نے عمرعاص کی طرف متوجہ ہو کر کہا ابا عبد اللہ کسی طرح میرا دل خوش کر اور تو اپنے جیلوں پر حملہ کر شاید تو اسے گرفتار کر لائے یا کسی مصیبت میں ڈال دے کیونکہ اس سے میرا دل زخمی ہو گیا ہے۔ اس کی بے نظیر شجاعت اور معرکہ آرائی سے مجھ میں ضبط تاب نہ رہی۔

عمرعاص نے کہا میں فرمانبردار ہوں اور تجھ سے ایسی باتیں نہیں کہتا جیسی مروان کرتا ہے۔ معاویہ نے کہا مروان حق پر ہے۔ میں نے اس کے حق میں بے شک کمی کی ہے اور تجھے اس پر بیشی عطا کی ہے۔ مصر جیسی ولایت تجھے دے ڈالی ہے اور اسے محروم کر رکھا ہے۔ عمر نے کہا اگر تو نے مجھے مقدم اور اسے پیچھے رکھا ہے یا مجھے عطیات سے یاد کیا اور اسے محروم رکھا ہے تو اس میں کوئی نقصان کی بات واقع نہیں ہوئی بے شک مجھ جیسے شخص کو اچھی طرح رکھنا اور رعایت دیتے رہنا چاہیے۔

ہزار گونہ ہزہست ہر مرا پنہاں بروں ز آنکہ ہنرہا آشکار من است

یعنی مجھ میں ہزار طرح کے ہنر ان ہنروں کے علاوہ پوشیدہ ہیں جو مجھ سے عیاں ہیں یہ کہہ کر معاویہ کے لشکر اور شامی بہادروں میں سے چار سو نامی گرامی جری مرد جو اس کی حمایت اور اہتمام میں رہتے تھے ہمراہ لے کر اشتر پر حملہ کیا۔ اشتر کا قبیلہ عمرعاص کو اپنی جماعت کے ساتھ اشتر پر حملہ آور دیکھ کر سوار ہوا اور اشتر سے جا ملا۔ یہ دو سو جوان نصح اور منج کے قبیلوں سے تھے۔ عمرعاص نے آگے بڑھ کر رجز پڑھی اور دیدہ بصیرت بند کر کے اپنی مردانگی اور شجاعت پر فخر کرنے لگا۔ اشتر نے اس کا قصد کیا اور اس نے بھی حملہ کیا، دونوں جنگ کرنے لگے۔ جب قریب پہنچے تو عمرعاص نے بہت کچھ جیلہ بازی کی مگر کوئی دھوکا نہ دے سکا۔ آخر کار اشتر نے قریب ہو کر ایک نیزہ لگایا۔ اس نے بھاگنا چاہا۔ نیزہ عمر کے زین کے ٹڑھوں تک لگ کر ٹوٹ گیا۔ اور گھوڑے کا تنگ ٹوٹ جانے کے سبب عمر زمین پر آ پڑا۔ اس صدمہ سے اس کی ناک اور چار دانت ٹوٹ گئے۔ عمر نے بڑی کوشش کی کہ اٹھ کر اشتر کے سامنے سے بھاگ جائے۔ اور اس کے سواروں نے آگے بڑھ کر اشتر کا سامنا روک لیا اس طرح عمرعاص اپنے خیمہ تک پہنچ گیا اور خون اس کی ناک اور منہ سے جاری تھا۔ مروان بن حکم نے اس کے پاس آ کر یہ حالت دیکھی اور کہا ہاں اے عمر کیا حال ہے اس نے کہا یہی ہے جو کچھ تو دیکھتا ہے۔ مروان نے کہا کچھ مشکل نہیں۔ ولایت مصر کی نارت کی امید اس کے مقابلے پر ارازاں ہے۔ صبر کرنا چاہیے۔

نے پائے ہمیشہ در رکابت باشد بد نیز چونیک در حسابت باشد

یعنی تیرا پاؤں ہمیشہ رکاب میں نہ رہے گا جب تک تو نیک و بد کو یکساں تصور کرے گا۔

حمیر قبیلہ کا ایک جوان عمرعاص کا بڑا دوست تھا اس کا یہ حال دیکھ کر بھڑک اٹھا اور اشتر پر حملہ کیا۔ اشتر نے دیکھا کہ ابھی نوجوان بے ریشہ ہے اس کے ساتھ نہرو آزمائی کرنے سے عار آئی۔ اور اپنے بیٹے ابراہیم سے کہا تیری جوڑی میدان میں

نکل آئی ہے تو اس کا کام تمام کر۔ ابراہیم گھوڑا دوڑا کر آیا۔ دونوں نیزے سے لڑنے لگے۔ ابراہیم نے اس کے ایسا نیزہ مارا کہ دل کو توڑتا ہوا پشت کے پاس نکل آیا۔ وہ اسی وقت مر گیا۔ آج بھی یہ جنگ شام تک جاری رہی اور شامیوں میں سے بہت آدمی مارے گئے لیکن بھاگ جانے سے عار کرتے اور بدستور لڑتے رہے۔ جب رات ہوئی تو معاویہ کا لشکر بہت ہی بری حالت میں پلٹ کر اپنی قیام گاہ تک پہنچا۔ معاویہ تمام شب سخت رنج و الم میں مبتلا رہا۔ جب پیداشد از سپر علامات صبح دم بالا گرفت دولت خورشید محترم

یعنی آسمان پر پو پھٹنے کی علامات ظاہر ہوئیں۔ آفتاب کے اقبال نے عروج حاصل کیا معاویہ نے اٹھ کر حکم دیا لشکر مرتب ہو اور صف بندی کی جائے۔ بنی عس کے ایک آدمی عقیل بن مالک کو بلا کر جو بزرگان شام میں سے بڑا نامی گرامی بہادر اور معرکہ آرا تھا اور ہمیشہ عبادت الہی اور روزہ وغیرہ میں مصروف رہتا تھا کہا تو علیؑ اور اس کے اصحاب سے کس لیے جنگ نہیں کرتا حالانکہ تو شام میں سب سے زیادہ دلیر اور بہادر آدمی ہے۔

عقیل نے کہا میں بھی اس جنگ میں بہ دل و جان تیرا ساتھ دینا چاہتا تھا لیکن جس دن سے عمر عاص، عمار یا سر ذوالکلاع اور ابو نوح نے باہم مناظرہ کیا مجھے شک و شبہ لاحق ہو گیا اس لیے میں علیؑ اور اس کے ہمراہیوں سے جنگ نہیں کر سکتا اور جہاں تک میں نے سوچا علیؑ کو حق پر اور تجھے باطل پر دیکھتا ہوں۔ اس دنیا میں نیک و بد سب ہی گزر جائیں گے مجھے آخرت کا اندیشہ ہے اور جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ناراضی اور خدائے عزوجل کے عذاب سے ڈرتا ہوں۔ یہ دو روزہ زندگی ہے۔ خوشی و رنج کیا چیز ہے۔ معاویہ کو اس کی باتیں بری معلوم ہوئیں مگر اپنی ناراضی کو ظاہر نہ ہونے دیا دل میں کینہ رکھا اور دل میں کہا یونسؑ کی طرح مچھلی کے پیٹ میں چلا جائے گا فرعون کی طرح جیتا نہ بچے گا یعنی نیند کی حالت میں قتل کیا جائے گا۔ کہتے ہیں کہ معاویہ کے حکم سے اسے خفیہ قتل کرا دیا اور اس کا خون اپنی گردن پر لے لیا۔

الغرض اس روز طرفین سے خوب جنگ ہوئی۔ سب سے پہلے جو شخص جناب امیر المؤمنینؑ کی طرف سے میدان جنگ کے لیے نکلا نیکو کار صحابہ میں سے ایک شخص اصبح بن بنات نام تھا اس نے میدان میں آ کر رجز پڑھی اور قابل تعریف جنگ کر کے اس قدر آدمی قتل کئے کہ نیزہ خون سے تر ہو گیا۔ اور آخری حملہ میں معاویہ کو اس کی جگہ سے بہت دور تک پٹا کیا اور اس کے بعد پلٹ کر اپنی صف میں آگیا۔

اب معاویہ کا ایک ہوا خواہ مخراط میدان میں آیا اور مد مقابل کو آواز دی۔ جناب امیرؑ کی فوج میں سے کعب بن جریر اسدی نکلا اور عوف پر حملہ کر کے اسے قتل کیا پھر ادھر ادھر نظر ڈالی معاویہ کو دیکھا کھڑا ہے اور کچھ بہادر اس کے گرد موجود ہیں۔ گھوڑے کو ایڑ لگائی اور معاویہ کی طرف چلا بولا یہ شخص بھاگ کر ہماری خدمت میں آیا چاہتا ہے۔ کعب نے قریب پہنچ کر اس پر اس کے ہمراہیوں پر جو ٹیلے پر کھڑے تھے حملہ کیا اور کسی اور کی طرف رخ نہ کر کے معاویہ پر چھٹا اور چاہا کہ اس پر وار کرے مگر معاویہ کے سامنے جو سوار تھے تلواریں کھینچ کر بیچ میں حائل ہو گئے معاویہ تک جانے نہ دیا۔ کعب نے پوچھا اے معاویہ تو ضرور مجھے پہچانتا ہو گا۔ میں وہی اسدی غلام ہوں، انجام کار تجھے سزا دوں گا۔ پھر پلٹ کر جناب امیرؑ کی خدمت میں پہنچ گیا۔ آپ نے اس سے پوچھا تیرے دل میں کیا سمائی تھی اور اس قدر جم غفیر سے کیونکر جنگ کر سکتا تھا۔ اس نے جواب دیا میں نے ارادہ کیا تھا کہ معاویہ کو نیزہ مار کر مسلمانوں کو اس کے شر سے بچا لوں۔ جناب امیر المؤمنین علیہ السلام نے تعریف و توصیف کی اور تبسم فرمایا۔

پھر معاویہ کی فوج میں سے خالد بن ولید کا بیٹا عبدالرحمن نکلا، رجز پڑھی اور مد مقابل طلب کیا۔ حارث بن قدامہ جناب امیرؑ

کے لشکر میں سے نکلا اور دونوں نیزوں سے جنگ کرنے لگے۔ حارث نے عبدالرحمن کے سینے پر نیزہ مارا جس سے وہ سخت زخمی ہو کر واپس چلا گیا۔

پھر ابو الاعور سلمی معاویہ کی طرف سے آیا اور ادھر سے زیاد بن کعب بن حرب نے اس پر حملہ کیا اور نیزہ رسید کیا وہ بھی زخم شدید کھا کر واپس چلا گیا!

اب معاویہ نے بلند آواز سے کہا اے شامیو! قبیلہ ہمدان ہمارے دشمن ہیں ان کی طرف بڑھو اور ان سے جنگ کرو۔ سعید بن قیس ہمدانی نے معاویہ کی آواز سن کر اپنے چچا زاد بھائیوں، عزیزوں اور رشتہ داروں وغیرہ کو جمع کیا۔ اور کہا یکتخت لشکر شام پر حملہ کرو۔ سب نے کہا ہے سرو چشم۔ اور معاویہ کی سپاہ پر ٹوٹ پڑے۔ اور شامی لشکر کے بہت سے آدمی ہلاک کئے۔ نماز مغرب تک جنگ ہوتی رہی۔ جب رات ہو گئی اپنی اپنی جگہ پر چلے آئے۔

جناب امیرؓ کے لشکر میں ایک شخص بنی اسد میں تھا جس کی کنیت ابو سناک تھی اس نے پانی کا لوٹا اور چھرا لے کر زمینوں میں گشت کرنا شروع کیا۔ جس زخمی کو جانبر ہونے کے لائق پاتا اس سے پوچھتا کیا تو جناب امیر المومنینؓ کا دوست ہے اگر وہ دوست ہوتا تو اسے اٹھا کر بٹھلاتا اور اس کا منہ دھلا کر پانی پلاتا۔ اور اگر وہ خاموش رہتا یا اور کچھ کتا تو اسی چھرے سے اس کا کام تمام کر دیتا۔

جناب امیرؓ قبیلہ ربیعہ پر نہایت مہربانی فرماتے تھے۔ کیونکہ وہ بھی آپ کو نہایت دوست رکھتے تھے۔ قبیلہ نصر کو یہ بات ناگوار گزری۔ ربیعہ کو برا کہا اور اس کی جھوکی اور اس کے عیوب اور برائیاں ظاہر کریں اور بات اس درجہ تک بڑھی کہ جنگ ہونے کی نوبت آگئی۔ بڑے بڑے امیر اور سرداروں نے درمیان میں پڑ کر معاملہ رفع دفع کیا۔ اور قبیلہ نصر کے ایک نامی بزرگ نے جس کی کنیت ابو الطفیل کنانی تھی جناب امیرؓ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی ہم ان لوگوں پر جنہیں اللہ تعالیٰ نے عمدہ عمدہ نعمتوں اور طرح طرح کے اقبال و دولت اور عزت سے مخصوص کیا ہے حسد نہیں کرتے بشرطیکہ وہ اس دولت کی قدر و منزلت سمجھیں اور شکر الہی بجالائیں۔

ربیعہ والے خیال کرتے ہیں کہ وہ ہم سے اچھے ہیں اور آپ کے زیادہ مقرب اور ہمیں آپ کے حضور میں اس قدر نزدیکی حرمت حاصل نہیں ہے جس قدر ان کو ہے اگر مصلحت معلوم ہو تو چند روز کے لیے انہیں جنگ سے معاف رکھیں اور ہماری قوم کو اذن جنگ عطا فرمائیں۔ کیونکہ ہمارا اوروں کے شریک جنگ ہو کر جنگ کرنا ہماری خدمتوں کو مشتتبہ رکھتا ہے اور آپ کو خیر نہیں ہو سکتی کہ ہم میں سے کس نے بڑھ کر مقابلہ کیا ہے۔

جناب امیرؓ نے فرمایا تمہاری درخواست بہت اچھی ہے۔ میں اسے منظور فرماتا ہوں اس کے بعد ربیعہ کو حکم دیا کہ چند روز جنگ میں توقف کریں اور اپنے آپ کو آرام پہنچائیں۔

ربیعہ نے حسب الحکم جنگ روک دی اور بنی کنانہ کے سردار عامر بن وائل نے اپنی قوم کو لے کر میدان جنگ میں قدم نکالا۔ اور معاویہ کے لشکر پر حملہ آور ہوا۔ کچھ عرصہ نیزہ سے اور کچھ دیر شمشیر مردانہ جنگ کی۔ اس کے بعد ابو الطفیل کنانی نے اپنی قوم کو لے کر حملہ کیا۔ اور عمدہ کارگزاریاں دکھائیں۔ آج صبح سے شام تک انہی کی جنگ ہوتی رہی۔ جب طرفین اپنے اپنے قیام گاہوں کو چلے گئے۔ ابو الطفیل جناب امیرؓ کی خدمت میں حاضر ہوا اور بولا میں نے آپ کی زبان مبارک سے سن رکھا ہے کہ انسان کا انجام موت ہے اور ہر حال میں اسے شہوت مرگ پینا پڑتا ہے۔ شہادت کی موت بہتر کی موت سے بہتر ہے اور راہ خدا میں جان دینا سب سے افضل ہے اور میں نے یہ بھی حضور کی زبان فیض ترجمان سے سنا ہے کہ سب سے عمدہ کام صبر ہے۔ ہم نے مارے جانے پر صبر کیا اور ہمارے بعض ہمراہی قتل اور شہید بھی ہو گئے۔ آج

ہمارا مقتول شہید ہے اور ہمارا زندہ شخص کمین خواہ ہے۔ ہم نیکی کی راہ بغیر ایک قدم نہ رکھیں گے اور کسی ذاتی خواہش کے پاس نہ جائیں گے۔ جب تک جسموں میں جان باقی ہے ہمارا ہاتھ اور آپ کا دامن ہے۔

جناب امیر المومنینؑ نے اس کی زبان سے یہ باتیں سن کر اظہار خوشنودی فرمایا اور تعریف کے بعد دعائے خیر دی۔ دوسرے دن بنی تمیم کا سردار عمیر بن عطار و اہل قوم کو لے کر میدان میں آیا اس نے بڑی عمدہ جنگ کی اور اس کی قوم نے بھی خوب خوب معرکہ آرائی کر کے حد درجہ کارگزاری دکھائی اور نماز مغرب تک میدان میں ڈٹے رہے۔ نماز مغرب کے بعد عمیر حاضر خدمت ہو کر عرض رسال ہوا کہ یا امیر المومنینؑ مجھے اپنی قوم پر معرکہ آرائی کی نسبت اچھا لگتا تھا وہ آج ظہور میں آگیا اور اس نے میرے خیال سے بڑھ کر جنگ کی۔

جناب امیرؑ نے فرمایا ہاں یہی بات ہے میں تجھ سے اور تیرے قوم سے ہمیشہ خوش رہا ہوں اور آج بہت ہی خوش ہوں اللہ تعالیٰ تم کو عزیز رکھے۔ اگلے دن بنی ربیعہ میں سے ایک امیر قینفہ ابن جابر نے اپنی قوم سے کہا اے میرے چچا زاو بھائیو میں چاہتا ہوں کہ آج تمہیں ہمراہ لے کر ان گمراہ لوگوں سے جو شیطانی گروہ ہے مقاتلہ کروں کہ حضرت امیر المومنینؑ شاد و خرم ہوں۔ سب نے متفق ہو کر کہا ہم حکم بجالائیں گے۔ اب قینفہ سوار ہوا۔ اور میدان میں آ کر نیزہ سیدھا کر کے لشکر معاویہ پر حملہ آور ہوا۔ اور اس قدر کشت و خون کیا کہ نیزہ خون میں تر ہو گیا اور اس کی قوم نے بھی آج نہایت سخت جنگ کی۔ نماز کے وقت تک ہتھیار چلتے رہے اور معاویہ کے فوج کے کئی نامی سردار قتل کر ڈالے۔ نماز مغرب کے بعد قینفہ حاضر ہوا اور کہا جس قدر ممکن تھا آج جنگ میں کمی نہیں کی۔ اور میری قوم نے بھی کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی۔ ہر حال میں آپ کی خوشنودی درکار ہے میں جانتا ہوں کہ اصل زندگانی آخرت میں ہوتی ہے اور یہ دنیوی زندگی مجازی ہے۔ عقل مند اسی کو عزت سمجھتا ہے کہ جنگ کی شدت اختیار کرے اور طعن و ضرب سے پہلو نہ بچائے۔

جناب امیرؑ نے اس کے کلام کی بہت تعریف کی اور اس کی قوم کی جنگ کو بہت پسند فرمایا۔

دوسرا دن ہوا تو امیر ہوازن عبد اللہ بن عامر طفیل اپنی قوم کو لے کر میدان جنگ کی طرف چلا۔ اور ایسی جنگ کی کہ معاویہ کا لشکر اس کی ضربوں سے چیخ اٹھا۔ صبح سے شام تک جنگ ہوتی رہی۔ جب رات ہو گئی تو عبد اللہ پلٹا اور حاضر خدمت جناب امیرؑ ہوا۔ آداب بجالایا اور کہا آج دشمن کے مقابلے میں امیر المومنینؑ نے ہمیں کیسا پایا اور ہماری جنگ و سعی قبول ہوئی۔ حضرت امیر المومنینؑ نے اسے دعائے خیر دی اور تعریف کے ساتھ اس کا اور اس کی قوم کا دل بڑھایا اور خوش ہو کر جانے کی اجازت دی۔ اب قبیلہ نصر کے امیر اور سردار وغیرہ جناب امیرؑ کے کلمات سے جو ان کی نسبت ارشاد کئے تھے بہت ہی شادماں اور بشاش ہو گئے۔ اور آپ کی شفقتوں اور مرحمتوں کا شکریہ ادا کرتے تھے اور اشعار تصنیف کرتے تھے۔ اور وہ عداوت بھی جو قبیلہ ربیعہ سے آپڑی تھی ان کے دلوں سے نکل گئی اور موافقت و محبت میں تبدیل ہو گئی۔ اب دن نکلا تو معاویہ نے بہت ہی سویرے سے اٹھ کر فوج کو تیاری کا حکم دیا اور کہا مرتب ہو کر نکلیں اور صیغے قائم کریں بار بار اس حکم کو دہرایا اور تاکید کی مگر لشکر پر جیسا اثر پڑنا چاہیے تھا نہ پڑتا تھا۔ اور زخموں کی کثرت اور خشکی کے سبب بہت دیر میں نکلتے تھے۔ معاویہ نے کہا مجھے تمہارے توقف اور دیر کا سبب معلوم نہیں ہوتا۔ مقاتلہ کی یہ نوبت آچنی کہ طرفین سے بہت سی خلقت ہو گئی۔ اگر آپ سستی ظاہر کرو گے تو دشمن زیادہ دلیر ہو جائے گا۔ اور جو سختیاں آج تک اٹھائی ہیں وہ سب رائیگاں جائیں گی۔ اور تمہارے ناموں پر عیب و عار کے وجہ لگ جائیں گے۔ جو کسی طرح بھی نہ دھل سکیں گے۔ جس قدر زمانہ گزرنا جائے گا تمہارے حالات تازہ رہیں گے۔ میں تمہیں ایسا نہ سمجھتا تھا۔ میرا خیال تھا کہ تم ہر روز ہر ساعت طلب خون عثمان میں زیادہ ہی کوشش کرتے رہو گے۔ اور اس کے دشمنوں اور قاتلوں کی گرفتاری اور قتل میں

ہر وقت سعی بلیغ عمل میں لاؤ گے۔ مگر میں اس وقت دیکھتا ہوں کہ لڑنے سے جی چراتے ہو جس کا مجھے گمان بھی نہ تھا۔ سخت تعجب کا مقام ہے۔

سرداران قوم نے معاویہ کی یہ باتیں سن کر باہم کماج کرتا ہے۔ اس کے بعد تیاریاں کر کے لڑائی کی طرف متوجہ ہوئے۔ اور جناب امیر المومنین نے بھی لشکر کو مرتب کیا اور اپنی صف سے نکل کر ایک ٹیلہ پر جو لشکر گاہ سے متصل تھا قیام فرمایا اور بہ آواز بلند رجز پڑھی۔

انا علی فسنلونی تہجروا ثم اہر زونی فی الوخاداد ہروا
سیفی حسام و سنانی ہزہر منا النبی الطاہر المطہر و
و حمز الخیر و منا جعفر لہ جناح فی الجنان الحفر و
و فاطمہ عوسی و فیہا سفیر ہذا الہدا و ابن ہند من حجر

معاویہ نے جناب امیر کی آواز سنی کہ رجز پڑھ رہے ہیں جو لوگ اس کے پہلو میں کھڑے تھے ان سے کہا علیؑ اپنے مقابلے کے لیے مجھے بلاتا ہے اور کئی دفعہ بلا چکا ہے۔ مگر میں مقابلے کے لیے نہیں نکلا۔ مجھے اس بات سے بہت شرم آتی ہے کہ مقابلے پر نکلوں خواہ کچھ ہی کیوں نہ ہو۔ اور بے موت کوئی مرتا نہیں۔ اس کے بھائی عقبہ بن ابی سفیان نے کہا ہرگز ایسا خیال بھی نہ کرنا کہ اپنے آپ کو شیر کے چنگل میں جا ڈالے اور اس کلام الہی و لا تلقوا بہا بکم الی التہلکۃ یعنی اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو، کو فراموش کر بیٹھے۔ اور یاد رکھ کہ تو علیؑ کا مد مقابل نہیں ہو سکتا۔ تیرا غلام حرث کیا نامدار اور بہادر اور بے نظیر شہسوار تھا اسے نہیں دیکھا کہ کس طرح مار ڈالا۔ عمر عاص جو جرات اور صولت اور جنگ و جدل میں بہت بڑی مشق اور مہارت رکھتا اور نامی گرامی جنگجو ہے اور میدان جنگ میں ہی پرورش پائی ہے اور ہر طرح سے شجاعت و لیاقت اور قابلیت اور فضیلت میں انگشت نمائے عالم ہے دیکھا میدان میں بمقابلہ علیؑ کیا افتادہ بڑی اور وہ کس ذلت و خواری سے جاں بر ہو سکا۔ جب تک دنیا قائم ہے اس کی اس ذلت و خواری کا چرچا ہوتا رہے گا۔ اور لوگ سن کر قہقہے لگاتے رہیں گے۔ وہ اس کے سامنے سے بھاگا اور بھاگ کر جان بچائی۔ زرد رو اور برہنہ کون کر کے بھاگا۔ جب شیر خدا کے چنگل سے وہ بمشکل زندہ بچا۔ اگر تجھے زندگی درکار نہیں اور اپنے اور ہمارے حال پر رحم نہیں فرماتا اور جینے سے تنگ آ گیا ہے تو بسم اللہ میدان میں جا اور دیکھ جو کچھ تیرے دشمنوں کے لیے بھی ہم نے نہیں چاہا۔ اگر تجھے اپنے آپ کو سلامت رکھنا ہے اور تو دنیا سے ناامید نہیں ہوا اور تجھے کم و بیش اپنی اولاد بھائیوں، عزیزوں، قریبوں اور ملازموں کا کچھ خیال ہے تو اس آواز کو جو تو سن رہا ہے ان سنی کر دے کیونکہ موت ناپسندیدہ اور قبر نامرغوب ہے۔ اور حیات کے مزے کی کوئی انتہا نہیں اور ایک ساعت طولانی کی زندگی جس قدر راحت پہنچا سکتی ہے۔ اس کی تعریف کرنا اور اس کا حال بیان کرنا بہت طولانی ہے۔ کوئی صفت اور کوئی تشبیہ اس کا اندازہ نہیں کر سکتی۔ اور علیؑ کی قوت و شجاعت کا کمال و جرات اور ہیبت کا جلال ہر وقت آفتاب سے زیادہ روشن اور منور ہے۔

ان قرون میں آج تک کوئی ایسا بہادر صف شکن اور نامور سوار پیدا نہیں ہوا جس نے علیؑ کے مقابلے پر آکر اپنی ہستی کو برباد نہ کیا ہو۔ اس کی نگاہوں کی ہیبت ہی سے شیر گردوں تک سپر ڈال دیتا ہے اور اس کے خوف و دہشت سے آفتاب بھی اپنی تیزی بھلا دیتا ہے۔

اور ج تو یہ ہے کہ ایک ولایت بھی اس کی دست برد کو نہیں اٹھا سکتی اور تمام لشکر بھی اس کے حملے کی تاب نہیں لا سکتا۔ عقبہ نے جب اس طریق سے کہا اور معاویہ کو جناب امیر المومنین کے مقابلے سے روکا تو لشکر شام کے دوسروں سرداروں

اور امیروں نے بھی معصمت نہ سمجھی اور معاویہ بھی اس سے مخالف نہ تھا۔ اپنے اپنے خیال کے مطابق باتیں کرتا تھا۔ معاویہ کو یہ مشورہ بہت پسند آیا اور جناب امیر المومنینؓ سے جنگ کرنے کے ارادہ کو جو پیشتر ہی سے نہ تھا ترک کر دیا۔ ابرہہ بن صباح نے اٹھ کر کہا اللہ تعالیٰ کی مرضی اور نشاء یہی ہے کہ تم سب اس صحرا میں ہلاک ہو جاؤ۔ اور اسی سبب سے تم اس مہم کو انجام نہیں پہنچا سکتے۔ معاویہ نے جو ارادہ کیا ہے اسے ظاہر ہونے دو جبکہ علیؓ اسے بلاتا ہے جانے دو کہ دونوں جنگ کریں۔ اور دیکھیں کہ کسے فتح نصیب ہوتی ہے۔ بہر حال ایک ضرور فتح پائے گا۔ اور دوسرا مقہور ہو گا اور ہمیں اس جنگ کے جھنجٹ سے نجات مل جائے گی۔ اور دنیا والوں کو آسودگی ملے گی۔ نسیم سعادت گلشن اقبال میں چلنے لگے گی اور اس فتنہ جانسوز کی آگ بجھ جائے گی جو نقیاب ہو اس کی اطاعت پر کمر بستہ ہو جانا۔

جناب امیر المومنینؓ نے ابرہہ کی باتیں سن کر اظہار خوشنودی فرمایا۔ اور ارشاد کیا کہ جب سے میں یہاں آیا ہوں ابرہہ کی اس بات سے زیادہ اچھی اور منصفانہ گفتگو میں نے نہیں سنی۔ معاویہ نے کہا ابرہہ میں ذرا بھی عقل نہیں پھر وہ ہمیشہ عقل مندی کا دعویٰ کرتا ہے اور یہ نہیں سمجھتا کہ وہ کچھ بھی نہیں جانتا اسے قریب کی صفوں سے بہت دور کھینچلی صفوں میں ہٹا دو۔ اور کہہ دو کہ آخری قطار میں رہے کیونکہ جب وہ بیوقوف اور بے عقل ہے تو کوئی بات کہہ کر ہمیں نقصان نہ پہنچائے۔ شامیوں نے کہا ابرہہ بڑا ہی صاحب عقل و فہم ہے اور جرات و دیانت میں اپنے ہمعصروں سے ممتاز ہے مگر تو خود علیؓ سے ڈرتا ہے اور یہ حوصلہ نہیں کہ علیؓ سے جنگ کر سکے تاکہ سب آدمی اس عذاب و سختی سے نجات پائیں۔ اور یہ تاریکی جہاں روشنی سے مبدل ہو جائے اور مسلمان خوں ریزی سے بچ جائیں۔

معاویہ نے ابرہہ کو لاکار کر کہا کس لیے اپنی حد میں نہیں رہتا اور کیوں یہ بیسوہہ باتیں بنائے جاتا ہے۔ عمر عاص نے بھی ملامت کر کے کہا جب تو جانتا ہے کہ معاویہ کو تیری باتیں پسند نہیں آتی کیوں بار بار کہے جاتا ہے۔ کیا اپنے آپ کو عذاب میں مبتلا کرے گا آج معاویہ شام کا بادشاہ ہے۔ ایک لاکھ بیس ہزار سے زیادہ سوار اور ہر قسم کے ساز و سامان اور اسلحہ جنگ مہیا ہیں کہ علیؓ سے جنگ کرے۔ جا تو اپنا کام کر اور اپنی بھلائی کی بات سوچ ورنہ اپنے کئے کی سزا بھگتے گا اور سخت نقصان اٹھائے گا۔ ابرہہ اس بات سے بہت رنجیدہ ہو کر معاویہ کے پاس سے چلا گیا اور کچھ نہ بولا۔ لیکن معاویہ نے بعد میں بلا کر بہت کچھ اظہار مہربانی فرمایا۔ اور اس کو رضامند کر لیا اور اس کے دل سے وہ رنج اور وحشت دھو ڈالی۔

الغرض بشر بن ارقطہ کا ایک غلام لاحق نام بڑا عقل مند تجربہ کار اور جہاندیدہ تھا۔ اس نے بڑے بڑے اتفاقات اور حوادث دیکھ رکھے تھے۔ بشر نے مشورہ کے طور پر اس سے کہا میں نے ایک بات سوچی ہے۔ اگر وہ بات بن گئی تو میں عزت و فخر و شہرت اور ناموری میں مشہور ہو جاؤں گا۔ اب میں تجھ سے صلاح لینا چاہتا ہوں کہ تیری کیا رائے ہے مجھ سے بیان کر۔ بشر نے کہا علی ابن ابی طالبؓ نے معاویہ کو اپنے مقابلے پر طلب کیا تھا وہ ڈر گیا اور میدان میں جانے کی جرات نہ کر سکا۔ اب میرا ارادہ یہ ہے کہ میدان میں جا کر اس سے ہم نبرد ہوں۔ ممکن ہے کہ میں فتح یاب ہو جاؤں اور اسے ہلاک کر ڈالوں پھر تو میں شجاعت و دلادری اور معرکہ آرائی میں انگشت نمائے عالم ہو جاؤں گا اور جب تک دنیا قائم ہے میرا ذکر جاری رہے گا۔

بس میں نے ہی سوچا اور تیری رائے میں کیا آتا ہے۔ لاحق نے کہا یہ بہت ہی خطرناک ارادہ ہے اور نہایت خوف کا مقام ہے۔ عظیم شخص وہ ہے جو کاموں کی انجام دہی سے نظر نہیں ہٹاتا۔ اور اس کی دانائی کاموں کے نتائج کو ملحوظ رکھتی ہے۔ اس میں شک نہیں ہے کہ علی ابن ابی طالبؓ کا مقابلہ جسے شیر خدا کہتے ہیں نہایت ہی خوفناک کام ہے اگر تو اپنی قوت و شجاعت پر پورا بھروسہ رکھتا ہے اور تیرا دل گواہی دیتا ہے کہ ضرور ہی نقیاب ہو گا اور نتیجہ میں ذلت نہ اٹھائے گا تو مستعد

ہو جاوے نہ دل میں کچھ تردد نہ کر اور اس قسم کی جنگ سے کبھی پالانہ پڑا ہو اور اپنے زور بازو پر پورا اعتماد نہ ہو تو ہرگز ہرگز اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالنا اور کلام الہی ولا تلقوا باہد یکم الی انتھلکمہ یعنی تم اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو، پر کار بند رہنا۔

بشر نے کہا اے لائق کب تک ڈرنا چاہیے آخر موت سے زیادہ کیا ہے۔ مجھے بھی مرنا ہی ہے۔ میدان جنگ میں نیزہ و شمشیر کی ضرب کھا کر مردوں کی طرح جان دینا اس سے بہتر ہے کہ بوڑھی عورتوں کی طرح لباس شب خوابی میں مرجاؤں۔ لائق نے کہا اگرچہ میں اس ارادہ کے مخالف ہوں لیکن خدا تعالیٰ تجھے کامیاب کرے۔ اب بشر میدان میں آیا اور کچھ دیر تک گھوڑے کو دوڑاتا رہا مگر زبان سے ایک لفظ نہ نکالا کیونکہ جناب امیر المومنین علیہ السلام کا خوف دل پر غالب تھا چاہتا تھا کہ آپ اسے نہ پہچانیں کہ یہ کون شخص ہے۔ آپ نے یہی دیکھا کہ ایک سوار میدان میں نکل کر گھوڑے کو دوڑاتا رہا ہے بہ آہستگی خود بھی ارادہ جنگ اس پر حملہ کیا اور بشر کے سینے پر نیزہ مارا جس کے صدمہ سے وہ گھوڑے سے علیحدہ ہو کر پشت کے بل زمین پر آ رہا۔ جناب امیر نے چاہا کہ تلوار سے دو ٹکڑے کر دیں، اب بشر کو اپنی موت نظر آ گئی۔ ٹانگوں میں ازار نہ تھا، عمر عاص کی سیرت اختیار کی دونوں پاؤں بند کئے۔ جناب امیر المومنین علیہ السلام کی نظر کا اس کی شرمگاہ پر پڑنا تھا کہ آپ نے منہ پھیر لیا۔ بشر نے اٹھ کر بھاگ جانا چاہا حسب اتفاق سر سے خود اتر گیا اور جناب امیر کی فوج نے اسے پہچان لیا آواز دی کہ اے امیر المومنین دو بشرین ارطاة ہے آپ نے فرمایا لعنت ہو اس پر جانے دو۔

معاویہ یہ حال دیکھ کر خوب ہنسنا اور جب بشر اس کے پاس پہنچا کہا خوب ہوا پھر من اکثر بہادر ایسے ہیں کہ کون دکھا کر علیؑ کے ہاتھ سے جان بچاتے ہیں جو آج تیرے ساتھ پیش آیا ہے وہی کل عمر عاص کو بھی پیش آ چکا ہے۔ ڈر نہیں اتنا شرمندہ نہ ہو جان سلامت رہنی چاہیے۔ خواہ شرم گاہ ننگی ہو جائے اس کا غم نہیں۔

ایک کوئی نے آواز دی کہ اے شامیو یہ کیسا بے حیائی کا طریقہ اختیار کر رکھا ہے بہادر میدان جنگ میں دشمن کی تلوار کو ڈھال پر روکتے ہیں اور تم سرین پر۔ بہادر حملہ کے وقت سرنگا کر لیتے ہیں اور تم کون برہنہ کرتے ہو بڑی بے عزتی اور رسوائی کی بات ہے جسے عمر عاص نے شامی لشکر کی نسبت اختیار کر رکھی ہے اس نے جیسی یہ بری رسم جاری کی ہے اسی طرح کے اور تمام حیلے قابل شرم ہیں۔ جس دن سے عمر عاص کو یہ واقعہ پیش آیا تھا کہ اس کی شرمگاہ کے برہنہ ہونے سے حضرت علیؑ نے منہ پھیر لیا۔ اور عمر بھاگ گیا۔ بشر ارطاة اس پر ہنستا اور خوش مزاج کیا کرتا تھا۔ جب بشر بھی اس واقعہ سے دوچار ہوا تو عمر نے جواب دینا شروع کیا۔ خوب ہنستا اور خفیف کرتا۔

لائق نے بشر سے کہا میں تجھے سمجھاتا ہوں کہ تو علیؑ کا مرد مقابل نہیں اور اس سے جنگ کی طاقت نہیں رکھتا تو نے میری فصیح نہیں سنی اور اس کا مزا چکھا۔ بشر اپنی حرکت اور واقعہ سے ہر وقت شرمندہ رہتا اور جس گروہ یا سواروں میں حضرت علیؑ موجود ہوتے ان کے سامنے سے گزرا جاتا کیونکہ وہ آپ کے روہو آنے سے شرماتا تھا۔ اب بشر کے غلام لائق کے دل میں غور ہو گیا اپنے آپ سے باہر ہو کر چاہا کہ اس امر کا علاج کرے اس لیے میدان میں آ کر رجز خوان ہوا۔

قل لعلی قولہ و فآخرہ ارمیت شیعہ غاب عندہ ناصر

اودیت بشر و الغلام ناثرہ

اشتر نے اسے میدان میں دیکھ کر حملہ کیا اور عین گرا گرمی میں ایک نیزہ اس کے سینہ میں مارا کہ گھوڑے سے گر کر تھوڑی دیر خاک و خون میں لوٹ کر مر گیا۔

اس کے بعد جناب امیر المومنینؑ کے لشکر کے امیروں اور سرداروں اشتر نخعی، اشعث بن قیس، عدی بن حاتم طائی، سعید

بن قیس ہمدانی، عمر بن حنظل، خزامی، سلیمان بن مرد اور حارث بن قدار سعدی جیسے ایک ہزار بہادروں اور عراقی دہلیوں نے شامی لشکر کا سرخ کیا اور حملہ کر کے انہی بہت دور تک پیچھے ہٹانے گئے۔ اور بڑی خونخوار جنگ کی اور ان کو مار مار کر کشتوں کے پھٹے لگا دیئے۔ آج شامی لشکر کے بے شمار آدمی مارے گئے اور نماز شام کے وقت تک جنگ جاری رہی۔ جب رات ہو گئی دونوں فوجیں علیحدہ علیحدہ ہو کر پلٹ گئیں۔

معاویہ اس واقعہ سے اور کئی نامی گرامی سرداروں کے قتل ہو جانے سے بہت غمزدہ اور خستہ حال ہو گیا تھا۔ ہر چند اپنے آپ کو سمجھاتا اور تسلی دینا چاہتا تھا آرام و قرار نہ پاتا تھا۔ سونا اور کھانا پینا حرام ہو گیا تھا۔ آدمی بھیج کر قریش کے سرداروں کو طلب کیا۔ جب سب حاضر ہو گئے تو انہیں ملامت کرنے لگا۔ میں نے اتنے دنوں تک تمہاری کارگزاریوں کو دیکھا حیرت سے دیکھتا رہا کہ تم میں سے کون میرے اس معاملہ میں شفقت آمیز گفتگو کرے گا اور کون دوسری سے کوئی خدمت بجالائے گا۔ مگر اس کا اتفاق نہ ہوا۔ تم میں سے کسی نے بھی کوئی ایسی بات نہ کہی اور نہ کوئی ایسا کام کر کے دکھایا جس سے دوستی اور محبت کی بو آئی اور دل خوش ہوتا یا اس کے بعد کسی دن کہہ سکتے کہ میں نے صفین کی جنگ میں یہ کارنامہ کیا یا ایسی رائے دی تھی۔

ولید بن عقبہ نے کہا کیا میں بھی ان لوگوں میں سے ہوں جن سے تو یہ باتیں کہہ رہا ہے اور شکایتیں کر رہا ہے۔ معاویہ نے کہا تو بھی اسی جماعت میں سے ہے اور تو نے ہی کون سا ایسا کام کیا یا مشورہ دیا جس سے میرا دل شاد ہوا ہو اور میری یہ ناراضی اور رنج کچھ تجھ ہی سے علاقہ نہیں رکھتا بلکہ اور سب لوگ جو اس وقت موجود ہیں اس میں شریک ہیں اور میں سارے لشکر سے شکایت کرتا ہوں، خاص کر تم سرداروں امیروں اور اراکین سے کہ تم پر لعنت ہو اور ساتھ ہی مجھ پر کہ علی بن ابی طالب جسے مرد کی جنگ کے مقابلہ پر تم جیسے لوگوں پر بھروسہ کر لیا۔ مجھے تمہارے خون پر دست قدرت نہیں کہ تو اب تک میرے ہاتھ لعنت تیغ و طناب کی طرح تمہاری گردنوں اور پیراہن سے وابستہ رہیں۔ کس دن تم میں سے کسی نام آور بہادر نے لشکر علیؑ کے ادنیٰ سے آدمی کا مقابلہ کیا اور کیا بھی تو مغلوب اور ذلیل و خوار ہو کر الٹا نہ پھر آیا۔ میں تم میں سے کس کس کا حال بیان کروں۔

عمر عاص جو شجاعت و مردانگی اور عقل و فرزانگی کا دعویٰ رکھتا ہے اگر کوئی بات منہ سے نکالتا ہے کہ تمام ملک کو مجھ سے برا لکھتے کر دے۔ اور مقابلہ کے لیے نکلتا ہے تو اس ذلت و خواری سے واپس چلا آتا ہے۔

بشر ابن ارطاة جو اپنی رعنائی اور نخوت سے کسی وقت خالی نہیں رہتا اور علیؑ کے سوا اور کسی کو مرد نہیں سمجھتا اور علیؑ کے ساتھ جنگ کر کے ناموری اور شہرت کی آرزو رکھتا ہے واہ واہ کیا کہتے ہیں اس نے تو خوب ہی نام پایا اور اس جنگ میں بڑھ کر شہرت حاصل کی ہے۔ واہ واہ کیسے عمدہ دل چلے بہادر اور قوی بازو نای پہلوان اور مرد میدان ہیں۔ مروان نے کہا

اے معاویہ جو کچھ تو نے چاہا کہہ لیا اب جو اب من۔ معاویہ نے کہا کہہ کیا کہتا ہے۔ اس نے کہا اگر ہم علی ابن ابی طالبؑ اس کی جماعت پر فخر کریں تو دو حال سے خالی نہیں یا تو سنت اسلام کی وجہ سے فخر کریں یا زمانہ جاہلیت کے زمانہ سے۔ اور اہل اسلام کا ایک دوسرے پر فخر کرنا اور شرف پانا پرہیزگاری سے تعلق رکھتا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ان اکو مکم عند اللہ انکم

اور جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے الا کوکم للتقویٰ یعنی جو شخص زیادہ متقی ہے وہی زیادہ فضیلت والا ہے۔ اور جو جاہلیت کے زمانہ میں اہل یمن فخر و مباہات کے طالب ہیں اور نسب کے لحاظ سے اہل قریش افضل ہیں جن کی فضیلت اور برتری کو تمام اہل عرب تسلیم کئے ہوئے ہیں۔ اور سرداری و سر بلندی میں عبدالمطلب کے بیٹے مشہور

ہیں اور ان سے بھی علیؑ سب سے ممتاز ہے۔ جہاں تک اس پر فخر کرنے کے پہلو سوچتے ہیں کوئی صورت پیدا نہیں ہوتی۔ اور کسی طرح بھی ہم اس کی برابری نہیں کر سکتے۔

معاویہ نے کہا یہ کیا بات ہے میں نے اس قدر ہزار سوار اور پیدل جمع کئے اور اتنا کچھ ساز و سامان کر کے صفین کے میدان آیا ہوں کہ علی ابن ابی طالبؑ اور اس کے متعلقین اور متوسلین پر فخر کر سکوں اور حسب و نسب کو پرکھ سکوں اور دیکھا دوں کہ زمانہ جاہلیت میں کون شخص سردار تھا۔ اور اب اسلام میں کون افضل اور تر ہے۔ اے مروان تو کم ہمت اور کوتاہ اندیش انسان معلوم ہوتا ہے۔ میں تجھ سے فخر کا طالب نہیں بلکہ جنگ چاہتا ہوں کہ تم اس میں سعی کرو۔ ان باتوں سے مروان شرمندہ ہو کر چپ ہو رہا۔

عتبہ بن ابی سفیان نے کہا میرا ارادہ ہے کہ جعدہ بن سیرہ سے لڑوں اور اس سے باتیں کروں۔ مروان نے کہا تو نے بہت اچھا سوچا جعدہ بنی مخزوم میں سے ہے اور اس کے باپ کا نام سیرہ ہے۔ وہ ابو وہب کا بیٹا ہے۔ اور اس کی ماں ام ہانی ابو طالب کی لڑکی اور امیر المومنین علی ابن ابی طالبؑ کی ہمشیرہ ہے لیکن پہلے مجھ سے بیان کر کہ تو اس سے کیا کہنا چاہتا ہے عتبہ نے کہا شکر خدا میں بڑا فصیح اور گویا شخص ہوں اور بازو بھی رکھتا ہوں اور شمشیر براں بھی میرے قبضے میں ہے۔ مروان چپ ہو رہا۔

دوسرے دن عتبہ نے کسی شخص کو جعدہ بن سیرہ کے پاس بھیج کر اسے طلب کیا۔ جعدہ آیا اور سامنے کھڑا ہو گیا۔ طرفین بھی تماشا دیکھنے لگے کہ عتبہ اور جعدہ کی باتیں سنیں۔ عتبہ نے کہا اے جعدہ تو اپنے ماموں علی ابن ابی طالبؑ کی دوستی کے سبب ہمارے مقابلے پر نکل کر جنگ کرتا ہے۔ ہم نہیں کہتے کہ معاویہ خلافت کے لیے علیؑ سے زیادہ مستحق ہے لیکن عثمان کے معاملے میں خلل واقع ہوتا ہے۔ اگر علیؑ عثمان کے خون سے بری ہوئے تو خلافت و امامت کے لئے کسی شخص کو بھی ان پر افزودنی نہ ہوتی اور معاویہ شام کی امارت کا پورا حقدار ہے کیونکہ اہل شام اس سے خوش ہیں اور اسے بہت دوست رکھتے ہیں۔ اور ہر ایک شامی معاویہ سے زیادہ علیؑ سے جنگ کرنے کا مشتاق ہے۔ اہل عراق و حجاز علیؑ کے ہوا خواہ ہیں اور شام والے معاویہ کے اور کوئی شخص بھی علیؑ کی اس جنگ سے خوش نہیں۔ کیونکہ سلطنت ملتے ہیں لوگوں کو جنگ میں جتلا کر دیا ہے۔ جس سے تمام عرب ہلاکت کے قریب پہنچ گیا ہے۔

جعدہ نے کہا تیری بان سن لی تو خوبی اپنے قول کی نسبت کہ اپنے عزیزوں کو میں بہت دوست رکھتا ہوں انصاف سے دیکھ اور اچھی طرح سوچ کہ جناب امیر المومنینؑ جیسے ماموں کو کیوں دوست نہ رکھوں۔ خدا کی قسم دوستی کے علاوہ میں اس کے فرمان کا بجالانا اپنی گردن پر فخر سمجھتا ہوں۔ اللہ کی قسم اگر علیؑ جیسا تیرا ماموں ہوتا تو ماں باپ اور اولاد کو بھول جاتا۔ اور علیؑ کا معاویہ سے افضل و برتر ہونا ایسی بات ہے جس سے تمام مسلمان آگاہ ہیں کسی فرد بشر کو اس میں ذرا شک و شبہ نہیں اور شامیوں کا ہوا خواہ معاویہ ہونا اور اس کی موافقت کے سبب علیؑ کے مقابلے پر سعی و کوشش کرنا ظاہر ہے۔ اہل شاہ معاویہ کے خیر خواہ سعی مگران کا جنگ و جدال میں کوشش بلیغ کرنا کوئی حیرت انگیز نہیں۔ اہل حق کی کمی بھی آج شامیوں کی سر توڑ کوششوں سے بڑھی ہوئی ہے کیونکہ شامی باطل پر ہیں۔ اور ہم نے علیؑ کی متابعت اور فرمانبرداری میں کوئی کمی کا ہے اور نہ کریں گے۔ اور اگر وہ خاموشی اختیار کریں گے تو ہم دریافت کر کے درد سر پیدا نہ کریں گے۔ اور اگر وہ کچھ فرماتے ہیں تو ہم ان کے ارشاد کو رد نہیں کرتے اور تمہارے لشکر میں ایسے بہت سے آدمی ہیں جو خود معاویہ سے زیادہ عقلمند اور بڑھ کر ہیں اور ہماری فوج میں ایک بھی ایسا نہیں جو علم و فضل و سخاوت و شجاعت اور تقویٰ میں علیؑ کی برابر کر سکے۔ رہا جنگ و جدال کی بابت کہ سلطنت ملتے ہی علیؑ نے عرب کو ایسی جنگ میں الجھا دیا کہ سب کے سب نیست و نابو

ہو جائیں گے۔

یہ معاملہ خود تم سے علاقہ رکھتا ہے اور اس کا جوال خود تمہاری گردنوں پر ہے کیونکہ تم نے امام زمانہ علیہ السلام پر خروج کیا اور خلیفہ جناب رسول خدا و صی مصطفیٰ سے دشمنی اختیار کی ہے اس لیے جناب امیر المومنینؑ کو بھی واجب ہو گیا کہ باغی اور طاغی کے شر کو دفع کریں، جو شخص حق کار استہ اختیار کرے گا داخل بہشت ہو گا اور جو باطل پر مارا جائے گا اور جہنم کی آگ میں جلتا رہے گا۔

عتبہ اس بات سے بھڑک اٹھا اور منہ بنا کر جعدہ کو گالی دی۔ اور بہ آواز بلند کہا اے شامیو حملہ کرو۔ جعدہ نے بھی آواز دی کہ اے عراق والو ان کی خبر لو۔ دونوں فوجیں حملہ آورا ہوئیں اور مردانہ وار جنگ کی، طرفین نے آج خوب ہی جان توڑ کر زور مارا اور جعدہ نے عتبہ کے مقابلہ پر خوب ہی داد شجاعت دی یہاں تک کہ عتبہ بھاگ نکلا اور لشکر نے اس کا تعاقب کیا۔ عتبہ بھاگ کر معاویہ کے پاس پہنچا تو اس نے سخت ملامت کی کہ جنگ سے فرار ہونے پر ہم پر دہبہ لگا دیا۔ جو کسی تدبیر سے نہ مٹے گا۔ میں نہیں سمجھتا کہ تیرا مناظرہ زیادہ مفید نکلا یا زیادہ مضر۔ تو نے جا کر جعدہ سے گفتگو کی اور بند ہو گیا۔ پھر اس سے جنگ کی اور اس طرح بھاگ آیا۔ تیرے مناظرہ اور محاربہ دونوں پر لعنت۔ کاش تو یہ کام نہ کرتا اور اس قسم کی شیخیان نہ بگھارتا۔

عتبہ نے کہا تو ج کتا ہے خدا کی مرضی یہی تھی پھر کبھی ایسے کام نہ کروں گا۔ اور تیری صلاح لیے بغیر کوئی کام نہ کروں گا۔ مروان بن حکم نے بھی عتبہ کو بہت کچھ ملامت کی اور اس کے اور عزیزوں نے بھی جس جس کے پاس گیا اسے جنگ سے بھاگ آنے پر ملامت کی۔ اور اس طرف جناب امیر علیہ السلام کی فوج نے جعدہ کی گفتگو اور جنگ دونوں دور امور کی بے حد تعریف کی اور مرعبا کہا۔

دوسرے دن حضرت علی علیہ السلام نے علی الصبح لشکر کو ترتیب دے کر صفیں قائم کیں اور انصار میں سے ایک گروہ کو علم دے کر آگے بڑھایا۔ معاویہ نے ان کو دیکھ کر دریافت کیا کیا کوئی جانتا ہے کہ یہ صفوں سے آگے علم ہوئے کون گروہ ہے۔ انہوں نے کہا ہم سب ان لوگوں کو جانتے ہیں۔ یہ انصار کا گروہ ہے۔ معاویہ نے بھی اسی وقت نعمان بن بشر اور سلمہ بن مخلد کو جو انصاروں میں سے تھے بلایا اور کہا تمہارے عزیزوں سے میری طاقت جاتی رہی میں ہر روز اوس اور خزرج ہی کو میدان جنگ میں کھڑا اور کندھوں پر تلواریں رکھے ہوئے اور جنگ آزماؤں کو مقابلے پر طلب کرتے ہوئے دیکھتا ہوں اور جب اپنے لشکر کے کسی شخص کو واپس طلب کرات ہوں تو یہی سنتا ہوں کہ اسے انصار نے مار ڈالا۔ میں کب تک تمہاری قوم کے یہ صدمے سہتا رہوں اور رنج اٹھاؤں۔ کاش تم جنگ سے دستبردار ہو جاتے اور کھجوروں کے کھانے اور طفیش کے ذائقہ چکھنے میں مصروف رہتے اور میں اس محنت و رنج و غم سے آزاد رہتا۔

نعمان بن بشر غضبناک ہو کر بولا۔ اے معاویہ انصار کو ان کی شجاعت و دلیری کے لیے ملامت نہ کرنا، زمانہ جاہلیت اور اسلام میں ان کی یہی عادت رہی ہے اور ہمیشہ جس جنگ سے سابقہ بڑا ہے مردانہ اور دلیرانہ خدمات کی ہیں اور خود تو نے بھی ان کی شجاعتوں اور بہادریوں کے وہ کارنامے دیکھے ہیں جو حضرت محمد مصطفیٰ کی خدمت میں صدر ہوئے ہیں ہاں کھجوروں اور طفیش کے کھانے کی عادت اہل عرب کا حصہ ہے۔ طفیش یہودیوں کی غذا ہے۔ جب ہم نے کھائی اور مزیدار پایا تو اس کے کھانے میں یہودیوں پر چڑھ گئے اور جب نے کجوروں کی لذت چکھی تو ہمارے لیے باقی نہ چھوڑی اور خود ہم سے بھی کہیں آگے بڑھ گئے۔

معاویہ کا یہ کہنا اور انصار کو ملامت کرنا قیس بن سعد بن عبادہ کے بھی گوش زد ہو گیا انصار کو طلب کیا اور کہا بگر خورندہ کا

لڑکا ایسا کچھ کہتا ہے اور تمہیں اس طرح کی ملاشیں کی ہیں اور نعمان بن بشر نے اس کا جواب دیا اور واجبی امیر کو بیان کیا ہے آج وہ کینہ ظاہر ہو گیا جو زمانہ جاہلیت میں ہمارے اور معاویہ کے باپ دادا کے درمیان تھا۔ اور وہی قدیمی عداوت آج از سر نو تازہ ہو گئی۔ الحمد للہ کہ ہم اس لشکر میں سے ہیں جو اس جھنڈے تلے لڑا ہے جس کے دست راست پر جبرائیل اور دست چپ پر میکائیل فرشتے رہتے ہیں۔

اور معاویہ اور اس کی قوم اس جھنڈے تلے رہ چکی ہیں جن کا سر لشکر اور امیر ابو جہل ہو گزرا ہے۔ انصار نے کہا تو سچ کہتا ہے ہم سب کا تو ہی پیشوا اور سردار اور رہ نما ہے اور ہم سب تیرے فرمان پر کمر بستہ اور ادائے خدمت کے لیے مستعد اور منتظر کہ جو حکم ہو بجلائیں ہم تیرے احکام کی تعمیل کو اپنا فرض سمجھتے ہیں۔

تو مراد وہ دلیری ہیں رو بہ خویش خواں و شیریں ہیں

یعنی تو ہماری تسلی کر اور دلیری دیکھ اپنی لومڑی سمجھ کر بلا اور شجاعت دیکھ قیس بن سعد نے اسی مضمون کا شعر لکھا اور معاویہ کے کچھ عیوب بیان کر کے اس کے پای بھیج دیئے معاویہ نے قیس کا خط پڑھ کر رنج کیا۔ اور کسی شخص کو انصار کے ان نامور اراکین و سرداروں کے پاس بھیج کر جو جناب امیر المؤمنین علیہ السلام کی خدمت میں تھے قیس بن سعد کی شکایت کی۔ انہوں نے چند معذور اور مشہور اشخاص کو قیس کے پاس بھیج کر پیغام دیا کہ معاویہ کو ہمارا دشمن ہے مگر اس نے علانیہ ہم سے کوئی برائی نہیں کی اور نہ ہماری بدگوئی کی۔ اب اس نے ہمارے پاس قاصد بھیج کر تیری شکایت کی ہے کہ تو اس نے اس بھوکے اور اس کی کج اخلاقی ظاہر کی۔ اور اس کو برا کہا۔ ایسی باتیں اچھی نہیں۔ اس کا معاملہ اس حد سے گزر گیا ہے کہ مسلمان اور دینداروں کو اس کے اخلاف کی برائیوں کے اظہار کی احتیاج ہو۔ اگر مناسب جانے زبان کو اس بدگوئی سے روک لے۔ اور اس پر لعنت بھیجنے کو مقرب فرشتوں کے حوالہ کر دے۔

اس نے جواب دیا جب تک میں زندہ ہوں اس کا دشمن رہوں گا اور دنیا سے گزر جانے کے بعد اس پر لعنت بھیجنے اور نفرین کرنے میں فرشتوں کا ساتھ دوں گا۔

نہ شوم خاضع عدو ہرگز درجہ بر آسمان کند مسکن

یعنی میں کبھی دشمن کا مطیع نہ ہوں اگرچہ وہ آسمان پر کیوں نہ جا رہے۔ کیا یاز بھی چڑیا کی فرمانبرداری کر سکتا ہے۔ اور شیر لومڑی کے آگے گردن جھکا دیتا ہے۔ ابھی یہ گفتگو ہو رہی تھی کہ معاویہ کے لشکر نے حرکت کی اور اس کے سواروں کا دستہ جناب امیر المؤمنین علیہ السلام کی طرف بڑھا۔ قیس سمجھا کہ معاویہ ان ہی میں ہے حملہ کیا اور سواروں کے بیچ میں گھس کر ایک سوار پر جسے وہ سمجھا آور ہوا۔ اور تلوار کے ایک ہی وار میں اس کا سراڑا دیا پھر معلوم ہوا کہ وہ معاویہ نہ تھا۔ ایک اور سوار کو ناکا جو عمدہ قسم کے اسلحہ لگائے ہوئے شان و شکوہ والا تھا سمجھا کہ یہی معاویہ ہے اس پر بھی حملہ کر کے مار گرایا۔ اور بھی کئی نامور سرداروں کو قتل کیا۔ انجام کار سوار معاویہ کے عاجز آ گئے۔ معاویہ نے لشکر گاہ سے آواز دی

کہ اے اہل شام اس سوار کو خضام کہتے ہیں۔ جس وقت وہ میدان جنگ میں نکلے تو پہچان رکھو کہ وہ کون ہے؟

اب قیس طلح ہو کر کہ معاویہ ان سواروں میں نہیں ہے پلٹ کر اپنی صف میں آکھڑا ہوا اب معاویہ کی فوج میں سے ایک شخص مخارق بن عبدالرحمن نام جو بڑا جرار اور نامور سوار تھا نکل کر دونوں صفوں کے بیچ میں آکھڑا ہوا۔ اور مرد مقابل طلب کیا۔ مومن بن عبیدہ مرادی جناب امیر المؤمنین علیہ السلام کی فوج میں سے مقابلے پر نکلا۔ دونوں نیزہ سے جنگ کرتے رہے۔ آخر کار شامی فتح یاب ہوا اور مومن کام آیا۔ اس نے گھوڑے سے اتر کر مومن کا سر کاٹ کر منہ زمین پر رکھ دیا۔ اور اس کی شرم گاہ برہنہ کر دی اس کے بعد پھر گھوڑے کو کاوے دینے لگا اور کسی مقابل کو طلب کیا۔

مسلم بن عبدیہ ازدی نکلا اور شامی نے اسے بھی مار ڈالا۔ اور جس طرح سومن سے پیش آیا تھا وہی اس کا حال کیا۔ پھر اور جنگجو طلب کیا۔ غرض امیر المومنینؑ کے لشکر کے چار آدمی ہلاک کئے اور چاروں کے ساتھ ایک ہی سا برتاؤ کیا۔ اب جناب امیر المومنینؑ کے لشکر کے آدمی اس کے مقابلے پر نکلے سے بخوف عربانی شرم گاہ ہچکچانے لگے۔ وہ اسی طرح گھوڑے کو کاوے دیتا اور مرد مقابل طلب کرتا تھا۔

حضرت علیؑ نے یہ دیکھ کر کہ اس کے مقابلے کے لیے کوئی نہیں نکلات لباس تبدیل فرمایا۔ مقابلے کے لیے نکلے۔ شامی نے آپ کو نہ پہچانا اور حملہ کر دیا۔ امیر المومنینؑ نے ایک ہی ضرب لگائی کہ دو کٹڑے ہو کر زمین پر آ پڑا۔ آپ نے گھوڑے سے اتر کر اس کا سر کاٹا اور اس کا منہ آسمان کی طرف کر کے زمین پر نکا دیا۔ پھر سوار ہو کر میدان میں آئے اور کسی جنگجو کو طلب کیا۔ معاویہ کی صف سے ایک اور سوار نکلا حضرت نے اسے بھی نیزہ مار کر ہلاک کیا اور اس کا سر بھی کاٹ کر اسی طرح زمین پر رکھ دیا۔ اور سوار ہو کر کسی اور لڑنے والے کو طلب کیا اسی طرح معاویہ کی فوج کے ساتھ آٹھ بہادر مار ڈالے۔

اب معاویہ کی فوج یہ حال دیکھ کر کانپ اٹھی اور کسی کی جرات نہ ہوئی کہ مقابلے پر جائے۔ معاویہ کا ایک غلام حارث بہت ہی بہادر اور نامی سوار تھا اسے ختم دیا کہ میدان میں نکل کر سوار کا کام تمام کرے کیونکہ اس کی دست درازی حد سے گزر گئی ہے تو نے دیکھا کہ میرے لشکر کے کتنے نامدار سوار اس نے ہلاک کر دیے۔ حارث کہنا اے امیر اس سوار کو ایسا دیکھتا ہوں کہ اگر تیرا سارا لشکر بھی اس پر حملہ کرے گا تو وہ بلا تامل سب کو ہلاک کر ڈالے گا۔ میں اس کے سامنے جاؤں گا تو مارا جاؤں گا۔ اگر تو مجھ سے دل برداشتہ ہے تو مضائقہ نہیں میں فرمانبردار ہوں۔ مگر یہ یقین رہے کہ میں زندہ نہ رہو گا۔ اگر تو مجھے اس شیر غضب ناک کے مقابلے پر نہ بھیجے تو میں کسی دن تیرے بوسے کام آؤں گا آئندہ جو حکم صادر ہو۔

معاویہ نے کہا معاذ اللہ میں تجھ سے بیزار ہوں بلکہ میں تجھے عزیز رکھتا ہوں۔ اگر یہی بات ہے تو اس سوار کے مقابلے پر نہ جا ٹھہر جا کوئی اور چلا جائے گا۔ حارث ٹھہر گیا۔ حضرت علیؑ اسی طرح گھوڑے کو کاوے دیتے رہے اور مرد مقابل کو طلب کرتے رہے مگر معاویہ کی فوج میں سے کوئی نہ نکلتا تھا۔ اب حضرت علیؑ نے یہ دیکھ کر کہ لڑنے کے لیے کوئی نہیں آتا اپنے سر پر سے خود اٹھا لیا اور بہ آواز بلند فرمایا۔ میں ہی ابو الحسن ہوں۔

حارث نے کہا اے امیر میرے ماں باپ تجھ پر فدا ہوں تو نے میری فہم کو ملاحظہ کیا کس قدر ٹھیک ہے۔ اور میرا یہ کہنا کہ یہ تیرا سارا لشکر بھی اس سے جنگ کرنا چاہے تو سب کا سب ہلاک ہو جائے گا۔ اب تجھے ظاہر ہو گیا کہ کتنا صحیح تھا۔ اگر میں غریب اس سے لڑنے نکلتا تو فوراً اوروں کی طرح خاک میں مل جاتا، تو نے مجھ پر کمال مہربانی اور شفقت کی کہ اس کے مقابلے پر نہ بھیجا گیا مجھے از سر نو زندگی بخشی۔ اب شامیوں میں سے ایک اور بہادر کرب بن صباح بن فری بن حمیری نکل کر دونوں صفوں کے بیچ میں آکھڑا ہوا اور لڑنے کو طلب کیا مترفع بن وضع خولانی مقابلے پر آیا۔ شامی نے اسے قتل کر دیا۔ پھر کسی اور کو پکارا۔ حارث بن لماح حکمی آیا۔ شامی نے اسے بھی ہلاک کر دیا۔ اور کسی اور کو بلایا۔ عباد بن مسروق ہمدانی سامنے ہوا۔ اسے بھی قتل کر دیا۔ پھر گھوڑے پر سے اتر کر ان کشتوں کو ایک دوسرے پر رکھ دیا اور سوار ہو کر پھر لڑنے والے کا خواست گار ہوا۔ جناب امیر المومنینؑ نے اس کی طرف دیکھا اور دل میں سوچا یہ سوار بڑا بہادر، مرد میدان اور چست و چالاک ہے۔

اس کے مقابل تشریف لائے، اس کا نام دریافت کیا اس نے کہا مجھے کرب بن صباح حمیری کہتے ہیں۔ آپ نے فرمایا اے کرب خدا سے ڈرو اور بطلان پر اصرار نہ کرو میں خدا اور سنت کی طرف بلاتا ہوں میری نصیحت قبول کر تیرے لیے دونوں

جہان میں بہتر ہو گا۔ اور جمالت کی تاریکی اور بغاوت کی گمراہی سے بچ جائے گا۔ انواع و اقسام کی سعادت حاصل کرے گا۔ کرب نے کہا تو کون ہے جو مجھے نصیحت کرتا ہے۔ آپ نے فرمایا میں علی ابن ابی طالب ہوں۔ تو خدا سے ڈر اپنے حال پر رحم کر۔ میں تجھے بہادر سمجھ کر نہیں چاہتا کہ بے فائدہ مارا جائے اور شقاوت اور ظلمت کے گرداب میں جا پڑے۔ کرب نے کہا میں نے ایسی ہمت سی باتیں سن رکھی ہیں۔ جن میں کچھ فائدہ نظر نہیں آتا۔ ان باتوں کو جانے دو۔ سامنے آؤ کہ ضرب کی حقیقت معلوم ہو۔ آپ نے فرمایا کہ دیکھ میں دوبارہ تجھے سمجھاتا ہوں کہ معاویہ کی دوستی میں اپنے آپ کو آتش دوزخ کے حوالہ نہ کر۔ بلکہ میرے پاس چلا آ کہ سعادت ابدی پائے۔

کرب نے کہا ایسی کب تک کہے گا۔ آگے آتھے معلوم ہو جائے گا نیک بخت کون ہے اور بد نصیب کون ہے۔ پھر تلوار گھسیٹ کر امیر المومنین پر جھینا۔ حضرت نے گھوڑے کو پھرا کر اس کا وار رو کر دیا۔ اور پھر اس کا سراڑا دیا۔ اس کے بعد میدان میں کھڑے ہو کر لڑنے والے کو طلب کیا۔ مطاع بن عبدالمطلب حتمی آیا اور مارا گیا اسی طرح چار شامی قتل ہوئے۔ اب آپ نے گھوڑے سے اتر کر ان کشتوں کو ایک دوسرے پر رکھا اور یہ آیت قرآن مجید پڑھی:

الشہر الحرام بالشہر الحرام والحرمات قصاص فمن اعتدى عليه بمثل ما اعتدى عليكم واتقوا الله واعلموا ان الله مع المتقين

اس کے بعد آواز دی کہ اے معاویہ باہر نکل کہ تھوڑی دیر باہم جنگ آزماؤ کریں۔ معاویہ نے کہا مجھے اپنی جان عزیز ہے اور تم سے مقابلہ کی ضرورت نہیں۔ آپ نے آج میرے چار نامور بہادر جو سباع عرب میں سے تھے قتل کر دیے انہیں پر قناعت کرو۔ آخر کار عروہ بن داؤد مشقی نے آواز دی کہ اے ابو طالب کے بیٹے اگر معاویہ تجھ سے جنگ کرنے میں ہچکچاتا ہے تو میں نہیں ہچکچاتا۔ ذرا توقف کر کہ میں آلوں اور تجھے دکھاؤں گا بہادر کس طرح لڑتے ہیں۔

جناب امیر علیہ السلام پلٹے۔ اصحاب نے عرض کی اے امیر المومنین اس میں کیا دم ہے کہ آپ بہ نفس نفیس اس پر حملہ آور ہوں آپ توقف فرمائیں ہم میں سے کوئی جا کر اس کا کام تمام کر دے گا۔ آپ نے فرمایا تم سچ کہتے ہو وہ میرا ہم سر نہیں لیکن اس نے مجھے لٹکا رہا ہے اس لیے میں اپنا کام کسی اور کے حوالے نہیں کرنا چاہتا اپنے ہاتھ سے ہلاک کروں گا پھر اس پر حملہ کیا اور عروہ نے بھی گھوڑا تیز کیا۔ اور جناب امیر المومنین کے پاس پہنچ کر تلوار کا ہاتھ چھوڑا تو آپ نے اسے ذرا مہلت نہ لینے دی فوراً تلوار سے اس کا سراڑا دیا کہ میدان جنگ میں گیند کی طرح دور جا پڑا۔ پھر ارشاد فرمایا اے عروہ تجھ پر افسوس ہے جا اپنی قوم کو اس حال سے جو تو نے دیکھا ہے خبر دے اس خدا کی قسم جس نے جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو برحق پیدا کیا ہے کہ اس وقت تو اپنے کئے کی سزا کو پہنچاؤ اور دوزخ کی آگ میں جا پڑا۔ اور ایسے وقت پشیمان ہوا کہ پشیمانی کچھ فائدہ نہیں دیتی۔ شامی نامور آپس میں کہتے تھے کہ اس زندگی پر لعنت ہو کہ جو عروہ کی جدائی میں بسر ہو۔ افسوس وہ تمام ملک شام میں اپنا نظیر نہ رکھتا تھا شامیوں میں سے ایک شخص اصمغ بن ضرار معاویہ کے لشکر گاہ کا طلبہ تھا اور رات کے وقت گمراہی رکھتا تھا۔ جناب امیر المومنین کو اس کے حال کی خبر تھی۔ اشتر سے کہا سن اگر موقع ملے اسے گرفتار کر کے میرے روبرو پیش کر حسب اتفاق اسی شب کو موقع مل گیا۔ اصمغ کو پکڑا اور ایسے خیمہ میں لایا اور منبوٹی سے باندھ دیا کہ صبح کے وقت جناب امیر المومنین کی خدمت میں پیش کروں گا۔ اصمغ بڑا فصیح اور عمدہ شاعر تھا جس وقت اشتر نے اسے باندھ کر ڈال دیا بولا اور ایک قطعہ نہایت اچھا کہہ کر سنایا۔ قطعہ یہ تھا:

الالبت هنا الليل يطبق سر منا
على الناس لا ياتهم نهار

ہکون کناختی القیامتہ اننی
اخار دلی الاصبح صرمتہ نار

اشتراک کی فصاحت سے بہت خوش ہوا۔ اور اس کا یہ قطعہ نہایت پسند آیا دل میں کہا ایسے فصیح اور باہتر شخص کے مارے جانے پر افسوس ہوگا۔

غرض جب سورج نکلا اسے جناب امیر المومنین کی خدمت میں پیش کیا اور کہا یہ وہ پاسان ہے جس کی گرفتاری کے لیے حکم فرمایا تھا۔ شب کے وقت قابو پا کر اسے گرفتار کیا اور اپنے خیمہ میں لا رکھا بڑا فصیح اور عمدہ شاعر ہے۔ اس نے بہت خوب قطعہ تصنیف کیا ہے اس کی شیریں کلامی فصاحت اور بلاغت کی خوبی مجھے اس قدر پسند آئی کہ حضور سے مجلس ہوں کہ اسے قتل نہ فرمائیں۔ پھر اس کا قطعہ پڑھا آپ نے بھی اس کے اشعار پسند فرمائے اور ارشاد کیا اسے تجھے ہی کو بخش دیا۔ چاہے مار ڈال چاہے چھوڑ دے۔ اشتراک سے اپنے خیمہ میں لایا جو کچھ سامان اس سے چھینا تھا اسے دے کر دلداری کی اور نیک سلوک کر کے اسے چھوڑ دیا۔

اس کے بعد دونوں لشکر مقابل ہوئے۔ معاویہ نے مروان بن حکم ولید بن عقبہ، عبداللہ بن عامر کریم اور طلحہ طلحات کو بلا کر کہا۔ علیؑ کے ساتھ بے ڈھب معاملہ آن پڑا ہے تم میں سے کوئی علیؑ سے بدلا نہیں لے سکتا اور تم سب سے زیادہ میں ہوں کہ جس کے چچا اور خالو کو علیؑ نے قتل کیا ہے اور میرے دادا کے قتل میں شریک ہے۔ اور اے ولید تیرے تو باپ کو علیؑ نے جنگ بدر میں مارا ہے اور اسی طرح طلحہ نے اس کی ضرب کا عزمہ بکھا ہے۔ جنگ احد میں اس کے بھائی کو اور جنگ جمل میں اس کے باپ کو علیؑ ہی نے قتل کیا ہے اور اس کے بھائیوں کو یتیم کر دیا۔ عبداللہ ابن عامر کو بھی اس مصیبت سے حصہ ملا ہے۔ علیؑ نے اس کے باپ کو قید کیا اور اس کے خاندان کو برباد۔ اور آج سب سے بڑھ کر علیؑ کے ہاتھ سے مروان کو رنج پہنچا ہے کہ حال ہی میں اس کے چچا زاد بھائی عثمان کو مارا ہے اور ایسا آشکارا ظلم اور بدنامی اس ویدار امامت گزار صاحب خلافت و امامت پر جائز رکھا ہے اور اس قسم کی اور بھی بہت سی بری باتیں اس سے سرزد ہوئی ہیں۔ اس نے اس قدر عورتوں کو بڑھ اور بچوں کو یتیم کر دیا ہے جن کا کچھ حد و حساب ہی نہیں۔ بہت سے تر دماغ اس کی آتش شمشیر سے کیا ہو گئے ہیں۔ اور بے شمار آنکھیں اس کے فتنہ و فساد کی آتش کے دھوئیں سے گریاں ہو رہی ہیں۔ علیؑ دوست کو قتل کرتا ہے اور دشمن کو بھی اس کی چکی میں خشک اور ترسب پس جاتا ہے آج میں نے جو کام اختیار کیا اور طرح طرح کی سعی سے اس جنگل میں اس قدر فوج جمع کی سامان جنگ مہیا ہے اور بے انتہا اسلحہ اور شان و شوکت حاصل کی ہے اور علیؑ ابن ابی طالب نے آکر مقابلہ کیا اور سد راہ ہو بیٹھا ہے۔ اس کے متعلق تم میں سے ایک شخص بھی اپنا پہلا کینہ اور بغض نہیں ابھارتا سب کے سب غفلت کے گریبان میں سر ڈالے اور سستی کی چادر میں پاؤں پھیلانے ہوئے پڑے ہو۔ عجب بے حیمت عاجز لوگ ہو اور عجیب ناشکرے بے صروت آدمی ہو۔ جب معاویہ نے یہ باتیں کہیں اور انہیں سستی کے لیے ملامت کی۔ مروان نے کہا جو کچھ امیر نے فرمایا یہی بات ہے۔ علیؑ کے غلبہ اور ان تکلیفوں کا حال جو اس کی زبان اور ہاتھ سے ہمیں پہنچی ہیں ظاہر ہے اور وہ کینہ بھی جو اس کی جانب سے ہمارے دلوں میں موجود ہے محتاج بیان نہیں اب ہمیں کیا حکم ہے اور اس کے فیصلہ کی کیا تدبیر سوچی ہے!

معاویہ نے کہا اس امر میں دریافت کی کوئی ضرورت نہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ اس معاملہ میں موجودہ حالت سے زیادہ سعی و کوشش کی جائے اور زیادہ مستقل ارادہ سے اس کام کو انجام دیا جائے۔ اور سب نیزے لے کر حملے کریں شاید ہم اس کے ظلم و جور اور سختی و ایذا رسانی سے خلقت کو بچالیں۔

مروان نے کہا ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ تو ہم سے رنجیدہ ہے اور ہم تجھے گراں گزر رہے ہیں اب تو ہمیں زندہ نہیں دیکھنا چاہتا اسی واسطے شیر نر اور اژدھائے دماغ کے منہ میں جھونکنا چاہتا ہے۔ میں اور ولید و طلحہ و عبداللہ تو اس جنگ میں متفق

ہو کر ہر طرح کی سعی و کوشش تا امکان بجالاتیں گے لیکن تو علیؑ کی جنگ سے بھاگتا ہے اور اس کے مقابلے کی تاب نہیں رکھتا جس طرح ایک دو مرتبہ پہلے اپنے آپ کو اس کے سامنے سے آزما چکا ہے اور اس کے دیکھتے ہی سامنے سے نکل بھاگا اور ایسا بھاگا جیسے لومڑی شیر سے اور تیری فوج کے بہادر اور سردار اور امیر علیؑ کی دہشت سے میدان میں قدم نہیں رکھ سکتے ترازیر اور مشیر عمرو عاص جو اپنے آپ کو بہت ہی بہادر اور ہوشیار دنیا میں بے نظیر جانتا ہے علیؑ کے مقابلے پر نکلا بھی تو اس کی تلوار کی چمک دیکھتے ہی کون برہنہ کر دی تاکہ علیؑ اس کی طرف سے منہ پھیر لے اور وہ فرصت پا کر بھاگ آئے۔

اس نے اپنے آپ کو دنیا بھر میں بدنام کر دیا جبکہ یہ صورت ہو اور عمرو عاص اس کے مقابلے کی تاب نہ رکھتا ہو تو صرف تین چار شخصوں سے کیا ہو سکے گا۔ میں نے فرض کر لیا کہ ہم چاروں نے میدان میں نکل کر تلواریں کھینچ کر اور جان سے ہاتھ دھو کر اس پر حملہ بھی کیا تو جبکہ ہم میں اس قدر قوت نہیں کہ اس پر قابو پائیں تو کیا ہو گا۔ ذوالفقار کے ایک ہی وار میں چاروں زمین پر آ رہیں گے۔ اس سے تجھے کیا فائدہ پہنچے گا اور ہمارے فائدہ مارا جانا ہم سب کو ایک ہی جگہ بٹھا دے گا اور غلغلہ میں سے کون شخص نہیں اس جنگ سے معذور نہیں رکھتا۔

عمرو عاص اس بات سے غضب ناک ہو کر مروان سے بولا مجھے ذرا بھی اس بات کا خیال نہ تھا کہ ہلاکت میں مبتلا ہو کر علیؑ کے سامنے سے میرے بھاگ آنے اور اس کی ضرب شمشیر سے جانبر ہونے پر کوئی شخص ملامت کرے گا اسے داخل عیب سمجھے گا انفرادی ممالا بطلاق من سنن المسلمین یعنی اس شے کے سامنے سے بھاگ جس کے مقابلے کی طاقت نہ ہو رسولوں کی سنت ہے جس میں ذرا سی بھی عقل ہو اور دنیا اور دنیا والوں کی نیکی و بدی کو سمجھتا اور کم و بیش تجربہ رکھتا ہے اور جہاں تک ممکن ہے وہ اپنے آپ کو بچائے گا، مصیبت سے بھاگے گا اور خطرہ میں نہ پڑے گا۔ پھر ولید کی طرف متوجہ ہو کر کہا اے ولید اگر تو کچھ بہادری اور مردانگی کا دعویٰ رکھتا ہے اور شجاعت کا سچا دعویٰ کرتا ہے تو میدان میں نکل اور علیؑ ابن ابی طالب کے سامنے اتنی دیر گزار پڑ کہ اس کی آنکھ تجھ پر جا پڑے۔ پھر اگر تو زندہ رہ جائے اور دنیا تیری نظر میں روشن دکھائی دے تو مجھے ملامت کر سکتا ہے اور اسی مضمون کا ایک قطعہ پڑھا۔ معاویہ گفتگو کر رہی رہا تھا کہ دونوں لشکروں نے حرکت کی اور صفیں ایک دوسرے کے قریب پہنچ گئیں۔ جناب امیر المؤمنینؑ نے ہاشم بن عقبہ بن ابی وقاص کو بلا کر علم حوالہ کیا اور کہا آگے بڑھ۔ یہ ہاشم یک چشم تھا اور عمر ابن خطاب کے عہد میں یرموک کی لڑائی کے دن اس کی بائیں آنکھ پر تیر آگ لگا تھا جس سے آنکھ بیکار ہو گئی تھی۔

ہاشم حسب الحکم آگے بڑھا اور وہ آج بڑی زرہ بدن میں اپنے سر پر دیبا کی دستار رکھے ہوئے میدان میں آیا اور مرد مقابل کو طلب کیا۔ معاویہ کے لشکر میں سے فلان بن جبل نام ایک شخص نکل کر آیا۔ گھوڑے کو پھیرنا اور حضرت علیؑ کو برا کہتا جاتا تھا۔ ہاشم نے کہا اے فلان خدا سے ڈر جناب امیر المؤمنینؑ کو برا نہ کہہ کیونکہ آخر خدا کے پاس جانا ہے اور بالضرور اس امر اور اس گفتگو کا جواب تجھ سے طلب کیا جائے گا۔ شامی نے کہا میں تمہیں برا کیوں نہ کہوں اور کیوں لعنت نہ کہوں۔ مجھ سے لوگوں نے کہا ہے کہ تم نماز نہیں پڑھتے۔ ہاشم نے کہا نعوذ باللہ یہ کیا بات ہے ہم نماز کیوں ترک کرتے۔ ہم میں سے ایک شخص بھی ادائے نماز میں کوتاہی نہیں کرتا۔ لمحہ بھر کی تاخیر بھی فرائض کے ادا کرنے میں روا نہیں رکھتا۔ پھر کس طرح کہہ سکتے یا خیال بھی کر سکتے ہیں کہ جناب امیر علیہ السلام نماز میں کمی کرتے ہوں گے تمام اہل اسلام واقف ہیں اور دوست و دشمن سب مقرر ہیں جس شخص نے سب سے پہلے رسول خداؐ کے ساتھ نماز ادا کی ہے وہ علیؑ ہیں اور دین کے فرائض اور سید المرسلینؑ کے سنتی امور کے متعلق نہ علیؑ سے زیادہ کوئی قبیہ ہے نہ جناب رسول خداؐ سے زیادہ قریبی

رشتہ دار ہے نہ فوج خدا میں غالب ہے نہ ایسا حافظ قرآن۔ ہرگز اس بد بخت جماعت کی باتوں پر نہ جانا مبارا ان کی دوستی میں تو اپنے آپ کو گمراہی میں ڈال دے۔ شامی نے ہاشم کا جواب سن کر بہت تعجب کیا اور کہا خدا کی قسم تو سچ کہتا ہے اور مجھے دین کے باب میں سمجھانا ہے۔ اگر میں توبہ کر لوں اور اس لشکر سے نکل کر جناب امیر کی خدمت میں حاضر ہو جاؤں تو میری توبہ قبول ہے و هو الذی یقبل التوبۃ عن عباده یعنی اور وہ خدا اپنے بندوں کی توبہ قبول کرتا ہے۔ شامی نے یہ بات کہہ کر گھوڑے کو تازیانہ کیا اور جناب امیر المؤمنین علیہ السلام کے لشکر میں پہنچ کر حضرت کی خدمت میں جا پہنچا۔ ہاشم نے گھوڑے کو میدان میں نکالا اور لڑنے والے کو طلب کیا۔ مگر ان میں سے لڑنے کے لیے کوئی نہ نکلا۔ ہاشم نے گھوڑے کو اڑھ لگائی اور لشکر شام پر جا پڑا۔ کئی آدمی ہلاک کئے اور بہت سے زخمی کئے پھر میدان میں آگیا کہ ذرا دم لے لوں۔ معاویہ کے گروہ میں سے ایک شخص حمزہ بن مالک ہمدانی نے اس پر حملہ کیا اور ہاشم بھی اس پر جھپٹا اور ایک ہی نیزہ مار کر اسے گھوڑے سے نیچے پھینک دیا۔ اور مار ڈالا۔ اسی طرح اور کتنے ہی شخصوں کو ہلاک کیا۔ اب بہت سے آدمیوں نے اسے آگھیرا۔ ہاشم سب سے جنگ کرتا رہا انجام کار درجہ شہادت پایا۔

اس کے بعد شفیق بن ثور عبیدی جناب امیر المؤمنین کی طرف سے نکلا۔ اور حملہ آور ہوا تاکہ شامی ہاشم کے اسلحہ اور جھنڈا نہ لے سکیں۔ سخت جنگ کی اور ہاشم کا جھنڈا ان سے چھین لیا اور پھر جنگ کی۔ یہاں تک کہ شہید ہو گیا۔ اس پر اللہ کی رحمت ہو۔ پھر ہاشم کے بیٹے عقبہ نے باپ کا علم لیا اور حملہ کر کے جنگ کرتے کرتے شہید ہو گیا۔ پھر ابو الطفیل واثلہ کنانی نکلا اور رجز پڑھ کر اہل شام پر حملہ کیا۔ کئی بہادروں کو خست اور کتنے ہی لوگوں کو ہلاک کر کے اس طرح واپس آیا کہ دشمن کی طرف منہ رکھا اور لڑتا بھڑتا اپنی صف میں آ ملا۔ پھر عبداللہ بن بدیل، وراقہ خزاعی شیر غضبناک کی طرح میدان میں آیا۔ کبھی معاویہ کے لشکر کے سینہ اور کبھی میسرہ پر جھپٹتا تھا اور جو سامنے آتا ہلاک کر دیتا اور اس کو فری جنگ میں برابر رجز خوانی کرتا تھا معاویہ نے اپنی فوج کو آواز دی کہ اے اہل شام یہ خزاعہ کے شیروں میں سے ایک شیر ہے کسی تدبیر سے اسے گھیر لو شاید تم اسے مار لو یا گرفتار کر لو اب شامیوں کے ایک دست نے اسے آگھیرا اور تیر برسٹانے لگے۔ آخر اسے شہید کر دیا۔

معاویہ اس کے مارے جانے سے بہت خوش ہوا اور کہا بنی خزاعہ ہمارے دشمن ہیں اگر ہو سکتا تو ان کے عورتیں بھی ہم سے جنگ میں کھی نہ کرتیں پھر مردوں کا تو ذکر ہی کیا؟

اس کے بعد عمر بن المؤمن خزاعی نے میدان میں نکل کر اور اشعار پڑھتے ہوئے لشکر معاویہ پر حملہ کیا اور کئی شخصوں کو مار کر سلامتی سے پلٹ آیا اور اپنی صف میں جا ملا۔ اب آتش گیر جنگ تیز ہو گئی۔ اور شامیوں نے جان سے ہاتھ دھو کر لڑنے کا قصد کیا۔ دو نامور سردار جمع اور جوشب بن ذوالنظلم نے میدان میں نکل کر گھوڑے کو کاوے دینے شروع کیے۔ اور رجز پڑھتے تھے۔

سلیمان بن مرد خزاعی حضرت علی کی طرف سے نکلا اور حملہ کر کے اس کے سینے پر نیزہ رسید کیا۔ جو پشت کی طرف سے نکل گیا۔ جوشب گر پڑا اور جان مالک دوزخ کے حوالہ کر دی معاویہ کو اس حادثہ سے بہت ہی رنج ہوا اور لشکر کو لٹاکر کر کہا مردانہ وار جنگ کرو شاید سلیمان کو تم گرفتار کر سکو۔ اور میں جوشب کے قصاص میں قتل کر کے اپنے دل غمگین کو تسلی دوں مقابل میں حضرت علی علیہ السلام نے بھی اپنے دوستوں کو شامیوں سے جنگ کرنے کی ترغیب دلائی اور انصار کی دل داری فرمائی۔ انصار نے سخت کوشی سے کام لیا اور معاویہ کی فوج کو پسپا کرتے ہوئے اس کے حرم سرا تک لے گئے اور بہت سے آدمیوں کو قتل کر دیا۔ اور کئی مشہور اور نامور سردار ذوالکلاخ حمیری جیسے ہلاک ہو گئے۔ معاویہ حیران و پریشان

تھا۔ جناب امیر کی فوج نے اس کے قلب لشکر پر حملہ کر دیا۔ معاویہ بزرگان قریش کے ہمراہ قلب لشکر میں موجود تھا ان سب کو ان کی جگہ سے پسپا کر دیا۔ بھاگتے وقت معاویہ کے گھوڑے نے ٹھوکر کھائی۔ اور وہ زمین پر آ رہا۔ حضرت علی علیہ السلام کے دوست اس پر جھپٹے کہ گرفتار کر لیں مگر شامی فوج درمیان میں آ گئی۔ اور معاویہ کو بچا لیا۔ اور کئی شخصوں نے امداد کر کے اسے گھوڑے پر سوار کرایا مگر کثرت خوف و ہراس سے معاویہ کے عقل و ہوش و حواس غائب ہو گئے تھے۔ غرض فوجیں ایک دوسرے سے الگ ہو گئیں اور حضرت علی کی فوج نے آج بڑھ کر کام کیا اور جنگ میں کارنامے دکھائے۔

معاویہ کے لشکر کے بہت سے مشہور و معروف سردار مارے گئے جب معاویہ اپنے لشکر گاہ میں واپس آیا تو ایک ایک کا نام لے کر پوچھتا تھا اور جواب میں یہی سنتا تھا کہ مارا گیا یہاں تک کہ حارث بن موہل کو جو شام کے اراکین اور سادات میں سے تھا دریافت کیا لوگوں نے کہا وہ بھی مارا گیا۔ معاویہ نے پوچھا اسے کس نے قتل کیا۔ لوگوں نے کہا عبداللہ بن ہاشم نے۔ معاویہ نے کہا عبداللہ بن ہاشم نے ایک زخم بھی نہیں کھایا۔ لوگوں نے کہا ہاں ایک زخم کھائے ہوئے تھا اور سات یا آٹھ زخم اس نے اور کھائے تھے حارث بن موہل اس کے مقابلے پر آیا اس نے نیزہ رسید کیا جس سے حارث خاک پر گر کر مر گیا۔ معاویہ نے قسم کھائی کہ اگر میں فتح یاب ہوا اور عبداللہ بن ہاشم کو دیکھ پایا تو اسے خوب ہی سزا دوں گا۔ اللہ جب معاویہ کا کام درست ہو گیا اور وہ مسند امارت پر متمکن ہوا عبداللہ بن ہاشم کا حال پوچھا اس کے مقررین نے کہا ہم نے سنا ہے کہ وہ بصرہ میں قبیلہ بنی نابیہ کی ایک بڑھیا کے زیر علاج ہے۔ اور وہ عورت اس کے زخموں کا معالجہ کر رہی ہے۔

معاویہ نے امیر بصرہ کے نام فرمان لکھوایا کہ عبداللہ بن ہاشم کو یہ کوشش تمام طلب کر کے بہت جلد میرے پاس بھیج دے۔ امیر بصرہ نے فرمان معاویہ سے مطلع ہو کر عبداللہ کو بلایا اور کہا مجھے معاویہ نے طلب کیا ہے۔ عبداللہ نے کہا میں فرمانبردار ہوں۔ اگرچہ بہت کمزور ہوں مگر اسی وقت روانہ ہوتا ہوں۔ خدمت معاویہ میں پہنچ کر سلام کیا۔ معاویہ نے جواب سلام کے بعد اس کی طرف دیکھا بالکل لاغر اور نحیف پایا۔ چہرہ زرد تھا۔ اور بشرہ سے آثار نقاہت عیاں تھے۔ حکم دیا کہ بیٹھ جاؤ وہ بیٹھ گیا۔ عمرو عاص نے اس پر نظر ڈال کر کہا اے امیر یہ وہی حیلہ جو رعنا جوان ہے معاویہ نے کہا ہاں وہی ہے اب اس قدر دلا اور نحیف ولاغر ہو رہا ہے اس کا کیا حال کرنا چاہیے اور کس طریق سے ہم اس کو تکلیف دیں۔ اور اس کے اعمال بد اور افعال ناسزا کی کیا سزا ہونی چاہیے۔

عمرو عاص نے کہا لاغر ہو یا فریہ لائھی ابتدا میں خلال کا تنکا ہوتی ہے کچھ عرصہ گزر جانے پر لائھی بن جاتی ہے۔ سانپ سے کیا پیدا ہوتا ہے وہی سانپ کا بچہ اور بد کرداری کی سزا و تباہت اچھی بات ہے۔ اگر تو اس کی لاغری اور کمزوری کو دیکھ کر سزا نہ دے گا اور چھوڑ دے گا تو وہ صحت پا کر قوت پا جائے گا اور اس پر سختی کرنا دشوار ہو جائے گا۔

عمرو عاص نے تو یہ کہا اور عبداللہ نے اس کی طرف دیکھ کر کہا کوئی بڑی بات نہیں ہے میں بھی وہ شخص نہیں جس کو قوم نے چھوڑ دیا ہو یا جس کی اجل قریب آئی ہو۔ رنج بھی بہادریوں ہی کا حصہ ہے۔ عمرو عاص نے کہا اے امیر اسے میرے حوالے کر دے میں اس فعل کی سزا دوں گا۔ جو جنگ صفین میں اسے اور اس کے باپ نے اور بھائیوں نے ہمارے ساتھ کیا ہے وہ غصہ میرے دل سے کبھی دور نہ ہو گا۔ اب موقع مل گیا ہے کہ اپنے سینہ کی آگ کو اس کی اولاد کے آنسوؤں سے بجھاؤں اور شمشیر آبدار سے اس بے کس کا بھیجہ نکال ڈالوں اور وہ بھی جان جائے کہ مجھ جیسے شخص کے سامنے میدان جنگ میں آکر مردانگی کی لاف زنی کرنی ایسی ہوتی ہے۔

عبداللہ نے کہا اے پسر عاص ابھی تک حیرے غفلت شعار سر میں سے غرور کی ہوا دور نہیں ہوتی۔ اور وہی جہالت و گمراہی کا پالہ ہنوز ہاتھ میں تھامے ہوئے ہے تجھے خوب یاد ہو گا کہ جنگ صفین میں جبکہ بہادریوں کے سر پھینے میں شراور تھے اور جانیں مضطرب اور بے چین تھیں میں میدان جنگ میں حملے کر رہا تھا اور تجھے یہ آواز بلند مقابلے کے لیے طلب کرتا تھا اور تو لومڑی کی طرح بھاگتا اور بچوں کی طرح چھپتا پھرتا تھا۔

اور تجھے اس بات کا یقین تھا کہ قدم بڑھاتے ہی غرقاب ہلاکت ہو جائے گا اور بھاگنے کی مصلحت بھی نہ پائے گا۔ خدا کی قسم اگر تو معاویہ جیسی پناہ گاہ نہ رکھے ہوئے ہوتا تو میں تجھ بد اصل کو اصل شمشیر سے دو حصے کر دیتا۔ عبداللہ نے عمرو عاص کو یہ جواب دیا تو معاویہ اس کی فصاحت اور شیریں کلامی پر سخت متحجب ہوا۔ عبداللہ کو عمرو عاص کے حوالہ نہ کیا بلکہ قید خانہ میں بھیج دیا۔ عمرو عاص اس بات سے ناراض ہوا کہ عبداللہ کو میرے حوالے کیوں نہ کر دیا اور کچھ اشعار لکھ کر معاویہ کے پاس بھیجے جن میں دو ایک اس جگہ درج کئے جاتے ہیں۔

امر تک اوا حازما فعصبتی و کان من التوفیق قتل ابن ہاشم

المس ابوہ یا بن ہند ہنوا الذی زمان علی یوم خز الغلاصم

عبداللہ کے ایک دوست نے عمرو عاص کے یہ اشعار یاد کر کے اور قید خانہ میں جا کر ہاشم کو سنائے۔ عبداللہ بن ہاشم نے بھی اس وزن و قافیہ پر ایک قطعہ تصنیف کر کے معاویہ کے پاس بھیج دیا۔

ان المرء عمر الہت لہ صنعته صلہ خیر شہیر سالم

ہوی لک قبلی ہا بن و انما برای ما یری عمر و مملوک الاحاجم

علی انہم لا یقتلون اسیر ہم اذا کان فیہ متحتہ المسلم

مضی من قضاء اللہ فیہا الذی مضی وما ما معنی الا کا ضغان خالم

لان تعف عنی تعف عن ذی قرابتہ وان تو قتلے مستعل معارم

معاویہ کو یہ دیکھ کر عبداللہ کے قتل کرنے سے شرم آئی۔ اور اس کے جواب میں ایک قطعہ تصنیف کر کے اس کے پاس بھیج دیا۔ اور اسے رہا کر دیا۔ وہ اشعار یہ ہیں۔

ارای العفو عن علیا قریش وسبتہ ابی اللہ فی الیوم العبوس القماطر

ولست ازی قبلی العماة ابن ہاشم ہانراک دخلی فی تمیم و عامر

ہل العفو عنہ بعد ما بن رشہ و ذلت بہ احدی الحد و العواتر

و کان ابوہ یوم صفین حمرة و عیلنا فاودتہ سیرف التحاتر

عبداللہ یہ اشعار پڑھ کر ماتمیت ہی شاد ہوا۔ اور جان میں جان آگئی۔ پھر معاویہ نے اسے اپنے سامنے بلا کر اچھی گفتگو کی اور خلعت گرا لیا اور دس ہزار روپے حوالے کئے عبداللہ خوش خوش بصرہ کی طرف چلا گیا۔

بکشاں و چون دلب پے اوصاف اوہ بن بر بست چون قلم بہ شاہائے دو زبان

یعنی اس کی تعریف میں دہن نے دلب کھول دیئے اور اس کی ثنا کے لیے قلم کی طرح دو زبان ہو گیا۔

الغرض دوسرے دن جس وقت سورج نے نکل کر دو جہان کو روشن کیا جناب امیر نے لشکر مرتب کیا اور دوسری جانب سے معاویہ نے بھی صفیں قائم کیں حضرت علی کی سینہ میں منج کا قبیلہ تھا اور ربیعہ قبیلہ میں سے بنو بکر بن وائل اور مصر کا قبیلہ قلب لشکر میں قائم تھا معاویہ کے ہوا خواہ آگے بڑھے۔ عربی گھوڑوں پر سوار، فراخ زربہن زیب تن کئے طلائی جو شن

باندھے اور آہنی خود سروں پر رکھے ہوئے تھے۔ معاویہ کا ایک غلام حرب نام تھا اس کی طرف خطاب کر کے کہا اے حرب میں نے تجھے ہمیشہ نہایت ہی بہادر اور جری شہرہ زور پایا ہے اور خطرناک موقعوں اور سخت مہموں میں تجھ پر بھروسہ کیا ہے اور میں معرکہ اور ہلاکت کے کاموں اور عظیم حربوں اور واروں کے مقابلے تو نے کارگزاریاں دکھائی ہیں اگر تو آج لشکر علیؑ پر حملہ کر کے عمدہ کارگزاری دکھائے جس سے میرا دل خوش ہو جائے۔ اور تقویت حاصل ہو تو تجھے آزاد کر دوں گا اور امیر بنا دوں گا۔ حرب نے کہا میں فرمانبردار ہوں۔ تیری تعمیل حکم جان سے زیادہ سمجھتا ہوں۔ ابھی میدان میں جا کر تیری خدمت گزاری میں کوشش بلیغ کرنا ہوں۔

کمرے بامیان جاں بندم جاں کمر دار بر میاں بندم

یعنی جی جان سے کمر کس کر نکلوں گا۔ اور خدمت گزاری کے لیے کمر کی طرح جان کو مستعد کروں گا۔ اس کے بعد اس نے ہتھیار سجائے اور میدان جنگ میں نکل کر رجز خوانی کرتے ہوئے جناب امیر المومنینؑ کے لشکر پر حملہ کیا۔ اسی اثناء میں جناب امیر المومنینؑ کے رکابدار تمبر نے آکر اس کا سامنا روکا اور کہا ٹھہر جا تجھے تیرے کے کی سزا دوں۔ حرب تمبر کی طرف پلٹا اور تمبر نے ذرا مہلت نہ دے کر شمشیر آبدار کا ایسا وار کیا کہ وہ دور ہو کر زمین پر آ رہا۔ اور فوراً مر گیا۔ معاویہ اس کے مارے جانے سے بہت ہی غمگین ہوا اور بڑی واویلا کی۔ بشر بن ارطاة نے کہا اے معاویہ اگرچہ حرب بڑا نیک اور بے نظیر بہادر غلام تھا، مگر جب مارا گیا اور مرضی الہی یہی تھی تو یہ رونا بیٹا بے فائدہ ہے۔ راضی برضا رہنا چاہیے۔ موت پر اس قدر گریہ و زاری کرنی غمگندوں کے نزدیک فضول ہے تو ایسا بزرگ شخص اس امر کا محتاج نہیں کہ تجھے اس حادثہ پر سمجھائیں۔ اور تسلی و تشفی کے لیے صبر دلائیں، تو جناب محمد مصطفیٰؐ کا فشی اور ولایت شام میں امیر المومنین عمر کا نائب رہ چکا ہے۔ اور اب امیر المومنین عثمانؓ کا جسے ظلم و ستم سے شہید کر دیا وہی ہے۔

اور ایک لاکھ بیس ہزار بہادروں کا سپہ سالار و پیشوا امیر و سردار اور سلطنت شام کا والی ہے۔ تیرا حکم تمام مملکت میں جاری اور سب تیرے مطیع ہیں۔ اثناء جنگ میں ایک غلام کے مارے جانے پر اس قدر فریاد و آوہ بکا کرنا عبث ہے۔ صبر کر اور عقل بھی صبر کی ہدایت کرتی ہے۔ جب سے دنیا قائم ہے اس میں ایسے واقعات ہوتے ہی رہتے ہیں۔

معاویہ نے کہا اے بشر تو جانتا ہے اور یہ معاملہ بھی اسی قسم کا ہے جیسا تو نے بیان کیا لیکن علیؑ مجھ پر زیادتی کرتا ہے اور جناب رسول خداؐ کی تہمتی رشتہ داری کی وجہ سے بے حد سخی کرتا ہے۔ بشر بن ارطاة نے کہا وہ حق یہ ہے اور اس کی نیک خصلتوں کا کیا ذکر بے شک علیؑ کے فضائل جمیلہ اور مناقب شریفہ بے شمار ہیں۔ اگر کوئی شخص اس کی نعمتوں اور خوبیوں کو شمار میں لانا چاہے اور محاسن جلیلہ اور عالی قربتوں کو منہبط کرنے کی سعی کرے تو انجام کار عاجز آجائے گا۔ اور ان کا احاطہ نہ کر سکے گا۔ اس کا باپ سید اور بنی ہاشم کا سردار بلکہ تمام عرب کی آنکھوں کا تارا ہے۔ عرب و عجم کا سرگروہ ہے کیونکہ علم فقہ، سخاوت، شجاعت اور زہد و پرہیزگاری میں تمام دنیا کے اندر کوئی نظیر اس کا موجود نہیں اگر اس کی طبعی فضیلتیں پہاڑ کے سامنے بیان کی جائیں تو پہاڑ ہلکا پڑ جائے گا۔ اور جناب علیؑ کی ان فضیلتوں بخششوں اور خصلتوں کے باوجود جو اس مقدار سے بہت زیادہ ہیں۔ ہم بہ اس سبب کہ وہ تیری رضا مندی اختیار نہیں کرتا اور تیری طرف راغب نہیں ہوتا۔ محض تیری خوشنودی کے لیے اور تیرے حقوق کی حفاظت کے لیے اس سے جنگ کرتے ہیں اور جب تک ہم میں سے ایک شخص بھی زندہ رہے گا جنگ سے ہاتھ نہ روکے گا۔ یہاں تک کہ اسے کھل طور سے ہٹا دیں۔ یا دشمن کی جان لے لیں۔ یا اپنی جان گنوا دیں۔

معاویہ نے بشر بن ارطاة کی یہ باتیں سن کر ڈھارس پکڑی اور بہت باندھ کر پھر لشکر کو ترغیب دلائی۔ معاویہ اور بشر بن

ارطاة کی یہ تمام گفتگو جناب امیر المومنینؑ کے گوش مبارک تک پہنچ گئی آپ نے اپنے لشکر کے سرداروں اور مشہور و معروف امیروں کو بھی سنوائیں۔ قیس بن سعید بن عبادہ نے اٹھ کر کہا اے امیر المومنین آپ ذرا بھی جگر کھانے والی کے بیٹے اور ان شقی لوگوں کی باتوں کا خیال نہ فرمائیں۔ اسی خدا کی قسم جسے ہم اکمل اور قادر سمجھتے ہیں کہ ہم حق کے خدمت گزار ہیں اور اگر ہم سب کو آپ اپنی خدمت میں طلب فرمائیں اور ایک شخص بھی ہم میں سے زندہ نہ رہے تو ہمیں اس کی ذرا پرواہ نہیں۔ اور نہ کسی حال میں ہم آپ سے روگردانی کریں۔

حضرت علیؑ علیہ السلام کو یہ بات پسند آئی اور اس کی اور اس کی قوم انصار کی بڑی تعریف کی اور عداوتے کر کہا اے دوستو میرا ارادہ ہے کہ ان لوگوں پر حملہ کروں تم سب کو لازم ہے کہ میرے ساتھ ہو کر جنگ کرو۔ سب نے کہا ہم فرما بھرواری کے لیے حاضر ہیں۔ اب قیس نے ہتھیار لگائے اور اپنی قوم کو لے کر شامیوں پر حملہ کیا اور کئی نامور شخصوں کو قتل کر کے اپنی جگہ پلٹ آیا۔

اس کے بعد معاویہ نے عبید اللہ بن عمر خطاب کی طرف متوجہ ہو کر کہا آج تیری باری ہے میں چاہتا ہوں کہ تیری بھی کچھ کارگزاری ہو تاکہ شام والے تجھ سے خوش ہو جائیں۔

عبید اللہ ابن عمر نے نکل کر دو زرہیں پھینیں اور سر پر بہت عمدہ خود رکھا اور اس پر سرخ رنگ دوپٹہ باندھ کر اپنے باپ کی تلوار حائل کی۔ پھر میدان جنگ میں نکل کر مبارز طلب کیا۔ عمر بن حنیفہ نے نکلتا جاہا۔ حضرت علیؑ نے روکا اے بیٹے واپس ہو۔ محمد نے پوچھا کیوں واپس آؤں۔ خدا کی قسم اگر اس کا باپ بھی میدان میں آجائے اور کسی کو مقابلے پر طلب کرے تو میں اس سے بھی جنگ کروں۔

جناب امیر المومنینؑ نے کہا خاموش رہو۔ محمد اپنے باپ کے ارشاد سے رک گیا اور پلٹ کر چلے آئے۔ اب عبید اللہ نے دیکھا کہ کوئی اس سے لڑنا نہیں چاہتا۔ جناب امیر المومنین کی فوج کے میسرہ پر حملہ کیا۔ ربیعہ بن عبد القیس میسرہ کا سر لشکر تھا جو شخص اس کے سامنے پڑتا عبید اللہ اسی پر نیزہ مارتا اور کہتا انا عبد اللہ تمنیٰ ہمو خدیو قریش من مضمیٰ او من غیر آخر کار عبد اللہ بن سوار عبیدی اس کے سامنے آیا اور رجز خوان ہوا عبید اللہ بن عمر نے اس پر حملہ کیا آخر دونوں نیزہ سے لڑنے لگے۔ انجام کار عبد اللہ بن سوار فتح یاب ہوا اور عبید اللہ کے پہلو میں نیزہ مار کر گھوڑے سے گرا دیا وہ فوراً مر گیا۔ وصی جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مخالفت نے اسے زندہ نہ چھوڑا اور دنیا و دین دونوں جگہ نقصان میں رہا۔

مخضوں کا بیان ہے کہ حبش بن خلدہ نے اسے مارا ہے۔ اور ہمدانی قبیلہ کا بیان ہے کہ ہانی بن خطاب نے اسے مارا ہے اور حضرت موت والے کہتے ہیں کہ ہانی بن عمر سبھی نے ہلاک کیا ہے۔ اور بنو بکر بن وائل کا قول ہے کہ محرز بن صحیح نے قتل کیا ہے۔ اور تلوار لی مگر صحیح یہی ہے کہ عبید اللہ بن سوار عبیدی نے مار کر تلوار لے لی تھی۔ جو بعد میں معاویہ کے حوالے کر دی گئی۔ معاویہ کے طرفداروں نے اس کی موت پر بہت مرثیے کہے۔ غرض عبید اللہ کے مارے جانے سے لشکر معاویہ میں بڑی بے چینی رہی اور لوگوں کو بہت رنج ہوا۔ معاویہ نے بھی بہت افسوس کیا اور آہ و زاری کی۔ اس کے لشکر کے تمام سردار و امیر اور رئیس حاضر ہوئے اور عبید اللہ کے خون کا انتقام لینے کے لیے بہت زور لگائے۔ اسی وقت معاویہ کے سامنے اسی علم لائے گئے۔ ہر ایک علم کو ایک سرگردہ قوم مع ایک ہزار سوار و پیدل کو لئے ہوئے تھا اور تمام جمیعت کا سر لشکر حمیر کا ایک بزرگ شخص اصبح بن ذی الجوشن نام تھا۔ دوسری طرف سے حضرت علیؑ نے اپنی فوج کو طلب کر کے تیاری کا حکم دیا۔ عمار یا سرجماعت سادات اور سپاہ کے سردار اور امیروں کے ہمراہ میدان جنگ میں آئے اور جوانوں کو طلب

کیا۔ سواروں اور پیادوں کے گروہ درگروہ لشکر سے نکلنے شروع ہوئے اور اس کے گرد جمع ہو گئے۔ اس کے بعد سب نے مکمل تیاری کر کے نعرہ تکبیر بلند کیا اور ایک بارگی شاہی فوج پر حملہ کر دیا۔ جنگ شروع ہو گئی اور اس قدر قتل و قح کیا کہ ششیریں ٹوٹ گئیں۔ پھر نیزے سنبھالے یہاں تک کہ وہ بھی خالی چھڑیں رہ کر رہ گئیں۔ اب گھوڑوں سے کود کر ایک دوسرے پر حملہ آور ہوئے۔ خاک پتھر پھینکتے اور باہم لپٹ لپٹ کر لڑتے تھے۔ چھریوں پر نوبت آ پہنچی اور دانتوں سے ایک دوسرے کو کاٹتے اور ہال پکڑ پکڑ کر کھینچتے رہے۔ آج طرفین کے ایک ہزار سے زیادہ سوار اور پیادل کام آئے۔ اور بہت سے لوگ زخمی اور خستہ ہو گئے دونوں لشکر اس قدر مصروف جنگ تھے کہ اپنے لشکر گاہوں کو بھی نہ بچا سکتے تھے۔ عراقی شاہی سے پوچھتا اور ایک دوسرے کو پتہ بتاتا۔

غرض صبح سے رات تک جنگ جاری رہی۔ اندھیرا ہو جانے پر علیحدہ علیحدہ ہو کر اپنے اپنے ٹھکانوں پر آئے ایک شاہی بزرگ نے معاویہ سے کہا نہیں عجیب مشکل آئی ہے اور لا علاج مرض لاحق ہوا ہے۔ آج شام کے نامور شخصوں میں سے سات سو آدمی ہلاک ہوئے اور علی کے لشکر کے صرف چند گنم نوجوان کام آئے۔ اور ہم پر یہ تمام رنج و تکلیف و سخت و مصیبت صرف تیری وجہ سے ہے کیونکہ دو تندرہوں اور امیروں عمرو عاص، بشر بن ارقطہ بن خالد اور عقبہ بن ابی سفیان جیسوں کو ہم پر سردار بنا رکھا ہے کہ معرکہ میں حکم دیں ہم اس طرح اس مہم کو انجام نہ دے سکیں گے نہیں تو ہمیں تیری ضرورت نہیں تو ہم سے دستبردار ہو جا کہ ہم اپنے اپنے گھروں کو چلے جائیں والسلام! یہ کہہ کر غصہ میں بھرا ہوا واپس چلا گیا۔

معاویہ نے آدمی بھیج کر بلایا، مہرانی کی اور کہا مجھے تمہاری خوشنودی مطلوب ہے۔ خاص کر تیری مرضی درکار ہے جس طرح تو چاہے گا ویسا کروں گا اور ہر طرح تجھے رضا مند کروں گا۔ اگرچہ میں اس وقت بہت پریشان خاطر ہوں مگر تیری خوشی کو مقدم سمجھتا ہوں جو کچھ تیری مرضی اور رائے ہو اس پر عمل کر کیونکہ تیری خوشنودی سے میں بہت خوش ہوں۔ جیسا تو بیان کرتا ہے اور چاہتا ہے اور جن شخصوں کا تو نے ذکر کیا ہے میں انہیں معزول کر کے جن لوگوں کو تم پسند کرو گے تمہارا سردار مقرر کروں گا اور ہر طرح سے تمہاری رضامندی کو عمل میں لاتا رہوں گا۔

اسی طرح کی اور بہت سی خوشامد اور چالو سی کر کے رضامند کر لیا۔ دوسرے دن لشکر کے سرداروں اور امیروں کو بلا کر کہا جس قدر توجہ اور دشمنوں کے دینے کی سعی اور کوشش کرنے اور طلب خون عثمان میں زور لگاتے ہو مجھے یقین ہے کہ تم ہر ہر قدم پر مجھے احسان مند کرتے ہو اس میں شک نہیں کہ ہمیں کل سخت صدمہ پہنچا اور ہم میں سے کئی شخص ضائع اور بہت سے مجروح ہو گئے۔ خدا ہی خوب واقف ہے کہ میرے دل پر ان کی طرف سے کس قدر صدمہ پہنچا ہے لیکن خدا اور مرضی الہی بغیر پتہ نہیں مل سکتا۔ گذشتہ کا ذکر اور گئی ہوئی چیز پر افسوس کرنا بے فائدہ ہے اور گئی ہوئی چیز کو واپس نہیں لا سکتے۔ الماضی لا یتسلوک یعنی گزشتہ پھر نہیں آتا۔ مہم کی سہابتہ تداہیر گزر گئیں اور آج کا دن موجود ہے میں چاہتا ہوں کہ جنگ میں سب سے بڑھ کر سعی اور دل سے جہاد کیا جائے اور اگر کسی کو کچھ عرض کرنا یا کوئی تیاری عمل میں لانی ہو اسے بیان کر دے تاکہ میں سرانجام دوں۔

میں تمہاری خوشی اور رضامندی کو سب کاموں پر مقدم، فرض عین اور ضروری سمجھتا ہوں، میں تمہاری امیدوں کو پورا کروں گا اگرچہ وہ شیر غضبناک کے منہ کے اندر ہی کیوں نہ ہوں۔ اشعریوں اور قبیلہ مکہ کے لوگوں نے کہا اے معاویہ تیرے ساتھ ہم کو سخت مشکل آ رہی ہے اور ہمیں یقین ہے کہ تو باطل طریقے پر ہے اور علی حق پر ہے ہم نے تیری رضا مندی کے لئے باطل کو اختیار کر رکھا ہے اور حق کی طرف سے روگردانی کر لی ہے۔ رات دن علی سے لڑتے ہیں آخر

ہمیں اس کا نتیجہ ضرور ملنا چاہیے دین اور دنیا میں جب ہم تیرے ساتھ ہیں اور علیؑ سے جنگ کر رہے ہیں تو یہ بات بالکل صاف ظاہر ہے کہ دین سے ذرا بہرہ مند نہ ہوں گے پس کم و بیش دنیا سے حصہ ملنا چاہیے تاکہ کافروں کی طرح دین و دنیا دونوں سے محروم نہ ہو جائیں اگر تو ہمارے ساتھ احسان سے پیش آئے گا اور بطور انعام جاگیر یا تنخواہ کچھ بھی عطا کرے گا تو ہم تیری خدمت گزاری میں خوب کوشش کریں گے۔ ورنہ تیری طرف سے ہٹ کر حضرت علیؑ سے جا ملیں گے۔ اگر دنیا سے کچھ نصیب نہ ہو گا تو دین ہی سے بہرہ یاب ہوں گے۔ لوگ یہ تو نہ کہیں گے کہ گدھے پر سوار ہوا اور پیادہ کا پیادہ ہی رہا۔

معاویہ نے کہا ہر قبیلہ کی جو آرزو ہے بیان کرے اور اپنی خواہش کو صاف صاف متعین کریں کہ پوری کی جائے۔ قبیلہ مکہ نے کہا ہم تنخواہ اور انعام چاہتے ہیں۔ اشعری والوں نے کہا ہم کو موضع اور تنبیہ گزارے کے لیے مل جائے اور ہم جب تک زندہ رہیں وہ ہمارے قبضے میں رہیں اور ہمارے بعد ہماری اولاد کو ورثہ میں لیں۔

معاویہ نے ان کی درخواستیں منظور کر لیں۔ جو گروہ کہ تنخواہ اور انعام کا خواست گار تھا اور زیادہ کی طبع رکھتا تھا اس کے لیے حکم جاری کر دیا اور جو قبیلہ ان موضوعوں کا خواستگار تھا وہ ان کے حوالے کر دیے۔ اور ان کے نام فرمان لکھ دیے۔

اب یہ خبر مشہور ہو گئی کہ معاویہ نے ایک جماعت کو انعام و اکرام عطا کیا اور دوسرے کو گزارہ اور جاگیر عطا کی ہے۔ حضرت امیر المومنینؑ کی خدمت میں یہ حال عرض کیا گیا اور لشکر میں بھی یہ خبر پھیل گئی۔ کسی قدر کم عقل اور بد اعتقاد آدمی جن کا نہ دین کامل تھا نہ پختہ رائے جاہ و مال کی چاہت میں آکر معاویہ کی طرف راغب ہو گئے۔ اب یہ بات ظاہر ہو گئی اور لوگ اس کا چرچا کرنے لگے۔ منذر بن حفصہ ہمدانی نے حضرت علیؑ سے عرض کی یقیناً آپ نے سنا ہو گا کہ قبیلہ مکہ اور اشعری نے اپنا دین دنیا کے عوض فروخت کر دیا اور ہدایت کے عوض گمراہی کو اختیار کر لیا ہے۔ معاویہ سے خواستگار ہو کر طالب انعام و صلہ ہوئے ہیں اشعریوں نے موضع حوران اور تنبیہ گزارہ میں مانگا ہے اور معاویہ نے ان کی درخواست قبول کر لی ہے آپ کو ان باتوں سے کچھ تردد نہ ہونا چاہیے۔ الحمد للہ کہ ہم آپ کی خدمت اور متابعت ہی سے بہت شاداں ہیں۔ اور آپ کی خدمت گزاری سے ہمیں بڑی خوشی حاصل ہوئی ہے۔

اے کاش ہم شائستگی رکھتے اور خدا نہ کرے کہ ہم دنیا کو دین پر ترجیح دیں اور فانی شے کو باقی کے عوض اختیار کریں۔ اور حق کو چھوڑ کر باطل پر چلیں اور شام کو عراق پر ترجیح دیں۔ اور آپ کے بجائے معاویہ کو اختیار کریں۔ ہم کو یقین کامل ہے کہ ہماری آخرت ان لوگوں کی دنیا سے اچھی ہوگی اور ہمارا امام ان کے پیشوا کی نسبت بہت زیادہ فاضل اور ہادی ہے اور ہمارا عراق ان کی شام سے زیادہ عزیز اور زیادہ نعمت والا ہے۔ ہم سب نے آپ کی خدمت کے لیے کس کس لی ہیں اور خدمت گزاری کے لیے کھڑے ہیں اور انتظار صدور حکم میں چپم واکٹے ہوئے ہیں کہ آپ کسی مہم کے لیے ارشاد فرمائیں اسے ہم بجالائیں اور حتی المقدور سعی بلیغ کریں اور آپ کی رضا حاصل کریں۔ پھر اس مضمون کے اشعار کہہ کر جناب امیر المومنینؑ کی خدمت میں بھیجے۔ آپ نے اس نظم کو پسند فرمایا۔ اور قریب بلا کر دونوں آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا اور فرمایا خوش رہو۔ میں امید کرتا ہوں کہ تو قیامت کے دن جناب سید المرسلین خاتم النبیین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نزدیک بہشت میں ہو گا۔

اب لشکر ایک دوسرے کی طرف بڑھے اور جنگ شدید واقع ہوئی اور بے انتہا گرد و غبار بلند ہوا۔ عمر عاص نے پوچھا یہ اس قدر گرد و غبار کس سبب سے بلند ہوا ہے۔ کون قوم اس زور و شور سے لڑ رہی ہے۔ لوگوں نے کہا تیرے دونوں بیٹے اور عبداللہ میدان جنگ میں نکلے ہوئے ہیں اور مصوف کارزار ہیں یہ گرد و غبار انہی کے متواتر حملوں کے سبب ہوا ہے۔

عمرو عاص نے اپنے غلام دروان کو زور سے پکارا اور کہا بہت جلد علم میرے پاس لے آ۔ معاویہ نے کہا تیرے بیٹے سلامت ہیں صف جنگ کو بہتر نہ کر اور بیٹوں کے لیے اتنا نہ گھبرا۔ اس نے جواب دیا وہ میرے بیٹے ہیں تیرے نہیں اس لیے مجھے جس قدر ان کا خیال ہے تجھے نہیں ہو سکتا۔ پھر دروان سے علم لے کر میدان جنگ میں آ پہنچا اور بہ آواز بلند رجز پڑھی۔ جناب امیر المومنین نے اس کی آواز سنی، جانب رزم گاہ بڑھے اور اس کی رجز کا جواب دے کر اشتر سے کہا کہ کوفہ کے بہادروں کو لے کر حملہ کرو۔ سرداروں نے کوفہ اور بصرہ کے دلیروں کی جمعیت سے حملہ کیا اور حضرت علیؑ نے مجازی جوانوں کو لے کر دھاوا بول دیا۔ شامیوں کی ایک صف بھی کھڑی نہ رہی۔ وہ اضطراب اور پریشانی کے سبب بات نہ کر سکتے تھے۔ حضرت علیؑ کے طرفدار بھی متفرق ہو کر لشکر میں پھیل گئے اور جناب امیر بھی اس جنگ شدید کے اثناء میں ربیعہ کے جھنڈے کے قریب چاہنچے اور وہاں قیام فرما کر لشکر کے امیروں اور سرداروں کو طلب فرمایا۔ مگر کسی کو موجود نہ پایا۔ آج اشتر نے بھی کئی سخت زخم کھائے تھے۔ اور پیاس کی شدت کے سبب زبان منہ سے نکلی پڑتی تھی۔ اور وہ خود بھی بہت ہی ست ہو گیا تھا۔ اس حال میں جس وقت اس نے جناب امیرؑ کو دیکھا کہ ربیعہ کے جھنڈے کے قریب تشریف فرما ہیں بہت ہی شاد ہو کر تکبیر کہی۔ پھر عرض کی کہ اے امیر المومنینؑ آپ کو خوشخبری ہو کہ ہم غالب اور آپ فہمید ہیں۔ بخیر و خوبی اپنے مقام پر تشریف لے جائے کیونکہ اراکین و مددگار آپ کو تلاش کر رہے ہیں۔ اور آپ کو نہ پانے کے سبب لٹول ہو رہے ہیں۔ اب اشتر نے دیکھا کہ حسین علیہم السلام، محمد بن حنیفہ اور محمد بن ابی بکر اور عبداللہ بن جعفر وغیرہ اہل بیت محمد مصطفیٰؐ آ رہے ہیں اور ان کی تلواریں خون سے رنگین ہیں ان کی تعریف میں ایک شعر کہا اور مدح خواں ہوا۔ عدی بن حاتم طائی نے جناب امیرؑ سے کہا اس جنگ میں جن لوگوں نے آپ کی خدمت کی اور آپ کے ہمراہ ہو کر اپنی جانیں ہاتھ پر رکھ لیں اور جہاں تک ہو سکتا تھا معرکہ آرائی میں اور کوشش میں کی ہے انہوں نے بڑا کام کیا ہے۔

آپ نے فرمایا بے شک وہ میرے نزدیک بمنزلہ ذرہ شمشیر اور نیزہ کے ہیں۔ آج انہوں نے میری متابعت و موافقت میں جس قدر خدمت گزاری کی ہے اس کا حق ادا کرنا نہایت ضروری بلکہ فرض اور واجب ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ ان کا حق ادا کیا جائے گا اور ان کی رعایت ملحوظ خاطر رہے گی۔ اور اللہ تعالیٰ توفیق دینے والا ہے۔

جب رات ہو گئی تو دونوں فوجیں اپنے اپنے مقام کو چلی گئیں۔ زید بن عدی بن حاتم طائی میدان کے اندر کشتوں میں پھرتا رہا انہیں دیکھتا جاتا تھا کہ کس کس قبیلے کے آدمی مارے گئے ہیں۔ اتفاقاً اس کی نظر جالس بن سفید طائی پر جو اس کا خالو تھا جا پڑی اور مردہ پا کر بہت غمگین ہوا اور رونے پینے لگا۔ اس کے سرہانے روتے ہوئے ٹھہر گیا اور کہتا جاتا تھا کہ میں بجائے آنسوؤں کے خون بہاؤں گا اور اپنی جان تیرے غم میں گنوا دوں گا۔ جب تک تو زندہ رہا میری غم خواری کرتا رہا اور اب میں جب تک جیوں گا تیرا غم کرتا رہوں گا اے کاش مجھے معلوم ہو جاتا کہ تجھے کس نے مارا ہے اور تیرے جسم کو خاک و خون میں ملایا ہے۔ تو میں میرا بدلا اور شمشیر کے ایک ہی وار میں اس کا بھجا نکال دیتا۔

بنی حنظلہ میں سے ایک شخص نے جو جناب امیر علیہ السلام کے دوستوں میں سے تھا کہا اسے میں نے ہلاک کیا ہے اور اس کے قتل کرنے سے تقریب اتنی کا امیدوار ہوں کیونکہ یہ معاویہ کے دوستوں میں سے تھا۔ اور منافق تھا۔ اس کی زیادتی حد سے تجاوز کر گئی تھی۔ زید نے کہا اگرچہ وہ معاویہ کا خیر خواہ تھا لیکن میرا خالو ہی تو تھا۔ تو نے یہ نہ سمجھا کہ اس کے خون کو رائیگاں نہ جانے دیں گے اور اس کے قاتل سے بدلا لیں گے۔ یہ کہہ کر تلوار کا ہاتھ رسید کیا اور اسے ہلاک کر کے بھاگ گیا اور معاویہ کے پاس چلا گیا۔ معاویہ نے اس پر بڑی مہربانی فرمائی اور اچھے اچھے وعدے کئے اور اس کی آمد سے بہت خوش ہوا۔ اور حضرت امیر المومنین علیہ السلام حنظلہ جوان کے قتل اور زید بن عدی کے بھاگ جانے اور معاویہ سے جا

ملنے کی خبر سن کر ناخوش ہوئے۔

زید بھی اپنی اس حرکت پر پچھتاہیا اور چاہا کہ آپ کی خدمت میں حاضر ہو جائے کیونکہ اسے آپ کے خصائل حمیدہ اور کمال بخشش پر پورا اعتماد تھا۔ کہ قصور معاف فرمائیں گے لیکن اپنے باپ سے ڈرتا تھا۔ اس لیے اسی جگہ ٹھہر گیا اور اس کے باپ عدی بن حاتم نے حاضر خدمت جناب امیر علیہ السلام ہو کر معذرت کی کہ میرے بیٹے سے جو نہایت نامعقول اور تالائق حرکت سرزد ہوئی ہے مجھے اس کا بہت بڑا غم اور افسوس ہے۔ میں سخت شرمندہ ہوں کہ اس سے ایسا فعل وقوع میں آیا۔ اس دنیا میں بدنام اور آخرت میں عذاب کا سزاوار لیکن میں اس معاملے کی طرف غور کر کے آپ کے اس مرتبے کی طرف جو جناب الہی میں حاصل ہے دیکھتا ہوں اور اس قربی رشتہ داری کو جو حضرت محمد مصطفیٰ سے ہے خیال کرتا ہوں اور پھر اس کمال شفقت و عنایت پر نظر ڈالتا ہوں جو آپ کی طرف سے مجھ پر مبذول ہے تو مجھے امید بندھ جاتی ہے اور یقین کامل ہو جاتا ہے کہ آپ بروز قیامت اس لاعلاج کی شفاعت فرمائیں گے کہ اللہ تعالیٰ اس کی خطا معاف فرمائے۔ اور دوزخ کی آگ میں نہ ڈالے اور خدائے رحمن و رحیم کی قسم اگر اس وقت میرا قابو چل جائے تو میں اس حنظل جو ان کے عوض قتل کر ڈالوں۔ اور اگر کوئی اس کے مرنے کی خبر لائے تو ذرا بھی غمگین نہ ہوں۔ کیونکہ زید اسی وقت تک میرا بیٹا تھا جب تک وہ آپ کی رضا مندی اور خدمت گزاری کا جوہا تھا۔ اور وہی شخص میرا دوست ہے جو آپ کا دوست ہے۔ اور جو آپ کی مخالفت کرتا ہے میرے نزدیک اس سے کتا بہتر ہے۔ اگر میں آپ کے بدخواہ کی ذرا بھی قدر کروں تو میں لیم آدمی ہوں۔

عدی نے جناب امیرالمومنین کے سامنے جب یہ باتیں کہیں تو آپ بہت خوش ہوئے اور عدی کی دلداری فرما کر لطف و کرم سے پیش آئے۔ عدی شاد ہو کر واپس چلا گیا۔ اس وقت زید کا ایک دوست موجود تھا۔ یہ سب باتیں اسے جانتیں۔ زید باپ کی طرف سے زیادہ ڈر گیا اس کے بعد معاویہ کے پاس سے بھی بھاگ کر پہاڑوں میں قبیلہ طے کے پاس پناہ لی۔ پھر وہاں سے اپنے عزیزوں میں تآآنکہ وہیں مر گیا۔

الغرض اس جنگ و جدل کے اثناء میں کعب الاحبار محص سے معاویہ کے پاس آیا۔ معاویہ اس کے آنے سے بہت خوش ہوا اور اس کے حال پر بڑی مہربانی فرمائی خلعت گرا نبھا عطا کیا۔ کعب ہر روز اس کے پاس جاتا اور جناب امیرالمومنین کے ساتھ جنگ کرنے کے لئے خوب بھڑکاتا۔ جناب امیر نے اپنی فوج کو مستعد پیکار کر کے صف بندی کا حکم دیا۔ ادھر معاویہ نے بھی سینہ و میسرہ قائم کئے۔

عمرو عاص نے معاویہ کے پاس آ کر کہا آج علیؑ نے میسرہ فوج میں ربیحہ قوم کو جگہ دی اور وہ میرے بھائی ہیں۔ میرا خیال ہے کہ اگر ان کے پاس جا کر نصیحت کروں تو شاید کچھ آدمی علیؑ سے پھر کر حیرے لشکر میں چلے آئیں۔ اور تیرا ساتھ دینے لگیں۔ معاویہ نے کہا اے ابا عبد اللہ یہ معاملہ اس حد سے تجاوز کر گیا کہ مکرو فریب سے کام چلے سکے یا دعویٰ شعیرہ بازی سے چارہ جوئی کی جائے۔ اور ہماری دونوں کی اس معاملے میں وہی مثل ہے کہ نہ جائے ماندن نہ پائے رفتن۔ تو جو کچھ کرنا اور ان سے کہنا چاہتا ہے مجھے اس سے بہتری کی امید نہیں۔ اگر تو مصلحت سمجھتا اور اچھے نتیجہ کی امید رکھتا ہے تو چلا جا لیکن یاد رکھ کوئی مطلب بر آری نہیں ہوگی۔ عمرو عاص روانہ ہوا اور حضرت علیؑ علیہ السلام کے میسرہ کے قریب جا کر بلند آواز سے کہا اے میری ماں کے عزیزو میں عمرو عاص تم سے کچھ کہنا چاہتا ہوں۔ اگر تم اپنے میں سے کسی کو جو عقل اور سمجھ رکھتا ہو میرے پاس بھیجو اس سے کچھ کہوں۔ قبیلہ عبد القیس میں سے ایک شخص عقیل بن نویرہ اس کے پاس گیا۔ عمرو عاص نے پوچھا تو کون ہے اس نے جواب دیا قبیلہ عبد القیس میں سے ایک مرد ہوں۔ اور جنگ جمل میں جناب امیر

المومنین کی فوج میں رہ کر شریک جنگ رہا ہوں اور بڑی بہادری دکھائی ہے۔ اور آج بھی ویسا ہی ہوں جیسا کہ کل تھا۔ میری طبیعت میں کسی قسم کا تغیر واقع نہیں ہوا۔ اور اس لشکر میں کوئی مجھ سے زیادہ دشمن ہوتا تو میں تیرے مقابلے پر نہ آتا۔ تو ایک بڑا شخص، بزرگ اور قیس کا سردار ہو کر شرم نہیں کرتا اور نہ خدا سے ڈرتا ہے۔ علی ابن ابی طالب کی بجائے معاویہ اور دین کے بدلے مصر کی حکومت کا خواہاں ہوا ہے۔ آخر معاویہ سے کیا معاملہ ٹھہرایا ہے۔ اور اس کی خدمت اور فرمانبرداری سے کس درجہ تک بچنے کی امید رکھتا ہے۔ فرض کیا تجھے مصر کی حکومت مل گئی اور تمام انتظام ملکی اور تقرر و تعین و موقوفی و برطرفی اہلکاران سلطنت کے اختیار بحق حاصل ہو گئے اور مملکت بھی زیر تصرف آگئی تو کیا ہو گا۔ فرعون سے زیادہ نہ ہو گا۔ اور گورسوں سلطنت کرے گا مگر انجام؟

۶۶

زمین مصر نے فرعون کو کس طرح نگل لیا اور اس کے دعوے انا و انکم الاعلیٰ یعنی میں تمہارا سب سے بڑا رب ہوں۔ قدرت نے کس طرح اسے غرق دریائے فنا کر دیا۔ زمانہ نے کسے عروج بخشا۔ جس کی عظمت کی صبح کو طرح عمر قلیل عطا نہیں کی، آسمان نے جس کے لیے پیراہن قطع کیا اسی کے لئے اس کا کفن قرار دیا گیا ہے۔ اگر ہم نے سن بھی لیا کہ زمانہ نے کس کے ساتھ وفا کی ہے تو بغور دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے عہد میں وفا نہیں کی۔ سعادت مند وہی ہے جو آخرت کے طرف متوجہ ہو اور دنیا کی ظاہری نمود و آرائش پر لات مارے۔ غرور کرنے والے سامانوں پر جنہیں پہلی کی چمک کی طرح ذرا بھی قیام نہیں فریفتہ نہ ہو۔ ان باتوں کو تو بھی بہت اچھی طرح سمجھتا اور دوسرے لوگوں سے زیادہ جانتا ہے پھر نہیں معلوم کہ تو کس لیے باطل کو اختیار کر کے حق سے دور جا پڑا ہے اور دینی جناب رسول خدا صلعم کی اطاعت سے کس لیے قدم باہر نکالا ہے۔ حالانکہ وہ ہادی دین ہے اور باغی اور طاغی معاویہ کے دامن کو جو گمراہ اور ضلالت زدہ ہے پکڑ رکھا ہے اور اگر تو آج نئے نئے میں سرشار ہے تو کل اس کا شمار دیکھے گا۔

عقیل بن نوریہ اس قسم کی نصیحتیں کر رہا تھا اور عمر عاص ہنس رہا تھا آخر کہا اے عقیل اس نصیحت سے باز آ اور بخیریت واپس چلا جا اور کسی اور شخص کو بھیج جو مجھ پر اس قدر مہربان نہ ہو اور نہ اتنی عقل رکھتا ہو۔ عقیل نے کہا اس فوج میں سے ایک شخص بھی ایسا نہ نکلے گا جو میری طرح تیرا دشمن نہ ہو گا یا معاویہ کی اطاعت و فرمانبرداری پر تجھے ملامت نہ کرے گا۔ اور علی مرتضیٰ کی متابعت کی طرف نہ بلائے گا۔

اس کے بعد پلٹ کر اپنی فوج میں چلا آیا۔ اب بنی تمیم میں سے ایک شخص ملعل بن اسود نکلا۔ عمر عاص نے کہا اے بیٹھے تو کون ہے۔ اس نے جواب میں کہا وہ شخص ہوں جو تیرا تصور کبھی معاف نہ کروں گا۔ نہ تیرا عذر سنوں گا نہ تجھ پر اور تیرے بچوں پر رحم کروں گا۔ اور اگر تیرے قتل کا موقع پاؤں گا تو اتنی مہلت بھی نہ دوں گا کہ تو حلق سے پانی کا گھونٹ بھی اتار سکے۔ اے عمر عاص تو راہ راست سے دور ہو گیا اور تو نے دنیا فانی کو آخرت کے عوض اختیار کر لیا ہے اور حضرت علیؑ پر معاویہ کو ترجیح دے کر اس گمراہ کا دامن پکڑ لیا ہے اور اس یکتائے ابرار و اخیار کی فرماں برداری کے احاطے سے قدم باہر نکال لیا ہے۔

عمر عاص نے کہا میں نے تجھے اس لیے طلب نہیں کیا کہ تو نصیحت اور ملامت کرے۔ جا بخیریت واپس چلا جا اور کسی اور شخص کو بھیج جو مجھ پر اس قدر مہربان نہ ہو اور تم میں قبیلہ عترہ کا کوئی شخص ہو تو بھیج دے۔ ملعل بن اسود واپس چلا گیا اور بنی عترہ کے ایک شخص کو بھیج دیا۔ جب وہ عمرو کے سامنے آیا تو عمر نے سلام کر کے مرحبا کہا۔ عتیری نے کہا مرحبا کا جواب مرحبا کہتا ہوں مگر تیرا سلام میرے نزدیک اس قدر وقعت نہیں رکھتا خواہ تو سلام کرے یا نہ کرے۔ دونوں حالتوں میں کچھ فرق نہیں۔ تو یہ خیال نہ کرنا کہ میں دونوں شخصوں کی نسبت جو تیرے پاس آئے ہیں تیری دشمنی اور عداوت میں

کچھ کم ہوں بلکہ ان سے بھی زیادہ تیرا دشمن ہوں اور خدا کی قسم میں اسی مطلب کے لیے تیرے پاس آیا ہوں کہ جو کچھ کے گا اس کا سخت جواب دوں گا۔ اور شدید ملامت کروں گا۔

عمرو عاص نے کہا تو ان دونوں سے بھی زیادہ برا اور سخت دشمن نکلا۔ تجھ سے کہنا بے فائدہ ہے۔ واپس جا اور بنی ہضم میں سے کسی کو میرے پاس بھیج۔ عسری واپس چلا گیا اور بنی ہضم میں سے ایک آدمی نکل کر اس کے سامنے آیا۔ اتفاقاً یہ شخص اس کے بھائیوں میں سے تھا۔ عمرو نے کہا تیرا آنا مجھے فال نیک معلوم ہوتا ہے۔ میں تیرے آنے سے بہت خوش ہوں۔ اب مجھے حصول مراد کی پوری امید ہو گئی۔ کیونکہ تو میرے بھائیوں میں سے ہے اور مجھ سب سے زیادہ عزیز ہے۔ ہضمی نے کہا جو کہنا ہو بیان کر میں سنوں۔

عمرو عاص نے کہا تم میری اس مہربانی کو جو تمہارے حال پر رہی جانتے ہو گے۔ اس کے بیان کی حاجت نہیں۔ ہمارے بعد صد ہا سال تک ان معرکوں اور لڑائیوں کا ذکر ہوتا رہے گا۔ اور یہ جنگ یمن کے ہمہ علی سے لڑ رہے ہیں زبان زد خلایق رہے گی۔ اور دفتروں میں درج ہو کر قصہ کہانیوں کی طرح پڑھی جایا کرے گی۔ اگرچہ عام انسان کا تذکرہ کم ہو جاتا ہے مگر شریفوں اور خاص شخصوں کا ذکر جاری رہتا ہے اور ان کے کارنامے بھلے ہوں یا برے یادگار رہ جاتے ہیں۔ کسی وجہ سے صنوخ اور مخفی ہوتے۔ میرا مطلب یہ ہے کہ تم لوگ علی کا ساتھ چھوڑ دو اور یقین سمجھو کہ اس کام کا بے رونق اور بے تازگی والا ہے کبھی سرسبز نہ ہو گا۔ تم میرے پاس چلے آؤ اور ہماری متابعت کرو اور اطاعت کو وسیلہ نجات بناؤ اور موجب درجات دینی و دنیوی تصور کرو۔ میں تم سے محض خیر خواہی کی باتیں کہتا ہوں اور دوستی کے وجہ سے نصیحت کرتا ہوں اور سمجھاتا ہوں اور ان باتوں سے تمہاری بہبودی کے سوا میری اور کوئی غرض نہیں ہے۔ اگر تم میری نصیحت کو مان لو گے تو اس کا ثمرہ بہت جلد تمہیں حاصل ہو جائے گا۔ تمہارے تمام کام اور حالات سرسبز اور بارونق ہو جائیں گے۔ ورنہ تم اسی گمراہی میں پڑے رہو گے اور باطل میں مبتلا۔ آئندہ تمہیں مشفق سمجھاتے ہیں اور نیک بخت نصیحت پر عمل کرتے ہیں۔

عمرو عاص جب تمام باتیں کہہ چکا اور جس قدر ترکش میں فریب کے تیر بھر رکھے تھے خالی کر چکا اور تمام حیلے بہانے کہہ چکا تو ہضمی جو ان نے مخاطب ہو کر کہا اے اپنے نفس کے دشمن خدا تجھے سیدھا راستہ دکھائے اور عقل و توفیق کی نیک ہدایت فرمائے کہ تو جہل کو علم اور نصیحت کو فضیحت نہ جانے اور برائی کو بھی بھلائی تصور نہ کرے میں سمجھتا ہوں کہ تو تجزیہ کار نصاب سنے ہوئے اور عقل مند انسان ہے لیکن یہ تو مجھ پر آج ہی کھلا ہے کہ دنیا میں تجھ جیسا اور کوئی شخص نہیں۔ تیرا یہ کہنا کہ اس جنگ کا تذکرہ زمانہ میں یادگار رہے گا اور لوگ قصوں اور کہانیوں کی طرح پڑھیں گے تو کیا ہم اس امر کے بعد حضرت علی کے حق کو پہچان چکے ہیں اور عرصہ دراز تک ان کے ساتھ رہ کر آخرت اور دنیا کی درستی کر چکے ہیں اور طرح طرح کی کراہتیں جن میں سے ہر ایک بمنزلہ معجزہ عیاں اور دلیل قاطع ہے معائنہ کی ہے۔ اب بلا سبب ان کا ساتھ چھوڑ کر اور ان کی متابعت اور فرمانبرداری سے منحرف ہو کر ایک فاسق اور مردود خدا و رسول کی خدمت گزاری اختیار کر لیں۔ جو لوگ اب موجود ہیں اور عقل سے بہرہ ور ہیں اور وہ لوگ جو آئندہ ہوں گے ہمارے اس فعل سے آگاہ ہو کر ہمیں کیا کہیں گے۔ اور اگر خدا نخواستہ ہم تیرے کمرو و فریب اور دنیا بازیوں کی چالوں میں آکر یہ رد و بدل اور نفاق و اتحاد کر بیٹھے تو اسے کس درجہ میں شمار کریں گے۔ خود یہ دنیا ہی مٹنے والی ہے اور اس کی تمام نیکی اور بدی اور رنج و راحت مٹ جانے والی ہے۔

پھر عالم آخرت میں کیا جواب دیں گے۔ اور حق یعنی علی ابن ابی طالب سے روگردانی کرنے اور باطل یعنی معاویہ سے جا

ملنے کی نسبت کیا عذر کریں گے۔

عمرو نے کہا جو کچھ تو نے کہا یہی بات ہے لیکن شرجیل بن ذوالکلاع حمیری تمہاری نسبت کہتا ہے کہ وہ جنگ کرنے میں ہمارے ہم سر نہیں اور لوگ بھی ایسا ہی سمجھتے اور کہتے ہیں تمہیں کسی درجہ میں شمار نہیں کرتے۔ مجھے ان باتوں سے شرم آتی ہے اس لیے کہتا ہوں کہ تم حضرت علیؑ کا ساتھ چھوڑ دو اور معاویہ کے پاس چلے آؤ۔ کہ ان بدنامیوں سے بچ جاؤ گے اور نیک نام اور آسودہ حال رہو گے۔

عمرو عاص بہت ہی حقیر و ذلیل اور مایوس ہو کر اٹھا پھرا اور اس چھوڑ کر سمجھ گیا کہ میرا مطلب فریب اور دغا سے نہ بر آئے گا۔ مگر عمرو عاص نے خود ذوالکلاع کا نعرہ جڑ دیا تھا اس کے سبب ربیعہ کے دل میں عمرو عاص کی الفت پیدا ہوئی۔ اور آپس میں کہنے لگے کہ ہمارے بھانجے کو ذوالکلاع حمیری کے سخت دست کہنے سے غصہ آگیا اور رنج پہنچا۔ اگرچہ وہ معاویہ کے ساتھ ہے مگر ہم سے پہلا ہی سنا تعلق رکھتا ہے۔ پرانی مثل ہے خون سرو نہیں پڑتا اور اپنا کسی وقت بھی بیگانہ نہیں بن سکتا۔ نعمان بن تبیرہ شیبان نے کہا عمرو کی باتوں پر ذرا اعتماد نہ کرنا اس کے دغا و فریب میں نہ آؤ اسے ہم سے کچھ محبت نہیں اور نہ وہ کسی کام سے کچھ تعلق رکھتا ہے۔ وہ سینے میں شکر بھرے رہتا ہے اور مٹھی میں بیبرے کی کٹی لیے رہتا ہے۔ اگر حوا اور آدم زندہ ہوتے تو وہ مکرو حیلے سے حوا کا دل آدم سے بے زار کر کے شیطان پر عاشق کر دیتا۔

الغرض وہ اسی گفتگو میں مصروف تھے کہ لشکر ایک دوسرے سے قریب آ پہنچے۔ جناب امیر المؤمنین نے اپنے لشکر سے کہا اے میرے خیر خواہ اور دوستو آج ہی کا دن ہے کہ تمہارے شجاعت اور دلیری چار دانگ عالم میں پھیل جائے۔ اسی قسم کی ترغیب جنگ دے کر فرمایا کہ خدا کے نام پر آگے بڑھ جاؤ اور مقابلے پر جم کر صبر و تحمل اور وقار کو اپنا شعار اور لباس بناؤ۔ اور زہد و صلاحیت اور نیک لوگوں کی علامتوں کو ظاہر کرو اور آگاہ ہو کہ تم ابتر ابن ابتر حق اور آکلہ الاکباد (یعنی جگر خوری کے بیٹے) اور عقبہ بن ولید سے جنگ کرتے ہو۔ میں انہیں حق اور راہ راست کی طرف بلاتا ہوں اور وہ مجھے حرام چیزوں کے کھانے اور بتوں کے پوجنے کی طرف ترغیب دیتے ہیں۔ فاسق اور فاجروں کا گروہ ہے جنہوں نے خدا کے بندوں کو گمراہ کر دیا ہے۔ اور فساد و تفرقہ ڈالا ہے۔ اسلام اور دین کے شرائط اور قواعد کو برباد کر کے اب ہم سے لڑنے کو آئے ہیں۔ اور چاہتے ہیں کہ دین کی شریعت کے نور کو بجھا دیں۔ اور امت جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں تفرقہ ڈالیں۔ خدا کی قسم میں ہی خدا کا نور ہوں اگرچہ کافر ناخوش ہوں۔

پھر ہاتھ اٹھا کر یہ دعا مانگی۔ اللهم الفلک احدہم و کلمتہم فانہ لا یزل من و البیت و لا یغیر من عادیہ

اب ایک شامی بہادر غرار بنی ادہم نام نکل کر میدان جنگ میں آیا اور دونوں صفوں کے بیچ میں کھڑے ہو کر اپنی جنگ اور شجاعت کی شہینیاں بگھارنے لگا۔ رجز پڑھتا اور کسی لڑنے والے کو طلب کرتا تھا۔ شامی لشکر میں اس سے بہادر اور چست و چالاک کوئی دوسرا سوار نہ تھا۔ حضرت علیؑ کا لشکر اس کی شجاعت اور شدت جرات اور جلالت سے واقف تھا کوئی مقابلے پر نہ آنا چاہتا تھا۔ اسی اثناء میں کہ وہ لشکر کے اس سرے سے اس سرے تک جاتا اور کسی مرد مقابل کو طلب کر رہا تھا اس نے ایک شخص کو جسے عباس بن ربیعہ بن حارث بن عبدالمطلب بن ہاشم کہتے تھے دیکھا اور پوچھا یہ سوار کون ہے۔ لوگوں نے کہا عباس بن ربیعہ ہاشمی ہے۔

غرار نے اسے آواز دے کر کہا اے عباس۔ عباس نے جواب دیا کیا کہتا ہے۔ اس نے کہا تو مجھ سے جنگ کرنے کی رغبت رکھتا ہے۔ عباس نے کہا کیوں نہیں میں تو خود تیری تلاش ہی میں تھا۔ اگر دل چاہے تو گھوڑے سے اتر کر آپیل ہو کر جنگ کریں گے۔ کیونکہ پیدل کو سلامتی کی بہت کم امید ہوتی ہے۔ غرار نے کہا میں ایسا ہی کروں گا۔ عباس مٹکی گھوڑے

پر سوار تھا جو کوسے کے پر جیسا سیاہ تھا۔ اور فرار زہرہ زیب جسم تھی۔ اور ایک نہایت آبدار تلوار قبضے میں۔ سر پر سنہری خود دھرا تھا۔ اس کی دونوں آنکھیں خود کے نیچے سے انچی کی آنکھوں کی طرح چمک رہی تھیں۔ غرار کے قریب آکر گھوڑے سے پر سے کود پڑا اور اس کے ایک صحتی غلام نے دوڑ کر گھوڑے کو پکڑ لیا غرار بھی گھوڑے سے اتر آیا اور عباس کی طرف متوجہ کو یہ شعر پڑھا۔

ان تو کبوا ابو کوب الغیل عادتنا او تنزلون فان معشر یزل

پھر نہ رہوں کہ دامن لپیٹ کر حملہ آور ہوئے دونوں فوجیں لڑائی بند کر کے ان کا تماشہ دیکھنے لگیں۔ انہوں نے تلوار کے وار شروع کئے۔ دونوں کی زہریں سخت اور مضبوط تھیں تلوار کام نہ کرتی تھی۔ جناب امیر المومنینؑ بھی ملاحظہ فرما رہے تھے مگر اپنی طرف والے شخص کو نہ پہچانتے تھے۔ اسی حرب و ضرب میں نے عباس نے دیکھ پایا کہ زرارہ کی زہرہ ایک جگہ سے کسی قدر کٹ کر کڑیاں ڈھیلی پڑ گئی ہیں۔ اس جگہ کو نظر میں رکھا۔ آخر موقع پا کر ایک ایسا ہاتھ مارا کہ غرار دو ٹکڑے ہو کر گر پڑا۔ جناب امیر المومنین علیہ السلام کے لشکر سے آواز تکبیر بلند ہوئی۔

معاویہ کی فوج والے عرق عرق ہو گئے۔ اور غرار کے مارے جانے سے بہت غمگین ہوئے۔ عباس نے گھوڑا طلب کیا اور سوار ہو کر اپنی صف میں آ ملا۔ ابو عزیسی کا بیان ہے کہ جناب امیر المومنین علیہ السلام نے مجھ سے دریافت فرمایا کہ یہ بہادر سوار کس قبیلے میں سے تھا آج اس نے مجھے بہت خوش کیا۔ میں نے کہا ہمارے سردار کا بیٹا ہے بن ربیعہ ہے۔ جناب امیر نے آواز دے کر بلایا۔ جب حاضر ہوا تو حضرت نے مرحبا کہہ کر فرمایا اے عباس کیا میں نے تجھے اور عبداللہ ابن عباس کو حکم نہیں دے رکھا کہ کسی وقت اپنی جگہ کو خالی نہ چھوڑنا اور بجائے خود قائم رہنا۔ عباس نے کہا یا حضرت دشمن نے مجھے لڑنے کے لیے بلایا تھا مجھے شرم آئی کہ اس کے مقابلے پر کیوں نہ جاؤں۔ آپ نے ارشاد فرمایا امام کے حکم کی فرمانبرداری دشمن کا چیلنج قبول کرنے اور اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنے سے بہتر ہوتی ہے۔ پھر آپ نے جانب آسمان دیکھ کر فرمایا اے خدا عباس کے آج کے فعل کو ضائع نہ کرنا۔ اور اس کا عمدہ بدلہ دینا۔ اس نے تیری راہ میں جہاد کیا ہے۔ اوہ اپنے خواصوں سے معاویہ نے کہا یہ کون بہادر تھا جس نے غرار کو قتل کیا ہے۔ لوگوں نے کہا عباس بن ربیعہ۔ معاویہ نے کہا غرار جیسے شخص کے خون کا بدلہ لیے بغیر نہ چھوڑنا چاہیے۔ جو شخص میدان میں جا کر عباس کو قتل کرے گا اسے میں اس قدر مال و دولت دوں گا کہ باقی عمر کسی کا محتاج نہ ہو گا۔ بنی لخم کے دو جوان سامنے نکل کر آئے اور کہنے لگے کہ اس خدمت کو ہم انجام دیں گے۔

معاویہ نے کہا تم میں سے جو شخص اس کے قتل کی پہلی کوشش کرے گا اسے بیس ہزار درہم دوں گا اور دوسرے کو بھی اسی قدر۔ وہ دونوں شخص میدان میں آئے اور عباس کو آواز دی اور جنگ کے لیے طلب کیا۔ عباس نے کہا میرا امام موجود ہے اس کی اجازت کے بغیر کوئی کام نہیں کر سکتا انہوں نے کہا اجازت لے لے۔ عباس جناب امیر المومنینؑ کی خدمت مبارک میں حاضر ہوا اور کیفیت عرض کی۔ آپ نے فرمایا خدا کی قسم معاویہ چاہتا ہے کہ بنی ہاشم میں سے کوئی گھر میں آباد رہنے اور چراغ روشن کرنے والا نہ رہے۔ اے عباس میرے پاس آ جب قریب آیا تو فرمایا کہ گھوڑے سے اتر اور بدن پر سے اسلحہ اتار ڈال۔ اس کے بعد آپ نے اپنے ہتھیار عباس کو دیئے کہ ان کو لگا لے اور اس کے ہتھیار آپ لگائے پھر عباس کے گھوڑے پر خود سوار ہو گئے۔ اور عباس سے کہا تو میرے مرکب پر سوار ہو کر اسی جگہ ٹھہرا رہ کہ جب تک میں واپس آؤں۔ انشاء اللہ تعالیٰ لا حول ولا قوۃ الا باللہ

آپ میدان میں تشریف لے گئے۔ لخمیوں کو یہ معلوم بھی نہ ہوا کہ یہ کون شخص ہے یہی سمجھے کہ عباس ہے۔ کہا اپنے آقا

سے اجازت لے آیا۔ جناب امیر المومنینؑ نے جھوٹ بولنا نہ چاہا فرمایا۔ ان اللہ بقاتلون بانہم ظلموا وان اللہ علی نصرہم لقلدیر

اب ان میں سے ایک شخص نے آپ پر حملہ کیا اور آپ نے اس کی کمر پر تلوار کا ایک ہاتھ مارا۔ کہ تلوار اپنی برش کی تیزی کے سبب درمیان سے گزر گئی اور وہ شخص ویسا ہی گھوڑے پر سوار رہا دیکھنے والوں کو گمان ہوا کہ وار خالی گیا۔ مگر جس وقت گھوڑ چلا۔ اوپر کا آدھا دھڑ زمین پر آ رہا۔ دونوں فوجوں کو ضرب کی اس صفائی سے بہت تعجب ہوا۔ اور قاتل کے دست و بازو پر صد آفریں کرتے تھے۔ اب دوسرے اجمل رسیدہ نے حملہ کیا۔ اور اول کی طرح دو نیم ہو کر گرا۔ اور مر گیا۔ اس کے بعد جناب امیر المومنین علیہ السلام نے گھوڑے کو کاوے دیئے اور یہ آیت تلاوت فرمائی الشہر الحرام بالشہر الحرام والحرمات قصاص فمن اعتدی علیکم فاعتدوا علیہ بمثل ما اعتدی علیکم واتقوا اللہ واعلموا ان اللہ

مع المتقین

پھر پلٹ کر اپنی جگہ پر آکھڑے ہوئے اور کہا اے عباس معاویہ نے ان لوگوں کو طبع زر دے کر بھیجا تھا کہ شاید تجھ پر غالب آجائیں اور غرار کے قتل کے عوض تجھے ہلاک کر سکیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو فرصت نہ دی اور سزا کو پہنچایا۔ فرمایا اے عباس مجھے اسلحہ دے اور اپنالے۔ اور اگر پھر کوئی میدان میں نکل کر تجھے طلب کرے تو مجھے اطلاع دینا۔

معاویہ نے سمجھ لیا کہ غمیوں کے قاتل امیر المومنینؑ ہیں کہا لجاج پر کہ میری سواری کا گھوڑا ہے لعنت ہو کہ جب کبھی میں اس پر سوار ہوتا ہوں ذلیل و خوار ہوتا ہوں۔ عمرو عاص نے کہا ذلیل و خوار تو لہجی ہیں نہ کہ تو۔ معاویہ نے کہا چپ رہ ایسی باتوں کا وقت نہیں ہے۔ عمرو نے کہا اگر میرے بولنے کا وقت نہیں تو اللہ تعالیٰ غمیوں کو بخش دے۔ حالانکہ میں جانتا ہوں کہ ہرگز نہ بخشے گا۔

معاویہ نے کہا اے عمرو تجھ پر سخت افسوس ہے۔ عمر نے کہا بے شک اگر ملک مصر مجھے نہ روکتا تو میں نجات اور جنت کا راستہ اختیار کر لیتا۔ معاویہ نے کہا ہاں تجھے مصر نے اندھا کر دیا ہے اور گمراہی کے بھنور میں ڈال رکھا ہے۔ ورنہ میں سب کچھ سمجھتا ہوں اور اپنی صلاحیت اور راستی کا راستہ جانتا تھا۔ مگر تو بڑا ہی مکار و دغا باز اور لالچی اور عجیب بہرہویا شخص ہے بلند آسمان کے ننھے ننھے جیسا پست نہیں دیکھا۔ اور مکر فریب کی شراب کا بے خود بھی تجھ جیسا نہ ہو گا۔ اب دونوں لشکر مل گئے اور فردا "فردا" طریقہ جنگ ترک کر کے یلکھت حملہ کر دیا۔ قتل و قبح شروع ہوا۔ آج بجیلہ قوم کا علم قیس بن مسوح مرادی کے ہاتھ میں تھا۔ آواز دی کہ اے قوم بجیلہ مجھ سے اپنا جھنڈا لے لو اور کسی اور شخص کے سپرد کرو کیونکہ میری نسبت دوسرا شخص تمہارے لیے بہتر ہو گا۔ انہوں نے پوچھا یہ کیوں اس نے جواب دیا میں نے عزم بالجزم کر لیا ہے کہ میں اس شخص پر حملہ آور ہوں گا جس کے سر پر سنہری ڈھال رہتی ہے۔ معاویہ تک جا پہنچنے کا قصد رکھتا ہوں اور جب تک اپنا ارادہ پورا نہ کر لوں گا واپس نہ ہوں گا۔ انہوں نے کہا تو ایسا ہی کر اور اس مہم کو جلدی انجام کو پہنچا۔ ہم سب تیرے ساتھ اور مددگار ہیں اور اس امر میں تیری مخالفت نہ کریں گے۔

اب قیس نے رجز خواں ہو کر حملہ کیا اور کائتا چھانٹتا اس جھنڈے تک جا پہنچا جو معاویہ کے سامنے موجود تھا۔ معاویہ چیخا کہ یہ کون شخص میری طرف بڑھا چلا آتا ہے۔ اور بڑی جدوجہد سے کام لے رہا ہے اس کو روکو اور مجھ تک نہ آنے دو۔ معاویہ کا ایک غلام تھا اس نے قیس پر حملہ کر کے تلوار سے ایک ہاتھ قطع کر دیا اور قیس نے اس گرما گرمی میں تلوار سے غلام کے دو کندھے کر دیئے۔ وہ گرتے ہی واصل جہنم ہوا۔ اب عبدالرحمن بن قلیح نے علم لیا۔ اور جنگ کرتے کرتے شہید ہو گیا۔ رحمتہ اللہ علیہ!

پھر عباس بن شریک نے علم لیا حسب اتفاق ایسا زخم کھایا کہ جھنڈے کو نہ روک سکا۔ مسروق بن سلم نے اس سے لے لیا مگر زخمی ہوا۔ عثر بن سمر نے اٹھایا وہ بھی زخمی ہو کر الٹا پھرا۔ اور علم ابو شیخ بن عقیل کے حوالہ کر دیا وہ شہید ہو گیا۔ پھر اس کے آقا محارق نے علم لیا اور شہادت پائی۔ اس پر اللہ کر رحمت ہو۔ غرض اس حملہ میں جناب امیر کے لشکر کے کئی بہادر سردار شہید ہو گئے۔ اب عقبہ بن جونا نے آگے بڑھ کر کہا اے لوگو تم دیکھ رہے ہو اور جانتے ہو کہ اس مقام پر سید الابرار کے اصحاب میں سے کئی نامور شہید ہو چکے ہیں۔ ایک جان اور ایک دل ہو کر حملہ کرو اور یاد رکھو کہ دنیا چھوڑنے کی جگہ سے ہے اور اس کی بہار کوندنے والی بجلی کی طرح بے قیام ہے۔ یہاں پر رنج اٹھائے بغیر خوشی حاصل نہیں ہوگی۔ کیونکہ بہت ہی برا مقام اور سخت ناپاک جگہ ہے۔ دو رنگی دنیا سے وفا کی امید نہ رکھو اس کے خزانہ میں پونہیں اور موتی ایک جگہ رہتے ہیں۔ آگاہ ہو کہ میں نے مہم ارادہ کر لیا ہے کہ آج مرتبہ شہادت پر فائز ہوں۔ جب سے یہ جنگ شروع ہوئی ہے میں ہمیشہ شہادت کا مشتاق رہا۔ مگر آج تک نصیب نہ ہوئی۔ کبھی زخمی ہو کر اور کبھی صحیح سالم واپس لوٹا۔ آج دوسرا معاملہ ہے مجھے یقین ہے کہ آج اپنی مراد کو پہنچ جاؤں۔ اور نخل امید سے ثمر پاؤں۔ سب مل کر کوشش کرو کہ تمہارے ہاتھوں یہ مہم سر ہو جائے۔ اور اس دنیاے ناخبر سے رستگاری پاؤ۔ اور انبیاء و اولیاء اور شہیدوں کے ہمتیں بنو۔

عقبہ نے یہ کہہ کر گھوڑے کو تازیانہ لگایا اور میدان میں نکلا۔ اس کے دونوں بھائی عروہ اور عبید اللہ ہمراہ ہوئے اور کہتے تھے اے خدا ہم نے اپنے آپ کو تیری رضا مند حاصل کرنے کے لیے وقف کر دیا ہے۔ امید ہے کہ ہم مجاہدین اور غازیوں کے ثواب سے محروم نہ رہیں۔ اب تینوں بھائیوں نے مل کر معاویہ کی فوج پر حملہ کیا اور اعلیٰ درجہ کی دلیری اور شجاعت کے آثار دکھا کر لشکر شام کے اسی قدر نامور اور بہادر ہلاک کئے۔ جس قدر اس روز حضرت علیؑ کی فوج کے شہید ہوئے تھے۔ انجام کار خود بھی شہید ہو گئے۔ ان پر اللہ کر رحمت ہو۔ اس کے بعد جناب امیر المومنینؑ کے لشکر نے شامی سپاہ پر حملہ کر دیا۔ انتہا درجہ کی فوج پر جنگ ہوئی اور بے انتہا گرد و غبار بلند ہوا۔

الغرض لطف خدا سے فتح و ظفر کی ہوا چلی اور معاویہ کے سواروں اور بہادروں کی آبرو خاک میں مل گئی اور ان کا ہاتھ جنگ سے رک گیا۔ جبر بن عدی اور معقل بن قیس بڑی تیزی سے اس گرد و غبار میں وہ کام کیا کہ شامی سپاہ حیران رہ گئی۔ پھر تو شامی بھاگ نکلے اور پیٹھ دکھائی رات آ پچھنی تھی اس لیے حضرت علیؑ کی سپاہ واپس چلی آئی۔ اور اس کے سردار اور امیر ابو واقف لیس اور جو شیرہ بن شعی اور عبدالرحمن بن ذریب اسلمی جیسے بروقت واپس پر رجز خوانی کرتے، اشعار پڑھتے اور اپنی معرکہ آرائی پر فخر و مباہات کرتے ہوئے آتے تھے یہاں تک کہ اپنی صفوں میں آٹے۔ اور جناب امیرؑ کی خدمت میں اپنی جنگ کی تمام کیفیت بیان کی۔ اور جو جو شہید اور زخمی ہوئے تھے ان کا حال بھی عرض کر دیا۔ آپ نے کشتوں کے حال پر بہت تاسف فرمایا۔ اور زخمیوں کی جبارداری کا حکم دیا۔ آج رات بھر زخمی بڑے بے چین رہے۔ یہاں تک کہ ان کی آہ و زاری کی آوازیں معاویہ کے لشکر تک جاتی تھیں اور اس کے لشکر کے زخمیوں کے آہ و نالے جناب امیرؑ کے لشکر کے کانوں تک پہنچتے تھے۔

معاویہ نے مجروحوں کی درد ناک آوازیں سن کر عمرو عاص سے کہا اس جنگ سے ہمارے تمام خورد و بزرگ کو صدمہ پہنچا ہے اور جہاں تک میں سوچتا ہوں اندیشہ ہے کہ شام کا ملک برباد نہ ہو جائے اور عراق بھی ہمارے ہاتھ نہ آئے۔ عبداللہ ابن عباس جو سادات کا سردار اور پیشوا اور مشہور شخص ہے علی ابن ابی طالبؑ کے ہمراہ ہے۔ اور جو کچھ وہ مصلحت اور مناسب سمجھتا ہے اور کہتا ہے حضرت علیؑ اس کے خلاف نہیں کرتے۔ اگر تو کسی جیلے اور فریب سے اسے توڑے اور وہ

علیؑ کو اس امر پر رضا مند کر دے کہ چند روز کے لیے جنگ بند کر دی جائے کہ فوجیں ذرا دم لے لیں تو اچھی بات ہو۔ عمرو عاص نے کہا تو عبداللہ ابن عباس کو جانتا ہے کہ وہ اس قماش کا آدمی نہیں کہ فریب میں آجائے۔ اور اگر بالفرض وہ دھوکا کھا بھی گیا تو علیؑ کو دھوکا دینا ناممکن ہے۔ کیونکہ یہ سب عقل و دانائی، فہم و بینائی و ہوشیاری میں یکساں ہیں۔ معاویہ نے کہا اس سے کوئی نقصان و خرابی متصور نہیں۔ تو ایک چکنا چڑا خط لکھ اور کچھ حالات درج کر کے روانہ کر دیکھیں وہ کیا جواب دیتے ہیں۔ پھر جس قسم کا جواب آئے ویسا ہم لکھ بھیجیں گے۔ اس بات سے مقصد ہمارا صرف اس قدر ہے کہ کچھ دنوں تک جنگ بند رہے اور ہماری فوج والے آرام پالیں۔ زخمیوں کا علاج ہو جائے اور جانوروں کا مکان جاتا رہے۔ عمرو عاص نے کہا میں خوب جانتا ہوں کہ اس سے کچھ فائدہ حاصل نہ ہو گا مگر تیرے حکم کی تعمیل کرتا ہوں۔

جناب امیر المومنین علیؑ علیہ السلام اور معاویہ اور عبداللہ

ابن عباس اور عمرو عاص کی خط و کتابت

عمرو عاص نے عبداللہ ابن عباس کے نام یہ خط لکھا کہ تیری بزرگی اور سرداری اور شرافت کا حال تمام خاص و عام اور ادنیٰ اور اعلیٰ کو معلوم ہے اور سب اس بات کے مقرر ہیں کہ تمام عرب میں تیرے بچے زاد بھائی علیؑ ابن ابی طالب کے بعد کوئی شخص تجھ سے زیادہ فاضل اور کریم اور مہربان نہیں۔ اور ان لوگوں میں سے جنہوں نے عجبی کو چھوڑ کر مصیبت سہیٹی ہو ہم ہی پہلے لوگ نہیں ہیں۔ اور یہ امر واضح ہے کہ اس جنگ و جدال اور معرکہ آرائیوں میں ہماری تمہاری کیا نوبت پہنچ گئی ہے۔ طرفین کے لشکروں کے اکثر سردار قتل ہو گئے ہیں اور ہماری یہ خواہش نہیں کہ اس جنگ کو جاری رکھیں بلکہ ہم افسوس کرتے ہیں کہ ہم میں اور تم میں یہ امر پیش نہ آیا ہوتا۔ اب بات اتنا درجہ کو پہنچ گئی ہے اور چھری ہڈی تک اتر آئی۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ لڑائی اگر ایک ہفتہ اور جاری رہی تو طرفین میں سے ایک آدمی بھی زندہ نہ رہے گا۔ میں نے اس مضمون کے چند اشعار بھی تحریر کئے ہیں براہ مہربانی تم ان کو پڑھو اور ان کے مدعا پر کامل غور کرو۔ اشعار یہ ہیں:-

طالب البلاء فما يرجى له اسي	بعد الا لله سوى وفق ابن عباس
قولا له قول مسرور بخطونه	لا تنس خطك ان اتارك الناس
يا بن الندي زمزم سقى العجيج له	اعظم بذالك من فخر على الناس
بشر و اصحابه بشر و الذين هم	دار العراق رجال اهل و سواس
قوم عراق من الخيرات كلهم	فما يساوى بهم خلق من الناس

قالوا ابري الناس في ترك العراق لهم	وا الله يعلم ما بالشام من الناس
فيه الغلاء و امر ليس ينكره	الا الجهول و ما اتنوكمي يا كياسي
انت الشجاع شجاعا في حلوقهم	مثل اللجام شجاعة موضع الفاس
قاصدع بامر كم امر القوم انهم	احساس طوران طير يا حساس

عمرو یہ خط لکھ کر معاویہ کے پاس لایا اس نے پڑھ کر بہت پسند کیا اور کہا تیری شرکی شیرینی اور نظم کی خوبی کو اور کوئی نہیں پہنچ سکتا، روانہ کرنا چاہیے۔

عبداللہ ابن عباس کے پاس یہ خط پہنچا تو پڑھنے کے بعد مضمون سے واقف ہو کر جناب امیر المومنینؑ کی خدمت میں پیش

کیا۔ اور پڑھ کر سنایا۔ آپ نے تبسم فرمایا اور فرمایا اللہ ابن نافع کو عارت کرے بڑا ہی مکار آدمی ہے جس کا نام عمرو عاص ہے کس فریب سے چلا ہے اور کس بات کی خواہش کی ہے کہ تجھے دھوکا دے اس کا جواب جس طریق پر مناسب ہو اور موزوں معلوم ہو اور جو امور لائق مصلحت سمجھے جائیں لکھ کر بھیج دے۔

عبداللہ ابن عباس نے جواب میں لکھا میں جہاں تک خیال کرتا ہوں تمام عرب میں تجھ جیسا بے حیا اور کوئی شخص نہیں اور نہ تجھ سا مکار و دغا باز۔ تو نے معاویہ کے پاس جا کر اپنا دین تھوڑی دنیاوی قیمت پر بیچ ڈالا۔ اور ملک کی طمع کو خلق خدا کی تار کی اور ظلمت اور فساد میں مبتلا کر دیا ہے۔ پھر بھی مطلب بر آری نہ دیکھی تو تو نے حیلہ جوئی اور مکرو فریب کو اختیار کیا۔ مجرم اور گناہ گار اور ان لوگوں کی طرح جو دنیا کے نیک و بد سے واقف نہیں ہوتے دنیا کو بہت بڑی چیز سمجھ لیا۔ بعد ازاں تو زہد و پرہیز گاری کا اظہار کرتا ہے اور لوگوں کو سنانا ہے کہ مجھے دنیا درکار نہیں میں نے اس سے قطع تعلق کر لیا ہے اور مدعا یہ ہے کہ لوگ تیری ان باتوں میں آ کر تیری طرف متوجہ ہو جائیں۔ اور تیرے فریب میں مبتلا ہو کر مغرور بن جائیں۔ اے عمران جیلوں اور دھوکہ بازوں کو ترک کر اگر تجھے خدا کی رضامندی درکار ہے اور کچھ اسلام کی قدر جانتا ہے تو ملک مصر کی امارت کا خیال اور معاویہ کا ساتھ چھوڑ کر جناب رسول خدا کے اہل بیت کی اطاعت و متابعت کی طرف رجوع ہو تو نیشامیوں کی جو کیفیت درج کی ہے معلوم ہوا کہ عراق والوں نے جناب امیر المؤمنین علیہ السلام سے بیعت کی جو ان سے افضل ہیں جو ان سے افضل ہیں اور شام والوں نے معاویہ کی بیعت اختیار کی۔ حالانکہ وہ معاویہ سے افضل تھے اور اس جنگ میں بھی تو اور میں برابر نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ اس جنگ سے میری غرض یہی ہے کہ رضائے الہی حاصل کروں اور تیرا مدعا یہ ہے کہ معاویہ کو خوش کرے اور ولایت مصر لے۔

الغرض جس امر نے تجھ کو مجھ سے بہت دور پہنچا دیا ہے۔ صاف ظاہر ہے کہ جس امر سے تو معاویہ کا مقرب بننا چاہتا ہے اس کے متعلق تیری دوسری اور موافقت کو بھی معاویہ ایسی اچھی طرح نہیں جانتا یعنی تو مجھے فریب نہیں دے سکتا اگر دے سکتا ہے تو معاویہ کا مقرب بن سکتا ہے۔

اس کے بعد اپنے بھائی فضل ابن عباس سے کہا کہ عمرو عاص کے ان اشعار کا جواب تصنیف کر اس نے اپنے بھائی عبداللہ کی زبانی بجواب عمرو عاص یہ اشعار لکھے۔

یا عمر وجسک من حذع وسواس

الابواد ریض فی نحوو کم

ہذا البواء الذی یشفی جما حکم

ایما علی بن اللہ فضلہ

ان تعقلوا الخیل نعلیہا محبتہ

قد کان منا و منکم فی عجا جہا

قتل العراق الشام بعضہ

لا ینارک اللہ فی مصر لقد جلبت

یا عمر و انک عار مکار مہا

ان عادیۃ الحرب علینا فالتمس ہربا

جب فضل ابن عباس نے اپنے بھائی کے کہنے سے یہ قطعہ تیار کر لیا تو حضرت علی علیہ السلام کے پاس لائے۔ آپ نے

بہت پسند کیا اور فرمایا بہت ہی اچھا لکھا ہے میں خیال کرتا ہوں کہ وہ کچھ سمجھ دار ہو گا تو کچھ جواب نہ لکھ سکے گا۔
 عبداللہ ابن عباس نے یہ قطعہ جواب کے ہمراہ عمر عاص کے پاس بھیج دیا۔ وہ تمام مطالب نثر و نظم سے مطلع ہو کر معاویہ کے پاس گیا اور پڑھ کر سنایا۔ اور کہا میں ایسی باتوں کو سننا نہیں چاہتا تھا۔ ہم بار بار اپنے آپ کو عبدالطلب کے بیٹوں کے مقابلے پر آزما رہے ہیں۔ میں نے ہر چند اصرار کیا کہ عبداللہ ابن عباس کے پاس خط بھیجنا بے کار ہے۔ وہ دھوکے میں نہیں آسکتا تو نے نہ مانا اور مجھے مجبور کیا۔ میں نے تیرے حکم کی تعمیل کی نتیجہ یہ ہوا کہ ایسی سخت باتیں سننا پڑیں۔ معاویہ نے کہا تو سچ کہتا ہے میں نے اس امر میں اصرار کیا تھا کہ عبداللہ کے پاس خط بھیجا جائے اور خط و کتابت کی سعی کی جائے۔ اس سے میرا مطلب صرف یہی تھا کہ آج لشکر کے بے شمار آدمی ہلاک ہو گئے ہیں اور میری طبیعت سخت پریشان ہے شاید اس خط و کتابت سے کچھ دنوں کے لیے جنگ ملتوی ہو جائے ورنہ تیرے خط لکھنے اور عبداللہ کے جواب پانے سے کوئی غرض نہ تھی۔ اس میں شک نہیں کہ علیؑ کل ضرور جنگ کے لیے نکلے گا اگر ایسا ہوا تو ہمارا کام تمام ہے۔
 میں چاہتا ہوں کہ خود عبداللہ ابن عباس کو کچھ لکھوں اور اگر ممکن ہو تو اسے خط و کتابت میں مشغول کر لوں شاید وہ کل لڑائی کے لیے نہ نکلیں۔ اگر اس میں کامیابی ہوئی تو بہتر ہے ورنہ علیؑ کے نام خط لکھوں گا اور اسی کو خط و کتابت میں الجھاؤں گا۔ ممکن ہے مطلب برآری ہو جائے اور اگر اس نے خط نہ پڑھا اور جواب نہ لکھا تو پھر جنگ ہی سے سروکار رکھوں گا۔ اور کبھی خط و کتابت نہ کروں گا۔ دن رات جنگ پر مستعد رہوں گا خواہ فتح ہو یا شکست پرواہ نہ کروں گا یہاں تک کہ یہ معرکہ طے ہو جائے۔ اور یہ فتنہ مٹ کر یکسو ہو جائے۔ میری تو یہ رائے ہے اور اگر تیرے خیال میں اس سے بہتر کوئی اور بات ہو تو بیان کر۔

عمر عاص نے کہا تو اور عبداللہ ابن عباس کسی طرح بھی برابر نہیں ہو سکتے۔ نہ تو سربر آسکتا ہے کیونکہ وہ اور خیال میں ہے اور تو اور فکر میں وہ محض فنا ہونے اور درجہ شہادت پانے کے لیے لڑتا ہے اور تو زندہ رہنے اور حکومت پر جلوہ گر ہونے کی امید سے جنگ کر رہا ہے۔ دوسرا امر یہ ہے کہ اگر حضرت علیؑ نے فتح پائی اور شام پر تصرف ہو گیا تو اہل شام کو امن و فراغت حاصل ہو جائے گی۔ اور وہ خود بھی سمجھتے ہیں کہ حضرت علیؑ ان پر ظلم نہ کریں گے بلکہ فتح یاب ہو کر عدل و مساوات کے آئین جاری کریں گے۔ منصفانہ برتاؤ سے پیش آئیں گے اور عراق والے تیری طرف سے مطمئن نہیں ان کا خیال ہے کہ اگر تو فتح یاب ہوا تو پرانے بدلے لے گا۔ اور ان کے قول و فعل کے جواب طلب کرے گا۔ اور بڑھ بڑھ کے بدلے لے گا۔ مجھے نظر آتا ہے کہ تو علیؑ کو فریب دینا چاہتا ہے اس میں ذرا کامیاب نہ ہو گا کیونکہ علیؑ علیہ السلام کی روشن ضمیری اور تیزی عقل و فہم اور کثرت علم و شجاعت کا حال عیاں ہے تو جس معاملے کو آج سوچے گا علیؑ اس کو بہت عرصہ پیشتر ہی سمجھا ہوا ہو گا۔ تیرا وہم اور خیال بھی اس کی سمجھ کی گرد تک نہ پہنچے گا۔ اگر تیری ہمت دو اسپہ تاخت کرے گی تو علیؑ کے خیال کے غبار تک نہ جائے گی۔

معاویہ نے کہا یہ کیا بات ہے کیا میں اور وہ دونوں عبد مناف میں سے نہیں۔ عمر عاص نے تہقیر لگا کر کہا ہاں تم دونوں کا نسب یہی ہے لیکن پھر بھی بڑا فرق ہے علیؑ علیہ السلام کو اس اعلیٰ نسب کے علاوہ خاندان نبوت کی قرابت کا شرف حاصل ہے اور اس کمال کے سوا جناب محمد مصطفیٰ صلعم کی قرابت کا جلال میسر ہے۔ اور جناب رسول خداؐ کی خدمت میں جو درج اور مقامات عالی پائے ہیں وہ شمار سے باہر ہیں۔ اس کے سوا جناب علیؑ اور بھی بے حد و بے شمار خصائل حمیدہ اور اوصاف حمیدہ سے مملو اور مزین ہے جس سے تو بالکل بے بہرہ اور خالی ہے تو صرف اس کہنے سے کہ ہم دونوں بنی عبد مناف سے ہیں حضرت علیؑ کی ہمسری کر سکتا ہوں اور تو خود بھی اس امر کو سمجھتا ہے اور تمام لوگوں سے زیادہ جانتا ہے

پھر کیوں دیدہ و دانستہ انجان بنتا ہے اور مجھ سے ایچ پیسج کی لیتا ہے۔

ہاں اگر تیرا یہی خیال ہے اور چاہتا ہے کہ عبداللہ ابن عباس کو کچھ لکھے تو تجھے اختیار ہے لکھ۔ میں صاف صاف کہتا ہوں کہ میری سمجھ اور دلیری کے لیے کا کوئی دوسرا شخص پیدا نہیں ہوا۔ صرف میں نے تیرے کہنے سے یہ کچھ لکھا اور اس کی برابری کی تو پھر تو نے دیکھ بھی لیا کہ کیسا جواب پایا اب تو بھی لکھ دیکھ حقیقت حال معلوم ہو جائے گی اور رہا ساشک مٹ جائے گا۔

اس کے بعد معاویہ نے عبداللہ ابن عباس کے نام اس مضمون کا خط لکھا میں جہاں تک خیال کرتا ہوں اے بنی ہاشم امیر المومنین عثمان اور اس کے عزیزوں قریبوں رشتہ داروں اور متعلقین کے مددگاروں کے حق میں تم سے زیادہ عرصے تک اور کسی قوم نے غفلت نہیں کی اور امیر المومنین عثمان اور اس کے عزیزوں کے اعمال کی توہین میں بھی تم ہی نے تمام عرب سے جلد بازی کی ہے اور ان کے معاملات کی ایتری اور خرابی کی غرض سے فتنہ و فساد برپا کرنے میں تمہاری سعی و کوشش سب پر سبقت لے گئی۔ ان کے حقوق کی یہ نظر اندازی جو تمہاری طرف سے ظہور میں آئی اور آ رہی ہیں۔ اگر بنی امیہ کے غلبے کے خیال سے ہے تو پیشتر بھی اس کو غلبہ حاصل تھا اور تو دیکھتا ہے کہ اس وقت تک معاملہ کس درجہ تک پہنچ گیا ہے۔ اس جنگ میں طرفین سے ہزار ہا نامور آدمی مارے جا چکے ہیں۔ اور ابھی تک فیصلے کی کوئی صورت نظر نہیں آئی۔ جس امر کی تم طمع کئے ہوئے ہو اسی کے ہم امیدوار بیٹھے ہیں اور جس قدر تم شجاعت کا اندازہ کرتے ہو اس قدر شجاعت ہمارے دلوں میں بھی موجود ہے اور اس معاملہ میں خوف و امید کا طریقہ اور مرنے زندہ رہنے کی آس دونوں کے لئے یکساں ہے۔ اور نامور شخصوں اور بہادر لوگوں کے مارے جانے کے واقعات عام ہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ جنگ کو طول نہ دیا جائے کیونکہ اگر ہم جنگ کو جاری رکھیں گے تو کوئی بات ظاہر نہ ہوگی۔ وہی دوستوں کی علیحدگی عزیزوں کی دوری نصیب ہوگی۔ اس ناخوش امر کو ہم کب تک گوارا کئے جائیں گے اور کب تک ہمارے رشتہ دار مرکز نیستی کی خاک میں ملتے رہیں گے خدا سے اور اس جنگ و جدل کو بند کرو۔ اپنے عزیزوں دوستوں اور قریبیوں کی خوزیری سے باز آؤ کیونکہ اکثر قریبی نوجوان ہلاک ہو چکے ہیں۔ جہاں تک میں نظر ڈالتا ہوں قریش کے مشہور لوگوں میں سے چھ آدمیوں سے زیادہ باقی نہیں رہے۔ شام میں، میں اور عمرو عاص عراق میں تو اور علی ابن ابی طالب اور حجاز میں سعد و قاص اور عبداللہ ابن عمر ہیں۔ ان چار شخصوں میں سے دو تمہارے مخالف اور دو موافق یعنی سعد و قاص اور عبداللہ ابن عمر موافق ہیں اور عمرو عاص مخالف ہے۔ اگر تم میرے التماس کو قبول کرو اور میری رائے کو ملحوظ خاطر رکھو تو یہ دشمنی مٹ جائے گی اور محبت و الفت بڑھ جائے گی۔

ان چھ شخصوں میں علیؑ کے بعد سب سے افضل و برتر اور سردار قوم تو ہے اگر عثمان کے حادثہ کے بعد لوگ تجھ سے بیعت کرتے تو مجھ کو علیؑ کی بیعت کی نسبت گوارا ہوتی میرے خیال میں یہی چند باتیں تھیں جو لکھی گئیں اور ان سے تجھے اطلاع دی گئی۔ جو کچھ تیری صلاح اور رائے ہوگی بہتر ہوگی۔ والسلام!

عبداللہ ابن عباس کے پاس معاویہ کا یہ خط پہنچا تو بڑھ کر ہنسا اور کہا معاویہ کب تک مجھے بے وقوف بناتا رہے گا اور میں کب تک خاموش رہ کر امر حق کو ظاہر نہ کروں گا۔ کہا دو ات قلم لاؤ کہ جواب دینا واجب ہے لکھ بھیجوں۔ اور جو امور میرے دل میں پوشیدہ ہیں صاف بیان کر دوں کہ وہ بھی جان جائے کہ ہم خوب واقف ہیں۔

اس کے بعد معاویہ کے خط کا جواب اس مضمون کا تھا۔ تیرا خط پہنچا احوال مندرجہ معلوم ہوا۔ تیرا یہ کہنا کہ ہم نے عثمان کے رشتہ داروں اور دوستوں کے ساتھ بدی کی اور ان کے حقوق کی نظر اندازی اور فساد میں دوسرے شخصوں سے سبقت

لے گئے ایسا ہے گویا تو اپنے حالات بھول گیا ہے۔ اور اس بات کو یاد نہیں رکھتا کہ ایسے مصیبت کے وقت جب تجھ سے عثمان نے مدد طلب کی تھی تو نے اسے مدد نہ دی، حالانکہ تو اس کی امداد کر سکتا تھا اور مارے جانے سے بچ سکتا تھا۔ تو نے محض اپنی غرض اور مطلب کے لیے اس کی مدد نہ کی اور آج تو نے ان باتوں کو فراموش کر کے ہم پر اس بات کی اور ایذا رسانی کی تہمت لگائی ہے۔ رہا تیم اور عدی کا تذکرہ جس سے ہم پر معترض ہوتا ہے یہ بات اچھی طرح ظاہر ہے کہ ابوبکر و عمر بہتر تھے۔ جس طرح عثمان تجھ سے بہتر تھا۔

اور تیرا یہ کہنا کہ قریشی نامور اشخاص میں سے صرف چھ باقی رہ گئے ہیں غلط ہے۔ قریش کے بہت سے نامور موجود ہیں اور تو خود دیکھتا ہے کہ قریش کے مشہور و معروف اشخاص میں سے کتنے ہی سوار جزار تجھ سے اور تیرے لشکر سے ہر روز جنگ کر رہے ہیں۔ اکثر لوگ نہ ہمارے ساتھ ہیں نہ تمہارے ہمراہ بلکہ اپنے اپنے گھروں میں بیٹھے ہوئے ہیں۔ اور طرفین میں سے کسی سے کچھ علاقہ نہیں رکھتے۔ وہ احاطہ شمار سے باہر ہیں۔ ہاں تو نے جو یہ گریہ و زاری اور عاجزی سے درخواست کی تھی کہ جنگ موقوف کر دی جائے اور خونریزی سے ہاتھ اٹھائیں تو اس آتشیں دھوکے کی طرف دیکھتا رہ کہ عقربہ اس کا شعلہ دیکھ لے گا اور یہ لڑائیاں اور مقابلے جو تو نے اب تک دیکھے ہیں مابعد ہونے والے معرکوں کے سامنے بچ نظر آئیں گے۔ اور گزشتہ واقعات آنے والے کے نزدیک بالکل بے حقیقت ہوں گے۔ بلکہ آئندہ کے ہنگاموں اور کارگزاریوں کو گزشتہ پر کامل ترجیح ہوگی۔

تیرا یہ لکھنا کہ عثمان کے بعد یہ لوگ تیری بیعت کرتے تو میں بہت جلدی بیعت اختیار کر لیتا اور فرمانبرداری سے پیش آتا جبکہ تمام مجاہد و انصار اور عوام الناس نے یک دل و یک زبان ہو کر حضرت علی کی بیعت اختیار کر لی ہے۔ اور یہی جناب رسول خدا صلعم کا وصی و چچرا بھائی و وارث علم بنی اور مجھ سے بہتر اور خلاف کے لائق تر ہے تو نے کس لیے ان کی بیعت نہ کی اور کیوں مخالفت اور جنگ اختیار کی اور خود دعویٰ خلاف کیا۔ حالانکہ تجھے خود یقین ہے کہ تو خلافت کا سزاوار نہیں وہی شخص خلافت کی قابلیت رکھتا ہے جو رائے زنی میں نامور اور موصوف ہو۔

تجھے اور تیرے جیسے لوگوں کو خلافت سے کوئی سرو کار اور نسبت نہیں کیونکہ تو طلیق اور طلیقا کا بڑا بیٹا اور پدر معاشوں کا سرگروہ ہے۔ لوگ تجھے جگر کھانے والی کا بیٹا کہتے ہیں پس جو شخص اتنے عیبوں والا ہو وہ کب خلافت کا مستحق ہو سکتا ہے۔ والسلام!

جس وقت عبداللہ ابن عباس کا یہ خط معاویہ کے پاس پہنچا پڑھ کر اپنے اوپر لعنت طامت کی کہ یہ بلا میں نے اپنے اوپر خود نازل کی ہے۔ خدا کی قسم پھر کبھی عبداللہ ابن عباس سے خط و کتابت نہ کروں گا۔ اس کے بعد جناب امیر المؤمنین کے نام اس مضمون کا خط لکھا: واضح ہو کہ جنگ بہت طول پکڑ گئی ہے اور بے شمار آدمی قتل ہو گئے ہیں۔ طرفین کے لشکروں کے نامور بہادر اور نیکو کار اشخاص کام آچکے ہیں۔ میں نے پہلے ہی عرض کیا تھا اور اس قرار واد پر شام کا علاقہ طلب کیا تھا کہ مجھ سے بیعت نہ لی جائے اور اپنی بیعت کی رضا مندی اور قبولیت سے مجھے باز رکھیں۔ آج بھی میں یہی کہتا ہوں کہ اگر مہربانی فرما کر شام کا علاقہ میرے قبضے میں چھوڑ دیا جائے تو یہ جنگ و جدال ابھی موقوف ہو جائے گا۔ اور یہ معرکہ آرائیاں نیست و نابود ہو جائیں اور عزیزوں کی خونریزیوں پھر ظہور میں نہ آئیں۔

آپ کی نہایت ہی شفقت ہوگی کیونکہ شدت و سختی انہما کو پہنچ چکی ہے نیک لوگ قتل ہو چکے ہیں۔ اور شریر باقی رہ گئے ہیں۔ اور اگر یہ فساد اسی طرح جاری رہا سب ہلاک ہو جائیں گے۔ اور جو لوگ بچ رہے ہیں وہ بھی زندہ نہ رہیں گے۔ مناسب ہے کہ طرفین میں اب اس قدر مخالفت اور دشمنی باقی نہ رہے اور میری التماس کی قبولیت میں آپ کچھ مضائقہ نہ

کریں گے۔ ہم سب ایک ہی شجر میں سے ہیں، سب کے سب عبد مناف کی اولاد ہیں۔ ہم میں سے کسی کو ایک دوسرے پر ترجیح نہیں۔ والسلام!

جناب امیر المومنین علیؑ نے جواب میں لکھا واضح ہو کہ تیرا خط آیا حال معلوم ہوا تو نے لکھا ہے کہ لڑائی کو بہت طول ہو گیا۔ نیک آدمی مارے گئے اور شریر باقی رہے گئے اور دونوں لشکروں کے بہادر کام آچکے ہیں۔ اگر فی الحقیقت یہی بات ہے جو تجھے نظر آتی ہے تو یہ لڑائی اور بھی طول پکڑ لے گی۔ اور یہاں تک پہنچے گی کہ اس سے پیشتر کبھی نہ پہنچی تھی۔ تمام کوششیں اور سختیاں فراموش ہو جائیں گی۔ اب تک جو کچھ تو نے دیکھا ہے دریا میں سے ایک قطرہ اور دوزخ کا ایک شعلہ ملاحظہ کیا ہے۔ تیرا التماس اور درخواست کہ مجھ سے میری بیعت اور اطاعت بغیر جو علاقہ شام مانگتا ہے بالکل ناممکن ہے تو نے پہلے بھی یہی درخواست کی تھی جو منظور نہ ہوئی اب تو نے کونسا حق ثابت کیا ہے جس کے لیے دوبارہ اس کا خواستگار بنا ہے ہاں تیرا یہ لکھنا کہ ہم دونوں عبد مناف کی اولاد ہیں سچ ہے۔ مگر امیہ ہرگز ہاشم کا ہمسر نہیں ہو سکتا۔ اور حرب عبدالمطلب سے برابری نہیں کر سکتا اور ابو سفیان ابو طالب کی غبار راہ تک نہیں پہنچ سکتا اور نہ ساتھ چھوڑنے والا مہاجر جیسا ہو سکتا ہے اور نہ باطل حق کا ہم پلہ!

اگرچہ تو عبد مناف کی اولاد ہے مگر ہم کو نبوت کا شرف حاصل ہے جس کے وسیلے سے ذلیل آدمی بھی معزز بن جاتا ہے۔ اگر میں اپنے فضائل اور مناقب میں سے کچھ تحریر کروں اور اپنے محاسن و ماثر میں سے کسی قدر بیان کروں تو سب دوست اور دشمن گواہی دیں گے۔

میں اسی قدر لکھنے پر اکتفا کرتا ہوں۔ والسلام!

معاویہ جناب امیر المومنین علیؑ علیہ السلام کا یہ خط پڑھ کر نہایت ہی شرمندہ ہوا کہتا تھا کاش میں حضرت علیؑ کو خط نہ لکھتا۔ افسوس کہ میں نے اپنے آپ کو ملامت کے حوالہ کر دیا۔ عمرو عاص نے امیر المومنین علیؑ کے خط کے مضمون سے واقف ہو کر بہت ملامت کی کہ میں نے تجھے بارہا روکا کہ علیؑ سے خط و کتابت نہ کر اور ہر وقت اس کی ملامت نہ سن تو نے میرے کہنے کو نہ مانا اور دوبارہ خط و کتابت شروع کی انجام کار جو جواب پایا وہ پایا۔

معاویہ نے عمرو عاص کی باتوں سے غضب ناک ہو کر کہا تو ہمیشہ علیؑ کی تعریفیں کرتا رہتا اور اس کی اس قدر تعظیم و تکریم کرتا ہے اور اسے مجھ پر فضیلت دیتا ہے کیا وہ وہی شخص نہیں جس نے کل تجھے نیزہ مار کر گھوڑے سے نیچے گرا دیا اور تو نے اس لومڑی کی طرح جو خوشخوار شیر کے پنجے سے بچنے کے لیے بھاگتی ہے تنگ و عار سے منہ موڑ کر اپنی کون برہنہ کر دی تھی اور بے ستر ہونے کے ذریعہ سے رہائی پائی۔ عمرو عاص نے ہنس کر کہا جس شخص میں اس قدر قوت و قدرت ہو کہ علیؑ ابن ابی طالبؑ کے مقابلے میں میدان جنگ میں نکلے اور پھر اپنے آپ کو اس کے طعن و ضرب سے بچائے رکھے۔ خواہ کسی طرح ہو داخل نصیحت نہیں اور جس میں ذرا سی بھی عقل ہے وہ اسے عیب و رسوائی نہ سمجھے گا۔ بلکہ علیؑ سے جنگ

کرنا اور اس شیر سیاہ کے چنگل سے بچ نکلنا بہت بڑا نحر اور شرف ہے۔ اگر تو شجاعت اور قوت میں کچھ بڑھا ہوا ہو تو ابھی اپنے آپ کو بھی آزاد دیکھ میدان میں قدم باہر نکال ہم بھی دیکھیں تو اس کے پنجے سے کس طرح رہائی پاتا ہے۔

غرض جب خط و کتابت سے کوئی فائدہ نہ نکلا اور نہ کوئی مطلب برآری ہوئی تو دوسرے دن معرکہ آرائی کے لیے لشکر مستعد ہو گئے۔ جناب امیر علیہ السلام نے طلوع صبح کے بعد اندھیرے منہ نماز ادا کی اس کے بعد ترتیب لشکر کی طرف متوجہ ہوئے۔ فوج کے امیر اور سردار اپنے اپنے علم سنبھالے ہوئے سامنے آئے۔ شاہی فوج نے بھی اسی طرح پرا جھلایا۔ اب ایک اعرابی جوان اپنی صف سے نکل کر دونوں صفوں کے بیچ میں آکھڑا ہوا اور دراز دم کیت گھوڑے پر سوار تھا سر

سے پاؤں تک اسلحہ میں غرق آنکھ کے سوا اور کوئی عضو نظر نہ آتا تھا۔ نیزہ لیے ہوئے جناب امیر کے لشکر کی صفوں کے سامنے سے گزرتا اور نیزہ کی انی سواروں کے خودوں پر رکھ کر کہتا تھا سب ایک دوسرے کے پہلو بہ پہلو کھڑے ہو، ذرا اپنی صفوں کو سیدھا کرو، کوئی شخص اسے نہ پہچانتا تھا۔ جب صفیں سیدھی ہو گئیں تو ان کی طرف مخاطب ہو کر اور شامی فوج کی طرف پشت کر کے کہا اے خدا کے بندو شکر کرو کہ اس نے تمہارا سر لشکر اور امیر اپنے پیغمبر کے چچا زاد بھائی کو بنایا ہے۔ وہ ایسا شخص ہے جو تمام کاموں میں کامل ہے۔ پیغمبر خدا کا وصی اور خدا کے نزدیک تمام مخلوق سے بہتر ہے۔ وہ سب سے پہلے ایمان لایا ہے اور ہجرت میں بھی اول مرتبہ حاصل کیا ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کی شمشیریوں میں سے ایک شمشیر ہے جسے اپنے دشمنوں کے سر پر بلند کیا ہے۔ لازم ہے کہ جس وقت جنگ کی بھٹی بھڑک اٹھے اور غبار بلند ہو نیزے ٹوٹ جائیں اور تلواریں کند پڑ جائیں تو بہادر اور شیر مرد یکبارگی حملہ کر دیں، اس وقت زبان سے کچھ نہ بولیں بلکہ قضائے مبرم اور حکم الہی کو دل میں جگہ دے کر یہ یقین رکھیں کہ بغیر موت کے کوئی نہیں مر سکتا۔ یہ کہہ کر پشت موڑی اور اپنا نیزہ سیدھا کر کے شامی لشکر پر چاڑھا۔ ادھر سے ادھر حملہ کرتا اور بہادریوں کو مار گراتا تھا یہاں تک کہ اس کا نیزہ ٹوٹ گیا۔ اب پلٹا اور اپنی صف کے پاس پہنچ کر سر پر سے خود اتار لیا۔ معلوم ہوا کہ اشتر نعیمی ہے۔

اس کے بعد ایک شامی جوان اپنی صفوں سے نکل کر ہر دو لشکروں کے درمیان آکھڑا ہوا۔ اور یہ آواز بلند کہا کہ اے ابوالحسن مجھے آپ سے کچھ کہنا ہے مہربانی فرما کر ذرا آگے آئیں۔ جناب امیر المومنین اپنی صف سے نکل کر اس شخص کے پاس گئے اور اس قدر قریب جا پہنچے کہ گھوڑوں کی گردنیں ایک دوسرے سے آگے نکل گئیں۔ اس شامی نے کہا اسلام میں جو سبقت اور فضیلت اور جناب رسول خدا کے ساتھ جو بھائی چارہ اور قربت حاصل ہے وہ ظاہر ہے اور تمام عالم کو معلوم ہے کہ کوئی شخص آپ سے ہرگز ہمسری نہیں کر سکتا۔ اور نہ کوئی شخص آپ کے بزرگی اور علم و فضل اور شجاعت و مروت اور مہربانی کے کمالات کی برابری کر سکتا ہے۔ میں آپ کے ہوا خواہ دوستوں اور خیر خواہوں میں سے ہوں اس معاملہ میں جو کچھ سوچا ہے اگر اجازت ہو تو عرض کروں۔ اور اس کے سوا میری کوئی غرض نہیں کہ یہ جنگ موقوف ہو جائے اور مسلمانوں کی خونریزی نہ ہو۔

آپ نے فرمایا جو کچھ کہنا ہے کہہ۔ شامی نے کہا میرا خیال ہے کہ بخیر و خوبی جناب عراق کی طرف مراجعت فرما جائیں اور ہم شام کی طرف پلٹ جائیں اور لڑائی اس وقت کے لیے بند ہو جائے کہ آپ اپنی رائے مبارک کسی امر کی نسبت پختہ کر کے فرمائیں پھر اس پر غور کروں گا اور اب تو ہمیں یہ جنگ اسی طور پر بند کر دینی چاہیے تاکہ چند روز آرام فرمائیں۔ جناب امیر المومنین علیؑ نے فرمایا میں جانتا ہوں کہ تو یہ باتیں ازراہ خیر خواہی و محبت کہتا ہے اور تجھے طرفین کی بھلائی مد نظر ہے مگر میں نے بہت سی راتوں اور دنوں تک اس معاملہ میں غور و فکر کیا ہے اور اس امر اہم کا نیک و بد اور پس و پیش سوچا ہے اور جنگ کی فتح اور خاتمہ پر نظر ڈالی ہے مگر جنگ کرنا ہی بہتر معلوم ہوا اور اسی امر پر رائے مستحکم ہو گئی کیونکہ اگر اس جماعت کو اپنی اطاعت میں نہ لادوں اور انہیں راہ راست پر نہ چلاؤں اور اسی طرح خود سر اور بیکار چھوڑ دوں اور ان کے ظلم و گمراہی اور بد راہروی پر راضی ہو جاؤں تو حق تعالیٰ کی جناب میں گناہ گار ہوؤں گا یہ تو ایسا ہی ہوا کہ خدا اور رسول کے احکام کو میں نے سمجھ لیا اور پس پشت ڈال دیا ہو۔

اے شامی جوان آگاہ ہو کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے اولیاء کے اس کام کو پسند نہیں فرمایا کہ وہ گناہ گاروں کو چھوڑ دیں اور دنیا میں آرام سے رہنے دیں۔ آج اس جماعت سے جنگ کرنا اور انہیں راہ راست کی طرف بلانا اس سے بہتر ہے کہ روز قیامت آتش دوزخ میں جلتا ہوں۔ والسلام!

شامی نے جناب امیر کی یہ باتیں سن کر کہا انا اللہ وانا الیہ راجعون۔ عجیب بے نتیجہ کام اور بڑا ناخوش زمانہ ہمارے عائد حال ہوا ہے۔ جب تک ہم میں سے ایک آدمی بھی زندہ ہے یہ جنگ ختم نہیں ہو سکتی۔

الغرض دونوں لشکر ایک دوسرے کی طرف بڑھے اور جنگ شروع ہو گئی۔ نیزہ اور شمشیر کا ستارہ چکا اور آہنی گرز بلند ہوئے۔ اب لوہے پر لوہا کلزانے کے سوا اور کوئی آواز سنائی نہ پڑتی۔ اسی ہنگامہ گیر و دار میں عمار یا سر نے جانب آسمان سر اٹھا کر کہا اللھم انک لو کنت اعلم ان رضاک فی الفرات نفسی فی ہذا اذکف فاعرقہا لعلت یعنی اے خدا اگر میں جانتا کہ تیری خوشنودی اس امر میں ہے کہ میں اپنے آپ کو دریائے فرات میں غرق کر دوں تو ایسا ہی کرتا۔ پھر کہا اللھم انک تعلم انی لو کنت اعلم ان رضاک فی ان اضع سیفی فی بطنی و انک علیہ حتی تخرج من ظہری لعلت اگر میں جانتا کہ اے خدا تیرے خوشی اس امر پر منحصر ہے کہ میں تلوار کی دھار پیٹ پر رکھ کر اس قدر دباؤں کہ تلوار کمر سے نکل جائے تو میں ایسا ہی کرتا۔

پھر تیسری مرتبہ کہا اللھم انی لا اعلم عملاً ہو ارضی لک من جہاد ہنولای القوم یعنی اے خدا میں تیری رضا مندی حاصل کرنے کے لیے کسی کام کو ایسا اچھا نہیں سمجھتا جیسا اس گروہ سے جنگ کرنے کو جانتا ہوں۔ پھر دعا اور مناجات سے فارغ ہو کر لوگوں کی طرف مخاطب ہوا اور کہا۔ اے لوگو آگاہ ہو کہ ہم نے جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں رہ کر اس جھڑے کے نیچے جو معاویہ کے پاس دیکھتے ہو تین مرتبہ جنگ کی ہے اور یہ جنگ جو اس جھڑے کے مقابلے پر ہم اب کر رہے ہیں چوتھی جنگ ہے۔ یاد رکھو کہ آج میں مارا جاؤں گا اور جس وقت میں مارا جاؤں تو میرے دوستو میرے بدن پر سے ہتھیار اتار لینا اور مجھے کفن میں لپیٹ کر دفن کر دینا۔ اور مجھے میرے خدا کے حوالے کر دینا۔ کیونکہ حضرت علی جو ہمارے پیشوا اور امام ہیں قیامت کے دن خطاب کئے جائیں گے اور آپ نیک لوگوں کا بدلہ چاہیں گے۔ آپ کا ہر سردار ہر شیعہ بخشا جائے گا۔

اس کے بعد کہا اے دوستو! تم میں سے جس کسی کو بہشت کے پانے کی آرزو ہو میرا ساتھ دے اور ہم نیزوں کے سایہ میں بہشت حاصل کریں گے۔ آج وہ دن ہے کہ ہمیں حضرت محمد مصطفیٰ اور دوستوں کا دیدار مبارک نصیب ہو گا۔ یہ کہہ کر مرکب کو تازیانہ کیا اور میدان میں نکل کر ریز پڑھتے ہوئے شامی سپاہ پر حملہ کیا۔ بے در پے حملے کرتا تھا اور کہتا تھا اے شامیو! اگر تم ہمیں پسپا کرتے ہوئے حجر کے باغ تک بھی لے جاؤ گے تب بھی ہم تمہیں باطل پر اور اپنے آپ کو حق پر سمجھیں گے۔

القصہ عمار یا سر چونکہ زندگی سے دل برداشتہ ہو کر پے در پے حملے کر رہا تھا اور دشمنوں نے اسے ہر طرف سے گھیرے میں لے لیا تھا۔ حویر اسکوئی کے بیٹے نے بڑی پر نیزہ مارا اور عمار اس زخم سے سخت تکلیف زدہ ہو کر اپنی صف میں پلٹ آیا۔ پانی طلب کیا۔ اس کا ایک غلام راشد نام موجود تھا پانی کے عوض دودھ کا کٹورا بھر لایا۔ اور کہا اے خواجہ دودھ کا کٹورا پانی کے عوض پی لو۔ غالباً یہ بہتر ہو گا۔ عمار نے دودھ کا پیالہ دیکھ کر تکبیر کہی اور کہا اے رسول خدا! آپ نے سچ فرمایا تھا۔ لوگوں نے پوچھا یہ کیا بات ہے اور آپ نے کیا فرمایا تھا؟ کہا ایک دن میں جناب رسول خدا کی خدمت میں حاضر تھا۔ آپ نے فرمایا اے عمار دنیا کی آخری چیزوں میں جو شے تیرے مقدر میں ہے وہ دودھ کا پیالہ ہو گا۔ اس کے بعد دودھ لے کر پیا جو فوراً زخموں سے نکل آیا اور عمار نے کلمہ شہادت پڑھ کر جان خدا کے سپرد کر دی۔ رحمۃ اللہ و برکاتہ علی روحہ

جناب امیر المومنین علیہ السلام عمار کی خبر شہادت سن کر تشریف لائے اور اسے بے جان پا کر گھوڑے سے اترے۔ اور اپنے زانو پر سر رکھ کر یہ دردناک اشعار پڑھے۔

الا ابھما الموت الذی لیس تارک
ارحنی فقد الفینت کل خلیل

اناک مضر ابا الفین احبهم
کانک تعخو نحو ہم بدلیل

پھر فرمایا جو شخص عمار یا سرکی موت سے غمگین نہ ہو گا وہ دائرۃ اسلام سے خارج ہے اللہ تعالیٰ عمار یا سر پر رحمت نازل فرمائے جبکہ وہ قبر سے اٹھایا جائے۔ اور خدائے کریم اس کو بخشے جبکہ اس سے افعال نیک و بد کا حساب لیا جائے۔ جب کبھی میں نے جناب رسول خدا کی خدمت میں تین شخص حاضر پائے ہوں گے تو ان میں چوتھا شخص عمار یا سر ہوتا تھا اور اگر چار شخصوں کو موجود پایا تو ان میں وہ پانچواں ہوتا تھا۔ عمار کے واسطے ایک ہی مرتبہ نہیں بلکہ دو تین مرتبہ بہشت واجب ہو گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے بہشت عدن میں جگہ عطا فرمائے۔ افسوس ظالموں نے اسے ہلاک کر دیا جب کہ وہ حق پر تھا۔ جناب رسول خدا نے فرمایا الحق مع عمار مادار حق عمار کی طرف ہے جدھر وہ ہو اور امیر المؤمنین نے فرمایا کہ عمار کا قاتل اور اس کا اسلحہ لے جانے والا دوزخی ہے۔ اس ارشاد کے بعد آپ نے نماز جنازہ پڑھی اور اسی لباس سمیت جو وہ پہنے ہوئے تھے دفن کر دیا۔ کہتے ہیں کہ عمرو عاص نے معاویہ سے کہا عمار یا سر کو ہماری فوج نے قتل کر دیا اس نے کہا پھر کیا نقصان ہوا پڑا مارا جائے عمرو نے کہا کیا تو نے جناب رسول خدا کی یہ حدیث نہیں سنی تقتلک الفتۃ الباغیۃ یعنی تجھے باغی لوگ قتل کریں گے۔

معاویہ نے کہا انما قتله من اخرجہ یعنی اسے تو اس شخص نے قتل کیا ہے جو اسے لڑنے کے واسطے لے کر آیا ہے۔ مطلب یہ تھا کہ علی ابن ابی طالب علیہ السلام جو اسے جنگ کرنے کے لیے لے کر آئے تھے اس کے قاتل ہیں۔ اور اس نے یہ بات اس لیے کہی کہ شامی فوج امیر المؤمنین علی سے جنگ کرنے میں کچھ پیش و پیش نہ کرے۔

عبداللہ بن عمرو عاص اس وقت موجود تھا بولا اس بات سے تو لازم آتا ہے کہ جناب حمزہ سید الشہداء کو جناب رسول خدا نے ہلاک کیا ہے کیونکہ آپ انہیں لڑنے کے واسطے لے کر آئے تھے۔ اور وحشی قاتل گناہ سے پاک ہے۔ معاویہ نے عمرو عاص سے کہا اس بے وقوف لڑکے کو بے سوچے سمجھے یہودہ بکواس کرتا ہے میرے سامنے سے دور کرو۔ یہاں تو یہ باتیں ہو رہی تھیں اور دوسرے لڑائی بڑی شدت سے جاری تھی۔ اشتر نجفی، قیس بن عبادہ اور قوم انصار کے اکثر آدمی عمار کے قتل ہونے سے بہت ہی غمگین اور غضبناک ہو رہے تھے۔ پیہم حملے کرتے تھے اور شامیوں کے غول کے غول ہلاک کر ڈالے۔ مغیرہ بن حارث بن عبدالطلب نے گھوڑا آگے بڑھا کر فوج کا دل بڑھایا اور جنگ کی بڑی ترغیب و تحریص دلائی۔ غرض اسی طرح جنگ ہوتی رہی اور رات کی تاریکی دنیا پر چھا گئی اب لڑنے والوں نے اپنی اپنی قیام گاہ کو پلٹ جانے کا قصد کیا۔ آج اس قدر آدمی مارے گئے کہ کوئی خیمہ نظر نہ آتا تھا۔ جس کی طنابوں سے کشتوں کے دست و پا اس غرض سے بندھے ہوئے نظر نہ آتے ہوں کہ ان کی شناخت کی جائے۔ ابوساک اسدی نے ایک چھرا اور پانی کا مکیڑہ اٹھایا زخمیوں اور مقتولوں میں گشت کرنا شروع کیا جس کسی زخمی کو زندہ پایا بٹھا کر دریافت کرتا، امیر المؤمنین کون ہے اگر یہ سنا کہ علی ہے تو اس کے بدن پر سے خاک و خون کو دھو دیتا اور پانی پلاتا اور اگر جواب میں معاویہ کا سنا تو چہرے سے اس کا کام تمام کر دیتا۔ اور اسی وجہ سے اس نے شخص لقب پایا کیونکہ وہ زخمیوں کو حرکت دے کر بٹھاتا تھا۔ غرض شامیوں کی طرف سے بے شمار آدمی مارے گئے اور شامی رات بھر اپنے مردوں کو چھین مار مار کر روتے پیتے رہے۔ ان کی آوازیں امیر المؤمنین کے لشکر میں سنائی دیتی تھیں۔ ایک مشہور و معروف شامی معاویہ بن حدی کندی نے کہا اے اہل شام اس زندگی پر لعنت ہے جو جو شب اور ذوالکلاع کے قتل کے بعد بسر کی جائے۔ خدا کی قسم اگر ہم ان کے بعد عراقی لشکر پر فتح یاب ہو بھی جائیں تو وہ فتح مندی نہیں بلکہ شکست سے بدتر ہے۔

یزید بن انس نے کہا خدا کی قسم تو سچ کہتا ہے اور جس کام کا انجام ابتداء کی مانند نہ ہو اس میں کوئی خوبی نہیں رہتی۔ بہتر ہے کہ ہم زخمیوں کی تیمارداری چھوڑ کر جنگ پر ٹوٹ پڑیں مگر یہ فساد مٹ جائے اور یہ تاریکی چھٹ جائے۔ اگر ہم نے فتح پائی تو پھر زخمیوں کی مرہم پٹی بھی کر لیں گے۔ اور اپنے مردوں کو بھی روپیٹ لیں گے۔ اور اگر ہمارے دشمن نے ہم پر فتح پائی تو اس ماتم داری سے بچ جائیں گے۔ اور اس فعل عبث گریہ و زاری میں مبتلا رہنے سے رہائی پائیں گے۔

معاویہ نے یہ کلمات سن پائے آدمی بھیج کر سرداران لشکر کو طلب کیا اور کہا جنگ و جدال میں یہی کچھ ہوتا ہے۔ کبھی فتح ہے کبھی شکست اور جنگ کا خطرہ اور دشمن کی خرابی ظاہر ہے اور اس کا سرانجام جان و دل سے تعلق رکھتا ہے، اگر آج ہمارے لشکر کے کچھ آدمی مارے گئے ہیں تو کیا ہوا ان سے زیادہ فوج مخالف کے آدمی ہلاک ہوئے ہیں جس طرح ہم اپنے کشتوں کے ماتم میں مبتلا ہیں اور ہمیں ہرگز شایاں نہیں کہ عراق والوں سے زیادہ گریہ و زاری کریں۔ یہ امر ظاہر ہے کہ افسردہ دلی آدمی کو کمزور کر دیتی ہے۔ اور غم گینی مردہ کو زندہ نہیں کر سکتی۔ بلکہ گریہ و زاری پر دشمن طعنہ زنی کرتے ہیں۔ اور خوش ہوتے ہیں۔ اگر ذوالکلاع ہماری طرف سے مارا گیا تو عمار یا سران کی طرف سے بھی کام آگیا ہے۔ اگر جو شب قتل ہو گیا ہے تو ہاشم بن عتبہ بھی اس طرف سے بے جان ہو گیا ہے۔ اسی طرح عبداللہ ابن عمر کے عوض عبداللہ بن بدیل بن ورقا مارا گیا ہے۔ خدا کی قسم ذوالکلاع عمار یا سرے بہتر نہ تھا اور جو شب ہاشم سے برتر نہ تھا۔ نہ عبید اللہ ابن عمر عبداللہ بن بدیل سے زیادہ شریف تھا۔ ہاں بارگاہ الہی سے گناہوں کی معافی اور بخشش کی امید داری چاہیے۔

ہم کو تکدل نہیں رہنا چاہیے بلکہ کئی وجہ سے دلشاد رہنا چاہیے۔ شکر الہی بجالانا ضروری ہے کہ اس نے ہمیں تین بے بدل بہادر شیر مردوں سے محفوظ کر دیا۔ جو عرب بھر میں اپنی مثل نہ رکھتے تھے اور جن سے علیؑ کو قوت تھی اور ہر ایک کام انہی کی صلاح مشورے اور تقویت سے انجام پاتا تھا۔ وہ تینوں ہماری فوج کے ہاتھوں فنا کر دیئے گئے اور ہمارے سواروں کے ضرب و طعن ہلاک ہو گئے۔

ان میں سے پہلا شخص عمار ہے دوسرا ہاشم بن عتبہ اور تیسرا بدیل بن ورقا جسے افاضل الافاعیل کہتے تھے اور جس کی تدبیر اور رائے اور دانائی اور بہادری اور عقل و فہم کے سب تمام اہل عرب کی انگلیاں اس کی طرف اٹھتی تھیں۔ اب تین اشخاص اور باقی ہیں۔ اشتر نضی، اشعث بن قیس اور عدی بن حاتم ان میں سے بھی ہر شخص دلیری و شجاعت اور صروت و جذقت اور دانائی میں قطب کے درجے کو پہنچا ہوا ہے۔ اور مشار الیہ اور رکن اعظم بنے ہوئے ہیں۔ ذات باری تعالیٰ کے فضل و کرم سے امید رکھتا ہوں کہ کل کو ان کا بھی کام تمام ہو جائے گا۔ اور وہ ہلاک و برباد ہو جائیں گے۔

جب معاویہ تقریر ختم کر چکا تو معاویہ ابن خدیج نے جو بڑا امیر کبیر شامی شخص تھا کہا اگر تیرے نزدیک تمام آدمی یکساں ہیں تو ہمارے خیال میں برابر نہیں ہو سکتے اللہ تعالیٰ جل شانہ کا ارشاد ہے کہ **وَدَعْنَا بَعْضَهُمْ بَعْضًا** یعنی ہم نے بعض آدمیوں کو بعض آدمیوں پر فوقیت عطا کی ہے۔ ہاتھ میں سب انگلیاں بھی برابر نہیں ہوتیں۔ پھر لوگوں کو تو ذکر ہی کیا ہے۔

ذوالکلاع جو شب اور عبید اللہ ابن عمر خاندانی بزرگ اور شرافت سرداری اور قدامت اور دلیری و مردانگی، عقل و فہم اور گواہی میں ہرگز ان تین مکار اور بد کردار شخصوں کے مساوی نہ تھے۔ بلکہ ان میں سے ہر ایک شخص پر جس کو تو نے مقابلے پر ڈالا ہے بڑی فضیلت، ترجیح اور فوقیت رکھتا ہے۔ پھر اسی مطلب کا ایک شعر کہا اور غضب ناک ہو کر چلا گیا۔ معاویہ نے آدمی بھیج کر اسے واپس بلایا۔ اور کہا اشعث بن قیس قبیلہ کنہہ میں سے ہے اور وہ تیرا رشتہ دار ہے۔ حضرت علیؑ اس کی ہر ایک مصلحت اور تدبیر کو جو وہ اس معرکہ آرائی کی نسبت پیش کرتا ہے نظر انداز نہیں کرتے بلکہ اسی پر عمل کرتے ہیں۔ مجھے یقین ہے کہ تیری رشتہ داری کے سبب سے اشعث تیرا کہنا مان لے گا اور تیری درخواست کو رو نہ کرے

گا۔ تجھے معلوم بھی ہے ہماری حالت کہاں تک پہنچ گئی ہے۔ شام کے بہت سے نامور ہلاک ہو چکے ہیں اور اب کوئی ایسا بہادر باقی نہیں رہا جس پر اس مہم کا بھروسہ کیا جاسکے۔ اگر کچھ باقی بھی ہیں تو شدید زخموں کے کھانے کے بعد اس قابل نہیں رہے کہ پھر میدان میں جاسکیں۔ اب تجھے غزازی کرنی چاہیے۔ ایک خط اشعث کے نام روانہ کر اور حالات جنگ تحریر کرنے کے بعد یہ لکھ کہ عثمان کے قاتلوں کو ہمارے حوالہ کر دو ہم انہیں قتل کریں پھر مہم طے ہو جائے گی اور فساد صلح سے بدل جائے گا۔ ہم سب اپنے اپنے گھروں کو واپس چلے جائیں گے۔ کیونکہ صفین میں قیام کو بہت عرصہ گزر چکا ہے۔ اور ہم ہمیشہ کی معرکہ آرائیوں سے بچ جائیں گے۔ معاویہ بن خدیج نے کہا ایسا ہی عمل میں آئے گا۔ اگرچہ میں جانتا ہوں کہ اس سے کوئی مطلب بر آری نہ ہوگی اور نہ میری تحریر سے یہ آتش جنگ بجھ سکے گی لیکن تیرے حکم کی تعمیل میں خط لکھے دیتا ہوں مگر کہہ نہیں سکتا کہ کچھ کام بن سکے۔ اس کے بعد اشعث بن قیس نے اس مضمون کا خط لکھا:

اشعث بن قیس کے نام معاویہ بن خدیج کا خط

میں ایسا امر پیش کرنا چاہتا ہوں جس میں طرفین کی بھلائی متصور ہے۔ اور وہ بات عرض کرتا ہوں کہ اگر انجام پانگنی تو ہزار ہا خلقت جو اس صحرا میں بھٹلائے مصیبت ہے اور رنج و بلا میں گرفتار ہے بچ جائے گی اور اس معرکہ آرائی کے سخت ترین نتائج سے ٹھنسی پائے گی میری التماس تیرے نزدیک کوئی بڑی بات نہیں۔ اگر تو علی ابن ابی طالب علیہ السلام سے کہے گا کہ یہی رائے اچھی ہے تو تیرے مشورہ سے درگزر نہ ہو گا کیونکہ حضرت علیؑ کے نزدیک جو مرتبہ و عزت و اقتدار و عظمت تجھے حاصل ہے وہ سب پر عیاں ہے۔ تیرا رتبہ اعلیٰ اور منصب برتر محتاج بیان نہیں اور شاہان زمانہ جاہلیت میں سے کسی نے بھی تیرے اور ذوالکلاع حمیری کے سوا شرف اسلام حاصل نہیں کیا تو عراق میں قیام پذیر رہا اور ذوالکلاع شام میں آسا اب تو علی علیہ السلام کی خدمت میں پناہ لے گیا ہے اور ذوالکلاع معاویہ کے پاس جا پہنچا اور تم دونوں کی حرمت و عزت اور رفعت و شوکت نے ان دونوں ممالک میں جاہ و جلال اور عروج حاصل کیا۔ ذوالکلاع کو معاویہ کی خدمت سے انواع و اقسام کی نعمتیں حاصل ہوئیں جن سے مازندگی مستح رہا اور وقت اجل پہنچنے کے سبب اس جنگ میں مارا گیا۔ الحمد للہ کہ آج بھیسپر کاموں کا انحصار باقی ہے۔ اور دونوں فوجیں اللہ تعالیٰ کے فضل کے بعد اپنے حسن انتظام و درستی اعمال کے لیے تیری شفقت و عنایت کی طالب ہیں۔ اور فتنہ ہیں کہ تو درمیان میں پڑ کر اس فتنہ و فساد کو دفع کرے۔ ہماری درخواست صرف اس قدر ہے کہ امیر المؤمنین عثمان کے قاتل جو علی مرتضیٰ کی خدمت گزاری میں ہیں پکڑ کر ہمارے حوالے کر دیئے جائیں ہم انہیں قتل کر دیں ہم اس سے زیادہ کچھ نہیں چاہتے ہمارا تمام مدعا یہی ہے اور جس وقت یہ مطلب پورا ہو گیا ہم فوراً واپس چلے جائیں گے اور ہمیں یہ امید واثق ہے کہ تو اس امر کو قبول کر لے گا تو کام بن جائے گا کیونکہ ہم جانتے ہیں کہ عثمان سے کبھی رنجیدہ نہیں ہوا۔ اور نہ اس نے کسی وقت تجھے ایسے کام کا حکم دیا یا کوئی کلمہ زبان سے کیا جو موجب غبار خاطر ہوتا اور یہ بھی ظاہر ہے کہ تو علی علیہ السلام سے اس قدر خوش نہیں کہ یہ بات علیؑ سے نہ کہہ سکے اور تجھے یہ مرتبہ حاصل ہے اور ہمارا مدعا پورا کر سکتا ہے ہم یہ نہیں کہتے کہ تو علی کو چھوڑ کر معاویہ کے پاس چلا آیا عراق سے نکل کر شام میں سکونت اختیار کر بلکہ اتنا چاہتے ہیں کہ تو علی علیہ السلام کو آمادہ کر دے کہ وہ عثمان کے قاتلوں کو گرفتار کر کے ہمارے پاس بھیج دے اگر یہ کام پورا ہو گیا تو خیر ورنہ ہم فی الفور معرکہ آرائی پر قتل جائیں گے اور اپنی باقی ماندہ عمریں اس جنگ میں صرف کر دینے سے کچھ پس و پیش نہ کریں گے اور جب تک ہم میں سے ایک شخص بھی زندہ رہے گا طلب خون عثمان سے باز نہ آئے گا۔ یہاں تک کہ قاتلوں کو گرفتار کر کے قتل نہ کر ڈالیں گے۔ والسلام!

جس وقت معاویہ بن خدیج کا یہ خط اشعث بن قیس کو ملا اور وہ مضمون مندرجہ سے آگاہ ہوا تو یہ جواب لکھا۔

اشعث بن قیس کا جواب معاویہ کو

تیرا خط آیا احوال معلوم ہوا تو نے بڑی مہربانی کی کہ اللہ تعالیٰ کی ان بے شمار نعمتوں کا ذکر کیا جو میرے شامل حال ہیں۔ خدا کا شکر ہے کہ اس کے الطاف و کرم مجھ پر مبذول ہیں اور ان کا شکر یہ مجھ پر واجب۔ اور لازم ہے کہ میں بھی اللہ تعالیٰ کے وہ فضل و کرم تجھ کو یاد دلاتا ہوں جو تیرے حال پر مبذول ہیں کہ تو ان کا شکر یہ ادا کرے اور جو کچھ مجھ سے درخواست کی ہے میں اس سے بھی زیادہ بات بتاتا ہوں۔ تو نے لکھا ہے کہ میرے سکونت شام میں ہے اور تیری عراق میں۔ اب تو ان مہاجر و انصار کے پاس جا جو نہ علیؑ کے ساتھ ہیں نہ معاویہ کے ہمراہ پھر ان سے دریافت کر کہ علیؑ علیہ السلام خلافت کے زیادہ حقدار ہیں یا معاویہ۔ اگر وہ جواب دیں کہ علیؑ اس امر میں معاویہ سے زیادہ صاحب استحقاق ہیں تو ہم دونوں کو علیؑ کی مدد کرنی چاہیے اور اسی کی اطاعت اختیار کریں۔ اور اگر وہ یہ کہیں کہ معاویہ علیؑ کی نسبت خلافت و امامت کا زیادہ حقدار ہے تو ہم علیؑ کا ساتھ چھوڑ کر معاویہ کے ہمراہ ہو جائیں گے۔ اور اسی کی فرمانبرداری اختیار کریں گے۔ تیرا یہ تحریر کرنا کہ تو عثمان سے رنجیدہ نہ ہو گا اور جیسا چاہے اس قدر علیؑ سے خوش نہ ہو گا۔ میں جناب علیؑ سے بجان و دل راضی ہوں اور عثمان سے بے پرواہ۔ کیونکہ تمام مہاجر و انصار نے آپ کی خلافت اور امامت پر اتفاق کر لیا ہے۔ اور بیعت کر لی ہے۔ اور ہم سے تمہارا جنگ کرنا صرف ایسے شخص کے کہنے سے ظہور میں آ رہا ہے جس کو شامیوں نے اپنا پیشوا قرار دے لیا ہے ورنہ جسے مشورہ سے کچھ کام ہے نہ خلافت سے بہرہ! والسلام!

اشعث بن قیس کا یہ خط معاویہ بن خدیج کے پاس پہنچا تو بڑھ کر نہایت ناراض ہوا اور معاویہ سے کہا مجھے تجھ پر غصہ آتا ہے کہ یہ سب رنج تیری بدولت پہنچا اور تو نے ہی یہ ملائیں مجھے سنوائیں تو نے اشعث کو خط لکھوایا جس کے جواب میں ایسا کچھ جواب پایا۔

اس وقت عتبہ بن ابی سفیان موجود تھا بولا اشعث کو تحریر کے ذریعہ سے فریب نہیں دے سکتے۔ اور معاویہ بن خدیج نے جو چند باتیں پریشان یا بے ہودہ عبارت کاغذ کے پرزے پر لکھ کر بھیجی تھیں۔ اشعث ان سے دھوکا نہیں کھا سکتا تھا۔ یہ کام خط و کتابت کی نسبت بالمشافہ گفتگو سے بخوبی حاصل ہو سکتا ہے۔ اگر حکم ہو تو میں اس سے جا کر ملوں اور اس معاملہ میں زبانی بات چیت کروں۔ عتبہ بڑا فصیح و بلیغ شخص تھا۔ سخن پردازی اور مطلب بر آری میں طاق تھا۔

معاویہ نے کہا بت اچھا اب عتبہ سوار ہو کر جناب امیر المؤمنینؑ کے لشکر کی طرف چلا۔ قریب پہنچ کر ٹھہرا اور آواز دی کہ اشعث بن قیس کہاں ہے لوگوں نے اسے متنبہ کیا کہ عتبہ بن ابی سفیان آتا ہے۔ اور تجھے بلاتا ہے۔ اشعث نے کہا عتبہ عظیم آرمی ہے اس سے ضرور ملنا چاہیے۔ دیکھیں وہ کیا کہتا ہے۔ اس کے بعد سوار ہو کر آیا اور برابر میں آکھڑا ہوا۔ اور کہا اے عتبہ کس لیے آیا ہے اور مجھ سے کیا کام ہے۔ عتبہ نے کہا اگر میرا بھائی معاویہ علی ابن ابی طالب کے سرداروں میں سب سے برتر اور افضل ہے اور قبائل کندہ کا سردار اور پیشوا ہے نیز عثمان نے سابق ازیں تجھ پر بڑے بڑے الطاف و کرم اور انعامات مبذول کئے ہیں ماسوا علیؑ کے لشکر میں کوئی نامی سردار ایسا نہیں کہ جسے قتل عثمان سے لگاؤ نہ ہو۔ ہاں ایک تو ہے کہ اس حادثہ اور عظیم واقعہ سے بالکل بے لوث ہے تو نے قول و فعل کسی بھی طریق سے کوئی قصدا ارادہ نہیں کیا۔

بلکہ تو ہر طرح سے جناب علیؑ کے لشکر کے سرداروں اور امیروں سے جداگانہ اور ہزاروں درجہ بڑھ کر برتر و افضل ہے۔

اشتر نعیمی عثمان کا خاص قاتل ہے اور عدی بن حاتم طائی اس گروہ میں سے ہے جس نے قتل عثمان کی ترغیب دلائی ہے۔ سعید بن قیس کے ہاتھ سے کوئی ایسا کام بن نہیں پڑا کہ کچھ کام آتا۔ شرح بن ہانی اور زبر بن قیس اپنی آرزوؤں اور خواہشوں کی پیروی میں مشغول ہیں۔ اور کسی کے کام سے کچھ واسطہ نہیں رکھتے۔ ہاں تیرا حال ان سب سے علیحدہ ہے تیرے حسن اخلاق اور محامد آفتاب سے زیادہ روشن ہیں۔ ہم نے اس معاملہ میں سب کچھ سوچا اور تمام نشیب و فراز پر غور کیا یہی خیال کیا کہ تیری سعی بغیر یہ عقدہ حل نہ ہو گا۔ اور خطرناک مہم محض تیری توجہ سے انجام پائے گی۔ اکثر انسان محض ناموری اور شہرت کے لیے بڑے بڑے کام کرتے ہیں۔ کہ عرصہ دراز تک خلق خدا میں ان کی نیک نامی کا چرچا باقی رہے۔ ہم چاہتے ہیں کہ تو قوم کا شریک حال نہ بنے اور شہرت اور ناموری کی غرض سے شامیوں کے ساتھ بہ جنگ پیش نہ آئے۔ اور نہ عراق والوں کا ساتھ دے۔ اور زمانہ جاہلیت کی جمعیت کے ساتھ مسلمانوں سے متحرک نہ آرائی نہ ہو۔ ہم یہ بھی نہیں کہتے کہ تو حضرت علیؑ کا ساتھ چھوڑ دے۔ اور یہ کہ معاویہ کی معاونت اختیار کر بلکہ یہ آرزو ہے کہ مسلمانوں کی بھلائی کو مد نظر رکھ کر ایسا طریقہ اختیار کر کہ جس سے یہ لڑائی بند ہو جائے۔ اور مسلمانوں کی خونریزی وقوع میں نہ آئے۔ عتبہ یہ باتیں کہہ چکا تو اشعث نے جواب دیا اے عتبہ جو کچھ تو نے کہا میں نے سنا خوب ہی بنا بنا کر باتیں کیں۔ تیرا یہ کہنا کہ اس لشکر میں سے کسی سے معاویہ ملاقات کرنا تو وہ تو ہوتا۔ بالکل لغو ہے۔ اگر معاویہ میرے پاس آتا تو میں اس کی ذرا تعظیم نہ کرتا اور اس کی ملاقات سے مجھے کوئی فخر حاصل نہ ہوتا اور یہ بات کہ میں اہل عراق کا سردار اور امیر ہوں اور قبیلہ کنہہ کا امام جناب امیر المومنینؑ کی موجودگی میں کسی شخص کو رتبہ سرداری و سروری اور مقام سیادت و مہتری کا سزاوار نہیں۔ یہ تمام اوصاف حضرت علیؑ کے لیے لائق و سزاوار ہیں۔

عثمان کے انعام و احسان کی بات کا جواب یہ ہے کہ میں نے تھوڑے دنوں اس کی خدمت کی اور اس نے مجھے ایک علاقہ کا امیر مقرر کر دیا تھا۔ جس سے مجھے کوئی شرف اور بزرگی حاصل نہیں ہوئی اور ہمارے لشکر کے نامور لوگوں کا جو تو نے ذکر کیا اور ہر ایک کو عیب لگایا اس کی وجہ سے تو میری نگاہوں میں حقیر ہو گیا۔ سرداروں کو عیبوں سے منسوب کرنا اور ان کی اخلاقی برائیوں کو مشہور کرنا بڑی نالائق حرکت ہے۔ اور اہل عراق کا حمایت کرنا اس لیے ہے کہ ہر شخص پر واجب اور لازم ہے کہ جس ملک یا موضع میں رہتا ہو وہاں کے باشندوں کی رعایت ملحوظ خاطر رکھے۔ ہاں کوئی ایسا طریقہ اختیار کرنا کہ جنگ موقوف ہو جائے اور خونریزی ظہور میں نہ آئے۔ اس کے لیے تم ہم سے زیادہ سزاوار ہو۔ تاہم میں بھی انشاء اللہ تعالیٰ غور و فکر کروں گا۔

عتبہ کو اشعث نے لاجواب کر دیا۔ اور وہ مایوس اور خفیف ہو کر الٹا پھر گیا۔ اور معاویہ کے پاس پہنچ کر تمام کیفیت کہہ سنائی۔ معاویہ نے نعمان بن بشر کو بلا کر کہا۔ شاید معاملہ تیرے حسن تدبیر اور سعی سے طے ہو جائے اور پھر جنگ سے واسطہ نہ پڑے۔ سچ یہ ہے کہ جنگ کو بہت طول ہو گیا ہے اور انتہا درجہ کی خونریزی ہو چکی ہے۔

نعمان بن بشر نے کہا جیسا تو حکم دیتا ہے ویسا ہی میں عمل میں لاؤں گا اور سعی تبلیغ کے ساتھ ان لوگوں سے جیسا مناسب ہو گا کہوں گا۔ یہ کہہ کر سوار ہوا اور علیؑ کے لشکر گاہ کی طرف چلا۔ قریب پہنچ کر ٹھہرا اور پوچھا قیس بن سعد بن عبادہ کہاں ہے۔ اس سے کہہ دو کہ نعمان بن بشر آیا اور تجھ سے کچھ کہنا چاہتا ہے۔ قیس کو خبر ہوئی تو سوار ہو کر اس کے پاس آیا پوچھا اے نعمان کیا کہتا ہے۔ نعمان نے کہا جو شخص ایسے گروہ کو جو تیروں سے جنگ کرتا ہو سچ میں پڑ کر جنگ سے روک دے اور اس گروہ کو جو گراہی میں مبتلا ہو راہ راست کی ہدایت کرے گویا اس نے تمام جہان کا انصاف کیا ہو گا۔ اے انصار یو تم نے بڑی غلطی کی ہے کہ عثمان کو خستہ حالت میں چھوڑ دیا اور اس کے دوستوں اور مددگاروں کو جنگ جہل میں

قتل کر دیا۔ اور عثمان کو خستہ حالت میں چھوڑ دینے کے بعد تم علیؑ سے بیعت نہ کرتے اور اسے بھی بے یار و مددگار چھوڑ دیتے تو آسان امر تھا۔

مگر تم نے حق کو ذلیل کر کے چھوڑ دیا ہے اور باطل کی امداد کی ہے۔ اور اسی پر اکتفا نہ کر کے شامیوں پر بڑے بڑے ظلم کئے ہیں ان سے مقابلہ آرا ہو تم نے نابی دلیروں اور تجربہ کار بہادروں کو مار ڈالا ہے۔ باوجود اس کے اگر تم سے کوئی شخص مارا گیا جس سے علی کو رنج ہوا ہے تو تم اس کے پاس جا کر تسلی دیتے اور فتح و ظفر کا وعدہ کرتے ہو۔ اس وقت میں نے یہ دیکھ کر کہ ہم تم میں سے بے شمار آدمی کام آچکے ہیں اور معاملہ حد سے تجاوز کر گیا ہے۔ واجب جانا کہ تجھ سے اس امر کو بیان کروں شاید تو کوئی تدبیر سوچے اور تمام قوم کی تباہی و بربادی سے پہلے اس خرابی کے دفعہ میں کوشش کرے۔ والسلام! قیس بن سعد بن عبادہ نے نعمان کی باتیں سن کر قہقہہ لگایا۔ اور کہا مجھے ذرا بھی اس بات کا گمان نہ تھا کہ تو ایسے کلمات زبان سے نکالے گا۔ عثمان کے بے یار و مددگار چھوڑ دینے کی یہ بات ہے کہ لوگوں نے ایسے شخص کو خستہ حالت میں چھوڑا ہے۔ جو تجھ سے اور تیرے باپ سے بہتر تھا۔ اور جنگ جمل کا واقعہ ایسا ہے کہ ہم ان سے اس وجہ سے لڑے کہ انہوں نے جناب امیر المومنینؑ سے بیعت کر کے بد عمدی کی اور بیعت توڑ کر مخالفت اختیار کی اس واسطے ان سے جنگ کرنا واجب ہو گیا تھا۔

ربا معاویہ! خدا کی قسم اگر تمام عرب بھی اس کی خلافت کے لیے بیعت کر لیتا تو انصار اس وقت تک بھی اس کی اطاعت اختیار نہ کرتے بلکہ اس سے بمقابلہ و بمقاتلہ پیش آتے اور موجودہ معرکہ آرائیوں کا یہ حال ہے کہ ہم جناب امیر المومنینؑ کی طرفداری میں جنگ کر رہے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ حضرت رسول خداؐ کے ہر کلمہ ہو کر مشغول جہاد ہیں ہم چاہتے ہیں کہ اس جنگ کو برقرار رکھ کر اپنے چہرے تلواروں پر نثار کریں اور سینوں کو نیزوں کے مقابلے پر رکھیں۔ یہاں تک کہ حق اپنے مرکز پر آٹھرے۔ **ظہر من اللہ و ہم کارہون**

اے نعمان دیکھ کہ معاویہ کے ساتھ ظلیق اور اشراب کے سوا کوئی نہیں ہے۔ مہاجر و انصار کہاں ہیں۔ وہ سب علی کی خدمت میں رہ کر جنگ کر رہے ہیں کیا معاویہ کے ساتھ ہیں وہ اور تم دونوں اور مسلمہ بن مخلدہ کو بھی اسلام میں سبقت حاصل نہیں۔ نہ باپ کی طرف سے نہ اولاد کی طرف سے۔ اور آج تو ہم پر حجت لاتا ہے۔ کیا تو نے اپنے باپ کی سنت اختیار کی ہے تیرے باپ نے بھی سقیفہ بنی ساعدہ میں اسی قسم کی باتیں کی تھیں اور اسی طرح کے بے ہودہ کلمات زبان سے نکالے تھے۔ جا میرے سامنے سے دور ہو جا تیری ایسی باتوں اور تجھ جیسے پچھاؤ زاد بھائی پر بھی لعنت ہے۔

نعمان قیس بن سعد سے یہ سخت کلمات سن کر نادم و شرمندہ الٹا پھرا اور بہ وقت واپسی کتنا جاتا تھا۔ میں ایسی ملامتوں اور اس طرح کی سخت باتوں کا سننے والا نہ تھا۔ میں نے بڑی غلطی کی کہ پسر سعد سے سوال و جواب کیا۔ قیس بھی واپس چلا آیا اور راہ میں کہتا تھا:

والواقضات بكلل اشعث اغیر

حروض العجون بعشها الواکبات

ما این منخلہ مغلیا اسیا فنا

عنن بحارہ والانسمان

خدمت امیر المومنین علی ابن ابی طالبؑ میں معاویہ کی ایک جماعت

دوسرے دن فوج نے جنگ کرنے کا ارادہ کیا مگر معاویہ نے اجازت نہ دی اور نہ لشکر کو مرتب کیا۔ بلکہ قریش میں سے عمرو بن عاص، عتبہ بن ابی سفیان، عبدالرحمن بن خالد بن ولید، ضحاک بن قیس، حبیب بن سلمہ وغیرہ کو چند سرداران شام

سمیت جناب امیر المومنینؑ کی خدمت میں بھیجا لشکر گاہ کے قریب پہنچ کر قاصد بھیجا اور اجازت چاہی۔ حضرت علیؑ نے انہیں طلب فرمایا انہوں نے حاضر ہو کر سلام کیا آپ نے جواب سلام دیا۔ اس وقت آپ کی مجلس میں اکثر مہاجر و انصار موجود تھے۔ آپ نے فرمایا اے اہل شام تم کس غرض سے آئے ہو اور کیا مطلب رکھتے ہو؟

عمرو عاص نے کہا اے ابو الحسنؑ بہتر یہ ہے کہ پہلے آپ ہی کچھ ارشاد فرمائیں کیونکہ آپ کو ہر امر میں سبقت حاصل ہے سب سے پہلے جو شخص خدا پر ایمان لایا اور جس نے واحدانیت کی پہلی گواہی دی اور محمدؐ کی نبوت کو سچا جانا وہ آپ ہی ہیں اور جس نے سب سے پہلے قبلہ کی طرف رخ کر کے نماز ادا کی وہ بھی آپ ہی ہیں ان سابقہ اور گزشتہ فضیلتوں اور اوصاف حمیدہ کے سبب اور کسی کو رتبہ میسر نہیں ہو سکتا کہ آپ سے پیشتر گفتگو کرے پس انب و افضل یہی ہے کہ آنجناب ہی زبان اقدس سے کلام برکت التیام شروع فرمائیں۔

جناب امیر المومنین علیؑ نے فرمایا میں نے اپنی زندگی میں سب سے پہلے حمد و ثناء الہی میں زبان کھولی اور بولنا شروع کیا اور یہی ذکر جاری رہے گا اور امید کرتا ہوں کہ وقت وفات بھی ایسا ہی عمل میں آئے گا۔ اس لیے میں ابتداء میں حمد الہی جل شانہ بیان کرتا ہوں جس نے مجھے انواع اور اقسام کے انعامات و نعمتائے حسنة کرامت فرمائی ہیں اور میرے ہی لیے مخصوص کی ہیں۔ میں نے اپنی زبان کو ظاہر و باطن اور راحت و مصیبت میں ہمیشہ حمد و ثناء خالق کو نبین سے آشنا رکھا ہے۔ اور ہمیشہ رکھوں گا۔ اور گواہی دیتا ہوں کہ خدا ایک اور ہر شے پر قادر ہے اس کا کوئی شریک یا مشیر مددگار نہیں۔ اس نے حضرت محمدؐ کو جو تمام نبیوں کے سردار ہیں برحق طور پر خلقت کے لیے بھیجا اور اہل عالم کے واسطے باعث رحمت و برکت فرمایا اور خاتم پیغمبران کیا۔ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی پیغمبری کے فرض کو باحسن ادا فرمایا اور جو کچھ احمر الہی تھا سب خلقت کو سنا دیا۔ جملہ شرائط نبوت و رسالت بجالائے۔ لوگوں کو راہ راست دکھلائی امت نے آپ کی ہدایت کے ذریعہ سے سعادت ابدی حاصل کی اور کفر و شرک کی تاریکیوں سے نکلے۔

از خاک لالہ رست ز عکس جمال او مہ سجدہ برد پیش رکاب کمال او

از شرق تابدہ غرب دم امثال او ہر دیدہ کہ دید خطے از مثال او

صلوٰۃ اللہ و سلامہ علیہ اس کے بعد جناب رسالت ماب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد مبارک کا ذکر کیا پھر دیگر خلفائے گزشتہ کے زمانہ کی آسائش و فتنہ و فساد کی طرف سے امن و امان ہونے کا اعلان فرمایا اور کہا جس وقت لوگوں نے عثمان کی مخالفت اختیار کی تھی میں نے ہر چند چاہا کہ آتش فساد بجھ جائے اور سعی کی کہ عثمان کو ان لوگوں کی ایذا سے محفوظ رکھیں۔ مگر عثمان نے غرض مند لوگوں کے ہرکانے کے سبب اپنے نامناسب افعال سے روگردانی نہ کی اور وہ باتیں اختیار کیں جو قانون شریعت میں نہ تھیں بدکار لوگوں کے کہنے سننے پر چلتا تھا اور خیر خواہ دوستوں کی نصیحت پر ذرا توجہ نہ کرتا تھا۔ میں نے یہ دیکھ کر کہ یہ نصیحت کی بات نہیں سنتا خانہ نشینی اختیار کر لی۔

پھر لوگوں نے عثمان کو مار ڈالا۔ اس واقعہ کے متعلق نہ میں نے کوئی حکم دیا اور نہ کچھ ارادہ کیا تھا۔ جب لوگوں نے اسے مار ڈالا تو سب مل کر میرے پاس آئے کہ اب کچھ چارہ جوئی اختیار کرنی چاہیے۔ میں نہ چاہتا تھا کہ حضرت رسول خداؐ کے بعد ملت کے کسی کام میں شریک ہوں۔ مگر مہاجر و انصار نے متفق ہو کر مجبور کیا ناچار ان کی رضامندی مد نظر رکھنی پڑی اور وہ سب بہ خوشی خاطر میری اطاعت میں اس شرط پر داخل ہو گئے کہ میں کتاب الہی اور سنت جناب مصطفیٰؐ پر عمل در آمد کروں گا۔ آج یہی قرار ہے جو کل تھا۔ اور وہی بات کر رہا ہوں جو پیشتر کہی تھی جس شخص نے مجھے قبول کر کے میرے حکم کو مان لیا اور دائرہ اطاعت و بیعت کے اندر آ گیا اس نے سعادت حاصل کر لی اور ہر طرح کی نعمتوں سے بہرہ ور ہو گیا

اور جس نے انکار کیا اور خطا کاری و سرکشی پر مصر ہو بیٹھا وہ راہ راست سے دور جا پڑا اور جہالت و ضلالت سے ملحق ہو گیا۔

جناب امیر المومنینؑ کے اس ارشاد کے بعد عمرو عاص نے تقریر شروع کی۔ حمد خدا کے بعد جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود بھیجا اور کہا اللہ تعالیٰ عثمان کو بہشت کرامت فرمائے۔ اور جو کچھ اس پر ظلم ہوئے وہ اس کے گناہوں کا کفارہ ہو جائے۔ جناب رسول خداؐ کا بہترین صحابی تھا۔ حسب و نسب اور خاندان کے لحاظ سے بلند مرتبہ تھا۔ اور دامادی رسول خداؐ کا دودھرا شرف حاصل تھا۔ جس شخص نے قتل عثمان کی جرات کی اور ایسا بڑا گناہ جائز سمجھا اللہ تعالیٰ اس سے جواب طلب کرے اس کی سزا دے گا اور جو کچھ اس کے اعمال کے لائق ہو گا فرمائے گا۔ خدا کی قسم ہم علیؑ کے ان سابقہ اوصاف اور وسائل عالیہ سے خوب آگاہ ہیں جو آپ کو خدمت رسول خداؐ میں حاصل ہو چکے ہیں۔ ان سب کو اول سے آخر تک اور اہل عالم کی نسبت واضح اور بہتر طور پر جانتے ہیں۔

نیز آپ کے دوستوں صحابروں اور انصار کے عالی مراتب اور اوصاف حمیدہ سے بھی ہم منکر نہیں ہیں اور کم و بیش ان سے واقف ہیں۔ اور ان کی بزرگیوں اور خوبیوں کو جانتے پہچانتے ہیں۔ پھر حضرت علیؑ کے فضائل اور مناقب اور حسن اخلاق و سیرت سے کب انکار ہو سکتا ہے۔

فضائل و مناقب کہ خاندانش داشت براں سپہر دلیل است آفتاب گواہ

علی ابن ابی طالبؑ کے مکارم حسنہ محتاج شرح و بیان نہیں۔ ہماری غرض اس جلسہ سے صرف اسی قدر ہے کہ کسی طرح یہ فساد مٹ جائے۔ اور مسلمانوں کی خوریزی نہ ہو، اس امر میں ہم نے غور و فکر کے بعد ایک تجویز سوچی ہے۔ ہم امیدوار ہیں وہ پسند فرمائی جائے اور توفیق الہی رسی ہو کر ایسے طریق پر کہ طرفین راضی رہیں یہ کام انجام کو پہنچ جائے اور صلح و صفائی ہو جائے اس وقت شامی سردار اور عراق کے بزرگ خدمت حضرت علیؑ میں موجود ہیں اور سب خواہش مند ہیں کہ آج معاملہ طے ہو جائے۔ اور شرف سعادت سے صبح راحت کا ظہور ہو جائے۔ اگر اجازت ہو تو جو کچھ سوچ رکھا ہے اس سے کسی قدر خدمت بابرکت میں عرض کریں۔ اگر رائے عالی کے موافق ہو تو عین مراد بر آئے۔ ورنہ کسی اور طریق جو ازراہ مصلحت بہتر معلوم ہو اس آتش فساد کو بجھانا چاہیے۔

عمرو عاص کی اس گفتگو کے ختم کرنے پر جناب امیر المومنین نے فرمایا چرب زبانی اور طول سخن کو چھوڑ کر وہ رائے پیش کر جو سوچ رکھی ہے۔ تاکہ اس کی برائی بھلائی پر رکھی جائے۔ شریل بن سمط کنزی بولا اے معارف عراق گواہ ہو کہ اللہ تعالیٰ نے ہم میں انساب و ارحام و تعلقات کے ذریعے سے بہت سے حقوق قائم کر دیئے ہیں۔ جن کی رعایت واجب و لازم ہے۔ اے ابو الحسن ہمیں معلوم ہے کہ جناب رسول خداؐ کے ساتھ آپ کا سب سے اول اور اعلیٰ درجہ کا تعلق ہے اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو بے اندازہ علم و حلم، شجاعت اور تجربہ کاری، بزرگی و عزت اور حسن سخاوت وغیرہ اوصاف عطا کئے ہیں۔ خدا خوب آگاہ ہے اور تم بھی جانتے ہو کہ ہم جہالت کی وجہ سے جنگ کر رہے ہیں اور ہزار ہا خلقت بے فائدہ قتل ہو رہی ہے اور اگر ایک ہفتہ اور اسی طریق پر جاری رہی تو ہم میں سے کوئی گھر میں رہنے اور چراغ جلانے تک کو زندہ نہ رہے گا۔ اس لیے ہم نے سوچا ہے کہ ازراہ کرم نوازی عراق و حجاز کی طرف مراجعت فرمائیں اور ہم شام واپس چلے جائیں۔ اور اس جنگ سے دستبردار ہو جائیں کہ زیادہ مسلمانوں کا خون نہ سکے۔ اور عورتیں بیوہ اور بچے یتیم ہونے سے محفوظ رہیں۔ اور یہ فتنہ و فساد دور ہو کر راحت و امن قائم ہو۔ اللہ واقف ہے اور اسی کا علم کفایت کرتا ہے کہ میں نے یہ امر محض خدا کے واسطے اور طرفین کی درستی احوال اور بھلائی کی غرض سے کہا ہے اور حق ہمسائیگی کے خیال کے سوا

کوئی اور خواہش نہیں اور توفیق خدائے جل شانہ کی طرف سے ہے۔

جب شرجیل یہ کلمے کہہ چکا تو جناب امیر المومنینؑ نے فرمایا۔ خدا کی قسم میں نے اس معاملے میں بہت کچھ غور و فکر کیا ہے، تمام پہلوؤں پر نظر ڈالی ہے، ہر ایک پس و پیش کو سوچا اور بڑی فکر سے اس معاملے کی ابتدا اور انجام کا اندازہ کیا ہے لیکن انجام کار یہی واضح ہوا کہ یا تو تم سے جنگ کی جائے یا پھر جو کچھ جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل ہوا ہے اس سے کافر ہونا پڑتا ہے۔ خدا کی قسم اگر اس واقعے کے متعلق میری جان بھی مسلمانوں پر قربان ہو جاتی اور ان کی خونریزی ظہور میں نہ آتی تو میں بخوشی گوارا کرتا اب مصلحت یہی ہے کہ تم معاویہ سے کوء دشمنی ترک کر کے جس امر پر مہاجر و انصار رضامند ہیں وہ بھی رضامند ہو جائے۔ اور میں خدا سے درخواست کرتا ہوں کہ حق کو باطل پر کرامت فرمائے خدا کی قسم مجھے صاف نظر آ رہا ہے کہ جو شخص معاویہ کا طرفدار ہو کر مجھ سے جنگ کر رہا ہے قیامت کے دن وہ آتش دوزخ میں جلے گا۔

شرجیل حضرت علی علیہ السلام کا یہ کلام سن کر کھڑا ہوا اور ساتھیوں سے کہا کیوں بیٹھے ہو کھڑے ہو جاؤ کہ ہم یہاں سے چلیں۔ یہ شخص کسی بات کو نہ مانے گا۔ اور ہمارے پاس اس کے واسطے بجز آب شمشیر کوئی اور شے نہیں۔ وہ لوگ اٹھ کر چلے گئے اور باہم کہتے تھے کہ جناب محمد مصطفیٰ کے خدا کی قسم تمام عرب ہلاک ہو گیا اور سب کے سب اسی فساد پر حرم میں گئے اب اس غضبناک جنگ اور بے اندازہ مصیبت کا کوئی علاج نہیں۔

جب معاویہ کے پاس پہنچے تو جو کچھ جناب امیر المومنین علیہ السلام سے سنا تھا سب کہہ سنایا۔ معاویہ بہت گھبرایا اور بے قراری کے مارے رات بھر نہ سویا۔ اب دونوں لشکروں نے جنگ کی تیاری کی اور رات بھر کوئی آدمی نہ سویا۔ جناب امیر المومنینؑ نے بعد نماز عشاء یہ خطبہ پڑھا۔ اس خدائے جل جلالہ کے لیے حمد و ثناء زیبا ہے جس نے اپنے احکام اور تقدیری امور اور موت و حیات کو ایسا منضبط اور مضبوط قائم کیا ہے کہ کوئی فرد بشر اور کوئی مخلوق اس کے قاعدوں اور ظہورات میں کسی طرح بھی ذرہ بھر فرق یا نقصان نہیں کر سکتا، اگر وہ چاہتا تو عالم میں دو شخصوں کو بھی ایک دوسرے سے مخالفت نہ ہوتی۔ اور امت میں عداوت یا فساد نہ پڑتا نہ باطل امر حق سے انکار کرتا نہ بے ہودہ لوگ فاسقوں پر سبقت لے جانا چاہتے۔ ولو شاء اللہ ما قتلوا ولكن اللہ يفعل ما یرید یعنی اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو قتل و قوع میں نہ آتا اور لیکن اللہ تعالیٰ جو کچھ ارادہ کرتا ہے اسے ظہور میں لاتا اور ہمیں اسی خدا کا حکم محکم اور ارادہ واثق یہاں پر لایا ہے اور اس بھنور میں پھنسیا ہے۔ ہم جس قدر سانس لے رہے ہیں اور قدم اٹھا اٹھا کر رکھ رہے ہیں اور کم و بیش کام کر رہے ہیں خواہ وہ خطرناک ہوں یا مومن وہ خدا ان سے آگاہ ہے بلکہ اس کا علم ہمارے ہر ایک وہم و گمان اور دلی خیالات اور ارادوں پر بھی محیط ہے۔ اگر اسے منظور نہ ہوتا تو بد افعال لوگوں کو سزا اور نیکیوں کو نیک بدلایا جہاں میں بھی رہے دیتا۔ لیکن اس نے دنیا کو محض جائے افعال بنایا ہے اور آخرت کو جائے قرار۔ لیجزی اسار بما عملوا او یجزی الذی احسنوا بالحسنی یعنی بے شک برا بلا دیتا ہے اس شخص کو جو برے کام کرتا ہے اور نیکیوں کو جزا دیتا ہے عطا فرماتا ہے۔

آگاہ ہو کہ تمہیں کل اپنے دشمنوں سے جنگ کرنی ہوگی آج رات کو خدا کا ذکر کرتے رہو نمازیں پڑھو، قرآن کی تلاوت کرو اور خدا تعالیٰ سے فتح و نصرت کی دعائیں مانگو۔ اور کل جس وقت جنگ کی طرف توجہ کرو کامل صبر و استقلال سے سعی کرو اور اسے موجب نجات و حسنت سمجھو۔ دیکھتے ہو کہ تمہارا اور تمہارے دشمن کا معاملہ کس حد تک پہنچ چکا ہے اور کہاں تک پہنچے گا۔ مہم کا اعتبار آخری نتیجہ پر منحصر ہوتا ہے اور جبکہ خاتمہ فتح کے ساتھ نہ ہو تو اچھی بات نہیں۔ تم نے شروع میں بڑی بڑی کوششیں اور ہمتیں کی ہیں لازم ہے کہ انجام کار کے وقت بھی کسی قسم کی سستی اور کاہلی کو پاس نہ آنے

وینا۔ اللہ تعالیٰ کی مرضی اور حکم پر نظر رکھنا مقابل راہ باطل پر ہیں لیکن دیکھو پھر بھی وہ کس طرح سعی کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے تم حق پر ہو اور تمہاری سعی اور کوشش ان سے بہت زیادہ ہونی چاہیے۔ یاد رکھو کہ ہم کل علی الصبح جنگ کریں گے۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ ہمارے درمیان فیصلہ فرمائے گا اور وہی سب سے بڑھ کر ہے جو حکم صادر فرمانے والا ہے۔

جب جناب امیر المومنینؑ نے یہ خطبہ پڑھا فوج والوں نے بخوشی تمام تیاریاں شروع کر دیں۔ اور انتظار کرتے تھے کہ کس وقت صبح نمودار ہو اور دن روشن ہو کہ معرکہ ہرانی کریں سب کو یقین تھا کہ صبح کو سخت ترین جنگ ہوگی۔ جناب امیر المومنینؑ کے ہمراہیوں کی یہ کیفیت تھی کہ ایک شخص نے بھی آنکھ نہ جھپکائی۔ دوسری طرف معاویہ اپنے لشکر سے کہہ رہا تھا اے شامیو تم کو سخت مہم سے سامنا پڑا ہے کیونکہ تمہیں اپنے بھائیوں ہی سے جنگ کرنی ہے۔ اس صورت میں جبکہ تم نے یہ جنگ چھیڑ دی ہے تو بالضرور اسے انجام تک پہنچانا لازم ہے۔ تمہیں تین کاموں میں سے ایک کام ضرور کرنا چاہیے یا یہ تصور کرو کہ تم یہ جنگ محض رضامندی خدا کے لیے کر رہے ہو۔ اور اس گروہ سے لڑتے ہو جس نے تم پر ظلم و ستم کئے ہیں یا سمجھو کہ ایک غیر ملک کی طاقت نے تمہارے دروازوں پر جمنا کر لیا ہے اور چاہتے ہیں کہ تمہیں تمہارے وطن سے نکال دیں اور تمہارے گھر چھین لیں یا یہ خیال کر لو کہ ایک گروہ تمہارے زن و فرزند کی گرفتاری کے لیے آیا ہوا ہے بہر حال اپنے ننگ و ناموس کی حفاظت کے لیے اپنی اپنی جان لڑا دینی چاہیے۔

معاویہ کے ایک ساتھی نے یہ کلمے سنے: اور اس جنگ اور اس کے خطرہ کے متعلق یہ قطعہ کہا جس کے یہ چند شعر جو نہایت ہی فصیح اور اچھے ہیں درج ذیل ہیں:

الایمت هذا الليل اطلبی سرملنا

فان بک لیلے حسانا بصباحہ

و حلت الی برج الکو اکب مصعلنا

واما نواری فی البلاد لیس لی

قواد و لوجاروت خابلق ببعلنا

جلنا و علی اند غمر مختلف بہ

الندھر ما التی السلبون موعنا

فقد لا بن ہند ما الذی انت ضائع

ان ثبت ام یعنون فی الحرب لعنوا

معاویہ اس قطعہ سے بہت برا فروختہ ہوا اور چاہا کہ اس شاعر کو مروا ڈالے اور کہا اللہ اسے ہلاک کرے جہاں بھاگ کر جائے گا میں اسے قتل کروں گا۔ شاعر نے اس کا یہ ارادہ سن کر بوقت شب فرار کیا اور خدمت امیر المومنینؑ میں آ حاضر ہوا۔ اور پانچویں حفاظت ہو کر تمام کیفیت عرض کی پھر آپ کے زیر سایہ امن میں ہو بیٹھا۔ معاویہ آج رات بھر بہت ہی مضطرب اور غمگین رہا اور اس معرکہ سے بد دل ہو گیا بہت ہار بیٹھا لیکن پھر اپنے دل کو تسلی دی اور اللہ تعالیٰ کی مرضی و منشاء پر بکتی ہو کر جنگ کی تیاری شروع کی۔ جب سورج نکلا اہل لشکر میں زیادہ بے تابی پھیلی کیونکہ ہر ایک کو یہی خیال تھا کہ آج کی جنگ بڑی بہت ناگ ہوگی اور بہادر لوگ جان توڑ کر جنگ کریں گے۔

اب تمام جوانان لشکر بعجلت تمام جنگ کی تیاری میں مصروف ہوئے اور مختصر صدور فرمان روز روشن ہوتے ہی طرفین کی صفیں درست ہو گئیں۔ اور ہر شخص نے جنگ کی پوری تیاری کر لی۔ جناب امیر المومنین علیہ السلام نے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زره طلب کر کے زیب بدن فرمائی اور آنحضرتؐ کی شمشیر حائل کر کے جناب رسول خداؐ کی دستار سر پر باندھی اور انہی کی سواری کے مرکب پر سوار ہو کر دونوں لشکروں کے درمیان تشریف لا کر کھڑے ہوئے اور یہ آواز بلند فرمایا اے لوگو اگر تم میں سے کوئی شخص اپنے آپ کو خدا کے ہاتھ فروخت کرنا چاہتا ہے تو وہ آج ہی کا دن ہے

کیونکہ یہ دن مدتوں یادگار رہے گا مجھے اسی خدا کی قسم ہے جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے کہ اگر یہ لوگ دین کی حدود کو ضائع نہ کرتے اور حقوق کے باطل کرنے میں سامی نہ ہوتے اور ظالم گروہ سرکشی کے ساتھ ظہور نہ کرتے اور شیطان وسوسہ اور فساد برپا نہ کرتا اور یہ لوگ ازراہ کفر و گناہ اور اخفائے حقوق و نعم رب العزت سے سرکشی نہ کرتے تو میں ہرگز ہرگز اس میدان میں قدم نہ رکھتا اور اپنے آرام و راحت پر اس جنگ و جدل کو ترجیح نہ دیتا لیکن کیا کروں یہ امر نہایت ضروری تھا کہ اس گمراہ جماعت کو راہ راست پر لاؤں اور انہیں سچے راستے پر چلنے اور دینی طریقوں کے برتنے کی ہدایت کروں جبکہ معاملہ اس درجہ تک پہنچ چکا ہے تو سوائے جنگ کے کوئی چارہ نہیں۔

الغرض یہ کہ عورتوں کے ہاتھوں کا رنگ مندی ہے اور مردوں کا خضاب خون ہے۔ اور تمام امور میں سب سے افضل صبر ہے۔ خاص کر میدان جنگ میں نکل کر سستی اور کاہلی سے کسی شخص نے ناموری حاصل نہیں کی۔ اور انہی دو خصلتوں سے بد نصیبی اور مایوسی حاصل ہوتی ہے۔ اقبال اور نصیب محنت و مشقت کے ساتھ ہے۔ اور صبر و نفرت باہم ملتی ہیں اور ثابت قدمی اور استقلال سے مشکل کام آسان ہو جاتے ہیں۔ اگر آج گردوغبار زبان کے ذائقہ کو تلخ کر دے گا تو کھل فتح مندی منہ میٹھا کر دے گی۔ یاد رکھو کہ ان لوگوں کے دلوں میں ابھی تک جنگ احد اور بدر کا کینہ باقی ہے اور معاویہ کے دل میں جو زمانہ جاہلیت کا عناد بیٹھا ہوا ہے وہ آج اسے کار آمد کرنا چاہتا ہے اور چاہتا ہے کہ اپنے دل کے قدیمی اور دیرینہ زخموں اور رنجوں کا آج مداوا کرے۔ اور اپنی ذلی مراد بر لائے۔ **فقاتلوا انتم الکفر انهم الایمان بهم لعلہم یتھون** عراق اور حجاز کے نامور ماجرو انصار نے کہا یا امیر المومنین علیہ السلام ہم آج تک یقین کامل اور عقل سلیم کی بدولت آپ کی رضامندی کے لیے ان لوگوں سے جنگ کر رہے تھے۔ اور جبکہ عمار یا سر آپ کی طرف سے معاویہ کے لشکر کے ہاتھوں سے شہید ہو گیا تو اگر کوئی قدرے قلیل شبہ تھا تو وہ جاتا رہا۔ اور ہم پر صاف ظاہر ہو گیا ہے کہ یہ لوگ باغی ہیں اور ہمارا خیال و یقین آپ کی جانب کامل اور خدمت متابعت کے لیے زیادہ مستحکم ہو گیا ہے اور ہم سب آپ کے سامنے موجود ہیں اور زبانوں سے آپ کے ساتھ عہد کر لیا ہے اور خدمت گزاری اور فرمانبرداری کے لیے کمریں کس رکھی ہیں۔ آپ اطمینان سے پیشوا بنیں اور ہم آپ کی پیروی کریں گے۔ اور مشکل سے مشکل کام کے لیے آپ ارشاد فرمائیں کہ اسے ہم فرمانبرداری سے انجام دیں۔

جناب امیر المومنین علیہ السلام نے یہ کلمات سن کر ان کی تعریف و تحسین کی اور مرکب بڑھایا۔ اور عراق و حجاز کے دس ہزار مسلح سواروں نے شمیر آبدار کھینچ کر آپ کی متابعت میں باگیں اٹھائیں۔ حضرت علی رجز خوانی فرماتے جاتے تھے اور عدی بن حاتم طائی عقب پر تھا۔ جب معاویہ کے لشکر کے متصل پہنچا جناب امیر المومنین نے فرمایا میں حملہ کروں گا اور تم دس ہزار سوار مرے ساتھ ہی اس طرح حملہ کرنا کہ ایک دوسرے سے علیحدہ نہ ہونے پاؤ۔ اور تمہارا حملہ محض ایک شخص کے حملے جیسا ہونا چاہیے۔ یہ فرما کر آپ نے حملہ کیا اور ان دس ہزار سواروں نے بھی آپ کا ساتھ دیا۔ اور ایک بارگی لشکر معاویہ پر ٹوٹ پڑے اور اس کے لشکر کی صفوں میں سے ایک صف کو بھی درہم برہم کئے بغیر نہ چھوڑا۔ اور اس قدر آدمی قتل کئے کہ گھوڑوں کے اگلے پچھلے پاؤں خون سے رنگین ہو گئے۔ اب معاویہ کا لشکر ٹھنڈا پڑ گیا۔ ذرا بھی طاقت جنبش و حرکت نہ تھی۔ معاویہ نے عمرو عاص سے مخاطب ہو کر کہا اے ابا عبد اللہ صبر کا وقت ہے تاکہ کل کے دن فخر کر سکیں۔

عمرو نے کہا تو سچ کہتا ہے۔ لیکن آج موت حق اور زندگی باطل ہے۔ اگر علیؑ نے اسی طرح ایک اور حملہ کر دیا تو ہم سب اور سارا لشکر فنا ہو جائے گا۔

اشتر نعشی اپنے چچا زاد بھائیوں اور رشتہ داروں سے مخاطب ہو کر کہہ رہا تھا۔ اے آل منج اگرچہ تم نے دانتوں سے پتھر پکڑ لیا ہے مگر خدا تعالیٰ کی خوشنودی ابھی تک حاصل نہیں کی۔ کیونکہ دشمنوں میں ابھی تک آٹا ہراس و کاہلی نمایاں نہیں ہوئے تم مرد میدان ہو پستان شجاعت سے تم نے دودھ پی رکھا ہے اور جنگ و جدل میں پرورش پائی ہے۔ اے بہادر اور جری سوارو! اور دلاورو! تم کہاں ہو آج ہی کا دن شجاعت کا ہے کوشش کرو کہ اللہ تعالیٰ کی رضا مندی حاصل کرو یہ کہہ کر حملہ کیا اور اس کے عزیزان قبائل منج نے بھی اس کے ہمراہ حملہ کر دیا۔

شامی ان کے حملہ کو دیکھ کر حیران رہ گئے۔ ہاتھ پاؤں پھول گئے۔ آج اشتر ایک بڑے قدر آور سیاہ گھوڑے پر سوار تھا۔ ایسا تیز رفتار کہ سموں کی آہٹ تک نہ ہوتی تھی۔ اور یمانی شمشیر ہاتھ میں تھی۔ اس کی حرکت کے ساتھ ہی لوگوں کو یہ گمان ہوتا تھا کہ یہ جلتا ہوا انگارا ہے اور ہاتھ کے بلند ہونے کے وقت اس کی چمک سے آنکھیں چندھیا جاتی تھیں۔ وہ گھوڑا پیچھے چلے کر رہا تھا اور وہ تلوار تھی کہ برابر قطع و برید کر رہی تھی۔ نہ خود اس کو تکان معلوم ہوتا تھا نہ مرکب ہی ٹھکتا تھا۔ نہ اس تلوار میں بل آتا تھا۔ اتنی شمشیر بازی کے بعد اس نے تلوار کو نیام میں رکھ کر نیزہ سنبھالا اور زیادہ شدید حملے کر کے شامیوں کو قتل کرنے لگا۔ آخر کار اس کا نیزہ ٹوٹ گیا۔ اور وہ رک کر رجز پڑھنے لگا۔ جناب امیر المومنین علیہ السلام کے طرفداروں میں سے ایک شخص نے دیکھ کر کہا اللہ تعالیٰ اس شخص کا مددگار ہو جو۔ اگر یہ شخص خالص نیت اور اعتقاد واقعی سے جنگ کر رہا ہو۔ لیکن مجھے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ محض دکھانے اور نمونہ کے لیے ایسا کر رہا ہے اور رضا مندی خدا کی بجائے خلقت کی زبان سے تعریفوں اور بھلائیوں کا آرزو مند ہے۔ اشتر یہ بات سن کر غضبناک ہوا اور کہا:

ابھا الجاهل المسی الظن مثل بحر فيہ الطنون

ان من باء ذینہ سغون

ہست ممن باع الہدی سہواہ

وہ شخص اشتر کا یہ شعر سن کر شرمندہ ہوا اور کہا:

صابت ظنونی فی رجال کثیرة و احتفاظی فی الاشر المالک

و ما کان لیما قلت اثم و انما توصیتہ ان لا اعود لذلک

غرض یہ جنگ اسی طرح جاری رہی یہاں تک کہ آفتاب نصف النہار سے گزر گیا اور نماز ظہر کا وقت جاتا رہا نمازیں بھی قضا ہو گئیں۔ جناب امیر المومنین نے عین کارزار کے وقت انصار کو آواز دے کر کہا آج کے دن جنگ سے منہ موڑنا دین سے پھر جانا ہے۔ پھر یہ آیت پڑھی۔

قل عز من قائل و لنبونکم حتی نعلم المعاہلین منکم و الصابین و نبولوا اخبارکم اگر بہشت کی طلب اور خدا کی

رضامندی درکار ہو تو مسی و درنگ نہ کرو بلکہ سعی و کوشش عمل میں لاؤ۔

سب سے پہلے جس نے یہ سن کر حملہ کیا ابوالہیثم بن التیمان تھا رجز خواں ہو کر پیچھے چلے کر آیا اور لڑتا تھا آخر قتل ہو گیا۔ رحمتہ اللہ علیہ۔ ایک انصاری عورت نے اس کا بہت اچھا مرثیہ کہا:

متع الیوم ان اذوق الرقاد مالک قد مضی و کان عناد

یا بالہیثم بن تیہا الی ضربت

اصبحوا غرضتہ لکلہ عقاب

رحم اللہ تلکم الا جانا

اس کے بعد حمیمہ بن ثابت و شہادتین نے رجز پڑھی اور حملہ کر کے معاویہ کے لشکر کے کئی آدمی قتل کئے۔ پھر شہید ہوا

اس کا مرفیہ اس کی بیٹی سیدہ نے کہا۔

عین جوادی علی حلیمہ بالدمع قتل الاحزاب يوم الفرات
قتلوا ذی الشہادین عیمانہ ادوک اللہ منہم بالیراب
لعن اللہ معشر اقلوہ و ما ہم بالعزیز و الاناب
پھر ابو خالد انصاری کے دونوں بیٹے خالد اور غلہ نے میدان جنگ کی راہ لی۔ خالد حملہ کرتا ہوا یہ کہتا تھا:
ہنا علی و الہدی بقوہ من خیر عبان قریش عرہ
اور بروقت حملہ غلہ کی زبان پر جاری تھا:

ہنا علی و الہدی اسامہ ہذا الذی ثبتنا لہ
دونوں نے بڑھ چڑھ کر حملے کئے اور لشکر معاویہ کے چالیس بہادر قتل کر ڈالے آخر کار جام شہادت نوش کیا۔ یہ دیکھ کر اشتر
رو دیا۔

جناب امیر المومنینؑ نے دیکھ کر فرمایا اللہ تجھے نہ رلائے کیوں روتا ہے؟ اشتر نے کہا میں دیکھتا ہوں کہ بہت سے آدمی آپ
کی خدمت گزاری میں قتل ہو ہو کر درجہ شہادت حاصل کر رہے ہیں اور میں زندہ اور سعادت شہادت سے ابھی تک محروم
ہوں۔ اسی سبب سے رو رہا ہوں۔ حضرت علیؑ نے نوازش فرما کر تعریف کی اور خوش خبری دے کر یہ اشعار فرمائے۔

ای یومک من الموت لقر یوم لم تقلو ام یوم قنو
یوم لا بعد ولا نغش الردی و عن المقدور ولا بغش العلو
اب جو لوگ آپ کی خدمت میں حاضر تھے انہوں نے دیکھا کہ معاویہ کا کچھ لشکر ایک بلندی پر موجود ہے۔ بڑی چستی سے
حملہ کیا اور انہیں وہاں سے ہٹا کر انہوں کو قتل کر دیا۔
سعد بن قائل عجل نے اس حال کو یوں نظم کیا ہے:

لست انسی مقام عنان باللہل و لو غش ما اطل الغمام
القصد لڑائی اسی شدت کے ساتھ جاری رہی۔ سواروں نے پیدل ہو کر اور گھنٹے ٹیک ٹیک کر ایک دوسرے کے منہ پر
شمیر زنی کی اور جھنڈے زمین پر پڑے تھے اور اس قدر گرد و غبار اٹھا ہوا تھا کہ ہاتھ کو ہاتھ بھائی نہ دیتا تھا۔ نمازیں بھی
قضا ہو گئیں۔ کسی کو اتنی مہلت نہ تھی کہ نماز پڑھتا صرف اشاروں اور تکبیروں سے ارکان نماز ادا کر رہے تھے۔ ہر شخص
حرب و ضرب میں سعی بلیغ کر رہا تھا اور معاویہ کا لشکر بھی ثابت قدمی کے ساتھ جان لڑا رہا تھا یہاں تک کہ رات ہو گئی۔
اور لڑائی بدستور جاری رہی بہادر قتل و قح کر رہے تھے یہاں تک نوبت آپہنچی کہ ہاتھوں سے پکڑنے اور دانٹوں سے کاٹنے
تھے۔ جناب امیر المومنینؑ کبھی جنگ کرتے اور کبھی جانب آسمان سر اٹھا کر دیکھتے اور یہ دعا پڑھتے۔

یا اللہ یا رحمن یا احد یا صمد یا اللہ یا مرسل محمد اللہم الیک نفلت الاقام و افضل القلوب و رفعت الابدی و
امتدت الایمان و شخصت الابصار و طلبت الحوائج انا تشکر الیک غیبہ نبینا صلی اللہ علیہ والہ و کثیرہ عبنا و
نشتت اھواننا ربنا التح بیننا و بین قوسنا بالحق و انت خیر الفاتحین

یعنی اے اللہ اور یکتا اور پاک اللہ جہاں کے پیدا کرنے والے اور جناب محمد مصطفیٰ کے بھیجے والے خدا سے پناہ چاہتے
والے تجھ سے پناہ چاہتے ہیں اور تیری ہی طرف دل جھکتے اور ہاتھ بلند ہوتے ہیں گردنیں تیری طرف اٹھتی ہیں اور
آنکھیں تیری طرف امید کی نگاہوں سے نکلتی ہیں۔ تجھی سے آرزو طلب کی جاتی ہیں۔ بے شک ہم تیری ہی جناب میں

شکایت کرتے ہیں کہ ہم سے ہمارا پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم علیحدہ ہو گیا اور ہمارے دشمن بے شمار ہو گئے ہیں اور ہمارے پریشان کرنے والوں کی تعداد بڑھ گئی ہے۔ اے خدا تعالیٰ ہمارے کاموں کو حل فرما اور ہم میں اور اس قوم میں حق کو ظاہر کر تو سب سے بہتر کار ساز ہے۔ اس کے بعد لشکر کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا:

سید و اعلیٰ بوکت اللہ یعنی خدا کے فضل و بھروسہ پر حملہ کرو۔ پھر فرمایا لا الہ الا اللہ واللہ اکبر کلمتہ التوقیٰ اب جناب امیر المومنین علیہ السلام نے شیر غبضناک کی طرح اسی تاریکی شب میں لشکر معاویہ پر حملہ کیا۔ آپ کے ساتھی پس پشت حملہ آور تھے جس وقت حضرت علیؑ کسی شامی کو اپنے ہاتھ سے قتل کرتے تھے تو زبان مبارک سے تکبیر فرماتے تھے۔

ابو محمد احمد بن اعثم کوئی کا بیان ہے کہ اس شب جناب امیرؑ کی پانچ سو تیس تکبیریں شمار میں آئیں۔ ہر تکبیر پر آپ نے ایک شامی قتل کیا تھا۔

شام کے بزرگ لوگ آج شب کو عین ہنگامہ کارزاری میں زاری کنناں تھے اور فریاد کرتے تھے کہ خدا سے ڈرو اور ان تھوڑے سے باقی ماندہ آدمیوں کو جو ہزار ہا میں سے باقی رہے گئے ہیں چھوڑ دو۔ ان کی بیوی بچوں پر رحم کرو اب تو جنگ سے باز آؤ مگر کوئی نتیجہ نہ نکلتا تھا تمام رات اسی طرح جنگ رہی۔ سورج نکل آیا تب بھی وہ خونریز جنگ جاری تھی۔

اب سورج نکل آیا مگر وہ آتش جنگ ذرا کم نہ ہوئی۔ بہادر جوان پیہم حملے کرتے اور خون بہاتے تھے۔ کہتے ہیں کہ بعض معتر اشخاص نے اس رات اور دن کے کشتوں کا شمار کیا تو طرفین کے چھتیس ہزار آدمی کام آئے۔ ابھی جنگ جاری تھی۔

معاویہ نے یہ دیکھ کر عمرو عاص سے کہا تو نے جو تدبیریں سوچ رکھی تھیں وہ کہاں ہیں اب ان کا وقت ہے کہ کسی تدبیر سے علیؑ کی جماعت اور کام میں خلل ڈالے ورنہ ہم سب مارے گئے اور لشکر شام میں سے ایک شخص بھی زندہ نہ بچے گا۔ جو اسلحہ ہی اٹھالے جائے۔

عمرو نے حکم دیا کہ نیموں میں جس قدر قرآن شریف ہیں انہیں نیزوں پر باندھ کر لشکر علیؑ کے سامنے بلند کریں اور بلند آواز سے کہیں اے مسلمانوں! اگر تم مسلمان ہو تو ان قرآنوں کو دیکھ کر جو ہم نے نیزوں کی نوکوں پر لٹکا رکھے ہیں تامل کرو۔ یہ کلام الہی اور وحی منزل ہے۔ ہم اس پر ایمان لائے ہوئے ہیں اور اسی کے مطابق تم سے پیش آتے ہیں اگر تم بھی مسلمان ہو اور خدا کو پہچانتے ہو اور قرآن شریف پر عمل پیرا ہو تو اسی قرآن کے مطابق تم بھی ہم سے سلوک کرو۔ اے معاویہ یہ وہ حیلہ ہے جو ایسے ہی موقع کے لیے رکھ چھوڑا تھا میں امید کرتا ہوں کہ ہمارے منشا اور مرضی کے مطابق کام بن جائے گا۔

ماسوا اس کے ہم نے اشعث بن قیس اور کچھ ایسے ہی بہادران لشکر علیؑ کو فریب دے کر ڈگدگا دیا ہے اور وہ ایسے ہی حیلے کے منتظر ہیں۔ یقیناً جس وقت قرآن نیزہ کی نوکوں پر باندھ ہوں گے لشکر علیؑ السلام کا ایک آدمی بھی جنگ کے لیے آگے نہ بڑھے گا۔ اور جنگ رک جائے گی۔

شامیوں نے اس بات کو بہت پسند کیا۔ فی الفور قرآن شریف اٹھا لائے اور نیزوں کے سروں پر لٹکائے بعض نے کلام الہی کے بجائے صرف اینٹیں ہی باندھ لیں اور بعض نے جلد بازی میں ایسا کیا کہ قرآن شریف کو نیزوں کی اینٹوں میں پرو کر بلند کیا۔

غرض سب کچھ کر کے غوغا کرتے تھے اور کہتے تھے اے علیؑ ہمارے ساتھ قرآن شریف کے مطابق عمل کر اور ان چند باقی ماندہ مسلمانوں کو چھوڑ دے۔ اس کے بعد عثمان کا لکھا ہوا قرآن شریف لائے اور اس کو چار نیزوں کی نوکوں پر باندھ کر

جناب امیر کے سامنے لائے اور با آواز بلند کہا اے عراق والو یہ جل شانہ کا کلام ہے۔ جو احکام اوامرو نواہی اس کتاب میں درج ہیں ہم ان پر رضامند ہیں۔ اور انہی کے مطابق تم سے پیش آتے ہیں۔ ہم اس کے فرضوں سنتوں اور لوازم شرائط کو عمل میں لاتے ہیں۔ اگر تم بھی صاحب ایمان ہو تو اس کلام الہی کا اقرار کرنا اور اس کے مطابق ہم سے سلوک کرنا لازم ہے ہماری عورتوں، بچوں اور باقی ماندہ جوانوں پر رحم کرو۔ جس وقت عمرو عاص کا یہ حیلہ ظاہر ہوا اور اشعث نے جو اس منصوبہ سے آگاہ اور منتظر وقت تھا قرآن شریفوں کو برسر نیزہ دیکھا تو جناب امیر کی خدمت میں دوڑا آیا اور کہا اب کوئی عذر باقی نہیں رہا آپ ہر روز کہتے تھے کہ میں ان کے ساتھ کتاب خدا اور سنت جناب رسول خدا کے مطابق کام کرتا ہوں اب وہ بھی کہتے ہیں اور قرآن شریف لا کر جیسا آپ سن رہے ہیں آواز دے رہے ہیں آپ بھی ان کو قبول فرمائیں۔ اور ان باتوں کو عمل میں لائیں ورنہ ہم آپ کا ساتھ نہ دیں گے اور آپ کے حکم سے ایک خالی تیر تک دشمنوں کی طرف نہ پھینکیں گے۔ جناب امیر المومنین نے فرمایا تم مجھ سے کہتے ہو کہ کتاب خدا کے مطابق ہم سے برتاؤ کیا کرو؟ کیا میں ہمیشہ سے اسی بات کو نہیں کہہ رہا ہوں اب جو ان لوگوں نے دیکھ لیا ہے کہ ہمیں فتح حاصل ہو رہی ہے اور وہ اپنی شکست سے مطلع ہو گئے ہیں اس لیے حیلہ کھڑا کیا ہے اور چاہتے ہیں کہ اس بہانہ سے ہمیں پسپا کر دیں۔ اور اپنی جانیں بچالیں۔ اے اشعث ہرگز اس فریب میں نہ آنا اور معاملہ کو مکر اور دغا سمجھنا حسب معمول مصروف جنگ رہو کہ فتح قریب ہے۔

لطف پروردگار جل شانہ سے ابھی نسیم ظفر چلا چاہتی ہے۔ دم بھرا اور خاموش رہ کر اس بات سے باز آتھ جیسے سرداران قوم کی زبان سے ایسے کلمات کا نکلنا اوروں کو بھی دوسوہ میں جتلا کر دے گا اور وہ بھی کہنے لگیں گے۔ اشعث نے کہا پناہ بخدا میں تو کبھی اس فعل سے واقف نہ ہوں گا ایک گروہ تو ہمیں کتاب خدا اور سنت رسول خدا کی طرف بلائے اور ہم نہ مانیں بلکہ ان پر تلواریں کھینچ کر جنگ کریں اور اگر اس امر میں آپ کو کسی قسم کا تردد واقع ہو تو مجھے اجازت دیجئے کہ معاویہ سے صلح کر اصل کیفیت دریافت کروں۔

جناب امیر المومنین نے فرمایا جو صحیح صحیح حال ہے اور ان لوگوں کا مکرو فریب مجھے معلوم ہے میں نے اس سے تجھے آگاہ کر دیا ہے آئندہ تجھے اختیار ہے۔

اشعث معاویہ کی طرف روانہ ہوا۔ اور قریب پہنچ کر پوچھا اے معاویہ قرآن شریف نیزوں پر کس لیے لٹکائے ہیں اس نے کہا اس لیے کہ ہم اور تم قرآن شریف کے احکام مندرجہ کے مطابق باہم صلح اور اتفاق پیدا کریں اور ان تمام مضامین الہی کے مطابق عمل درآمد کریں۔

اشعث نے کہا درست ہے اس کے بعد پلٹ کر خدمت جناب امیر المومنین میں حاضر ہوا۔ معاویہ کی گفتگو عرض کی پھر ایک شامی اہلی گھوڑے پر سوار اور کھلا ہوا قرآن شریف ہاتھوں پر لیے دونوں صفوں کے بیچ آکھڑا ہوا۔

اور یہ آواز بلند کہا اے لوگو سنو! پھر یہ آیات پڑھیں:

الم ترالی الذین او تو انصبنا من الكتاب اللہ لحکم بنہم ثم بتولی فریق منهم و ہم معروضون و ان یکن لہم الحق باتوا اللہ مذمنین انی قلوبہم مرضی ام الی تابوا ام یخافون ان یحیف اللہ علیہم و رسولہ اولئک ہم الظالمون و اطعنا و اولئک ہم المفلحون

جن کا غلامہ مطلب یہ ہے کہ ایک گروہ ہے جسے کتاب الہی کی طرف متوجہ کرتے ہیں کہ اس کے مندرجہ احکام کے مطابق ان کے ساتھ برتاؤ کیا جائے۔ مگر وہ انکار کرتے ہیں اور احکام الہی کو قبول نہیں کرتے اور شامی کا مدعا یہ تھا کہ اس

مضمون کو لشکر جناب امیر المومنین علیہ السلام کی طرف عائد کرے۔

غرض جس وقت شامیوں نے نیزوں پر قرآن لٹکائے اشعث ان کے فریب اور دھوکہ میں آکر راہ راست سے پھر گیا۔ لشکر امیر المومنین میں ان باتوں کا چرچا ہونے لگا۔ ہر شخص اپنی سی کہتا تھا، اسی طرح راہوں میں اختلاف واقع ہو گیا۔ کوئی کہتا تھا ہمیں خدا کی طرف بلائے ہیں قبول کر لینا چاہیے۔ اور کوئی یہ کہتا تھا کہ ان لڑائیوں سے تنگ آ گئے ہیں اور ہمارے بہت سے بہادر ہلاک ہو چکے ہیں آج مخلصی کی نوبت آ پہنچی ہے ہمیں اس پر عمل کرنا چاہیے تاکہ باقی آدمی ہلاک نہ ہو جائیں۔

الغرض ہر شخص اپنی اپنی کہتا تھا۔ اسی اثناء میں سفیان بن ثوری الکبریٰ نے کھڑے ہو کر کہا اے اہل عراق ہم شامیوں سے اس لیے لڑ رہے تھے کہ انہیں کتاب اللہ کی طرف متوجہ کریں اور وہ انکار کرتے تھے آج وہ ہمیں اسی کتاب خدا کی طرف بلائے ہیں پھر ہم کب انکار کر سکتے ہیں۔ اگر ہم انکار کریں گے تو ان سے ہم کو جنگ کرنا ہر حق ہو جائے گا۔ جیسا کہ کل تک ہمیں ان کے ساتھ لڑنا حلال تھا اور علی ابن ابی طالب اس بات کو نہیں چاہتے اور جس امر کو شامی چاہتے ہیں اس کی ذرا پرواہ نہیں کرتے محض اپنے کام کی دھن میں مصروف ہیں۔ لڑنے کے لیے حکم دیتے ہیں اب ہم جنگ نہ کریں۔ ہمارے تمام بہادر ہلاک ہو چکے ہیں۔ مصلحت یہی ہے کہ اب صلح اور صفائی ہو جائے۔

پھر کدوس بن ہانی اسکر می کھڑا ہو گیا اور بولا کہ ہم نے معاویہ سے بیزاری اختیار کی ہے اور یقین کامل ہے کہ ہمارے کشتے شہید ہیں اور ہمارے زندہ مرد آتش و دوزخ سے بری ہیں اور علیؑ راہ حق اور طریق نیک پر ہیں۔ ان معاملات میں انصاف ہی کی بات کہوں گا اور جو شخص راہ حق پر ہو گا وہ ضرور منصف ہو گا۔ ان تمام امور میں زیادہ قیل و قال کی ضرورت نہیں۔ علیؑ راہ حق ہے جس شخص نے علیؑ کا ساتھ دیا اس نے مخلصی پائی اور جو مخالف ہو وہ ہلاک ہوا۔ میرا تو یہی اعتقاد ہے۔

اس کے بعد خالد بن معمر دوسی نے اٹھ کر کہا اے امیر المومنین ہم اس لیے خاموش ہیں کہ ہم سے بڑھ کر اور لوگوں میں طاقت گویائی ہے بلکہ ہماری طبیعتوں میں بھی جوش و خروش موجود ہے۔ ہم بہت کم گفتگو کرتے ہیں کہ قدر سخن نہ جائے اب تک ہم اس خیال میں تھے کہ جب مدعا حاصل ہے اور ہم حق پر ہیں اور آپ کی خدمت اور متابعت کے سبب ہمیں تمام سعادتیں حاصل ہیں تو بے فائدہ بولنے کی کیا ضرورت ہے۔

گمراہ بعض آدمی اپنی فصاحت کا استعمال کرنے لگے ہیں۔ اور ہم سے بڑھ کر چلنا چاہتے ہیں تو لازم ہوا کہ ہم بھی کچھ زبان کھولیں خلاصہ یہ کہ صائب رائے وہی ہے جو آپ کی رائے ہے۔ اگر آپ مصلحت سمجھیں تو ان لوگوں کی بات جنہوں نے نیزوں پر قرآن شریف باندھ رکھے ہیں اور ہمیں احکام خدا کی طرف ہدایت کرتے ہیں منظور فرمائیں اور اگر آپ یہ جانتے ہیں کہ یہ ان کا کردار فریب ہے اور وہ اس دعا بازی سے آپ کے پیچھے رہا ہونا چاہتے ہیں تو آپ کچھ فکر نہ فرمائیں بدستور اپنے کام میں مصروف رہیں ہمیں آپ کی اطاعت اور فرمانبرداری میں کچھ پس و پیش نہیں ہے۔

پھر حصین بن منذر نے جو عمر میں اس سے بہت کم تھا کہا اے لوگو آگاہ رہو کہ اس دین کی بنیاد تسلیم و رضا پر ہے اور امور شرع میں خیالات اور قیاس کو دخل نہ دو آئین وین کو شک و شبہ سے خراب نہ کرو۔ اور یقین جانو کہ جناب امیر المومنینؑ جو کچھ فرماتے ہیں اور عمل میں لاتے ہیں سب صحیح برحق اور موجب امن ہے۔

اگر مخالف کے کلام کے جواب میں آپ انکار فرمائیں تو ہمیں بھی انکار کر دینا چاہیے۔ اور اگر آپ کی زبان مبارک سے ہاں نکلے تو ہمیں بھی آپ کی متابعت اور اطاعت لازم ہے۔ تمام امور میں ہم نے فرمانبرداری اختیار کر رکھی ہے اور اب

بھی مطیع ہیں اور آئندہ بھی رہیں گے۔

اب رفاعہ بن شداد بجلی اٹھا اور یہ رفاعہ اصحاب امیر المومنینؑ میں سب سے زیادہ فاضل شخص تھا۔ بولا صاحبو کوئی مشکل امر لاحق نہیں ہوا۔ نہ یہ کوئی بڑی بات ہے۔ یہ قوم آج ہمیں اس امر کی طرف توجہ دلاتی ہے جس کی طرف ہم انہیں بلا تے ہیں۔ اب دیکھ لینا چاہیے اگر وہ راستی پر ہیں اور فریب سے کام لینا نہیں چاہتے تو ہمیں ان کی بات مان لینی چاہیے۔ ورنہ کچھ اور غرض ہو اور جناب امیرؑ سے اتفاق نہ کریں اور آپ کی خلافت اور امامت پر رضامند نہ ہوں تو ہمیں اپنا کام جاری رکھنا چاہیے۔ برزخہ تلواریں ہمارے ہاتھوں میں ہیں انہیں بدستور قتل کریں تا وقتیکہ راہ راست پر نہ آئیں۔ اور جناب امیر المومنینؑ کی بیعت اور فرمانبرداری اختیار نہ کریں۔

لشکر کے مشہور و معروف سرداروں اور امیروں میں سے ہر شخص نے اس قسم کی رائے دی۔ پھر جناب امیر المومنین علیہ السلام کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا جو کچھ آپ کی رائے مبارک ہو وہی ہماری رائے ہے۔ آپ حکم دیں کہ ہم اسے بجا لائیں اور بیس ہزار شمشیر زن آدمی جو از سر تا پا اسلحہ میں غرق تھے تلواریں سونت کر آپ کے سامنے آئے یہ وہی لوگ تھے جن کی پیشانیوں پر سجدوں کے نشان تھے اور ان میں کچھ قاری قرآن بھی تھے بعد ازیں ان کے دلوں پر شقاوت چھا گئی اور وہ داخل خوارج ہو گئے۔ جس وقت یہ بیس ہزار مرد بایں صورت و ہیبت خدمت امیر المومنین میں حاضر ہوئے تو سب نے اظہار اطاعت کیا۔ مگر ان میں سے ایک قاری قرآن نے جو بعد میں خارجی ہو گیا بڑھ کر کہا تم جانتے ہو کہ ہم نے عثمان کو اسی واسطے مار ڈالا تھا کہ ہم اس سے کہتے تھے کہ ہمارے ساتھ قرآن شریف کے احکام کے ساتھ عمل در آمد کروہ انکار کرتا تھا۔ اب یہ لوگ تجھے خدا کی طرف بلا تے ہیں تو ان کا کتنا مان در نہ ہم تجھے گرفتار کر کے ان کے حوالہ کر دیں گے یا جس طرح عثمان کو مار ڈالا ہے اسی طرح تجھے بھی ہلاک کر دیں گے۔ اب انہوں نے تیرا انصاف کر دیا تو ان کا انصاف کر۔

جناب امیر المومنینؑ یہ کلمات اور باتیں سنتے تھے اور تعجب و تامل کرنے ہوئے خاموش تھے۔ پھر سراٹھا کر فرمایا اے قوم کیا میں وہی شخص نہیں ہوں جس نے سب سے پہلے قرآن شریف کا اقرار کیا اور اسے مانا ہے اور شروع واقعہ سے اب تک یہی بات میں ان سے سن رہا تھا اور اب بھی کہہ رہا ہوں اور انہیں کتاب الہی کی طرف بلاتا ہوں۔ پھر مجھ سے یہ کہنا کہ تو کتاب الہی کے احکام کے خلاف عمل کرتا ہے۔ روز اول سے ہی ان لوگوں کے ساتھ میرا یہی کلام ہے اور رہے گا۔ لیکن اتنی بات ہے کہ میں کل تک تمہارا حکم تھا اور آج محکوم ہوں اور کل تک تم کو روکنے والا تھا اور آج روکا ہوا۔ اب میں کچھ نہیں کر سکتا کیونکہ تمہاری حالت برگشتہ دیکھتا ہوں اور اس واقعہ کے سبب میری زبان بند اور طبیعت منضض ہو گئی ہے مجھ سے کچھ کہنے کی ضرورت نہیں جبکہ میں کہہ چکا ہوں کہ یہ سراسر کفر و فریب ہے۔ جس کے ذریعہ وہ ہمارے ہاتھ سے رہائی پانا چاہتے ہیں۔ تم میرا حکم نہیں مانتے بلکہ مجھ پر تمہت لگاتے ہو۔ اصل بات یہ ہے کہ تم مسلسل جنگ سے اکتا گئے ہو اور زندگی کو بہتر سمجھتے ہو۔ جو کچھ مجھے کہنا تھا کہ چکا آئندہ تمہیں اختیار ہے۔ اگر میرے حکم پر چلتے سعادت اور ہدایت حاصل کرتے اور جبکہ تم اپنی خواہشوں کو عمل میں لاتے ہو میں تم کو روک نہیں سکتا۔ والسلام!

ان لوگوں نے کہا تو آدمی بھیج کر اشتر کو بلا لو جو برابر جنگ میں مصروف ہے۔ اشتر اس وقت فتح مبین کے بالکل نزدیک تھا۔ قریب تھا کہ وہ معاویہ کو شکست دے۔ اور اس کے لشکر کو اتر اور پریشان کر کے بھاگ دے۔ جناب امیر المومنینؑ نے اشتر کے پاس قاصد بھیجا کہ جنگ سے ہاتھ روک کر واپس آ۔ اشتر نے قاصد سے کہا جا امیر المومنینؑ سے کہہ دے کہ اب واپس آنے کا وقت نہیں ابھی فتح حاصل ہوا جاہتی ہے ذرا توقف کرو اور مجھے واپس نہ بلاؤ۔ قاصد نے واپس آ کر اشتر کا

جواب سنایا اور جس جگہ اشتہارنگ کر رہا تھا وہاں سے زیادہ تر شور و غل اور گرد و غبار اٹھان لوگوں نے جناب امیرالمومنینؑ سے کہا ہم نے تو آپ سے یہ درخواست کی تھی کہ اشتہار کو واپس بلا لو کہ وہ جنگ نہ کرے اور تم نے اسے یہ کہا بھیجا کہ جنگ میں زیادہ سعی اور کوشش کرے۔ جب سے آپ کا قاصد وہاں سے پھرا ہے اشتہار زیادہ تندی اور سختی سے جنگ کرنے لگا ہے۔

جناب امیرالمومنینؑ نے کہا سبحان اللہ میں نے تمہارے سامنے ہی قاصد سے بلند آواز سے کہا تھا کہ اشتہار سے کہہ کہ جنگ سے ہاتھ روک لے اور واپس آ۔ میں نے اس کے سوا قاصد سے کچھ اور نہ کہا تھا۔ نہ اس سے تنہا یا کان میں کوئی سرگوشی کی تھی۔ پھر فرمایا جا اور اشتہار کو واپس بلا لا اور کہہ کہ میں تجھے جنگ کرنے کا حکم نہیں دیتا۔ فوراً واپس آ کیونکہ یہاں تو ایک فتنہ برپا ہو گیا اور ایک عجیب واقعہ رونما ہو گیا۔ قاصد روانہ ہو گیا اور سب باتیں من و عن جانسنیں۔ اشتہار نے کہا شاید نیزوں پر قرآن شریفوں کے باندھنے کے سبب مجھے واپس بلا تے ہیں۔ قاصد سے کہا خدا کی قسم میں سمجھ گیا کہ اسی وجہ سے یہ امر واقع ہوا ہے۔ کیا یہ لوگ اتنا نہیں سمجھتے یہ تو عمرو عاص کا کھض ایک فریب ہے۔ جس کے ذریعہ وہ مفر چاہتے ہیں۔ میں دیکھتا ہوں کہ ہماری فتح قریب ہے اور میں اب دم بھر میں فتح یاب ہوتا ہوں پھر کس طرح واپس ہو جاؤں۔ قاصد نے کہا اگر فتح ہوئی اور واپس پہنچنے پر حضرت امیرالمومنینؑ کو زندہ نہ پایا تو کیا ہو گا۔ اشتہار نے کہا ایسی جنگ پر لعنت ہے۔ خدا کی قسم میں تمام جہان کی بادشاہت کو بھی گوارا نہ کروں گا اگر حضرت امیرالمومنینؑ کو نہ دیکھ پاؤں۔ قاصد نے کہا یہی بات ہے اور صاف صاف تمام کیفیت جو ان لوگوں نے جناب امیرالمومنینؑ کے سامنے بیان کی تھی کہ اگر اشتہار جنگ سے واپس نہ بلایا تو ہم عثمان کی طرح آپ کو بھی قتل کر دیں گے کہہ سنائی۔ اشتہار کے سخت غضبناک ہوا۔ تلوار پھینک کر الٹا پھرا۔ اور کہتا تھا اے اہل عراق اور اے ذلیل و منافق لوگو اور اے منافق و دشمن گروہ یہ کیا بے ہودہ حرکت ہے جو تم نے اختیار کی ہے۔ اب جبکہ مراد بر آنے کے قریب ہے اور فتح ظاہر ہوا چاہتی ہے فضل اللہ اور مدد خدا سے حصول مقاصد کا جلوہ رونما ہوا چاہتا ہے تم نے فتنہ برپا کر دیا۔ اور پسرنا۔ خدا کے کرو قریب میں آ کر گمراہ ہو گئے اور اس ظالم کی دغا بازی میں آ کر ایسے بے ہودہ کلمے کہنے لگے کہ مجھے میدان جنگ سے واپس بلا لیا۔ کیا تم نہیں سمجھتے کہ یہ عمرو عاص کا کرو فریب ہے۔

غرض و فور غم سے دلگیر ہو کر اسی قسم کے کلمے کہے اور خاموش ہو کر کھڑا ہو گیا۔ اشعث بن قیس نے کہا ہم کل تک خدا کی راہ میں ان سے جنگ کر رہے تھے اور آج بھی خدا کے لیے ان سے جنگ موقوف کرتے ہیں۔ اشتہار نے کہا خدا کے واسطے ایسی باتیں نہ کہو اور اپنے آپ کو غلط فہمی میں نہ ڈالو۔ مجھے ایک لمحہ کی مہلت دو کہ فتح کے آثار ظاہر ہو چکے ہیں۔ مجھے اجازت دو کہ واپس جا کر انہی نہایت خروش اسلوبی سے اس مہم کا خاتمہ کئے دیتا ہوں۔

اشعث نے کہا میں اجازت نہ دوں گا کہ حضرت دنت نہیں۔ اشتہار نے کہا صرف ایک ہی جملہ اور کر لینے دے اس سے زیادہ جنگ نہ کروں گا کہ فتح پالوں گا۔ پورا یقین ہے کہ اگر تھوڑی دیر کے لیے وہ پھر حملہ کرنا دیکھیں گے تو بھاگ نکلیں گے۔ اور فتح و نصرت ہمیں نصیب ہو گی۔

اشعث اور دوسرے لوگوں نے جواب دیا تو اس جنگ کا مواخذہ دار بنے گا اگر ہم نے اجازت دی تو اس گناہ میں ہم بھی شامل ہو جائیں گے۔ اشتہار نے کہا لشکر کے شرفاء مارے گئے اور کینے لوگ زندہ رہ گئے۔ اور تم آج تک راہ حق پر تھے اب راہ باطل پر چلنے لگے تم بہت جلد اس کے وبال میں گرفتار ہو گے۔

قاریوں اور لوگوں نے آواز دی کہ ایسے کلمات سے باز آ جبکہ نیزوں پر قرآن شریف لکھے ہوئے دیکھ رہے ہیں اور آوازیں

من رہے ہیں کہ وہ ہمیں قرآن کے احکام کی طرف بلا رہے ہیں۔ تو ہم تیری اور امیر المؤمنین کی فرمانبرداری ہرگز نہ کریں گے۔

اشتر نے کہا افسوس تمہیں فریب دیا گیا ہے اور تم دھوکے میں آ گئے ہو اور اس جنگ میں تمہیں امر حق سے دور جا ڈالا ہے۔ تم نے یہ حالت پسند کر لی اور جنگ سے منہ موڑ ڈالا۔ پھر ان لوگوں کی طرف منہ کر کے کہا ہم سمجھتے تھے کہ تمہاری پیشانیوں پر سجدوں کے نشان دنیا میں پرہیزگاری اور شرفیابی کی علامت ہے اور آخرت میں اللہ جل شانہ کی رضا کا موجب ہوگا۔ مگر آج سورج سے روشن تر ہو گیا کہ تم طالب دنیا اور خواہشوں کے ہاتھوں میں کھیل رہے ہو۔ تم پر لعنت ہو کہ تم ہم سے دور جا پڑے، کاش قوم ثمود کی طرح تم بھی برباد ہو گئے ہوتے۔ اور ہم تمہاری ہم نشینی اور بد اعتقادی کی آلائش سے بچے رہتے پھر ان کو گالیاں دینے لگا۔ اور وہ بھی گالیوں سے پیش آئے۔ اور ایک کو ڈان ان کے منہ پر مارا۔ اشتر نے بھی ان کے منہ پر کوڑا لگایا۔ آخر کار ایک نے دوسرے کے قتل کا ارادہ کیا۔ اشتر کے چچا کی اولاد اشتر کی طرفداری کے لئے اٹھ کھڑی ہوئی۔

قریب تھا کہ دوسرا فساد برپا ہو جائے جناب امیر نے انہیں تسلی دی اور حضرت کے ایک ہوا خواہ نے کہا اے اشتر حضرت علیؑ نے ان لوگوں کی بات قبول کر لی ہے تو کس لیے رضامند نہیں ہوتا۔ اشتر نے کہا جس امر سے امیر المؤمنین رضامند ہوں میں بھی رضامند ہوں۔ الغرض معاویہ کا کام بن گیا۔ حالانکہ وہ بالکل ناامید ہو چکا تھا۔ بلکہ اسے اپنے زندہ رہنے کی بھی آس نہ رہی تھی۔ اب اس حیلے سے فتح پائی۔

اس نے اس واقعہ کے بعد خود بھی ذکر کیا ہے کہ جس وقت اشتر جنگ کر رہا تھا میں اس سے درخواست کرنے کو تھا کہ میرے واسطے حضرت علیؑ سے امان طلب کر کہ میں آپ کی خدمت میں حاضر ہو جاؤں۔ اور ارادہ یہ تھا کہ اس اثناء میں بھاگ جاؤں۔ لیکن مجھے عمر بن خطابؓ کے اشعار یاد آ گئے۔ پھر میں نے دل مضبوط کر کے قدم جمائے اور جنگ کرتا رہا یہاں تک کہ حضرت علیؑ نے اشتر کو واپس بلا لیا اور وہ چلا گیا اس طرح مراد بر آئی۔ وہ اشعار یہ ہیں۔

ان لی عضتی وانی ہلالی	واخر محمد بالمین الذبیح
واعطانی علی المکروہ مالی	وصولی ہامتہ البطل المسیح
وقولی کلما حنتات جاسب	مکانک تجمدی او تستریح
لادفع عن مائر صالحان	واخمی بعد عن عرض مسیح
بدی سطب کلون الملح صاف	ونفس ما تقو علی القبیح

الحاصل جناب امیر المؤمنین علیہ السلام نے فرمایا جبکہ یہ لوگ ہمیں قرآن شریف کی طرف بلا تے ہیں۔ اگر سچائی اور صفائی کے ساتھ یہ ارادہ رکھتے ہیں تو اس سے بہتر اور کیا ہے۔ میں ان سب باتوں سے بہت خوش ہوں۔ اور چاہتا ہوں کہ ان کاموں کا رواج دوں جن کو کلام الہی رواج دینا چاہتا ہے۔ اور ان طریقوں کو مٹا دوں جن کو قرآن شریف مٹانا چاہتا ہے۔ اور تم کو بخوبی معلوم ہے کہ ہم جناب رسول خداؐ کی خدمت میں حاضر رہ کر جنگ حدیبیہ میں مصروف تھے اور صلح نہ کرنا چاہتے تھے۔ اور سب یہی ارادہ رکھتے تھے کہ جنگ کریں۔ آنحضرتؐ نے ہمیں جنگ کرنے سے روکا اب یہ لوگ بھی بوجہ اضطراب ہمیں کلام الہی کی طرف بلانے لگے۔ اس لیے ہم ان کی بات کو قبول کرتے ہیں۔ تم سب خاموش رہو اور سنو کہ وہ کیا خواہش رکھتے ہیں۔

جریر بن صابر کبری نے کھڑے ہو کر کہا اے لوگو جناب امیر المؤمنین کی بات تو سنی لیکن میری بات بھی سنو۔ اگر امیر

المومنین اس مہم سے بے تعلق ہوتے اور اس کے شروع کرنے میں کم و بیش شریک نہ ہوتے تو ہمیں لازم تھا کہ تمام امور خیر و شر کے متعلق آپ سے مشورہ لیتے اور اگر حاضر ہو جاتے تو آپ سے طالب پناہ ہوتے۔ کہاں یہ کہ آپ خود ہمارے سردار حاکم پیشوا اور رہنما ہیں اور عرصے سے کار خلافت کے لوازمات کو باحسن وجہ انجام دے رہے ہیں۔ خدا کی قسم امیر المومنین آج بھی ان کی کسی اور بات کو قبول نہیں کرتے۔ مگر اسی بات کی آرزو کل کی گئی تھی اور اگر کوئی خیال بدلیں گے۔ اور اگر کسی امر غیر پر رضا مند ہو جائیں گے تو ہم بلا واسطہ ہوں گے اور ہمارے پاس ان لوگوں کے واسطے جو جناب امیر المومنین پر ظن کریں گے شمشیر کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔ اس کے بعد بنی بکر بن واسل کی ایک جماعت اٹھ کھڑی ہوئی حریت بن خالد اور خالد بن معمر۔ شفیق بن ثور۔ کردوس بن عبداللہ وغیرہ حضرت امیر المومنین کے پاس آئے اور کہا اصل حکم آپ کا حکم ہے۔ اگر آپ ان لوگوں کی بات کو قبول فرماتے ہیں تو ہم بھی قبول کئے لیتے ہیں۔ اگر آپ انکار کر دیں گے تو ہم بھی انکار کر دیں گے۔ ہم سب آپ کے فرمانبردار ہیں۔ آپ کے حضور میں حاضر اور گوش بر آواز ہیں جو کچھ ارشاد ہو اس کی تعمیل میں بجاں و دل سعی کریں گے اور آپ کی اطاعت و فرمانبرداری میں کوشش مبلغ کریں گے۔ جناب امیر المومنین نے فرمایا۔ میرے لیے مناسب ہے کہ جو لوگ قرآن شریف کے احکام پیش کرتے ہیں ان کی حرمت کروں اور جو کچھ وہ درخواست کریں اس میں مدد دوں۔ لیکن معاویہ، عمرو عاص، پسر ابو مصیط، حبیب بن مسلمہ و ضحاک بن قیس اور پسرانی ہست و بندار اور مطہج قرآن نہیں ہیں۔ میں انہیں اچھی طرح جانتا ہوں اور ان کے عادات و اطوار سے اچھی طرح مطلع ہوں کیونکہ پگھوڑے میں پڑے رہنے سے آج تک ان کے ساتھ رہا ہوں اور ظاہر و باطن میں ان کے تمام احوال و افعال دیکھتا رہا ہوں۔ لڑکپن اور جوانی کی جو کیفیت تھی وہ تھی رجولیت اور پیری کا وقت آیا تو میں نے اس وقت بھی ان کا کوئی نیک کام نہ دیکھا۔

میں یقینی طور پر جانتا ہوں کہ قرآن کا نیزوں پر باندھنا محض مکرو فریب ہے۔ ان کا مجھے قرآن شریف کی طرف بلانا اس لیے ہے کہ میں ان پر اسی بات کی نجات رکھتا تھا اور اسی لیے ان سے جنگ ہو رہی تھی۔ وہ قرآنی احکام پر رضا مند نہ تھے۔ اور خدا تعالیٰ کے اوامر و نواہی کو عمل میں نہ لاتے تھے۔ کتاب الہی کو پس پشت ڈال رکھا تھا جبکہ اس مہم کا خاتمہ ہونے کو تھا تم نے میرا ساتھ نہ دیا اور ان کے فریب میں آ کر راہ راست سے پھر گئے۔ پس جب تم نے اس مہم کی مخالفت اختیار کی تو میں کیا کرنا، ناچار تمہارا کہنا مان لیا اور تم سے مخالفت اختیار نہ کی۔ عنقریب تم اپنے فعل کا نتیجہ دیکھ لو گے۔ والسلام!

اس وقت جو لوگ آپ کی خدمت میں موجود تھے کچھ تو آپ کے کلام کی تصدیق کرنے لگے کچھ دعا اور ثناء کرنے لگے۔ اور کچھ سر جھکائے خاموش بیٹھے تھے۔

اسی اثناء میں ابو الاعور سلمی دکھائی دیا کہ معاویہ کی طرف سے قرآن شریف سر پر لئے گھوڑے پر سوار چلا آ رہا ہے۔ جناب امیر المومنین کے قریب پہنچ کر گویا ہوا کہ ہم میں سے ایک فریق دوسرے کی فرمانبرداری نہیں کرتا طرفین سے بے شمار آدمی ہلاک ہو چکے ہیں۔ ہر ایک گروہ یہی سمجھتا ہے کہ میں حق پر ہوں اور مخالف باطل پر ہیں۔ اور اس مہم کا بقیہ حصہ گذشتہ سے دشوار اور خونخوار نظر آ رہا ہے۔ قیامت کے دن ہم سب سے اس جنگ کے متعلق حساب لیا جائے گا اور جس مقام پر ہم موجود ہیں اس کے متعلق جواب دہ ہوں گے۔

میں نے اس معاملہ میں ایک بات سوچی ہے جس میں طرفین کی بہتری متصور ہے۔ اگر میری رائے کے مطابق عمل در آمد ہو تو ہم تم میں الفت و محبت قائم ہو جائے گی۔ اور خونریزی بند ہو کر یہ آتش فساد بجھ جائے گی۔ اور وہ رائے یہ ہے کہ دو

حکم مقرر کر لئے جائیں کہ کتاب الہی کے مطابق ہمارا تمہارا فیصلہ کر دیں۔ ان دو شخصوں میں سے ایک تمہاری طرف سے لیا جائے اور ایک ہماری طرف سے۔ اے علیؑ خدا سے ڈرو اور جو کچھ میں کہتا ہوں اسے منظور کر لو۔ والسلام!

جناب امیر المومنینؑ کے ہر گوشہ سے آواز آئی ہم قرآنی حکم پر رضا مند ہیں ابوالاعور نے کہا الحمد للہ ہمیں اس کی توفیق نصیب ہو اور یہ فساد اس طریق سے مٹ جائے۔ پس واپس جا کر معاویہ کے لشکر سے کہا میں نے یہ کہا تھا اور اہل عراق نے یہ جواب دیا۔ سب خوش ہو گئے اور تلواریں نیام میں رکھ کر ہتھیار کھول دیئے اور حکم مقرر کرنے کا قصد کیا۔

عمر عاص نے معاویہ سے کہا تو نے میری تدبیر کیسی دیکھی تو عراق دریا میں ڈوب چکا تھا میں نے ہی تجھے بچایا ہے۔ معاویہ نے کہا تو سچ کہتا ہے اور مجھے تیری ذات سے جن امور کی امیدیں تھیں وہ سب ظہور میں آئیں اور جس مہم کو میں نے تیری صلاح و مشورہ سے اختیار کیا تھا اس کا شروع بھی اچھا اور انجام بھی ٹھیک ہوا۔ ہر ایک امر اور مشورہ میں جبکہ تو میرا مددگار ہو میں قوی دست ہوں۔

نامہ امیر المومنینؑ معاویہ

الغرض جناب امیر المومنینؑ نے معاویہ کو خط لکھا۔ مضمون یہ تھا:

بہتر ہے کہ مسلمان آدمی ایسے افعال میں مشغول ہو کہ جو شخص نے اسے اچھا کے اور ظلم اور جھوٹ سے لوگوں کو بلاکت میں نہ ڈالے اسے معاویہ دنیا سے پرہیز کرو اور اس دنیا سے دل نہ لگا۔ آگاہ ہو کہ دنیا کی نعمتوں کو قیام نہیں اور یہاں کی راحتیں کوندنے والی بجلی کی طرح یا تیز رفتار ہوا کی مانند گزر جاتی ہیں اور یہ بھی ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جس شخص کے لیے کوئی شے مقدر نہ ہو وہ اسے نصیب نہیں ہو سکتی نہ وہ کسی ایسے درجے پر پہنچ سکتا ہے بہت سے لوگ ہیں جنہوں نے غیر حق کی طلب گاری کی اور اسے حاصل نہ کر سکے۔ اور اگر حاصل کر بھی لیا تو چند روز سے زیادہ قابو نہ پایا اور کچھ فائدہ نہ پایا۔ اور نہ کچھ فائدہ اٹھایا۔ انجام کار عذاب عاقبت میں اسی طرح جتلا ہوئے، تو اس روز کا اندیشہ کہ جس دن اپنے اعمال کا نتیجہ دیکھے گا اور جن اعمال کا مرتکب تو شیطانی ترغیب سے ہو رہا ہے ان پر پشیمان ہو گا۔ مجھے تعجب آتا ہے کہ تو مجھے حکم قرآن اور کلام کی طرف بلاتا ہے حالانکہ تو خوب جانتا ہے کہ خود نہ اہل قرآن سے ہے نہ اس کے حکم سے علاقہ رکھتا ہے۔ تو مجھے نہیں کہہ سکتا کہ احکام قرآن اختیار کرو کیونکہ میری حالت ایسی اچھی طرح سے آشکارا ہے کہ ایسے کلمے کہنے کی ذرا بھی ضرورت نہیں ہے۔ تمہارا یہ کہنا محض مکرو فریب سے علاقہ رکھتا ہے اور سب کو اس کا علم ہو گیا ہے مگر یہ اس سبب کہ ہم کلام الہی پر عمل کرتے ہیں میں نے منظور کر لیا کہ میرے اور تیرے درمیان از روئے احکام قرآن تصفیہ ہو جائے۔ اور جو شخص حکم قرآن سے رضا مند نہ ہو گا وہ سخت گمراہی میں جتلا ہو گا۔ والسلام علی عبادہ الصالحین

جواب معاویہ

معاویہ نے جواب میں لکھا: اللہ تعالیٰ مجھے اور تجھے عافیت نصیب کرے میں اس جنگ میں محض طلب خون عثمان کے لیے سعی کر رہا تھا اور نہ چاہتا تھا کہ مجھے لوگ اس معاملہ میں سستی سے منسوب کریں یا میں حق عثمان کو ترک کر دوں۔ میں سوچتا تھا کہ اس جنگ میں عثمان کا بدلہ لے لوں گا اور اگر ممکن نہ ہو اور میں اس معرکہ میں کام آگیا تو بھی اچھا ہو گا۔

کیونکہ نیک نامی کا مراد ذات کی زندگی سے بہتر ہوتا ہے۔ جبکہ جنگ کو بہت طول ہو گیا اور طرفین سے بے شمار جانیں ضائع ہو گئیں تو میں نے اس معرکہ کو ختم کر دینے کا خیال کیا۔ بہت سوچا تو یہی مصلحت دیکھی کہ میرے اور تیرے درمیان احکام قرآن کے مطابق فیصلہ ہو جائے۔ اس لیے تمہیں حکم قرآن کی طرف بلایا اور میرا اصل مطلب و مدعا یہ ہے کہ ظالم و مظلوم میں امتیاز ہو جائے۔ اور ہم امر معروف اور نہی منکر کے لوازم پر عمل کریں اور قرآن دادیہ ہے کہ جس امر کو قرآن رواج دیتا ہے تم بھی اسے رواج دو اور جسے روکتا ہے اس سے باز رہو۔ پھر انشاء اللہ اس مہم کا فیصلہ ہو جائے گا۔

نامہ امیر المومنینؑ بہ عمرو عاص

اس کے بعد جناب امیر المومنینؑ نے عمرو عاص کو خط لکھا کہ دنیا بے بنیاد چیزوں سے آراستہ ہے اور کوئی شخص جو تھوڑی سی دنیاوی چیز حاصل کرتا ہے تو اس کی حرص بڑھ جاتی ہے۔ اور وہ ذخیروں کے جمع کرنے کے لالچ میں مبتلا ہو جاتا ہے اور جس قدر زیادہ جمع کرتا ہے اسی قدر زیادہ حرصیں بنتا جاتا ہے اور انجام کار طمع کئے ہوئے سامانوں کو چھوڑ جاتا ہے۔ اور دنیا سے اٹھ جاتا ہے۔ اقبال اور ادبار پر ناز کرنا کیسا؟ جب مر گیا تو یہ ہے نہ وہ عقل مند وہی شخص ہے جو دنیاوی حرص و ہوس میں نہ پھنسے اور اس کی فنا ہونے والی چیزوں پر نہ پھولے۔ بلکہ اپنی ہمت کو نیکیوں پر منحصر نہ رکھے۔ اور لوں کی نصیحت مانے۔ اے عمرو تو جس لالچ میں مبتلا ہے اور جس دولت اور ولایت کے لیے جھگڑا اٹھا کر بھروسہ کیا ہے کہ مراد حاصل ہو گی اس کی نسبت تو نے بڑی بھاری غلط فہمی کی ہے۔ یقین جان کہ اگر تجھے وہ ملک مل بھی جائے تو ہمیشہ تیرے قبضے میں نہ رہے گا۔ اور اس میں بہت جلد بڑے انقلابات اور زوال واقع ہوں گے۔ کیونکہ دنیا مکار ہے۔ اور اس نے کسی کے ساتھ وفا نہیں کی ہے تجھ سے بھی وفا نہ کرے گی۔ تو ان باتوں کو سچ سمجھ دنیا کے مال و جاہ کے واسطے معاویہ کے اختیار کردہ افعال باطل میں اس کی مدد نہ کر۔ والسلام!

جواب عمرو عاص

عمرو عاص نے جواب میں لکھا آپ کا خطاب مقدس پہنچا، احوال مندرجہ معلوم ہوا جو جو وعظ اور نصیحتیں آپ نے فرمائی ہیں میں نے بسر و چشم قبول کی ہیں۔ اب ہمارے اور آپ کے درمیان حق طور پر محبت اور الفت قائم ہو جائے گی۔ جو شخص حادثات کے زمانہ میں اپنے دشمن سے احکام قرآن کے مطابق پیش آتا ہے گویا وہ اپنے دشمن کا انصاف چکا دیتا ہے اور ہم اس معرکہ میں حکم قرآن پر رضامند ہیں۔ اور معاویہ بھی اس حکم پر جو قرآن سے ظاہر ہو گا راضی ہے۔ اے ابو الحسن تم بھی سوچو کہ یہ فتنہ مٹ جائے اور مسلمان ان مصیبتوں سے اور تکلیفوں سے بچ جائیں۔ اور یقین جانو کہ ہم تم کو کوئی چیز کم یا زیادہ نہ دیں گے اور نہ گوارا کریں گے۔ مگر اسی قدر کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے لیے فرما دیا ہو گا۔ اور آپ کے کلام سے ظاہر ہوتا ہو گا۔ والسلام!

اب اشعث بن قیس جناب امیر المومنین علیہ السلام کی خدمت میں آیا اور کہا۔ اے امیر المومنینؑ میں دیکھتا ہوں کہ تمام لشکر حکم قرآن پر راضی ہو گیا ہے اور معاویہ کی رائے سے متفق اور خوش ہیں۔ اگر آپ مناسب سمجھیں اور حکم دیں تو میں معاویہ کے پاس جا کر اس کا مدعا اور مطلب دریافت کروں کہ وہ کیا چاہتا ہے۔ آپ نے فرمایا اگر تیرا دل چاہتا ہے اور

معاویہ سے ملنے اور گفتگو کرنے کی خواہش ہے تو تجھے اختیار ہے۔

اشعث معاویہ کے پاس پہنچا اور کہا میں نے تمہارا کہنا قبول کر لیا۔ اور جنگ ملتوی کر دی اب تم کیا چاہتے ہو؟

معاویہ نے کہا یہ رائے ہے کہ دو حکم مقرر کئے جائیں ایک تمہارا منتخب کردہ اور دوسرا ہمارا مقرر کردہ اور یہ امر قرار دیا جائے کہ وہ مطابق احکام فریقین کے فیصلہ کریں اور ہم ان کے پیش کردہ فیصلوں کو قبول کر لیں۔

اشعث نے کہا بہت خوب رائے ہے اور اس سے زیادہ بہتر کوئی اور تدبیر نہیں ہو سکتی۔ واپس آ کر جناب امیر المومنین کی خدمت میں حاضر ہوا اور تمام کیفیت سنائی۔

حکمین کا قصہ

اب شامی قرآن خواں دونوں لشکروں میں جمع ہو کر قرآن شریف لائے پڑھتے اور معافی اور مطالب پر غور و تامل کرتے تھے۔ انجام کار سب نے متفق ہو کر کہا کہ جس طریق کو احکام قرآن رواج دیتے ہیں انہیں رواج دینا چاہیے اور جنہیں مٹاتے ہیں انہیں مٹا چاہئے۔ جب اس تجویز کو جناب امیر المومنین اور معاویہ اور دونوں لشکروں کے امیروں اور سرداروں سے کہا تو سب نے رضامندی ظاہر کی اور یہ بات قرار پائی کہ دو حکم مقرر کر کے انہیں ایک برس کی مہلت دی جائے کہ اس عرصے میں اس معاملہ کی تمام برائیوں بھلائیوں، نیکی بدی اور نفع و نقصان پر خوب اچھی طرح غور و فکر کر کے تجویز پیش کریں۔ انجام کار یہ بات متفق علیہ منظور کر لی گئی۔ امیر المومنین علیہ السلام اور معاویہ بھی رضامند ہو گئے۔ کہ اب اس سے زیادہ کچھ نہ کریں اور جو کچھ حکمین کی رائے ہو اس پر عمل کریں۔ شامیوں نے کہا ہم نے عمرو عاص کو مقرر کیا۔ اور اشعث اور اس کا گروہ جو بعد میں خارجی ہو گیا کہا ہم نے ابو موسیٰ اشعری کو منتخب کیا کیونکہ وہ جناب رسول خدا کے اصحاب میں سے ہے اور امیر المومنین ابو بکر کا قائم مقام اور عمر کا عامل رہ چکا ہے۔ جناب امیر المومنین نے کہا میں اس معاملہ میں ابو موسیٰ اشعری سے رضامند نہیں ہوں اور نہ اس کو اس امر میں ولی قرار دینا چاہتا ہوں۔ اشعث بن قیس، زید بن حصین اور عبداللہ بن کوا اور آپ کے ہمراہیوں سے اور بھی بعض لوگوں نے کہا ابو موسیٰ اس کام کے لیے خوب ہے۔ اور اس کے سوا ہمیں کوئی دوسرا حکم منظور نہیں ہے کیونکہ وہ ہمیں اس مہم کے خطرات اور نقصانات سے جن میں آج جلا ہیں پہلے سے ڈراتا تھا۔

جناب امیر المومنین نے فرمایا میں اس سے رضامند نہیں اور اس معاملہ میں اسے حکم مقرر کرنا نہیں چاہتا کیونکہ وہ یہاں سے فرار کر چکا ہے اور عرصہ دراز تک خفیہ طور پر میرے کاموں میں خلل انداز رہا ہے اور ہمیشہ میرے ساتھ دشمنی سے پیش آیا ہے۔ لوگوں کو میری بیعت اور فرمانبرداری سے روکتا اور نفرت دلاتا ہے۔ چنانچہ تم سب کو یہ امور اچھی طرح معلوم ہیں کہ وہ مجھ سے ہمیشہ خوفزدہ رہتا تھا میں نے اسے مطمئن کیا اور اس کو اپنے بلا لیا مگر پھر بھی کبھی کبھی اسے موقع ملتا رہا لوگوں سے میری برائیاں بیان کرتا اور انہیں مجھ سے نفرت دلاتا رہا کہ وہ میرے دشمن بن جائیں۔ اب تم خود انصاف کرو کہ میں ایسے شخص کو اپنا امین کیسے بنا لوں اور کس بھروسے پر اسے ایسے ضروری اور اہم کام پر مقرر کروں میں تو اس کے تقرر پر کسی طرح بھی رضامند نہیں ہوں۔ اور نہ میں یہ کام اس کے سپرد کر سکتا ہوں۔

اشعث، عبداللہ اور حصین نے بہ اس وجہ کہ معاویہ سے وعدے وعید کر لئے تھے ابو موسیٰ کے حکم مقرر کرنے پر اصرار کیا۔ جناب امیر المومنین نے فرمایا اگر حکم ہی مقرر کرنا ہے تو عبداللہ ابن عباس موجود ہے۔ اسے حکم مقرر کر لو۔ اس گروہ نے

کہا اس معاملہ میں تم اور عبداللہ ابن عباس ایک ہی ہو۔ عبداللہ تمہارا ہے اور تم عبداللہ کے۔ ہم اسے منظور نہیں کرتے۔ آپ نے فرمایا اگر عبداللہ ابن عباس کو پسند نہیں کرتے تو اشتر کو حکم قرار دے لو۔ انہوں نے کہا یہ آتش فتنہ تو اسی کی بھڑکائی ہوئی ہے۔ پھر اسے کس طرح حکم مقرر کریں۔ امیر المومنین نے فرمایا اشتر کا حکم مقرر کرنا کچھ برا نہیں وہ کیا کرے گا۔ کیا قرآن شریف کے احکام سے الگ ہو جائے گا۔ اشعث نے کہا اشتر کی یہ کیفیت ہے کہ اسے چھوڑ دو تو وہ شمشیر بازی سے باز آئے گا، تاوقتیکہ اس مہم کو حسب مراد انجام نہ دے گا۔ اشتر نے کہا اے اشعث تو یہ بات اس سبب سے کہتا ہے کہ جناب امیر المومنین نے تجھے ریاست سے معزول کر دیا ہے اور اس کام کے لائق نہ جانا۔ اشعث نے کہا خدا کی قسم جب مجھے مرتبہ دیا تھا میں خوش نہ ہوا تھا اور جس وقت معزول کیا مجھے کچھ رنج نہیں ہوا۔ جناب امیر نے فرمایا معاویہ نے اس معاملہ میں عمرو عاص کو حکم مقرر کیا ہے۔ کیونکہ اسے اس پر ہر طرح کا اعتماد اور بھروسہ ہے اور وہ جانتا ہے کہ تمام امور میں عمرو عاص میری رضامندی مد نظر رکھتا ہے۔ عمرو قرشی ہے اور اس کے مقابلے پر قریشی ہونا لازم ہے اس لیے عبداللہ ابن عباس سے بہتر اور کوئی دوسرا شخص نہیں ہو سکتا۔ وہی عمرو کے ہر عقدہ کو کھول سکتا ہے اور اس کی ہر ایک بندش کی حقیقت کو سمجھ سکتا ہے۔ اشعث اور اس کے ہمراہیوں نے کہا ہم ہرگز اس بات پر رضامند نہیں ہو سکتے۔ کہ دونوں حکم قبیلہ نضر کے ہمارا تصفیہ کریں۔ ایک نضری ہو تو دوسرا یعنی کہ اس کام کو اچھی طرح طے کریں۔

جناب امیر المومنین نے فرمایا مجھے اندیشہ ہے کہ اس یعنی شخص کو عمرو عاص فریب دے گا اور کیونکہ وہ بڑا مکار ہے اور وہ سب سے ابو موسیٰ کو حکم مقرر نہ کرنا چاہئے۔ اول یہ کہ وہ مجھ سے عداوت رکھتا ہے دوسرے یہ کہ وہ بے عقل ہے۔ اس کام میں عمرو عاص جیسے چالاک شخص کے مقابلے میں وہ برسر نہیں آ سکتا۔ اشعث نے کہا اگر یقینی اور نضری کو ایسی تجویز پیش کریں گے کہ ہمیں اس کا کوئی پہلو پسند خاطر نہ ہو گا تب بھی ہم اس فیصلے کو اس سے زیادہ سمجھیں گے کہ دونوں نضری عین ہماری مراد کے موافق تصفیہ کر دیں۔ جناب امیر نے پوچھا تم ابو موسیٰ کے سوا اور کسی کو حکم مقرر کرنا نہیں چاہتے۔ انہوں نے جواب دیا کہ نہیں ہم اسی کو اس قابل سمجھتے ہیں اس سے بڑھ کر اور کوئی نہیں ہو سکتا۔ جناب امیر نے فرمایا مجھے کچھ اختیار ہی نہیں اور تم خود مختیار ہو تو تم جانو جو دل میں سلیا ہے کرتے رہو۔ اے خدا تو گواہ رہو کہ میں اس کے قوم کے افعال سے بے زار ہوں۔ اور جو کچھ وہ کرتے ہیں اس پر رضامند نہیں ہوں۔

اخنت بن قیس تنبہ نے آکر کہا اے لوگو جناب امیر کا فرمانا سنو۔ ابو موسیٰ اشعری اہل یمن سے ہے اور اس کے اکثر عزیز و اقربا اور چچا کی اولاد معاویہ کی خدمت میں موجود ہیں اور عمرو عاص جس کے مقابلے پر اسے منتخب کیا ہے بڑا مکار اور دغا باز ہے مناسب نہیں کہ ابو موسیٰ کو اس کام کے لیے مقرر کیا جائے۔ تم مجھے منتخب کر لو میں امید کرتا ہوں کہ عمرو عاص کی ہر بند و کشاد کا جواب بہ احسن عمل میں لاؤں گا۔ اگر تم مجھے پسند نہیں کرتے تو کسی اور شخص کو مقرر کر لو مگر ابو موسیٰ کا تقرر کسی صورت بھی مناسب نہیں اس سے باز آؤ۔

جناب امیر نے فرمایا اے اخنت یہ لوگ عمرو کے فریب میں آکر راہ راست سے منحرف ہو گئے ہیں۔ یہ نصح انہیں کارگر نہ ہوں گے۔ وہ ابو موسیٰ کے سوا کسی اور کو منظور نہ کریں گے اور نہ کسی کی کچھ سنیں گے۔ میں نے اس معاملہ میں گنگو ہی ترک کر دی ہے اور خود ہی جو کچھ چاہتے ہیں کرتے ہیں۔ واللہ بلاغ اموہ یعنی اللہ تعالیٰ اپنے حکم کو ظہور میں لانے والا ہے۔

الغرض اس گروہ نے ایک آدمی بھیج کر ابو موسیٰ کو بلایا وہ ان دنوں گوشہ نشین تھا اور اس جنگ سے کچھ دلچسپی نہ رکھتا تھا۔ ایک قاصد نے اس سے کہا کہ باہم صلح ہو گئی ہے اس نے جواب دیا کہ شکر خدائے عزوجل ہے۔ پھر کہا مجھے صلح کے لیے

حکم مقرر کیا ہے۔ اس نے کہا انا للہ وانا الیہ راجعون پھر جناب امیر المومنین علیہ السلام کے لشکر میں آیا۔ اشتر نے حضرت سے عرض کی کہ خدا کی قسم جس وقت میں عمرو عاص کو دیکھ پاؤں گا قتل کر دوں گا۔

اسی اثناء میں عبداللہ بن حرث طائی حاضر خدمت بابرکت ہوا اس وقت ابو جندبہ نے نہایت ہی کمزور تھا آپ نے عبداللہ کو دیکھ کر مرحبا کہا اور ازراہ نوازش پوچھا کیا حال ہے جواب دیا جیسا آپ ملاحظہ فرما رہے ہیں نہایت ہی کمزور اور بے طاقت ہو گیا ہوں میری عمر کا کچھ حصہ باقی رہ گیا ہے اور زیادہ تر گزر چکا ہے اور میں اس حالت میں صرف ایک بات عرض کرنے آیا ہوں۔

آپ نے ارشاد کیا، کیا کہنا چاہتا ہے بیان کر۔ عبداللہ نے کہا میرے ماں باپ آپ پر سے قرآن کیا قرآن کے حکم اور کلام الہی کے فرمان کے سوا بھی کوئی اور حکم اور فرمان ہے۔ یہ لوگ ہمارے ساتھ خونریزی سے پیش آرہے ہیں کیا ہمارے اور ان کے درمیان خدا کا حکم کافی نہیں ہے جو کسی اور حکم کی تلاش ہے۔ اور کس نے آپ کو اس امر پر مجبور کیا کہ ان سے صلح کر لی جائے اور آپ نے طرفین سے حکم مقرر کرنے پر رضامندی ظاہر کی آپ کو اپنا کام جاری رکھنا اور جنگ سے کام لینا چاہیے۔ تاوقتیکہ حق تعالیٰ طرفین میں فیصلہ فرمادے۔ قاریوں کے گروہ نے عبداللہ کی یہ بات سن کر بہت برا بھلا کہا اور اس کے منہ پر مٹی برسانی شروع کی اور کچھ آدمی اس کے قتل پر مستعد ہو گئے۔

جناب امیر المومنین نے فرمایا۔ اس سے باز آ جاؤ جو کچھ اس پر فرض تھا اس نے ادا کر دیا۔ عبداللہ اہتلائے ضعف و نقاہت سے اٹھ کر چلا گیا۔ اور دو یا تین دن بعد وفات پائی۔

جب دونوں لشکر حکم مقرر کرنے پر رضامند ہو گئے تو اسلحہ کھول ڈالے اور طرفین کے اراکین اور سردار باہم مل کر بیٹھے اور ایک منشی کو طلب کیا۔ عبداللہ بن ابی رافع حضرت امیر المومنین کا منشی آیا۔ فرمایا لکھ کہ امیر المومنین علی اور معاویہ بن ابی سفیان نے یہ قرار دیا ہے۔ معاویہ بولا اگر میں تم کو امیر المومنین جانتا تو جنگ کیوں کرتا۔ آپ نے فرمایا اللہ اکبر! یا رسول خدا! آپ نے درست فرمایا تھا جبکہ آپ نے مجھے طلب کر کے فرمایا تھا کہ لکھ بسم اللہ الرحمن الرحیم یہ صلح محمد رسول اللہ کی طرف سے اہل مکہ کے ساتھ ہے معاویہ کے باپ ابی سفیان بن حرب نے اس وقت کہا تھا اے محمد! اگر میں تیری رسالت کا اقرار ہی ہوتا تو تجھ سے جنگ کیوں کرتا۔ حکم دے کہ تیرا اور تیرے باپ کا نام اور میرا اور میرے باپ کا نام لکھیں۔

حضرت رسول خدا نے مجھ سے فرمایا جیسے وہ کہتا ہے اسی طرح لکھوں۔ میں نے جناب رسول خدا کے کہنے سے ابو سفیان کے کہنے کے مطابق لکھ دیا۔ جناب رسالت مآب نے فرمایا اے علی تجھے بھی ایک دن ایسا ہی معاملہ پیش آئے گا میں باپ کو لکھتا ہوں تو بیٹے کو لکھتا۔

چونکہ رسول خدا نے مجھے اس امر سے مطلع فرمایا ہے اب جیسا معاویہ کہتا ہے لکھ دے۔ عمرو عاص نے کہا سبحان اللہ تم ہمیں کافروں کی مانند سمجھتے ہو ہم اور تم دونوں مومن ہیں۔ جناب امیر المومنین نے درشت آواز سے ڈانٹا اور کہا چپ او تاخ کے بیٹے تو مشرکوں کا دوست اور مومنوں کا دشمن رہ چکا ہے۔ گمراہی میں سب کا سردار اور اسلام میں سب سے پھرنڈی اور کینہ ہے کیا تو اس گروہ سے نہیں جس نے جناب محمد مصطفیٰ سے جنگ کی ہے اور آنحضرت کی بدگوئیاں کرتے رہے ہیں۔ اور کیا ان کے بعد تم نے امت کو فتنہ و فساد میں نہ ڈالا۔ کیا تو بدترین پسر نہیں ہے اور کیا تو خدا اور اس کے رسول کا دشمن نہیں۔ کیا تو اہل بیت رسول خدا کا بد خواہ نہیں ہے۔ یہاں سے کھڑا ہو جا اور دور ہو کہ تو اس جگہ بیٹھے اور بولنے کے قابل نہیں۔

عمرو عاص چپکے سے اٹھا اور ایک گوشہ میں جا بیٹھا۔ عبداللہ بن جناب نے جو بڑا بہادر اور نامور شہسوار تھا اور فضیلت سابقہ بھی رکھتا تھا کہا کہ اے امیر المومنین تم نے ہمیں جنگ جمل میں جن امور کا حکم دیا تھا ہم نے ان کی تعمیل کی اور آپ کے ارشاد کو بہ سرو چشم بجالائے۔ آج بھی ہم وہی دوست ہیں جو کل تھے۔ ہمارے اعتقاد اور حالات میں کوئی سستی یا کمزوری واقع نہیں ہوئی میں دکھتا ہوں کہ آپ اس جھگڑے اور تفرقہ کشی میں جس کی گفتگو درپیش ہے کراہت کرتے ہیں اور اس جنگ میں اس قوم کی جانیں تلف ہو چکی ہیں۔ جب ان میں تاب مقابلہ نہ رہی تو کلام الہی میں پناہ لی اور ہماری تلواروں کی نیزوں کی بیبت و دہشت نے ان میں کلام خدا یاد دلایا ہے۔ آپ نے ان کی بات مان لی اگر آپ ان تمام امور کو نا منظور فرماتے ہیں تو آپ کی رائے سب سے بہتر ہے۔ کیونکہ آپ نے ہی سب سے پہلے اسلام اختیار کیا اور آپ ہی نے سب سے بعد تک جناب رسول خدا کا دیدار ملاحظہ کیا ہے اور اگر آپ آج اس ڈھنگ کو ان کے منظور نہیں کرتے تو ہم آپ کے حضور میں ہیں ہماری تلواریں ہمارے کاندھوں پر دھری ہوئی ہیں اور نیزے ہاتھوں میں ہیں ہم نے آپ سے بیعت کی ہے اور اپنے اقرار پر ثابت قدم ہیں۔ روگردانی نہیں کرتے آپ کی جو مصلحت ہو ہم اس کی تعمیل کے لیے مطیع و فرمان بردار ہیں۔ والسلام!

اس کے معصہ بن صوحان عبدی نے کھڑے ہو کر کہا اے امیر المومنین ہمارے دل آپ کی اطاعت میں محو اور آنکھیں دشمنوں سے جنگ کرنے کے لیے نگراں ہیں۔ آپ ہمارے والی اور امیر ہیں اور ہم آپ کی رعیت اور فرمانبردار ہیں اور آپ احکام الہی کی بجا آوری اور لوازم دین شریعت ایمانی کے رواج میں ہم سے بہتر اور افضل ہیں اور جناب رسول خدا کے بعد آپ ہی ہمارے پیشوا اور امام ہیں۔ کوئی اور شخص آپ سے ذرا سی مناسبت بھی نہیں رکھتا اس معاملہ میں محض اپنی رائے انور کے مطابق عمل درآمد فرمائیے۔ اگر آپ کو یہ امر ناگوار خاطر ہے تو اس کا خیال نہ فرمائیں کیونکہ نہ آپ پر جبر ہی ہو سکتا ہے نہ کوئی آپ کے معاملے میں خطا دار ہو سکتا ہے اور اگر تمام آدمی بھی آپ کی فرمانبرداری سے باہر ہو جائیں گے تو ہم مطیع فرمان ہیں اگر آپ اس امر کو جس کے لیے یہ لوگ خواہش رکھتے ہیں اور ہمیں اس کی طرف رجوع کرتے ہیں قبول فرمائیں گے تو ہم آپ کے ساتھ ہیں اور اگر انکار کر دیں گے تو ہم آپ کا حکم بجالائیں گے آپ استخارہ دیکھیں اور جب ارادہ کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم پر بھروسہ رکھیں۔ والسلام!

معصہ اپنا خیال عرض کر چکا تو جناب امیر المومنین کو اس کا کلام پسند آیا۔ اور توصیف کی۔ اس کے بعد منذر بن جارود بن عبدی نے کہا ہم نے معاویہ اور عمرو عاص کی بات سنی اور ان کے کلام کا ظاہر و باطن سمجھ لیا بات یہ ہے کہ جب کوئی ایسا معاملہ آپ کے اہل نہ دے سکتے ہوں تو واجب ہے کہ اسے مان لیا جائے۔ ہمارا دل یہ چاہتا ہے کہ اس قوم کے ساتھ آپ وہ برتاؤ کرتے جس سے ان کو نقصان پہنچا اور اس کے ضمن میں ہم فائدہ اٹھاتے۔ اور جو لوگ یہ امر پیش کر رہے ہیں اس میں دو امر مد نظر ہیں۔ ایک یہ کہ مراد جلدی بر آئے مگر اے امیر المومنین آپ کو کچھ اور خیال ہے۔ پس اگر اس قوم سے جنگ کرنا چاہتے ہیں تو ابھی تک ہمارے پاس اس قدر لشکر موجود ہے کہ ان کو ایتر اور پریشان کر کے شکست دے سکتے ہیں اور ہم کسی امر میں بھی آپ سے انکار نہیں کر سکتے سب کے سب آپ کے مطیع و فرمانبردار ہیں۔ والسلام!

پھر حارث بن مرہ نے کھڑے ہو کر کہا اے امیر المومنین ہم میں ایسے لوگ بھی موجود ہیں جو زبان سے کہتے ہیں مگر عمل نہیں کرتے اور کچھ وہ لوگ ہیں جو کچھ کر کے دکھانا چاہتے ہیں مگر نہیں کر سکتے اور آپ کو صرف انہیں لوگوں سے فائدہ حاصل ہو سکتا ہے جو کچھ کر سکتے ہیں اور کر کے دکھاتے ہیں مگر ایسے لوگ زندہ نہیں رہے اور اب کوئی ایسا باقی نہیں رہا

جس کے قول و فعل پر بھروسہ کیا جائے ہم خوب جانتے ہیں کہ معاویہ دنیا کے لیے آپ سے برسرِ مقابلہ ہے اگر آپ اس معاملہ سے جس کی نسبت گفتگو ہو رہی ہے نفرت رکھتے ہیں تو اس کے قول کو قبول نہ کیجئے جو کچھ گزرا گزر گیا از سر نو جنگ شروع کر دینی چاہیے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ ان کے اور ہمارے درمیان حکم صادر فرمائے۔ والسلام!

پس اسی طرح ہر شخص نے جو کچھ اس کے دل میں آیا کہا یہاں تک کہ شریک اعور ہمدانی، اخنفت بن قیس اور حارث بن قدامہ سعدی کھڑے ہو گئے اور کہا یا امیر المومنین حکم مقرر کرنے کی تجویز کو آپ منظور نہ فرمائیں اور جنگ ہی کو اختیار کریں۔

اب معاویہ ڈر گیا کہ ایسا نہ ہو کہ میرا مکرو فریب ضائع ہو جائے۔ اور سوچا ہوا منصوبہ ختم ہو جائے گھبرا گھبرا کر ان لوگوں کے منہ تکتا تھا اور ایک ایک کو پہچان کر دل ہی دل میں بیچ و تاب کھاتا تھا۔ اب عبداللہ بن سوار اٹھا یہ وہی شخص تھا جس نے عبداللہ بن عمرو عاص کو قتل کیا تھا۔ اس نے لوگوں کو تسلی دے کر کہا تم خاموش رہو میں حضرت علیؑ سے ایک بات کہہ لوں۔

پھر کہا اے امیر المومنین خدا کی قسم ہمیں بخوبی معلوم ہے اور یقینی طور پر جانتے ہیں کہ تمام معاملات میں آپ حق پر ہیں۔ اور آپ کوئی ایسا کام یا تجویز پیش نہیں کرتے جس کے ساتھ دلیل کامل اور برہان قاطع لاحق نہیں ہوتی۔ اور ہم لوگ وہ ہیں جنہیں حکم دیا جائے اور تعمیل کریں اور ہم وہ آدمی نہیں کہ فرمانروا پر حکمرانی کریں۔ اگر آپ نے حکم مقرر کرنے کے معاملہ میں اپنے ارادے کو مصمم کر لیا ہے اور اس کام کے ظہور میں لانے کا ارادہ ہے تو آپ مالک و مختار ہیں اور ہم مطیع و فرمانبردار ہیں اور اگر آپ اسے بہ نظر کراہت دیکھتے ہیں تب بھی آپ مجاز و مختار ہیں مگر اس وقت ہمارے حالت اور ہو گئی ہے زندگی مکدر ہے۔ عقلمند لوگ ہلاک ہو چکے ہیں اور جو اشخاص صبر و اثبات کی جان تھے باقی نہیں رہے صرف شکی اور ضعیف الاعتقاد لوگ رہ گئے ہیں۔ انصاف پسند اور نیکو کار جن کی پیشانیوں سے ان کے اوصاف حمیدہ ظاہر رہتے ہیں۔ بہت کم ہیں تاہم حکم آپ کا ہے۔ جو کچھ آپ حکم دیں گے اور مناسب تصور فرمائیں گے اس سے بڑھ کر دوسری بات نہیں ہو سکتی۔ ہم آپ ہی کے حکم میں بھلائی اور بہبودی اور سلامتی جانتے ہیں ہر طرح سے آپ کے احکام کی تعمیل کو اپنا فرض سمجھتے ہیں۔ والسلام!

جب یہ بات اشتر نجعی کو معلوم ہوئی بہت غصہ آیا اٹھ کھڑا ہوا اور بولا۔ اے پسر سواریہ کیا بکواس تو نے بکی اور بڑی بے جا بات منہ سے نکالی تو بالکل نا سمجھ ہے اپنی جگہ پر خاموش ہو کر بیٹھ کہ جو امر از روئے مصلحت و مشورہ مفید و انسب ہے جناب امیر المومنین کی خدمت میں عرض کروں۔ عبداللہ نے کہا لو میں خاموش ہو رہا ہوں جو کہنا ہو کہو۔ اشتر نے کہا اے امیر المومنین آپ کے اور معاویہ کے درمیان بہت بڑا فرق ہے وہ کسی طرح آپ کی برابری نہیں کر سکتا۔ اگر اس کے اہل لشکر آپ کے لشکر والوں کے ہم پلہ ہوں بھی تو کیا۔ اس کا صبر و اثبات اور علم و شجاعت آپ کے برابر نہیں ہے وہ دوری اور قیام میں آپ سے کمتر ہے۔ اب یہ معاملہ خاتمہ پر آ گیا ہے۔ آپ کی موجودگی میں ہمیں یہ درجہ حاصل نہیں کہ کوئی رائے پیش کریں یا مصلحت سوچیں جس طریق فیصلے کو یہ پیش کرتے ہیں۔ آپ کے پسند خاطر ہے تو آپ ہمارے پیٹھوائے کامل اور امام عالی مقام ہیں۔ اور اگر آپ کو ناپسند خاطر ہو تو ہم شمشیر زنی کے لیے حاضر ہیں۔ جناب امیر المومنین نے فرمایا اے اشتر بیٹھ جا جو کچھ تجھ پر فرض تھا تو نے کیا اور کہا۔ اس وقت معاویہ، عمرو عاص اور شام کے جس قدر اراکین و سردار موجود تھے سب کے سب ان باتوں کو سن رہے تھے، خاموش تھے اور ذرا دم نہ مارتے تھے۔

جب ہر شخص اپنی سی عرض کر چکا جناب امیر المومنین علیہ السلام نے منشی سے کہا لکھ اقرار نامہ علی ابن ابی طالب اور

معاویہ بن ابی سفیان کی طرف سے ابو الاعور سلمیٰ نے کہا شروع میں معاویہ کا نام لکھنا چاہیے۔ اشتر نے کہا او نالائق خاموش رہ تجھے اس معاملہ میں حرف زدن کا یارا نہیں۔ شروع میں علی ابن ابی طالب کا نام لکھا جائے گا۔ کیونکہ آپ معاویہ اور غیر معاویہ سب سے مقدم ہیں۔

معاویہ نے کہا اے اشتر جانے دے جسے چاہے تو شروع میں لکھو اے۔ غرض منشی نے لکھا کہ علی ابن ابی طالب اور معاویہ ابن ابی سفیان اور اہل حجاز و اہل شام اور گروہ علیٰ اور بیروان معاویہ اقرار کرتے ہیں کہ ہم شروع کار سے انجام کار تک حکم الہی پر رضا مند رہے ہیں۔ اور اقرار کرتے ہیں کہ جس امر کو قرآن شریف رواج دیتا ہے۔ ہم رواج دیں گے۔ اور جس فعل کو قرآن مجید منع کرتا ہے اس سے باز رہیں گے۔ اور عبداللہ بن قیس اور عمرو عاص کو حکم مقرر کیا ہے کہ جو فیصلہ وہ کریں گے ہم اس کو منظور کریں گے۔ علی ابن ابی طالب اور معاویہ بن ابی سفیان نے عبداللہ بن قیس اور عمرو عاص کو اللہ تعالیٰ کی شدید قسمیں دلوائیں اور ہمد و پیمان لگے گئے کہ محض اس طریق پر فیصلہ کریں۔ جو قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہو۔ اور اگر کتاب الہی سے ایسا حکم ظاہر نہ ہو تو سنت مصطفیٰ کے مطابق جس پر سب کا اتفاق ہو فیصلہ قرار دیں اور عبداللہ بن قیس اور عمرو بن عاص دونوں طرفین کے لشکروں کی طرف سے جان و مال سے محفوظ رہیں۔ امت رسول خدا ان دونوں کے قرار داد کو ماننے لگی اور دونوں لشکر اس کے فیصلے پر مستعرض نہ ہوں گے۔ اور دونوں فوجیں ان تمام امور پر جو اس اقرار نامہ میں درج ہیں رضامند ہیں۔

اور یہ امر بھی قرار شدہ ہے کہ اہل عراق، عراق کی طرف چلے جائیں اور اہل شام شام کی طرف پلٹ جائیں اور حکم اشخاص کا اجلاس مقام دومتہ البندل میں ہو اور اس تصفیہ کے لئے علی اور معاویہ کو ایک سال کی مہلت ہے۔

جناب امیر المومنینؑ کے منشی عبداللہ بن ابی رافع نے اس اقرار نامہ کی نقل شامیوں کو لکھ دی اور معاویہ کے منشی عمر بن عباد کلبی نے ایک منشی عراقیوں کو تحریر کر دیا۔ عراقیوں نے شامیوں کی فرد پر انہوں نے عراق والوں کی دستاویز پر شہادتیں اور گواہیاں درج کر دیں۔ جس وقت یہ فرودیں لکھی جا چکیں اور دستخطوں اور شہادتوں سے مرتب ہو گئیں تو علیؑ کے لشکر میں سے ایک شخص نے جو ربیعہ قبیلہ سے تھا نکل کر اور گھوڑے پر سوار ہو کر پانی طلب کیا۔ جب پانی پی چکا تو معاویہ کے لشکر پر حملہ کیا اور کئی شخصوں کو مجروح کرنے کے بعد دم لیا۔ اور مزید پانی مانگا۔ اب پانی پی کر رجز پڑھی۔ پھر حضرت علیؑ کے لشکر پر حملہ کیا۔ غرض اس طرح کچھ عرصے تک حضرت علیؑ کی سپاہ پر حملے کرتا رہا اور بڑی دلیری سے لڑتا ہوا یہ آواز بلند کرتا تھا اے لوگوں آگاہ ہو کہ میں علی اور معاویہ اور ان کے حکموں سے بیزار ہوں۔ خدائے جل لالہ کے سوا کوئی حاکم نہیں۔ اگرچہ مشرک نفرت کریں۔ غرضیکہ جب وہ حضرت علیؑ کے لشکر پر حملہ آور ہو کر تلوار اور نیزہ سے جنگ کر رہا تھا مارا گیا جو شخص سب سے پہلے خارجی ہوا یہی شخص تھا۔

الغرض جب اقرار نامہ مکمل ہو گیا اور سرس اور گواہیاں ثبت ہو چکیں تو اشتر نخعی، عدی بن حاتم طائی، عمر بن محق خزاعی، شرح بن ہانی مزنی، ذر بن قیس، جھنی اور اخنف بن قیس، حبشی اور انہی جیسے اور شخصوں نے جو لشکر جناب امیرؑ کے رکن اور سردار تھے اٹھے اور معاویہ کے پاس جا کر کہا۔ ہماری نسبت حق روی کے سوا اور گمان نہ کرنا ہم آج بھی اسی ارادے پر قائم ہیں۔ جس پر کل تھے مگر اتنی بات ہے کہ تم نے عاجز آ کر قرآن کا حیلہ اختیار کیا اور ہمیں اس کی طرف بلایا ہے۔ ہم نے تمہاری بات منظور کر لی اگر حکمین کا تصفیہ راہ راست پر ہوا اچھی بات ہے ورنہ یقین رکھو کہ ہم جنگ کے بغیر نہ رہیں گے۔ اور جب تک ہم میں سے ایک آدمی بھی زندہ رہے گا۔ مقابلے سے باز نہ آئیں گے۔ معاویہ نے کہا ایسا ہی کرنا اور جو کچھ تمہیں اور ہمیں لازم آئے اس پر عمل کرنا۔ اس کے بعد جناب امیر المومنین علیہ السلام نے حکم دیا کہ

بیٹھنا کیونکہ وہ اپنے ہر قول و فعل میں ایک نہ ایک مکر و دغا اور چال پوشیدہ رکھتا ہے۔ یاد رکھ اس کے ساتھ کسی ایسے مکان میں نشست و گفتگو نہ کرنا جس میں کوٹھڑیاں ہوں کیونکہ وہ ازراہ مکاری ضرور بالضرور چند آدمیوں کو چھپا رکھے گا کہ جو کچھ تو کہے اسے سن لیں اور تیرے مقابل گواہ بن جائیں۔ ابو موسیٰ نے جواب دیا کہ جو کچھ تو نے کہا اور بتایا عین ثواب ہے۔ میں نے تیری بیعتیں سنیں اور انہیں پلے باندھ لیا۔ بخیریت واپس جاؤ اور مطمئن رہو۔ یقین رکھو کہ کسی امر میں خطا سرزد نہ ہوگی۔ انشاء اللہ جس طریق سے مطلب بر آئے گا اسی ڈھنگ سے فیصلہ قرار دیا جائے گا۔

اخف نے امیر المومنین کی خدمت میں واپس آ کر کہا میں ابو موسیٰ کو رخصت کر آیا ہوں اور ہر طرح سے جو مناسب سمجھا اسے فمائش کر دی مگر وہ تو بڑا ہی سادہ لوح آدمی ہے میں نہیں کہہ سکتا کہ وہ معاملہ کو کس طرح طے کرے گا۔ جناب امیرؑ نے فرمایا تو درست کہتا ہے۔ جو مرضی الہی اور حکم ربانی ہے وہ ٹل نہیں سکتا۔ تو خوب جانتا ہے کہ میں اس معاملہ میں ابو موسیٰ کے بھیجے پر رضامند نہ تھا۔ نہ اب راضی ہوں۔ واللہ بالآخر اسوہ۔۔۔ اللہ اپنا حکم ظاہر کرنے والا ہے۔

الغرض لوگ موضع دومتہ الجندل میں جمع ہوئے اور عمرو عاص ابو موسیٰ سے پہلے پہنچ گیا۔ جب ابو موسیٰ قریب پہنچا تو عمرو عاص استقبال کے لئے نکل آیا۔ اور پہلے خود سلام کیا۔ ابو موسیٰ نے اس کا ہاتھ پکڑ کر اپنے سینے پر رکھا اور کہا اے بھائی ہم تم عرصہ دراز سے جدا تھے اور تجھ سے ملنے کے لئے میں بہت مشتاق تھا۔ اللہ تعالیٰ ہم کو بھلائی اور بہبودی عطا کرے۔ اس کے بعد عمرو عاص نے ابو موسیٰ کو اپنی مسند پر بٹھایا اور اس سے مخاطب ہو کر کچھ دیر تک ادھر ادھر کی باتیں کرتا رہا۔ پھر کھانا طلب کیا۔ جب خوان آیا ابو موسیٰ نے اس کے ساتھ کھانا کھلایا۔ اس کے بعد ابو موسیٰ اپنی قیام گاہ پر چلا آیا۔ اب ہر روز دونوں ایک دوسرے کے پاس آنے جانے لگے۔ کچھ کھاتے پیتے اور پھر اپنی اپنی قیام گاہ کی طرف چلے آتے۔ اسی میل طاب میں کئی دن گزر گئے۔

عدی بن حاتم طائی نے کہا اے عمرو تو پیٹھ پیچھے غیر معتد ثابت ہوتا ہے۔ کیونکہ تیرا عتاب عیب سے خالی نہیں اور اے ابو موسیٰ تو ذرا ہی قدرت نہیں رکھتا تیرا انجام بہت ہی ضعیف ہو گا۔ عمرو نے کہا اے عدی تجھے اور تجھ جیسے اور شخصوں کو اس معاملہ میں دخل در محقولات کی اجازت نہیں۔ تو ہماری باتوں میں دخل نہ ہو اور ہمیں اپنے حال پر رہنے دے۔ پھر ابو موسیٰ کی طرف مخاطب ہو کر کہا۔ لازم ہے کہ ہر شخص کو یہ اجازت نہ ہونی چاہئے کہ وہ اس مشاورت میں آئے۔ اور ہماری باتوں پر غور و فکر کر کے معترض ہو۔ الغرض حکمین کی یہ باتیں مشہور ہو گئیں۔ جا بجا لوگ چرچا کرنے لگے کہ ابو موسیٰ دعویٰ کا کھا کر جناب امیرؑ کو خلافت سے علیحدہ کر دے گا۔ اور ان کا کام بگاڑ دے گا۔

کچھ لوگوں نے معاویہ سے جا کر کہا کہ عمرو عاص امر خلافت کو اپنی ذات کے واسطے قرار دینے کی فکر میں ہے۔ نہ وہ جناب امیرؑ کی طرف مائل ہے نہ معاویہ کی طرف۔ معاویہ یہ بات سن کر بہت گھبرایا۔ حیران تھا اور جانتا تھا کہ اب کیا کرے۔ مغیرہ ابن شعبہ کو جو طائف سے اس کے سلام کو حاضر ہوا تھا بلایا اور کہا مجھ سے آج کسی نے کہا ہے کہ عمرو عاص نہ تجھے دوست رکھتا ہے اور نہ جناب امیرؑ کو چاہتا ہے بلکہ وہ اس فکر میں ہیں کہ کسی حیلہ سے امر خلافت کو اپنے واسطے قرار دے تو اس خبر کی بابت کیا کہتا ہے۔ مغیرہ نے کہا اگر مجھ سے ہو سکتا تو تیرے حق میں رائے دیتا یا مصلحت دیکھتا تو حضرت امیر المومنینؑ کی معرکہ آرائی میں تیرا طرفدار ہوتا۔ لیکن اب تو اسی قدر ممکن ہے کہ دومتہ الجندل میں جا کر عمرو عاص اور ابو موسیٰ کا حال دریافت کر کے واپس آؤں اور جو حقیقت حال ہو تجھ سے کہہ دوں۔

معاویہ نے کہا تیری رائے بہت ٹھیک ہے۔ جلدی جا اور تمام کیفیت معلوم کر کے بہ عجلت واپس آ۔ کیونکہ اس فکر کے سبب مجھ پر سونا اور آرام کرنا حرام ہو گیا ہے۔

مغیرہ روانہ ہو گیا اور دو مہینے بعد پہنچ کر ابو موسیٰ کے پاس گیا۔ اسے سلام کیا اور کچھ عرصے تک اس سے ہر قسم کی باتیں کرتا رہا۔ پھر پوچھا تو اس شخص کی نسبت کیا کہتا ہے۔ جو اس جنگ کے ہوتے ہی گوشہ نشین ہو نہ جناب امیر کاساتھ دیا نہ معاویہ کی طرف داری کی۔ ابو موسیٰ نے کہا وہ بڑا غظظند اور دانا شخص ہے۔ مغیرہ نے پھر کوئی بات نہ کی اور وہاں سے اٹھ کر عمرو عاص کے پاس آیا، سلام کیا کچھ دیر بیٹھ کر ادھر ادھر کی باتیں کرتا رہا۔ پھر مغیرہ نے پوچھا اے ابو عبد اللہ اس شخص کے حق میں کیا کہتا ہے جس نے ان معرکہ آرائیوں میں خونریزی کرنے سے پہلو بچایا اور ان جھگڑوں اور کشت و خون سے علیحدہ رہنا پسند کر لیا۔

عمرو عاص نے کہا وہ شخص تمام انسانوں میں بدترین اور بد بخت ہے۔ کیونکہ نہ حق کو پہچانتا ہے اور اس کی حرمت رکھتا ہے نہ باطل سے واقف ہے۔ کہ اس سے پرہیز رکھے۔ اب مغیرہ وہاں سے پلٹ کر معاویہ کے پاس آیا اور کہا میں نے وہاں جا کر دونوں سے ملاقات کی۔ ان کی باتیں سنیں اس میں شک نہیں کہ ابو موسیٰ علی کو خلافت سے علیحدہ کر دے گا۔ مگر عمرو عاص کا یہ حال دیکھا اور اس کی زبانی یہ کچھ سنا شاید اس کا خیال کچھ اور ہے۔ اس بات سے معاویہ کا فکر و تردد بہت زیادہ ہو گیا۔ اس معاملہ کے متعلق ایک خط لکھ کر عمرو عاص کے پاس بھیجا کہ ایسی ایسی باتیں سنتا ہوں مگر مجھے اعتبار نہیں آتا بلکہ یقین رکھتا ہوں کہ تو میری رضامندی کا خیال رکھے گا اور ان باتوں سے الگ رہے گا۔

عمو نے جواب میں سخت قسمیں کھائیں کہ نہ کوئی ایسی بات میری زبان سے نکلی ہے نہ دل میں گزری ہے۔ نہ خلاف اعتقاد کوئی ایسا خیال پیدا ہوا ہے۔ جب بہت عرصہ گزر گیا اور انہوں نے کوئی فیصلہ نہ سنایا آدمی رنجیدہ ہوئے۔ عمرو عاص اور ابو موسیٰ سے کہا اس معاملہ کو بہت عرصہ گزر گیا ہے اور تم نے ابھی تک کوئی تجویز نہیں سنائی۔ ہمیں اندیشہ ہے کہ مدت مقررہ گزر جائے گی اور معاملہ غیر فیصل ہی رہے گا۔ اور ہمیں پھر مصروف جنگ رہنا پڑے گا۔ لوگوں نے جب یہ بات کہی تو عمرو عاص ابو موسیٰ کے پاس آیا اور کہا مجھے یقین ہے کہ عراق والے طلب خون عثمان میں شامیوں سے کچھ سعی و کوشش نہ کریں گے۔ اور تو معاویہ کے حال اور اس کے شرف سے واقف ہی ہے مجھ سے سچ بتا کہ تو نے اس معاملہ میں کیا سوچا اور کس بات پر رائے قرار پائی ہے۔

ابو موسیٰ نے کہا جن دنوں عثمان اپنے گھر میں محصور تھا اس نے معاویہ سے مدد طلب کی تھی۔ مگر اس نے مدد نہ کی حالانکہ وہ مدد کر سکتا تھا اگر میں مدینہ میں ہوتا تو ضرور اس کی مدد کرتا اور تو خوب جانتا ہے کہ علی قبیلہ بنی ہاشم میں اس سے زیادہ ممتاز ہے جس قدر معاویہ بنی امیہ میں۔

عمر نے کہا تو بچ کہتا ہے۔ لیکن لوگ کہتے ہیں کہ تو اہل عراق کا اس قدر ہوا خواہ نہیں جس قدر کہ شامیوں کا ہے اور تو حضرت علی علیہ السلام کو اتنا عزیز نہیں رکھتا جس قدر میں معاویہ کو دوست رکھتا ہوں۔ مگر کوئی یہ کہے کہ معاویہ مطلقاً میں سے ہے اور اس کا باپ اتراب تو یہ اس کا قول سچ ہو گا اور اگر کوئی یہ کہے کہ حضرت علی علیہ السلام نے عثمان کے قاتلوں کو اپنے پاس رکھ چھوڑا ہے۔ اور ان پر مہربانیاں کرتے ہیں اور علی نے عثمان کے دوستوں کو قتل کر دیا ہے تو اس کا کہنا بھی درست ہو گا۔ کیا تیری رائے میں یہ بات ٹھیک ہو گی؟ میں معاویہ کو خلافت سے الگ کر دوں اور تو جناب علی کو اور ہم دونوں متفق ہو کر خلافت عبد اللہ بن عمر بن خطاب کو دے دیں۔ وہ بڑا عابد زاہد اور نہایت ہی نیک بخت ہے۔ اس جنگ میں اس نے کچھ مداخلت نہیں کی۔ اپنی زبان تک کو خونریزی سے آلودہ نہیں ہونے دیا۔

ابو موسیٰ نے کہا تجھ پر ہزار رحمتیں نازل ہوں۔ خوب ہی تجویز پیش کی ہے اور نہایت ہی عمدہ رائے دی ہے۔ عمرو نے کہا یہ بات کس روز بیان کرنی چاہئے۔ ابو موسیٰ نے کہا تجھے اختیار ہے زیادہ دیر لگانی خلاف مصلحت ہے۔ اگر پسند کرے کل پیر کا دن ہے۔ اور پیر کا دن مبارک ہوتا ہے۔

عمرو نے کہا ایسا ہی ہو گا میں کل یہ بات ظاہر کر دوں گا اس کے بعد پلٹ کر اپنی قیام گاہ پر آ گیا اور اپنے معتدین سے یہ راز بیان کر دیا۔ اور انہیں گواہی کے واسطے مستعد کر لیا اور دوسرے دن ابو موسیٰ کے پاس دوبارہ گیا۔ اور جن گواہوں کو آمادہ کر لیا تھا اپنے ہمراہ لیتا گیا جب ابو موسیٰ کے پاس پہنچا اور آدمی جمع ہو گئے کہ ان کی تجاویز اور گفتگو کو سنیں۔ عمر نے کہا اے ابو موسیٰ تجھے اس خدا کی قسم دلا کر پوچھتا ہوں کہ جس کے سوا دوسرا خدا نہیں کہ خلافت کے لئے وہ شخص زیادہ سزاوار ہے جو قول کا پورا ہوا یا وہ شخص زیادہ مستحق ہے جو بے وفا ہو۔ ابو موسیٰ نے کہا یہ سوال تو کچھ مشکل نہیں۔ ہر کام میں وفا شعار خدا سے اچھا ہوتا ہے۔ عمر نے کہا اے ابو موسیٰ تو عثمان کی نسبت کیا کہتا ہے۔ وہ ظالم ہو کر مارا گیا ہے یا مظلوم؟ ابو موسیٰ نے جواب مظلوم!۔

عمرو نے پھر پوچھا تو اس کے قاتل کی نسبت کیا کہتا ہے؟ اس کو عثمان کے قصاص میں قتل کرنا چاہئے یا نہیں۔ اس نے جواب دیا بہر حال عثمان کے قاتل کو قتل کرنا چاہئے۔ عمرو نے کہا کس شخص کو قصاص عثمان کا حق حاصل ہے۔ اس نے کہا عثمان کے وارثوں کو یہ حق پہنچتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ **وَمَنْ قَتَلَ مَظْلُومًا فَقَدْ جَعَلْنَا لَوْلِيهِ سُلْطٰنًا** یعنی جس نے کسی کو بیجا قتل کر دیا ہم نے اس کے والی کو اس پر غلبہ عطا کیا ہے۔ عمرو نے کہا اے لوگو عمرو کی ان باتوں کے گواہ رہنا۔ معاویہ عثمان کے اولیاء میں سے ہے۔ ابو موسیٰ نے کہا اے ابو عمر اٹھ اور معاویہ کو خلافت سے علیحدہ کر دے۔ اور میں علی کو معزول کر دوں گا۔ کیونکہ میں اسی کل والی تجویز پر قائم ہوں جو ہم دونوں نے قرار دی ہے۔

عمرو نے کہا سبحان اللہ! مجھے یہ مرتبہ حاصل نہیں کہ تجھ سے پیشتر کلام یا کوئی کام کروں۔ اللہ تعالیٰ نے تجھے ایمان و ہجرت میں مجھ سے مقدم کیا ہے۔ پھر میں تجھ سے آگے بڑھ کر کیونکر چل سکتا ہوں تو خود ازراہ سعادت اٹھ کر اپنا عندیہ اور تجویز بیان کر۔ جب تو اپنی دلی بات بیان کر چکے گا تو میں بھی جو کچھ کہنا ہے کہہ دوں گا۔

ابو موسیٰ اٹھا اور اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کی۔ آج خلقت کا جو ہم بھی بہت تھا۔ حمد خدا کے بعد کہا اے لوگو آگاہ ہو کہ سب سے بہتر وہ شخص ہے جو اپنے نفس کو قابو میں رکھے اور وہی سب سے اچھا ہے جو اپنی آرزوؤں کا غم کھاتا ہے تم جانتے ہو کہ اس جنگ میں ہزار ہا آدمی مارے گئے ہیں۔ اب میں نے اس معاملہ میں سوچ سمجھ کر ایسی تجویز قائم کی ہے۔ جس میں مسلمانوں کی بھلائی شامل ہے اور یہ آتش فساد مٹ جائے گی اور باقی ماندہ ہلاکت سے بچ جائیں گے۔ میری یہ رائے ہے کہ ہم علی علیہ السلام اور معاویہ دونوں کو خلافت سے ہر طرف کر دیں اور ان اختیارات عالی شان کی سپردگی کا

اختیار مشورہ پر رکھیں پس اے لوگو اب آگاہ ہو جاؤ کہ میں نے علی کو خلافت سے علیحدہ کر دیا جس طرح میں نے اپنی انگلی سے یہ انگوٹھی علیحدہ کر لی ہے پھر اپنی انگلی سے انگوٹھی نکال کر خاموش کھڑا ہو گیا۔ اس کے بعد عمرو عاص نے کھڑے ہو کر اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کی۔ پھر کہا اے لوگو! ابو اشعری جو جناب رسول خدا کا یمن کا قاصد اور ابو بکر کا قائم مقام ہے اور عمر خطاب کا عامل ہے اور اہل عراق کا حکم ہے اس وقت حضرت علی کو خلافت سے علیحدہ کر دیا ہے۔ چنانچہ تم سب نے بخوبی سن لیا ہے۔ کہ اس نے علی کو خلافت سے علیحدہ کر دیا ہے اور میں نے معاویہ کو اس طرح قائم کر دیا جس طرح اپنی انگلی میں یہ انگوٹھی پس لی ہے۔ تم سب گواہ رہنا یہ کہہ کر بیٹھ گیا۔

ابو موسیٰ نے کہا خدا کی قسم ہم نے یہ بات قرار نہیں دی تھی اے مکار۔ بدکار۔ ظالم بے حیا حیلہ ساز بہانہ جو تجھ پر خدا

کی لعنت ہو تیری وہی مثل ہے جیسا اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں مثلہ کمثل الکلب ان یحمل علیہ بلمیث او ہتوکہ بلمیث عمرو نے کہا ہاں ایسا ہی کہا کرتے ہیں اس وقت تو جو چاہے کہ لے تیری وہی مثل ہے جو کلام الہی میں درج ہے۔ کمثل الحمار یحمل اسفاراً الغرض جب یہ بد نما فعل ظاہر ہوا تو ابو موسیٰ عمرو کو سخت وست کالیاں دینے لگا اور عمرو ابو موسیٰ کے ساتھ دشنام طرازی سے پیش آیا۔ اب باہم وحشیانہ گفتگو شروع ہونے لگی۔ لوگوں کو غصہ آیا بعض کہنے لگے آخر کار عمر نے دھوکا دیا۔ ابو موسیٰ کو حکم ہی نہ کرنا چاہئے تھا۔ جناب امیر المومنین اس کی عداوت اور حماقت سے واقف تھے اسی لئے ذرا بھی رضامند نہ تھے کہ اسے حکم قرار دیں۔ آپ ہرگز قبول نہ کرتے تھے اور اس کے روانہ کرنے کی نسبت سخت مصر تھے۔ جس کا آخر یہ نتیجہ نکلا۔ اب ضرور ہے کہ ہم دشمنوں کی ملامت سنیں۔ لوگ یہ باتیں کر رہے تھے۔ کہ عمرو ہاں سے اٹھ کر چلا گیا۔ اپنی قیام گاہ پر آیا اور یہ اشعار معاویہ کو لکھ بھیجے:

انک الخلاقۃ فی حذوہا ہنیا مریبا ثقہ البونا

ترق انیک زقان العروس بامرون من معتک الدار مینا

ممالا شعری لوادى الرابا ولا حامل الذکر فی الأشعرینا

فقال و کنت و قلت امرا امری الرفق بالمخصم حتی ملینا

فخذہا ابن ہند علی باسہ فقد دافع اللہ ما تعخذ زینا

وقد دافع اللہ من شامکم صلوا شینا و خذ ہاز بونا

اب اہل شام خوش ہو گئے اور اہل عراق کو ملامت کرنے لگے۔ سعید بن قیس ہمدانی نے کھڑے ہو کر کہا اگر ہمیں راہ راست پر ثابت قدم رہتے اور ان لوگوں سے برابر جنگ کئے جاتے تو ہمیں شامیوں کی ملامتیں نہ سننی پڑتیں۔ خیر اب بھی کچھ نہیں گیا۔ ہم پر واجب نہیں کہ عمر کی فریب دہی اور ابو موسیٰ کی حماقت کے سبب راہ راست کو ترک کر دیں ہم آج بھی اسی قول پر کمر بستہ ہیں جس پر کل تھے۔ جناب امیر کے لشکر کے تمام سردار اسی طرح اٹھ کر رائے زنی کرتے تھے کہ ہم حکمین کے اس قسم کے فیصلے کو منظور نہیں کرتے اور جنگ اختیار کریں گے۔ اب تمام سردار ان عرب اس بات پر متفق ہو گئے لیکن ابن اشعث بن قیس خاموش تھا۔ اشتر نے اس سے کہا اے اشعث کیا یہ کام تیرا ہی کیا ہوا نہیں ہے کیا تو نے مسلمانوں کے لئے یہ عیب اور عار گوارا نہیں کی؟ اول حکم مقرر کرنے پر رضا ظاہر کی پھر ابو موسیٰ کے حکم مقرر کرنے پر مصر ہوا۔ آخر کار یہ نتیجہ نکلا۔ اشعث اس بات سے ناخوش ہو کر غصے میں آیا اور ایک شامی نے جو معاویہ کا طرفدار تھا کہا خدا سے ڈرو پھر جنگ نہ چھیڑو کیونکہ اگر خدا نخواستہ پھر جنگ چھڑ گئی تو ہم اور تم میں سے ایک شخص بھی زندہ نہ بچے گا۔

جب حکمین کے فیصلے کی خبر جناب امیر المومنین کو ہوئی فرمایا یہی بات میں اس دن کہا تھا جبکہ یہ امر قرار دیا جا رہا تھا۔ اور میں سخت انکار کرتا تھا کہ ابو موسیٰ اس کام کی لیاقت نہیں رکھتا۔ تم نے خم ٹھونک کر کہا کہ نہیں خدا کی قسم ابو موسیٰ اس کام کے لئے سب سے لائق و فائق ہے۔ تم نے حکم نہ مانا میں نے مجبور ہو کر تمہارا کہنا منظور کر لیا۔ اب پھر جنگ کرنا خلاف مصلحت ہے۔ مناسب ہے کہ سب اپنے اپنے گھروں کو واپس چلے جاؤ۔ جب مقررہ معیاد گزر جائے اور لشکر کی مکان بھی رفع ہو جائے اس وقت پھر مقابل ہوں۔ سب نے اس رائے کو پسند کیا اور لشکریوں نے اپنے وطن کی طرف مراجعت کی۔ ابو موسیٰ اشعری جناب علی ابن ابی طالب علیہ السلام کی خدمت میں حاضر نہ ہوا بلکہ سمت مکہ روانہ ہو گیا۔ آپ نے اس کے حق میں یہ نظم کہی

بارب ان کان ابو موسیٰ ظلم و خاننی فی حکم حکمین ناقولہ
 لیمہ من و حسن اعمیٰ اصم لا یظن السہل ولا یروعی الاکم
 بیان کرتے ہیں کہ ایک کوفی نے امیر المومنین سے پوچھا کہ یہ معرکہ آرائی جو ہم نے شامیوں کے ساتھ کی مرضی الہی سے متعلق تھی؟

جناب امیر نے فرمایا اے شیخ خدا نے دانہ کو چیرا اور اس سے درخت اگایا اور انسان کو خلق فرمایا کہ اس کا کوئی بندہ اس کے ارادہ اور فشا کے خلاف نہ ایک قدم اٹھا سکتا ہے اور نہ ایک سانس ہی لے سکتا ہے۔
 بے حکم اور نیکو برگے زیچ شاخ از جرم خاک تابہ محلے کہ مشتری است
 اس کوفی نے جناب امیر کا یہ کلام سن کر آپ کی مدح میں یہ اشعار لکھے:

ان الامام الذی ترجوا بطاعته یوم النشور من الرحمن غفرانا
 اوضحت من دیننا ما کان ملتبساً جزاک ربک غیاثہ احسانا
 نفسی قماء الخیر الناس کلہم بعد النبی علی الخیر مولانا
 انھی النبی و مولیٰ المومنین معاً و اول الناس تصدیقا و ایمانا
 و بعد بنت نبی اللہ فاطمہ کرہا شر فاسرا و اعلانا

الحمد لله رب العلمین و الصلوٰۃ و السلام علی سید النبیین و خاتم المرسلین و علی الہ الطیبین الطاہرین المعصمین کہ جنگ صفین کے واقعات اختتام پذیر ہوئے۔

جنگ صفین کے بعد

واپسی پر اسلامی ممالک کی معاویہ کے ہاتھوں غارت گری

ابو محمد احمد بن اعثم کوفی کا بیان ہے کہ مشہور راویوں نے روایت کی ہے کہ جب امیر المومنین علی اور معاویہ میں ان تمام واقعات کے بعد جن کا اوپر شرح تذکرہ ہو چکا ہے صفین کی لڑائیاں واقع ہو چکیں اور عمرو غاص اور ابو موسیٰ اشعری نے مذکورہ بالا طریق پر فیصلہ ظاہر کیا اور شامی لشکر شام کی طرف اور اہل عراق، عراق کی طرف مراجعت کر گئے اور امیر المومنین نے کوفہ میں اور معاویہ نے شام میں قیام کیا۔ اس کے بعد معاویہ نے ضحاک بن قیس فہزی کو جو اس کی طرف سے ملک شام کا گورنر اور سردار ان لشکر سے مشہور شخص تھا طلب کر کے سواروں کا ایک دستہ حوالہ کیا کہ بنی کلب کے نواح کے راستے سماء کو جہاں سے کوفہ اور اس کے گرد و نواح کو جاتے ہیں اپنے قبضے میں کر کے راستے میں آنے والی ہر چیز کو برباد کر ڈالے وہ سواروں کو ہمراہ لے کر روانہ ہوا پہلی منزل ٹھیلیہ میں کی پھر تطفانہ میں اترا۔

جناب امیر المومنین علیہ السلام کو بھی اس امر کی اطلاع ہوئی۔ آپ نے ایک صحابی حجر بن عدی کنڈی کو بلا کر دو ہزار سوار حوالے کئے اور فرمایا بے جلت جا کر ضحاک کی دستبرد سے اس علاقہ کو بچا۔ اس وقت ضحاک بنی کلب میں پہنچ کر قتل و غارت گری میں مصروف تھا۔ اور اس نے ٹھیلیہ کے رئیس عمر بن سعید طائی کو جو جناب امیر المومنین کا ایک بڑا نیکو کار صحابی تھا قتل کر دیا جب وہ حجر بن عدی اور اس کے دو ہزار سواروں کی آمد سے مطلع ہوا اپنی فوج سے کہا ہم کوفہ کے متصل آ

پہنچے ہیں اور علی کے صحابی کو مار ڈالا ہے۔ مگر حجر سے جنگ کرنے کی طاقت مجھ میں نہیں تمہاری کیا صلاح ہے۔ سب نے کہا ہمیں یہاں سے کوچ کرنا چاہئے۔ اگر حجر نے پیچھا کیا تو پھر اس سے جنگ کریں گے۔ ورنہ سلامتی سے خدمت معاویہ میں پہنچ جائیں گے۔ اور اسے تمام کیفیت سے اطلاع دیں گے۔

ضحاک نے کہا تمہارا کہنا درست ہے۔ اور اسی وقت بجانب شام کوچ کر دیا۔ حجر نے ان کے بھاگنے کی خبر سن کر تعاقب کیا اور بنی کلب کے نواح میں جا لیا۔

ضحاک نے ٹھہر کر مقابلہ کیا اور اس کے سات آدمی مارے گئے۔ اور حجر کی فوج میں سے چار آدمی کام آئے۔ انجام کار حجر فتح مند ہوا اور ضحاک شکست کھا کر شام کی طرف بھاگ گیا۔ حجر نے اب اس کا پیچھا نہ کیا۔ اور واپس آ کر جناب امیر کی خدمت میں تمام حال عرض کیا۔

جب ضحاک مغلوب ہو کر معاویہ کے پاس پہنچا تو معاویہ نے سرداران شام میں سے ایک شخص یزید بن شجرہ زہادی کو بلا کر کہا میں چاہتا ہوں کہ تو مکہ میں جا کر میری نیابت میں حاجیوں کو شرائط حج پر قائم کرے اور علیؑ کے نائب کو وہاں سے نکال دے۔ اور حاجیوں کو جو تمام اطراف و جوانب سے آتے ہیں میری بیعت میں لائے۔ اور کوئی ایسی تدبیر کرے کہ وہ علیؑ کی بیعت سے بیزار ہو جائیں اور مجھے خلیفہ مان لیں۔

یزید نے کہا جیسا امیر المومنین کا حکم ہے ویسا ہی کروں گا۔ معاویہ نے کہا مجھے تیری خصلت کی خوبی اور طریقہ کی پختگی معلوم ہو گئی۔ میں تیری رائے اور چلن سے خوب واقف ہوں۔ تجھے حرم خدا تعالیٰ میں جنگ کرنے کے لئے نہیں بھیجتا ہوں کہ جو لوگ سردھڑ سے اس پاک جگہ پر آتے ہیں۔ ان کے دلوں کو مائل کرے اور اچھے کلمات کہے اگر ممکن ہو کہ حرم میں تلوار چھینے اور خون بہائے بغیر علیؑ کا نائب مکہ سے چلا جائے تو اسے نکال دینا اور اگر دیکھے کہ جنگ و جدل بغیر اس کا نکالنا ناممکن ہے تو اس سے کچھ معترض نہ ہوتا۔

یزید نے کہا میں تیرا مطلب سمجھ گیا۔ ایسا ہی عمل میں لاؤں گا۔ میں ایسا شخص نہیں کہ حرم الہی میں جس کی حرمت اس آیت سے ثابت ہے کہ من دخلہ کان امنا کسی تنفس کو خوفزدہ کروں۔ معاویہ نے کہا میں نے تیری بات سن لی اور مجھے پسند آئی۔

شام کے اراکین اور لشکر کے بہادروں اور چیدہ چیدہ عربی جنگجوؤں میں سے تین ہزار سوار دیکر مکر سمجھایا نصیحت کی اور کہا اے یزید بن شجرہ آگاہ ہو کہ میں تجھے میں کہہ میں بھیجتا ہوں اور مکہ اللہ تعالیٰ کا گھر ہے اور وہ میری جائے پیدائش و پرورش ہے۔ اور اہل مکہ میری قوم اور گروہ کے لوگ ہیں خدا سے ڈرنا اور انہیں خوفزدہ نہ کرنا۔ میں ہر جگہ پر ان کی زندگی اور درستی احوال کا آرزو مند ہوں اور ڈرا گوارا نہیں کرنا کہ انہیں کسی طرح سے تکلیف پہنچے میری اس نصیحت کو جو ان کے

حق میں کی ہے یاد رکھنا اور اس سے روگردان نہ ہونا خدا پر بھروسہ کر کے روانہ ہو جا۔ یزید نے سن کر کہا اللہم انی نست

اعظم معاہدۃ من سعی علی خلیفتک عثمان و ہتک حرمتک و لا مناہدۃ من بغی علیہ معاہدۃ و خذلہا اللہم فان

کنت قضیت بین ہذہ العجیش و بین اہل حرمک حرماً لاکفنی ذالک یعنی اے خدا میں اس شخص کی حرمت نہیں کروں

گا جس نے تیرے خلیفہ عثمان کے قتل میں سعی کی اس کا پردہ حرمت چاک کیا اور اس پر ظلم و ستم جائز رکھ کر تما چھوڑ

دیا۔ اے خدا اگر کسی نے حکم دیا کہ اس لشکر اور باشندگان حرم میں جنگ ہو تو مجھے اس معرکہ سے محفوظ رکھنا۔ یہ دعا مانگ

کر مکہ کی طرف روانہ ہوا۔ اس وقت قثم بن عبدالمطلب امیر المومنین علیؑ کی طرف سے مکہ میں موجود تھا۔ یزید قریب مکہ

پہنچا تو قثم نے لوگوں کو جمع کر کے حمد و ثنائے الہی اور ورود و رسالت پناہی کے بعد کہا اے لوگو شام کا لشکر جو ظلم و فساد کا

دلدادہ ہے اور عدل و مروت سے ذرا علاقہ نہیں رکھتا آیا چاہتا ہے۔ اس کی آمد کا منشاء یہ ہے کہ دینی شریعت میں تغیر پیدا کریں۔ اور راہ حقہ میں تبدیلیاں واقع کریں۔ تم کو کیا ارادہ رکھتے ہو ان سے بچک پیش آؤ گے یا صلح کرو گے۔ یہ سن کر تمام آدمی خاموش ہو گئے۔ کسی نے قسم کی بات کا کچھ جواب نہ دیا۔

قسم نے کہا اگرچہ بظاہر تم نے کوئی جواب نہ دیا مگر مجھے معلوم ہو گیا کہ تمہارا دلی منشاء کیا ہے۔ اب میں شہر سے نکل جاؤں گا اور متصل پہاڑوں میں قیام کروں گا اور دیکھوں گا کہ اللہ تعالیٰ کیا کرتا ہے۔ شیہ ابن نعمان عبدی نے کہا اے قسم تو ہمارا امیر اور ہم تیری رعیت ہیں۔ اور سب تیرے حکم کے فرمانبردار ہیں۔ اگر اس آنے والے لشکر سے توجہ کرے گا تو ہم سب تیرا ساتھ دیں گے اور اگر صلح کرے گا تو ہمیں اس سے بھی انکار نہ ہو گا۔ ہم ہر حال میں تیرے مطیع فرمان ہیں۔ جو کچھ مصلحت دیکھے اس پر عمل کر۔ والسلام

قسم نے کہا افسوس اے مکہ والو میں تمہاری باتوں کے دھوکہ میں نہ آؤں گا۔ میں جانتا ہوں کہ جو کچھ کہتے ہو اسے پورا نہیں کرتے۔ اور بایں سب کہ میں دیکھتا ہوں کہ تم میں کوئی ایسا شخص نہیں جو کچھ کر دکھائے اس لئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ جناب امیر کی خدمت میں عرضہ لکھ کر تمام کیفیت سے مطلع کروں اور خود شہر سے نکل کر متصل کے پہاڑوں میں قیام کر کے منتظر رہوں اگر میرے واسطے مدد بھیج دی کہ اس سے قوی پشت ہو کہ اس شامی لشکر کو منتشر کروں تو اپنی جگہ سے نکل کر انہیں پسپا کروں گا۔ اور اگر مدد نہ پہنچی یا کسی اور تجویز کے متعلق کوئی حکم بھیجا گیا تو حسب ہدایت عمل کروں گا۔ والسلام۔

ابو سعید خدری نے کہا اے امیر حرم خدا کی بہت بڑی حرمت ہے جس وقت یہ شامی فوج آئے تو ان سے مقابلہ کرنے میں جلدی نہ کرنا۔ خاموش رہنا شہر سے باہر نہ جانا جب یہ لوگ آجائیں اور تو دیکھے کہ میں ان سے زیادہ قوی دست ہوں تو باہر نکل کر ان کو شکست دینا ورنہ شہر چھوڑ کر جیسا ارادہ ظاہر کیا ہے پہاڑوں میں جا ٹھہرنا اور سب طرح کی احتیاط رکھنا پھر جس وقت تو چاہے گا وہاں سے باہر آ سکتا ہے اور اب توقف کرنا ہی مناسب ہے۔

قسم نے کہا تو نے ٹھیک رائے دی ہے۔ پھر اس کے کہنے کے مطابق مکہ میں ٹھہرا رہا اور جناب امیر المؤمنین کو یزید بن شجرہ کے مع لشکر آنے سے مطلع کیا۔ آپ نے خبر پا کر اور منبر پر تشریف لے جا کر خطبہ پڑھا۔ حمد و ثناء باری تعالیٰ کے بعد اس کے ہر قسم کے عطیات اور نعمتوں کا ذکر کر کے جناب رسول خدا پر درود بھیجا۔ پھر کہا اے لوگو! مجھے خبر ملی ہے کہ معاویہ کے ایک شامی لشکر جو بڑے ظالم ہیں نہ کانوں سے کلمہ حق سنتے ہیں نہ آنکھوں سے راہ راست دیکھتے ہیں کہہ پر چڑھا کر بھیجا ہے۔ اور حکم دیا ہے کہ لوگوں سے معاویہ کی بیعت لیں اور اطاعت میں لائیں۔ اور اس کی نیابت میں حج کی رسمیں اور میرے نائب کو حج کے طریقوں کی ادائیگی سے روک کر شہر سے نکال دیں۔ یہ شامی لشکر ظالموں اور مفسدوں کا مجمع ہے۔ حق کو باطل سے پوشیدہ کرتے اور خلقت کو نافرمانی خدا میں مبتلا کرتے ہیں۔ یہ شیطان کے مددگار، گمراہ اور بدعتی فرقہ کے تابعین ہیں۔ دینداروں اور ایمان والوں کی دشمن ہیں۔ ہر حال ان کا دفعیہ ضروری ہے۔ تم تیار ہو جاؤ اور بے محنت تمام ان کی خبر لو اور اس کے مقابلے میں باقی رہنے والا ذکر اور ثواب دارین حاصل کرو۔

اور مقبل بن قیس کو جو بڑا متقی اور امین شخص ہے اور کثرت احتیاط اور پرہیزگاری کے علاوہ شجاعت و شہامت بے اندازہ رکھتا ہے اور عقل و فہم میں یکتا ہے اس مہم پر مامور کرتا ہوں۔ اور جو سردار اس امر میں اس کا ساتھ دیں گے ان کو ہمراہ کرتا ہوں۔ لازم ہے کہ جلدی کرو اور ان کے ہمراہ روانہ ہو جاؤ۔ اور یقین رکھو کہ اس مہم میں تم کو قسم قسم کی سعادتیں حاصل ہوں گی۔ اور اس جہاد سے نجات اور بخشش کے دروازے تم پر کشادہ ہو جائیں گے اور وہ گروہ جو تابع شیطان ہے

مقبور اور منتشر ہو گا۔ و ان يصلح الله عمل المفسدين

جناب امیر المومنینؑ کے اس ارشاد پر اہل کوفہ جوش میں آئے اور ہر گوشہ مسجد سے آواز بلند ہوئی کہ ہم نے سنا اور قبول کیا۔ ایک ہزار سات سو بہادر عربی سوار جمع ہو گئے۔ رمان بن زمرہ بن ہودہ خرمی، ابو طفیل، عامر بن واثلہ کنانی اور ایسے ہی مشہور و معروف بہادروں نے اس جنگ پر رضا ظاہر کی۔ پھر یہ نامور ایک ہزار سات سو سوار لے کر کوفہ سے جانب مکہ روانہ ہوئے۔

ذی الحجہ کی پہلی تاریخ تھی۔ اور جب وہاں پہنچے حج کا وقت گزر گیا تھا۔ یزید بن شمرہ تویہ سے دو روز پیشتر عرفات میں پہنچ گیا تھا۔ اس نے منادی کی کہ کسی شخص کو تم سے کچھ غرض نہیں ہے۔ تم سب امن و امان میں ہو مگر صرف وہی شخص جو ہم سے جنگ کرے گا۔ اور مخالفانہ رویہ اختیار کرے گا پھر کہا کسی ایک نامور صحابی کو میرے پاس لاؤ۔

لوگوں نے کہا ابو سعید خدری یہاں موجود ہے اس کو لاؤ وہ آیا سلام کر کے بیٹھ گیا۔ یزید نے جواب سلام کے بعد کہا اے ابو سعید اللہ تعالیٰ تجھے بخشے آگاہ ہو کہ میں یہاں لوگوں کی دلداری اور دینی قاعدوں کی تائید اور شرع مبین کی بنیاد کے استحکام کے لئے آیا ہوں۔ نہ دلوں میں تفرقہ ڈالنے اور فساد پھیلانے کے لئے۔ اگر میں چاہوں تو تمہارے امیر کو گرفتار اور قید کر کے معاویہ کے پاس بھیج دوں۔ کسی کو یہ مجال نہیں ہو سکتی کہ مجھے اس ارادے سے باز رکھے۔ لیکن مصلحت یہ ہے کہ تمہارا امیر امارت سے دستبردار ہو جائے اور میں بھی امامت نہ کروں۔ تم سب اپنے اجماع اور اتفاق سے کسی اور شخص کو مقرر کر لو۔ جو امامت کرائے تاکہ ہم میں کوئی تنازعہ پیدا نہ ہو سکے۔ اللہ رحمن اور رحیم ہے۔ اس معاملہ میں میری اور کوئی غرض نہیں مگر یہ کہ طرفین کے لئے عاقبت چاہوں اور اصلاح حالت میں سعی کروں۔

ابو سعید خدری نے کہا اللہ تعالیٰ تجھے نیک بدلا دے۔ میں تمام شامیوں میں کسی کو تجھ سے زیادہ نیک اعتقاد اور مسلمانوں کی رعایت اور ہوا خواہی میں کامل اور فاضل نہیں سمجھتا اس کے بعد ابو سعید شام کے پاس آیا اور یہ باتیں سنائیں۔ اور نماز عید میں امامت کے متعلق یزید کی خواہش بیان کر کے پوچھا تیری کیا مصلحت ہے؟

تم نے کہا یزید جس امر کو مناسب سمجھتا ہے میں بھی اس سے رضامند ہوں۔ اس کے بعد تمام بزرگ مکہ اور مکہ کے سرداروں نے مل کر یہ امر قرار دیا کہ شیتہ العثمان عبدی امامت کرے اور مناسک حج بجالائے۔ آخر یہی بات قرار پا گئی اور شیبہ کو اجازت دی جب شیبہ نے نماز پڑھا دی اور مناسک حج میں قیام کیا تو یزید نے اپنے ہمراہیوں سے مخاطب ہو کر کہا۔ اے اہل شام آگاہ ہو کہ اللہ نے تم کو نیکی کرامت کی اور شر سے تمہیں باز رکھا۔ نیکی یہ کہ تم نے امام وقت اور خلیفہ زمانہ کی اطاعت میں حج کیا اور مناسک کے طریقے پر قیام کیا اور شریعہ کے تمہارے ہاتھ کو علی ابن ابی طالب کے لوگوں کے تعرض سے اور ان کے ہاتھ کو تمہاری مخالفت سے روکا۔ اب تم نیک بختی اور اجر و شکر یہ کے ساتھ واپس چلو۔ اہل شام یزید کی بات سے بہت خوش ہوئے اور جانب شام مراجعت کی۔ معقل بن قیس جس وقت لشکر لئے کوفہ کی طرف آیا تو کچھ عرب ملے اور انہوں نے مطلع کیا کہ یزید اور اس کا لشکر شام کی طرف واپس چلا گیا۔ معقل بن قیس مکہ کا راستہ

چھوڑ کر جانب شام روانہ ہوا۔ اثنائے راہ میں خبر لگی کہ انہوں نے وادی القریٰ میں قیام کیا تھا۔ اس لئے بہ عجلت تمام وادی القریٰ کی طرف چلا اور قریب پہنچ کر دیکھا کہ وہ وادی القریٰ کے دریا کے کنارے اترے تھے۔ قیس نے اپنے لشکر سے کہا میری بات سنو انہوں نے کہا بیان کر۔ قیس نے کہا یہ بڑا خطرناک کام ہے جو مجھے انجام دینا پڑے گا۔ تم مردوں کی طرح رہنا اور سعی تمام جنگ کرنا اگر میں مارا جاؤں تو میری طرف سے تمہارا امیر ابو الطفیل عامر بن واثلہ ہو گا اور اگر وہ بھی کام آئے تو رمان بن حمزہ امیر ہو گا۔ اور اگر وہ بھی کام آئے طیبان امارہ کو امیر سمجھنا۔ اور وہ بھی زندہ نہ رہے تو ابو

زراعت شاکری، امارت پر متمکن ہو۔ یہ وصیت کر کے آگے بڑھا۔ جب وادی القریٰ میں پہنچا تو دیکھا کہ شامی لشکر کوچ کر چکا تھا۔ صرف ان کے دس آدمی رہ گئے تھے جو اپنے اونٹوں پر اسباب لاد رہے تھے۔ معقل نے انہیں گرفتار کر لیا۔ اور جو کچھ ساز و سامان اور اسلحہ ان کے پاس تھا چھین لیا۔ اب شامی لشکر نے بھی سنا کہ معقل آپہنچا۔ اور اپنے امیر سے کہا مناسب ہے کہ واپس جا کر اپنے قیدی چھڑا لئے جائیں۔ یزید نے کہا واپس جانا خلاف مصلحت ہے جب تک یہ نہ معلوم ہو جائے کہ ان کی قوت کس قدر ہے آیا ہم فتح پا سکتے ہیں یا نہیں، اور اگر عراق والے اس قدر قوی نہ ہوتے تو وہ ہمارا تعاقب نہ کرتے۔

یہ کہہ کر شام کی طرف روانہ ہو گیا۔ اور معقل نے یہ جان کر کہ تعاقب کا کوئی نتیجہ نہیں کوفہ کو مراجعت کی اور ان دس اشخاص کو جناب امیر علیہ السلام کے روبرو پیش کیا اور تمام کیفیت عرض کی۔ آپ نے فرمایا کہ انہیں قید خانہ میں رکھو۔ کیونکہ معاویہ نے بھی ہمارے چند آدمی قید کر رکھے ہیں۔ جب وہ انہیں بھیج دے گا تو ہم انہیں چھوڑ دیں گے۔ الغرض جب یزید نے معاویہ کے پاس جا کر شرح کیفیت سنائی اور کہا ہمارے دس آدمیوں کو قید کر لیا ہے تو معاویہ نے کہا جلدی نہ کرو مجھے ان کے چھڑانے کا تم سے زیادہ خیال ہے۔ اس کے بعد حرت بن خوشی کو بلا کر اور ایک ہزار جنگجو سوار حوالہ کر کے حکم دیا کہ بلاد جزیرہ رود کو اور ہر اس موضع کو جو علیؑ کی اطاعت کا دم بھرتا ہو قتل اور تاراج کر ڈال۔ حرت بن شمر ہزار سواروں کی جمیعت سے روانہ ہو کر نصیبین اور دارا کے علاقہ تک آیا۔ اور بنی تغلب کے ایک گروہ کو جو حضرت علیؑ کا طرفدار تھا غارت کر کے آٹھ آدمی گرفتار کر لئے۔ پھر شام کی طرف مراجعت کی۔ اب جزیرہ والوں میں سے ایک شخص مسی عقبہ بن دخل حرت کے قتل کے انتقام کے لئے اٹھا اور بنی تغلب کے کچھ لوگ جمع کر کے قصر منبج کی طرف روانہ ہوا۔ اور دریائے فرات کو عبور کر کے نواب شام کو جالوثا اور بے شمار مال و دولت اور اسباب اور مویشی کثیر لے کر صحیح و سالم واپس چلا آیا۔ اور ایک قطعہ لکھا جس کا مطلع یہ ہے:

الاباغ معاویہ بن صفخر ماتنی قد اضرحت کما نغد

اب امیر المومنین علیؑ علیہ السلام نے معاویہ کو اس مضمون کا خط لکھا:

نامہ امیر المومنین معاویہ

یہ خط جناب امیر المومنین علیؑ کی طرف سے معاویہ کے نام ہے۔ واضح ہو کہ اللہ جل شانہ منصف و عادل ہے۔ وہ صم نہیں کرتا اور وہ جبار ہے کہ اس پر کوئی غلبہ نہیں کر سکتا۔ نیکی کا بدلہ نیک عطا کرتا ہے اور اس کے بدلے جو کچھ ظلم و ستم اور خطا کرتے ہیں اس پر صبر کرتا ہے۔ اور جب وقت آپہنچتا ہے تو ہر فعل کی سزا اور ہر ایک بری بات کا بدلہ دیتا ہے۔ اے معاویہ تجھے دنیا کے واسطے پیدا نہیں کیا تو ہمیشہ اس میں زندہ نہ رہے گا۔ خواہ تیری عمر کتنی ہی دراز کیوں نہ ہو۔ انجام کار موت کا مزا چکھے گا۔ دنیا گزر جانے والی ہے اور دنیا کی محبت بھی گزرنے والی چیز ہے۔ خدا سے ڈر اور انصاف کو ہاتھ سے نہ دے اور شیطانی وسوسوں میں پڑ کر باطل طریقے اختیار نہ کر۔

میں اس خدا کی جس کے سوا اور کوئی خدا نہیں ہے قسم کھا کر کہتا ہوں اور سچی قسم کھاتا ہوں کہ جب عاقبت میں مجھے اور تجھے ایک جگہ جمع کریں گے تو میرے اور تیرے درمیان میں انشاء اللہ حق فیصلہ ہو گا۔ آگاہ ہو کہ میں یہ خط اپنے قاصد سعد کے ہاتھ روانہ کرتا ہوں اور مدعا یہ ہے کہ جو قیدی ایک دوسرے کے یعنی ہمارے تمہارے پاس ہیں رہا کر دیئے جائیں

گے۔ والسلام!

جب سعد نے معاویہ کے پاس پہنچ کر خط پہنچا دیا تو معاویہ نے اپنے پاس تمام قیدی جو حضرت علی علیہ السلام کے طرفدار تھے چھوڑ دیئے۔ اور جب یہ خبر امیر المومنینؑ نے سنی تو حکم دیا کہ معاویہ کے تمام قیدی رہا کر دیئے جائیں۔ اس کے بعد لوگوں کو یہ خیال ہو گیا کہ اب معاویہ دست درازی نہ کرے گا۔ لیکن ایک ماہ بھی نہ گزرا تھا کہ معاویہ نے اپنے ایک سفیر سفیان بن عوف کو بڑی بھاری جمعیت کے ساتھ عراق کی طرف بھیجا کہ اس علاقہ کو تاخت و تاراج کر ڈالے۔ اور شیعان علی علیہ السلام کو جہاں کہیں پائے قتل کر ڈالے۔ سفیان حسب ایما معاویہ عراق کی طرف بڑھا اور شہر بیت میں داخل ہوا۔ کئیل بن زیاد نے جو جناب امیر المومنین کی طرف سے وہاں کا حاکم تھا یہ خبر سن کر کہ شامی لشکر، مقصد بیت آ رہا ہے اپنے دوستوں میں سے ایک شخص کو پچاس پیدل دے کر وہاں چھوڑا اور خود باہر نکلا کہ اس لشکر کا مقابلہ کرے۔

کئیل کے جانے کے بعد سفیان نے اس شہر اور تمام نواح کو تاراج کر ڈالا اور کوئی اس کا مقابلہ کرنے والا نہ تھا۔ پھر بیت سے انبار کی طرف چلا۔ یہاں ایک شخص الابرش بن حسان بکری نام جناب امیر علیہ السلام کا صحابی موجود تھا۔ جب تک سفیان کے آنے کی خبر ہوئی اس نے اسے گرفتار کر کے قتل کر دیا اور بھی چند ہوا خان امیر المومنین کو قتل کیا۔ پھر تمام شہر کو غارت و برباد کر کے جو کچھ پایا لوٹ لیا اور شام کی طرف مراجعت کی۔ جس وقت جناب امیرؑ کو اس حال کی خبر ہوئی پہلے قصد کیا کہ خود جا کر اس حادثہ کا تدارک کریں۔ مگر بعد کو مناسب نہ سمجھا اور سعید بن قیس کو بلا کر اور کوئی سواروں کا دستہ ساتھ کر کے حکم دیا کہ سفیان بن عوف کے نشان قدم پر جائے اور تعاقب میں سعی بلیغ کر کے اسے جا پکڑے۔ سعید حسب احکم جناب امیرؑ تعجیل تمام روانہ ہوا اور سفیان کو تلاش کرتا ہوا سرزمین عیالات تک پہنچا۔ مگر اسے نہ پایا۔ اب اس لشکر کے گھوڑے اور آدمی تکان سے چور ہو گئے تھے۔ اس نے اپنی فوج کے ایک نامور بہادر ہانی بن خطاب کو دو اسپہ سواروں کا دستہ دے کر اس کی تلاش میں روانہ کیا۔ ہانی بڑی تیز رفتاری سے کوچ کرتا ہوا شام کے دیہات تک گیا۔ اور وہاں سے صفین کے مقام پر جا پہنچا پھر بھی سفیان کا کچھ پتہ نہ لگا اس لئے پلٹ کر سعید کے پاس آیا اور سب کیفیت کہہ سنائی۔ سعید نے کہا اس ملعون کی تلاش اب بے فائدہ ہے۔

غرض وہاں سے مراجعت کر کے جناب امیر المومنینؑ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور تمام ماجرا کہہ سنایا۔ اور یہ بھی عرض کیا کہ کئیل بن زیاد بیت سے نکل گیا ہے۔ جناب امیرؑ نے کئیل بن زیاد کو خط لکھا اور شہر بیت کو چھوڑ جانے پر ملامت کی۔ چند روز کے بعد معاویہ نے ایک نامور شامی عبدالرحمن بن اشتم کو لشکر جرار دے کر ولایت جزیرہ پر بھیجا اور حکم دیا کہ جہاں کہیں علیؑ کے طرفداروں کو پائے گرفتار کر کے مار ڈالے اور اس مقام کو تباہ و برباد کر دے۔

عبدالرحمن حسب احکم معاویہ بجانب جزیرہ روانہ ہوا۔ اس وقت جزیرہ کے علاقہ میں جناب امیرؑ کا ایک صحابی شیث بن عامر حاکم تھا۔ اور یہ شخص خدیج بن علی کریاخ کا دادا ہوتا ہے۔ اس خراسان میں نصریاری سے معرکہ آرائیوں کی ہیں۔ نصیبین میں چھ سو جوانوں کے ساتھ موجود تھا۔ جس وقت سنا کہ عبدالرحمن اشتم جزیرہ پر حملہ کرنے کے لئے چلا آ رہا ہے۔ کئیل بن زیاد کو خط لکھ کر آگاہ کیا۔ عبدالرحمن اشتم جزیرہ پر حملہ کرنے کے لئے چلا آ رہا ہے اس کے ہمراہ بڑا جرار و مستعد لشکر ہے جو ہر طرح کے سامان جنگ سے آراستہ ہے۔ شام سے چلا آ رہا ہے اور اس نواح کی غارت گری کا قصد کر رکھا ہے۔

کئیل بن زیاد نے جواب میں لکھا کہ تیرا خط پایا مضمون معلوم ہوا۔ اس معاملہ میں جس قدر غور و فکر کیا میری رائے یہی قرار پائی ہے کہ تیرے پاس پہنچوں۔ اب یہ خط روانہ کرتا ہوں اور ساتھ ہی تیرے پاس پہنچتا ہوں۔ والسلام!

اس کے بعد کمیل نے عبداللہ بن وہب راسی کو ہیبت میں اپنا نائب مقرر کر کے چار سو سواروں کے ساتھ چھوڑا۔ اور اسی قدر جمعیت لے کر خود بہ سمت نصیبن روانہ ہوا۔ جس وقت شیث سے ملا اس کے پاس چھ سو سوار تھے۔ کمیل اس کے ہمراہ ہو کر نصیبن سے نکلا اور عبدالرحمن کے مقابلے کے لئے چلا۔ عبدالرحمن شہر کفر تونا میں شامی لشکر کو لئے پڑا تھا۔ ان کا حال سنا اور لشکر کو لے کر ان کی طرف بڑھا۔ جب دونوں لشکر روبرو ہوئے کمیل بن زیاد نے رجز پڑھ کر حملہ کیا۔ شیث نے بھی ان کا ساتھ دیا۔ طرفین سے سخت جنگ ظہور میں آئی۔ کمیل کے دو صحابی عبداللہ بن قیس اور مدرک بن بشیر عسری قتل ہوئے۔ اور عبدالرحمن کے بہت سے ساتھی کام آئے۔ انجام کار کمیل اور شیث فتح مند ہوئے اور شامی لشکر بہت بری حالت میں بھاگ نکلا۔ عبدالرحمن برے حالوں سے جانب شام روانہ ہوا۔

کمیل نے اپنی فوج سے کہا تمہاری مراد بر آئی۔ اب ان کا تعاقب نہ کرو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ ہمیں ظفریاب کیا۔ پیچھا کرنے سے کچھ زیادہ فائدہ حاصل نہ ہو گا۔ اس کے بعد وہاں سے مراجعت کر کے نصیبن میں وارد ہوئے۔ جناب امیر نے یہ خبر سکر کمیل کو خط لکھا مضمون یہ تھا کہ اس خدائے عزوجل کا شکر ہے جو اپنے بندوں پر مہربانیاں فرماتا ہے۔ اور جسے چاہتا ہے فتح سے عزت دیتا ہے۔ وہی سب سے اچھا مالک اور سب سے افضل مددگار ہے۔ تو نے مسلمانوں کو جیسی مدد دی اور اپنے امام اور پیشوا کی جس قدر فرمانبرداری کی سب معلوم ہوا۔ تیری نسبت ہمیشہ سے میرا یہی گمان رہا ہے اور ان مہمت کے انتظام میں تجھ پر ایسی ہی خدمات کا بھروسہ رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ تجھے نیک عوض کرامت فرمائے اور ان لوگوں کو بھی جو مدد کے لئے تیرے ہمراہ آئے اور جنہوں نے اپنی جانیں صرف کیں جزائے خیر عطا کرے۔ اس دفعہ تو یہ مہم جو میری اجازت و اطلاع بغیر اختیار کی تھی۔ حسب مراد انجام پائی لیکن لازم یہ ہے کہ اس کے بعد مہم پیش آئے۔ اس کے شروع کرنے سے پہلے مجھے اس کی کیفیت سے اطلاع دو، اور اجازت طلب کرو تاکہ میں جو کچھ مناسب سمجھوں اس کی اجازت دوں اور اس کے متعلق نیک بد حالات سے مطلع کروں۔ اللہ تعالیٰ ظالموں کے ظلم کا بدلہ لے اور درحقیقت وہ عزیز و حکیم ہے۔ والسلام!

اہل یمن کا جھگڑا اور

گروہ عثمان بن عفان کی سرکشی

اسی اثناء میں کہ جناب امیر المومنین علی علیہ السلام کے دوستوں اور معاویہ کے ہوا خواہوں میں جنگ جہل ہو رہی تھی خبر آئی کہ عثمان بن عفان کا گروہ یمن میں فساد برآمد ہو گیا ہے۔ اور جناب امیر المومنین علیہ السلام کی مخالفت اختیار کر کے آپ سے منحرف ہو گیا ہے۔ اس وقت امیر المومنین کی طرف سے یمن میں عبداللہ بن عباس بن عبدالمطلب عامل تھا اور صبح میں مقیم تھا۔ اس نے آدمی بھیج کر اس مخالف گروہ کے کچھ آدمی بلائے اور کہا یہ کیا بات ہے کہ تم آتش فساد بھڑکانا چاہتے ہو۔ تم نے کس لئے مخالفت اور فتنہ پردازی اختیار کی ہے۔ طلب خون عثمان سے تمہارا کیا تعلق تم اس سے کیا علاقہ رکھتے ہو۔ محض رعایا میں شامل ہو۔ جس طریق سے زندگی بسر کرنا چاہئے۔ اسی ڈھنگ سے رہو میں دیکھتا ہوں کہ تم لوٹ مار کی تمنا رکھتے ہو اور اسی وقت تک اپنے گھروں میں بیٹھے ہوئے اور اطاعت کا دم بھرتے تھے جب تک یہ ہوس پیدا نہ ہوئی تھی۔ اب تم نے سراٹھایا ہے اور جناب امیر سے مخالفت کر کے طلب خون عثمان کا بہانہ بنایا ہے۔

اس کے بعد حکم دیا کہ اس گروہ کے چند آدمیوں کو قید میں ڈال دو۔ جب دوسرے لوگ اس واقعہ سے مطلع ہوئے تو انہوں نے عبداللہ ابن عباس کو خط لکھا کہ تو نے ہمارے عزیزوں اور قریبوں میں سے جن شخصوں کو قید کر رکھا ہے اگر ان کو چھوڑ دے گا تو بہتر ہو گا ورنہ ہم نہ تیرا حکم مانیں گے نہ امیرالمومنین کا۔ عبداللہ نے ان کے چھوڑنے سے انکار کیا اور کہا میں اس وقت تک رہا نہ کروں گا جب تک اس امر میں امیرالمومنین علیؑ کے پاس سے کوئی حاکم صادر نہ ہو گا اور جیسا حکم آئے گا ویسا عمل کیا جائے گا۔ اہل یمن نے یہ خیال کر کے کہ ہمارا مطلب نہ بر آئے گا جناب امیرالمومنینؑ کی مخالفت کا اظہار کر کے زکوٰۃ کاروبار روک لیا۔ عبداللہ ابن عباس نے جناب امیرؑ کو تمام حالات سے اطلاع دی اور یمن و صنعا والوں کی بغاوت و سرکشی کا مفصل حال لکھ بھیجا۔ جناب امیرالمومنینؑ نے یہ خط ملاحظہ فرما کر یزید بن انس ارجی کو بلا کر کچھ خبر ہے کہ یمن اور صنعا میں تیری قوم نے کیا فتنہ برپا کر رکھا ہے۔ میرے اور میرے عامل کے خلاف بغاوت اختیار کی ہے۔ یزید نے کہا میں اپنی قوم کی نسبت ایسی مخالفت کا گمان نہیں کر سکتا۔ اگر حکم ہو تو جا کر سب کیفیت معلوم کروں یا خط لکھ کر ان کے بانی الضمیر پر اطلاع پاؤں۔ اگر تحریر ہی کے ذریعے فرمانبرداری اور اطاعت کے راستے پر آجائیں تو بہتر ورنہ خود جا کر ان کو خوب ہی ملامت کروں گا اور سب کو حضورؐ کے زیر فرمان لاؤں گا۔ آپ نے فرمایا میں پہلے خود ایک خط لکھ کر ان کا حال دریافت کرتا ہوں پھر یہ خط لکھا:

۳۸۷

اے اہل یمن میں نے سنا ہے کہ تم طریق اطاعت سے منحرف ہو گئے ہو اور میرے عامل عبداللہ ابن عباس کو چھوڑ کر مخالفت پر کمر بستہ ہو۔ تم نے اس سے پیشتر میری بیعت اور اطاعت اختیار کی ہے اب ایسا عیب اور طریق اختیار نہ کرو اور خدا سے ڈرو اور فرمانبرداری اور متابعت سے کام رکھو۔ تمہاری سب امیدیں پوری کی جائیں گی اور تمہارے حق میں عدل و مساوات کا طریق جاری رہے گا۔ میں تمہارے مجرم، خیانت دار اور گناہ گار اشخاص کو معاف کرتا ہوں۔ گزشتہ افعال سے باز پرس نہ کروں گا۔ جو شخص میری اس نصیحت کو مان لے گا اپنی جان پر احسان کرے گا اور جو انکار کرے گا اس کا وبال اس کی جان پر پڑے گا۔ و ماویک بظلام للعبيد و انسلام

یہ خط ایک ہمدانی شخص حسین بن نوف عبید کے حوالہ کر کے حکم دیا کہ اہل یمن کے پاس لے جائے۔ وہ یہ خط لے کر یمن والوں کے پاس پہنچا۔ خط ان کے حوالہ کیا ان کو پڑھ کر سنایا۔ وہاں سے یمن کے ایک اور شہر جند میں پہنچا۔ جند والے معاویہ کو خط لکھ کر اظہار اطاعت کر چکے تھے اور اس سے ایک امیر کے مقرر کرنے کی درخواست کی تھی۔ کہ مشکل واقعات کے وقت اس کی صلاح و مشورہ پر عمل کیا جائے۔

اسی اثناء میں حسین بن عوف قاصد جناب امیرالمومنینؑ وہاں جا پہنچا اور حضرت کا خط پیش کیا۔ پھر کہا کہ تمہاری سرکشی بغاوت کی خبر سن کر جناب امیر نے پہلے یزید بن انس ارجی کو لشکر کثیر کے ساتھ تمہارے پاس روانہ کرنا چاہا تھا مگر خود ہی فرمایا کہ معرکہ آرائی میں تعجل نہ کرنی چاہئے۔ اس لئے یہ خط دے کر مجھے تمہارے پاس بھیجا ہے۔ کہ تمہیں اس خیال فاسد پر ملامت کروں۔ اور ازراہ محبت و اخوت و طریق دین و دیانت جو کچھ مناسب ہو سمجھاؤں۔ خدا سے ڈرو اور فتنہ و فساد سے درگزر کرو۔ شرارت و خونریزی سے بچو اور امام وقت جو جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چچا زاد بھائی اور جناب رسول خدا کا وصی ہے۔ خروج نہ کرو۔

جب حسین بن نوف ازراہ افہام و تفہیم یہ نصح بیان کر کے حق پیغام ادا کر چکا تو تمام بزرگ اور مشہور و معروف امراء سردار آپس میں بحث کرنے لگے اور کچھ دیر بعد یہ نتیجہ نکالا کہ اس سے کہو تم یہاں سے چلے جاؤ اور پھر ہمیں اطاعت علی ابن ابی طالبؑ کے واسطے نصیحت نہ کرنا کیونکہ ہم علی ابن ابی طالبؑ کی اطاعت قبول نہیں کرتے۔ ہم اب تک عثمان ہی کی

اطاعت و بیعت پر ثابت قدم اور کہہ دینا کہ ہم تجھ سے جنگ کی تیاریاں کر چکے ہیں۔ تیرے پاس بھی فوج ہو تو ہمارے مقابلے پر بھیج دے۔ ہمارا تمہارا فیصلہ تلوار سے ہو گا۔ یہ کہہ کر قاصد کو ناراضگی کے ساتھ واپس بھیج دیا اور فوراً معاویہ کو اس مضمون کا خط روانہ کیا:

۳۷

اہل جند کی طرف سے امیر المومنین معاویہ کو واضح ہو کہ علی ابن ابی طالبؑ نے ہمیں کچھ تحریر کیا تھا اور حسین بن نوف کو ایلیجی بنا کر بھیجا تھا اور ہمیں اپنی بیعت اور اطاعت کی ترغیب دلا کر ڈرایا تھا کہ اگر میری اطاعت سے انکار کرو گے تو لشکر بھیج کر تمہارے اعمال کی سزا دوں گا۔ ہم نے قاصد کو جواب دے کر الٹا پھیر دیا ہے۔ اب اگر تو کوئی ایسا عامل ہمارے پاس بھیج دے گا جو ہماری جان و مال کی حفاظت کر سکے اور ہمیں لشکر عراق کی دست درازی سے محفوظ رکھ سکے۔ تو عین مراد حاصل ہوگی۔ ورنہ تو اگر ہماری حمایت سے پہلو تھی کرے گا تو چارہ و ناچار ہم ایلیجی بھیج کر علی ابن ابی طالبؑ سے اپنی خطاؤں کا عذر کر کے معافی مانگ لیں گے۔ اس معاملہ میں جلد ہی گفتی چاہئے کیونکہ عنقریب ہی لشکر عراق ہم پر حملہ آور ہونے والا ہے۔ والسلام!

معاویہ نے اہل جند کے خط کا مضمون دیکھ کر بستر میں ارطاة کو طلب کیا۔ یہ شخص شام کا فرعون تھا۔ معاویہ نے اس سے کہا آگاہ ہو کہ اہل یمن نے علیؑ سے مخالفت اختیار کی ہے اور ہماری اطاعت اور بیعت کی طرف بہ نیت صادق و ارادہ وائق رغبت کی ہے۔ اور تمام ملک یمن نے اپنے اعمال سے ہماری مطابقت کو ظاہر کر دیا ہے ابھی ان لوگوں کا قاصد آیا ہے اور تحریر لایا ہے جس میں اہل یمن نے انظار اطاعت کر کے ایک بہادر اور باشوکت امیر کے بھیجنے کی درخواست کی ہے کہ اگر علیؑ ان پر فوج کشی کرے تو وہ سردار ان کو روک سکے۔ میں نے اس مہم کے سرانجام دینے کے لئے تجھ سے زیادہ لائق اور کسی شخص کو نہ سمجھا کیونکہ تو سلطنت اور ملک داری کے قاعدوں سے خوب واقف ہے۔ اور بہت ہی غور فکر کے بعد یہی رائے قرار پائی کہ تجھے لشکر شاستہ کے ساتھ وہاں بھیج دوں۔ اور تو مجھے اس مہم کی طرف سے ایسا مطمئن کر سکتا ہے کہ دو سرا نہیں کر سکتا۔ میں نے چار ہزار سوار تیرے حوالے کئے۔ سوار ہو کر یمن کی طرف روانہ ہو جا۔ جس موضع سے گزر ہو وہاں کے باشندوں کو میری اطاعت و فرمانبرداری میں لا اور ان سے میری بیعت لے اور کہہ اور مدینہ کے راستے سے جانا اور وہاں کے باشندوں کو بھی میری بیعت و اطاعت کے حلقہ میں لانا۔ علی سے بیزار کر دینا اور ہوا خواہان علی کو سخت ست کرنا اور خوب ملامت کرنا ان پر جہاں تک ہو سکتی کرنا اور ان کے قتل و غارت میں کوتاہی نہ کرنا۔ ادنیٰ اور اعلیٰ جو کوئی اختیار کرے اس سے نیک سلوک کر کے اچھے اچھے وعدوں سے دل بڑھانا اور اسی قسم کے طریقے پر چلنا۔

بشر بن ارطاة چار ہزار سواروں کی جمعیت سے بہ جانب یمن روانہ ہوا۔ پہلے مدینہ میں پہنچا یہاں جناب امیر المومنین علیہ السلام کی طرف سے ابو ایوب انصاری عامل تھا۔ بشر کے آنے کی خبر سن کر بھاگ گیا۔ اور اہل مدینہ جان کے خوف سے بشر کے استقبال کے واسطے شہر سے نکلے بشر نے انہیں دیکھتے ہی لکارا اور کہا تمہارے چہرے سیاہ ہو جائیں گے۔ خدا نے قرآن شریف میں یہ آیت تمہارے حسب حال ارشاد فرمایا ہے۔

بَابِهَا رِزْقُهَا رِغْمًا مِنْ كُلِّ مَكَانٍ بِإِذْنِ اللَّهِ فَإِذَا قَامَ اللَّهُ لِبَاسِ الْجُوعِ وَالْخَوْفِ بِمَا كَانُوا يَصْنَعُونَ

مدعا یہ ہے کہ ایک بستی امن و امان والی فتنہ فساد سے خالی تھی۔ ہر روز ہر سمت سے وہاں وسعت رزق نازل ہوتا تھا اور نعمتوں کی ہوائیں ان کے بال و دولت پر چلتی تھی۔ مگر ان لوگوں نے ان افعال الہی کی قدر نہ جانی اور ان بخششوں کا شکریہ ادا نہ کیا بلکہ خدائے جلیل کے ساتھ ناشکری سے پیش آئے۔ اور روگردانی اختیار کر لی۔ اللہ تعالیٰ نے ان ناشکریوں اور خطاؤں کے سبب ان کی نعمتوں کو زائل کر دیا۔ اور خوف اور بھوک کا لباس پہنا دیا۔ ہو ہو یہی تمہاری کیفیت ہے۔

اور تمہارے جسموں پر یہ لباس موزوں ہوا ہے۔ اور فی الحقیقت تم ہی اس آبیہ کے مصداق ہو کیونکہ یہ شہر جناب خاتم النبیین کی ہجرت اور قیام کے جگہ ہے اور ان کے بعد خلفاء راشدین کی جائے قیام تھی۔ تم نے ان نعمتوں کا شکر یہ ادا نہ کیا اور اماموں اور پیشواؤں کے حقوق کا لحاظ نہ رکھا یہاں تک کہ خدائے جلیل کے خلیفہ کو لوگوں نے تمہارے درمیان میں قتل کر دیا۔ بلکہ تم نے اس کی خونریزی میں سعی کی اور اسے تما چھوڑ دیا۔ ذرا مدد نہ کی بلکہ طعن و تشنیع پر زبان کھولی اور بعض نے یہ امید قائم کی کہ اسے ہلاک کر کے خلافت قائم کریں اور محنت و ذلت کی پستی سے عزت و نعمت کی بلندی پر پہنچیں۔ خدا کی قسم میں تمہارے ساتھ وہ سلوک کروں گا کہ جب تک دنیا قائم ہے اس کا ذکر ہوتا رہے گا۔ اے شہر انصاریو اور اے یودیو کے دوستو اے وہ لوگو جن میں بزرگی کی ذرا لیاقت نہیں ہے تمہیں نجار، بنو دینار، بنو سالم، بنو زریق، بنو عدیم، بنو عجلان اور بنو طریق کہنا روا ہے۔ اب میں اس لئے آیا ہوں کہ خدا کی قسم تمہیں ایسا بھنور میں ڈالوں گا کہ ایمان والوں کے سینے سے پرانا کینہ نکل جائے گا اس کے بعد وہ مدینہ میں داخل ہوا۔ کسی مکان میں نہ اترا سیدھا مسجد نبوی میں پہنچ کر منبر پر گیا۔ اور اسی قسم کے کلمات سخت و ست کہتا رہا اور مدینہ والوں کو اس قدر لعنت طامت کی کہ شہر کے باشندوں کو خوف پیدا ہو گیا کہ یہ سب کو قتل کر ڈالے گا۔ اسی سرزنش اور عتاب کے دوران جو۔ طب بن عبد العزیز نے اٹھ کر کہا اے امیر تھخل کر اور اس غصے پر حلم کا پانی چھڑک کر اپنے عزیز دوستوں اور ہمشینوں کے ساتھ اچھا سلوک کر۔ ہمیں موقع دے کہ ہم سب کے سب معافی اور پناہ طلب کریں۔ سیاست اور نخوت کے اس جوش کو سر سے دور کر۔ ہوا تو جان کو پرانگندہ کر دیتی ہے تو نے اپنے سر میں اسے جگہ کیوں دی۔ تو ان لوگوں کو جو مسجد نبوی میں موجود ہیں۔ غیظ و غضب کی نگاہ سے دیکھ رہا ہے۔ اور وہ جناب محمد مصطفیٰ کے صحابی ہیں۔ اور ہر ایک کو خاص خاص قسم کی بزرگیاں اور شرف بارگاہ نبوت سے حاصل ہیں۔ یہی لوگ آپ کے منظور نظر رہ چکے ہیں۔ ان میں اکثر انصار کچھ مہاجر اور بعض امور عنیفہ کے واقف کار اور راز دار ہیں۔ ان کی طرف تکبر سے نہ دیکھ، بیباکانہ برانہ کہ جس گمان سے تو نے انہیں کشندگان عثمان کہہ دیا ہے غلط ہے۔ خدا سے ڈر اور اے بشر ابن ارطاة اس سے زیادہ ہمیں رنج نہ دے۔ بشر جو۔ طب کی باتیں سن کر چپ ہو رہا اور تھوڑی دیر کی خاموشی کے بعد سر اٹھا کر کہا کہ انصاریوں کے گھروں کو آگ لگا دو اور اموال غارت کر دو پھر لوگوں کو معاویہ کی بیعت کے لئے طلب کیا۔ سب نے چار و ناچار بادل ناخواستہ معاویہ کی بیعت اختیار کر لی۔ اس کے بعد ایک آدمی بھیج کر جابر بن عبد اللہ انصاری کو بلایا مگر وہ نہ آیا کیونکہ یہ شخص نہایت ہی ضعیف اور سن رسیدہ تھا۔ بشر نے چاہا کہ اسے قتل کر دے مگر ام سلمیٰ زوجہ جناب رسول خدا نے اس حال سے مطلع ہو کر بشر کے پاس قاصد بھیجا اور اس کے لئے امان طلب کی۔ بشر نے کہا خدا کی قسم میں اسے نہ چھوڑوں گا۔ جب تک معاویہ کی بیعت اختیار نہ کرے گا۔ جابر نے بھی مجبور ہو کر اور مصلحت وقت سمجھ کر بیعت کر لی۔ بشر نے چند روز قیام کیا تاکہ سب سے بیعت لے لے پھر منادی کر کے لوگوں کو طلب کیا۔ جب سب حاضر ہو گئے تو کہا میں نے تمہیں معاف کیا اگرچہ تم قابل معافی نہ تھے کیونکہ جو لوگ خاموشی اختیار کر کے اپنے امام اور پیشوا کو اپنے سامنے قتل ہونے دیں وہ مستحق احسان و معافی نہیں ہو سکتے۔ اگر تمہیں اس دنیا میں بھی اس گناہ کی سزا دی جاتی تو وہ سزاوار تھے مگر اس وقت میں تمہاری سزا وہی اور عقوبت سے درگزر کرتا ہوں اور مکہ کا ارادہ رکھتا ہوں۔ ابو ہریرہ کو اپنا نائب مقرر کرتا ہوں۔ لازم ہے کہ تم سب اس کا حکم ماننا اور اس کے فرمانبردار رہنا اور مخالفت سے بچنا۔ خدا کی قسم اگر تم نے ذرا بھی نافرمانی کی تو واپس آ کر سب کو قتل کر ڈالوں گا کہ تمہاری نسل تک باقی نہ رہے گا۔ والسلام!

اس کے بعد مدینہ سے بہ جانب مکہ روانہ ہوا اس وقت جناب امیر المومنین کی طرف سے تقم بن عباس بن عبد المطلب

حاکم مکہ تھا۔ بشر کی چڑھائی کی خبر سن کر شہر سے نکل گیا۔ اور جس وقت بشر مکہ کے قریب پہنچا۔ تمام شرفاء اور اکابر و امیر و سرداران قوم نے اس کا استقبال کیا۔ بشر نے بھی ان کو دیکھتے ہی سخت و ست کنا شروع کیا اور بہت سی گالیاں دے کر کما خدائے واحد کی قسم اگر مجھے امیر المؤمنین معاویہ کی باتیں اور نصیحتیں نہ روکتیں تو تم میں سے کسی کو زندہ نہ چھوڑتا۔ بزرگان مکہ نے یکجان ہو کر کہا اے سردار ہمیں تجھ سے ایسے کلمات کی امید نہیں تھی۔ ہم سب تیرے عزیز اور رشتہ دار ہیں اس قسم کی باتیں کنا اور اس طرح دھمکانا لازم نہیں خدا سے ڈر اور اس شہر و ولایت اور اپنے کنبہ والوں کی حرمت قائم رکھ اور ایسا نہ کر کہ اللہ تعالیٰ کے حرم اور اس کے رسول محمد بن عبد اللہ کی حرمت اور تعظیم کے نازک امور میں تیرے سبب سے کچھ خلل واقع ہو اور خانہ کعبہ کی توقیر و احترام کے قواعد میں خرابی آجائے۔ بشر مکہ کے بزرگ اور نامور اشخاص کی یہ گفتگو سن کر چپ ہو رہا۔ پھر سراٹھا کر دیکھا کہ لوگ اس کے سامنے سے بھاگے چلے جا رہے ہیں۔ انہی میں دو خوبصورت اور پاکیزہ لڑکوں کو دیکھا کہ بڑی کوشش سے بھاگ رہے ہیں۔ بشر نے کہا ان لڑکوں کو میرے پاس لاؤ۔ لوگ پکڑ کر لائے تو پوچھا کہ تم کون ہو؟ ایک نے کہا میں قسم ہوں اور دوسرا میرا بھائی عبد الرحمن ہے اور ہم عبد اللہ ابن عباس بن عبد المطلب کے فرزند ہیں۔ بشر نے کہا اللہ اکبر مطلب حاصل ہو گیا یہ وہ لڑکے ہیں جن کی خونریزی سے تقریب خدا کا درجہ حاصل کروں گا۔ پھر دونوں کو قتل کر دیا۔ رحمہ اللہ علیہما

مکہ میں جب ان کی ماں نے اس حادثہ کی خبر پائی تو اس قدر روئی کہ اس جیسا رونے والا کوئی دوسرا شخص نہیں بتایا جا سکتا۔ نوے کے، مرثیے لکھے، مگر ذرا تسلی نہ پائی۔ لا مرو بقضاء اللہ ولا ملقب بحکمہ خوشی اور رنج محض خدا کی طرف سے ہے جان اگر تو گریہ و زاری سے آسمان کے کان بھی بہرے کر دے تب بھی نہ تجھے کچھ فائدہ پہنچ سکتا ہے اور نہ کسی کو کچھ نقصان۔

الغرض بشر مکہ میں داخل ہوا۔ طواف کعبہ بجا لا کر دو رکعت نماز ادا کی پھر حمد و ثنائے باری تعالیٰ کے بعد کہا کہ خدا نے ہمیں دشمنوں پر فتح دے کر صاحب عزت کیا ہے۔ ہمارے دشمن ذلیل و خوار اور قتل ہو گئے ہیں۔ اور وہ سب اطراف دنیا میں پراگندہ ہو کر نکل گئے ہیں۔ علی ابن ابی طالب عراق کی نواح میں موجود ہیں مگر وہ بھی قلت اور زلت میں مبتلا ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی جو نعمتیں اور کرامتیں ان پر ہر وقت مہذول رہتی تھیں وہ ان سے محروم ہو گئے ہیں۔ عنان حکومت معاویہ کو مل گئی ہے اور وہ خلیفہ بن گیا ہے۔ عدل و انصاف کے طریق پر چلتا ہے۔ خون عثمان کا طالب ہے۔ تم سب اس کی بیعت کرو اور اپنے خاندان جان و مال اور زن و فرزند کی حفاظت کا خیال کرو۔ لوگوں نے گہرا ہٹ اور مجبوری کی وجہ سے بددلی سے معاویہ کی بیعت اختیار کر لی مگر انشاء بیعت میں بشر سے سخت ناراض تھے کیونکہ وہ حضرت علیؑ کے حق میں زبان درازی کر رہا تھا۔

بشر نے مکہ میں چند روزہ قیام کیا پھر سیتہ بن عثمان عہدی کو مکہ میں اپنا نائب قرار دے کر اہل مکہ سے کہا خبردار رہو کہ میرا ارادہ تھا کہ تم سب کو بیخ و بن سے برباد کر دوں اور سخت سزا دوں۔ مگر خانہ کعبہ کی تعظیم و حرمت کے سبب تم کو معاف کر دیا ہے۔ اب میرا ارادہ طائف کی طرف جانے کا ہے۔ کہ وہاں کی سرزمین کا حال دیکھوں تم کو لازم ہے کہ معاویہ کی بیعت پر ثابت قدم رہنا مخالفت کے پاس نہ جانا کسی قسم کی نافرمانی اور کج روی اختیار نہ کرنا ورنہ میں واپس آ کر تم سب خورد و کلاں کو کلڑے کلڑے کر دوں گا اور تمہارے خاندانوں اور مال و اسباب کو تاخت و تاراج کر دوں گا۔ تمہارے گھروں کو آگ لگا کر ایسے بے نشان کر دوں گا کہ چراغ جلانے والا تک نہ رہے گا۔ اسی قسم کی تادیب و تنبیہ اہل مکہ کو کر کے جانب طائف روانہ ہوا۔ جب شہر کے قریب پہنچا مغیرہ بن شعبہ استقبال کے لئے آئے اور اپنی قوم کے لئے سفارش کی اور

کما اے امیر جس وقت تو شام سے چلا تھا میں تیرا منتظر تھا۔ اور یہ سن کر کہ تو طلب خون عثمان کے لئے آیا ہے۔ مجھے نہایت خوشی حاصل ہوئی ہے۔ میں نے تیری تعریفیں لکھی ہیں جبکہ تیرے نزدیک دوست دشمن سب ایک سے ہوں گے تو ضرور کام میں خلل واقع ہو گا۔ دوستوں کو قاعدہ صداقت کی تمہید کے سبب نفرت ہو گی۔ اور دشمنوں کو دشمنی کا حوصلہ ہو گا اور جرات بڑھے گی۔ بشر مغیرہ کے یہ کلمات سن کر خاموش ہو رہا کچھ نہ بولا نہ کسی اہل طائف کو کچھ ایذا دی اور نہ سخت دست کہا۔ شہر میں داخل ہو کر اپنے ایک سردار فوج کو بلایا اور کہا اپنے ساتھ کچھ آدمی لے کر ثبالہ کی طرف جا اور وہاں امیر المؤمنین علیؑ کے دوستوں کی ایک جماعت موجود ہے انہیں قتل کر۔ اس نے بشر کے حسب الحکم بہت سے بے گناہ محض علیؑ کی دوستی کی بنا پر تہ تیغ کر دیئے وہاں سے پلٹ کر نجران میں آیا اور اصحاب جناب محمد مصطفیٰؐ میں سے ایک بزرگ شخص کو جسے اسلام سے پیشتر عبد المہد ان کہتے تھے اور حضرت رسول خدا کی خدمت اقدس میں حاضر ہونے کے وقت آپ نے اس کا نام عبد اللہ رکھ دیا تھا بشر نے طلب کیا۔ جب عبد اللہ اور اس کا بیٹا مالک بشر کے سامنے حاضر ہوئے تو اس ناخدا ترس نے دونوں کے سر قلم کرا دیئے اور کسی کی مجال نہ ہوئی کہ اسے روک سکتا!

اس کا ایک چچا زاد بھائی بھی تھا اس نے یہ شعر کہا:

و لولا احاف صیال بشر بکیت علی بنی عبد الممنان

اس کے بعد اہل نجران کو قتل و تہنیہ کر کے سخت ایذا میں دیں اور کہا اے لوگو تم ہی ہودیوں کے ہمیشہ ہو اور ترسا قوم کے دوست تمہیں شیطانی گروہ کہنا چاہئے تم میں دین اور دیانت کا کوئی اثر باقی نہیں۔ اسی خدا کی قسم جس کے قبضہ میں بشر کی جان ہے اگر میں نے سنا کہ تم نے پھر علیؑ کی بیعت کا دم بھرا اور اس کی فرمانبرداری اختیار کی تو سب کو آکر تہ تیغ کر ڈالوں گا اب تمہیں اختیار ہے جو مجھے کہنا تھا کہ چکا۔ والسلام

اب نجران سے ہمدان کی سمت باگ اٹھائی یہاں بھی ارحب کی ایک جماعت رہتی تھی اور یہ لوگ جناب امیر المؤمنین علیؑ کے محب تھے بشر نے انہیں طلب کیا اور جب حاضر ہوئے تو سب کو تہ تیغ کر دیا۔ پھر شہر خشان کا رخ کیا۔ وہاں بھی جتنے مہمان علیؑ تھے سب کو قتل کرایا اس کے بعد صنعا کی طرف چلا یہاں عبید اللہ ابن عباس ابن عبد المطلب حضرت علیؑ کی طرف سے مامور تھا اس نے بشر بن اوطاة کی چڑھائی کی خبر سن کر اپنے سرداروں میں سے ایک شخص عمر لدا کو بلا کر اپنی جگہ مامور کیا اور خود ایک سمت کو نکل گیا۔ بشر نے داخل صنعا ہو کر عمر بن ارا کو پکڑوا لیا اور قتل کر دیا۔ پھر حکم دیا کہ تمام صنعا میں جناب امیر المؤمنینؑ کے ہوا خواہوں کو تلاش کر کے جہاں کہیں پائیں پکڑیں۔ چنانچہ لوگ پکڑ پکڑ کر اس کے سامنے لاتے تھے اور وہ قتل کر دیتا تھا۔ یہاں تک کہ صنعا میں ایک شیعہ بھی باقی نہ رہا۔

اس کے بعد حضرموت کا رخ کیا۔ وہاں پہنچ کر ہر ایک کا حال دریافت کرتا تھا۔ جس کا ذرا سا تعلق بھی جناب امیر کے ساتھ پاتا یا سنتا کہ لوگ اسے امیر المؤمنین کا دوست دار کہتے ہیں اسی کو تہ تیغ کر دیتا۔ اسی طرح بیسار خلقت ماری گئی۔ حضرموت کا ایک ملک زاہد عبد اللہ بن ثوابہ خوفزدہ ہو کر ایک قلعہ میں محصور ہو بیٹھا۔ بشر نے قول و قسم اور عہد و پیمانہ کئے کہ تو قلعہ سے نکل آئے گا تو میں ایذا نہ دوں گا۔ اور یہ عہد کئی دفعہ ہوئے۔ آخر ملک زاہد اس کے قول و قسم کے دام میں آکر قلعہ سے باہر نکل آیا۔ بشر نے فوراً اس کے قتل کا حکم دیا۔ ملک زاہد نے کہا میں بے گناہ ہوں تو کس لئے قتل کراتا ہے۔ بشر نے کہا ہاں ایک گناہ ہے ملک زاہد نے کہا کیا گناہ ہے بیان کر۔ اس نے جواب دیا۔ علی ابن ابی طالب کی دوستی اور ان کو معاہدہ سے بہتر سمجھنا اور معاہدہ کی بیعت اختیار نہ کرنا جب ملک زاہد نے سمجھ لیا کہ اس کے ہاتھ سے رہائی ناممکن ہے تو کہا اس قدر صہلت دے کہ دو رکعت نماز پڑھ لوں اور اپنی عمر اس پر تمام کر دوں۔

بشرنے کہا پڑھ لے وہ ابھی نماز سے فارغ نہ ہوا تھا کہ ٹکڑے ٹکڑے کر دیا گیا۔

جب یہ خبریں امیر المومنین علیہ السلام کے گوش مبارک تک پہنچیں نہایت غمگین ہوئے۔ اور منادی کر کے لوگوں کو جمع کیا۔ جب سب حاضر ہو گئے منبر پر تشریف لے جا کر خطبہ پڑھا اور خدا کی تعریف کے بعد جناب رسول خدا صلعم پر درود بھیج کر فرمایا اے لوگو آگاہ ہو کہ ہم سے جو کچھ نیک و بد دن میں یا رات کو کم یا زیادہ سرزد ہوتا ہے وہ سب اللہ تعالیٰ سے پوشیدہ نہیں رہتا اے خدا کے بندو خدا سے ڈرو اس کے حکم اور نئی میں کوتاہی نہ کرو۔ خبردار ہو کہ معاویہ نے بشر بن ارطاة کو لشکر کثیر دے کر بھیجا ہے کہ حجاز کے راستے سے حملہ کرے اور اس دشمن خدا نے معاویہ کے حکم کے مطابق مدینہ اور مکہ میں پہنچ کر بہت سے آدمی قتل کرائے اور مسلمانوں کے گھروں کو لوٹنے کے بعد جلا کر خاک کر دیا۔ اب اس کا دفعیہ لازمی ہے۔ تم میں سے کون شخص ہے جو جہاد کی آرزو رکھتا ہے۔ وہ تیاری جنگ کر لے اور بشر کے دفعیہ کے لئے نکلے۔ اور اگر کوئی شخص قوت جہاد رکھتا ہو گا اور اس جہاد سے اپنے آپ کو باز رکھے گا تو اس کے دین اور دیانتداری میں خلل واقع ہو گا۔

۳۹۱

جناب امیر المومنین نے یہ کلمات کہی مرتبہ فرمائے مگر کسی نے اقرار نہ کیا اور اس جہاد کی خواہش ظاہر نہ کی۔ آپ نے پوچھا کہ تم لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ میری بات کا جواب نہیں دیتے۔ میں تمہیں دشمن سے جہاد کے لئے رغبت دلاتا ہوں اور تم قبول نہیں کرتے۔ تمہارے ساتھ یہ میرا معاملہ حضرت نوحؑ جیسا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے قال انی دعوت قومی لیللا و نھازا فلم یزدھم دعائی الا قواوا یعنی میں قوم کو رات کے وقت بھی اور دن میں بھی غلامیہ بھی اور پوشیدہ بھی راہ راست کی طرف بلاتا ہوں مگر میرا سمجھانا نفرت بھی بوجھاتا ہے اور کوئی شخص بھی ایمان کے اختیار کرنے کی طرف راغت نہیں ہوتا۔

یہ کیفیت تمہارے ساتھ مجھے لاحق ہوئی ہے۔ تم عمریں اور نعمتیں راحت سے بسر کر رہے ہو خوشدلی اور فرحت سے اشعار پڑھتے ہو۔ حصول دولت کے کاموں اور تیز رفتار گھوڑوں کے ذوق میں مصروف ہو یہی سبب ہے کہ گروہ شیاطین کے مقابلے پر تم سے دین اور جنگ کی طاقت ظاہر نہیں ہوتی۔ تم نے اسلحہ ڈال دیئے ہیں اور عزت و ناموس کو فراموش کر دیا ہے۔ تمہارے دلوں میں اس کا خیال دور ہو گیا ہے۔ ہر چند جناب امیر نے فرمایا یہ حال سب سے زیادہ عجب ہے۔ معاویہ اس گروہ کو جس کام کا حکم دیتا ہے وہ فرمانبرداری سے بجالاتے ہیں اور جس وقت انہیں طلب کرتا ہے سب بدل و جان پیش آتے ہیں۔ اور ہر مہم پر بلا تامل روانہ ہو جاتے ہیں۔ بلکہ ایک دوسرے پر سبقت اختیار کرتے ہیں۔ اور میں علیؑ ہوں جس وقت تمہیں طلب کرتا ہوں تم جواب تک نہیں دیتے کیا کیا جائے جو لوگ صاحبان عقل و فراست والے تھے وہ خاک کے پردے میں منہ پیٹ کر سو رہے۔ اب کس سے گفتگو کروں اور وفادار مددگاروں اور صاف دل دوستوں میں سے کوئی باقی نہیں رہا کس کو طلب کروں آج کینہ لوگوں کے حلقے میں مبتلا ہوں جنہیں نہ ملامت اثر کرتی ہے نہ نصیحت ہی فائدہ بخشتی ہے۔ ان کی نگاہیں شہرت کے کاموں سے دور ہو گئی ہیں۔ اور ان کی ہمتیں جاہ جلال کے حاصل کرنے میں کوتاہ ہیں۔ میں خیال کرتا ہوں کہ تم میں سے چلا جاؤں اور تمہارا کام تمہیں پر چھوڑ دوں۔ اور پھر تم سے مدد و اعانت کی خواست گاری نہ کروں میں دیکھتا ہوں کہ میرے بعد ایسے ولی ہوں گے جو تمہیں طرح طرح کے عذابوں سے تکلیف دیں گے۔ اور تمہارے عطیات تم سے واپس لے لیں گے۔

آپ ہر چند اسی قسم کے کلمے فرماتے تھے مگر کوئی جواب نہ دیتا تھا۔ جناب امیرؑ خاموش ہو کر کھڑے ہو گئے اور منبر سے اتر کر گھر تشریف لے گئے۔ رات بھر مسلمانوں کی حالت کے خیال سے بہت غمگین رہے اور نیند نہ آئی۔ دوسرے دن پھر

مسجد میں تشریف لا کر منبر پر گئے اور حق سبحانہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کے بعد لوگوں کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا اے لوگو مجھے اندیشہ ہے کہ دولت و سعادت دشمنوں کو نصیب ہو اور مایوسی اور محنت تمہارے حصے میں آئے کیونکہ وہ لوگ اپنے امیر کا حکم مانتے ہیں اس کے ارشاد پر کان لگائے رہتے ہیں اور تم میرے کہنے کو نہیں مانتے۔ اور نافرمانی کرتے ہو وہ معاویہ کے فرمان پر متفق ہیں اور تم میرے اقوال اور میری سوچی ہوئی مصلحت کو تفرقہ میں ڈالتے اور مخالفت اختیار کرتے ہو۔ میرا کہنا ذرا نہیں سنتے اور اس طرف معاویہ جن پر کاموں کا بھروسہ کرتا ہے وہ انہیں دیانت کے ساتھ بجالاتے ہیں۔ جبکہ تم خیانت سے پیش آتے ہو۔ میں نے فلاں شخص کو کام سپرد کر کے فلاں ولایت پر مامور کیا کہ محاصل جمع کر کے میرے پاس لائے۔ وہ گیا اور مال فراہم کر کے معاویہ کے پاس چلا گیا اور مسلمانوں کا مال اس کے حوالہ کر دیا۔

اسی طرح ایک اور شخص کو بھیجا کہ اس نواح کا محصول فراہم کرے۔ اس نے بھی جا کر زر حاصل جمع کیا اور معاویہ کے پاس چلا گیا۔ مجھے تم پر بھروسہ نہیں رہا۔ اور یہاں تک نوبت آپنچی ہے کہ ایک کاٹہ آب کے لئے بھی تم پر اعتماد کروں تو یقین ہے کہ تم وہ کاٹہ آب لے جاؤ گے۔ اور ذرا اندیشہ نہ کرو گے۔ میں نہیں سمجھ سکتا کہ تمہارے ساتھ کس طریق سے زندگی بسر کروں۔ خاص کر اس وقت جبکہ ایک دشمن سر پر موجود ہے اور مسلمانوں کے مال کی لوٹ اور غارت گری پر ہاتھ دراز کر رکھا ہے۔ اور کمزوروں اور مظلوموں کے قتل میں کوتاہی نہیں کرتا۔ چنانچہ تم بھی یہ خیریں سن چکے ہو۔ میں ہر چند تم سے کہتا ہوں کہ جنگ کے لئے تیار ہو جاؤ اور دشمن کو دفع کرو لیکن تم ذرا نہیں سنتے اور کوئی شخص میری بات کو قبول نہیں کرتا۔ ایسے ہو گئے ہو گویا مٹی کے تودے ہو۔ قتل خاموشی لگے ہوئے ہیں۔ ان الشور و اب عند اللہ جسم حکم

عمی فہم لا یعقلون

ہر چند جناب امیر المومنین نے اسی قسم کی بہت سے باتیں کہیں اور انہیں دشمن کے دفعہ کی ترغیب و تحریص دلائی مگر کسی نے لب تک نہ ہلایا نہ کچھ جواب دیا۔ اس وقت آپ نے ازراہ دل تنگی و ملامت یہ دعا پڑھی۔ اللھم انی قد کوہتم و کوہتموا فی و سمیتہم و سمیتونی و ملتہم و ملتونی اللھم فارحتی منہم و راجعہم منی اللھم ابلتہم بہم خیرا منہم و ابد لہم بی شرا منی اللھم امت قلوبہم امت الملح فی الماء یعنی اے خدا یہ لوگ مجھ سے کراہت کرتے ہیں ان سے تنگ آ گیا ہوں۔ اے خدا مجھے ان کے عوض زیادہ اچھے صحابی اور مطیع اشخاص عطا کر اور انہیں میرے بدلے زیادہ اچھا پیشوا عطا کر اور ان کے دلوں کو اس طرح نرم فرما جس طرح تنگ آئے میں نرم ہو جاتا ہے۔

جناب امیر المومنینؑ اس دعا سے فارغ ہو چکے تو حارث بن قدامہ سعدی نے کھڑے ہو کر عرض کی اے امیر المومنینؑ آپ کا کیا حکم ہے میں خدمت کے لئے حاضر ہوں۔ آپ کے ارشاد پر کمر بستہ ہوں جو حکم صادر ہو اسے بجالاؤں اور اس کی انجام دہی میں حتی المقدور اطاعت و عبودیت کی شرائط ادا کروں فرمائیے کیا خدمت ہے۔ اور کس طرف روانہ ہوں کہ انشاء اللہ اس مہم میں جان لڑا کر آپ کی رضامندی حاصل کروں۔

جناب امیر المومنین علیہ السلام کو اس کی بات پسند آئی دعائے خیر دے کے فرمایا میں ہمیشہ تجھ سے خوش رہا ہوں ہر مہم میں تجھ پر بھروسہ کیا ہے اور آئندہ بھی کرتا ہوں گا۔ کیونکہ میں تیری نیت کی صفائی اور عادت کی خوبی سے واقف ہوں۔ اور اس دشمن کا دفعہ بھی تیرے سوا اور کسی سے نہ ہو سکے گا۔

اس کے بعد دو ہزار سوار دے کر فرمایا کہ اسی وقت چلا جا اور بشر بن اراطا کو دفع کر جس وقت حارث تیاری کر چکا اور روانہ ہونے ہی کو تھا کہ جناب امیرؑ نے اسے اس طریق سے نصیحت کی کہ اے حارث اللہ سے ظاہر و باطن میں ڈرتے رہنا اور ہر حالت میں پرہیز گاری کو اپنا شعار اور لباس بنائے رکھنا۔ اور جب ولایت یمن میں داخل ہو تو کسی شخص کو اپنی ہویا

اعلیٰ معاہدی ہو یا ذی اپنی جانب سے خوفزدہ نہ کرنا اور کسی شخص سے تھوڑا بہت مال و اسباب یا مویشی نہ لینا، ہمیشہ خدا کی یاد رکھنا اور پانچوں وقت کی نماز وقت پر ادا کرنا۔ اور جس کام کے لئے جاتا ہے اس کے لئے ہمیشہ صرف اللہ کے لطف و کرم پر نظر رکھنا۔ تاکہ تیرا مدعا بخوبی بہ آسانی حاصل ہو اور انشاء اللہ تعالیٰ دشمن ذلیل و خوار اور منتشر ہوں گے۔

غرض حارث دو ہزار سوار لے کر مکہ کی طرف چلا کہ پہلے مکہ کی مہم سے فراغت حاصل کرے۔ پھر یمن میں داخل ہو کر بشر بن ارطاة کو دفع کرے۔ بشر نے بھی اس کے آنے کی خبر پائی یمن کے علاقہ سے نکل کر یمامہ کی طرف چلا اور یمامہ کے باشندوں سے معاویہ کی بیعت لے کر شام کی طرف متوجہ ہوا۔ اور یمامہ کے کچھ مشہور اشخاص اپنے ساتھ لئے۔

الغرض اس خوفناک عالم نے ملک یمن و حجاز وغیرہ میں از روئے شمار تیس ہزار بے گناہ مسلمانوں کو شخص علی کی دوستی ہی بنا پر قتل کیا۔ جب شام کی طرف جا رہا تھا عبید اللہ ابن عباس نے خبر پائی ایک ہزار سوار لے کر اس کا پیچھا کیا اور شام میں داخل ہونے سے پہلے اسے جالیا اور جنگ شروع ہوئی۔ اللہ نے عبید اللہ کو فتح عطا کی اور بشر بن ارطاة کے لشکر میں سے بہت سی خلقت ماری گئی۔ اور وہ خود اسیر ہو کر قتل ہوا۔ اور اس غیبت کی لاش کو جلا دیا۔ باقی لشکر انتہائی خراب و خستہ ہو کر معاویہ کے پاس پہنچا اور کیفیت عرض کی۔

حارث بن قدامہ جو جناب امیر المومنینؑ کی طرف سے بشر کی سرکوبی کے لئے مامور کیا گیا تھا نہایت سرعت سے جا رہا تھا کہ اس تک پہنچ جائے انشاء راہ میں خبر سن لی کہ عبید اللہ نے اسے قتل کر کے جلا دیا۔ اور اس کی جمعیت کو منتشر کر دیا۔ اس خبر کو سن کر شکر الہی بجالایا اور حسن اتفاق پر مکر شکریہ ادا کرتے ہوئے آئے کفی اللہ المومنین پڑھا بجانب مکہ مراجعت کی اور داخل ہو کر باشندوں پر عتاب ظاہر کرتے ہوئے کہا اے مکہ والو میں ڈرتا ہوں کہ تم میں وہی صفتیں جن کا ذکر اللہ نے قرآن میں فرمایا ہے اور منافقوں کے حال سے خبر دی ہے جہاں فرمایا ہے **حیث قال عزمین قاتل واذ القوالذین امنوا قالوا انما واذ دخلوا الی شیطینہم قالوا انما معکم انما ننعن مستہزئون** یعنی جب منافقوں کی وہ جماعت مومنین کو دیکھتی ہے کہتی ہے ہم ایمان لے آئے ہیں اور تمہارے ساتھ ایک ہی لڑی سے پروئے گئے ہیں۔ اور جب اپنے پیشواؤں اور سرداروں کے سامنے جاتے ہیں تو کہتے ہیں معاذ اللہ کہیں ہم اپنا مذہب بدلتے اور اس گروہ کے ساتھ موافقت کرتے ہیں تو ہم اگر ان کے ساتھ اٹھتے بیٹھتے یا گفتگو کرتے ہیں تو محض مصلحت وقت سمجھ کر انہیں نہیں میں اڑا دیتے ہیں ہمارے دل تمہیں سے متعلق ہیں اور ہم اپنے مذہبی قاعدوں سے منحرف نہیں ہوتے۔ اے مکہ والو خدا سے ڈرو۔ اہل مکہ نے اسے نہایت ہی غضبناک پا کر عذر خواہی شروع کی اور جناب امیر المومنین علیہ السلام کی خلافت و امامت پر بیعت کر لی۔ حارث نے ان سے بیعت لے کر طائف کا رخ کیا اور وہاں پہنچ کر باشندوں کی دلجوئی کی اور اظہار مہربانی فرمایا۔ پھر ان سے بیعت لے کر جانب یمن روانہ ہوا اور ہر جگہ جناب امیر کی تعظیم مد نظر رکھتا تھا۔ انشاء راہ میں کسی کو اجازت نہ دی کہ کھیتوں کے پاس جائیں یا چارے کے واسطے کسی سے کچھ لیں۔ اب یمن میں داخل ہو کر لوگوں پر بہت سی مہربانیاں کیں اور کسی کو کچھ نہ کہا تاکہ وحشت اور بیزاری کا موجب نہ ہو۔ پھر جس موضع سے گزر ہوا جناب امیر المومنینؑ کے حق میں بیعت لینا گیا۔ کسی ایک ایک فرد بشر کو بھی زخمی تک نہ کیا لیکن یہودیوں کی اس جماعت کو تہ تیغ کر ڈالا جس نے دین اسلام اختیار کر کے پھر اپنے یہودی مذہب کی طرف رجوع کر لیا تھا۔ اور مرتد ہو گئے تھے۔ بلاد یمن کی مہم سے فارغ ہو کر پھر مکہ کی طرف پلٹا اور تین دن وہاں ٹھہر کر از سر نو بیعت لی۔ سب اس کا فرمان بجالائے۔ اب مکہ کے انتظام سے فارغ ہو کر مدینہ میں آیا۔ لوگ استقبال کے لئے باہر آئے۔ اور بڑی تعریفیں کیں۔ حارث نے کہا اے اہل یشرب میں جانتا ہوں کہ تم میں کچھ ایسے لوگ ہیں جو تمہیں بشر بن ارطاة کی طرح ملامت کرتے ہیں اور وہ اسی حالت میں خوش ہیں۔ خدا کی طرف اگر

مجھے تحقیقی طور پر معلوم ہوتا کہ یہ کون لوگ ہیں تو سب سے پہلے انہیں سزا دیتا۔ مگر چونکہ صحیح طور پر معلوم نہیں اس لئے رائے زنی نہیں کر سکتا۔ ہاں اگر اس واقعہ کے بعد اس کا حال معلوم ہوا تو انہیں پوری سزا دوں گا۔ اس کے بعد اہل مدینہ سے بیعت لے کر جانب کوفہ روانہ ہوا۔ اور خدمت جناب امیرؓ میں شرفیاب ہو کر علاقہ جات مکہ و مدینہ اور یمن وغیرہ میں جو جو کارگزاریاں کی تھیں سب عرض کر دیں۔ آپ نے اپنی پسند کا اظہار کیا اور تعریف کی۔

اب حج کا زمانہ قریب آیا۔ امیر المومنین نے عبداللہ ابن عباس کو جو اس وقت حاکم بصرہ تھا۔ قاصد بھیج کر پیغام دیا کہ مکہ جا کر حاجیوں کا امام بنے اور حج کی شریعتیں ادا کرے۔ عبداللہ نے اس حکم سے اطلاع پاتے ہیں ابو الاسود اور زیاد بن ابیہ کو بلا کر کہا میں حسب احکم جناب امیر المومنینؓ مکہ کو جاتا ہوں کہ شرائط امامت اور مناسک حج بجا لاؤں تم دونوں کو انتظامی امور کی انجام دہی اور دیانتداری کے کاموں کی نگرانی کے واسطے اپنا نائب مقرر کرتا ہوں۔ ابو الاسود امام بننے کا فرض انجام دیتا رہے اور زیادہ ملکی اور مالی کاموں کی نگرانی رکھے۔ اور لازم ہے کہ تم دونوں آپس میں اتفاق رکھو اور رعیت کی خاطر داری میں پوری توجہ کرتے رہو اور ایسا برتاؤ رکھو کہ میری غیر حاضری میں کوئی دینی یا دنیوی کام میں خلل واقع نہ ہو۔ بلکہ تمہارے اہتمام و انصرام سے کاموں کو زیادہ رونق حاصل ہو اور تمہارے اتفاق کی برکت سے دینی اور دنیوی امور اچھی طرح درست اور ٹھیک ہوتے جائیں۔ ابو الاسود اور زیاد نے کہا انشاء اللہ ہم ایسا ہی کریں گے۔

عبداللہ ابن عباس ان سے رخصت ہو کر جانب مکہ روانہ ہو گیا۔ چند روز تو دونوں میں محبت اور دوستی قائم رہی اور باہمی مشوروں سے امور سلطنت کو انجام دیتے رہے۔ مگر پھر ان میں رنجش پیدا ہوئی۔ ابو الاسود نے زیاد کی بھوکھی اور زیادہ نے سن کر غیظ و غضب کی حالت میں اسے گالیاں دیں۔ ابو الاسود نے اور زیادہ بھوکھی اور اس کی مذمت میں دوسری بھوکھی۔ زیاد اس بات سے سخت رنجیدہ ہوا اور دونوں میں سخت مخالفت پیدا ہو گئی۔ بصرہ کے نامور اشخاص نے چاہا کہ ان میں صلح و صفائی کرا دیں مگر نہ کرا سکے اب عبداللہ ابن عباس نے آدمی بھیج کر ابو الاسود کو بلوایا اور بہت ملامت کی۔ اور کہا خدا کی قسم اگر تو چوپایہ ہوتا تو اس سے بہتر ہوتا اور اگر شتر ہوتا تو تجھ میں اس قدر تمیز بھی نہ ہوتی کہ اونٹوں کو چرا گاہ اور پانی کے گھاٹ پر لے جاتا۔ تجھے بزرگوں اور آزاد لوگوں کی بھوکھنے سے کیا فائدہ۔ تو نے کس قوت اور قدرت کے سبب طعنہ اور مذہب سے بمقابلہ صاحبان عقل و علم کام لیا۔ زبان درازی اختیار کی اور ناسزا باتیں کہیں۔ میں سخت حیران ہوں کہ میں نے ایسے شخص کو عمدہ امامت کس طرح دیا۔ ایک خلقت کی نماز خراب کی۔ اب میں کیا عذر کر سکتا ہوں تو نے اپنی حیثیت کو کس لئے مد نظر نہ رکھا اٹھ اور میرے سامنے سے دور ہو جا۔ اور جہاں کہیں چاہے چلا جا۔

ابو الاسود نہایت ہی رنجیدہ خاطر اور غمزدہ حالت میں عبداللہ کے پاس سے اٹھ کر باہر آیا اور تمام دن اس معاملہ سے بچ و تابت کھاتا رہا۔ اور اپنی اصلاح حالت کے لئے طرح طرح کے حیلے اور مکر سوچتا رہا۔ انجام کار یہ بات قرار دی کہ جناب امیر المومنین کو خط لکھ کر اپنا کچھ حال عرض کرے۔ اس کے بعد اس مضمون کا خط لکھا:

اے امیر المومنینؓ اللہ نے آپ کے انواع و اقسام کے عطیات اور طرح طرح کے انعامات اس کثرت سے مبذول فرمائے ہیں کہ اگر ان کو احاطہ شمار میں لانا چاہیں تو ممکن نہیں اور ان تمام بے تعداد عطیات عظمیٰ اور انعامات جلیلہ میں سے ایک یہ ہے کہ آپ کو اہل عالم کا پیشوا قرار دیا ہے اور جملہ انسانوں کے امور کا حل و عقد آپ کے علم و عقل پر منحصر فرمایا ہے۔ آپ کو زمانہ کا راعی و والی کیا ہے۔ عرصہ سے یہ خدمت گار آپ کے حالات کو دیکھ رہا ہے اور بہ نظر امتحان آپ کے صحائف و اعمال کو زیر نظر رکھتا ہے اور ہر ورق کو بہ غور تامل مطالعہ کرتا ہے۔ آپ کے تمام اعمال و احوال عقل و رشد کے درجہ پر پائے جاتے ہیں۔ آپ امت محمد رسول اللہ کی رعایت بڑی خوبی سے کر رہے ہیں۔ اور ہر ایک چھوٹے بڑے

ادنی و اعلیٰ غریب اور امیر کی حالت سے باخبر ہیں۔ اور ہر شخص پر اس کی حیثیت کے مطابق مہربانی فرماتے ہیں۔ اور ہر شخص کا حق اس کے مرتبہ کے موافق ادا فرماتے ہیں اور دنیاوی واقعات اور مہمت میں جو مسلمانوں کو لاحق ہوتے ہیں۔ آپ عدل و انصاف کا طریقہ اختیار کرتے ہیں۔ آپ کو حق کے راستے میں کوئی شخص ذرا ملامت نہیں کر سکتا۔ اور آپ کی طبیعت دنیاوی زخارف کی طرف رغبت نہیں رکھی۔ واللہ الحمد علیٰ فالک حمد اطیبا کثیرا مگر تمہارے چچا زاد بھائی ابن عباس کا حال اس کے برخلاف ہے۔ محض دنیاوی مال جمع کرنے پر ہمت کو کمر بستہ کر رکھا ہے اور بیت المال پر فضول خرچی کا ہاتھ دراز کر کے ناجائز طور پر کھاتا ہے اور ان کاموں کو جو قانون شریعت سے بعید ہیں جائز کر رکھا ہے جس وقت مجھے یہ حالات معلوم ہوئے اپنے آپ کو ضبط نہ کر سکا کہ آپ سے چھپاؤں اس لئے کسی قدر حالات عرض کر دیئے گئے ہیں آئندہ جو امیر المؤمنین کی رائے ہو عین صلاح اور ثواب ہے۔ والسلام

۶

جناب امیر المؤمنین نے یہ خط پڑھ کر جواب میں لکھا تیرا خط پہنچا احوال مندرجہ معلوم ہوا۔ تیری حسن سیرت اور صدق دیانت سے اطلاع ہوئی تجھ سے اور تجھ جیسے دوسرے شخصوں سے ایسی ہی امید ہو سکتی ہے۔ کہ امانت داری کا طریقہ اختیار کریں اور نصیحت کا کوئی نکتہ اٹھانہ رکھیں اور مسلمانوں کی بہتری کی نسبت جو کچھ معلوم ہو اسے اپنے امام اور پیشوا سے نہ چھپائیں بلکہ ظاہر کر دیں۔ میں نے اپنے چچا زاد بھائی عبداللہ ابن عباس کو تیری تحریر کی نسبت کچھ نہیں لکھا۔ تیرا ذکر نہیں کیا۔ میں اب منتظر ہوں کہ وہ کیا جواب دیتا ہے۔ تو بھی دریافت میں مصروف رہ اور جو کچھ حالات معلوم ہوں ان سے مجھے مطلع کرنا۔ تجھے اس کا بدلہ بہت جلد ملے گا۔ والسلام!

نامہ جناب امیر المومنین علیؑ بہ عبد اللہ ابن عباس

اس کے بعد عبد اللہ کے نام اس مضمون کا خط لکھا: عبد اللہ کو واضح ہو کہ اس کی نسبت بہت سی باتیں لوگوں نے ہمیں لکھ کر بھیجی ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ ہی ان کی حقیقت حال سے واقف ہے۔ اگر ان کا کہنا صحیح ہے تو تجھ پر بہت ہی تعجب ہے اور یہ ناپسندیدہ امر ہے اور اگر انہوں نے جھوٹ بولا ہے تو اس کا وبال ان کی گردن پر ہے۔ لازم ہے کہ مضمون کے خط سے آگاہ ہوتے ہی مجھے محاصل بصرہ کے حال سے اطلاع دے کہ کس جگہ اور کس قدر وصول ہوا ہے۔ اور کس کس بد میں صرف کیا گیا ہے۔ تفصیل سے لکھنا کہ واقفیت حاصل ہو۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔ والسلام!

عبد اللہ نے جواب میں لکھا حضرت امیر المومنین کا حکم صادر ہوا۔ شرط تعظیم و تکریم بجا لایا۔ اس فرمان کی نسبت کہ لوگوں نے میرے متعلق کچھ باتیں حضور میں عرض کی ہیں۔ مجھے معلوم ہے کہ کس شخص نے میری نسبت یہ باتیں بیان کی ہیں۔ جو کچھ اس نے کہا ہے محض جھوٹ اور بہتان ہے۔ اور ازراہ عداوت و دشمنی ایسا کیا ہے امیدوار ہوں کہ حضور خود غرض لوگوں کی باتیں میرے متعلق سماعت نہ فرمائیں۔ اور چنچل خور اور بدیں لوگوں کی افتراء پردازیوں میں آکر مشفق بندوں پر نکتہ چینی نہ کریں۔ ہاں محاصل بصرہ کا معاملہ جس کی نسبت امیر المومنین نے ارشاد فرمایا ہے کوئی وقت نہیں رکھتا۔ خدا کی قسم اگر دنیا کا تمام سونا چاندی میرے قبضے میں ہو تو بھی اس میں خلاف شرع تصرف نہ کروں۔ قیامت کے دن اس کے حساب سے آزادی پانے کو خیانت کرنے سے زیادہ دوست رکھتا ہوں۔ اس وقت تک تو جس طرح ہو سکا آپ کے ارشاد کے مطابق عمل در آمد کرتا رہا اب اس خدمت کی شرائط بجا نہیں لاسکتا۔ امیر المومنین مضمون عریضہ سے واقف ہوتے ہی کسی دوسرے شخص کو بصرہ میں بھیج دیں تاکہ وہ انتظام سنبھال لے اور اس کے لوازمات کو انجام دے۔ کیونکہ میں نے امارت کو ترک کر دیا ہے اور اپنے آپ کو علیحدہ کر دیا ہے۔ والسلام!

یہ خط امیر المومنین کے نام روانہ کر کے لوگوں سے کہا میں اب سے امارت بصرہ میں دخل نہ دوں گا۔ تاوقتیکہ لوگوں کی زبانوں سے رہائی نہ پاؤں گا۔ پھر خانہ نشین ہو بیٹھا۔ اب عبد اللہ کا خط جناب امیر المومنین کی خدمت میں پہنچا۔ مضمون خط سے واقف ہو کر آپ نے غور فرمایا اور بایں وجہ کہ عبد اللہ کو ناخوش کرنا گوارا نہ تھا اسی وقت لچوئی کے ساتھ لکھا کہ میں نے جو کچھ لکھا تھا اس اعتماد کلی کے سبب لکھا تھا جو تیرے حسن اخوت اور کمال شفقت پر وال ہے۔ اتنی سی بات سے اس قدر ناراض نہ ہونا چاہئے۔ اور امارت بصرہ کو ترک نہ کرنا چاہئے۔ ہم پر بخوشی روشن ہو گیا ہے کہ جو باتیں لکھی اور بیان کی گئی تھیں وہ محض جھوٹ تھیں۔ اب تو مطمئن رہ اور حسب معمول انتظام اور بندوبست کے کاموں میں مصروف رہ کیونکہ ہمیں دنیا میں اس کی رضامندی مطلوب ہے۔ والسلام

جس وقت جناب امیر المومنین کا فرمان اس کے پاس پہنچا اور پڑھا ان مہربانیوں سے جن کا ذکر تھا خوش ہو گیا اور اپنا کام سنبھال لیا۔

القصة صفین کے واقعہ سے پیشتر جناب امیر نے حرث بن ارشد کو شہر ابواز کی امارت پر مامور فرما کر حکم دیا تھا کہ وہاں جا کر اس علاقہ کو استحکام دے۔ اور وہاں کے کاموں کو انجام پہنچائے۔ جس وقت آنحضرت صفین سے کوفہ میں واپس آئے حرث نے ابواز میں حکمین کے فیصلے کی خبر پائی اس کو پسند خاطر نہ ہوا، فوج جمع کر کے امیر المومنین کے خلاف گنہگار ہو

بیٹھا اور ابواز کا محاصل جمع کر کے فوج میں تقسیم کر دیا اور علاقہ سرکش ہو گیا۔ جناب امیر المومنینؑ نے ایک بڑے نام نہاد صحابی معقل بن قیس رمانی کو چار ہزار سوار دے کر حکم دیا کہ حریت کو گرفتار کر لائے اور ولایت ابواز پر قبضہ کر لے۔ جب معقل ابواز کی طرف روانہ ہوا تو حریت نے اس کے آنے کی خبر سن کر اپنی فوج کا شمار کیا دس ہزار سوار اور پیدل گنتی میں آئے۔ اب تیاری کر کے معقل کے مقابلے پر آیا جب دونوں فوجیں ایک دوسرے کے سامنے آگئیں تو معقل نے آواز دی کہ حریت کہاں ہے مجھے اس سے کچھ کہنا ہے۔ حریت آواز سن کر اپنی فوج میں سے نکل کر سامنے آکھڑا ہوا۔ اور کہا حریت میں ہوں۔ معقل نے کہا اے حریت تجھ پر افسوس ہے کہ کس لئے جناب امیرؑ سے باغی ہوا اور کس لئے لوگوں کو آپ سے علیحدہ ہو جانے اور بیزاری اختیار کرنے کی ترغیب دی ہے۔ تو ان تمام مہربانیوں کو جو تیرے حال پر مبذول فرمائی ہیں اور ان سب انعامات کو جو وقتاً فوقتاً تجھے عطا کئے ہیں کس لئے بھول گیا ہے۔ امیر المومنینؑ ہر حالت میں تجھ پر اعتماد رکھتے تھے اور تجھے ایسے عالی شان مرتبہ پر پہنچایا تھا تو یہ سب باتیں فراموش کر بیٹھا اور تربیت و احسان کے تمام حقوق بھلا دیئے۔ مجھے تیری جبلت سے یہ بات عجیب اور بعید معلوم ہوتی ہے۔

اس نے جواب دیا تو نے جو کچھ بیان کیا ہے اور احسان کو یاد دلایا بے شک سب ٹھیک بلکہ اس سے بھی زیادہ ہے۔ لیکن حضرتؑ نے کس لئے حکم مقرر کیا جب کہ امر حق آپ کے قبضے میں تھا۔ معقل نے کہا اے حریت تجھ پر افسوس ہے تو جملہ مسلمانوں میں سے یا نہیں کہ اس معاملہ کا راز تجھ سے بیان کروں اس نے کہا ہاں میں مسلمان ہوں میری حالت میں کوئی تغیر اور میرے اعتقاد میں کچھ خلل واقع نہیں ہوا۔ اس معاملہ میں جو کچھ کہنا ہے بیان کر۔ اگر معقول بات ہوگی تو قبول کر لوں گا۔ معقل نے کہا تو مرو مسلمان ہے اور حج کو جاتا ہے اور تو نے حرم میں شکار کیا جس سے اللہ نے منع فرمایا ہے کیا تو اس وقت جناب امیر المومنینؑ کے پاس حاضر ہو کر یہ مسئلہ دریافت کرے گا یا نہیں اور آپ شریعت کے موافق جو کچھ جواب ہو تجھ سے فرمائیں گے۔ کیونکہ جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کے حق میں فرمایا ہے **الضما کم ہلی** یعنی کوئی شخص احکام شریعت کے صادر کرنے میں علیؑ سے زیادہ واقف نہیں۔

معقل نے کہا جب تو اس بات کا مقرر ہے کہ آپ کو اس درجہ علم ہے تو کس لئے آپ کے حکم کی خلاف ورزی کرتا ہے۔ اس نے کہا اس وجہ سے کوئی انسان ایسا نظر نہیں آتا کہ جو اپنے حق کی نسبت حکم مقرر کرے۔ معقل نے کہا جس قدر تجھے علم ہے۔ اس سے زیادہ مزید امور سے تجھے آگاہی نہیں۔ اور نہ تو تمام امور کو سمجھ سکتا ہے اور نہ سب باتوں سے واقف ہی ہو سکتا ہے۔ امیر المومنینؑ مہموں، مشکلات اور واقعات و حادثات کے متعلق جو حکم صادر فرماتے ہیں ہمیں اس پر رضامند رہنا چاہئے تو اپنے آپ کو شبہ میں کیوں ڈالتا ہے اور کس لئے مخالفت اختیار کرتا ہے اس سرکشی کو چھوڑ دے۔ متابعت و موافقت اختیار کر اور جو کچھ امیر المومنینؑ فرماتے ہیں اسے قبول کرنا چاہئے۔

حریت نے کہا خدا کی قسم میں ہرگز راضی نہ ہوں گا اور ایسی باتوں میں جھٹلا ہونے کو جائز نہ سمجھوں گا کیونکہ عرب قبیلے مجھے ایسے بے اصل کاموں سے عنوب کریں گے۔ میرے پاس تمہارے اور علیؑ کے واسطے شمشیر کے سوا اور کوئی چیز نہیں ہے۔ یہ کہہ کر بلند آواز سے اپنے لشکر کو طلب کیا اور معقل پر حملہ کر دیا۔ یہ رنگ دیکھ کر معقل نے بھی اپنے لشکر کو جنگ کرنے کا حکم دیا۔

حریت اور اس کے لشکر پر حملہ کر دیا۔ اب دونوں لشکر گڈمڈ ہو گئے۔ معقل نے عین ہنگام کارزار میں حریت کو جالیا اور اس

پر حملہ کر کے دو کلڑے کر دیا۔ ابواز اور بنی ناحیہ والے جو اس کے ہمراہ تھے گھیر لئے گئے اور ان میں اکثر قتل ہو گئے۔ اور بہت سے قید کر لئے گئے۔ ان کا مال و اسباب لوٹ لیا اور اس کے بعد مقتل جناب امیر المومنینؑ کی خدمت میں واپس آیا۔

مقتلہ بن ہبیرہ شیبانی کا معاویہ کے پاس فرار

مقتلہ جناب امیر المومنینؑ کی طرف سے ابواز کا حال تھا۔ جب اس نے دیکھا کہ مقتل نے حریت کا کام تمام کر دیا اور بنی ناحیہ کو اسیر کر کے لئے جاتا ہے تو ڈر گیا اور مقتل سے کہا مہربانی کر کے ان قیدیوں کو میرے ہاتھ فروخت کر دے کیونکہ انہیں جب تو امیر المومنینؑ کی خدمت میں لے جائے گا تو وہ شاید سب کو قتل کر دیں۔ مقتل نے کہا خرید لے۔ معاوضہ لا اور قیدیوں کو لے لے۔ مقتلہ نے کہا معاوضہ کل حاضر کروں گا۔ مقتل نے قیدی اس کے حوالے کر دیئے اور مقتلہ نے سب کو اسی وقت آزاد کر دیا۔ قیدی بلا توقف اپنے اپنے وطن کو روانہ ہو گئے اور مقتلہ بھی رات کے وقت فرار ہو کر بصرہ میں جا داخل ہوا۔

دوسرے دن مقتل نے دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ بصرہ کی طرف گیا ہے۔ عبد اللہ ابن عباس کو خط لکھ کر تمام کیفیت سے مطلع کیا اور لکھا کہ یہ سچی تمام مقتلہ کو گرفتار کر کے اس سے پانچ لاکھ درہم وصول کرے۔ عبد اللہ نے اسے بلا کر روپیہ طلب کیا۔ مقتلہ نے کہا ضرور ادا کروں گا۔ بات یہ ہے کہ مقتل چاہتا ہے کہ مجھ سے درہم وصول کر کے اپنی ضروریات پر صرف کرے۔ اس لئے میرے دل نے گوارا نہ کیا کہ مال اس کے حوالہ کر دوں، اب تو طلب کرتا ہے تو حاضر کر دوں گا اور احسان مانوں گا۔

عبد اللہ ابن عباس نے کہا مال ادا کرنا چاہئے۔ مقتلہ نے کہا تمام روپیہ کل ادا کر دوں گا۔ جب رات آئی بھاگ کر کوفہ آیا۔ مقتل نے حضرت امیر المومنینؑ کی خدمت میں خط لکھ کر تمام حال عرض کر دیا۔ مقتلہ بھاگ کر بصرہ چلا گیا اور وہاں سے بھاگ کر کوفہ میں چلا آیا ہے۔ امیر المومنینؑ نے صورت حال سے اطلاع پا کر آدمی بھیجا اور مقتلہ کو طلب کیا اور درہم مانگے۔ اس نے جواب دیا کہ مقتل اور عبد اللہ نے مجھ سے درہم طلب کئے تھے مجھے خیال ہوا کہ آپ سے یہ رقم پوشیدہ رکھی جائے گی اور چونکہ یہ مال امیر المومنینؑ کا حق ہے اس لئے میں نے اسے اپنے ساتھ رکھا اور حضور کی خدمت میں لایا جب ارشاد ہو گا اسی وقت حاضر کر دوں گا الغرض اس روز ایک لاکھ درہم اس نے ادا کر دیئے اور چار لاکھ درہم اس کے ذمے باقی رہے۔ جب رات آئی تو مقتلہ بھاگ کر معاویہ کے پاس چلا گیا۔

دوسرے دن جب امیر المومنینؑ نے اسے طلب کیا تو معلوم ہوا کہ وہ معاویہ کے پاس بھاگ کر چلا گیا ہے۔ آپ نے حکم دیا کہ بنی ناحیہ کے قیدی آزاد ہیں اور رقم مقتلہ کے ذمے باقی ہے۔ مقتلہ کا بھائی نسیم بن ہبیرہ جناب امیر المومنینؑ کی خدمت میں بہت بڑا رتبہ اور عزت رکھتا تھا اپنے بھائی کی حرکت سے نہایت شرمندہ ہوا اسے سخت ملامت کی اور یہ دو بیت لکھ کر اس کے پاس روانہ کیں۔

تو رکت نساء العی بکرین وائل و اعتقت سبمان لوی بن غالب

و خالفت خیر الناس بعد محمد لمال قليل لا محانتہ فایب

اور اس کے رشتہ دار قوم ریحہ والے اس حرکت سے سخت ناراض ہوئے۔

اور اس کے رشتہ دار قوم ربیعہ والے اس حرکت سے سخت ناراض ہوئے۔ اور سب نے اسے اس حرکت پر لعنت طامت کی۔ مصقلہ بھی معاویہ کے پاس چلے آنے سے بہت نادم اور پشیمان ہوا اور اپنے بھائی نعیم کے نام خط لکھا جناب امیر المومنینؓ کی خدمت میں میری طرف سے عذر معذرت کر کے اجازت حاصل کرے کہ میں آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہو جاؤں۔

جس وقت یہ خط نعیم نے پڑھا اپنے چچا کی اولاد بنی بکر بن وائل کو بلا کر کہا کہ میرے بھائی نے اس مضمون کا خط لکھا ہے اور چاہتا ہے کہ پھر امیر المومنینؓ کی خدمت میں حاضر ہو جائے۔ مگر مجھے جناب امیر کی خدمت میں اس کا حال عرض کرتے ہوئے شرم آتی ہے تم مہربانی کر کے فرصت کے وقت یہ حال عرض کر دینا اور اجازت لے لینا کہ اسے کچھ لکھ کر واپس بلا لیا جائے۔ اس کے چچا کی اولاد نے کہا ہم ایسا ہی کریں گے اور سب حال عرض کر دیں گے۔

اس کے بعد انہوں نے خدمت امیر المومنینؓ میں حاضر ہو کر نعیم کی مذمت اور مصقلہ کا ذکر کیا اور کہا کہ علیؑ کی طرف سے دلجوئی کی جائے اور واپس بلا لیا جائے۔ کیونکہ ہمیں سخت افسوس اس بات کا ہے کہ ایسا شخص معاویہ کے پاس رہے۔ آپ نے فرمایا جیسا منشاء ہے لکھ بھیجو مگر میرا خیال ہے کہ کچھ فائدہ نہ ہو گا اور مصقلہ واپس نہ آئے گا۔ حصین بن منذر سدوسی نے کہا امیر المومنینؓ نے تمہیں اجازت دے دی ہے کہ مصقلہ کے نام خط لکھو اور مجھے خط دکھانا کہ میں بھی اس میں کچھ تحریر کروں گا۔ جس سے اس پر زیادہ اثر پڑے گا۔ اس کے چچا زاد بھائیوں نے کہا حصین بن منذر ہی خط لکھے۔ حصین نے مصقلہ کو اس مضمون کے چند کلمے تحریر کئے۔ اے مصقلہ ہم تیرے عزیز بن بکر بن وائل سمجھتے ہیں کہ تیرا معاویہ کے پاس جانا اور اس سے ملتی ہونا نہ دین کے واسطے تمہارا دنیا کے لئے اور نہ وہاں جانے سے علیؑ پر عیب عائد کرنا۔ نظر تھا۔ تو نے یہ ارادہ محض اس لئے کیا کہ اس قدر مال ادا کرنا نہ پڑے۔ یہی خیال تجھے معاویہ کے پاس لے گیا۔ اس کے بعد جب تو نے غور کیا تو خیال کیا کہ اتنے حقیر سے مال کے لئے یہ حرکت کرنی زیبا نہ تھی۔ اور معاویہ کو علیؑ سے اور شام کو عراق سے اور سکاہک کو ربیعہ سے بدلنا اچھا نہیں۔ اللہ تعالیٰ کی رضا علیؑ سے نزدیک اور معاویہ سے دور ہے۔ اپنے کو مسافرت کی تکلیف میں مبتلا نہ کر اور متشکر نہ رہ اٹھ اپنے وطن اور ملک کی طرف واپس آ اور یقین جان کہ آج کا واپس آنا کل کی واپسی سے بہتر ہے۔ تجھے جناب امیر المومنینؓ سے شرم کی ضرورت نہیں اور مجھے ایسا کام کرنا چاہئے اس فعل پر لعنت ہو جس میں نہ اس دنیا کا آرام نہ آخرت کی سعادت۔ والسلام!

مصقلہ نے یہ خط پڑھ کر قاصد سے کہا یہ تحریر حصین بن منذر کی معلوم ہوتی ہے اس نے کہا ہاں جو لکھا ہے وہ درست ہے اور سچ لکھا ہے۔ یہ خط اسی کا لکھا ہوا ہے۔ اے مصقلہ تو مطلب کو سمجھ اور جس میں تیرے لئے دنیا اور عقبی کی بھلائی ہو وہ کام اختیار کر۔ تو اپنے معاملہ کا خود فیصلہ کر اور سوچ کہ تو نے کس شخص سے علیحدگی اختیار کی ہے اور کس سے آٹا ہے کسے ترک کیا ہے۔ اور کس کا دامن پکڑا ہے۔ عراق بہتر ہے یا شام؟ علی ابن ابی طالبؑ برگزیدہ شخص ہے یا معاویہ۔ مہاجر و انصار کی ہم نشینی پسندیدہ ہے یا اہلنا و اہلنائے خلقاء کی صحبت؟ تو عراق میں محدود تھا اور اب شام میں خاموم ہو کر رہے گا۔ مصقلہ نے قاصد کی یہ باتیں سن کر سر جھکا لیا کچھ نہ بولا۔ پھر خط لے کر معاویہ کے پاس گیا۔ معاویہ نے اس خط کو پڑھ کر کہا اے مصقلہ تیرا معاملہ اس حد سے گزر گیا کہ مجھے تیری نسبت کچھ شک باقی رہا ہو مجھے تیری عقل اور دانائی پر پورا بھروسہ ہے اگر عراق سے تیرے پاس خط آئے تو تجھے اس بات کی ضرورت نہیں کہ میرے پاس لائے اور دکھائے۔

مصقلہ نے اپنے وثوق کے ساتھ واپس آ کر قاصد سے کہا جس وقت میں بخوف جان علی ابن ابی طالبؑ سے بھاگ کر شام میں داخل ہوا ہوں خدا کی قسم میں نے بھلائی کے سوا کوئی اور کلمہ ایسا نہیں کہا جس سے آپ پر کوئی برائی عائد ہوتی ہو۔ تو

میرے پاس خط لایا اب جواب لے کر واپس جانا۔ قاصد نے کہا بہتر۔ مصلحہ نے اس مضمون کا جواب لکھا: تمہارا خط پہنچا مضمون مندرجہ سے اطلاع ہوئی۔ حقیقت حال یہ ہے کہ جس شخص کو تھوڑا کتنا فائدہ بخش نہیں ہوتا اس کو زیادہ سمجھانا زیادہ نقصان کرتا ہے۔ بات بڑھانے سے کچھ حاصل نہیں تم جاننے ہو کہ میں نے علیؑ کی خدمت کس لئے ترک کر دی ہے اور کیوں معاویہ کے پاس چلا آیا ہوں۔ یہ بھی جانتا ہوں کہ اگر علیؑ کی خدمت میں واپس آؤں گا تو وہ مجھ سے گزشتہ امور کا جواب طلب نہ فرمائیں گے۔ بلکہ معافی اور احسان کا برتاؤ اختیار کریں گے مگر اس وقت علیؑ کا خطا وار ہوں اور چند روز تک معاویہ کی خدمت میں رہ چکا ہوں۔ اب خواہ علیؑ کے پاس آجاؤں یا معاویہ کے پاس رہوں عار سے خالی نہیں۔ میں اس وقت دو ملامتوں کے درمیان ہوں اول خیانت دو سرا عذر۔ اور میں کوئی ساعذر پیش کروں تمہارے نزدیک مقبول نہ ہو گا۔ پھر میں جس قدر غور و فکر کرتا ہوں فی الحال شام میں قیام زیادہ بہتر معلوم ہوتا ہے۔ اگر امیر معاویہ کو غلبہ حاصل ہو کر اس کا کام مستحکم ہو گیا تو اس وقت میرا مقام ملک روم میں زیادہ اچھا ہو گا اور ابھی مجھے وہ قدرت حاصل ہے کہ جناب علیؑ کے سامنے عذر کروں اور وہ قبول ہو جائے پس اس سے علیحدہ رہنا ہی بہتر ہے۔ بہ نسبت اس کے اس وقت علیحدگی اختیار کروں جبکہ مجھے اس کی مجال نہ ہو۔ الغرض میں جہاں رہوں گا دل میں تمہارا خیال رہے گا اور زبان تمہاری۔ دعا گو والسلام!

یہ خط بند کر کے قاصد کو دے دیا اور کہا اے برادر زادے اگر تیری مرضی ہو تو شام والوں سے دریافت کر لے کہ میں جب سے شام میں آیا ہوں علیؑ کے حق میں کیا کہتا رہتا ہوں۔

قاصد نے کہا یہ بات پایہ تحقیق کو پہنچ گئی ہے اور بخوبی معلوم ہو گیا ہے کہ تو نیکی کے سوا کچھ نہیں کتنا مصلحہ نے کہا خدا کی قسم میں آخر تک اسی طریق پر رہوں گا اور علیؑ کی مدح و ثناء کے سوا اور کوئی کلمہ زبان پر نہ لاؤں گا اور آپ کی الفت و محبت کو ہمیشہ جگہ دیتا رہوں گا۔

اب قاصد نے وہ خط لا کر حسین بن منذر کو دیا اور وہ جناب امیر المومنین علیؑ السلام کی خدمت میں لے گیا اور پڑھ کر سنایا۔ جناب امیرؑ نے فرمایا اس سے درگزر جہاں کہیں ہو گا مجھے یقین ہے کہ وہ دوبارہ ہمارے پاس نہ آئے گا۔ حسین نے کہا یہی بات ہے اور لوگوں کا یہی کہنا کہ اسے حیا واپس آنے سے مانع ہے بے اصل ہے وہ اس وقت علیحدگی اختیار کرتا ہے اور جیسا آپ فرماتے ہیں وہ ہرگز نہ آئے گا۔ ہم نے اسے ترک کر دیا اور کبھی اس کا ذکر تک نہ کریں گے۔ اور نہ پھر اسے لکھیں گے۔ والسلام!

شہروان کے خارجیوں کا ظہور

جس زمانہ میں حضرت علیؑ کوفہ میں مقیم تھے اور انتظار کر رہے تھے کہ وہ میعاد جو معاویہ کے ساتھ قرار پائی ہوئی ہے گزر جائے تو پھر شامیوں سے جنگ کی جائے آپ کے خواصوں میں سے جو بڑے عابد اور متقی تھے چار ہزار سوار لے کر کوفہ سے چل پڑے اور آنحضرتؐ کے خلاف ہو گئے اور کہنے لگے کہ اللہ کے سوا کسی کا حکم نہیں اور جو شخص خدا کا گناہگار ہو اس کی اطاعت نہ کرنی چاہئے۔ اب فوج در فوج آدمی ان کے ساتھ ہونے لگے اور ان کا شمار بارہ ہزار تک پہنچ گیا۔ پھر نواح کوفہ سے کوچ کر کے موضع حدر میں آ پڑے اور عبداللہ ابن کواع کو اپنا امیر قرار دیا۔

جناب امیرؑ ان کا حال سنتے تھے اور متشکر تھے۔ آخر کار عبداللہ ابن عباس سے کہا تو ان کے پاس جا اور دریافت کر کہ یہ

جمیعت کیوں اکٹھا ہے۔ اور کیا چاہتے ہیں۔ عبداللہ ان کے پاس گیا۔ جو نبی عبداللہ ان کے پاس پہنچا انہوں نے پکار کر کہا اے عبداللہ تو بھی خدا کا ویسا ہی گنہگار ہو گیا ہے جیسا علی ابن ابی طالب۔ پھر ہر طرف سے یہی آوازیں آنے لگیں۔ عبداللہ ابن عباس نے کہا میں تم سے گفتگو نہیں کر سکتا۔ کسی ایک شخص کو بھیجو کہ جو کچھ تمہیں کہنا ہو کہے اور جواب دے۔ انہوں نے ایک شخص عتاب بن اعرور ثعلبی کو بھیجا وہ عبداللہ کے سامنے آکھڑا ہوا اور جو کچھ کہتا تھا سب قرآن شریف سے کہتا تھا وہ اس کے معنی سے واقف تھا۔

عبداللہ ابن عباس خاموش سنتا رہا یہاں تک کہ جو کچھ اسے کہتا تھا کہہ چکا اس وقت عبداللہ نے پوچھا تو کہہ چکا۔ اب اس کا جواب سن۔ اگرچہ تو معافی قرآن سے واقف ہے لیکن تو غلط فہمی میں مبتلا ہو کر راہ صواب سے دور جا پڑا ہے۔ اب اس کا جواب سن۔ ایک مثال بیان کروں۔ عتاب نے کہا بیان کر۔ عبداللہ نے کہا اے عتاب مجھے بتا کہ سرائے اسلام کس کی ملکیت ہے۔ اور اسے کس نے تعمیر کیا ہے۔ عتاب نے کہا سرائے اسلام اللہ کی ملک ہے اور اس کی تعمیر اپنے بزرگ نبیوں کے اہتمام سے کی ہے۔ اور نبیوں کی ایک جماعت کو وہاں بھیجا کہ اہل عالم کو ہدایت کریں کہ اس کے سوا کسی اور کی عبادت نہ کریں۔ کچھ لوگوں نے نبیوں کا کہنا مان لیا اور ایمان لائے اور اس کی عبادت میں مشغول ہو گئے۔ اور بعض نے نبیوں کا کہنا نہ مانا نہ ایمان لائے اور کافر ہو گئے۔ عبداللہ نے کہا سب سے آخری پیغمبر جو خدا نے سرائے اسلام میں بھیجا محمد صلعم تھے اور علی امیر المؤمنین آپ کے خلیفہ اور وصی ہیں۔ علی سے نہ پھرو اور حق راستے کو نہ چھوڑو اور اپنے کو شبہ میں نہ ڈالو۔

الغرض ہر چند سمجھایا اور نصیحتیں کیں مگر ایک نہ مانی اور گمراہی اور سرکشی پر اصرار کرنے لگے۔ بلکہ عبداللہ ابن عباس اور امیر المؤمنین کو برا بھلا کہا اور سب و شتم کرنے لگے۔ عبداللہ مایوس ہو کر واپس چلا آیا۔ پھر حضرت یہ نفس نہیں ان کے پاس تشریف لے گئے۔ اور اوسے عبداللہ ابن کواء مع اپنے دس مصاحبوں کے آنحضرت کے سامنے آیا۔ اور جبکہ یہ سن کر معلوم کر لیا کہ جناب امیر مدت مقررہ کے گزر جانے کے بعد اہل شام سے جنگ کریں گے تو ان دس آدمیوں سمیت ذہب خوارج سے نکل کر لشکر ہایونی میں آ ملا۔

اس کے بعد خوارج نے عبداللہ بن راسی کو اپنا امیر مقرر کر کے شہوان کا راستہ لیا اور ایک خط بصرہ کے خارجیوں کے نام لکھا اور عبداللہ بن سعید عینی کو اس کی طرف روانہ کیا۔ کہ لوگوں کو جانب شہوان چلا کرے۔ جب عبداللہ بصرہ میں داخل ہوا تو اس علاقہ سے بہت بڑی جمیعت فراہم ہو گئی۔ اور عبداللہ بن وہب راسی سے جا ملی۔ جس وقت امیر المؤمنین کو ان لوگوں کی جمیعت کی خبر ملی تو ایک خط اس مضمون کا لکھ کر ان کے پاس بھیجا:

بسم اللہ الرحمن الرحیم ○ من عبد اللہ علی امیر المؤمنین عن عبد اللہ بن وہب الراسی و یزید بن الحصین و تبعهما سلام علیکم فان الرجلین النین ارتصبنا هما للحکومتہ، خاء نا کتاب اللہ اتبعنا ہر ہما بفسر ہدی من اللہ فلما

لمر بعمل بالستہ، و لم یحکموا بالقران ان تبرانا من حکمہا و نحن علی امرنا الاول فاقبلوا ارحمکم اللہ انما لانا سائرین الی عدونا و عدوکم لنعو لمعالمتہم حتی یحکم اللہ بیننا و ہو خیر الحاکمین جب یہ ہدایت السلوب خط خارجیوں کے پاس پہنچا جواب میں لکھا کہ جس وقت تو نے ہمیں کو اجازت دی تھی تو خدا کے نزدیک کافر ہو گیا تھا اگر تو نے توبہ کر لی ہے تو ہم تیری مرضی کے تابع ہیں اور اگر اپنے گناہ پر مصر ہے تو ہم تجھے راہ راست کی طرف بلاتے ہیں اور اس میں ذرا شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ خیانت والوں کو دوست نہیں رکھتا۔

جس وقت یہ لایعنی خط شاہ ولایت کی نظر سے گزرا آپ اس گروہ کی اطاعت سے مایوس ہو گئے اور ان کی مہم کو سہل سمجھ

کر نخلہ میں لشکر گاہ قائم کیا۔ اور اہل شام کے ساتھ جنگ کے ارادے سے علم ظفر پیکر بلند کیا۔ اور حکم دیا کہ فوجیں فراہم ہو جائیں۔ شمار کے وقت ساٹھ ہزار سے زیادہ جوان برآمد ہوئے۔ دمشق کی طرف متوجہ ہونے سے پہلے آوازیں آئی شروع ہوئیں کہ خارجیوں نے نواح عراق میں لوٹ مار شروع کر دی ہے اور ہر اس شخص کو جو ان کا شریک عقیدہ نہیں کافر کہتے ہیں۔ اور عبداللہ بن حباب ارت اور اس کی منکوحہ کو اس سبب سے کہ وہ حکمین کے تقرر کو خلاف شریعت سید المرسلین بتلاتے تھے قتل کر دیا ہے۔ اور ام سنان صیداویہ کو بھی اسی بہانہ سے موت کے گھاٹ اتار دیا ہے اور اب خونریزی اور غارتگری میں مصروف ہیں۔ جناب امیر نے صحابہ کے مشورہ سے خارجیوں کا دفعہ لازمی سمجھ کر لشکر ظفر پیکر سمیت نہوان کی طرف کوچ کیا۔ اور معسکر مارقیں کے نزدیک پہنچ کر فوج ظفر موج کو ترتیب دیا۔

مہینہ کو حجر بن کنڈی کے حوالہ کیا اور میسرہ پر شیش بن ریبی کو مقرر کیا اور تمام سواروں کا سر لشکر ایوب انصاری کو کیا اور حکم دیا کہ تمام پیادے ابو قتادہ کے زیر فرمان رہیں اور خوارج نے بھی اپنی صفوں کو آراستہ کیا۔ مہینہ پر یزید بن حصین کا جھنڈا نصب کیا اور میسرہ میں شریح بن ابی اونی جسی کا وجود شوم قائم کیا۔ سواروں کی سرداری پر حرقوص بن زہیر قائم کیا اور ایک روایت کی رو سے عبداللہ بن کواء نے پیادوں کی سرداری لی۔ جب دونوں فوجیں ایک دوسرے کے مقابل صف آراء ہوئیں جناب امیر نے حکم دیا کہ جھنڈا ایک خاص مقام پر قائم کریں اور دو ہزار آدمی اس کی حفاظت پر قائم کئے کہ مستعد رہیں۔

اس کے بعد منادی کرائی کہ جو شخص اس جھنڈے تلے آئے گا وہ امان میں ہے اور جو شخص کوفہ کی طرف چلا جائے گا وہ بھی امن میں ہے۔ اس وقت قرہ بن نوفل انجی خارجیوں کا سردار تھا اپنے تابعین سے کہا میں نہیں جانتا کہ بے سبب کس لئے علیؑ سے جو خدا کا ولی اور مصطفیٰ کا وصی ہے جنگ کروں۔ پھر پانچ سو آدمیوں سمیت مارقیں سے علیحدہ ہو کر دسکرہ کی طرف چلا گیا۔ اور ایک اور جماعت بھی ان سے علیحدہ ہو کر کوفہ کی طرف روانہ ہو گئی۔ اور کسی قدر جمعیت نے علم ڈکور کے سایہ کے نیچے پناہ لی۔ اب عبداللہ بن وہب راسی کے ساتھ چار ہزار آدمی باقی رہ گئے۔ اور ان ملعونوں نے زبانوں پر لا حکم الا للہ و نو کوہ المشرق کون جاری کر کے یکبارگی حملہ کر دیا۔ اور غبار جنگ بلند اور آتش حرب شعلہ زن ہوئی اسی اثناء میں عبداللہ بن وہب نے نہایت ہی سنگدلی اور گمراہی کے ساتھ اپنے مقابلے پر شاہ ولایت کو طلب کیا۔ آنحضرتؐ نے بے یک ضرب ذوالفقار اسے دوزخ میں پھینچا دیا۔ اور فوج ظفر موج تمام خارجیوں پر چھا گئی۔ اور بحسن و خوبی اس مہم کو ختم کر دیا۔ چنانچہ ان لوگوں میں سے نو آدمی زندہ نہ بچے۔ اور جناب امیر کے لشکر کے چند آدمی شہید ہوئے۔ ثقہ لوگوں کی روایت ہے کہ جناب امیر نے خارجیوں کے خروج سے پیشتر فرمایا دیا تھا کہ ایک گروہ دین سے اس طرح نکل جائے گا جس طرح تیر کمان سے۔ اگرچہ وہ قرآن شریف پڑھتے ہوں گے مگر حلق سے نیچے نہ اترے گا۔ اور ان کے دل قرآن شرف کے احکام پر ثابت قدم نہ رہیں گے۔ اور اسی خدا کی قسم جو دانہ کو اگاتا ہے اور جس نے انسان کو اپنے خزانہ کرم سے لباس وجود عطا کیا ہے۔ رسول خداؐ نے مجھ سے فرمایا ہے کہ تو ان سے جنگ کرے گا اور وہ گمراہی کے گڑھے سے نکل کر راہ ہدایت پر نہ آئیں گے۔ جیسے کمان سے نکلا ہوا تیر پھر کر نہیں آتا۔ اور اس گروہ کی پہچان یہ ہے کہ ان میں ایک ایسا شخص ہوگا کہ اس کے شانہ میں گوشت کا ایک ٹکڑا عورتوں کے پستان جیسا ہوگا اور اس پر بال بھی ہوں گے جیسے بلی کی موٹھیں۔ نیز آنحضرتؐ نے جنگ خوارج سے پہلے ہی فرمایا تھا کہ اس معرکہ میں ہمارے شہیدوں کی تعداد اکالی سے گزر کر دہائی کے ہندسہ تک نہ پہنچ پائے گی۔ اور مخالفین میں سے نو شخصوں سے زیادہ نہ بچیں گے۔

روایت ہے کہ جس وقت آپ نے حدیث ذونذیہ بیان فرمائی تو قتل خوارج کے بعد اپنے حکم دیا کہ ذونذیہ یعنی چوچی والے

فحص کو کشتوں میں تلاش کریں۔ کچھ لوگ گئے۔ ڈھونڈا مگر نہ پا کر کہا اس خلقت کا کوئی شخص مقتولوں میں موجود نہیں آپ نے فرمایا کہ خدا کی قسم جو چو والا ان ہی میں ہے۔ پھر کچھ اور آدمی اس کی تلاش میں نکلے اور چالیس کشتوں کے نیچے سے ڈھونڈ نکالا وہ ہو ہو آپ کی نشان دہی کے مطابق تھا۔ اب جناب امیر نے بارگاہ الہی میں سجدہ شکر ادا کیا اور اصحاب سے کہا اگر تم معترض نہ ہوتے تو میں خبر دیتا کہ رسول خدا نے اس گروہ کے مقتولین کے حق میں کیا فرمایا ہے۔ الغرض جناب امیر نے خارجیوں کی مہم سے فارغ ہو کر اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کی۔ اور جناب رسول خدا پر درود بھیجا کہ اللہ تعالیٰ نے تم پر لطف و کرم کے دروازے کھول دیئے ہیں اور دشمنان دین کو مغلوب و مقہور کر دیا ہے۔ مناسب ہے کہ اب شام کے گمراہوں سے معرکہ آرائی ہونے کا قصد کرو اور قاسطین کی مہم کو بھی مارقیں کی مہم کی طرح انجام کو پہنچا دو۔

اشعث بن قیس نے لشکر کے اور چند نامور اراکین کو ساتھ لے کر عرض کی کہ ہمارے تیر ختم ہو گئے ہیں۔ تلواریں کند پڑ گئیں، نیزے ٹوٹ گئے اب ہمیں کوفہ واپس لے چلیں کہ اسلحہ کی درستی اور بہم رسانی کے بعد مضبوط و مستحکم ہو کر شامی خالصوں کی بیخ کنی میں مصروف ہو جائیں گے۔ ان کی یہ عرضداشت قبول ہو گئی اور شاہ ولایت پناہ نے ازراہ کواست جانب کوفہ مراجعت کی۔ شہر کے قریب پہنچ کر نخلہ میں چھاؤنی قائم کی اور ارشاد کیا کہ جس کو کوئی کام درپیش ہو شہر میں جائے اور ایک دن ٹھہر کر دوسرے دن لشکر گاہ میں چلا آئے۔ کہ شام کی مہم جلدی پوری کی جائے۔

اس کے بعد جناب امیر کی خدمت میں صرف چند ہی غیرت مند رہ گئے۔ اور سب نے لشکر گاہ کو خالی کر کے مشقت پر راحت کو ترجیح دی۔ آپ یہ حال دیکھ کر رنجید ہوئے اور کوفہ میں تشریف لائے۔ کوئی عذر معذرت کرنے لگے مگر ان کا عذر مقبول نہ ہوا۔ آپ ہر خطبہ میں کوفیوں کو ملامت کرتے۔ کئی دفعہ اظہار بخشش ہونے کے بعد وہاں کے کچھ اراکین نے حاضر خدمت ہو کر کہا جس طرف آپ کا قصد ہو گا ہم رکاب ہدایت انتساب سے علیحدہ نہ ہوں گے۔ جب امیر المومنین نے ان کے کہنے کو قبول کر کے عارث ہمدانی کو حکم دیا کہ جو شخص صدق نیت اور نیک طینت سے بہرہ ور ہے اسے لازم ہے کہ کل فلاں جگہ پر جو فراہمی لشکر کے لئے عمدہ مقام ہے حاضر ہو جائے۔ دوسرے دن جناب امیر نے لشکر گاہ میں جا کر دیکھا کہ تین سو آدمیوں سے زیادہ جمعیت نہیں ہے۔ فرمایا اگر ان لوگوں کی تعداد ایک ہزار تک پہنچ جاتی تو مجھے ان کی فکر کرنی پڑتی۔ پھر اس جگہ پر نہایت رنج و فکر میں دو روز ٹھہر کر کوفہ کو مراجعت فرمائی۔ اسی اثناء میں معاویہ نے فرصت پا کر دو ہزار سپاہیوں کو بھیجا کہ عراق کے حاجیوں کے راستے میں جس قدر حوض اور کنویں ہیں سب کو بند کر دیں اور مسلمانوں کو خانہ کعبہ کے طواف سے باز رکھنے میں سعی کریں۔

لوگوں نے معاویہ کو اس فعل پر ملامت کی تو کہا میں اس لئے مسلمانوں کو روکتا ہوں کہ مکہ میں ان کا کوئی امام نہیں ہے۔ الغرض رمضان شریف کا مہینہ آ گیا اور جناب امیر المومنین مسجد کوفہ میں خطبہ کے ساتھ برابر کوفیوں کو ملامت کرتے رہے مگر ان پر مطلق اثر نہ ہوا۔ راویوں کا بیان ہے کہ بدھ کی رات کو جس وقت اپنے گھر میں امیر المومنین نماز کے لئے کھڑے ہوئے آپ کی دختر ام کلثوم نے دوجو کی روٹیاں اور ایک دودھ کا پیالہ اور کسی قدر نمک خوان میں لگا کر حضور میں لا رکھا۔ آپ نے نماز سے فارغ ہو کر خوان کو دیکھا اور فرمایا اے میری بیٹی تم ایک خوان میں کھانے کی دو چیزیں پیش کرتی ہو۔ کیا تم کو معلوم نہیں کہ میں اپنے چچا زاد بھائی جناب رسول خدا کی بیوی کر رہا ہوں۔ تم جانتی ہو کہ دنیا کی حلال باتوں کا حساب لیا جائے گا اور حرام کاموں کے عذاب ہو گا۔ خدا کی قسم میں روزہ نہ کھولوں گا جب تک تم ان میں سے ایک چیز نہ اٹھا لو گی۔ ام کلثوم نے دودھ کا پیالہ اٹھا لیا۔ آپ نے نمک کے ساتھ نان جو جس کے تین لقمے نوش فرمائے۔ اور پھر نماز شروع کر دی۔ آپ اس رات کو بار بار صحن خانہ میں تشریف لاتے اور آسمان کی طرف نگاہ کرتے تھے اور پھر اندر

تشریف لے جا کر نماز میں مشغول ہو جاتے تھے۔ آپ نے اس رات کو سورہ یٰسین بھی تلاوت فرمائی۔ تعقیب نماز کے بعد آپ کو نیند آئی مگر تھوڑی دیر بعد ہی خواب سے بیدار ہو کر کہا لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلیٰ العظیم اے خدا مجھے اپنے پاس بلانے میں برکت کرامت فرما۔

فقال تلك الليلة اني رايت رسول الله تشركت اليه و قلت ما بقيت من امتك الا وروا الله و قال ادع الله عليهم فقلت اللهم ابلني بهم خيرا منهم و ابلهم لي شر امي پھر ارشاد کیا کہ میں نے ابھی ابھی جناب رسول خدا کو خواب میں دیکھا اور آپ سے امت کی نالائقی کی شکایت کی۔ آپ نے فرمایا ان کی حق میں بد دعا کر۔ پھر میں نے کہا اے خدا مجھے ان لوگوں سے بہتر آدمی عطا کر اور میری جگہ ان پر کسی شریر اور ظالم کو مقرر فرما اس کے بعد آپ گھڑی گھڑی صحن میں تشریف لاتے تھے اور فرماتے تھے واللہ ما کنیت و انہا اللیلۃ النبی و عدت یعنی خدا کی قسم میں جھوٹا نہیں اور یہ وہی رات ہے جس میں میرے شہید ہونے کی خبر جناب رسول خدا نے مجھے دی ہے اور فرماتے تھے احب ان الی اللہ تعالیٰ و انا جہض یعنی میں خدا سے ملنے کا مشتاق ہوں۔ اے بیٹی میں اس رات کی صبح کو شہید ہوں گا۔ جب وقت صبح نزدیک ہوا جناب امیر نے لباس زیب تن کر کے کمر میں ٹپکا باندھا اور مسجد میں جانے کا قصد کیا۔ صحن خانہ میں پہنچے تو ان بطنوں نے جو گھر میں پٹی ہوئی تھیں خلاف عادت آپ کا راستہ روکا اور بازو پھیلا کر غل مچانے لگیں۔ کچھ خدمت گزاریں دوڑیں کہ ان کو آگے سے ہٹا دیں۔ آپ نے فرمایا ان سے کچھ نہ کہو۔ یہ اس لئے شور کر رہی ہیں کہ اس کے بعد انہیں میرا نوحہ کرنا پڑے گا۔

امام حسنؑ بولے آپ یہ کیا فال بد زبان سے نکالتے ہیں۔ حضرت علیؑ نے فرمایا میں فال بد نہیں نکالتا بلکہ میرا دل گواہی دیتا ہے کہ میں آج شہادت پاؤں گا۔ جناب زینبؑ نے عرض کی اے والد ماجد آپ جعدہ کو حکم دیں کہ وہ مسجد میں جا کر نماز پڑھائے۔ آپ نے ایسا ہی کیا پھر ارشاد فرمایا کہ حکم الہی میرے ہی لئے ہے خود ہی تشریف لے جانے کا ارادہ کیا اور یہ اشعار انشا فرمائے۔

اشدد حجاز یمک للموت فان لموت لا قیقا
ولا یجزع من الموت اذا حدیوا دیکھا
فان الزرع والبیضہ ہوم الروح بکتیکا
کما اضحکک النھر کذاک النھر بکتیکا
فقد اعوف الواما وان کانوا اصعلیکا
مصارع الی النجدة للقی مبارککا

الغرض جس وقت جناب امیر المومنینؑ گھر کے دروازے سے باہر ہونے لگے ایک کیل چلے میں الجھ گئی اور ٹپکا کھل کر کر مبارک سے علیحدہ ہو گیا۔ آپ نے دوبارہ کس کر کر باندھی اور فرمایا الہی تو موت کو میرے لئے مبارک کیجیو اور اپنے دیدار کو حیرت۔ ام کلثوم یہ سن کر رونے لگیں اور امام حسنؑ آپ کے پیچھے پیچھے ہو لئے اور عرض کی میں آپ کے ہمراہ رہنا چاہتا ہوں۔ آپ نے ارشاد کیا تجھے میری قسم کہ اپنی خوابگاہ کی طرف پھر جانا۔ ناچار امام حسن علیہ السلام واپس ہو گئے۔ اور اس طرف ابن مسلم شیبث اور دروان آپ کے مسجد میں تشریف لانے کا انتظار کرتے رہے۔ اشعث بن قیس بھی جو ان کے ساتھ ملا ہوا تھا موجود تھا اس نے ابن مسلم سے کہا اے پسر مسلم اپنے ارادہ کو پورا کرنے میں جلدی کرو مبارک صبح کی روشنی تجھے رسوا کر دے۔ اس وقت حجر بن عدی ان کے پاس سے گزر رہا تھا۔ اس نے یہ بات سنی اور اشعث سے

مخاطب ہو کر کہا کیا تو جناب امیر المؤمنین کو قتل کرے گا۔ پھر مسجد کے دروازہ سے نکل کر امیر المؤمنین کے گھر کا راستہ لیا کہ آپ کو اس سازش کی اطلاع دے مگر ام المؤمنین سے نہ مل سکا کیونکہ آپ دوسرے راستے سے مسجد میں تشریف لائے تھے اب حکم الہی ظہور میں آگیا اور جس وقت حجر بن عدی واپس آ رہا تھا اس نے کہا کہ لوگ کہہ رہے ہیں کہ امیر المؤمنین قتل ہو گئے۔

جناب امیر المؤمنین جس وقت دوسرے راستے مسجد میں تشریف لائے تھے تو مسجد کی قدیمیں گل تھیں آپ نے اسی تاریکی میں چند رکعت نماز ادا کی اور کچھ دیر تک تسبیح وغیرہ میں مشغول رہے پھر صبح کی سفیدی سے خطاب کیا تو ایک دن بھی ایسے وقت طلوع نہیں ہوئی کہ میں سویا ہوا ہوں اس کے بعد کانوں پر انگلیاں رکھ کر اذان دی پھر گلدستہ اذان سے اتر کر یہ چند مصرعے پڑھے

خلوا سبیل المؤمن المجاہد فی اللہ لا یعد غیر الواحد

و لوقف الناس الی المآجد

اور الصلوة الصلوة کہتے ہوئے لوگوں کو جگاتے تھے۔ ابن مسلم بھی سونے والوں میں اوندھا پڑا ہوا تھا اور تلوار دامن کے نیچے چھپا رکھی تھی۔ جب آپ اس کے قریب پہنچے کہا ارادہ نماز کے لئے اٹھ اور یہ بھی زبان مبارک سے فرمایا تیرے دل میں ایک ایسا ارادہ ہے جس سے قریب ہے کہ آسمان پھٹ پڑیں اور زمین دھنس جائے اور اگر میں چاہوں تو یہ بھی بتا سکتا ہے کہ تیرے دامن کے نیچے کیا چیز ہے۔ پھر وہاں سے گزر کر محراب مسجد میں تشریف لائے اور نماز کے لئے کھڑے ہو گئے لوگ بھی جمع ہو گئے اور شخصیں باندھ لیں۔ ابن مسلم اس سبب سے کہ جناب رسول خدا سے سن رکھا تھا کہ جناب امیر المؤمنین کو ایسا شتی آدمی شہید کرے گا ہر وقت اپنے دل میں پس و پیش کیا کرتا تھا۔ انجام کار بد بختی کی طغیانی نے اسے مثل خار و خس برباد کر دیا۔ اور اس نے جناب امیر المؤمنین کے قتل کا مصمم ارادہ کر لیا۔ اس شب کو ابن مسلم ایک عورت قضاہ نام کے گھر میں تھا اور شراب پی رکھی تھی۔ قضاہ نے جناب امیر المؤمنین کی اذان سن کر اسے جگایا اور کہا تو نے علی کی اذان کی آواز سنی۔ میں نے تیری خواہش پوری کی تھی تو بھی اٹھ اور ہماری ضرورت پوری کر اور پھر خوش خوش واپس آ کر عیش و عشرت میں مشغول ہو۔ اس نے پھر وہ تلوار جو زہر میں بچھی ہوئی تھی اسے لا کر دی۔

اس ملعون نے کہا کہ اندھا اور روسیہ ہو کر واپس آؤں کیونکہ میں نے جناب رسول خدا سے سنا ہوا ہے کہ گزشتہ لوگوں میں سب سے بد بخت شخص قدار بن سالف ناقہ صالح کا قاتل تھا۔ اور آئندہ لوگوں میں سب سے زیادہ شقی علی ابن ابی طالب کا قاتل ہو گا۔ مجھے اندیشہ ہے کہ وہ بد بخت میں ہی ہوں۔ عورت نے جواب دیا کہ دل کو مضبوط اور کچھ فکر نہ کر۔ اس ملعون نے تلوار لی اور مسجد میں آیا۔ کچھ لوگ ابھی تک مسجد میں سو رہے تھے۔ کہ خود بھی ان کے بیچ میں پڑ رہا۔ جب امیر المؤمنین نے سوتے ہوؤں کو جگایا اور الصلوة الصلوة کہتے ہوئے محراب مسجد میں تشریف لائے اور نماز کی نیت باندھ کر قرأت شروع کی اور رکوع بجلا کر سجدہ شروع کیا اور سجدہ سے اٹھ کر جو نھی چاہا کہ دوسرا سجدہ کریں اس ملعون نے موقع پا کر سر مبارک پر تلوار ماری۔ حسب اتفاق یہ وار اس جگہ بیٹھا جہاں خندق کی جنگ کے دن عمر بن عبدود کی تلوار سے زخم آیا تھا۔ تلوار مارنے کے بعد وہ ملعون بھاگا اور مسجد سے نکل گیا۔

جناب امیر اس غم سے بڑھال ہو کر گر پڑے۔ لوگوں نے داخل مسجد ہو کر آپ کو اس حال میں پایا۔ بہت غمگین ہوئے اب وقت نماز گزرا جاتا تھا اس لئے جناب امام حسن نے آگے بڑھ کر دو رکعت نماز پڑھائی۔ بعدہ جناب امیر کو اٹھا کر صحن مسجد میں لائے اور بہت خلقت جمع ہو گئی۔ سب پوچھتے تھے کہ آپ کو کس ملعون شقی نے زخمی کیا ہے۔ آپ نے فرمایا

جلدی نہ کرو جس نے یہ زخم لگایا ہے ابھی لوگ مسجد کے دروازہ سے اس کو لائیں گے اور دست مبارک سے اس دروازہ کی طرف اشارہ کیا۔ قبیلہ عبدالقیس کا ایک شخص دروازہ سے باہر جاتا تھا۔ عبدالرحمن ابن ملجم کو وہاں کھڑے دیکھا اس کی آنکھوں میں دنیا اندھیر ہو گئی تھی اور کچھ نظر نہ آتا تھا کہ کدھر جائے اس شخص نے اسے گرفتار کر لیا۔ اور کہا اے ملعون تو نے ہی جناب امیر المومنین کو زخمی کیا ہے۔ وہ انکار کیا چاہتا تھا مگر زبان سے بے ساختہ ہاں نکل گئی کہ ہاں میں نے ہی تلوار ماری ہے۔ ہ شخص اسے مسجد میں پکڑ لایا اور اس کے منہ پر ٹھانچے مارتا تھا۔ اور دوسرے لوگ بھی اسے مار پیٹتے کرتے جاتے تھے۔ اسی طرح جناب امیر کے سامنے لا کر بٹھا دیا۔ آپ نے پوچھا اے بھائی کیا میں تیرے حق میں برا امیر تھا۔ اس نے جواب دیا نہیں۔ پھر امیر المومنین نے فرمایا تجھ پر افسوس ہے کہ کس امر کے سبب تو نے ایسا قصد کیا کہ مجھے زخمی اور میرے فرزندوں کو یتیم کیا وہ ملعون کچھ نہ بولا۔ پھر آپ نے فرمایا و کلن اللہ قلنوا مقنونا یعنی حکم الہی یہی حکم دیا کہ اسے قید خانہ میں لے جاؤ۔ کسی طرح کی تکلیف نہ دینا جب میں وفات پاؤں تو جس طرح اس نے مجھ پر وار کیا اسی طرح اسے قتل کرنا۔

بعد ازاں آپ وقت وفات تک اس قیدی کا حال دریافت کرتے تھے کہ اسے کھانا کھلا دیا ہے اور اگر جواب میں یہ کہتا کہ ابھی نہیں کھلایا تو فرماتے اسے کھانا کھلا دو۔ طبیب اس زخم کا علاج کرتے تھے مگر کچھ آرام نہ ہوتا تھا۔ جب آپ نے سمجھ لیا کہ صحت نہ ہوگی تو حسین علیہم السلام اور تمام اولاد اہل بیت کو جو موجود تھے طلب کیا اور کہا اے میرے اہل بیت میں تم کو وصیت کرنا چاہتا ہوں۔

اپنے فرزندوں اور اہل بیت کو جناب امیر کی وصیت

جب سب فرزند اور اہل بیت آپ کے پاس جمع ہو گئے تو ان سے مخاطب ہو کر فرمایا میری وصیت ہے کہ تم خدا سے ڈرنا اور اس کی عبادت میں مشغول رہنا اس دنیا پر کسی فوقیت کا خیال نہ رکھنا۔ اگرچہ لوگ تمیز فوقیت کے خواستگار ہوں۔ دنیا کی نعمتوں کے زوال کا غم نہ کرنا حق بات کے کہنے سے نہ رکنا اگرچہ اپنی ذات کے متعلق ہی کیوں نہ ہو۔ یتیموں پر رحم کرنا فقیروں کو کھانا دینا جس قدر ممکن ہو لوگوں کے ساتھ احسان سے پیش آنا۔ ظالموں کے خلاف مظلوموں کا مددگار رہنا۔ لازم ہے کہ طریقہ حقہ کی پیروی میں لوگوں کی طرف کوئی ملامت تمہارے حال پر عائد نہ ہونے پائے۔ پھر محمد حنفیہ کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا اے بیٹے تو نے میری وصیت جو تیرے بھائیوں کو کی ہے تو نے سنی انہی امور کی وصیت تجھے کرتا ہوں۔ اور سخت تاکید کرتا ہوں کہ تو ان کی حرمت کا خیال رکھنا۔ خلقت کی نگاہ اور خیالات میں ان کی عظمت و وقعت بدھاتے رہنا کوئی کام ان کے مشورے کے بغیر نہ کرنا۔ اس کے بعد حسین سے کہا میں نے تمہارے بھائی محمد کو تمہارے لئے وصیت کی ہے۔ اور تمہیں اس کے واسطے وصیت کرتا ہوں وہ تمہارا بھائی اور تمہارے باپ کا بیٹا ہے۔ تم جانتے ہو کہ میں اسے بت چاہتا ہوں۔ تم بھی میری محبت کے سبب اس سے الفت رکھنا۔ تم اللہ سے ڈرتے رہنا اور اس کے احکام پر ثابت قدم رہنا۔ باہمی اصلاح میں کوشش پلین کرنا کیونکہ میں نے جناب رسول خدا سے سنا ہے کہ باہم اصلاح میں سعی کرنا نماز اور روزہ سے بہتر ہے۔ رشتہ داروں سے الفت رکھنا اور صلہ رحم کرنا تاکہ اللہ بروز قیامت حساب کو تم پر سہل اور آسان کرے۔ یتیموں اور یتیم خانوں کی دلجوئی کرو ان کے حال پر رعایت رکھو جس قدر ممکن ہو ان کے ساتھ دنیا کے مال و متاع سے سلوک کرو۔ ہمیشہ قرآن پڑھتے رہنا اور اس کے مطابق کام کرنا۔ ایسا ہونا چاہئے کہ قرآن مجید کے احکام امر و

نبی کی بجا آوری میں کوئی دوسرا شخص سبقت نہ لے جا سکے۔ نماز کو قائم رکھنا کیونکہ وہ ستون دین ہے۔ مال کی زکوٰۃ نکالتے رہنا۔ اس کا نکالنا اللہ تعالیٰ کی آتش غضب کو بجھاتا ہے۔ ماہ رمضان کے روزے رکھنا کیونکہ یہ روزے کی آج کی پر ہیں۔ اور مناسک کے آداب اور شرطیں ادا کرتے رہنا کیونکہ ہمارے لئے اس کا حکم ہے۔ پرہیزگاری کے لئے بروکرتا اور ظلم و گناہ کے موقع پر ساتھ نہ دینا۔ اے میرے اہل بیت! خدا تم کو محفوظ رکھے اور محمد رسول اللہ کی برکتیں تم میں موجود ہیں۔ واستغفر اللہ العلی العظیم۔

جناب امیر المومنین اکیسویں رمضان تک زندہ رہے۔ جب وقت وفات قریب آیا آپ کے پاس ام کلثوم موجود تھیں نہ چاہا کہ اندر سے باہر آئیں آپ نے فرمایا دروازہ بند کر دو۔ ام کلثوم نے باپ کے ارشاد کے مطابق دروازہ بند کر دیا۔ جناب حسن ابن علیؑ کا بیان ہے کہ میں دروازہ پر بیٹھا ہوا تھا سنا کہ ایک شخص دوسرے سے کہتا ہے العن یلعنی فی النار خمرا من باقی انا یوم القیامتہ اور وہ جواب دیتا ہے بل من باقی انا یوم القیامتہ پھر ایک اور آواز سنی جیسے ایک دوسرے سے کہتا ہے۔ بیخبر نے وفات پائی تھی۔ اب علی ابن ابی طالبؑ کو شہید کر دیا آج اسلام کا ستون گر پڑا۔ امام حسن علیہ السلام بیان فرماتے ہیں کہ یہ آواز سن کر مجھ سے صبر نہ ہو سکا دروازہ کھول کر اندر گیا جناب امیرؑ جاں بحق ہو چکے تھے۔ ان پر اللہ کی رحمت ہو۔ ہم نے آپ کا کفن مہیا کیا۔ جناب رسول خدا کے حنوط میں سے حنوط لیا۔ میں نے اور حسینؑ نے آپ کو غسل دیا۔ محمد بن حنفیہ ہاتھوں پر پانی ڈالتے تھے۔ پھر کفن پہنا کر حنوط کیا۔ تابوت میں رکھ کر اور یہ وقت شب اٹھا کر عربی نام جگہ پر نعش مبارک کو دفن کیا۔ بعض اشخاص کا بیان ہے کہ آپ کے گھر سے جامع مسجد کو جو رستہ جاتا ہے وہاں دفن کئے گئے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

دوسرے دن جناب امیر المومنین حسن بن علی بن ابی طالبؑ نے مسجد کوفہ میں تشریف لا کر لوگوں کو نماز پڑھائی اور بعد نماز منبر پر بیٹھ کر خدا کی حمد و ثناء بیان کی اس کے بعد جناب محمد مصطفیٰؐ پر درود بھیجا پھر فرمایا اے لوگو جو شخص مجھے جانتا ہے وہ مجھے جانتا ہے جو نہیں جانتا اس کے جاننے کے لئے بتانا ہوں، اگرچہ مجھے یقین ہے کہ اس کے جتانے کی ضرورت نہیں۔ کل اس شخص کو خاک میں دفن کیا ہے جس کا مثل بلحاظ علوم نہ گذشتہ لوگوں میں ہوا نہ آنے والوں میں ہو گا۔ حضرت رسول خداؐ جس وقت دشمنوں سے لڑنے کے واسطے بھیجے جبریل امین دائیں ہاتھ کی طرف اور میکائیل بائیں ہاتھ کی طرف ہوتے اور زیادہ وقت نہ گزرتا تھا کہ فتح حاصل ہو جاتی تھی۔ دشمن غارت اور پریشان ہو جاتے تھے۔ آگاہ ہو کہ دنیا کے مال و متاع میں سے اس کے پاس سات سو درہم کے سوا کچھ نہ تھا۔ ارادہ تھا کہ اس زر سے میری بہن کے واسطے ایک لونڈی خرید لیں لیکن یہ دیکھ کر کہ وقت وفات آ پہنچا مجھے حکم دیا کہ وہ سات سو درہم بیت المال میں داخل کروں اور لونڈی کے خریدنے کا خیال چھوڑ دوں۔ یہ کہہ کر منبر سے اتر آئے اور حکم دیا کہ ابن مسلم شقی کو قید خانہ سے حاضر کرو۔ جب وہ لایا گیا تو جناب امام حسنؑ نے اپنے ہاتھ سے ایک تلوار مار کر اس کا سراڑا دیا اور ہوا خواہان امیر المومنین نے اس کے جسم کے پرزے پرزے کر کے جلا دیا۔

بصرہ سے عبد اللہ ابن عباس کا نامہ

جناب امام حسن ابن علیؑ کے نام

جناب امیر المومنین علی کی وفات کے بعد لوگوں نے حسن بن علی کی خلافت پر بیعت کی۔ اور آپ کو خلیفہ مان کر آپ کے بعد جناب امام حسین کو خلیفہ قرار دیا۔ اب امیر المومنین حسن نے لوگوں کو بلوایا جب سب حاضر ہو گئے مگر تشریف لے جا کر اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کے بعد حضرت محمد مصطفیٰ پر درود بھیجا۔ پھر فرمایا اے لوگو دنیا فتنہ فساد کی جگہ ہے اس کی جس قدر نعمتیں ہیں سب روبرو زوال اور فتنل ہونے والے ہیں۔ اللہ نے ہمیں دنیا کے حالات سے مطلع کیا ہے۔ جزا و سزا کا وعدہ فرمایا ہے کہ ہم عبرت حاصل کریں۔ ظلم فساد سے بچیں کہ قیامت کے دن ہم سے باز پرس نہ کی جائے تم اس ناپائیدار دنیا سے محبت نہ رکھو اپنے ارادوں کو صرف نیکیوں پر وقف کر دو کہ تم سے جناب امیر المومنین علی کے حالات پوشیدہ نہیں تم نے ان کا حسن معاشرت اور علم دیکھا ہے۔ خوب جانتے ہو کہ اپنی زندگی میں لوگوں کے ساتھ کس طرح زندگی بسر کی ہے اور جس وقت موت کا وقت آ پنا تسلیم و رضا کے ساتھ جام شہادت نوش فرمایا اور اپنے اہل بیت کو تم میں چھوڑ گئے۔ میں حسن بن علی بن ابی طالب ہوں۔ آج تم مجھ سے بیعت کر لو میں ظاہر و باطن اور ہر سختی و مصیبت میں تمہارا ساتھ دوں گا بشرطیکہ تم بھی میرے ساتھ اسی طرح کا برتاؤ کرو گے جس کے ساتھ میں جنگ کروں تم بھی اس سے جنگ کرو اور جس سے میں صلح کروں تم بھی اس سے صلح کرو۔ مسجد سے تمام اطراف سے ”ہم نے سنا اور قبول کیا“ کی صدا اٹھیں بلند ہوں۔ سب نے یک زبان ہو کر کہا اے امیر المومنین جو کچھ زبان مبارک سے ارشاد ہو ہم اس پر راضی ہیں۔ جملہ احکام و نواہی کی تعمیل کے لئے کمر بستہ ہیں۔ جس خدمت کا حکم ہو گا اسے بجالائیں گے۔ آپ کے ارادوں اور مقصدوں کے پورا کرنے سے اپنے آپ کو باز نہ رکھیں گے۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

جناب امیر المومنین حسن یہ فرما کر منبر سے اتر آئے دو ماہ تک کوفہ میں رہے۔ معاویہ کے پاس نہ کوئی قاصد بھیجا نہ اسے کچھ لکھا نہ کبھی مہم شام کا کچھ ذکر کیا۔ اب عبد اللہ ابن عباس کا ایک خط بصرہ سے آیا مضمون یہ تھا:

نامہ عبد اللہ ابن عباس

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ یہ خط عبد اللہ ابن عباس کی طرف سے امیر المومنین حسن بن علی بن ابی طالب کے نام ہے۔ اے فرزند رسول آگاہ ہو کہ مسلمانوں نے آپ کی وفات کے بعد آپ سے بیعت کی ہے۔ اور آپ کو امام بنایا ہے۔ سب فرمانبرداری کے لئے مستعد ہیں۔ مگر جو آپ نے کہا ہے اور معاویہ سے اپنا حق طلب نہیں کرتے ہو اس بنا پر منحرف ہوا چاہتے ہیں۔ لازم ہے کہ معاویہ سے اپنا حق طلب کرنے کی سعی و کوشش کرو اور اس سے مجادلہ کے لئے تیاری کر لینی چاہئے اپنے تابعین اور دوستوں کی خاطر داری اور رعایت کرنی لازم ہے۔ ان کی دلجوئی اور تسلی و اطمینان میں سعی بلیغ کیجئے اراکین و معزز لوگوں اور عالموں کے ساتھ اچھے برتاؤ فرمائیے۔ ان کے حسب حال خدمتیں اور کام سپرد کیجئے ان اسباب سے وہ آپ کے زیادہ دلدادہ ہو جائیں۔ نیز ان لوگوں کی دلہی کرنی چاہئے۔ آپ کو معلوم ہی ہے کہ جناب امیر المومنین علی مال عینیت میں مال کی تقسیم میں مساوی حصہ لگاتے تھے۔ اراکین سرداروں کی طرح کو فروغ نہ ہونے دیتے تھے۔ عطیات میں انہیں بھی دوسروں کے برابر رکھتے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ وہ حضرت سے برگشتہ ہو جاتے تھے۔ اور ان سے علیحدہ ہو کر معاویہ سے جا ملتے تھے۔ آپ اس طریقے کو اختیار نہ کریں۔ سب پر بخشش کو وسیع کریں، باہمی اصلاح کا زیادہ خیال رکھیں، خاص و عام کے دلوں کو سخاوت اور احسانوں سے گرویدہ بنائیں۔ اور اچھی طرح سمجھ لیں کہ دل چلے، عقل مند، صاحب کمال، دلاور، متدین، اور ہوا خواہ اشخاص بغیر یہ مہم سرانجام نہیں ہو سکتی۔ معاویہ جیسے دشمن سے اس روش

بغیر برسر نہیں آسکتے۔ واضح ہو کہ ایسے گروہ سے جنگ کرنی پڑے گی جس نے ظہور اسلام کے شروع میں بہت سے معرکے کئے ہیں، اپنے ترکشوں میں جس قدر تیر رکھتے تھے وہ سید المرسلین اور ان کے دوستوں پر جو جنت کی کنجیاں تھیں چھوڑے ہیں۔ پھر جبکہ پرانی دشمنیوں سے اپنے سینے معمور کر چکے اور جان لیا کہ آپ کی نبوت و امامت برحق ہے مسلمان بن بیٹھے اور محض زبانی کلمہ شہادت پڑھ کر اور دل سے تصدیق نہ کر کے بقولون بالقواہمہم ما لہم فی قلوبہم امن کے گنبد میں ہو بیٹھے۔ اگر کلام مجید کی تلاوت کی تو تعظیم کلام ربانی نہ بجالائے۔ بلکہ ہنسی اور مذاق کے طور پر پڑھا۔ نماز کے وقت پر بہت بے ادبی اور نفرت سے کھڑے ہو کر نماز پڑھ لی۔ ان طریقوں سے اپنے آپ کو نیکیوں اور برگزیدہ اشخاص کے زمروں میں داخل کر لیا۔ خلقت کی نگاہوں میں پاک و پاکیزہ بن گئے۔ وہم عن ایات اللہ معروضوں اے امیر المؤمنین تم کو ایسے گروہ کے مقابلے میں نکلنا ہے اور مستقل ارادوں اور کامل یقین اور قوی یقین کے ساتھ ان سے جنگ کرنی ہے۔ ان کے کمروں اور جیلوں پر نہ جانا۔ کیونکہ یہ وہی لوگ ہیں جنہوں نے امیر المؤمنین علیؑ کو حکم مقرر کرنے پر مجبور کیا تھا اور کہا تھا کہ ہم ابو موسیٰ اشعری کے سوا کسی اور کو عمر عاص کے مقابلے پر رکھنا نہیں چاہتے۔ اور اس معاملہ میں اس قدر بے اعتنائی اختیار کی کہ آنحضرتؐ نے مجبور ہو کر کمال نفرت سے یہ اس شرط اجازت دے دی کہ سرچنچوں کا فیصلہ ازراہ مکرو فریب واقع نہ ہو۔

جب عمر عاص نے ابو موسیٰ کو دھوکا دے کر غلط فیصلہ قرار دیا جس کا حال سب پر روشن ہے تو آنحضرتؐ اس فیصلے پر رضامند نہ ہوئے بلکہ معرکہ آرائی کا قصد کیا اور عین اس وقت جبکہ شام کی مہم کی تیاریاں کر چکے تھے اور شامی گمراہوں کی گوش مالی کے لئے روانہ ہونے والے تھے شہادت کا بلند مرتبہ پایا۔ اور شامل رحمت الہی ہو گئے۔ اے امیر المؤمنین! اب معاملہ خلافت کی طرف متوجہ ہو جائیے۔ اور استحکام امامت کے لئے جو از روئے ورثہ و قابلیت استحقاق آپ کا ہے سعی کیجئے۔ دینی دنیاوی انتظامی، قومی و ملکی اصلاحوں کو اپنے قبضے میں لائیے۔ امیر المؤمنین علیؑ کی وفات کے بعد جو جو خرابیاں اُدھر اُدھر امور خلافت و امامت کے متعلق واقع ہوئی ہیں ان کو دور کیجئے۔ مفسد لوگوں کو طبع امر خلافت سے جو آپ کا حق ہے اور خود اپنی ذات بابرکات کی طرف سے قطع کر دیجئے۔ والسلام!

جس وقت امیر المؤمنین حسن علیہ السلام کے پاس عبد اللہ ابن عباس کا یہ خط پہنچا آپ نے سمجھ لیا کہ عبد اللہ ہماری خلافت سے رضامند ہے۔ وہ ہمارے مہر و محبت اور رشتہ داری کے حقوق کا لحاظ رکھے گا۔ ہنسی کو طلب کیا اور ایک خط لکھا جس کا مضمون تھا:

معاویہ بن ابوسفیان کے نام امیر المؤمنین حسن کا خط

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عبد اللہ امیر المؤمنین حسن بن علیؑ کی طرف سے معاویہ بن مخر کو معلوم ہو کہ اللہ تعالیٰ نے محمدؐ کو پیغمبر بنا لیا اہل دنیا پر رحمت نازل کرنے کے لئے ان کو برگزیدہ کیا اور ان کے ہاتھوں دین کو مضبوط کر کے کفر و شرک کی بنیادیں اکھیر دیں۔ خاص و عام کی پیشانیوں کو نور عزت سے منور کر دیا۔ اہل عرب سے جس گروہ کو چاہا دوسروں سے ممتاز فرمایا۔ قرآن جیسی کتاب عطا کر کے خصوصیت کرامت کیں۔ جب ان کا بیاناہ عمر لبریز ہو گیا تو دنیائے فانی سے عالم جاودانی کی طرف نھل ہو گئے تو خلافت و امامت پر بحث ہونے لگی۔ کچھ لوگوں نے جھگڑا کیا۔ انصار کی ایک جماعت اور مہاجرین کے کچھ لوگوں نے کہا

خلیفہ ہم میں سے ہونا چاہئے۔ کہ خلقت کے کاموں کی اصلاح کرتا رہے۔ قریش کے قبیلے نے جواب دیا۔ اس بات کے تقرر کے لئے ہم تم سے افضل و برتر ہیں۔ کیونکہ ہم جناب رسول خدا کے قریبی رشتہ دار اور ولی و وارث ہیں مناسب ہے کہ تم اس معاملے میں دخل نہ دو۔ ہمارے حق کی خلافت میں مت جھگڑو مہاجرین انصار نے جواب دیا بے شک یہی بات ہے اس کے بعد قریش کی مخالفت نہ کی پھر قریش نے بھی دیدہ و دانستہ مخالفت اختیار کی اور طریقہ عدل و انصاف سے منحرف ہو کر ہم کو نظر انداز کر دیا۔ ہم نے اس خیال سے صبر اختیار کیا کہ مبادا جھگڑا اور مخالفت کرنے سے امور دین اسلام میں خلل آجائے ناچار ہم نے ان کا ساتھ دیا اب تک تیرے سوا ہمیں دنیا میں اور کسی سے کچھ جھگڑا باقی نہ رہا۔ مجھے سخت تعجب ہے کہ باوجودیکہ نہ تو دین میں سبقت رکھتا ہے نہ اسلام میں کوئی نیک نشانی حاصل کی۔ پھر کیوں ہمارے حق کے خلاف ہم سے جھگڑتا ہے ہمارے اور تیرے درمیان حکم الہی کافی ہے۔ ہم نے جناب باری میں یہ عجز و الخج و دعا کی ہے کہ ہمیں دنیا کی ناچیز زر و دولت سے الگ رکھے تاکہ آخرت کی نعمتیں محو نہ ہو جائیں۔ چونکہ امیر المؤمنین علیہ السلام نے اپنی وفات کے بعد عمدۂ خلافت کو میرے حوالہ کر دیا تھا اس لئے امامت و خلافت یہ لحاظ لیاقت و قابلیت اور نیز بہ خیال وراثت بھی میرا حق ہے۔ اس بات کو بھی خوب جانتا ہے اے معاویہ خدا سے ڈر اور ناچازہ افعال سے باز آ۔ سید المرسلین کی امت کا خیال کر اور ایسا کام کر جس میں مسلمانوں کا خون نہ بہے بلکہ ان کے کام رونق پائیں اور اصلاح و سلامتی عاید حال ہو لا حول ولا قوۃ الا باللہ والسلام!

جب یہ خط لکھا جا چکا آپ نے دو صحابی حبیب بن عبداللہ اور حارث بن سید تمیمی کو دے کر فرمایا کہ معاویہ کے پاس لے جاؤ اسے سمجھاؤ اور میری فرمانبرداری اور اطاعت کی رغبت دلاؤ۔ شاید فساد اور جھگڑے سے باز آ کر راہ راست پر آ جائے۔ انہوں نے کہا جیسا آپ فرماتے ہیں ویسا ہی ہم کریں گے۔ اس کے بعد ملک شام کی طرف روانہ ہوئے معاویہ کے پاس پہنچ کر سلام کیا وہ خط دیا۔ معاویہ نے مضمون سے واقف ہو کر جواب میں لکھا:

جواب نامہ امام حسنؑ از معاویہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

خط پہنچا اس کا مضمون معلوم ہوا۔ جناب رسولؐ کے مدارج اور فضائل جس قدر بیان کئے اور آپؐ کے اصناف لکھے ہیں۔ ہاں وہ ایسے ہی ہیں بلکہ ان سے زیادہ تھے۔ تمام دنیا کے لوگ آپ کے جلال اور مرتبہ عالی شان کو مانے ہوئے ہیں۔ آپ کی مدح اور توصیف میں اشعار تصنیف کئے ہیں۔ از روئے اخلاص یہ اشعار زبان زد خاص و عام ہیں۔

اے نام تو دستگیر آدم	وے خلق تو پائے مرد عالم
فراش درت کلیم عمراں	چاوش رہست مسیح مریم
از نام محمدت مسمی	حلقہ شدہ این بکند طارم
تو در عدم و گرفتہ قدرت	اقتطاع وجود زیر خاتم
در خدمت انبیاء مشرف	در حرمت اولیاء مکرم
تا بودہ بوقت خلوت تو	نہ عرش نہ جبرئیل محرم

تایفہ عزالتالیٰ پیش تو زمین و آسمان ہم

آفتاب رسالت کے تمام اوصاف اور مدارح احاطہ تحریر سے باہر ہیں۔ اور شرح کے محتاج نہیں۔ امت اور خلافت کے جھگڑوں کے متعلق جو کچھ آپ کا ارشاد ہے اور کتنا ہے "اراکین قریش کی شکایت کی گئی ہے گو بہ ظاہر وہ شکایت زبان قلم سے ادا نہیں کی گئی اور کسی خاص شخص کی جانب شکوہ نہیں پایا جاتا مگر طرز بیان سے ظاہر ہے کہ بڑے بڑے رکن رکن صحابہ، صدیق، فارق، ابو عبیدہ، طلحہ، زبیر اور دیگر نیک لوگوں اور مہاجرین پر جنہوں نے حضرت محمد مصطفیٰ کی وفات کے بعد خلافت تیرے باپ علی مرتضیٰ کو دلائی، تمہمت لگائی ہے اور اے ابو محمد مجھے اس بات پر تیری طرف سے برا تعجب آتا ہے کیونکہ تجھے خوب معلوم ہے کہ حضرت محمد مصطفیٰ کی وفات کے بعد امت میں سے قریش کا قبیلہ امر خلافت کے لئے اوروں سے افضل و برتر تھا کیونکہ آنحضرتؐ بھی قریش تھے۔ غرض انصار اور جملہ علماء و فضلاء اور مشہور و معروف اشخاص نے یہی مصلحت دیکھی کہ خلافت کسی ایسے شخص کو دی جائے جو زیادہ عالم، زیادہ خدا ترس اور اسلام لانے میں سب سے مقدم ہو۔ لوگوں نے ابو بکر کو جس میں یہ اوصاف موجود تھے خلیفہ بنا لیا اور خلافت اس کے حوالے کر دی۔ اگر ابو بکر سے زیادہ عالم فاضل اور اسلام کی حرمت کو محفوظ رکھنے والا کوئی اور شخص نظر آتا تو خلافت اس کے حوالے کر دی جاتی۔ آج یہی صورت میرے اور تمہارے درمیان واقع ہوئی ہے۔ اگر میں یہ جانتا کہ اس کام کے لئے تو مجھ سے زیادہ لائق ہے اور اسے اچھی طرح انجام دے سکے گا تو میں ہرگز انکار نہ کرتا۔ اور خلافت تیرے حوالہ کرتا۔ لیکن میں یقین کرتا ہوں کہ یہ کام تجھ سے انجام نہ پائے گا۔ ان دشمنوں کو جو اوہرا دھرناک میں لگے اور خلافت کے آرزومند ہیں۔ جس طرح میں تدارک کر سکتا ہوں اس طرح تو انہیں منتشر نہ کر سکے گا۔ اگر میں اس خدمت کو تیرے حوالہ کر دوں تو مسلمانوں کے فیصلے غیر فیصل اور معطل پڑے رہیں گے۔ طرح طرح کی خرابیاں پیدا ہو جائیں گی۔ آج تیرا یہ دعویٰ کرنا کہ خلافت میرا حق ہے ظاہر ہے کہ تو نے ورثہ کے لحاظ سے یہ بات کی ہے اور اپنا حق طلب کیا ہے۔ لیکن تو خوب جانتا ہے کہ تیرے باپ نے بہت سی معرکہ آرائیوں اور لڑائیوں کے بعد جو مقام مشین میں مجھ میں اور اس میں ہوتی رہیں یہ امر قرار دیا تھا کہ میری اور اس کی طرف سے دو ثالث قرار دیئے جائیں اور جو کچھ وہ فیصلہ کر دیں طرفین سے اسے مان لیں۔ ثالثوں نے بہت کچھ غور و فکر کے بعد علیؑ کو خلافت سے علیحدہ کر دیا تھا۔ پھر جبکہ علیؑ ہی کا کوئی حق خلافت نہ رہا تھا تو وہ کس طرح تجھے حق خلافت دے سکتا تھا پس تو آج اس کی طرف سے اپنا حق کیونکر طلب کرتا ہے۔ اس امر میں جو کچھ تو کہتا ہے اور دعویٰ کرتا ہے وہ ناحق ہے۔ کوئی بہتر بات سوچ کیونکہ یہ خدمت اگر تجھے مل گئی تو اسے انجام نہ دے سکے گا اس لئے بہتر یہی ہے کہ اس دعوے سے ہاتھ اٹھا۔ والسلام

پھر یہ خط امیرالمومنین حسنؑ کے قاصدوں کو دے کر انہیں رخصت کر دیا۔ اس کے بعد ضحاک بن قیس فری کو طلب کر کے اپنا نائب قرار دے کر شام میں چھوڑا اور خود ساٹھ ہزار کی جمیعت لے کر جانب عراق روانہ ہوا۔ امیرالمومنین حسنؑ نے اس حال سے مطلع ہو کر اپنے عاملوں، تابوں، اور جملہ اطراف و جوانب کے حاکموں کے نام فرمان جاری کئے اور مطالبہ کیا کہ فوج کشی سے خبردار کر کے حکم دیا کہ مقابلہ کی تیاریاں کر لیں ہم شام کے گمراہ لوگوں سے جنگ کرنے روانہ ہوں گے جب فوجیں جمع ہو گئیں اور جائزہ لیا گیا تو چالیس ہزار سوار و پیدل شمار میں آئے۔

مغیرہ بن نوفل بن حارث کو کوفہ میں اپنا نائب مقرر کر کے کوفہ سے نکلے اور شام کی طرف چلے اور عبدالرحمن کے دیر کے قریب پہنچ کر قیام کیا۔ جب فوجوں نے ایک دن آرام پایا تو قیس بن سعید بن عبادہ کو طلب کر کے اور دو ہزار سوار دے کر حکم دیا کہ بہ طور ہرا دل آگے بڑھ کر معاہدہ کو روکو۔ قیس نے کہا میں فرمانبردار ہوں۔ پھر وہ دریائے فرات کے کنارے سے

ملک شام کی طرف بڑھا اور امیر المومنین حسن علیہ السلام اس جگہ سے کوچ کر کے مدائن کے مورچوں پر آ پڑے۔ یہاں پر کئی دن ٹھہرے کہ لشکر سفر کے تکان کو دور کر کے آرام پالے۔ جب یہاں سے آگے جانے کا قصد کیا تو فوج کے سرداروں اور امیروں کو بلایا، ان کے حاضر ہونے کے بعد اٹھ کر خطبہ پڑھا حمد الہی اور حضرت محمد مصطفیٰ پر درود بھیج کر فرمایا اے لوگو تم نے مجھ سے اس شرط پر بیعت کی ہے کہ جس شخص سے میں صلح کروں گا تم بھی اس سے صلح رکھو گے۔ اور جس سے لڑوں گا تم بھی اس کے ساتھ جنگ کرو گے۔ خدائے قادر مطلق کی قسم میں کسی شخص سے کینہ اور عداوت نہیں رکھتا اور مشرق سے لے کر مغرب تک بھی کسی سے ذرا نفرت نہیں کرتا۔ میں سب سے متفق اور محبت سے رہنے کو اور امن و سلامتی اور باہمی اصلاح کو بہت اچھا جانتا ہوں اور پریشانی عداوت اور تفرقہ اور دشمنی کو برا سمجھتا ہوں۔ والسلام!

لوگوں نے امیر المومنین حسن علیہ السلام کی زبان مبارک سے یہ باتیں سن کر خیال کیا کہ وہ خلافت ترک کر کے معاویہ سے صلح کریں گے۔ اس لئے بہت ہی برہم اور غضب آلود ہو کر آپ پر جھپٹے اور لباس مبارک فوج ڈالا اور نیچے سے مصلی کھینچ لیا۔ آپ کا تمام سامان اور اسباب بھی لوٹ لیا اور تمام لشکر والوں نے اپنی اپنی راہ اختیار کی۔ امیر المومنین حسن علیہ السلام نے یہ حال معائنہ فرما کر لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم فرمایا اور نہایت رنج و ملال خاطر گھوڑے پر سوار ہو کر روانہ ہوئے۔

بنی اسد کا ایک شخص سنان بن جراح نام پہلے سے جا کر مدائن کے مورچوں میں ایک تاریک جگہ پر چھپ کر بیٹھ گیا۔ جس وقت آپ وہاں سے گزرے وہ اس جگہ سے نکل کر بھاگا۔ اور ہو ہتھیار ہاتھ میں لئے ہوئے تھا اس سے ران مبارک کو زخمی کر دیا۔ آپ بے ہوش ہو کر زمین پر آ پڑے۔ جب ہوش آیا تو خون بہت نکل چکا تھا اور نہایت کمزور ہو گئے تھے۔ لوگوں نے آپ کے زخموں کو باندھا اور مدائن میں لے کر آئے۔

اس وقت وہاں کا حاکم عمار بن ابو عبیدہ کا چچا سعد بن مسعود ثقفی تھا۔ جناب امیر المومنین کو اس نے سفید محل میں ٹھہرایا اور حاضر خدمت رہ کر لمبوں کو علاج کے لئے بلایا۔ انہوں نے زخم دیکھ کر کہا کہ علاج پذیر ہے اور جلد ہی اچھا ہو جائے گا۔ امیر المومنین کو مطمئن رہنا چاہئے کوئی خوف کا مقام نہیں۔ ابھی طبیب معالجہ میں مصروف تھے کہ معاویہ شام کے پل سے دریائے فرات پار کر کے قیس بن سعد بن عبادہ کے مقابلے پر آیا۔ دونوں میں خوب جنگ ہوئی قیس نے بڑے جوہر دکھائے اس روز کی سخت لڑائی میں دونوں طرف سے بہت سے آدمی قتل اور زخمی ہوئے۔ قیس کو امیر المومنین حسن کے تشریف لانے کا انتظار تھا۔ وہ اس حادثہ اور لشکر کی اجتری سے بے خبر تھا۔ مگر اسی دن دونوں لشکروں میں یہ خبر منتشر ہو گئی کہ امام حسن کے لشکر نے باغی ہو کر آپ کا تمام سامان لوٹ لیا۔ اور ایک سخت زخم پہنچایا جس کے سبب آپ بہت تکلیف میں ہیں۔ قیس اس خبر کو سن کر نہایت ہی مغموم اور رنجیدہ ہوا۔ مگر پھر بھی اس امر کا کچھ خیال نہ کر کے اور لشکر کو ترتیب دے کر جنگ کے لئے مستعد ہو گیا۔ آج کی لڑائی میں معاویہ اور قیس کے بہت سے نامور سردار مار گئے۔ اور بہت سے زخمی ہوئے۔ معاویہ نے قیس کے پاس قاصد بھیج کر پیغام دیا کہ تو کس شخص کے لئے جنگ کر رہا ہے اور کیوں بے فائدہ اپنے اور میرے دوستوں کو ہلاک کر رہا ہے۔ کیا تو نے ہمیں سنا کہ حسن کے لشکر نے برگشتہ ہو کر ساتھ چھوڑ دیا اور ان کو ایک بڑا زخم پہنچایا ہے۔ جس سے وہ خطرہ میں ہیں اب تیرا لڑنا بے فائدہ ہے بلکہ یہی مناسب معلوم ہوتا ہے کہ لڑنا موقوف کر کے کسی کو اس طرف روانہ کریں جو ٹھیک ٹھیک خبر لائے۔

قیس کو یہ خبر پہلے ہی معلوم ہو چکی تھی۔ کہا ایسا ہی کرنا چاہئے۔ اس کے بعد اس نے خدمت امام حسن میں خط لکھا اور جملہ حالات سے مطلع کیا۔ امیر المومنین نے مضمون خط پڑھ کر اپنے لشکر کے سرداروں اور معروف اشخاص کو طلب کیا اور

ان سے فرمایا اب میں تم سے کیا کہوں اور کیا کام کروں آیا تمہارے مکرو فریب اور جہالت اور گناہوں کا ذکر کروں یا تمہاری کینہ نصلتوں اور نالائق افعال کا بیان کروں جو میں نے اس وقت سے بھی زیادہ ملاحظہ کئے ہیں جبکہ تم میرے باپ سے مخالفت اختیار کر کے گروہ درگروہ علیحدہ ہو کر معاویہ سے جا ملے تھے اور ان کے کاموں کو خراب کر دیا تھا۔ اگرچہ تمہاری ذات سے یہ باتیں کچھ بعید نہیں ہیں۔ کیونکہ تم وہی ہو جنہوں نے میرے باپ کو ٹالٹ مقرر کرنے پر مجبور کیا اور جس وقت آپ نے اجازت دے کر فرمایا تھا کہ تمہارے مجبور کرنے پر میں نے بددلی سے سرہنہوں کا تقرر منظور کر لیا ہے مگر میری طرف سے عبداللہ ابن عباس کو سرخج قرار دے تم نے اس بات کو بھی نہ مانا اور کہا تھا کہ ہم ابو موسیٰ اشعری کے سوا کسی دوسرے کا تقرر منظور نہیں کرتے۔ حالانکہ تم بخوبی واقف تھے کہ ابو موسیٰ میرے باپ کا دشمن ہے۔ جب اس امر کو بھی منظور کر لیا اور اجازت دے دی تو اس نے جو کیا سو کیا مگر میرے باپ نے اس فیصلے کو قبول نہ کر کے تم سے معاویہ سے جنگ کرنے کے لئے کہا تو تم جی چرا گئے۔ اور بزدلی اور کم ہمتی کے آثار ظاہر کر کے ان کا ساتھ نہ دیا۔ اسی اثناء میں ان کی اجل آگئی اور وہ رحمت الہی کے شامل حال ہو گئے۔

اس کے بعد تم نے کسی مجبوری اور دباؤ کے بغیر محض اپنی دلی خوشی اور مرضی سے مجھے خلیفہ بنا کر بیعت کی میں نے بھی تمہاری بات مان لی اور تمہارے مکرو فریب اور دغا بازی کا کچھ خیال نہ کیا پھر تمہاری پشتی اور امداد کے بھروسہ پر اپنے گھر سے نکلا۔ اللہ تعالیٰ خوب آگاہ اور عالم و دانہ ہے کہ اس امر میں میری نیت بالکل صاف تھی۔ میرا ارادہ بے لوث تھا۔ میری خاص غرض اور منشا یہی تھا کہ مسلمانوں کو راحت میسر ہو، ان کا معاملہ تفرقہ اور پریشانی کے بعد رونق پائے۔

الغرض میرے ساتھ بھی تم نے جو کیا سو کیا اب میں اپنے آپ کو تم سے علیحدہ اور معاویہ سے صلح کروں گا تاکہ تمہیں پھر رنج و غصہ لاحق نہ ہو اور پھر مجھے تمہاری شکلیں نہ دیکھنی پڑیں۔ حضرت حسینؑ نے کہا اے بھائی ایسی بات نہ کہ اور ایسا کام نہ کرنا کہ ہمیں دشمن کی مراد بنا دو۔ امیر المومنین حسنؑ نے جواب دیا اے میرے آنکھوں کی روشنی کی جو کچھ تو کہتا ہے بالکل درست ہے مگر کون سے بددگاروں اور وفاداروں کے بھروسہ پر دشمنوں سے جنگ کر سکتا ہوں اور کس یار و غوار کی امداد سے اپنا حق طلب کروں تو دیکھتا ہے کہ اس گروہ نے میرے باپ کے ساتھ کیا سلوک کیا اور آج میرے ساتھ کس طرح پیش آئے ہیں۔ اس گروہ کا کیا اعتبار اور ان سے کس امر کی امید ہو سکتی ہے۔

امام حسین علیہ السلام اپنے بڑے بھائی کی باتیں سن کر خاموش ہو گئے۔

معاویہ سے حضرت امام حسنؑ کی صلح

جناب امیر المومنین حسن علیہ السلام نے عبداللہ بن حارث بن نوفل بن عبدالمطلب کو جو معاویہ کا بھانجا تھا بلا کر کہا کہ تو معاویہ کے پاس جا اور اس سے کہہ دے کہ میں نے یہ امر تجویز کیا ہے کہ اگر تو اللہ کے بزدوں کے ساتھ نیکی کا برتاؤ کرے اور ان کی جان مال اور اولاد کی حفاظت رکھے۔ خدا کے حکموں اور ممانعتوں اور جناب رسول خدا کی سنت پر کاربند رہے تو میں خلافت تجھے سونپ کر حیرے ساتھ صلح کروں گا۔ اگر تو اپنی آرزوؤں کے مطابق چلے گا اور خلق خدا پر بادشاہی کرنا چاہے گا اور اس نخوت و غرور کو ترک نہ کرے گا بلکہ اپنی طبیعت کے مذاق پر رہے گا۔ شریعت کے مطابق عمل نہ کرے گا تو میں جہاں تک ممکن ہو گا تیری مخالفت میں کوشش کروں گا۔ جس قدر ہو سکے گا تیرے دفعہ کے لئے لڑوں گا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ دونوں میں فیصلہ فرمائے گا اور وہی سب سے اچھا حاکم ہے۔

عبداللہ بن حارث جناب امیر المومنین حسن علیہ السلام کے حسب فرمان معاویہ کے پاس گیا اس نے اسے دیکھ کر پوچھا تو اس کام کے لئے آیا ہے۔ عبداللہ نے اس تجویز کا کچھ ذکر ہوا معاویہ نہایت ہی شاد ہوا۔ کہا حسن ابن علی کو جو مراد ہو بیان کریں سب باتیں قبول اور منظور کروں گا۔ عبداللہ نے کہا امیر المومنین حسن نے کئی باتیں کہی ہیں۔ معاویہ نے کہا بیان کر عبداللہ نے کہا خلافت اس قرار داد اور تجھے سوچی جاتی ہے۔ کہ اگر تو پہلے مر گیا تو خلافت حسین ابن علی کو ملنی چاہئے۔ اور جب تک تو خلیفہ رہے ہر سال پانچ لاکھ درہم بیت المال میں سے دیتا رہے اور دار الجبر اور فارس کا خراج جناب امام حسن علیہ السلام کا حق سمجھا جائے تاکہ ہر سال حسب قاعدہ وصول کر لیا جائے۔ معاویہ نے کہا مجھے یہ سب باتیں منظور ہیں۔ میں نے ان امور کو تسلیم کر لیا۔

پھر ایک سفید سادہ کانڈ لے کر اور اس پر اپنی انگوٹھی کی مرثبت کر کے عبداللہ کے حوالے کر دیا۔ معاویہ نے کہا اسے حسن بن علی کے پاس لے جا کہ تمہارے تمام مطالب کی منظوری میں یہ کانڈ جس پر میری مرہے تمہارے حوالہ کرتا ہوں۔ تم یقین رکھو کہ تمام امور حسب مراد ہوں گے۔ جو کچھ آپ چاہیں اس کانڈ پر تحریر کریں۔ تاکہ میری اور تمہاری صلح اور اتفاق پر یہ کانڈ گواہ رہے اپنے دوستوں کی گواہی اس کانڈ پر لکھوا دی جائے۔

عبداللہ ابن حارث وہ دستاویز لے کر جناب امیر حسن کی خدمت میں واپس آیا۔ معاویہ نے قریش کے مشہور اور نامور شخص عبداللہ بن عامر بن کریم عبداللہ سمہ اور اسی قسم کے اور اشخاص کو اس کے ہمراہ روانہ کیا۔ جب امیر المومنین حسن علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے شرائط سلام بجالائے۔ اور کہا معاویہ آپ کو سلام کتا ہے اور قبول کرتا ہے کہ آپ کی تمام باتیں منظور کر لیں۔

جناب امیر المومنین نے فرمایا۔ معاویہ سے جو بات کی گئی ہے کہ اس کے مرنے کے بعد میں خلیفہ ہوں گا درست نہیں ہے میں خلافت کا خواہش مند نہیں۔ اگر مجھے اس کی آرزو ہوتی تو آج ہی اس کے حوالہ نہ کرتا۔ پھر اپنے منشی کو طلب کر کے فرمایا لکھ:

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ یہ صلح نامہ حسن بن علی ابن ابی طالب اور معاویہ بن ابوسفیان کے درمیان اس قرار داد پر معاویہ سے صلح اور خلافت اس کے سپرد کی جاتی ہے کہ جب اس کی وفات کا وقت قریب آئے تو کسی کو اپنا ولی عہد مقرر نہ کرے۔ خلافت کے معاملہ کو مشورہ پر رہنے دے کہ مسلمان اپنی رائے سے جس شخص کو اچھا سمجھیں مقرر کریں۔ دوسری شرط یہ ہے کہ تمام مسلمان اس کی طرف سے امن و امان میں رہیں یعنی ہاتھ یا زبان یا کسی طرح سے ان کو آزار نہ پہنچایا جائے۔ خدا کے بندوں سے اچھا سلوک کرے۔

تیسری شرط یہ ہے کہ علی ابن ابی طالب کے دوست، عزیز اور رشتہ دار جہاں ہوں اس کے ہاتھوں سے محفوظ رہیں۔ اور ان میں سے کسی ایک سے بھی کچھ تعرض نہ کرے۔ ان سب باتوں پر معاویہ نے عہد کر لیا ہے اور اقرار کر لیا ہے کہ ان تمام شرطوں کو پورا کروں گا۔ کسی قسم کا کٹر و حیلہ عمل میں نہ لاؤں گا اور حسن بن علی اور میرے بھائی حسین اور ہمارے اہل و عیال اور عزیزوں اور قریبوں اور دوستوں اور جناب رسول خدا کے کسی اہل بیت کے حق میں علانیہ یا پوشیدہ کوئی بدی نہ کروں گا۔ وہ دنیا کے کسی حصے میں اور خواہ کسی حالت پر ہوں اس کی طرف سے محفوظ رہیں گے۔ کسی قسم کا خوف نہ دلایا جائے گا۔

ان تمام امور پر عبداللہ بن حارث بن نوفل، عمر بن ابی سلمہ اور کئی اور اشخاص کی گواہی درج کرائی گئی اور صلح نامہ لکھ کر طرفین کی گواہیاں اور رضامندیوں درج ہو گئیں۔ تیس بن سعد بن عبادہ نے یہ خبر سن کر اپنے ہمراہیوں سے کہا اب

حضرت امام حسنؑ نے یہ معاملہ کر لیا ہے۔ تو تم بھی دونوں باتوں میں سے ایک اختیار کرو یا تو بغیر امام کے جنگ کرو یا گمراہی کی بیعت اختیار کرو۔ اس کے ساتھیوں نے کہا اگرچہ بیعت گمراہ کے ساتھ ہوگی مگر اس کے ذریعہ سے ہمارے خون نہ بہیں گے۔ اور ہمارے جان و مال محفوظ رہیں گے۔ اس لئے اس بات کو ہم اچھا سمجھتے ہیں۔

اب قیس نے عراق کی طرف مراجعت کی۔ ہمراہیوں کے ساتھ داخل کوفہ ہوا۔ معاویہ بھی اس اثناء میں لشکر سمیت کوفہ میں آیا اور دار الامارہ میں قیام کیا۔ جناب حسن کے پاس آدمی بھیج کر بلا یا۔ کہ مجھ سے بیعت کریں آپ نے جواب دیا کہ میں نے اس شرط پر تجھ سے صلح کی ہے کہ تمام آدمیوں کو تیری طرف سے امن ملے۔ معاویہ نے کہا میری طرف سے سب آدمی بے خوف رہیں لیکن قیس بن سعد کو امان نہ دوں گا۔ جناب حسن نے کلام بھیجا کہ اگر یہ بات ہے تو عہد نامہ لکھا گیا ہے مجھے منظور نہیں۔ اگر تو چاہتا ہے کہ یہ عہد نامہ قائم رہے تو قیس ہی کیا تمام لوگوں کو پناہ دے۔

معاویہ نے جناب امام حسنؑ سے یہ جواب سن کر سب کو پناہ دی اور آپ کے تمام امور کو مان لیا۔ اب امیر المومنین حسنؑ نے معاویہ کے پاس تشریف لا کر ملاقات کی۔ معاویہ نے کہا حسینؑ کو بھی بلاؤ۔ کہ قرار یافتہ امور پر وہ بھی عمل در آمد کرے۔ ایک آدمی آپ کے بلائے کے لئے گیا۔ مگر آپ نے انکار کر دیا اور معاویہ کے پاس تشریف نہ لائے۔ جناب حسنؑ نے فرمایا اے معاویہ تو حسینؑ سے درگزر کر اور اس کو اس معاملہ میں مجبور نہ کر کیونکہ وہ کبھی تجھ سے بیعت نہ کرے گا۔ خواہ مقاتلہ تک نوبت کیوں نہ پہنچے۔ اور کوئی شخص اسے قتل نہیں کر سکتا تاقتیکہ اس کے اہل بیت کام نہ آجائیں۔ اور اس کے اہل بیت اس وقت تک قتل نہیں ہو سکتے جب تک اس کی تمام جماعت نہ ماری جائے۔ اور یہ تمام شامی فوجوں سے بھی نہیں ظہور پذیر ہو سکتا۔

معاویہ آپ سے یہ تمام باتیں سن کر چپ ہو رہا پھر امام حسینؑ کو طلب نہ کیا۔ اس کے بعد آدمی بھیج کر قیس بن سعد کو طلب کیا۔ اس نے حاضر ہونے سے انکار کر دیا۔ اب امام حسنؑ نے اسے بلا کر سمجھایا کہ مصلحت یہی ہے کہ معاویہ کے ساتھ حجت نہ کرو قیس نے جواب دیا اے رسول خداؐ کے بیٹے میں تو آپ سے بیعت کئے ہوئے ہیں جس سے باہر نہیں ہو سکتا۔ تاوقتیکہ میرا سرتن سے جدا نہ ہو جائے۔ آپ نے فرمایا میں نے تجھے اپنی بیعت سے آزاد کر دیا اور چاہتا ہوں کہ تو معاویہ سے بیعت کر لے۔ قیس جناب امیر المومنین حسنؑ سے اجازت پا کر معاویہ کے پاس گیا۔ اور بیعت کر لی۔ معاویہ نے کہا میں نہ چاہتا تھا کہ تو خلافت پا کر بھی زندہ رہے۔ قیس نے کہا میں بھی نہ چاہتا تھا کہ تجھے خلافت ملے۔ اور میں زندہ رہوں۔ جو لوگ وہاں موجود تھے انہوں نے دونوں کو سمجھایا اور دھیما کیا جس سے طرفین کا غصہ جاتا رہا۔ اب معاویہ کی خلافت کھل ہو گئی اور لوگ اپنے اپنے گھروں کو تشریف لے گئے۔

دوسرے دن جب امیر المومنین حسنؑ معاویہ کے پاس تشریف لائے کوفہ کے سرداران فوج اور مشہور و معروف امیر و اراکین موجود تھے۔ خلوت میں معاویہ نے حسنؑ سے مخاطب ہو کر کہا اے ابو محمد تو نے بڑی جوانمردی کی جب تک دنیا قائم ہے نہ کسی نے ایسا کیا نہ کوئی یہ کام کرے گا۔ اور اس قسم کی سخاوت اور بخشش خاندان نبوت سے بعید نہیں ہے۔ اب کہ آپ نے اتنا بڑا احسان فرمایا ہے اور آزادوں کی طرح امر خلافت میرے حوالہ کر دیا ہے۔ لیکن ابھی تفصیل سے لوگوں کو یہ حال معلوم نہیں اور مجھے یہ خیال گزرتا ہے کہ شاید آپ کا دل ہنوز خلافت پر مائل ہو۔ اگر آپ مناسب سمجھیں تو اس باب میں کچھ کلمات زبان مبارک سے ارشاد فرمائیں۔ تاکہ سب واقف ہو جائیں۔ امیر المومنینؑ نے فرمایا آسان بات ہے ایسا ہی کروں گا۔ پھر آپ نے منبر پر تشریف لے جا کر خطبہ پڑھا۔ اللہ کی حمد و ثناء کے بعد حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود بھیجا اور ارشاد کیا اے لوگو آگاہ ہو کہ پرہیزگاری سے زیادہ اور کوئی دانائی نہیں ہے اور فسق و فجور سے

بڑھ کر کوئی بیوقوفی نہیں اگر تم آج مشرق سے مغرب تک بھی تلاش کرو گے تو ایسا شخص جس کا نام محمد مصطفیٰ اور باپ علی مرتضیٰ اور ماں جناب رسول خدا کی بیٹی ہو میرے اور میرے بھائی حسین کے سوا کوئی نہ پاؤ گے۔ تم نے ہدایت حاصل کر لی ہے ظلم اور کفر کی تاریکی سے نکل گئے اور میرے نانا کی بدولت اس سعادت کو پہنچے۔ اللہ نے میرے نانا کے طفیل تم کو ولایت کی پستی سے نکال کر عزت کے بلند مرتبے پر پہنچایا ہے۔ پہلے گناہ تھے۔ اب تمام عالم میں مشہور گئے۔ تمہاری تعداد بہت کم تھی۔ اب زیادہ ہو گئی۔ یہ امر تمام لوگوں پر ظاہر ہے کہ میرے نانا کی خلافت میرے باپ کا حق تھا۔ اور اس کے بعد میرا حق تھا۔ اب میں نے فتنہ و فساد کے دینے اور امت کی آسائش کے واسطے اس امر کو غیر شخص کے حوالے کر دیا ہے اور جنگ جمل بند کر کے مسلمانوں کی خونریزی کو روکا نہیں رکھا۔ ہاں تم مجھے ملامت کرتے ہو کہ میں نے یہ امر ایک غیر مستحق کے حوالے کر دیا ہے۔ مگر میری نیت صرف امت کے امن سے متعلق ہے۔ آپ اس قدر فرما کر خاموش ہو رہے۔ ان کے بعد عمر عاص نے اٹھ کر کہا:

اے عراق والو! ہم میں اور تم میں بہت سی معرکہ آرائیاں ہو چکی ہیں۔ جن کے بیان کی ضرورت نہیں۔ انجام یہ ہوا کہ بیچ مقرر کئے گئے۔ اور سب نے ان کے فیصلے پر جو کتاب خدا اور سنت رسول کے مطابق ہوا رضامندی ظاہر کر دی۔ سر پہنچوں کے فیصلے نے اس بات کا خاتمہ کر دیا کہ تم ہم پر عظمت چاہتے اور ظلم کرتے تھے اب ایک فیصلہ ہو گیا اور دنیا کے لوگوں کو جنگ و جدال سے امن مل گیا تم کو گزشتہ باتوں کا عذر کرنا اور ہماری اطاعت اور فرمانبرداری سے اپنے خطاؤں اور نافرمانیوں کا بدلا اتارنا چاہئے۔ تاکہ تمہارے دینی اور دنیوی امور رونق پائیں۔ اور پریشانیاں اور خرابیاں مٹ جائیں۔ والسلام!

اس کے بعد معاویہ نے کہنا شروع کیا۔ اے لوگو آگاہ ہو کہ ہم سے پہلے جب امت نے اپنے پیغمبر کی مخالفت کے بعد ازراہ مخالفت فتنہ و فساد کا شیوہ اختیار کیا ہے تو نیک اور اچھے لوگ دب گئے ہیں اور فساد اور شرارت پسند ہمیشہ غالب آئے ہیں۔ مگر حضرت محمد مصطفیٰ کی امت کی قسمت اللہ تعالیٰ نے اسی قسم کی قرار دی ہے کہ ہر ایک امر میں نیک لوگ ہی غالب آئیں اور فاجر و فاسق ذلیل و خوار ہوں۔ اس وقت جس قدر معرکہ آرائیاں ہو چکیں اور خونریزیاں واقع ہوئیں اور مسلمانوں کو نقصان پہنچا ہے۔ وہ سب رفع دفع ہو گیا ہے۔ الحمد للہ کہ آج تمام امور کا انتظام ہو گیا ہے اور خرابیاں جاتی رہی ہیں۔ بہت سی بالچل کے بعد ایک فیصلہ ہو چکا ہے میں نے اس معاملہ کی ابتدا میں جو شرطیں کی تھیں وہ محض باہمی میل ملاپ اور امت کے ایک زبان ہونے کے واسطے تھیں اب خرابیاں جاتی رہیں اور آتش فساد بجھ گئی ہے اور ہمارا کہنا منظور خلافت ہو گیا ہے۔ اس لئے تمام شرائط میں نے کی تھیں رد کردی ہیں اور جو وعدے کئے ہیں اب مجھے ان کا اختیار ہے چاہوں ایفا کروں چاہے نہ کروں تم میں سے کسی کو یہ مجال نہیں کہ میری مخالفت کرے تم سب کو میری اطاعت اور فرمانبرداری لازم ہے۔ والسلام!

معاویہ کی یہ باتیں سن کر تمام آدمی برہم و غضبناک ہو گئے اور معاویہ کو برا بھلا کہنے لگے۔ اور قصد کیا کہ اسے مار ڈالیں۔ قریب تھا کہ بہت بڑا فساد اور خونریزی واقع ہو معاویہ ڈر گیا اور اپنی گفتگو سے سخت پشیمان ہوا۔ مسیب بن نجیحہ فراری نے جناب امام حسن کے پاس آکر عرض کی میں ہر چند غور کرتا ہوں مگر کسی طرح یہ مشکل حل نہیں ہوتی اور بڑا تعجب ہوتا ہے کہ آپ نے معاویہ سے کس لئے صلح کی جبکہ آپ کے پاس چالیس ہزار تلواریں موجود تھیں۔ اور ساتھ ہی اپنی ذات خاص اور اپنے فرزندوں اور اہل بیت اور اپنے شیعوں کے باب میں اس سے کوئی خاص اقرار نہیں کرایا گیا۔ اور صلح نامہ بھی صرف آپ کے اور اس کے درمیان لکھا گیا ہے دوسرے آدمی اس سے بہت کم واقف ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ جب

معاویہ نے برسرِ منبر بیان کیا کہ میں نے جو وعدے کئے ہیں ان کا مجھے اختیار ہے کہ انہیں پورا کروں۔ یا نہ کروں اور یہ باتیں اس نے آپ کے سامنے کہی ہیں۔ خدا کی قسم اس نے محض آپ ہی کے سنانے کے لئے ایسا کہا ہے۔ آپ سے بڑی چوک ہو گئی دیکھئے اس کا کیا انجام ہو۔

امام حسنؑ نے فرمایا اے مسیب توجہ کتا ہے مگر اب اس کا کیا علاج ہے۔ مسیب نے کہا اس کی یہ تدبیر ہے کہ اس بیعت اور صلح سے آپ انکار کریں اور اپنا کام سنبھال کر اسے سنا دیں کہ تو نے عہد توڑ دیا اور میرے سامنے یہ کہا ہے کہ مجھے اپنے اقراروں کا پورا اختیار ہے کہ پورے کروں یا نہ کروں۔ آپ نے مسیب کو جواب دیا میں نے اس امر کو خیال چھوڑ دیا ہے۔ اور مجھے اپنے قول سے پھرنا زیبا نہیں۔ اگر مجھے عزت و مرتبہ کی خواہش ہوتی تو معاویہ کو یہ دن دیکھنا نصیب نہ ہوتا کہ میرے برابر کھڑا ہو سکتا۔ کیونکہ میں ہر ایک موقع و محل اور کام میں زیادہ ثابت قدم اور بہت ہی صابر ہوں۔ کہ پھر معرکہ آرائی کی کیا ضرورت ہے۔ میں نے اس صلح میں صرف مسلمانوں کا مفاد نظر رکھا ہے۔ تم بھی اللہ کی مرضی پر راضی رہو اور یہ سب کچھ اس پر چھوڑ دو۔ لڑائی اور جھگڑا اختیار نہ کرو تاکہ نیک اور اصلاح کرنے والے آدمی راحت پائیں۔ اور مفسدوں کے ہاتھوں سے بچے رہیں۔ ابھی جناب امیر المومنین حسنؑ مسیب سے یہ باتیں کر ہی رہے تھے کہ بصرہ کا ایک شخص عمر بن کندی نام آیا اس کے چہرے پر ایک کاری زخم تھا۔ آپ نے پوچھا یہ زخم کیا ہے؟ اس نے کہا قیس بن سعد کے ساتھ معاویہ سے جو جنگ کی تھی یہ زخم جب کا ہے۔

حجر بن عدی کندی نے کہا کاش تو اس زخم سے اسی دن مر جاتا اور ہم سب بھی ہلاک ہو جاتے کہ یہ دن نہ دیکھتے۔ آج دشمن کی تمام مرادیں بر آئی ہیں اور ہم سخت ملول خاطر ہیں۔ ایسی زندگی سے مرنا ہی بہتر تھا۔

اس کی باتوں سے آپ ناراض ہوئے اور افسردہ خاطر ہو کر اپنے مکان کو تشریف لے آئے۔ پھر آدمی بھیج کر حجر بن عدی کو طلب کیا اور بہت کچھ مہربانی اور شفقت فرما کر کہا میں تیری محبت اور اعتقاد سے خوب واقف ہوں۔ تو نے جو باتیں معاویہ کے دربار میں کہیں بے موقع تھیں۔ میں اسی جگہ تیری دلداری اور تسلی کی کوشش کرتا مگر غیر لوگ موجود تھے۔ تو رنجیدہ نہ ہو اور دل خوش رکھ میں نے تمہاری ہی راحت کے لئے یہ کام کیا ہے اور چاہا ہے کہ مسلمان قتل سے بچے رہیں۔ مجھے اس بے وفا دنیا کی عزت و مرتبہ اور دولت کثیر کی تمنا نہیں ہے ان وجوہات سے خلافت کے اہم عہدے کو اپنی گردن سے اتار کر اس کے سر پر رکھ دیا ہے اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کی طرف متوجہ ہو گیا ہوں۔ تم کو بھی میری خوشی میں خوش رہنا چاہئے۔ آئندہ ایسی بات نہ کہنا۔

آپ ابھی حجر بن عدی کو سمجھا ہی رہے تھے کہ سفیان بن لیل حمیری نے داخل ہو کر کہا السلام علیک اے مومنوں کے ذلیل کرنے والے تم نے یہ کیا کیا کہ ہمارے دل توڑ دیئے اور مسلمانوں کو ذلت و خواری میں مبتلا کر دیا تم کو لڑنا لازم تھا کہ ہم تم سب مر رہتے اور یہ ذلت نہ اٹھاتے۔

جناب امیر المومنین حسنؑ نے فرمایا اے خواجہ میری بات سن بنی امیہ کی ملک رانی کا حال جناب رسول خداؐ پر سترِ آخرت سے پہلے واضح ہو گیا تھا اور آپ دیکھتے تھے کہ وہ آپ کے منبر پر چڑھتے اور گنگو کرتے تھے۔ یہ امر آپ کو سخت ناگوار گزرا بہت ملول ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے آنحضرتؐ کی تسلی اور تشفی کی خاطر کے واسطے یہ آیت نازل فرمائی:

انا انزلنا فی لیلئنا القلو و ما انراک ما لیلئنا القلو لیلئنا القلو خیر من الف شہور ○ دعا یہ ہے کہ بنی امیہ کی بادشاہت کے کئی ہزار مہینوں سے ایک شب قدر بہتر ہے۔

پھر آپ نے یہ فرما کر صحابہ سے ارشاد فرمایا کہ صبر کرو اور راہِ رضا پر چلو۔ مسیب بن نجہ نے کہا ہمارا معاملہ بہت آسان

ہے۔ معاویہ کو ہماری ضرورت ہے وہ اس ضرورت کے سبب ہماری خاطر داری کرے گا ہمیں آپ کی نسبت اندیشہ ہے کہ ایسا نہ ہو۔ معاویہ عہد شکنی کرے اور آپ کا خیال چھوڑ دے۔ اس فقرے پر یہ گفتگو ختم ہو گئی اور ہر شخص اپنے گھر چلا گیا۔ اب معاویہ بھی اپنے لشکر سمیت شام واپس ہو گیا اور امیر المومنین حسنؑ بھی اپنے ہمراہیوں کے ساتھ مدینہ چلے آئے۔

اہل بصرہ کا معاویہ سے برا فروختہ ہونا

جس وقت اہل بصرہ کو معلوم ہو گیا کہ امام حسنؑ نے معاویہ سے صلح کر کے عہدہ خلافت اسے سونپ دیا ہے سخت غمگین ہوئے اور ناراض ہوئے اور کہا ہم معاویہ کی خلافت منظور نہیں کرتے۔ حران بن آبان جو بصرہ کا مشہور رکن تھا لوگوں کو دلاسا دیا اور شہر کو مضبوط کر کے امیر المومنین حسنؑ کی بیعت کے لئے لوگوں کو طلب کیا۔ کچھ لوگوں نے آنحضرتؐ کی ہوا خواہی اور فرمانبرداری کا دم بھرا۔ معاویہ نے یہ خبر سن کر عمر بن ارقطہ کو طلب کیا اور لشکر کثیر دے کر حکم دیا کہ بصرہ میں داخل ہو کر وہاں کا فساد رفع کرے۔ عمر کے آتے ہی حران بن آبان کی جماعت منتشر ہو گئی۔ عمر نے قصر امارۃ میں قیام کیا اس دن تو کچھ نہ بولا دوسرے دن مسجد میں آکر منبر پر گیا اور جناب امیر المومنین علیؑ آپ کے فرزند و بیٹے اور اہل بیتؑ کو سخت ست کہا۔ اور برے الفاظ سے یاد کیا۔ پھر کہا اے بصرہ والو میں تمہیں قسم دلاتا ہوں کہ اگر تم یہ جانتے ہو کہ میں سچ کہتا ہوں تو میرے کلام کی تصدیق کرو۔ اور اگر یہ جانو کہ میں جھوٹ بول رہا ہوں تو صاف کہہ دو کہ تو جھوٹا ہے۔ حاضرین میں سے ایک شخص بول اٹھا کہ اے دشمن خدا تو جھوٹا ہے علیؑ اور رسولؐ کی اہل بیتؑ سے ہمتیں۔ اور اس شخص پر جس نے تجھے بھیجا ہے کہ مسلمانوں کے منبر پر بیٹھ کر خاندان نبوتؑ کو برا کہے خدا کی لعنت ہے۔ عمر کے غلاموں نے حکم دیا کہ اسے پکڑ لو عمر کے ملازموں اور مددگاروں نے اس کی گرفتاری کا ارادہ کیا مگر نبیؐ جنبہ کا ایک آدمی بیچ میں آ پڑا اور اسے عمر کے آدمیوں کے ہاتھ نہ آنے دیا۔

عمر چھ ماہ تک بصرہ میں حاکم رہا۔ پھر معاویہ نے اسے موقوف کر کے عبداللہ بن عمر کریم کو جو عثمان کے خالو کا بیٹا تھا مقرر کیا اور ایک ہی ماہ بعد اسے بھی علیحدہ کر کے زیاد بن ابیہ کو مقرر کیا۔ اس کا حال یہ ہے کہ معاویہ اسے اپنا بھائی کہتا تھا اور وہ شروع زمانہ میں جناب امیر المومنین علیؑ کی خدمت میں رہتا تھا۔ آنحضرتؐ نے اسے فارس کی حکومت عطا کی تھی۔ اور اس نے تمام فارس کو اپنے قبضے میں لا کر گرد و نواح پر بھی تسلط کر لیا تھا۔ معاویہ نے اس کے استقلال اور انتظام کا حال سنا تو سخت ناگوار گزرا اور چاہا کہ کسی مکروہ جیلہ سے اسے حضرت علیؑ کی نظروں سے گرا دے۔ اور اپنی طرف رجوع کرا لے۔ اس لئے اسے اس مضمون کا خط لکھا۔

اے شخص مجھ کو تیری بیوقوفی پر تعجب آتا ہے کہ تو فارس کے قلعوں پر قابض ہو کر اپنے آپ کو بہت برا سمجھتا ہے اور دور سمجھتا ہے۔ اور پرندوں کی طرح جو اپنے گھونسلوں میں پناہ گزین ہوتے ہیں تو ان قلعوں سے اپنی حفاظت سمجھتا ہے۔ تو میرے ہاتھ سے کب بیچ سکتا ہے۔ خدا کی قسم اگر وہ خیال جو تجھے تیری نسبت ہے مانع نہ ہوتا تو سلیمانؑ پیغمبر کا حال ہوتا جس نے بلیقہس کے نام پیغام بھیجا تھا۔ اوجع الہم قلنا نینہم بعود لا قبل لہم بہا و لتخرجوا منها اولتہ و ہم صاعرون پھر خط کے آخر میں یہ اشعار لکھے:

لہ دور ما و الیما رحیل لو کان یعلم ما ہاتی و ما ہنر

انی یکون له رای بانش بہ
 تنفی اناک عبیدانی سحانتہ
 و قد مضی خیر من بعدہ خیر
 او نخطب الناس و الوالی یا عمر
 فالخبر بو المناک الانی ووالدہ
 ان ابن حرب له فی قومہ خطر
 وابعد تقینا فان اللہ باعدہما
 ولس یجمعہما فی اصلہ امضو
 و العقل اسطرک والدی تجربتہ
 فیہ لصاحبہ الا براد و الصلو

زیاد نے یہ خط پا کر برسرِ منبر بڑھا اور بعد حمد و ثناء الہی جناب رسولِ خدا پر درود بھیج کر کہا اے لوگو جگر خورہ کے بیٹے نے مجھے یہ خط لکھا ہے اور دھمکانے کے لئے بہت کچھ درج کیا ہے۔ مجھے بہت تعجب ہے۔ کیونکہ وہ جانتا ہے کہ میرا آقا اور امام حضرت محمد مصطفیٰ کا چچا زاد بھائی ہے۔ جس کی خلافت و امامت پر تمام مہاجر و انصار رضامند ہو کر اطاعت و فرمانبرداری کے لئے کمر بستہ اور خدمت گزار کی گزاری کے لئے شمشیر بکف اور اشارہ کے منتظر ہیں اور آپ کی خوشنودی کو خدا کی خوشنودی سمجھتے ہیں۔ اس خدا کی قسم جو قادر مطلق ہے اگر جناب امیر المومنین کی طرف سے اجازت ہوتی تو اسے ایسا جواب دیتا کہ دنیا کے لئے عبرت آموز ہو جاتا۔ یہ کہہ کر منبر سے اتر آیا۔

جناب امیر المومنین نے بھی معاویہ کی تحریر سے جو زیاد کے نام تھی اطلاع پائی اور زیاد کو لکھا کہ ہم نے ملک فارس تیرے حوالہ کر دیا ہے اور اللہ کا شکر ہے کہ تو اس علاقہ کی حکومت و انتظام کی لیاقت رکھتا ہے۔ چنانچہ تو نے عمدہ تدابیر اور ثابت قدمی سے اس ملک کو اپنے تصرف میں کر لیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل پر بھروسہ رکھ اور اسی سے مدد کا خواستگار رہ۔ معاویہ کے مکرو فریب سے خبردار رہنا۔ والسلام!

یہ تحریریں حضرت علیؑ کی زندگی میں واقع ہوئی تھیں۔ اور آپ کی شہادت کے بعد جب حضرت امام حسن علیہ السلام خلیفہ مقرر ہوئے اور معاویہ سے صلح کر کے خلافت اسے دے دی جیسا کہ پیشتر بیان ہو چکا ہے تو معاویہ نے خلیفہ ہو کر ہر طرح کا انتظام کر کے یہ خواہش ظاہر کی کہ زیاد اس کے پاس آجائے تاکہ اس کی لیاقت اور قابلیت اور عزم و انتظام اور عقل و فرزانیگی سے اپنی حکومت کو رونق اور تروتازگی بخشنے۔ ان معاملات میں زیاد اپنا ثانی نہ رکھتا تھا۔ وہ بہت بڑا دانا ممتاز مگر لطفہ بے تحقیق تھا۔ اور بنی قحیث کا ایک آدمی عبیدہ نام اس کا باپ ہونے کا دعویٰ کرتا تھا۔ چونکہ وہ غیر معروف شخص تھا اس لئے زیاد اس کی ولایت کو عار سمجھتا تھا۔

اب معاویہ نے سوچا کہ اسے کسی طریق سے فریفتہ کر کے اپنے ملازموں میں داخل کرے۔ اور بہتر یہ ہے کہ اسے اپنے نسب میں شامل کر کے اپنے باپ کا لطفہ قرار دے اور اسے بنی امیہ میں سے ثابت کرے۔ جناب امیر المومنین کی زندگی میں اسے ایک دفعہ لکھا بھی تھا اور اس باب میں ایک اشارہ درج کیا تھا اور کئی اشعار اسی مضمون کے موزوں کئے تھے جن کا بیان اوپر ہو چکا ہے۔ جناب امیر کی وفات کے بعد پیہم خط لکھنے شروع کئے اور کہا کہ تیرا اور میرا باپ ایک ہے۔ اور تو میرا حقیقی بھائی ہے۔

حارث بن حکم مران کے بھائی نے اس حال سے مطلع ہو کر کہا معاویہ زیاد بن امیہ کو اس لئے اپنے سلسلہ میں شامل کرتا ہے کہ بہت سے مددگاروں کے سبب ابو العاص بن امیہ کے بیٹوں پر فخر کرے اور وہ سرا سبب یہ ہے کہ خلافت کی طرف سے خوفزدہ ہے۔ کہ مبادا مروان غلبہ پا جائے اب وہ زیاد کی وجہ سے زیادہ مضبوط بننا چاہتا ہے اور اسی قسم کی اور باتیں بھی کہیں۔

معاویہ نے یہ سن کر مروان بن حکم کو خط لکھا۔ وہ اس وقت مدینہ کا حکم تھا۔ مضمون خط یہ تھا: واضح ہو کہ تیرے بھائی

حارث بن حکم نے جو کچھ میری نسبت کہا ہے اور زیاد بن امیہ کی وجہ سے مجھ پر جو الزام اور عیب لگایا ہے اور برے الفاظ استعمال کئے ہیں۔ وہ میں نے سب سن پائے ہیں۔ اس کا یہ کہنا کہ میں امر خلافت میں تیری طرف سے ڈرتا ہوں۔ کاش تجھ میں خلافت کے کام انجام دینے کی لیاقت ہوتی تو میں یہ عمدہ تجھی کو حوالہ کر دیتا۔ خدا کی قسم اگر حارث ایسی باتوں کا کہنا ترک نہ کرے گا تو میں اس کے ساتھ بہت بری طرح پیش آؤں گا کہ وہ اس کی تاب نہ لاسکے گا۔ تجھے بھی یہ بات واضح رہے اور تو اسے بھی اچھی طرح متنبیہ کر دے۔ والسلام!

مروان نے اس خط کو پا کر حارث کو بلایا اور وہ خط دے کر کہا کہ ہم ہلاک ہو جائیں گے۔ مناسب ہے کہ تو معاویہ کے پاس جا کر معافی طلب کر کہ میری خطا معاف کی جائے۔ حارث نے کہا میں ایسا ہی عمل میں لاؤں گا۔ پھر معاویہ کے پاس گیا اور سلام کیا۔ معاویہ نے جواب سلام دے کر کہا۔ بیٹھ جاؤ۔ حارث نے کہا اگر ہمیں پہلے سے معلوم ہوتا کہ زیاد بن ابیہ کی طرف آپ کا اتنا رجحان ہے اور اس کے حال پر شفقت بیکراں مبذول ہے اور یہ امور جیسے اب معلوم ہو گئے ہیں پیشتر سے معلوم ہو جاتے تو ہر ایک امر میں زیاد کی فرمانبرداری کی جاتی اور ہر طرح سے اس کی رضامندی کو اپنا فرض سمجھتے۔ اب زیاد معاویہ کا بھائی تو ہمارا بھی بھائی ہے۔ پھر کبھی اس کی نسبت کوئی ایسی بات نہ کہی جائے گی اور جہاں تک ہو سکے گا اس کے ساتھ مہربانی اور شفقت سے پیش آئیں گے۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

معاویہ نے یہ گفتگو سن کر ایک قلم لگایا اور حارث کو ایک خلعت سے نوازا اور واپس جانے کی اجازت دی۔ غرض ابن زیاد ابن ابیہ کی یہ کیفیت تھی اور اس بنا پر معاویہ نے اسے اپنا بھائی قرار دیا تھا۔ جب بصرہ کا انتظام ہو گیا معاویہ نے زیاد کو بلا کر وہاں کا حاکم بنا دیا اور حکم دیا کہ مخالفت ترک کر کے عدل و انصاف اور مساوات کا قاعدہ جاری کرے۔ اور نیک لوگوں کو آسودہ حال اور فسادی لوگوں کو گرفت میں رکھے۔ اس نے کہا میں ایسا ہی کروں گا۔ اور تیرے حکم میں سے کوئی بات باقی نہ چھوڑوں گا۔ پھر داخل بصرہ ہو کر لوگوں پر خوب رعب داب بٹھایا اور معاویہ کی اطاعت و فرمانبرداری اور بیعت کی طرف رغبت دلائی اور تمام آبادی کو اچھی طرح قابو میں لے آیا۔ خفیہ افعال کو بھی معاف نہ کرتا۔ غرضیکہ بصرہ کا ایسا بہتر بندوبست کیا اور ایسا عدل و انصاف پھیلایا کہ کسی شخص کو جائے شکایت نہ رہی۔ راتوں کو مکانوں کے دروازے کھلے رہتے۔ اگر کسی شخص کی کوئی شے گلی کوچہ یا بازار میں گر پڑتی تو کسی کی کیا مجال تھی کہ اسے اٹھا لیتا۔ اس کا مالک ہی اسے آکر اٹھاتا۔

غرض اس قسم کا انصاف کیا کہ نیک اور شریف آدمی اس سے محبت کرنے لگے اور شریر و بد معاش خائف ہو گئے۔ بصرہ کا علاقہ اس کے عہد حکومت میں خوب آباد اور فارغ البال ہو گیا۔ باشندے مالدار ہو گئے اور سب کے دلوں میں اس کی محبت جاگزیں ہو گئی۔ شاعروں نے اس کی مدح و ثنا میں قصیدے تصنیف کئے۔

زیاد بن ابیہ کا خطبہ

اس عدل و انصاف کے دوران ایک دن منادی کرا کر لوگوں کو جامع مسجد میں طلب کیا جب سب آ گئے۔ زیاد نے منبر پر جا کر حق سبحانہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کے بعد حضرت محمد مصطفیٰ پر درود بھیجا اس کے بعد کہا اے لوگو تم نے مجھے ابھی تک اچھی طرح نہیں پہچانا کہ تم بڑے دھوکے اور غلطی میں مبتلا ہو کیونکہ جس طرح زمانہ جاہلیت میں جاہل گمراہی پر اور اندھے گناہ کبیرہ اور بڑے بڑے جرائم کے کرنے میں دلیر تھے وہی طریقہ آج تم نے اختیار کر رکھا ہے اور بد کاریوں اور بے حیائیوں

بر دلیر ہو گئے ہو۔ گویا تم نے پیغمبر کی ہدایتوں کو سنا اور کتاب خدا کی نصیحتوں اور تہیوں کو پڑھا ہی نہیں ہے۔ اور عبادت گزاروں کے ثواب عظیم اور گناہگاروں کے درد ناک عذاب کی کچھ خبر ہی نہیں ہے۔ تم نے فانی دنیا کو باقی رہنے والی آخرت پر اختیار کیا ہے۔ نئے نئے فسق و فجور کا پیشہ کر لیا ہے۔ نہ تم میں عقل رہی کہ برے بھلے کے تمیز کرتے اور بیہودہ مشظلوں سے رکتے نہ دیانت ہی باقی رہی ہے کہ چوروں کو رات کے وقت نکلنے اور مسلمانوں کے مال چرانے سے باز رکھتے۔ خواب غفلت میں پڑے ہوئے ہو اور عورتوں کی طرح جیتے ہو۔ نازیبا افعال کے انجام کی خرابیوں سے ذرا نہیں ڈرتے۔ اور روز قیامت کی کوئی پروا نہیں ہے۔ حالانکہ وہ دن ضرور آنے والا ہے اور ذرا ذرا سی باتوں کی پرکھ ہونی والی ہے۔ تم بڑے بڈر لوگ ہو۔ اے اس مقام پر بیٹھے والو یہ کیسی نادانی ہے۔ فہیہات ہہیات لما تو عدون زیاد پر کھانا پینا حرام ہو اگر اس شہر کو بریاد کر کے زمین کے برابر نہ کر دیا ہو۔ کیونکہ اب اس کے سوا کوئی چارہ یہ نہیں رہا۔ اور سختی اور درشتی بغیر کام نہیں چل سکتا۔ اس خدا کی قسم جو سب سے بے پرواہ ہے۔ کہ اس شہر کے ولی کو ولی کے جرم میں اور مقیم کو مسافر کے بدلے اور اقراری کو انکاری کے عوض اور تندرست کو بیمار کے بجائے گرفتار کروں گا۔ تاکہ خرابیاں مٹ جائیں اور انتظام مستقل ہو جائے۔

۱۷۶

واضح رہے کہ کسی والئی ملک کا جھوٹ چھپا نہیں رہتا اگر میں جھوٹ بولوں تو لازم ہے کہ تم مجھ پر سے سرکشی کرو۔ اے اہل بصرہ میں تمہیں حکم دیتا ہوں کہ رات کے وقت اپنے گھروں کے دروازے بند نہ کرو اور جس کی کوئی شے گم ہو جائے وہ مجھ سے لے لے میں اس کا ضامن ہوں۔ جس وقت مسجد میں عشا کی نماز پڑھ چکا لازم ہے کہ اپنے گھر میں چلے جاؤ اور پھر باہر نہ نکلو نہ گلی کوچوں میں پھرو کیونکہ میں نے حکم دیا ہے کہ شب کے وقت جس کسی کو گلی یا بازار میں پھرتے یا پڑے پاؤ اسے فوراً قتل کر دو لازم ہے کہ زمانہ جاہلیت کی باتوں سے پرہیز کرو۔ جب کوئی کسی شخص کو پکارے تو آل فلاں یا آل بنی فلاں کہہ کر نہ پکارو اس رسم کو چھوڑ دو۔ اس امر کی تم سے باز پرس کروں گا اور جو کوئی جاہلیت کے زمانہ کے قاعدے سے پکارے گا اس کی زبان قطع کر دوں گا۔ میں دیکھتا ہوں کہ تم پرانی رسمیں جاری کرتے ہو اور اب سے پہلے جو قاعدے رائج نہ تھے انہیں اختیار کر رہے ہو۔ اس طریقے سے باز آؤ اور کوئی نرالی رسم نہ نکالو۔ یاد رہے کہ تم سے جو خطا سرزد ہو گی میں نے اس کی خاص سزا مقرر کر دی ہے اس سے ذرا تجاوز نہ کروں گا۔ اگر کوئی کسی کو پانی میں دھکا دے گا میں اسے پانی میں غرق کر دوں گا۔ اور اگر کوئی کسی کو جلائے گا تو وہ بھی پھونکا جائے گا جو کسی کے گھر میں نقب دے گا اس کا پیٹ چاک کیا جائے گا۔ مردہ کا کفن چرانے والا زندہ دفن ہو گا۔ تم اپنے ہاتھ اور زبان کو قابو میں رکھو تاکہ میرے ہاتھ اور زبان سے امن میں رہو کیونکہ جب کسی سے خواہ ادنیٰ ہو یا اعلیٰ کوئی خطا سرزد ہو گی وہ گردن مارا جائے گا۔ یہ بھی سمجھ لو کہ اس شہر کے بہت سے آدمیوں سے میری عداوت تھی اور میرے دل میں ایک عرصہ سے ان کی طرف سے کینہ موجود تھا۔ جس وقت مجھے اس جگہ کی حکومت ملی اور معاویہ کی طرف سے یہاں کا حکم مقرر ہو کر آیا تھا تو سب کو پکڑ کر اپنا پرانا بدلہ لے کر اپنا دل ٹھنڈا کر لیتا مگر میں نے غنود و درگزر کو اچھا سمجھا اور دشمنی کا کچھ خیال نہ کیا۔ گزشتہ باتوں کو فراموش کر دیا۔ جو شخص احسان کرے گا اس کے ساتھ احسان کیا جائے گا اور جو دشمنی اور عداوت کرے گا تو وہ اپنے کیفر کردار کو پہنچے گا۔ ان سب باتوں کو بالکل درست اور سچ سمجھ لو۔ ہاہم احسانوں سے پیش آؤ۔ دشمنی اور برائی ترک کر دو اور اچھی طرح جان لو کہ میں تمہارا محافظ ہوں۔ اور اس غلبہ کے ذریعے سے جو خدا نے مجھے عطا کیا ہے تم کو مصیبتوں سے بچاتا ہوں اور ہر قسم کی سختیوں اور تکلیفوں کو تم پر سے ٹالتا ہوں تم کو میری فرمان برداری اور اطاعت لازمی ہے۔ اور مجھے تمہارے ساتھ عدل و انصاف سے پیش آنا ہے۔ تم جس قدر میری اطاعت میں زیادتی کرو گے میں اسی قدر تمہارا انصاف زیادہ کرتا رہوں

گا۔ دلیوں کی محبت کو اپنے دل میں جگہ دو اور ان کی اطاعت اور محبت میں ثابت قدم رہو کیونکہ حوادث کے زمانے میں دلی ہی تمہاری پشت و پناہ اور حفاظت گاہ میں ضرورت کے وقت تم کو وہی بچا سکتے ہیں اور امداد کرنے کے قابل ہیں۔ ہرگز ان کی دشمنی اختیار نہ کرنا کیونکہ ان کا غضب تم پر نازل ہو کر عرصہ دراز تک تمہارے رنجوں اور غموں کا باعث ہو گا۔ میری یہی نصیحت ہے اور تم کو اسی قدر سمجھانا تھا۔ استغفر اللہ العظیم لی ولکم انہ یقاتلو الرحیم و الغفور الکریم یعنی میں اپنے اور تمہارے واسطے اللہ بزرگ و برتر سے مغفرت طلب کرتا ہوں اور وہی قدرت رکھنے، رحم کرنے اور بخشنے اور کرم کرنے والا ہے۔

جس وقت زیاد نے یہ خطبہ پڑھا اہل بصرہ سے ایک شخص عبداللہ بن اتم نے کھڑے ہو کر کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ امیر کو اللہ تعالیٰ نے پیغمبر کی سی عقل و حکمت عطا کی ہے۔

اس کے بعد زیاد منبر سے اتر کر دار الامارہ چلا گیا۔ اور بصرہ کا انتظام درست ہو گیا۔ نمایاں ترقی اور تازگی ظاہر ہوئی۔ کہتے ہیں کہ اس وقت زیاد کے خزانہ میں اسی لاکھ درہم سالانہ خراج جمع ہوتا تھا۔ ۳۶ لاکھ لشکر پر خرچ کرتا تھا اور سولہ لاکھ اپنے بیٹوں کو دیتا تھا اور ایک ایک لاکھ درہم سال میں دو دفعہ عمارتوں پر لگاتا تھا اور سال میں دو ہی دفعہ ایک ایک لاکھ درہم بیت المال میں جمع خرچ کرتا تھا۔ باقی معاویہ کو بھیج دیتا تھا۔

معاویہ نے زیاد بن ابیہ کی انتظامی لیاقت اور دانائی کا مشاہدہ اور اس کی عدالت کے نتیجوں کو ملاحظہ کر کے اس کے اوصاف حمیدہ اور صفات پسندیدہ کی بڑی تعریف کی۔ اور شکر کوفہ مع مضامین اس کی حکومت میں شامل کر دیا۔ اب زیاد نے خوب ہی رونق و عظمت حاصل کی۔ نہایت ہی خوش ہوا اور عدل و انصاف میں زیادہ کوشش کرنے لگا چھ ماہ بصرہ میں رہتا اور چھ ماہ کوفہ میں قیام کرتا۔

عہد معاویہ میں

خراسان کی حالت

جناب امیر المومنین کے دوستوں میں سے ایک شخص خالد بن معمر آپ کی خدمت میں حاضر رہتا تھا اور جنگ صفین میں اس نے بڑے بڑے معرکے سر کئے تھے۔ جب امیر المومنین علیؑ شہید ہو گئے اور حضرت امام حسن علیہ السلام نے معاویہ سے صلح کر لی اور خلافت اس کے حوالہ کر دی جیسا کہ گزشتہ صفحات میں تذکرہ ہوا اور خالد بن معمر اور عمرو بن عبداللہ لیشی معاویہ کے پاس گئے اور اجازت لے کر جب معاویہ کے دربار میں پہنچے اسے سلام کیا۔ معاویہ انہیں دیکھ کر بہت خوش ہوا اور بڑی عزت و تکریم سے پیش آیا اور چاہا کہ خراسان کی حکومت خالد بن معمر کو دے۔ حسب اتفاق اس وقت عثمان کا بیٹا سعید آ پہنچا۔ معاویہ نے بڑی تعظیم و تکریم سے اسے اپنے پاس بٹھالیا اور پھر مخاطب ہو کر اس سے کہا اے بیٹے تیری یہ کیا باتیں سنی جاتی ہیں۔

سعید نے کہا اے امیر بیان کر دو باتیں کیا ہیں؟ معاویہ کے بعد میں اس کے بیٹے یزید کی نسبت خلافت کا زیادہ مستحق ہوں۔ سعید نے کہا اگر میں نے ایسا کہا بھی ہو تو کیا ہوا سچی اور حق بات ہے۔ خدائے واحد کی قسم میرا باپ یزید کے باپ سے اور میری ماں یزید کی ماں سے افضل ہے اور میں خود اس سے بہتر ہوں۔ لیکن ان باتوں کے

باوجود ہم نے یہ عمدہ تیرے ہی واسطے مختص کیا ہے۔ جو کچھ تو کرتا ہے میں اس پر معترض نہیں۔ معاویہ یہ سن کر ہنسا اور کہا اے بھتیجے تو سچ کہتا ہے۔ عثمان مجھ سے اور تیری ماں یزید کی ماں سے بہتر ہے کیونکہ قریشی عورت تیرے سے بہتر ہوتی ہے۔ لیکن تیرا یہ کہا کہ میں یزید سے بہتر ہوں تیری اس بات کو ہرگز نہ مانوں گا۔ مجھے اس خدا کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے اگر مجھے بیٹھنے کی جگہ سے عراق تک ایک رسی تان دیں اور تمام اس رسی کو تجھ جیسے آدمی تھام لیں تو میں ان سب اشخاص سے یزید ہی کو بہتر اور زیادہ اچھا سمجھوں گا۔ مگر تیرے حقوق بھی بہت ہیں اور ان سے چشم پوشی کرنے کو میں خلاف شرع اور بعد از مروت خیال کرتا ہوں۔ تو خوش رہ میں نے خراسان کا ملک تجھے دیا ہے۔ فرمان اور جھنڈا لے کر وہاں جا۔ امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس سلطنت کو تیرے ہاتھوں سے فتح کرے گا۔ پھر حکم دیا کہ اس کے نام پر فرمان لکھا جائے اور طبل و علم لے کر زیاد ابن ابیہ کو خط لکھ دیا کہ سعید کی تنخواہ مقرر کر دی گئی ہے اور اسے جس قدر ضرورت ہو روپیہ، آدمی اور ہتھیار بہم پہنچائے جائیں اور ایک نہایت ہوشیار تجربہ کار شخص کے ہمراہ کر دینا جو خراسان کی آمد و خرچ اور تحصیل وصول کی خبر رکھے اور تحریر میں لاتا رہے۔

جب سعید نے شام سے چلنے کا ارادہ کیا عبید اللہ بن ابی بکر اور اس کا بھائی عبدالرحمن جو عثمان کے سرداروں میں سے تھے اس کے پاس آئے اور کہا بصرہ میں ہمارا وکیل رہتا ہے یہ خط اس کے نام لکھ دیا ہے یہ اسے دینا اور وہ جس قدر روپیہ تجھے دے لے کر سفر کا سامان کرنا۔ سعید نے معاویہ کا فرمان اور عبیدہ کا خط لیا، اور بصرہ پہنچ کر ابن زیاد کے پاس ٹھہرا، معاویہ کا فرمان اسے دیا اس نے پڑھ کر کہا بجان و دل منظور ہے۔ پھر حکم دیا کہ لوگ جنگ کے لئے جمع ہو جائیں۔ قید خانہ سے مجرموں اور مفسد اشخاص کو نکال کر شمار کیا وہ سب چار ہزار آدمی تھے۔ سعید کے سپرد کئے ادھر ادھر سے بھی آدمی فراہم ہونے شروع ہو گئے۔ اب سعید کے پاس خاصی جمعیت ہو گئی۔ زیاد نے چالیس لاکھ درہم سعید کو دیئے اور اس نے لے کر اپنے ملازموں میں تقسیم کر دیئے اور فوج کو مرتب کیا۔ اس کے بعد عبیدہ بن ابوبکر کے وکیل کو بلا کر وہ تحریر دی اس نے پڑھ کر کہا، میں حسب تحریر روپیہ دوں گا۔ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ تجھے بیس یا چالیس لاکھ درہم حوالے کروں۔ سعید نے کہا غالباً اس قدر روپے کا حکم نہ دیا ہو گا تو نے پڑھنے میں کچھ غلطی کی ہے۔ وکیل نے کہا میں نے غلطی نہیں کی تو روپیہ لے اور اطمینان رکھ۔ سعید کو عبید اللہ کی یہ بخشش اور مروت پر سخت تعجب ہوا۔ اب اس کے ایک ملازم نے کہا اے جناب مصلحت یہ ہے کہ عبیدہ کا عطیہ لے لیں اور خراسان نہ جائیں کیونکہ ہمیں اس قدر دولت کافی ہے۔ سعید نے کہا لشکر فراہم ہو چکا ہے اور امیر نے ایک خدمت میرے سپرد کر دی ہے۔ ایسا نہ کرنا چاہئے ہمیں خراسان جانا لازم ہے۔ پھر بصرہ سے نکلا عرب کے سرداروں اور علاقہ بصرہ کے مشہور و معروف آدمی اس کے ساتھ تھے۔ اس لشکر جرار سمیت فارس کی طرف بڑھا۔

جب وہاں پہنچا تو مالک بن وہب جو فارس میں رہتا تھا اس کے پاس آیا۔ یہ مالک بن وہب بہت بڑا فصیح بہادر اور خوبصورت شخص تھا۔ پہلے مدینہ میں رہتا تھا۔ اور رہنئی کرنا تھا۔ مروان بن حکم نے جو معاویہ کی طرف سے مدینہ کا حکم تھا۔ کچھ لوگ بھیج کر اسے گرفتار کرنا چاہا۔ وہ یہ خبر سن کر بھاگ گیا اور حارث بن حاطب مجنی نے جو مروان کا نائب تھا ایک انصاری کو اس کے عقب میں دوڑایا اس نے جلدی سے پہنچ کر مالک اور اس کے غلام حویہ کو گرفتار کر لیا اور واپس پھرا پھر دونوں قیدیوں کو اپنے ایک غلام کے حوالہ کر کے تاکید کر دی کہ انہیں بہت ہوشیاری اور حفاظت سے پیچھے پیچھے لے آ۔ غلام انہیں لا رہا تھا خود سوار تھا اور ایک تلوار کمر میں لٹکتی تھی۔ یکایک مالک نے جھپٹ کر تلوار کا قبضہ پکڑ لیا اور غلام نے میان سنبھالی۔ اور مالک نے فوراً زور سے تلوار سونت کر اس غلام کے سر پر ایسی ماری کہ وہ قتل ہو کر گر پڑا۔ اب مالک

نے اس غلام کے گھوڑے پر سوار ہو کر انصاری کا پیچھا کیا۔ اور اس تک پہنچ کر قتل کر دیا۔ پھر بھاگ کر جرین میں اور فارس سے چلا آیا۔ اور اپنا وہی رہنمی اور چوری کا پیشہ اختیار کر لیا۔

جب سعید وہاں پہنچا تو یہ شخص بھی اس کے پاس حاضر ہوا۔ سعید نے اس کا حال دریافت کیا تو لوگوں نے بتایا کہ وہ کس طرح زندگی بسر کرتا ہے۔ سعید کو تعجب ہوا کہ اس شکل و صورت اور قد و قامت کا وجہ و تکیل جو ان ہے۔ پسند کیا اور اس سے پوچھا کہ تو ایسا خوبصورت اور بہادر ہو کر کس لئے رہنمی اور چوری اور لوگوں کا مال ناحق کھانا گوارا کرتا ہے۔ اس نے کہا کہ زیادتی افلاس کے سبب اور دوسرے یہ کہ میں ہمیشہ بخشش کرنا اور دوستوں اور احباب کے ساتھ احسان کرنا چاہتا ہوں۔ مگر میرے پاس دولت نہیں اس لئے اس قتل کو اختیار کر رکھا ہے کہ کھاؤں اور کھلاؤں۔ سعید نے کہا اگر میں تجھے فارغ الیال کر دوں تو اس زندگی سے باز آ جائے گا۔ اس نے کہا کیوں نہیں پھر تو میں تیری خدمت میں رہ کر نمایاں کام کر دکھاؤں گا۔ اور تیرا ہمیشہ شکر یہ ادا کرتا رہوں گا۔

سعید نے کہا تو ہمیشہ میرے ساتھ رہ تاکہ جو کچھ خدا عطا کرے گا ہم تم مل بیٹھ کر کھائیں گے۔ اور کھائیں گے۔ میں تجھے بہت اچھی طرح رکھوں گا۔ ہر مہینے پانچ سو درہم دیا کروں گا اور تو جسے چاہے دینا۔ مالک نے کہا مجھے منظور ہے۔ غرض مالک اس کے ساتھ فارس سے نیشاپور آیا۔ عبداللہ بن عمر کرین کے کچھ آدمی یہاں موجود تھے۔ وہ بھی سعید سے ملے۔ سعید نے ان کی اچھی طرح خاطر زیارت کی۔ اور ایک مہینہ ٹھہرا کر اور اہل ذمہ سے جزیہ لے کر مو کی طرف روانہ ہوا۔ وہاں سے بھی محاصل وصول کر کے اور لشکر میں تقسیم کر کے سمرقند کا رستہ لیا۔ بلخ کے قریب پہنچ کر حکم دیا کہ کیشیاں اور ڈونگے فراہم کرو اور ان کے ذریعہ دریا پار کر جاؤ۔ دو ہفتوں کی آواز سنی جو اپنے غلاموں کو پکار رہے تھے۔ ایک نے کہا اے حلوان دوسرے نے کہا اے ظفر۔ سعید نے حلوان اور ظفر کو سن کر شگون کیا اور کہا انشاء اللہ ہم دشمن پر غالب آئیں گے اور فتح یاب ہوں گے۔

پھر وہاں سے چل کر بخارا کے دروازہ پر پہنچے اس وقت بخارا کی بادشاہ ایک عورت ختک نام خاتون تھی۔ اس کا خاندان اس ملک کا بادشاہ تھا۔ جب وہ مر گیا تو یہ عورت اس کی جگہ حکومت کرنے لگی۔ سعید نے چاہا کہ لڑائی چھیڑ دے خاتون نے اس کے ارادے سے واقف ہو کر بخارا کے چند معزز آدمی بھیج کر سعید سے صلح کی درخواست کی۔ سعید نے تین لاکھ درہم لے کر اس شرط پر صلح منظور کر لی کہ ہمارے جانے کے واسطے سمرقند کا راستہ چھوڑ دے اور رہبر ساتھ کر دے۔ صلح ٹھہر گئی۔ اور سعید نے روسیہ وصول کر کے بخارا کے شاہوں کے بیس لڑکے اول میں لئے اور ختک خاتون نے بھی بہت سے تحفے پیش کئے اور رہنما ہمراہ کر دیئے۔ سعید وہاں سے سمرقند آیا۔ اس وقت وہاں سعد اور بر قس کے لوگوں کی جمعیت کثیر موجود تھی انہوں نے سعید سے جنگ کی اور سمرقند کے بادشاہ اشیدن اور سارک نے اپنی فوج کو سعید سے لڑنے کا حکم دیا۔ طرفین سے خوب خوب ملے ہوئے اور بڑی سخت لڑائی ہوئی۔ اسی اثناء میں سمرقند کا ایک بہادر زور رنگ کے گھوڑے پر سوار اپنی صف سے نکلا اور کلوے دیتا ہوا مرد مقابل کو طلب کرتا تھا۔ سعید کے لشکر میں سے کسی نے اس کے مقابلے پر نکلنا نہ چاہا سب اس سے ڈرتے تھے۔

مالک بن دعب نے پوچھا یہ شخص جو میدان میں نکلا ہے کیا کہتا ہے بتایا گیا کہ لڑنے والے کو طلب کرتا ہے۔ اس نے کہا کیا تم میں کوئی ایسا نہیں جو اس سے مقابلہ کے لئے جائے۔ لوگوں نے کہا اس سے سب ڈرتے ہیں اور کسی کو اس سے مقابلے کی جرات نہیں۔ مالک نے کہا یہ تو بڑے عیب کی بات ہے۔ اس کے دوستوں میں سے ایک آدمی بول اٹھا کیا تو اس سے لڑنا چاہتا ہے۔ مالک نے کہا ہاں۔ اور گھوڑے کو ایڑ لگا کر میدان میں نکلا اور معدی جوان پر حملہ کیا دنوں نیزے سے

لڑنے لگے۔ معدی نے ایک نیزہ مالک کو مارا جو زین کی بندش پر بیٹھا۔ زین کٹ کر گر گیا اور مالک بھی زمین پر آ رہا مگر اس نے فوراً جست کر کے معدی کو نیزہ مار کر گھوڑے سے گرا دیا اب معدی چاہتا تھا کہ اٹھ کھڑا ہوا مگر مالک نے دوڑ کر اسے گرا لیا اور زمین سے اٹھا کر سعید کے سامنے لا پٹھا۔

سعید اس نے بہادری کی تعریف کی اور کہا اس قیدی کا بچھی کو اختیار ہے جو چاہے کر۔ مالک نے اسے قتل نہ کیا بلکہ چار سو درہم کے عوض اس کی قوم کے ہاتھ فروخت کر دیا اور اس کا گھوڑا اور ہتھیار بھی آٹھ سو درہم کو بیچ ڈالے۔

سعید اور سمرقند کی فوجوں میں آج خوب جنگ ہوئی۔ یہاں تک کہ نماز مغرب کا وقت آ گیا۔ جب رات ہو گئی تو دونوں لشکر اپنے اپنے فرود گاہ پر چلے آئے۔ غرض اسی طرح روزانہ ایک ماہ تک جنگ ہوتی رہی۔ سعید کی فوج ہر روز غالب رہتی۔ سمندر قند کے بے شمار آدمی مارے گئے اور بہت سے قید ہو گئے۔ مالک بن وہب روزانہ مردانہ وار جنگ کرتا اور سعید اس کی شجاعت اور دلیری کو دیکھ کر بہت خوش ہوا مگر کوئی خلعت یا انعام نہ دیا۔ مالک اس سے دل برداشتہ ہوا، اس کی تمنا تھی کہ انعام و اکرام ملے جب کچھ نہ ملا تو اس مضمون کا قطعہ تصنیف کیا جس میں سعید کی شکایت شامل تھی۔ سعید نے اس قطعہ کو سن کر بھی کچھ توجہ نہ کی۔ اس کے بعد مالک نے سعید کی بیوی لکھی۔

اب سعید نے چاہا کہ اسے قتل کر دے مگر اس کے عزیزوں اور دوستوں کے سبب سے باز رہا۔ اور اسے بلا کر بڑھیا خلعت اور انعام دیا اور معذرت کی مالک نے قبول کر کے وہ خلعت اور انعام لے لیا۔ سعید اسی طرح سمرقند کے دروازے پر پڑا ہوا روزانہ جنگ کرتا رہا۔ انجام کار یہ دیکھ کر کہ سمرقند کو طاقت سے فتح نہیں کیا جاسکتا۔ اس نے صلح کر لی۔ شہزادوں نے بھی صلح کو غنیمت سمجھا اور پانچ لاکھ درہم دینے قبول کر لئے اور یہ شرط قرار پائی کہ شہر کے دروازے کھول دیئے جائیں اور سعید ایک دروازہ سے داخل ہو کر دوسرے دروازے سے نکل جائے۔ اہل شہر نے روپیہ دے دیا۔ سعید اقرار کے مطابق شہر کے ایک دروازہ سے داخل ہو کر دوسرے سے نکل گیا۔ سمرقند کے بادشاہ کے لئے بھی اسے تحفے دیئے۔ سعید نے سب منظور کر لئے۔ اور لشکر کو تنخواہ دے کر سفر کی درستی کر لی۔ پھر سمرقند سے بخارا آیا، کئی روز شہر۔ ملکہ بخارا نے کہا ہم نے اپنے وعدے پورے کر دیئے تو بھی اپنے قرار کو پورا کر اور جو بیس شہزادے جو اول میں لئے ہیں انہیں واپس کر دے۔ سعید نے شہزادوں کی واپس سے انکار کیا۔ اور وہاں سے روانہ ہو کر دریائے بلخ کو عبور کرتا ہوں قزوین آیا مالک بن وہب یہاں پہنچ کر سخت بیمار ہو گیا۔ اور جب اسے یقین ہو گیا کہ اس بیماری سے تندرستی نہ پا کر مر جائے گا تو ایک قصیدہ تصنیف کیا جو آج تک لوگوں کے زبان زد ہے اس کے دو شعر یہ ہیں:

لا لیست شعری هل ابین لیلته بوادی القضا اوجی القلاص المواجیا

الم تونی ابعث الفضالته لہدی واصبحت فی حبش بن عثمان ہادی

مالک نے مزہبی میں وفات پائی اور اسی جگہ اس کی قبر بنی جو حبرک اور لائق زیارت سمجھی جاتی ہے۔

سعید کے پاس ان علاقوں سے بے شمار دولت جمع ہو گئی پھر وہ وہاں سے لوٹ کر مدینہ آیا اور معاویہ کو خط لکھ کر خراسان کی حکومت سے استعفا دینا چاہا۔ معاویہ بھی سمجھ گیا کہ اس کے پاس بہت سی دولت جمع ہو گئی ہے۔ اب وہ تن آسانی چاہتا ہے اس کا استعفا قبول کر لیا سعید نے مدینہ میں سکونت اختیار کر کے جن شہزادوں کو بخارا سے لایا تھا انہیں اپنے باغ میں کھتی اور باغبانی پر لگا دیا۔ شہزادوں کو یہ امر بہت ناگوار گزرا کیونکہ وہ بھیتی اور معماروں کا کام کرنے والے نہ تھے۔ ایک دن جبکہ سعید دل بھلانے کے لئے باغ میں گیا ان شہزادوں نے پکڑ کر مار دیا۔ اور بھاگ کر مدینہ کے ایک پھاڑ میں جا چھے۔ انجام یہ ہوا کہ وہ شہزادے بھوک اور پیاس سے وہیں مر گئے۔

سعید کی ایک بیٹی تھی۔ اس نے اپنی ایک خوبصورت لونڈی کو پیش قیمت لباس اور زیور پہنا کر گھر سے نکالا اور منادی کر دی کہ جو شاعر میرے باپ کا مرثیہ میرے حسب پسند لکھے گا اسے یہ لونڈی زر و زیور سمیت جو اس کے جسم پر ہے اس کو مل جائے گی۔ مدینہ کے شاعر آئے اور مرثیے لکھے۔ مگر سعید کی بیٹی کو کسی کا مرثیہ پسند نہ آیا۔ یہاں تک کہ قبیلہ عبدالقیس کے ایک شخص نے آکر کہا میں تیرے باپ کا مرثیہ جیسا تو چاہتی ہے ویسا ہی تصنیف کروں گا۔ اس نے جواب دیا اگر واقعی تو ایسا ہی کہے گا تو لونڈی تجھے مل جائے گی۔ اس شخص نے جو دو بیتیں درج ہیں کہیں۔ سعید کی بیٹی کو پسند آئیں۔ کہا تو نے جیسا میں چاہتی تھی ویسا ہی مرثیہ لکھا۔ پھر لونڈی مع زر و زیور اس کے حوالہ کر دی۔ اشعار یہ ہیں:

باعین انزی سمعہ و ابکی الشہد ابن شہید
فلقد قتلت بعزۃ و جبت حنک من بعیر

سعید بن عثمان کے بعد فتح خراسان کا بیان

سعید بن عثمان کے مرنے کے بعد خراسان میں کوئی طاقتور حاکم نہ رہا۔ معاویہ نے زیاد بن ابیہ کو خط لکھا کہ خراسان کا انتظام اہتر ہے۔ کسی ایسے شخص کو جو وہاں کی حکومت کے لائق ہو بھیج دے۔ زیاد نے مضمون خط سے مطلع ہو کر ایک غلام کو حکم دیا کہ حکم بن بشر ثقفی کو بلا لا۔ غلام بھول کر حکم بن عمر غفاری کو لے آیا۔ زیاد نے اسے دیکھ کر اور یہ جان کر کہ غلام کو سو ہوا ہے ہنس کر کہا میں کچھ ارادہ کرتا ہوں اور اللہ تعالیٰ کو کچھ اور منظور ہے اور حکم بھی اللہ ہی کے لئے ہے کہا اے حکم تیاری کر لے میں نے خراسان کی حکومت تجھے دی اور تجھے اس لئے اس ملک پر حاکم مقرر کیا ہے کہ وہاں کا روپیہ وصول کرے۔ اور دشمنوں سے لڑے۔ حکم بن عمر بڑا صالح اور نیک بخت شخص تھا۔ وہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں بھی رہ چکا تھا۔ زیاد کی بات سن کر انکار کیا اور فرمان لے کر زیاد کے پاس سے باہر آیا۔ اور منادی کر دی کہ جس شخص کو جہاد کا شوق ہو تیاری کر کے میرے ہمراہ خراسان چلے۔ اس کے پاس بہت بڑی جمعیت فراہم ہو گئی۔ زیاد نے سب کو تحفہ اور رسد دی۔ اب حکم لشکر جزار کے ساتھ خراسان روانہ ہوا۔ مرو میں پہنچ کر قیام کیا۔ لشکر تھک چکا تھا۔ جب آرام کر چکے تو خراسان پر بڑھا اور بے شمار لوٹ کا مال اور روپیہ حاصل کیا اس کے بعد مرو کی طرف مراجعت کی اور زیاد بن ابیہ کو خط لکھا اور تمام فتوحات سے مطلع کیا۔ اور جس قدر روپیہ فراہم ہوا تھا اس سے بھی خبردار کیا۔ زیاد نے اس کا یہ خط معاویہ کے پاس بھیج دیا۔ اور دریافت کیا کہ حاصل شدہ مال کا کیا جائے گا۔

معاویہ نے زیاد کو لکھا کہ حکم بن عمر کو لکھ بھیج کہ بیت المال شام کو روانہ کر دے۔ اور جو باقی رہے اسے قاعدہ کے مطابق ہر ایک ضرورت پر خرچ کرے۔ جب زیاد کا جواب حکم کے پاس پہنچا اس نے کھڑے ہو کر خطبہ پڑھا اور اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا ذکر کر کے جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود بھیجا اور کہا اے لوگو معاویہ نے حکم دیا ہے کہ ہم نے جس قدر لوٹ کا مال چاندی اور سونا وغیرہ حاصل کیا ہے وہ شام کے بیت المال میں داخل کروں مگر میں نے جناب رسول خدا سے سنا ہے کہ اگر زمین و آسمان حلقہ بن کر کسی کی گردن میں آں پڑیں اور وہ شخص خدا سے ڈرتا ہو تو اللہ تعالیٰ اس شخص کو اس بلا اور مصیبت سے بچا کر خوش دل رکھے گا۔ پس جناب رسول خدا کے قول کو معاویہ اور زیاد کے حکم سے برتر سمجھتا ہوں۔ تم نے جنگ کی ہے اور لوٹ کا مال پایا ہے۔ اس مال میں سے پانچواں حصہ علیحدہ کر دو باقی سب تمہارا ہے۔ غرض اسی طریق پر وہ سارا مال مسلمانوں میں تقسیم کر دیا۔

اللهم انى قد قسمت بين المسلمين غنائبا هم بالسوية اللهم انى قد قسمت بنى امية و سمونى لار حمهم و اوحى منهم
(اے خدا میں نے مال غنیمت کو مساوی حصے سے تقسیم کر دیا ہے۔ اے خدا میں بنی امیہ سے ناراض ہوں اور وہ مجھ سے
بیزار ہیں۔ تو مجھے ان کے ہاتھوں سے بچا اور انہیں مجھ سے دور کر)

اس دعا کے بعد وہ ایک ہفتہ سے زیادہ زندہ نہ رہا۔ اور رحمت الہی کے شامل حال ہو گیا۔ زیادہ بن ابیہ نے یہ سن کر ایک
شخص غالب بن عبداللہ لیشی کو بلایا اور فرمان لکھ کر خراسان کی حکومت عطا کی یہ شخص بہت مشہور اور جناب رسول خدا
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت سعادت حاصل کئے ہوئے تھا۔ اور فتح مکہ کے دن آپ کا لشکر ہراول تھا۔ وہ حسب
الحکم خراسان کو روانہ ہو گیا اور مرو میں پہنچ کر اتنا عرصہ قیام کیا کہ اس کے لشکر نے آرام پایا۔ پھر علاقہ ملغارستان اور
اس کے مضافات کی طرف بڑھا۔ اور سب کو فتح کر کے بے حد دولت لوٹی۔ اس نے بھی مال غنیمت میں سے پانچواں حصہ
نکال کر زیاد کے پاس بھیج دیا۔ اور باقی اپنی فوج کے لوگوں میں تقسیم کر دیا۔ اسی اثناء میں غالب کے بست سے دشمن جمع ہو
کر اور لشکر لے کر اس کی طرف بڑھے۔ غالب نے زیاد کو اس حال سے مطلع کر کے مدد مانگی۔ اس نے ربیع بن زیاد جارثی
عبداللہ ابن ابی عقیل ثقفی کو جو حجاج بن یوسف کا چچا تھا بہت بڑی فوج دے کر بلور ملک روانہ کیا۔

جب یہ لشکر غالب کے لشکر سے جا ملا تو اس نے قوت پا کر خراسان کا دورہ کیا اور بست سے شرح کر کے بے شمار مال غنیمت
حاصل کیا جس میں سے پانچواں حصہ نکال کر زیاد کے پاس بھیج دیا اور باقی اپنی فوج میں تقسیم کر دیا۔ پھر خود شہر میں قیام کیا
اور فوج کو ادھر ادھر بھیج کر ملک کا مکمل بندوبست کیا۔

شیعیان علی ابن ابی طالب کے ساتھ

زیاد ابن ابیہ کا برتاؤ

اس زمانہ میں زیاد ابن ابیہ امیر المومنین کے دوستوں اور محبوں کا سخت دشمن تھا۔ جہاں کہیں پاتا انہیں قتل کرا دیتا۔ ان
کے ہاتھ پاؤں قطع کرا دیتا اور آنکھیں نکلا ڈالتا تھا۔ اسی طرح اس نے شیعیان علیؑ میں بست سے آدمی مار ڈالے تھے۔
معاویہ اس کے اس فعل کو سراہتا رہتا تھا۔ جو لوگ حضرت علیؑ کی دوستی میں مارے گئے انہیں میں سے حجر بن عدی کنڈی
اور عمر بن حق بھی تھے۔ جو جناب امیر المومنین کے بڑے نامور صحابی تھے۔ امیر المومنین حسنؑ متواتر ایسی خبریں سن کر
بست رنجیدہ اور غمگین ہوئے ہاتھ بلند کر کے بد دعا کی اور کہا اے خدا زیاد بن ابیہ کو پکڑ لے اور اس پر کسی بلا کو مسلط کر
اور اس کو سزا دے تو تمام امور پر قادر ہے۔ آپ کی دعا مستجاب ہوئی۔ زیاد بن ابیہ کے دائیں اگٹھے پر ایک درم کی برابر
ورم پیدا ہوا اور روزانہ بڑھتے بڑھتے تمام ہاتھ پر چھا گیا۔ زیاد اس کی درد کی شدت سے بست بے چین رہتا تھا۔ شیعوں کو
طلب کیا سب نے متفق علیہ کہا اس ہاتھ کو قطع کرا دینا چاہئے کہ باقی جسم متاثر نہ ہو۔ زیاد نے کہا مجھ میں ہاتھ کٹوانے کی
طاقت نہیں۔ غرض روز بروز مرض بڑھتا گیا اور وہ رات دن درد کی شدت سے مثل ماہی بے آب ترپتا اور واویلا اور آہ و
زاری کرتا تھا۔ اسی حال میں اس کی روح قفسِ عنصری سے پرواز کر گئی۔ اسے ٹوبہ مقام پر دفن کر دیا گیا۔ زیاد کے واصل
جنم ہونے کے بعد معاویہ نے یسرہ کی حکومت ثمرہ بن جنب قرظی کو دی۔ اس نے یسرہ پر چھ ماہ تک حکومت کی۔ اس کے
بعد معاویہ نے اسے معزول کر کے عبداللہ بن عمر بن غیلان ثقفی کو اس کی جگہ مقرر کیا۔ اور اسے بھی چھ ماہ بعد موقوف

کر کے خالد بن اسد بن عاص بن امیہ کو مقرر کیا۔ اسی اثناء میں عبید اللہ بن زیاد بنی امیہ نے معاویہ کے پاس حاضر ہو کر کہا اے امیر المومنین اگر تو مجھے عراق کی حکومت عطا کرے تو میں ایسا اچھا انتظام کروں کہ کوئی دوسرا نہ کر سکے۔ معاویہ نے کہا تیرا باپ پانچ برس تک عراق کا حاکم رہا اس نے تجھے کوئی خدمت کیوں نہیں دی۔ عبید اللہ نے کہا بخدا یہ کیا بات ہے اگر آپ کی بات لوگوں کے گوشزد ہوگی تو مجھے وہ عیب وار خیال کریں گے۔ معاویہ نے کہا میں عراق کا علاقہ دے کر وہاں کا قائم مقرر کروں گا اور تیرے باپ کی موت سے یہ کروں گا۔ مگر اس وقت مجھے خراسان کا فکر زیادہ لاحق ہے۔ تو پہلے خراسان جا کر وہاں کی مہموں سے مجھے مطمئن کر دے۔ پھر میں تجھے عراق کا علاقہ دے دوں گا۔ عبید اللہ نے کہا میں فرمانبردار ہوں۔ پس وہ معاویہ کا فرمان لے کر خراسان کی طرف روانہ ہوا اور جو جو مقامات اب تک فتح نہ ہوئے تھے انہیں بھی قبضہ میں لا کر اور دولت کثیر جمع کر کے پھر بخارا اور سمرقند کی طرف گیا اور وہاں سے بھی مال کثیر حاصل کیا اب اس کو یہ عظمت اور قدرت ہو گئی کہ خراسان کے شاہزادوں کو اپنا غلام بنا لیا اور اپنا نائب قرار دے کر انہیں لڑائیوں پر بھیجتا۔ انجام کار طریق بن قرقہ حنفی کو سلطنت خراسان پر اپنا نائب مقرر کر کے خود معاویہ کے پاس آیا اور طرح طرح کے سامان غنیمت اور بیش قیمت چیزیں اور زر کثیر پیش کیا۔ معاویہ نے اس کی بڑی تعریفیں کیں اور بصرہ کی حکومت دے کر اسے باپ کا جانشین بنا دیا۔ عبید اللہ اپنے باپ کے ڈھنگ پر حکومت کرنے لگا اور خراسان کا انتظام بھی مکمل ہو گیا۔ سالانہ خراج معاویہ کے پاس پہنچتا رہا یہاں تک کہ وہ وفات پا کر اپنی جزا کو پہنچا۔

شہادت امام حسن علیہ السلام

لقد اور معتبر راویوں سے سنا گیا ہے کہ جس وقت معاویہ نے مصمم ار کر لیا کہ اپنے بیٹے کو اپنا ولی عہد مقرر کرے تو اس نے خیال کیا کہ امام حسنؑ کی زندگی میں یہ بات وقوع میں نہ آسکے گی۔ کیونکہ شرائط صلح میں ایک یہ بھی تھی کہ معاویہ وفات کے وقت خلافت کے معاملہ کو مشورے پر چھوڑ جائے اس لئے اس نے ہمہ تن کوشش کی اس مسئلہ نشین امامت کو دنیا سے رخصت کر دے۔ مروان بن حکم کو جسے رسول خداؐ نے شہید کر دیا تھا مدینہ بھیج کر ایک رومال زہر آلود دیا اور کہا جس طرح ہو سکے جعدہ بنت اشعث بن قیس کو جو حسنؑ کی بیوی ہے فریب دے کر راضی کر کہ مباشرت کے بعد اس رومال سے حضرت کا جسم صاف کرے۔ اور میری جانب سے اس سے وعدہ کر لے کہ جس وقت تو یہ کام کر چکے گی اور حضرت امام حسنؑ کی شہادت ہو جائے گی تو میں اسے پچاس ہزار دینار دوں گا اور اپنے بیٹے یزید سے اس کا نکاح کروں گا۔ مروان نے معاویہ کے حکم کے مطابق مدینہ بھیج کر طرح طرح کے جملوں اور فریبوں سے جعدہ کو راضی کر لیا کہ معاویہ کے حسب منشا عمل کرے۔ اس نے ایسا ہی کیا۔ زہر نے حضرت امام حسنؑ کے جسم میں اثر کیا اور آپ نے عالم جاودانی کی طرف رحلت فرمائی اور جعدہ نے مال کے لالچ اور گمراہوں کے سرگروہ کے وصال کی آرزو میں یہ نامزاح حرکت کی۔ عمر ابن اسحاق کی روایت ہے کہ جس وقت امام عالی مقام کے بدن میں زہر نے اثر کیا اور وہ صاحب فراش ہو گئے تو میں اور میرا دوست آپ کی عیادت کے لئے گئے۔ قریب پہنچ کر ہم نے سلام کیا اور بیٹھ گئے۔ ہم نے سنا کہ ایک شخص سے فرما رہے تھے کہ جو کچھ پوچھنا ہے مجھ سے پوچھ لو۔ اس نے جواب دیا کہ اے امیر المومنین جب تک آپ کو اللہ تعالیٰ شفا بخشے گا میں کچھ نہ پوچھوں گا۔ آپ نے پھر بھی فرمایا کہ اس سے پوچھ کر مجھ سے پوچھنے کا موقع نہ رہے مجھ سے پوچھ لے۔ اس نے پھر وہ جواب دیا۔ جناب امام حسنؑ نے فرمایا۔ مجھے کئی دفعہ زہر دیا گیا ہے۔ مگر اب کی دفعہ کچھ اور ہی حالت ہے۔

دوسرے دن جب میں آپ کی خدمت میں گیا تو دیکھا تو حضرت امام حسین آپ کے سرہانے بیٹھے ہوئے دریافت کر رہے ہیں کہ اے بھائی آپ کو کس نے زہر دیا ہے۔ کس شخص کی نسبت آپ کا گمان ہے۔ فرمایا تم سے کہہ دوں گا تو تم اسے قتل کر ڈالو گے۔ امام حسین نے عرض کیا ضرور بالضرور۔ پھر امام مسوم نے فرمایا۔ اگر میں اس زہر سے شہید ہو جاؤں گا تو اس کی بد بختی اور گمراہی کا درجہ بہت ترقی پذیر ہو گا۔ اور آپ نے جانا کہ وفات کا وقت قریب ہے۔ امام حسین کو وصیت فرما کر امامت کا مرتبہ حوالہ کیا اور کہا مجھے بعد وفات رسول خدا کے پاس دفن کر دینا اور اگر اس امر میں خونریزی کا اندیشہ ہو تو شیعہ میں دفن کر دینا۔

غرض جناب امام حسن علیہ السلام کی روح اقدس جو رحمت الہی میں چلی گئی۔ تو غسل اور کفن کے بعد آپ کا جنازہ اٹھایا گیا۔ اور حضرت رسول کے روضہ اقدس کی طرف لے چلے تاکہ اپنے بھائی کو عالی مرتبہ نانا کے پہلو میں دفن کریں۔ سعید ابن عاص مدینہ کے حاکم نے عائشہ کے پاس پہنچ کر اطلاع کی جنازہ کو وہاں دفن نہ ہونے دے۔ ام المومنین عائشہ صدیقہ اونٹ پر سوار ہو کر اور کسی قدر عثمانی گروہ کے آدمیوں کو ساتھ لے کر روکنے میں مشغول ہوئیں۔ شیعوں میں سے بھی بعض نے لاکارا کہ اے عائشہ ایک دن تو اونٹ پر سوار ہو کر لڑنے کو نکلی تھیں اور آج اونٹ پر بیٹھ کر پیغمبر خدا کے نواسہ کو روکتی اور اسے اپنا نانا کے پہلو میں دفن نہیں ہونے دیتی ہو۔ اس وقت آدمیوں کے دو گروہ ہو گئے۔ کچھ عائشہ کے طرفدار بن گئے۔ قریب تھا کہ تلوار چل جائے۔ جناب امام حسین نے حسب وصیت اپنے بزرگ و برتر بھائی کا جنازہ اپنی داوی فاطمہ بنت اسد بنی ہاشم کے پاس دفن کر دیا۔ معاویہ نے جناب امیر المومنین امام حسن کی وفات کی خبر سن کر اپنے وعدہ کے مطابق رقم جمعہ کے پاس بھیج دی۔ مگر یزید کا نکاح اس ملعونہ سے نہ کیا۔

علیہ کی اولاد میں سے ایک شخص نے اسے اپنے نکاح میں لے لیا۔ جس سے کئی اولادیں پیدا ہوئیں۔ اور جب کبھی ان میں اور قریشیوں میں کما سنی ہوتی تو وہ انہیں مستہ الا زواج کہہ کر طعنہ دیتے یعنی دو خصم والی کے بیٹے۔ ایک دن عبداللہ ابن عباس معاویہ کی محفل میں موجود تھا۔ معاویہ نے طنزاً کہا اے عبداللہ تو نے سنا کہ حسن بن علی نے سلطنت پر مرگ کو ترجیح دی اور عالم آخرت کو سدھارا۔ عبداللہ نے جواب دیا اے معاویہ تیرے لئے عاقبت میں جو کڑھا کھودا گیا ہے وہ حضرت امام حسن کی وفات سے بند نہیں ہو گیا اور تو اس دنیا میں ہمیشہ مسند حکومت پر قائم نہیں رہے گا۔ ہم اہل بیت مصطفیٰ اس سے بھی زیادہ مصیبتوں میں مبتلا رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان تکالیف سے راحت پہنچائے۔ پھر ابن عباس وہاں سے اٹھ کر باہر چلا آیا۔ معاویہ اس کی برجستہ حاضر جوابی سے بہت متعجب ہوا اور کہا۔ میں نے اپنی تمام عمر میں عبداللہ ابن عباس سے زیادہ عقلمند اور حاضر جواب کوئی دوسرا نہیں پایا۔ جب امیر المومنین حسن کی شہادت کی خبریں ہر طرف پھیل گئیں اور عمرو عاص نے بھی سن لیا تو معاویہ کے پاس آ کر کہا۔ امیر المومنین حسن ابن علی نے انتقال کیا۔ اب میدان خالی رہ گیا ہے۔ خلافت بغیر کسی بھگڑے کے تیرے اور تیرے فرزندوں کے لئے رہ گئی ہے۔ اب مصلحت یہ ہے کہ اپنے کنبہ میں سے جس سے لوگ رضامند ہوں۔ ولی عہد بنا تاکہ تیرے بعد وہ حکومت کرے اور لوگ اس کی فرمانبرداری کریں اور خلافت تیرے خاندان میں باقی رہے۔

معاویہ نے کہا تیری رائے بہت درست ہے میں اس معاملہ میں غور کروں گا اور ایسے شخص کو ولی عہد قرار دوں گا جو ان عظیم الشان ذمہ داریوں سے عمدہ برآ ہو سکے۔ اور جس میں اللہ تعالیٰ کی مرضی شامل ہو!

اس کے بعد معاویہ نے اپنے عاملوں اور جملہ سرداروں کو تحریری اطلاع بھیجی کہ میں یزید کو اپنا ولی عہد قرار دینا چاہتا ہوں۔ جب یہ خبر ہر طرف پھیل گئی تو مروان بن حکم سعید بن عاص اور عبداللہ عامر نے معاویہ کو جواب میں لکھا کہ اس کام میں

تامل کرنا چاہئے۔ اس قدر جلدی نہ کر۔ پہلے اہل مدینہ سے اس امر میں مشورہ لے لینا چاہئے۔ معاویہ نے ان کی رائے کے مطابق توقف کیا اور یزید نے اس سال مکہ کی زیارت کے لئے آکر اپنی شرت و ناموری کی غرض سے بہت روپیہ خرچ کیا۔ اور لوگوں کو اپنا گرویدہ بنا لیا۔ جا بجا اس کی مروت اور بخشش کا چرچا ہونے لگا خاص و عام یہ سن کر کہ معاویہ یزید کو اپنا ولی عہد قرار دے گا طرح طرح کے نتیجے نکالنے لگے۔ اور بعض آدمی یزید کے خوف سے چپ رہے۔

معاویہ نے ہر شخص کو اس کے عہدہ اور مرتبہ کے لائق انعام و اکرام دے کر اور خدمات سپرد کر کے لوگوں کو ترغیب دلائی کہ وہ یزید کی بیعت پر رضامند ہو جائیں۔ حاسدوں سے مدارات سے پیش آیا اور اکثر بڑے بڑے سرداروں اور مشہور لوگوں کو بھی اپنی طرف کر لیا۔ پھر آدمی بھیج کر عبداللہ بن یزید کو بلایا اور اس امر میں مشورہ کیا۔ عبداللہ نے کہا کیا تیرا خیر خواہ وہی ہے جو تجھ سے حق بات کہے اس امر میں تجھے بہت کچھ سوچ لینا چاہئے۔ کیونکہ اگر تو اسے ولی عہد مقرر کرے گا تو ایسا نہ ہو کہ شرمندگی اٹھانی پڑے اور مجھے اس معاملہ میں غور کرنے کی ضرورت نہیں اور نہ میں اس گفتگو کو علانیہ بیان کروں گا۔ اپنا خیال تمنا کی میں ظاہر کروں گا۔

معاویہ اس کی بات سن کر ہنسا اور بولا اے نتیجے تو نے مجھے بڑھاپے میں شجاعت کا سبق دیا تو نے بہت جسارت کی کہ اپنے بھائی یزید کی نسبت یہ بات سوچی۔ پھر معاویہ نے آدمی بھیج کر انصف بن قیس کو طلب کیا۔ یزید کے معاملہ میں اس سے مشورہ کیا۔ انصف نے کہا اگر سچ کہتا ہوں تو تجھ سے ڈرتا اور جھوٹ بولتا ہوں۔ میں خوف خدا رکھتا ہوں مجھ سے باز آ اور اس معاملہ میں مجھ سے کچھ نہ پوچھ۔ یہ معاملہ یونہی سات سال تک زیر غور ہی پڑا رہا۔ مگر معاویہ سات سال تک برابر لوگوں کو یزید کی بیعت پر رضامند کرتا رہا۔ ۵۵ھ میں تمام شہروں کے امراء اور رؤسا کو طلب کیا کہ کوفہ و بصرہ اور مصر کے بڑے بڑے سرداروں اور مدینہ کے بھی بعض نامور اشخاص جمع ہوئے۔ اور تمام اراکین اور عمدیداران ہر دیا ر و احصار معاویہ کے پاس حاضر ہوئے۔ معاویہ نے ان سب سے یزید کی نسبت مشورہ کیا۔

مدینہ کے ایک شخص محمد بن عمر بن حزم نے کھڑے ہو کر کہا اے امیر بخشش و مروت و مالدار اور نیک نسب ہونے میں کوئی شخص یزید کی برابری نہیں کر سکتا۔ اور تو نے اس کام کے لئے اسے کافی تعلیم و تربیت دی ہے۔ وہ اس عہدہ کے لائق ہے مگر مناسب یہ ہے کہ تو اس امر میں اور بھی زیادہ غور و فکر کرے کہ کس شخص کو جناب رسول خدا کی امت کا سردار مقرر کرنا چاہئے۔ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ والیاں ملک سے پوچھے گا کہ رجحیت کے مال کو کس طرح خرچ کیا۔ معاویہ نے یہ بات سن کر ایک ٹھنڈی آہ بھری اور کہا اے عمر کے بیٹے تو بڑا خیر خواہ ہے اور جو بات تو نے کہی عقل و دانائی کی بات ہے لیکن اصل بات یہ ہے کہ حضرت محمد مصطفیٰ کے دوستوں کی اولادوں میں میرے بیٹے کے سوا اور بہت سے آدمی ہیں۔ مگر اپنے بیٹے کو دوسروں کے بیٹوں کی نسبت زیادہ عزیز رکھتا ہوں۔ تمام آدمی معاویہ کی یہ بات سن کر چپ ہو رہے اور اپنے اپنے گھر چلے گئے۔

دوسرے دن معاویہ نے شہاک بن قیس کو جو شہر شام کا کووال تھا طلب کیا اور کہا میں آج ان مشہور اور نامور لوگوں کو جو اطراف و جوانب سے آئے ہوئے ہیں طلب کروں گا۔ یزید کے بارے میں جو کچھ کرنا چاہتا ہوں وہ کہوں گا۔ جب سب جمع ہو جائیں اور تو مجھے خاموش دیکھے تو مجھے بولنے پر اکسانا اور یزید کے ولی عہد قرار دینے کی نسبت مجھے تحریص و ترغیب دلانا خود بھی اس امر میں کچھ اچھی باتیں کہنا۔ اس نے جواب دیا فرمان بجا لاؤں گا۔

جب تمام امیر اور سردار جمع ہو گئے تو معاویہ نے تقریر شروع کی۔ پہلے حمد باری تعالیٰ بیان کی پھر اس کی بے پایاں نعمتوں اور بخششوں کا تذکرہ کیا۔ اس کے بعد حضرت رسول خدا پر درود بھیجا اس کے بعد آیت اطعوا اللہ و اطعوا الرسول و

اولی الامر منکم کے متعلق چند باتیں بیان کر کے یزید کا ذکر چھیڑا۔ اس کی فضیلت و شجاعت اور علم کا ذکر کیا۔ اب ضحاک نے موقع پا کر کھڑے ہو کر معاویہ سے کہا اے امیر المومنین جب آپ کی تقریر نچوڑ تک آچکی ہے تو رکنا نہ چاہئے کیونکہ دنیا کی کسی بات کو ثبات نہیں اور انسان کا انجام موت ہے۔ نیز بدگمان خدا کے واسطے کسی والی کا ہونا نہایت ضروری امر ہے۔ کہ وہ تیرے بعد امور مملکت کو انجام دے گا۔ تجھے اپنا کوئی ولی عہد مقرر کرنا لازم ہے جو سلطنت اور رعایا کا انتظام قائم رکھے اور جس قدر معلومات ہیں آج یزید علم و شجاعت اور حسن سیرت و سخاوت میں تمام آدمیوں سے بڑھا ہوا ہے۔ اسے اپنا ولی عہد قرار دے اور حکم دے کہ ہم اس کی فرمانبرداری اور اطاعت و خدمت گزاری اختیار کریں۔ تاکہ تیرے بعد دنیا کے لوگ راحت پائیں۔ تنگیوں اور مصیبتوں کے زمانہ میں اس کے زیر سایہ پناہ گزین ہوں۔ مظالم کے وقت اس سے انصاف طلب کر سکیں اور اس کے بددبہ کے سبب نیک بخت لوگ امن میں راستے بے خطر طے کریں۔ اور فساد کرنے والے مغلوب رہیں۔ ضحاک اتنا کہہ کر خاموش ہو گیا۔

پھر سعید بن عاص نے کہا اے امیر مومنان معاویہ یزید ایسا دولت مند ہے جس کی ذات سے امیدیں ہیں اور وہ ایسا سردار ہے جس کی بدولت امن قائم رہ سکتا ہے۔ وہ سخاوت اور شجاعت میں نام پائے ہوئے ہے۔ اور عدل و حکومت میں مشہور ہے۔ اگر تو اس سے انصاف کی خواہش کرے گا تو انصاف پائے گا اور کسی خوف و خطر کے وقت پناہ طلب کرے گا تو حفاظت میں رہے گا۔ اے امیر تیرا فرزند خلافت کا سزاوار ہے۔ معاویہ نے کہا بیٹھ جا مرنے سے بہت اچھا مشورہ کیا۔ اور کوئی وثیقہ باقی نہیں چھوڑا۔ جو کچھ کہا بہت ٹھیک ہے۔ اس کے بعد یزید بن مثنیٰ کنذی نے یزید کی طرف اشارہ کر کے کہا اے امیر المومنین ولی عہد یہ شخص ہے۔ پھر تلوار کی طرف نظر ڈال کر کہا اگر کوئی اس امر سے راضی نہ ہو گا تو اس کے واسطے یہ موجود ہے۔ معاویہ نے کہا بیٹھ جا۔ تو نے بھی بہت اچھا ادا کیا۔ اس کے بعد حصین بن نمیر نے کہا۔ اے امیر اگر یزید کو تو ولی عہد مقرر کئے بغیر دنیا سے اٹھ گیا تو خدا کی قسم امت محمدی برباد ہو جائے گی۔

اب معاویہ نے انحن بن قیس کی طرف متوجہ ہو کر کہا اے ابا بحر تو کیوں کچھ نہیں بولتا۔ اس نے جواب دیا۔ تو یزید کے معاملہ میں آمد و خرچ اور اس کے دیگر حالات کو ہم سے زیادہ اچھی طرح جانتا ہے۔ اگر تو جانتا ہے کہ خلافت کے کام ایسے طریق سے انجام دے سکتا ہے جس سے خدا بھی خوش ہو اور امت محمدیہ بھی آسودگی سے بسر کرے۔ پھر اس کی نسبت کسی سے مشورہ کی کیا ضرورت ہے۔ اس کو خلیفہ بناوے۔ اور اگر تجھے یہ بات اس میں نظر نہ آتی ہو تو مملکت اس کے حوالہ نہ کر اور آخرت کا عذاب اپنے سر پر نہ لے۔ اور بھگم کو اطاعت اور فرمانبرداری کے سوا اور کچھ کام نہیں ہے۔ معاویہ نے کہا اے ابا بحر تو نے سچ کہا اللہ تجھے نیک بدلا دے۔

اس کے بعد تمام حاضرین نے یزید کی خلافت کو قبول کر لیا اور چلے گئے۔ معاویہ نے خط لکھ کر مروان کو مدینہ روانہ کیا اور یزید کی بیعت کا تذکرہ کیا۔ مضمون یہ تھا:

”واضح ہو کہ مصر کے بزرگوں اور شام و عراق کے نامور لوگوں اور جزیرہ کے رئیسوں نے میرے پاس حاضر ہو کر میرے بیٹے یزید کی خلافت کے واسطے بیعت کر لی ہے اور میں نے اسے اپنا ولی عہد مقرر کر دیا ہے۔ میرے فرمان سے مطلع ہو کر اہل مدینہ سے یزید کی خلافت کے لئے بیعت لے لے۔ والسلام!“

مروان نے یہ خط پڑھ کر آدمی بھیجا اور مدینہ کے نامور اشخاص کو طلب کر کے منبر پر چڑھا۔ تقریر شروع کی۔ اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کے بعد جناب رسول خدا پر درود بھیجا اور کہا اے لوگو! امیر المومنین پر اب بڑھاپا اچھی طرح چھا گیا ہے۔ اس نے خلافت کے باب میں ایک اچھی تدبیر سوچی ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کی رضامندی اور امت محمدی کی درستی کا سبب ہوگی۔ اور ہمیں

اس کی اطاعت و فرمانبرداری لازم ہے۔ لوگوں نے کہا بات کر اس نے کیا بات سوچی ہے۔ اس نے جواب دیا کہ وہ اپنے بیٹے یزید کو اپنا ولی عہد مقرر کرنا چاہتا ہے۔ تمام لوگ یزید کا نام سنتے ہی خاموش رہ گئے۔ عبدالرحمن بن ابی بکر نے کہا تو جھوٹ بولا ہے۔ اور وہ شخص بھی جھوٹا ہے۔ جس نے تجھے ایسے کلمات کہنے کی جرات دلائی ہے۔ خدا کی قسم یزید کے افعال ایسے نہیں اور جن پسندیدہ خصلتوں کا تو نے ذکر کیا وہ اس میں موجود نہیں ہیں۔ ہم ہرگز اس کی خلافت کو منظور نہ کریں گے۔ مروان غصہ میں بھر گیا اور کہا یہ جو شخص بول رہا ہے ایسا بزرگ شخص ہے جس کے حق میں اللہ نے آیہ والذی قال لوالدہ لکما نازل فرمائی ہے۔ عبدالرحمن کو بھی غصہ آگیا اور کہا اب تو اس لائق ہو گیا کہ میری نسبت قرآنی احکام کو مطابقت دینے لگا۔ اے دشمن خدا تو وہ دشمن ہے جس کے باپ کو اور خود تجھے بھی جناب رسولؐ نے شہر سے نکالا تھا۔

اس نے اٹھ کر اس کا پاؤں پکڑ لیا اور کہا اے دشمن خدا تو منبر سے اتر تو اس پر بیٹھنے اور تقریر کرنے کے لائق نہیں ہے۔ عبدالرحمن نے یہ کہہ کر اسے منبر سے گھسیٹ لیا۔ بنی امیہ کے جو لوگ وہاں موجود تھے بگڑے اور چاہا کہ عبدالرحمن کو مار ڈالیں۔ عائشہ صدیقہ کو بھی خبر ہو گئی۔ حجرے سے ایک بڑی سے چادر اوڑھے ہوئے نکلی اور قریش خاندان کی کچھ عورتوں کو ہمراہ لے کر مسجد میں آئی۔ مروان اسے دیکھ کر ڈر گیا۔ اور قریب پہنچ کر کہا اے مادر مومنوں میں تجھے قسم دلاتا ہوں کہ جو کچھ تو کئے سچ کتنا اس نے کہا میں حق بات ہی کہوں گی۔ اور گواہی دیتی ہوں کہ رسول خدا نے تجھ پر اور تیرے باپ پر لعنت کی ہے۔ اور تو مخروج اور مخروج کی اولاد ہے۔ تجھے یہ حق نہیں کہ تو میرے بھائیوں کے ساتھ اس طرح پیش آئے۔ مروان چپ ہو رہا۔ اور کچھ جواب نہ پا کر عائشہ بھی خاموش چلی گئی۔ اب مروان نے معاویہ کے نام خط ارسال کر کے تمام حالات سے اطلاع دی۔ معاویہ نے مضمون خط معلوم کر کے مصاصین سے کہا مروان عبدالرحمن کی بہت شکایت لکھتا ہے۔ مگر عبدالرحمن بہت بوڑھا اور نحیف ہے۔ اس نے جو کچھ کہا ہے اپنی طرف سے نہ کہا ہو گا بلکہ کسی دوسرے کے کہنے پر اس طرح پیش آیا ہو گا۔ لازم ہے کہ میں اسے نہ ستاؤں کیونکہ وہ بڑا بزرگ اور بزرگ زادہ ہے۔ پھر خط کے جواب میں کچھ نہ لکھا۔ اور حج کا قصد کر کے اس طرف روانہ ہوا۔ مدینہ کے قریب آیا تو شہر کے رئیس اور نامور اشخاص پیشوائی کے لئے شہر سے باہر آئے۔ امیر المومنین حسینؑ عبدالرحمن بن ابی بکر اور عبداللہ بن زبیر نے رسم استقبال ادا کی۔ معاویہ نے ان کی طرف دیکھ کر تیوری چڑھائی اور کہا میں تمہارے حسد اور دشمنی کو خوب جانتا ہوں۔ جناب امیر المومنین حسینؑ نے کہا اے معاویہ ہوش میں آہم اس کلمہ کے شایان نہیں۔ معاویہ نے جواب دیا تم اس کلمہ کے لائق ہو بلکہ اس سے بھی زیادہ برے کلمے کے سزاوار ہو۔ اور زیادہ سختی سے کہا جو کچھ تم چاہتے ہو اللہ تعالیٰ اس کے خلاف چاہتا ہے۔ انجام کار ایسا ہی ہوا۔ جب اللہ تعالیٰ کو منظور تھا اور تمہارا چاہا ہوا کام نہ ہوا۔

اب معاویہ نے مدینہ میں قیام کیا اور عوام اس کے سلام کے لئے حاضر ہونے لگے۔ ابن زبیر عبدالرحمن اور امام حسین علیہ السلام بھی گئے۔ وہاں پہنچ کر اجازت طلب کی۔ معاویہ نے انہیں اندر آنے کی اجازت نہ دی۔

وہ ناراض ہو کر چلے آئے اور مدینہ سے نکل کر مکہ کا راستہ لیا۔ اس کے بعد معاویہ نے مسجد میں منبر پر بیٹھ کر خطبہ پڑھا۔ حمد الہی کے بعد جب منبر پر درود بھیج کر اپنے بیٹے یزید کا ذکر چھیڑا اور کہا میں نہیں جانتا کہ آج کون سا شخص قریش میں ایسا موجود ہے جو میرے بیٹے سے خلافت کا زیادہ مستحق ہے۔ اور جو جو فضیلتیں اس میں ہیں وہ کسی میں نہیں۔ میں دیکھتا ہوں کہ کچھ آدمی اسے پسند نہیں کرتے اور اسے وہ عیب لگاتے ہیں جو اس میں موجود نہیں ہیں۔ وہ لوگ ان باتوں سے باز نہیں آئیں گے۔ تاؤ تکیہ ان پر میری طرف سے کوئی ایسی بلا نازل نہ ہوگی جو انہیں سچ و بنیاد سے برباد کر دے۔ تم اپنے

کاموں سے غرض رکھو۔ دخل در محقولات نہ کرو ورنہ جو کچھ افتادہ پڑنے کی وہ تمہارے افعال کی وجہ سے ہوگی۔ اس کے بعد جناب امیرالمومنین حسینؑ عبدالرحمن بن ابی بکر، عبداللہ ابن زبیر اور عبداللہ ابن عمر کا نام لے کر کہا اگر ان چار اشخاص نے اپنی بہتری دیکھ کر یزید کی خلافت کو مان لیا تو بہتر ہے ورنہ میں ان کے ساتھ وہی سلوک کروں گا جو کرنا چاہئے۔ اسی قسم کی باتیں کہیں اور منبر سے اتر کر قیام گاہ کا راستہ لیا۔ عائشہ نے بھی معاویہ کی باتیں سن لیں۔ معاویہ کے پاس آ کر کہا۔ اے معاویہ تو نے میرے بھائی محمد کو قتل کیا اور آگ میں جلا دیا۔ اور اچھا نہ کیا۔ اور آج مدینہ میں آ کر میرے دوسرے بھائی عبدالرحمن کو ستانا چاہتا ہے۔ اور سخت باتیں کہتا ہے اور جناب رسول خداؐ کے بعض ساتھیوں فرزندوں کو مائید و تنبیہ کرتا ہے کیا تو اس بات سے واقف نہیں کہ تو طلقاء ہے اور طلقاء کے لئے خلافت جائز نہیں ہے۔ تیرا باپ احزاب میں سے تھا مجھے بتا کہ تو نے اپنے آپ کو کیا سمجھا ہے۔ اور کس شخص نے تجھے مجھ سے بے خوف کر دیا ہے۔ اگر میں حکم دے دوں تو اسی وقت تجھے گرفتار کر لیں۔ اور میرے بھائی کے بدلے مارا جائے کہ مجھے اس فعل سے کون روک سکتا ہے۔

معاویہ نے جواب دیا۔ اے مادر مومنات خاموش رہ میں نے تیرے بھائی محمد کو نہیں مارا۔ ہاں وہ علی ابن ابی طالبؑ کی طرف سے والی مصر تھا۔ میں نے عمر عاص اور معاویہ بن خدیج کو وہاں بھیجا۔ تیرے بھائی نے مقابلہ کیا اور انہوں نے اسے مار دیا۔ میں نے نہ اس بات کا حکم دیا تھا نہ ایسے فعل سے خوش تھا۔ اور میری نسبت تیرا یہ کہا کہ تجھے قتل کرا دوں۔ میں جناب رسول خداؐ کے شرم میں ہوں۔ عائشہ نے کہا بے شک جیسا تو نے بیان کیا ہے۔ مگر مجھ سے لوگوں نے کہا ہے کہ تو نے میرے اور حسین بن علی علیہ السلام، عبداللہ بن عمر، زبیر کے بیٹے اور میرے بھتیجے عبداللہ کو تنبیہ کی ہے۔ تیری اور تجھ جیسوں کی یہ مجال نہیں کہ ان چار بزرگ زادوں کو تنبیہ کرے۔ معاویہ نے کہا یہ لوگ تو مجھے آنکھوں سے زیادہ عزیز ہے۔ اگر ان میں سے کسی کو کوئی شخص مار ڈالے تو میں قاتل کو روئے زمین پر زندہ نہ رہنے دوں۔ مگر میں نے اپنے بیٹے یزید کو ولی عہد مقرر کیا ہے اور اکثر معزز و ممتاز اشخاص نے اس کی بیعت کر لی ہے۔ اور اے خلیفہ مان لیا ہے لیکن یہ چاروں اشخاص منظور نہیں کرتے تو کیا تو اس امر کو اچھا سمجھتی ہے کہ میں نے جو یزید کی بیعت لی ہے۔ اس سے دستبردار ہو جاؤں۔

عائشہ نے کہا میں اسے اچھا نہیں سمجھتی اور نہ یہ چاہتی ہوں کہ تو نے جس امر کو کر لیا ہے اس سے پھر جائے مگر ان چاروں اشخاص کی دلجوئی کر کہ وہ تیری مخالفت نہ کریں اور اس معاملہ میں تیری رضامندی کا خیال رکھیں۔ ہرگز ان کے ساتھ بدسلوکی نہ کرنا اور کوئی ایسا حکم نہ دینا کہ جس میں کوئی برائی شامل ہو۔ اور مجھے اس کے تدارک کے لئے اٹھنا اور تجھے صدمہ پہنچانا پڑے۔ خدا سے ڈر اس مکار دنیا سے گزرنے اور قبر میں جانے کا خیال کر اور وہ کام کر جس سے شرمندہ نہ ہوتا پڑے۔

معاویہ نے کہا میں ایسا ہی فعل کروں گا اور تیری ہدایت کے مطابق چلوں گا۔ اور جو کچھ تو کہتی ہے اس میں میں بھلائی اور بہتری شامل ہے۔ اب عائشہ واپس چلی آئی اور معاویہ نے حسین ابن علیؑ عبدالرحمن بن ابی بکر، عبداللہ ابن عمر اور عبداللہ ابن زبیر کو بلوایا۔ معلوم ہوا کہ وہ مکہ کی طرف چلے گئے ہیں۔ معاویہ اس خبر کو سن کر فکر مند ہوا۔ تھوڑی دیر سوچ کر آدمی روانہ کیا کہ عبداللہ ابن عباس کو بلا لائے۔ جب عبداللہ آیا معاویہ نے بڑی خاطر تواضع اور عزت افزائی کی اور کہا میں ہر امر میں نبی ہاشم کا شریک حال ہوں۔ کیونکہ ہم سب عبدمناف کی اولاد ہیں۔ ایک ہی ماں کا دودھ پیا ہے اور ایک ہی جگہ پرورش پائی ہے۔ اور ہمیشہ ایک دوسرے کے ساتھ رہے ہیں۔ الفت و محبت سے بسر کی ہے۔ اور اب چند روز

سے جو مخالفت اور عداوت واقع ہو گئی ہے اس کا سبب ہوس سلطنت تھی۔ اب سے پیشتر یہ اقتدار بنی حنیم اور عدی کے قبیلہ کو حاصل تھا۔ تم اس سے رضامند تھے۔ اور کبھی مخالفت نہ کی اور جب میں نے مخالف بن کر جنگ و جدل کے بعد اللہ کی مدد اور فضل سے اس امر کا خوب انتظام کر لیا جیسا کہ تم کو معلوم ہے میں نے تمہارے حق میں کچھ کمی نہ کی۔ درجے اور مرتبے بڑھائے۔ تمہیں بڑے بڑے انعام اور اکرام عطا کئے مگر جہاں تک میں دیکھتا ہوں تم دوستی اور موافقت کی کوئی بات نہیں کرتے۔ بلکہ طرح طرح کی دشمنی اور مخالفت کے آثار تمہاری طرف سے دیکھنے میں آتے ہیں۔ خصوصاً حسین ابن علیؑ کی باتیں جو میرے کانوں تک پہنچائی جاتی ہیں اگر وہ ایسا ہی کہتا ہے تو مناسب ہے کہ تم ان لڑائیوں کو یاد کرو جو علی ابن ابی طالبؑ نے مع مہاجر و انصار میرے مقابلے پر کی ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کی ان بخششوں اور برکتوں کو دیکھو جو میرے حال پر مہذول ہیں۔ اس قسم کی باتوں اور حرکتوں سے باز آؤ اور یہ خیال بھلا دو کہ تم میں سے کوئی تنفس علیؑ اور حسنؑ کے درجہ کو پہنچے گا۔ ناممکن بات کی فکر عبث ہے۔ معاویہ یہ باتیں کر رہی رہا تھا کہ عبداللہ ابن عباس نے اس کی بات قطع کر کے کہا۔ بے شک تیرا کہنا درست ہے۔ کہ ہم عبدمناف کی اولاد ہیں اور ہماری دوستی کی نسبت جو تیرا کہنا ہے وہ بھی غلط نہیں ہے۔ اور باہمی یگانگت کے خیال سے جو تو ہماری امداد کا آرزو مند ہے وہ بھی کچھ بعید نہیں۔ بے شک ابتدا میں جو پریشانی لاحق ہو گئی تھی وہ جاتی رہی اور کل اقتدار تجھے حاصل ہو گیا اور تیری امید بر آئی۔ اب لازم ہے کہ تو ولداری اور دلجوئی سے پیش آئے۔ اور دلی محبت پیدا کرے۔ تیرا ہمارے ساتھ بخششوں اور احسانات سے پیش آنا کوئی تعجب کی بات نہیں کیونکہ تیری طبیعت سخاوت اور کرم کی طرف بہت مائل ہے اور خواہ تو کتنا ہی مال کثیر کیوں نہ عطا کرے تو کبھی احسان نہیں جتاتا۔ تو جنگ کر کے مال میمیتا ہے اور جشنوں میں اڑاتا ہے۔ مگر تیرا یہ کہنا کہ علیؑ اور حسنؑ دنیا سے چلے گئے اور ان جیسا تم میں سے کوئی نہ ہو گا۔ یہ بات کہنی لازم نہ تھی کیونکہ حسینؑ زندہ ہے اور وہ بھی اپنے باپ کا بیٹا ہے۔ پھر ایسا کلمہ نہ کہنا۔ ہرگز اسے کچھ رنج نہ دینا تمام عالم تجھے ملامت کرے گا۔ آج دنیا کے تختے پر اس کے سوا کوئی ایسا شخص موجود نہیں جو ہمارے پیغمبرؐ کی بیٹی کا بیٹا ہو۔

معاویہ نے کہا اے عبداللہ تو نے بہت ٹھیک بات کہی ہے۔ میں نے تیری نصیحت مان لی اس کے بعد معاویہ مکہ کی طرف روانہ ہوا اور عبداللہ ابن عباس کو ساتھ لیا۔ جب مکہ کے پاس پہنچے تو بڑے بڑے بزرگوں اور سرداروں نے مع عوام الناس شہر سے باہر آ کر اس کا استقبال کیا۔ امیر المومنین حسین علیہ السلام، عبدالرحمن عبداللہ ابن عمر اور عبداللہ ابن زبیر بھی پیشوائی کے لئے آئے۔ معاویہ نے انہیں دیکھ کر کہا مرحبا۔ پھر حسین علیہ السلام کی طرف مخاطب ہو کر کہا اے ابا عبداللہ اور ہشتی جو انوں کے سردار تم بہت اچھے ہو۔ پھر عبدالرحمن کی طرف نظر اٹھا کر کہا اے صدیق کے بیٹے اور قریش کے سردار مرحبا۔ اس کے بعد عبداللہ ابن عمر کو دیکھ کر بولا اے فاروق کے بیٹے اور ہمارے پیغمبر کے دوست کے فرزند تم اچھی طرح ہو اور اسی طرح عبداللہ بن زبیر پر نظر ڈال کر کہا اے رسول خدا کے دوست کے بیٹے اور اس کے خالہ زاد بھائی مرحبا۔ پھر حکم دیا کہ چار سواریاں لاؤ۔ ان پر انہیں سوار کرا کر اپنے ساتھ لے چلا۔ ان سے باتیں کرتا جاتا تھا اور بخندہ پیشانی پیش آتا تھا۔ پھر مکہ میں داخل ہو کر قیام کیا اور ان چاروں اشخاص کو بہت بھاری خلعت و انعامات عطا فرمائے۔ اور حسین علیہ السلام کے خلعت میں اور بھی ایزادی کی اور نہایت ہی عمدہ ملبوس بھیجا۔ اوروں نے اپنا اپنا عطیہ لے لیا مگر حسینؑ نے نہ لیا۔ معاویہ بہت دنوں مکہ میں رہا لیکن یزید کی خلافت و بیعت کا کچھ ذکر نہ کیا۔ پھر ایک دن آدمی بھیج کر امیر المومنین حسینؑ کو بلوایا جب آپ تشریف لائے تو معاویہ نہایت اچھی طرح پیش آیا۔ اور بڑی مہربانی اور محبت ظاہر کی۔ پھر کہا میں آپ کے سامنے کچھ مطلب ظاہر کرنا چاہتا ہوں اور امید رکھتا ہوں کہ تم میری اس بات کو رد نہ کرو

گے۔ اور اچھا جواب دو گے۔ میں نے تمام شہروں کے اراکین اور نامور اشخاص اور ملازموں کو اپنے پاس بلایا تھا اور ان سے یزید کی خلافت کے لئے بیعت لی تھی۔ اور مدینہ والوں کی مرضی سب کے بعد رکھی تھی۔ کیونکہ میں نے ان کی رضامندی کو اس لئے سہل بات سمجھا تھا کہ مدینہ یزید کی جائے ولادت ہے اور یہاں پر اس کے عزیز اور کنبہ دار بکثرت ہیں۔ پھر میں نے فرمان بھیج کر مدینہ والوں سے بھی بیعت لینی چاہی مگر کچھ لوگوں نے انکار کیا جس سے مجھے اس کی توقع نہ تھی۔ اگر میں دوسرے شخص کو خلافت کے لئے یزید سے زیادہ لائق سمجھتا تو میں اسی کو خلیفہ قرار دیتا۔

حسینؑ نے جواب دیا اے معاویہ خاموش رہ اور اس معاملہ میں اس سے کوئی بہتر بات کر کیونکہ یزید سے بہتر اور بھی کوئی شخص خلافت کی انجام دہی کے لئے موجود ہے۔ اپنی ذات خاص سے بھی اور ماں باپ کی طرف سے بھی یزید سے زیادہ اچھا ہے۔ معاویہ نے کہا کیا تمہارا مدعا اپنے لئے ہے؟

حسینؑ نے کہا اگر میں اپنے لئے چاہوں تو کوئی عجیب بات نہیں کیونکہ معاویہ نے کہا سنو اس میں تو کوئی شک و شبہ نہیں کہ تیری ماں یزید کی ماں سے بہتر ہے اور تیرے باپ کو بھی جو فضیلت اور سبقت اور نزویگی جناب رسول خدا سے حاصل ہے وہ کسی اور شخص کو میسر نہیں مگر تو اور یزید پس خدا کی قسم امت محمدی اور امور خلافت کی انجام دہی کے لئے وہ تجھ سے بہتر ہے۔

امیر المؤمنین نے کہا یہ بات نہیں ہے کیونکہ مجھے اپنے پانا کی امت اپنی ذات سے زیادہ عزیز ہے۔ یزید فاسق و فاجر ہے تو اسے مجھ سے اچھا بتاتا ہے۔ معاویہ نے کہا اے حسینؑ خاموش ہو۔ یزید کی نسبت ایسا نہ کہ کیونکہ اگر لوگ اس سے تیرا تذکرہ کرتے ہیں تو وہ تیری نسبت اچھے ہی خیالات ظاہر کرتا ہے۔ حسینؑ نے کہا میں جو کچھ اس کے متعلق جانتا ہوں اور وہ بھی جو کچھ میری نسبت کہتا ہے بیان کر۔ پھر چھپانا کس لئے!

معاویہ نے کہا معلوم ہو گیا اے ابا عبد اللہ سلامتی سے گھر چلے جاؤ اور اپنے حال پر رحم کرو اور شامیوں سے بچتے رہنا۔ یزید کی نسبت میں نے جو کچھ تیری زبان سے سنا ہے مبادا وہ بھی سن پائیں۔ وہ تیرے باپ کے دشمن ہیں۔ حضرت حسینؑ اٹھ کر واپس چلے آئے۔ پھر معاویہ نے عبدالرحمن کو بلوایا اور باتیں کرنے لگا۔ عبدالرحمن نے معاویہ کے کہنے سے پہلے ہی کہا ہم نے تیرے کروت کو تیرے حوالہ کر دیا اور تو کتنے ہی اصرار سے کیوں نہ کہے کہ ہم یزید کی بیعت اختیار کر لیں بالکل بے فائدہ ہو گا۔ لیکن ہاں اس کام کو مشورہ پر چھوڑ دے۔

معاویہ نے کہا خدا کی قسم میں تجھے اور تیرے گروہ کو خوب پہچانتا ہوں میں نے تیرے لئے وہ سزا سوچ رکھی ہے جو تیرے لائق ہے اور انجام کار تو اسے بھگتے گا۔ عبدالرحمن نے کہا اس وقت اللہ تعالیٰ تجھے دنیا ہی میں پکڑے گا۔ اور عقبیٰ میں تجھ پر عذاب نازل کرے گا۔ معاویہ نے کہا اے خدا تو اس کا کام میرے ہاتھوں سے تمام کر پھر کہا اے شخص چلا جا اور اپنی جان پر رحم کھا۔ اور شامیوں سے ڈرتے رہنا۔ عبدالرحمن نے کہا ہم خدا سے بہت ڈرتے ہیں ہمیں یزید کی بیعت کے لئے کچھ نہ کہہ اور ہم سے کچھ امید نہ رکھ۔ پھر غصہ میں بھرا ہوا وہاں سے اٹھ کر واپس چلا آیا۔

اب معاویہ نے آدمی بھیج کر عبداللہ ابن عمر کو بلوایا۔ جب وہ آیا بہت عزت سے بٹھایا کہا۔ مجھے تیرا حال معلوم ہے۔ تو ہر وقت امن کا خواستگار ہے اور چاہتا ہے کہ دن سے رات اور رات سے دن آجائے اور مجھ پر کوئی شخص امیر یا خلیفہ یا فرمانروا نہ ہو۔ لازم ہے کہ تو اس نیک خصلت پر قائم رہے اور مخالفت اختیار کر کے طرفین میں فساد نہ ڈالے۔ کیونکہ لوگوں نے یزید کی ولی عہدی کو منظور کر لیا ہے اور معاملہ خلافت اب مضبوط و مستحکم ہو چکا ہے۔ عبداللہ نے کہا تجھ سے بہتر بھی خلیفہ ہو چکے ہیں۔ اور ان کے بیٹے بھی موجود تھے۔ اور سب کے سب تیرے بیٹے سے افضل اور بہتر مگر کسی نے

بھی اپنے بیٹے کو خلیفہ مقرر نہیں کیا تھا تو بھی ایسا ہی کہہ اور میں مخالف نہیں ہوں۔ میں نہیں چاہتا کہ تو نے جس کام کو کر لیا ہے میرے واسطے اسے درہم برہم کر دے۔ اگر تمام آدمیوں نے تیرے بیٹے کو خلیفہ مان لیا ہے تو میں بھی مخالفت نہ کروں گا۔ اگر سب کا اتفاق نہیں ہے تو میں عبادت الہی کے لئے گوشہ نشین ہو چکا ہوں جس پر سب کا اتفاق ہو گا میں بھی تسلیم کر لوں گا۔ اور منجملہ اور مسلمانوں کے ایک شخص میں بھی ہوں گا۔

معاویہ نے کہا تیری بات بالکل ٹھیک ہے۔ اور واپس چلا جا اور شامیوں سے بے خوف نہ رہنا۔

اب عبد اللہ ابن زبیر کو بلوایا وہ آ کر بیٹھ گیا تو معاویہ نے اسے بغور دیکھ کر کہا یہ تو لومڑی ہے اگر اس کے نکلنے کے تمام سوراخ بند کر دیئے جائیں تو ایک اور نئے سوراخ سے باہر آ جائے گی۔ اے زبیر کے بیٹے آگاہ ہو کہ میں نے ان تین شخصوں کو جن سے تو بھی واقف ہے بلایا ہے اور ان کی نبض پر ہاتھ رکھ کر ہر ایک کے مزاج کی کیفیت دیکھ پائی ہے تو اپنے لئے ڈر اور مخالفت سے باز رہ۔ آگاہ ہو کہ خلافت یزید کے لئے قرار دے دی گئی اور تمام انتظام ہو چکا ہے۔ عبد اللہ ابن زبیر نے کہا اے معاویہ میرے دل میں کوئی مخالفت موجود نہیں مگر لازم ہے کہ توفیق و فساد کی بنیاد نہ رکھ اور گزشتہ خلفاء کے طریق سنت پر چلے اس قضیہ کو اپنی وقت کے بعد مشورہ پر چھوڑ جا۔ اگر تو اس خدمت سے ہزار ہو گیا ہے تو علیحدہ ہو جا اور اپنے بیٹے کو خلافت نہ دے۔ یاد رکھ کہ خلافت رسول بہت بڑا کام ہے۔ قیامت کے دن تجھ سے دریافت کیا جائے گا کہ اس عہدہ کو کس حالت پر چھوڑا اور اپنے بعد اسے کس شخص کے حوالہ کیا۔ اس معاملہ پر دوبارہ غور کر اور اس کے آغاز اور انجام کو خوب سوچ۔

معاویہ نے کہا اے شیخ اس کلام سے باز آ۔ اور شام والوں کی طرف سے خیواری رہنا۔ کہ وہ یہ سب کچھ نہ سن پائیں۔ تو نے مجھ سے تمنا کی میں کہہ لیا خیر کوئی بات نہیں میں نے برداشت کیا مگر شامی اس کی برداشت نہ کریں گے۔ اور تجھے حقیقت حال معلوم کرادیں گے۔ عبد اللہ ابن زبیر بھی وہاں سے چلا آیا۔ اس کے بعد معاویہ کہ میں بہت عرصے تک رہا۔ قریش کے لوگوں کو انعام اور خلعت دیتا رہا۔ مگر بنی ہاشم کے ساتھ کچھ سلوک نہ کیا۔ عبد اللہ ابن عباس نے اس سے کہا کہ بنی ہاشم کو محروم نہ رکھنا۔ اے معاویہ تیرے کرم و سخاوت اور عبادتِ حق سے یہ بات بہت ہی بعید ہے۔ کہ اپنی بخششوں سے بنی ہاشم کو محروم رکھے۔ اس نے کہا میں حسین سے ناراض ہوں کہ وہ میرے بیٹے سے بیعت نہیں کرتا اس لئے میں آپ سے باہر ہوں کہ بنی ہاشم کو کچھ نہ دوں۔

عبد اللہ نے کہا حسینؑ کے سوا جن لوگوں نے بیعت کر لی ہے سب کے حال پر تو نے مہربانی فرمائی اور انہیں اپنے احسانات سے محروم نہ رکھنا چاہا۔ وہ لوگ حسینؑ جیسا مرتبہ نہیں رکھتے۔ پھر عبد اللہ ابن عباس نے کہا اے معاویہ اگر تو بنی ہاشم سے اچھا سلوک نہ کرے گا اور ان کو اپنی بخششوں سے محروم رکھے گا تو میں اس معاملہ میں خاموش نہ رہوں گا۔ تیری نسبت جیسا کہنا چاہئے کون گا۔ لوگوں کو تیری دوستی اور بیعت سے برگشتہ کروں گا۔ معاویہ نے کہا اچھا میں بنی ہاشم کو بھی انعامات دوں گا۔ پھر ہر ایک بنی ہاشم کو بھاری اور بیش قیمت خلعت اور انعامات عطا کئے سب نے لے لئے مگر حسین ابن علیؑ نے قبول نہ کیا۔ جب معاویہ کہہ سے واپس جانے لگا حکم دیا کہ خانہ کعبہ کے قریب ایک منبر نصب کریں۔ حسین ابن علیؑ عبد الرحمنؑ عبد اللہ ابن عمر اور عبد اللہ ابن زبیر کو بلایا۔ جب سب آ گئے ان سے کہا مجھے تم سے جس قدر محبت ہے تم اس سے آگاہ ہو۔ مجھ سے جہاں تک ہو سکتا تھا تمہارے ساتھ کرم کیا اور انشاء اللہ اور بھی زیادہ حسن سلوک سے پیش آنا رہوں گا۔ یزید تمہارا بھائی ہے اور تمہارے چچا کا بیٹا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ تم اسے خلیفہ مان لو اور انتظام خود کرو۔ اور جو کچھ تمہارا دل چاہے اور تمہاری آرزو ہو اسے عمل میں لاؤ۔

عبداللہ ابن زبیر نے کہا معاویہ تین کاموں میں سے ایک کر۔ اگر جناب رسول خدا کے طریق پر چلنا منظور ہو تو حضرت نے کسی شخص کو خلیفہ مقرر نہیں کیا تھا یہاں تک کہ دار فانی سے انتقام فرمایا۔ آپ کے بعد صحابہ نے مشورہ کر کے ابو بکر کو خلافت دی۔ تو آرام سے حکومت کا کام انجام دینے جا۔ جب تو انتقال کر جائے گا لوگ خود دیکھ لیں گے اور جسے مناسب سمجھیں گے خلیفہ مقرر کر لیں گے۔ معاویہ نے کہا میں ایسا نہ کروں گا۔ کیونکہ میں تم میں ایک بھی ابو بکر نہیں دیکھتا۔ اور تمہاری مخالفت سے ڈرتا ہوں۔ عبداللہ ابن زبیر نے کہا اگر یہ منظور نہیں تو ابو بکر کا طریق اختیار کر۔ اگرچہ اس کے بیٹے اور رشتہ دار موجود تھے اور سب خلافت کے لائق تھے مگر اس نے ان میں سے کسی شخص کو خلافت نہ دی۔ بلکہ ایک مضبوط قریشی یعنی عمر ابن خطاب کو خلیفہ بنا لیا۔ تو بھی ایسا ہی کر اور اپنے اقربا یعنی عبد شمس کی اولاد میں سے کسی کو خلیفہ نہ کر۔ اگر تو اس بات کو بھی نہیں مانتا تو جیسا عمر بن الخطاب نے کیا کہ خلافت کو مشورہ پر چھوڑ دیا۔ اور نامور صحابیوں میں چھ اشخاص کو مخصوص کر دیا کہ ان میں سے کسی ایک شخص کو باہمی مشورہ سے خلیفہ بنا لیں۔ چنانچہ لوگوں نے جیسا مناسب سمجھا اس منصب کا انتظام عثمان کے ہاتھ میں دے دیا۔ اور عمر بھی فرزند اور رشتہ دار رکھتا تھا جو خلافت کے لائق تھے مگر اس نے بھی ان میں سے خلیفہ کسی کو مقرر نہ کیا تھا۔ تو بھی نہ کر اور اس کام کو مشورہ پر چھوڑ دے۔ معاویہ نے کہا میں نے تیری عینوں تجویزیں سن لیں اور سمجھ لیا کہ ان کے علاوہ کچھ اور ہی منظور ہے۔ عبداللہ نے کہا یہ غلط بات ہے تو ان صورتوں میں سے ایک اختیار کرنے معاویہ نے حضرت امام حسین بن علیؑ عبداللہ ابن عمر اور عبدالرحمن کی طرف مخاطب ہو کر کہا تم کیا چاہتے ہو۔ انہوں نے کہا ہم بھی یہی چاہتے ہیں جو عبداللہ ابن زبیر کہہ رہا ہے۔ معاویہ نے کہا میرا ارادہ ہے کہ واپس جاؤں مگر جانے سے پیشتر چاہتا ہوں کہ برسرِ منبر کچھ مدعا ظاہر کروں۔ اور لوگوں کو نصیحت کروں۔ تمام لوگوں میں غمگند وہی ہے جو اپنے آپ کو محفوظ رکھے اور ہماری طرف سے خوف و خطر سے بچے۔ میں تمہیں شامیوں کی طرف سے ڈرتا ہوں انجام بخیر ہو پھر سب اٹھ کر چلے گئے۔

معاویہ نے دوسرے دن مسجد میں آکر لوگوں کو طلب کیا۔ جب سب آگئے تو منبر پر جا کر خدا تعالیٰ کی حمد بیان کرنے لگا اور جناب رسول خداؐ پر درود بھیج کر پھر و نصیحت شروع کی اور آہستہ آہستہ اپنے مطلب پر آگیا۔ اور کہا میں ان لوگوں سے طرح طرح کی باتیں سن رہا ہوں۔ مگر ان کا کچھ اعتبار نہیں۔ کل میں نے سنا کچھ آدی آپس میں کہہ رہے تھے کہ حسین ابن علیؑ عبدالرحمن بن ابی بکر عبداللہ ابن عمر اور عبداللہ ابن زبیر سے خوش نہیں ہیں اور اس کی بیعت اختیار نہیں کرتے۔ ان کی اس بات سے بہت تعجب ہوا۔ یہ چاروں ممتاز اور بزرگوں کے فرزند اور مسلمانوں کے سردار ہیں۔ میں نے ان کو بلا کر یزید کی بیعت کا ذکر کیا۔ انہوں نے لطف و کرم فرمایا اور یزید کی بیعت اختیار کر لی۔ چنانچہ میں ان کے رویہ یہ بات کہہ رہا ہوں اگر کسی کو شک و شبہ ہو کھڑا ہو کر یقین حاصل کر لے کہ ان بزرگوں نے یزید سے بیعت کر لی ہے اور اس کے ساتھی بن گئے ہیں۔

شام کے امراء اور سردار جو اس جلسہ میں موجود تھے تلواریں سوٹ کر بولے اے امیر تو ان چاروں کی تعریفیں کب تک کئے جائے گا اور کب تک ان کو بڑھانا چڑھانا رہے گا وہ اس قدر عظمت والے نہیں ہیں۔ ہمیں اجازت دے کہ ابھی ان کے سر قلم کر دیں۔ اگر انہوں نے سب کے سامنے یزید کی بیعت مان لی تو بہتر ورنہ ہم پوشیدہ بیعت کر لینے سے خوش نہیں ہیں۔ یزید کا کام مستقل اور مستحکم ہو چکا ہے اور خدا کا شکر ہے عظمت و غلبہ بدرجہ کمال حاصل ہے۔ پھر ان چار آدمیوں کی کیا ضرورت ہے حکم دے تو ہم ان چاروں کو قتل کر دیں۔

معاویہ نے کہا چپ رہو اور تلواریں میان میں رکھ لو۔ سبحان اللہ تم لوگ شر اور فساد کے لئے کس قدر مستعد اور خونریزی

پر تلے ہوئے ہو۔ خدا سے ڈرو اور اے شام والو تم قنہ برپا کرنا چاہتے ہو۔ ان کا قتل کرنا بڑا اہم کام ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کی بنیادوں کو برباد کرنا اچھا نہیں اور اس کا بدلہ لیا جائے گا۔

غرض اسی طرح ان کو سمجھا کر حکم دیا کہ تلواریں میان میں رکھ لو۔ اب شام کے امیروں نے اپنی تلواریں میان میں کر لیں اور وہ جوش و خروش جاتا رہا۔

حسین ابن علیؑ اور وہ تینوں شخص حیران تھے اور کچھ کہہ نہ سکتے تھے سوچتے اگر یہ کہتے ہیں کہ ہم نے بیعت نہیں کی تو ابھی مارے جاتے ہیں۔ اور بہت بڑا فساد پھیل جائے گا۔ خاموش ہو رہے اور کچھ نہ بولے۔ معاویہ بھی منبر سے اتر آیا اور لوگ چلے گئے۔ سب نے یہی خیال کیا کہ ان چاروں بزرگوں نے بھی بیعت کر لی ہے۔ اور اس کی خلافت پر راضی ہو گئے ہیں۔ اس کے بعد بڑی شان و تجل سے لشکر لے کر مراجعت کی مکہ کے لوگ ان چاروں کے پاس آئے اور ملامت کرنے لگے کہ پہلے دن تمہیں معاویہ نے بلا کر یزید کی بیعت کے لئے کہا تھا مگر تم راضی نہ ہوئے پھر پوشیدہ طور پر بیعت کر لی ہمیں تمہاری اس بات سے بڑا تعجب ہے۔ حسین ابن علیؑ نے فرمایا ہم نے یزید کی بیعت نہیں کی نہ ظاہر میں نہ پوشیدہ میں لیکن معاویہ نے دھوکا دیا ہے اور اس نے گزشتہ روز جو منبر پر بیٹھ کر کہا اور شامیوں نے سرکشی کی راہ سے تلواریں سونت لیں ہم یہ حال دیکھ کر جھجک گئے۔ اور کچھ نہ بولے کہ ابھی فساد برپا نہ ہو جائے۔ یہی بات سچ ہے لوگوں کو معاویہ کی مکاری کا حال معلوم ہو گیا سب کو بڑا تعجب ہوا۔

الغرض معاویہ نے واپسی پر ابو موہب میں قیام کیا۔ شب کے وقت رفع حاجت کے لئے خیمہ سے نکلا قریب ہی پانی بھرنے کا ایک کنواں تھا معاویہ اس کے اندر جھانکنے لگا۔ وہاں سے بخارات اٹھ کر اس کے چہرے کو لگے جن سے مرض لقوہ لاحق ہو گیا۔ یہ مشکل تمام اپنے خیمے میں واپس آیا اور بستر پر لیٹ گیا۔ دوسرے دن لوگوں کو خبر ہوئی۔ جوق در جوق عیادت کے لئے آنے شروع ہوئے معاویہ نے کہا انسان کی بیماریاں دو قسم کی ہوتی ہیں۔ ایک گناہوں کے سبب جبکہ اللہ تعالیٰ گناہگاروں کو ان کے گناہوں کے عوض عقوبت میں مبتلا کرتا ہے۔ تاکہ اور لوگ اس کا حال دیکھ کر عبرت پکڑیں اور گناہوں سے بچیں۔

دوسری قسم اللہ تعالیٰ کی عنایات میں شامل ہے کہ چند روز بیمار رہ کر اور تکلیف اٹھا کر داخل ثواب ہو جائیں۔ آج میں بیماری میں مبتلا ہوں اور ایک عضو میرا بیکار ہو گیا ہے۔ مگر اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اور اعضاء صحیح ہیں۔ اگر میں چند روز بیمار رہوں تو وہ تندرستی کے مقابلے میں بہت کم ہیں۔ اور صحت کا زمانہ زیادہ۔ اب مجھے خدا سے کسی چیز کی تمنا نہیں رہی کیونکہ اس نے مجھ پر بے انتہا مہربانیاں اور بخششیں نازل فرمائیں کہ ان کی تفصیل نہیں کر سکتا۔ بے حد دولت و نعمت کے ساتھ عمر دراز عطا کی یہاں تک کہ آج ستر سال کی عمر میں مجھے یہ عارضہ لاحق ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت مسلمانوں پر نازل فرمائے۔ میرے حق میں دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ صحت و تندرستی عطا کرے۔ جس قدر آدمی وہاں موجود تھے سب نے اس کی بحالی صحت کے لئے دعا کی پھر اس کے پاس سے باہر چلے آئے۔ جب معاویہ تمہارا گیا تو بہت گھبرایا اور رونے لگا۔ اسی وقت مروان پختا اور بولا اے امیر تو رونا کیوں ہے؟ کہا اس لئے کہ اتنی بات ہے کہ میں بہت سے کام نہ کر سکا اس سبب سے افسردہ ہوں اور جو گناہ مجھ سے سرزد ہوئے ہیں ان کا افسوس آتا ہے۔ دوسرا سبب یہ ہے کہ یہ بیماری ایک ایسے عضو پر لاحق ہوئی ہے جو ہمیشہ کھلا رہتا ہے اور تمام اعضاء سے زیادہ اچھا ہے۔ مجھے اندیشہ ہے کہ علی ابن ابی طالبؑ کی خلافت چھین لینے اور اس کے صحابیوں حجر بن عدی وغیرہ کے قتل کرنے کے بدلے اللہ تعالیٰ نے مجھے اس میں مبتلا نہ کیا ہو۔ یہ تمام مصیبتیں یزید کی محبت کے سبب اٹھا رہا ہوں۔ اگر میرے دل میں اس کی محبت غالب نہ ہوتی تو میں راہ راست

پر چلا۔ اور اپنی بھلائی کا راستہ اختیار کرتا۔ مگر یزید کی محبت نے مجھے اس روش پر چلنے اور جنگ و جدل پر مجبور کر دیا تھا۔ یہاں تک کہ آج دشمن تقہ لگا رہا ہے اور دوست روتے ہیں اسی طرح کی اور چند باتیں کہہ کر وہاں سے کوچ کا حکم دیا۔ سفر کرتے ہوئے شام میں داخل ہوئے اور اپنے گھر میں قیام کیا اب عارضہ نے ترقی پا کر غلبہ کیا۔ راتوں کو پریشان خواب دکھتا اور خوفزدہ ہوتا۔ کبھی بوزدانے لگتا۔ پانی پیتا پھر بھی پیاس نہ بجھتی۔ ہر دفعہ بے ہوش ہو جاتا اور جب ہوش آتا چیخ چیخ کر کہتا تھا اے حجر بن عدی اور اے عمر بن حنظلہ مجھے کیا ہو گیا تھا کہ تمہارے ساتھ اس طرح پیش آیا اور اے ابو طالب کے بیٹے میں نے تمہاری مخالفت کیوں اختیار کی تھی۔ اے میرے سردار اگر تو مجھے عذاب میں مبتلا کرے تو میں اس کا مستحق ہوں اور اگر مجھے معاف کر دے اور بخش دے تو تو خداوند رحیم و کریم ہے۔ معاویہ اسی حالت میں صاحب فراش تھا۔ اور یزید اس کے پاس سے دم بھر کے لئے جدا نہ ہوتا تھا۔ ایک دفعہ اسی بیقراری میں غشی طاری ہوئی ایک قریشی عورت پاس تھی بولی امیر معاویہ مر گیا۔ معاویہ نے آنکھ کھول دی اور بولا:

و ان مات مات الجود القطع الذی من الناس الا من قلیل بنصرہ پھر ہاتھ مار کر اور گلے کا تعویذ توڑ کر پھینک اور یہ شعر پڑھا۔

و اذ المیتہ انشبهت انظفارها التتمکل بہمتہ الا یبفع

اسی اثناء میں یزید نے کہا اے امیر اپنی زبان سے کچھ کہہ اور مجھ سے بیعت کر کہ سب سن لیں کیونکہ اب یہی امر مناسب ہے۔ مبادا تیرا حال دگرگوں ہو جائے اور میرا معاملہ تیرے ہاتھ سے ناتمام رہ جائے اور میں آل ابو تراب کے ہاتھوں تکلیف اٹھاؤں۔ معاویہ یہ باتیں سنتا رہا اور خاموش تھا۔ دوسرے روز بدھ کا دن تھا۔ آدمی بھیج کر اپنے تمام دوستوں اور امیروں اور سرداروں کو طلب کیا۔ جب سب آگئے دربان سے کہا جو شخص اندر آئے اسے آنے سے نہ روکے۔ جب لوگوں نے سنا کہ معاویہ کے پاس جانے کی ممانعت نہیں رہی آ آ کر معاویہ کو سلام کرتے اور اسے سخت بیمار دیکھ کر واپس چلے جاتے تھے۔ ضحاک بن قیس کے پاس جو معاویہ کا نائب اور شام کا کوٹوال تھا بیٹھ کر روتے اور کہتے امیر سخت بیمار ہو گیا وہ اس مرض سے زندہ نہ رہے گا۔ پھر اس کے بعد کون خلیفہ ہو گا۔ تو پسند کرتا ہے کہ آل ابو سفیان کے خاندان سے خلافت نکل کر آل ابو تراب کے ہاتھ میں جا پڑے۔ ہم یہ بات گوارا نہیں کر سکتے بہت سے آدمی ضحاک بن قیس اور مسلم بن عقبہ مزنی کے پاس جمع ہو گئے کہا تم دونوں معاویہ کے خاص دوست اور راز دار ہو۔ اس کی حالت اب اس درجہ کو پہنچ گئی ہے جسے تم بھی دیکھ رہے ہو۔ مناسب ہے کہ دونوں اس کے پاس جاؤ اور ضرورت ہو تو اسے سمجھاؤ اور کہو کہ خلافت اپنے بیٹے یزید کے حوالے کر جائے ہم سب اس کے آرزو مند ہیں۔ ضحاک اور مسلم دونوں نے معاویہ کے پاس جا کر سلام کیا۔ آج امیر کا مزاج کیسا ہے کچھ آرام ہے۔ معاویہ نے کہا بڑے بڑے گناہوں کے بوجھ سے دبا ہوا ہوں اور ان کے معاوضہ میں اللہ کے عذاب سے ڈر رہا ہوں۔ اور اس کی رحمت کا امیدوار ہوں۔ ضحاک نے کہا اے امیر ایک امر کہنا ہے۔ تمام لوگ امیر کو سخت بیمار دیکھ کر رنجیدہ ہیں۔ اور بہت ہراساں ہو گئے ہیں۔ قریب ہے کہ اختلاف پیدا ہو جائے

حالانکہ ابھی امیر زندہ ہے۔ لیکن موجودہ حالت میں معلوم ہوتا ہے کہ اگر کوئی ناخوشگوار واقعہ پیش آ گیا تو پھر کیا ہو گا۔ اس کے بعد مسلم نے کہا اے امیر تمام لوگوں کا دل یزید کی طرف راغب ہے۔ سب اسے پسند کرتے ہیں۔ تم کو اس معاملہ میں پس و پیش ہے کسے معلوم کہ تمہاری بیماری کا انجام کیا ہو۔ مصلحت یہی ہے کہ بیماری کی زیادتی سے پہلے اور زبان بند ہونے سے قبل تو یزید سے بیعت کر لے اور اس کی خلافت کو مستحکم کر دے۔ معاویہ نے کہا اے مسلم تو چ کہتا ہے میں ہمیشہ سے اس بات کا خواہشمند رہا ہوں کہ میرے بعد یزید خلیفہ ہو۔ کاش قیامت تک خلافت میرے خاندان میں چلتی

رہے۔ ابوزباب کی اولاد کو میری اولاد پر دسترس نہ ہو مگر آج بدھ کا دن ہے یہ کام کیوں کر کیا جائے کیونکہ جو کام بدھ کے دن کیا جاتا ہے اس کا انجام اچھا نہیں ہوتا۔ کل تک انتظار کرو کہ تھوڑی قوت آجائے گی تو اس کام کو پورا کر دوں گا۔ ضحاک و مسلم نے کہا لوگ جمع ہیں اور امیر کے دروازے پر کھڑے ہیں جب تک تو یزید سے بیعت نہ کر لے جانے سے انکار کرتے ہیں۔ معاویہ نے کہا جو لوگ باہر ہیں انہیں اندر آنے کی اجازت دے۔ ضحاک اور مسلم نے باہر آ کر سردارانِ شام میں سے ستر آدمی منتخب کئے اور معاویہ کے پاس لے گئے۔ انہوں نے اندر آ کر معاویہ کو سلام کیا۔ معاویہ نے بہت کمزور آواز سے جواب سلام دے کر کہا اے شام والو تم مجھ سے راضی ہو؟ سب نے کہا ہاں بہت ہی راضی ہیں۔ اور شکر گزار ہیں کہ ہم پر نور شام کے حوام الناس پر بھی تو نے بڑی شفقتیں اور مہربانیاں فرمائیں اور بڑے بڑے احسان کئے ہیں۔ اور قیمتی انعامات دیئے ہیں۔ اسی قسم کی اور بہت کچھ تعریفیں کیں۔ جناب امیر المومنین کی نسبت برے کلمے کہہ کر اپنے منہ اور سروں پر نحوست کی خاک ڈالی۔ نفس رسول کو نازیبا باتیں کہیں۔ معاویہ اور یزید کے خوش کرنے کے لئے عقیقی کے عوض دنیا کو اختیار کیا۔ کہا علی ابن ابی طالب نے لشکر کشی کر کے ہمارے بہت سے آدمی قتل اور ہمارا ملک خراب کر ڈالا تھا ہمیں اس کی اولاد کو خلیفہ نہ بنانا چاہئے۔ ہماری بیعت آرزو ہے کہ یزید خلیفہ بنے۔ ہم سب اس بات پر متفق ہیں۔ اگر ہماری جائیں بھی اس معاملہ میں جاتی رہیں گی تب بھی ہم ذرا پس و پیش نہ کریں گے۔ معاویہ نے باتیں سن کر خوش ہوا اور اٹھ کر بیٹھ گیا۔ اور دربان کو حکم دیا کہ سب آدمیوں کو بلا لاؤ۔ وہ جا کر بلا لایا۔ بے شمار آدمی گھر میں داخل ہوئے۔ معاویہ نے کہا اے لوگو آگاہ رہو کہ دنیا کا انجام زوال ہے۔ اور آدمی کی عمر کا نتیجہ موت۔ تم آج مجھے اس قدر کمزور دیکھتے ہو اب چند سالوں سے زیادہ زندگی باقی نہیں ہے۔ مجھے تمہارا بہت خیال ہے۔ جس کو تم کو خلیفہ مقرر کر جاؤں اور اس منصب کا بوجھ اس کی گردن پر رکھ جاؤں۔ سب نے بہ آواز بلند کہا ہم یزید کے سوا کسی کو خلیفہ بنانا نہیں چاہتے۔ معاویہ نے انہیں اس بات پر زیادہ مصر و کھ کر ضحاک سے کہا یزید سے بیعت کر۔ اس نے بیعت کی۔ اس کے بعد مسلم بن عقبہ نے اور پھر سب نے بیعت کی یہاں تک کہ تمام آدمی یزید کی بیعت میں داخل ہو کر چلے گئے۔

اب معاویہ نے یزید سے کہا خلافت کا لباس پہن لے۔ اس نے وہ لباس پہنا۔ معاویہ کی دستار سر پر زہ بدن پر اور انگوٹھی انگلی میں پہنی۔ عثمان کا وہ خون آلود کرتب جسے وہ پہنے ہوئے قتل ہوا تھا زہ کے اوپر پہنا اور باپ کی تلوار کمر میں باندھ کر مسجد میں آیا۔ منبر پر بیٹھ کر خطبہ پڑھا اور دن ڈھلے تک منبر پر سے نہ اترتا۔ ہر قسم کی باتیں کرتا رہا۔ پھر باقی ماندہ اہل شام نے بھی اس کی بیعت کی۔ اب شام کے وقت منبر سے اتر کر باپ کے پاس پہنچا دیکھا وہ نزاع کی حالت میں بے چین ہے۔ ہوش و حواس رخصت ہو چکے ہیں۔ پھر ہر رات گزری ہوگی کہ آنکھیں کھول دیں۔ ہوش آیا تو بیٹے کو اپنے سرہانے موجود پایا پوچھا اے پر تو نے کیا کیا۔ اس نے کہا مسجد پہنچ کر منبر پر بیٹھ کر خطبہ پڑھا۔ تمام آدمیوں نے بہ طیب خاطر اور دلی خواہش سے مجھ سے بیعت کی اور شادشاہ واپس چلے گئے۔ معاویہ نے ضحاک اور مسلم کو طلب کیا اور کہا سرہانے سے کانٹہ نکالو۔ یہ وصیت نامہ تھا۔ ضحاک نے پہنا شروع کیا۔

یزید کے نام معاویہ کا وصیت نامہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ یہ عہد نامہ معاویہ ابن سفیان کی طرف سے اپنے بیٹے یزید کے ساتھ اور وہ اس کے ساتھ خلافت کے لئے بیعت کرتا اور عہدہ خلافت اس کے حوالہ کرتا ہے۔ بایں شرط کہ وہ عدل و انصاف کے طریقے پر چلے۔ میں اسے

خلافت دینا اور امیر لقب دینا ہوں اور حکم دینا ہوں کہ یزید انصاف کرنے والوں اور صاحبان تسلیم و رضا کی خصلتوں پر قائم رہے۔ مجرموں اور خطاکاروں کو ان کی خطاؤں کے موافق سزا دے، عالموں اور امن پسندوں کو اچھی طرح رکھے۔ ان کے حال پر احسان اور شفقت کرنا رہے۔ عوام الناس اور عربی قبیلوں میں خاص کر قبیلہ قریش پر رعایت کرنی لازم سمجھے اور دوستوں کے قاتلوں کو اپنے پاس سے دور رکھے۔ مظلوم مقتول یعنی عثمان کی اولاد کو اپنے پاس رکھے انہیں آل ابو تراب پر ترجیح دینا رہے۔ بنی امیہ و آل عبدالشمس کو بنی ہاشم اور دوسرے شخصوں سے مقدم رکھے۔ اور جو شخص اس عہد نامہ کو پڑھے اپنے امیر یزید کی اطاعت و فرمانبرداری کرے پس اس پر مرتباً اور شاباش ہے اور جو شخص اس سے منحرف ہو اور انکار کرے اس کے واسطے اجازت ہے کہ تلوار سے اس کی خبری جائے اور انہیں قتل کریں۔ جب تک کہ یزید کی خلافت اور امارت کا اقرار نہ کریں اور مطیع و فرمانبردار نہ ہو جائیں۔ جس شخص کے ہاتھ میں یہ کاغذ ہو اور وہ اسے قبول کرے اس پر سلام ہو۔ پھر اس عہد نامہ کو لپیٹ کر اور اس پر سر کر کے ضحاک کے حوالہ کر دیا۔ کہ کل صبح کے وقت منبر پر بیٹھ کر اور اس کاغذ کو کھول کر تمام آدمیوں کے سامنے اس طرح پڑھ کر سنا دے کہ سب چھوٹے بڑے اپنی اور اعلیٰ سنیں۔ ضحاک نے کہا میں یہی کہوں گا۔

پھر معاویہ نے یزید کی طرف مخاطب ہو کر کہا اے بیٹے تو امت کے ساتھ کس طرح پیش آئے گا۔ اور کس خصلت کے ساتھ عمر بسر کرے گا۔ آیا ابو بکر کے طریق پر چلے گا یا نہیں۔ یزید نے جواب دیا۔ مجھ سے ابو بکر کے طریق پر نہ چلا جائے گا مگر مجھ سے جس طرح ہو سکے گا اس طریق سے خلقت کے ساتھ پیش آؤں گا۔ معاویہ نے کہا اے بیٹے کیا تو لوگوں کے ساتھ عمر ابن خطاب کے طریقے اور خصلت سے برتاؤ کرے گا۔ عمر نے شیروں کو فتح کیا اور آباد کیا اور خدا کی راہ میں معرکہ آرا ہوا ہے اور فتوحات حاصل کی ہیں۔ جب دنیا سے گیا تو سب آدمی اس سے خوش تھے۔ اور وہ ان سے راضی تھا۔ یزید نے کہا میں اپنی بات کہہ چکا ہوں مجھ سے یہ نہ ہو سکے گا کہ عمر بن خطاب کی سیرت پر چلوں مگر اللہ تعالیٰ کی کتاب اور سنت رسول خدا کے موافق لوگوں سے برتاؤ رکھوں گا۔

معاویہ نے کہا اپنے چچا زاہد بھائی عثمان کے طریقے کو اختیار کرے گا۔ جس نے اپنی زندگی میں خوب لطف اٹھائے اور اپنے عزیزوں قریبوں کو بیت المال کے روپے سے مالامال کر دیا اور بے شمار مال بخشا اور اپنی اولاد کے واسطے بے حد میراث چھوڑ گیا اور بنی ہاشم کو بے حد ذلیل اور خراب حالت میں رکھا۔ یزید نے جواب دیا میں اپنی بات کہہ چکا اور جو اصلیت تھی بیان کر دی کہ مجھ میں جیسی طاقت اور قدرت ہوگی اس طریق پر چلوں گا اور فرمان الہی اور سنت رسول کو اپنی حد نظر رکھوں گا۔

معاویہ نے اس کا جواب سن کر ایک سرد آہ بھری اور کہا اے بیٹے میں نے تیری محبت میں دنیا کو عقبی کے عوض اختیار کیا اور علی ابن ابی طالب کا حق چھین لیا۔ گناہ کا بوجھ اپنی پشت پر رکھا میں نے صرف تیرے لئے اپنی عاقبت خراب کر ڈالی۔ میں ڈرتا ہوں کہ تو میری نصیحت کو نہ مانے گا۔ اپنی قوم کو ہلاک کرے گا اور اللہ تعالیٰ کے گناہوں کا مرتکب ہو گا۔ حرم کے رہنے والوں سے لڑے گا اور انہیں بے خطا قتل کرے گا۔ اور اس سبب سے تو اپنی عمر سے بھی بہرہ ور نہ ہو گا کوئی راحت اور لذت نہ پائے گا۔ اور اس دنیا سے تو خسو الفنا و الاخرہ کے مصداق رحلت کر جائے گا۔ میں نے پوری محبت کے سبب کوئی بات اٹھانہ رکھی۔ مال اور ملک حاصل کر کے تیرے اور تیری اولاد کے لئے چھوڑا۔ اگر تجھ میں کچھ عقل ہے تو اپنے آپ کو اور اپنی اولاد کو بچانا۔ میں اپنا کام کر چکا ہوں بلکہ اس سے بھی کچھ زیادہ۔ آئندہ تجھے اختیار ہے۔ میں تجھے اس وقت نصیحت کرتا ہوں اگر تو مان لے گا اور میری فمائش کے مطابق کار بند ہو گا تو تیرا آغاز و انجام نیک ہو

گا۔ شکر خدا کہ تو مستقل ارادہ اور اچھی سمجھ والا ہے۔ جب تو اپنے دشمنوں کے مقابلے کے لئے میدان جنگ میں نکلے تو شیر کی طرح دلیر رہنا نہ کہ لومڑی کی طرح ڈر پوک۔ اب تجھے مال و دولت جمع کرنے کی ضرورت نہیں رہی۔ جس قدر جی چاہے خرچ کر۔ میں نے کوششِ بلوغ سے بے شمار اشرفیاں اور جواہرات اور قیمتی سامان جمع کر دیئے ہیں۔ اب وہ تجھے دے کر دنیا سے خالی ہاتھ جاتا ہوں۔ اور اللہ تعالیٰ نے تجھے تیز طبیعت اور اعلیٰ لیاقت اور ابتداء انجامِ نبی کی عقلِ عطا کی ہے۔ دل لگا کر ان اوصاف کو اپنے محل اور موقع پر برتنا میں نے ایسے زمانہ میں جس سے تو بھی واقف ہے علم اور حکم سے کام لیا ہے۔ اور دلیرانِ عرب کے سرکٹ کر ان کے پاؤں پر گرا دیئے ہیں۔ اور ایسے شہروں کو جو مضبوطی اور استحکام میں اپنا مثل نہ رکھتے تھے۔ مخصوص شیریں کلائی اور حسنِ اخلاق سے فتح کر لئے ہیں۔ اکثر دشمنوں کو بے حد بخشش اور احسانوں سے اپنا ہوا خواہ بنا لیا ہے۔ میں نے تمام دنیا سے موافقت رکھی۔ مگر کسی نے میرے راز کو نہ جانا۔ تو میرے علم تواضع اور مروت و سخاوت کے ڈھنگ سے واقف ہے اسی طریق پر چلنا اور جو امور سہل ہوں انہیں اختیار کرنا۔ مشکلات کو نہ چھیڑنا کیونکہ سہولت کی رفتار سے مشکل کام بھی حل ہو جاتے ہیں۔ خردار اللہ تعالیٰ کی خلافتِ سعادت مندی کے ساتھ روئے زمین پر کرنا آسان نہیں ہے اور تو اس سے عمدہ برآ نہ ہو سکے گا۔ مگر تین باتوں کے ذریعے ممکن ہے۔ حوصلہ کو بڑھا ہوا، ہاتھ بخشش کے لئے کشادہ اور عادتیں نیک رکھنا۔ تین باتوں کا خیال رکھنا ظاہری باتوں کا علم، عمدہ امور کا مشاہدہ اور کشادہ پیشانی رہنا۔

ان چھ کے علاوہ دس باتیں اور بھی ہیں۔ صبر، دہائی، وقار، غلبہ، مروت، سخاوت، بہادری، رعب و داب، رعایا کی بات کو رغبت سے سنا اور کسی قسم کی پسندیدہ یا ناکوار بات کہی جائے تو اس پر عمل کرنا۔ میرے بیٹے تو خوب جانتا ہے کہ خلافت کے معاملہ میں میرا یہ نقشہ تھا جیسا کوئی بھوکا بھی ہو اور پیٹ بھرا بھی۔ صبح اٹھ کر خلافت کے کام انجام دینا اور تحصیل کے لئے بے صبر رہنا اور جب رات کو شبِ خواری کا لباس پہنتا تو اور بھی بے صبر رہتا مگر کبھی کبھی غمگین ہوتا اور مایوس ہو جاتا تاہم ہر حالت میں کوشش کو جاری رکھتا۔ تکلیفوں کو جھیلتا۔ مروت کا برتاؤ قائم رکھتا۔ ہر معاملہ میں بردباری اور تواضع سے کام لیتا یہاں تک کہ تمام آدمیوں کو اپنی ذات سے رضامند کر لیا۔ وہ سب میرے خیر خواہ اور مطیع و فرمانبردار ہو گئے۔ اے بیٹے اس دنیا کی حلال چیزوں پر قناعت کرنا اور حرام باتوں کے پاس نہ جانا۔ رعیت کے ساتھ عدل و انصاف سے پیش آنا۔ میں خلافت کے معاملہ میں تیری طرف سے چاروں قریشی شخصوں سے ڈرتا ہوں یعنی ابوبکر کے بیٹے عبدالرحمن، عمر بن خطاب کے فرزند عبداللہ، عبداللہ ابن زبیر اور حسین بن علی بن ابی طالب سے۔ مگر ابوبکر کا بیٹا ایسا شخص ہے جو ہمہ تن عورتوں کی صحبت میں مشغول رہتا ہے۔ اپنے دوستوں کو جو کام کرتے دیکھتا ہے۔ وہی خود کرنے لگتا ہے۔ عورتوں کی صحبت سے میر نہیں ہوتا۔ اسے تو چھوڑ دے۔ جس حال میں ہے اسی میں رہنے دے۔ کوئی اعتراض نہ کر کیونکہ تو نے اس کے باپ کے حالات بزرگی و فضیلت سنے ہوئے ہیں۔ باپ کی وجہ سے بیٹے کا خیر گہراں رہ۔ اس کے ساتھ رعایت سے پیش آنا اور عبداللہ ابن عمر تو بہت ہی نیک بخت شخص ہے۔ لوگوں سے گھبراتا خدا تعالیٰ کی عبادت میں مصروف رہتا ہے۔ اس نے دنیا کو ترک کر دیا ہے۔ باپ کی طرح بے آزار شخص ہے۔ جس وقت تو اس سے میرا سلام کہنا مہربانی سے پیش آنا اور گرا نبھا علیے دیتے رہنا۔

ابا عبداللہ ابن زبیر میں تیرے حق میں اس کی طرف سے بہت ہی ڈرتا ہوں۔ کیونکہ وہ بہت ہی مکار، فریبی اور رائے کا کمزور آدمی ہے۔ اس کے قول و فعل کا اعتبار نہیں۔ مردوں کی طرح اپنی بات اور ارادہ کا پورا نہیں۔ کبھی تیرے مقابلے پر شیر کی طرح چھٹے گا کبھی لومڑی کی طرح ایسا دھوکا دے گا کہ تو حیران رہ جائے گا۔ اس سے اس طرح سلوک ہونا جس

طرح وہ پیش آئے۔ اگر وہ تیری دوستی کی خواہش کر کے مطیع و فرمانبردار ہو جائے تو اس کے ساتھ عمدہ سلوک کرنا۔ ہاں حسین ابن علیؑ افسوس میں اس کی نسبت کیا کہوں۔ ہرگز ہرگز تو اسے نہ ستانا جہاں چاہے جائے اور رہے تو کسی امر سے نہ روکنا۔ مگر کبھی کبھی تاکید و تنبیہ کرتے رہنا۔ ہرگز اس پر تلوار نہ اٹھانا۔ اور اس سے نہ لڑنا۔ جہاں تک ہو سکے اس کی عزت و حرمت کو قائم رکھنا۔ جب کبھی اہل بیتؑ میں سے کوئی شخص تیرے پاس آئے تو اسے بت ساماں دولت دے کر خوش کر کے واپس بھیجنا وہ ایسے خاندان کے لوگ ہیں جو اعلیٰ مرتبہ اور حرمت ہی کے ساتھ زندگانی بسر کر سکتے ہیں۔ اے بیٹا ہرگز ایسا نہ کرنا کہ حسینؑ کا خون اپنی گردن پر لے کر خدا کے سامنے جائے ورنہ تو برباد ہو جائے گا۔ ہرگز ہرگز حسینؑ کو کسی قسم کی تکلیف ایذا نہ دینا کیونکہ وہ جناب رسولؐ کا فرزند ہے۔ تو رسولؐ خدا کا حق ملحوظ خاطر رکھنا اے بیٹے خدا کی قسم تو نے دیکھا اور سنا ہو گا کہ میں اپنے روبرو حسینؑ کی کیسی کیسی باتوں کو سن کر عمل کرتا تھا۔ اس کی یہی وجہ ہے کہ وہ رسولؐ خدا کا فرزند ہے۔

اس معاملہ میں جو کچھ مجھے سمجھانا واجب تھا سمجھا چکا تجھ پر حجت قائم کر دی۔ پھر معاویہ نے ضحاک کی طرف مخاطب ہو کر کہا تم دونوں اس بات کے گواہ رہنا جو میں نے یزید سے کہی ہے۔ میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اگر حسینؑ دنیا کی بہتر سے بہتر چیز مجھ سے لے اور مجھ سے بہتر ہی طرح پیش آئے تب بھی میں برداشت ہی کروں گا اور وہ شخص نہ ہوں گا کہ اس کا خون گردن پہ لے کر خدا کے سامنے جاؤں۔ اے بیٹے تو نے میری وصیت سن لی اور سمجھ لی؟ یزید نے جواب دیا ہاں۔

پھر معاویہ نے کہا کوفہ اور مدینہ والوں کی رعایت مد نظر رکھنا کیونکہ وہ تیری جڑ اور شاخ ہیں وہاں کا جو شخص تیرے پاس آئے ان پر مہربانی کرنا اور زر و مال دینا جو شخص حاضر نہ ہو اسے نہ ڈرانا۔ یہ بھی یاد رکھ کہ عراق والے تجھے ہرگز ہرگز اچھا نہ سمجھیں گے نہ تیرے خیر خواہ ہوں گے۔ یاد رکھ وہ ایسے ہیں اور تو ان پر مہربانی کرتا رہو۔ اگر تجھ سے ہر روز ایک نئے حاکم اور امیر کے تقرر کا مطالبہ کرتے رہیں تو پہلے کو معزول اور نئے کو مقرر کرتے رہنا۔ کیونکہ کسی عامل کو علیحدہ کر دینا ہزار آدمیوں کو تلوار سے مار ڈالنے یا اپنے برابر کھڑا ہوا دیکھنے سے زیادہ آسان ہے۔

اے بیٹے شام والوں کے حال پر بہت مہربان رہنا۔ وہ ظاہر و باطن دونوں حالتوں میں تیرے ہوا خواہ ہیں۔ میں نے ان کو بہت دفعہ آزما لیا ہے۔ من چلے بہادر ہیں۔ اگر تجھے کوئی مہم درپیش آئے گی اور لڑنا پڑے گا تو شامی لشکر پر بھروسہ رکھنا۔ جب میدان جنگ سے واپس آئے تو انہیں خلعت و انعام عطا کرنا۔ اس کے بعد معاویہ نے غصندی آہ بھری اور غش کر گیا۔ پھر جب ہوش آیا کہا آہ حق امر ظاہر ہوا اور باطل جاتا رہا۔ پھر کھڑے ہو کر یہ مناجات کی۔ اس کے بعد اپنے گھر والوں اور چچا کی اولاد کی طرف دیکھا انہیں فمائش کی کہ خدا سے ڈرتے رہو جیسا کہ اس سے ڈرنا چاہئے کیونکہ خدا سے ڈرنا بہت اچھا ہے۔ اور اس شخص پر بہت افسوس ہے جو خدا سے اور خدا کے عذاب سے نہ ڈرے۔ پھر کہا میں ایک دن حضرت محمد مصطفیٰؐ کی خدمت میں حاضر تھا۔ آپ ناخن لے رہے تھے۔ میں نے آپ کے ناخن اٹھائے اور ایک شیشی میں رکھ لئے اور آج تک موجود ہیں۔ جب میں مر جاؤں تو غسل و کفن کے بعد آنحضرتؐ کے ان مبارک ناخنوں میں سے تھوڑی میری آنکھوں کانوں اور منہ میں رکھ دینا۔ پھر نماز جنازہ پڑھا کر دفن دینا اور مجھے خدا کے سپرد کر دینا۔

وفات معاویہ

اس کے بعد اس کی آواز بند ہو گئی پھر کچھ نہ بولا۔ یزید اٹھ کر باہر چلا آیا اور شام کے ایک موضع کی طرف جسے حوران
 کہتے ہیں شکار کھیلنے چلا گیا۔ ضحاک سے کہہ گیا کہ میں وہاں جا رہا ہوں امیر کے حال کی برابر خبر دیتے رہنا۔ معاویہ
 دوسرے دن مر گیا۔ یزید اس کے پاس نہ تھا۔ انیس برس تین مہینے بادشاہت کی۔ دمشق میں وفات پائی۔ رجب کا مہینہ اتوار
 کا دن تھا۔ ۵۷ برس کی عمر پائی۔ آئندہ اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے۔ اب ضحاک بن قیس معاویہ کے گھر سے اس کی نعلین لئے
 ہوئے برآمد ہوا۔ کسی سے بات نہ کرنا تھا۔ جامع مسجد میں داخل ہو کر لوگوں کو طلب کیا۔ جب سب آگئے۔ منبر پر بیٹھ کر
 اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کی۔ پھر رسول خدا پر درود بھیج کر کہا اے لوگو معاویہ کے لئے حکم الہی آ پہنچا۔ اس نے وفات
 پائی۔ یہ اس کی نعلین ہیں۔ میں ابھی تجھیں و تکفین کا بندوبست کروں گا۔ لازم ہے کہ تم نماز ظہر و عصر کے وقت حاضر ہو
 جاؤ۔ پھر منبر سے اتر کر اس مضمون کا خط روانہ کیا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ اس خدا کی حمد و ثناء کے بعد جس کو ہمیشہ بقا ہے اور جس کے تمام بندے فانی ہیں۔ جیسا کہ کلام
 ربانی میں وارد ہوا کل من علیہا فان و یبقی وجہ ربک ذوالجلال و الاکرام یہ خط ضحاک بن قیس کی جانب سے یزید
 کے نام ہے اور روئے زمین پر رسول خدا کی خلافت کی مبارک باد دی جاتی ہے۔ کہ با آسانی حاصل ہوئی اور معاویہ کی بات
 کا پرسانہ ہوں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ لازم ہے کہ یزید مضمون خط سے اطلاع پا کر یہ جگت تمام الٹا پھرے تاکہ تمام
 لوگوں سے اذسرنو خلافت کی بیعت لے لے۔ والسلام!

جس وقت یہ خط یزید کے پاس پہنچا۔ اور اس نے پڑھا کھڑا ہو گیا رونے پینے لگا کچھ دیر رو کر حکم دیا گھوڑوں پر زین کیا
 جائے۔ پھر۔ ار ہو کر جانب دمشق روانہ ہوا۔ اپنے باپ کے مرنے کے تین دن بعد دمشق پہنچا۔ باپ کی قبر پر گیا وہاں پہنچ
 کر خوب رویا۔ لوگوں نے بھی رونے میں اس کا ساتھ دیا۔ پھر سوار ہو کر قبہ خضرا کا رخ کیا جو اس کے باپ کا بنایا ہوا تھا۔
 اس وقت سیاہ ریشمی عمامہ سر پر تھا باپ کی تلوار کمر سے لگی ہوئی تھی قبہ مذکور میں پہنچا قیام کیا۔ لوگوں چاروں طرف سے
 آنے شروع ہوئے۔ خدام نے اس کے لئے قماش اور اطلس کا قبہ کھڑا کیا ہوا تھا۔ فرش کے اوپر دوسرے فرش اس قدر
 بچھا رکھے تھے کہ چند میز صیول سے گزر کر ان پر بیٹھ سکیں۔ یزید اس فرش پر بیٹھ گیا اپنی اور اعلیٰ تمام لوگ آ آ کر اسے
 خلافت کی مبارکباد اور معاویہ کی موت کا پرہہ دیتے تھے۔ پھر یزید نے یہ تقریر کی:

”اے شام کے لوگو تمہیں خوش خبری ہو کہ ہم حق پر ہیں اور دین کے مددگار۔ ہمیشہ خیر و برکت اور سعادت تمہارے ساتھ
 رہی ہے۔ آگاہ ہو کہ عنقریب ہم میں اور عراق والوں میں معرکہ آرائی ہونے والی ہے۔ کیونکہ انہی گزشتہ دو تین رات کو
 میں نے خواب میں دیکھا کہ میرے اور عراقیوں کے درمیان تازہ خون کا دریا بہ رہا ہے۔ ہر چند میں نے چاہا کہ اس کو عبور
 کر جاؤں مگر نہ کر سکا۔ عبد اللہ بن زہر میرے سامنے آیا اس دریا کو عبور کرنے لگا۔ میں دیکھتا رہا۔“

شام کے رومیوں نے کہا ہم تیری خدمت گزاری کے لئے کمر بستہ ہیں۔ حیرے حکم اور اشارہ کے منتظر اور مستعد فرما جو اراد
 ہیں۔ تو جہاں بھیجے گا ہم جائیں گے۔ حیرے واسطے حتی الامکان کوشش تبلیغ کریں گے۔ عراق والے ہمیں دیکھ چکے ہیں۔
 ہمارے ہاتھوں میں اب بھی وہی تلواں موجود ہیں جن سے صفین کی لڑائی میں ان کے خلاف کام لیا گیا تھا۔

یزید نے کہا مجھے اپنے سر اور جان کی قسم ہے یہی بات ہے۔ میں اپنے تمام محالات میں تمہارے اوپر بھروسہ رکھتا ہوں۔
 میرا باپ تمہارے حق میں شفیق باپ تھا۔ عرب میں میرے جیسا باپ صاحب مروت و سخاوت اور بزرگ کوئی دوسرا نہیں۔
 وہ خوش بیانی سے عاجز نہ تھا۔ گنگو کے وقت کبھی لگت نہ ہوئی یہاں تک کہ دنیا سے اٹھ گیا۔ یہ کہہ ہی رہا تھا کہ سب
 سے کھجلی صف سے آواز آئی کہ اے دشمن خدا تو بھوٹ بولتا ہے۔ معاویہ میں یہ اوصاف نہ تھے۔ اور یہ صفات حضرت

رسول خدا ہی میں تھیں۔ اور تیرا خاندان ان صفات سے بے نصیب ہے۔ لوگ اس کا یہ کلام سن کر بگڑے اور وہ بھی جان بچا کر اس انبوه سے نکل گیا۔ ہر چند اوہ اوہر تلاش کیا کہیں پتہ نہ لگا۔ آخر کار باپول ختم ہوئی۔ یزید کے دوستوں میں سے ایک شخص عطاء بن صفین نے کھڑے ہو کر کہا اے امیر دشمنوں کے کہنے کا کچھ خیال نہ کر خوشی منا کہ اللہ تعالیٰ نے تیرے باپ کے بعد خلافت کا مرجہ تجھے عطا کیا آج تو ہمارا خلیفہ ہے۔ تیرے بعد تیرا بیٹا خلیفہ ہو گا۔ ہمیں تجھ سے اور تیرے بیٹے سے زیادہ عزیز کوئی دوسرا شخص نہیں ہو سکتا۔ یزید اس کی باتوں سے خوش ہو گیا اور خلعت گرا نبھا عطا کیا۔ اس کے بعد کھڑے ہو کر حمد و ثناء بیان کی۔ حضرت محمدؐ پر درود بھیج کر کہا۔ اے لوگو معاویہ خدا کا ایک بندہ تھا۔ خدا نے اسے عزت بخشی وہ ان تمام اشخاص سے بزرگ تھا۔ جو اس کے بعد اب ہیں۔ یا ہوں گے۔ اگرچہ وہ خلافت میں اس درجہ کا تھا جو اس سے پہلے تھا۔ میں خدا کے سامنے اس کی تعریف نہیں کر سکتا۔ کیونکہ جیسا وہ تھا خدا اس کے حال سے خوب آگاہ ہے۔ اگر وہ اس کے گناہ بخش دے تو اس کی رحمت بے اندازہ سے بعید نہیں اور اگر جملائے عذاب کرے تو بھی امید ہے کہ انجام کار اس پر رحم فرمائے گا۔ خلافت کا معاملہ آج مجھ سے متعلق ہو گیا ہے۔ اپنے حقوق کے حاصل کرنے میں زرا کمی نہ کروں گا۔ اس کے انتظامات کے لئے حتیٰ الوسع عدل و انصاف کے ساتھ کام کروں گا۔ **والحکم للہ وانا الیہ راجعون والسلام**۔ یہ کہہ کر بیٹھ گیا اور ہر سمت سے لوگوں نے آواز دی کہ ہم نے سنا اور قبول کیا۔ پھر سب نے از سر نو اس سے بیعت کی۔ اب یزید نے حکم دیا کہ خزانوں کے دروازے کھول دیئے جائیں۔ اراکین سلطنت، امیروں، رئیسوں، سرداروں اور نامور لوگوں اور ہر اپنی و اعلیٰ کو بیت سامان بخشا۔ پھر متوجہ ہوا کہ اطراف سلطنت میں فرمان بھیج کر بیعت لی جائے۔ اس وقت مروان بن حکم مدینہ کا حاکم تھا۔ اسے معزول کر کے اپنے چچا زاد بھائی ولید بن عقبہ کو اس جگہ مقرر کیا۔ اور اس کے نام اس مضمون کا خط لکھا:

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ عبد اللہ یزید بن معاویہ کی طرف سے یہ خط ولید بن عقبہ کے نام لکھا جاتا ہے۔ واضح ہو کہ معاویہ خدا کا ایک بندہ تھا جسے خدا نے ممتاز فرمایا اور روئے زمین کی خلافت اسے عطا کی تھی۔ اب وہ وفات پا گیا ہے۔ جب تک زندہ رہا نیک خصالتوں اور رضائے الہی کے طریقوں پر چلتا رہا۔ جب دنیا سے جانے لگا تو اپنی زندگی ہی میں مجھے اپنا خلیفہ اور ولی عہد مقرر کر گیا۔ تو اس خط کے مضمون سے واقف ہوتے ہی مدینہ والوں سے بیعت لے لے۔ اور ان کے بعد حسین ابن علیؑ عبد اللہ بن زبیر، عبد اللہ ابن عمر اور عبد الرحمن ابن ابی بکر سے بیعت لے لے اگر وہ بخوشی بیعت کر لیں تو اچھا ہے ورنہ ان سے بہ جبر بیعت لے اور ان میں سے جو شخص بیعت نہ کرے اسے قتل کر کے سر میرے پاس روانہ کر۔ جب یہ خط ولید کے پاس پہنچا اس نے کہا انا للہ وانا الیہ راجعون! خدا معاویہ پر رحمت کرے۔

ولید نے مروان سے پوچھا ان چاروں اشخاص کی نسبت تیری کیا رائے ہے؟ اس نے جواب دیا ان چاروں کو اسی وقت طلب کر اور یزید کی بیعت لے۔ اگر بیعت کر لیں اور فرمانبرداری اختیار کریں تو خیر اور اگر انکار کریں تو چاروں کو قتل کر اور یہ کام معاویہ کی موت کی خبر پھیلنے سے پہلے کر لے۔ ورنہ وہ معاویہ کی خبر وفات سن کر متحرف ہو جائیں گے اور لوگوں کو جمع کر کے قوت پکڑ جائیں گے۔ پھر تو ان پر قابو نہ پاسکے گا۔ ہاں عبد اللہ ابن عمر خلافت کا خواہشمند نہ ہو گا۔ اور نہ مخالفت کرے گا۔ تاوقتیکہ خلافت اسے بغیر کسی جھگڑے کے نہ ملے۔ اس وقت وہ اسے منظور کر لے گا۔ اس لئے باقتضای اسے تو رہنے دے اور کچھ نہ کہہ البتہ حسینؑ عبد الرحمن اور عبد اللہ ابن زبیر کو بلا کر بیعت لینے کی تدبیر کر اور خوب سمجھ لے کہ حسینؑ ہرگز ہرگز یزید کی بیعت اختیار نہ کرے گا۔ خدا کی قسم اگر میں تیری جگہ ہوتا تو حسینؑ سے کچھ بھی نہ کہتا۔ اسے قتل ہی کر ڈالتا اور ذرا نہ ڈراتا۔ ولید نے سر جھکا لیا اور کچھ دیر تو غور و فکر میں رہا۔ پھر سر اٹھا کر کہا اے کاش میں پیدا ہی نہ

ہوتا اس کے بعد رونے لگا۔

مروان نے کہا اے امیر تو غمگین نہ ہو اپنے کام کی طرف متوجہ ہو۔ آل ابو تراب ہمیشہ سے ہماری دشمن ہے۔ انہوں نے عثمان کو مارا ہے۔ معاویہ کے ساتھ جو معرکہ آرائیاں کی ہیں وہ تو نے بھی دیکھی ہیں۔ اگر تو جلدی نہ کرے گا اور حسین کو معاویہ کی وفات کی خبر مل جائے گی تو پھر وہ تیرے ہاتھ نہ آئے گا۔ یزید کی طرف سے تیری حرمت اور مرتبہ کو نقصان پہنچے گا۔

ولید نے کہا اے مروان ان باتوں سے باز آ۔ فاطمہ کے فرزند کے حق میں نیکی کے سوا اور کوئی کلمہ نہ کہہ وہ یقیناً پیغمبر کا فرزند ہے۔ القصد ولید نے آدمی بھیج کر حسینؑ عبدالرحمن اور عبداللہ بن زبیر کو بلوایا۔ مگر جو شخص بلانے گیا تھا اس نے انہیں گھر پر موجود نہ پایا۔ مسجد میں جا کر دیکھا تو تینوں بزرگوار موجود ہیں۔ رسول خدا کی قبر کے پاس بیٹھے ہیں۔ اس نے سلام کیا انہوں نے سلام کا جواب دیا۔ پوچھا کس کام کے لئے آیا ہے؟ کہا امیر تم کو بلاتا ہے۔ حسینؑ نے جواب دیا ہم گھر جائیں گے تو وہاں بھی ہوتے جائیں گے۔ قاصد نے ولید کے پاس جا کر جو کچھ ان سے جواب پایا تھا عرض کر دیا۔

قاصد کے جانے کے بعد عبداللہ ابن زبیر نے امام حسینؑ سے کہا اے ابا عبداللہ یہ وقت تو امیر کے اجلاس اور امور سلطنت میں مشورہ لینے کا نہیں نہ معلوم اس نے اس وقت ہمیں کیوں بلایا ہے۔ میرے دل میں گھبراہٹ پیدا ہو گئی ہے۔ تمہارا کیا خیال ہے۔ امام حسینؑ نے فرمایا میرا دل گواہی دیتا ہے کہ معاویہ مر گیا کیونکہ میں نے کل شب خواب میں دیکھا تھا کہ معاویہ کا منبر اونڈھا ہو گیا۔ اور اس کے گھر میں آگ لگ رہی ہے۔ بیدار ہو کر میں نے اس خواب کی تعبیر معاویہ کی موت خیال کیا تھا۔

عبداللہ ابن زبیر نے کہا اگر یہ خواب سچا ہے تو ہمیں یزید کی بیعت کے لئے بلایا جا رہا ہو گا۔ تم اس معاملہ میں کیا کرو گے۔ امام حسینؑ نے کہا میں یزید کی بیعت اختیار نہ کروں گا۔ کیونکہ معاویہ نے میرے بھائی کے ساتھ اس شرط پر عہد کر لیا تھا کہ اس کے مرنے کے بعد خلافت مجھے ملے گی۔ اور وہ اپنی اولاد میں سے ہرگز کسی کو خلیفہ مقرر نہ کرے گا۔ اگر معاویہ مر گیا ہے تو اس نے اپنے قول و قرار کو پورا نہیں کیا۔ یہ تو بڑا اہم واقعہ ہے۔ کیا تیرا خیال ہے کہ میں یزید کی بیعت اختیار کر لوں۔ یزید شرابی، کاذب اور علانیہ فسادی شخص ہے۔ وہ کتوں اور چیتوں سے کھلتا ہے۔ ہم رسول خدا کے اہل بیت ہیں۔ ہم سے یہ امر وقوع میں نہیں آسکتا۔ ابھی یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ دوسرا قاصد آیا اور کہا امیر تمہارا منظر ہے۔ امام حسینؑ نے کہا تجھ پر توفیق ہے کب تک بلانے جائے گا۔ کوئی آئے نہ آئے میں ابھی آتا ہوں۔ ولید کا قاصد واپس چلا گیا۔ اور جا کر کہا حسینؑ ابھی تشریف لا رہے ہیں۔ مروان نے کہا وہ نہ آئیں گے تجھے دھوکا دیا ہے۔ ولید نے کہا ایسی بات نہ کہہ حسینؑ صادق القول ہے جو کہتا ہے اسے پورا کرتا ہے۔ امام حسینؑ نے ہماریوں سے کہا تم جاؤ میں بھی اپنے گھر جاتا ہوں۔ ماں سے ولید کے پاس جاؤں گا۔ دیکھوں گا کیا کہتا ہے۔ عبداللہ بن زبیر نے کہا میری جان آپ پر خدا مجھے اندیشہ ہے کہ مبادا جب تم اس کے پاس جاؤ وہ تمہیں قید کر لے یا مار ڈالے۔

امام حسینؑ نے کہا میں اس کے پاس تھما نہ جاؤں گا۔ اپنے اعزاء میں سے کچھ لوگ ہمراہ لوں گا اور کہہ دوں گا کہ ہتھیار لے کر زیر دامن چھپالیں۔ پھر اگر کسی نے میری طرف ٹیڑھی نظر سے دیکھا تو میں اسے قہر دوں گا۔ جیسا کہ تو سمجھتا ہے مجھ پر کوئی آسانی سے قابو نہیں پاسکتا۔ اور جو کچھ لکھا جا چکا ہے وہ ہو کر رہے گا۔ پھر سب جناب رسول خدا کی قبر پر آئے اور ایک دوسرے سے رخصت ہو کر اپنے اپنے گھر چلے گئے۔ حضرت امام حسینؑ نے غسل فرمایا عمدہ لباس پہنا دو رکعت نماز ادا کی۔ پھر اپنے عزیزوں کو بلایا۔ سب حال سنا کر کہا اپنے اپنے اسلحہ زیر دامن چھپا کر میرے ساتھ چلو، ولید

کے دروازے پر ٹھہرے رہنا۔ اگر میری آواز بلند سنو تو سمجھنا کہ میں تمہیں طلب کر رہا ہوں تم بلا جھجک اندر چلے آنا اور اگر کسی کو میرے قتل پر آمادہ پاؤ تو مار ڈالنا۔ جب تک میرے ساتھ کوئی واقعہ نہ ہو تم خاموش رہنا۔ ذرا جنبش نہ کرنا۔ اس کے بعد جناب رسول خدا کا عصا لے کر باہر تشریف لائے۔ تیس مردان جانباز ساتھ تھے۔ ولید کے دروازہ پر پہنچ کر انہیں بیٹھا دیا اور تاکیداً ”پھر سمجھا دیا اور اندر تشریف لے گئے۔ ولید سے سلام علیک ہوا۔ اور امارت کی مبارک باد دی۔ ولید نہایت ہی تعظیم و تکریم اور عزت و آبرو سے پیش آیا۔ اپنے برابر بٹھایا۔ امام حسینؑ نے بلائے کا سبب دریافت فرمایا۔ ولید نے مناسب جواب دیا۔ مروان بھی وہاں موجود تھا۔ اس سے پیشتر ولید اور مروان میں کچھ رنجش پیدا ہو گئی تھی۔ آپ نے فرمایا کیا تم دونوں میں صلح ہو گئی ہے۔ میں اس بات سے بہت خوش ہوا۔ اور یہی بات بہتر ہے کہ باہم صلح سے رہو۔ انہوں نے اس بات کا کچھ جواب نہ دیا۔ پھر امام حسین علیہ السلام نے پوچھا آج کل معاویہ کی علاقہ کی خبریں سنی جا رہی ہیں اس کے متعلق کیا خبر ہے؟

ولید نے کہا آپ کی عمر دراز ہو معاویہ مر گیا ابھی یزید کے خط سے معلوم ہوا ہے۔ اے ابا عبد اللہ معاویہ تمہارے حق میں مہربان چچا اور نیک حاکم تھا۔ امام حسینؑ نے فرمایا انا للہ وانا الیہ راجعون! اللہ تعالیٰ اس کی موت سے تم کو ثواب عظیم عطا کرے۔ اب بتاؤ کہ میرے بلائے کا کیا سبب ہے۔ ولید نے کہا اس لئے کہ آپ یزید کی بیعت قبول کر لیں۔ کیونکہ تمام مسلمان اس سے رضامند ہیں۔ اور سب نے اس کی بیعت اختیار کر لی ہے۔ جناب امام حسین علیہ السلام نے فرمایا یہ معاملہ بہت مشکل ہے۔ تمہائی کی بات ٹھیک نہیں ہوتی۔ کل جس وقت یہ خبر عام ہو جائے اور تو اور لوگوں سے بیعت لینے لگے اس وقت مجھے بھی بلا لینا پھر جو کچھ مناسب ہو گا دیکھا جائے گا۔ ولید نے کہا اے ابا عبد اللہ تم نے ٹھیک بات کہی مجھے آپ کی فضیلت اور بزرگی سے ایسی ہی امید تھی۔ امن و امان سے واپس چلے جاؤ۔ کل تمام آدمی جامع مسجد میں جمع ہوں گے۔ مروان نے کہا اے امیر تو چوکتا ہے اسے جانے نہ دے ابھی قید کر لے یا سرتن سے جدا کر دے کیونکہ حسینؑ اس جگہ سے نکل گیا تو پھر اس پر قابو نہ پائے گا۔ جناب امام حسینؑ نے اس کی طرف غصے سے دیکھا، پلٹے اور کہا کس کی مجال ہے کہ میری طرف نظر بھر کر دیکھ سکے۔ اے بدکار کے بیٹے تو میرا سر کاٹنے گا یا حکم قتل دے گا۔ اٹھ ذرا سامنے آ کہ تجھے حقیقت معلوم ہو جائے۔ پھر ولید کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کیا تو نہیں جانتا کہ ہم رسول خداؐ کے اہل بیت ہیں ہمارا گھر نزول رحمت اور فرشتوں کی آمد و رفت کا مقام ہے۔ یزید کون ہوتا ہے۔ جس کی بیعت کروں۔ وہ ایک شرابی اور فاسق آدمی ہے۔ مگر جیسا میں نے کہا ہے کل صبح مجمع عام میں میں بھی آؤں گا اور جو کہتا ہو گا کہ دوں گا۔

آپ کی زبان سے یہ الفاظ بلند آواز سے نکلے اور آپ کے عزیزوں نے جو آواز کے ہنھرتھے سنتے ہی تلواریں نکال لیں اور چاہا کہ ولید کے گھر میں گھس جائیں کہ اتنے میں حسینؑ باہر چلے آئے اور کہا بس ٹھہر جاؤ۔ پھر امام حسینؑ اپنے گھر چلے آئے۔ مروان نے ولید سے کہا تو نے میری بات نہ مانی حسینؑ کو چھوڑ دیا خدا کی قسم اگر قید یا قتل کر دیتا تو ہم اس دفعہ سے بے فکر ہو جاتے۔ ابھی یہ باتیں ہو ہی رہی تھیں کہ شور و غل بلند ہوا۔ درینہ کے بہت سے باشندے ولید کے پاس آئے اور کہا تو نے عبد اللہ بن مطیع کو کس خطا پر قید کیا ہے۔ اس کی رہائی کا حکم دے۔ اگر اس پر کوئی جرم ہے تو بیان کر ہم بھی سنیں اور تجھے منصف سمجھیں۔ اگر اس نے کوئی خطا نہیں کی اور تو نے غلط فہمی سے اسے قید کر لیا ہے تو ہم ہرگز اس کی قید گوارا نہ کریں گے۔ اور زبردستی اسے قید خانہ سے نکال لے جائیں گے۔ ولید نے کہا میں نے اسے بہ حکم یزید قید کیا ہے۔ مناسب ہے کہ میں بھی یزید کو لکھ بھیجوں اور تم بھی۔ وہاں سے جو کچھ جواب آئے ہم تم اس پر عمل کریں۔

بوہیم بن حذیفہ عدی نے کہا ہم تم جب تک یزید سے نامہ و پیام کریں اور شام سے کوئی جواب آئے اس وقت تک عبداللہ بن مطیع قیدی میں رہے گا۔ عبداللہ بن مطیع کے عزیزوں نے کہا ہم اسے ہرگز قید میں نہ رہنے دیں گے۔ پھر قید خانہ پر پل کر اسے چھڑالے گئے کسی شخص نے بھی مزاحمت نہ کی۔

یہ اس سرکشی سے بہت ناراض ہوا۔ اور چاہا کہ یزید کو اطلاع اور نبی عدی کی شکایت کرے مگر کچھ مناسب نہ سمجھا۔ اور اس واقعہ کا کچھ حال نہ لکھا۔ دوسرے دن امام حسینؑ اپنے مکان سے باہر نکلے۔ کہ دیکھیں کیا کیفیت ہے۔ مروان کوچہ میں لگا۔ کہا اے ابا عبداللہ میں تمہیں نصیحت کرتا ہوں اور تمہاری بھلائی کی بات کہتا ہوں۔ کہ یزید کی بیعت کر لو تاکہ تمہیں کوئی صدمہ اور رنج نہ پہنچے اور یہ فساد مٹ جائے۔ یزید یہ خبر سن کر تمہارے ساتھ بہت اچھا سلوک کرے گا۔ اگر میری بات مان لو گے تو دین اور دنیا دونوں بچے گا تمہارا بھلا ہو گا۔ امام حسینؑ نے فرمایا انا للہ وانا الیہ راجعون۔ آج اسلام کمزور ہو گیا اور انسان مصیبت میں پھنس گئے۔ اے مروان یزید کون ہے جس کے لئے تو نصیحت کرتا ہے تو اسے خوب جانتا ہے کہ وہ شرابی اور جھوٹا ہے۔ تو نے یہ بات نادرانی اور ہوقوفی کی کہی۔ میں تجھے اس نصیحت کے واسطے جو ہزار ہلاکتوں سے زیادہ ہے میں تجھے برا نہیں کہتا۔ کیونکہ تجھ سے اسی قسم کے امور سرزد ہوں گے اور تو ابھی ماں کے پیٹ سے باہر بھی نہ آیا تھا کہ جناب رسول خداؐ نے تجھ پر لعنت کی تھی۔ پھر تجھ سے کس بات کی توقع ہو سکتی ہے اے دشمن خدا تجھے معلوم نہیں کہ ہم رسول خداؐ کے اہل بیت ہیں۔ ہم ہمیشہ سچ بولتے ہیں۔ میں نے اپنے نانا جناب رسول خداؐ سے سنا ہے کہ آل ابی سفیان اور علقمہ کے لئے خلافت حرام ہے۔ جب معاویہ کو میرے منبر پر بیٹھے دیکھو اس کا پیٹ پھاڑ ڈالنا۔ خدا کی قسم میں نے اسے میرے نانا کے منبر پر بیٹھے دیکھا اور کچھ نہ کہا نہ اسے اس حرکت سے روکا اور میرے نانا کا حکم ٹال دیا۔ اس لئے خدا نے انہیں یزید کے پنجے میں ڈال دیا۔ مروان جناب امیر المومنین حسینؑ کی یہ باتیں سن کر بولا خدا کی قسم میں یزید کی بیعت لئے بغیر نہ چھوڑوں گا۔ اے آل ابی تراب تم ہمیشہ بدگوئی سے پیش آتے ہو۔ اور آل ابی سفیان کے دشمن ہو۔ اور اس دشمنی کا حق تمہیں حاصل ہے۔ امام حسینؑ نے فرمایا اے دشمن خدا میرے سامنے سے دور ہو جا۔ اے پلید ہم اہل بیت اور پاکیزہ ہیں اور خدا نے ہماری شان میں یہ آیت نازل فرمائی ہے۔ اِنَّمَا يُرِيكُمُذُنِبَكُمُ الَّذِي كُنتُمْ تَعْمَلُونَ۔ اہل البیت و بطہور کم تطہروا اب مروان سر جھکا کر خاموش ہو گیا۔ کچھ نہ بول سکا۔ امام حسینؑ نے فرمایا اے سرسبز قاصد رسول خداؐ میری نسبت خبر دے گئے ہیں کہ قیامت کے دن جس قدر مکروہ امور ہوں گے تجھ سے ان کی نسبت پرش ہو گی اور تجھ سے اور یزید سے میری نسبت سوال کیا جائے گا کہ کس لئے حسینؑ کو اس کے حق سے محروم رکھا۔ مروان غصے میں بھرا ہوا چلا گیا اور ولید کے پاس جا کر جو کچھ امام حسینؑ نے کہا سنا تھا سب کہہ سنایا۔ پھر یزید کے نام خط لکھا اور مدینہ کے لوگوں کی کیفیت، عبداللہ ابن زبیر اور جناب امام حسینؑ علیہ السلام کے قول اور قید خانہ کو توڑ کر عبداللہ ابن مطیع کے نکال لے جانے سے مطلع کیا۔

اب ولید نے آدی بھیج کر عبداللہ ابن زبیر کو طلب کیا اس نے قاصد سے کہا جا کہ وہ میں ابھی آتا ہوں قاصد نے اس کا جواب ولید کو سنا دیا۔ ولید نے پھر آدی بھیجا اور اس نے اسے بھی ٹال دیا۔ اب ولید نے پے در پے آدی بھیجنے شروع کئے یہاں تک کہ اب صاف صاف طور پر ولید کے خدمت گار کہنے لگے کہ امیر کے پاس چل اور بیعت اختیار کرو ورنہ وہ تجھے قتل کر دے گا۔ عبداللہ کا بھائی جعفر ولید کے پاس آیا اور کہا عبداللہ کی طلبی میں اس قدر سختی نہ کر۔ پے در پے پیغام بھیجنے سے خوفزدہ ہے۔ آج کا دن چھوڑ دے اور دروازہ پر سے پہرہ والوں کو بلا لے کل صبح تک وہ تیرے پاس حاضر ہو جائے گا۔

ولید نے کہا ٹھیک ہے حیرے بھائی کی وہی جیسے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ان مددھم الصبح المسی الصبح بقریب پھر آدمی بھیج کر عبداللہ بن زبیر کے دروازہ پر سے پہرہ داروں کو واپس بلا لیا۔ جب رات ہو گئی عبداللہ نے اپنے عزیزوں سے کہا میری رائے یہ ہے کہ بھاگ کر مکہ چلا جاؤں تم سب شاہراہ سے جاؤ اور میں غیر معروف راستہ سے علیحدہ پہنچ جاؤں گا کیونکہ میں جانتا ہوں کہ ولید میرے بلانے کے لئے آدمی بھیجے گا میں نہ ملوں گا۔ پس جب صبح ہوئی تو ولید نے عبداللہ کو طلب کیا اور جب موجود نہ پایا تو جانا کہ بھاگ گیا ہے۔ سخت غصہ ہوا اور گھبرایا۔ مروان نے کہا جب امیر اپنے خیر خواہوں کی اچھی اور مناسب نصیحتوں کو نہ سنے گا اور ان پر عمل نہ کرے گا تو اور کیا ہو گا۔ یہی کچھ ظہور میں آئے گا۔ عبداللہ مکہ کے سوا کسی اور جگہ نہ جائے گا۔ کچھ آدمی اس کے تلاش میں بھیج دے کہ اسے پکڑ لائیں۔ غرض بنی امیہ کے تیس سائڈنی سواروں کو اس کے پیچھے دوڑایا۔ وہ لوگ نہایت سرعت سے روانہ ہوئے مگر اسے نہ پایا۔ آج ولید عبداللہ اور بھائیوں ہی کی گرفتاری میں مصروف رہا۔ حسین ابن علیؑ سے کچھ نہ کہا۔ پھر آدمی بھیج کر عبداللہ کے عزیزوں کے رشتہ داروں، دوستوں اور خدمت گاروں کو پکڑوا کر قید خانہ میں ڈال دیا۔ ان ہی اشخاص میں ان کا چچا زاد عبداللہ ابن مطیع بھی تھا جس کی ماں عجمامہ بن فضل بن عقیف کی بیٹی تھی وہ بھی قید خانہ میں ڈال دیا گیا۔ اس کا ایک رشتہ دار عبداللہ ابن عمر کے پاس گیا اور کہا۔ ولید نے عبداللہ بن مطیع کو بے گناہ اور بے خط قید خانہ میں ڈال دیا ہے اگر تو اسے رہا نہ کرا سکے تو ہم خود جائیں۔ اور بزور شمشیر چھڑا لائیں۔ اگر اس معاملہ میں ہم سب کی جانیں بھی جاتیں رہیں گی تو کچھ پرواہ نہیں۔ عبداللہ ابن عمر نے کہا تم جلدی نہ کرو فساد سے باز رہو۔ میں اس معاملہ میں غور و فکر سے کام لیتا ہوں۔

پھر آدمی بھیج کر مروان کو بلا یا اور سمجھایا کہ بنی امیہ کو ظلم نہ کرنا چاہئے کیونکہ ظلم کا نتیجہ بربادی ہے۔ اپنے معاملات میں خدا سے مدد مانگو لوگوں پر ستمیں نہ لگاؤ۔ اگر تم اس طریق پر چلو گے تو خدا ہر کام میں تمہارا مددگار ہو گا۔ نہیں تو تمہیں تمہارے حال پر چھوڑ دے گا۔ عبداللہ بن مطیع نے کیا خطا کی ہے۔ اور اس پر کونسا جرم ثابت ہوا ہے جس کی پاداش میں اسے قید کر دیا ہے۔ ابھی یہ معاملہ درپیش ہی تھا کہ یزید کی طرف سے ان کی تحریروں کا جواب آ گیا، لکھا تھا تمہارا خط پہنچا حال معلوم ہوا مدینہ والوں کی نسبت تم نے جو لکھا ہے کہ وہ میری بیعت کی طرف متوجہ نہیں ہوتے ان کو دوبارہ طلب کر کے پھر تاکید شدید کرنی چاہئے اور ان سے بیعت لے لینی چاہئے۔

عبداللہ ابن زبیر کو اس کے حال پر چھوڑ دو۔ وہ جہاں جائے گا ہماری کند اس کے گلوگیر رہے گی۔ لومزی چاند سے بھاگ کر کہاں جا سکتی ہے۔ اور اس خط کے جواب کے ساتھ حسین ابن علیؑ کا سر میرے پاس بھیج دے۔ اگر تو ان تمام احکام کو خاطر خواہ بجالائے گا اور میری اطاعت اور فرمانبرداری سے باہر نہ ہو گا تو میں تجھے بہت بڑا مرتبہ عطا کروں گا۔ لشکر عظیم کی سپہ سالاری دوں گا اور تو بے حد دولت و حشمت والا ہو جائے گا۔ والسلام!

جب یزید کا یہ خط ولید کے پاس پہنچا۔ اس نے یہ مضمون پڑھا سخت فکر مند ہوا کہا لا حول ولا قوۃ الا باللہ اگر یزید تمام دنیا کی دولت بھی مجھے دے تب بھی میں فرزند جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خون میں شریک نہ ہوں گا۔

سرور عالمیاں جناب محمد مصطفیٰؐ کے مزار اقدس پر

جناب امام حسین علیہ السلام کی شکایت

ایک رات کو جناب امام حسین علیہ السلام اپنے مکان سے نکل کر اپنے نانا محمد مصطفیٰ کے روضہ اقدس پر تشریف لائے اور کہا السلام علیک یا رسول اللہ میں آپ کی فاطمہ کا بیٹا اور آپ کا فرزند ہوں جس کو دنیا سے رحلت فرماتے وقت آپ نے امت کے حوالہ کیا تھا اور ان کو میری عزت و حرمت کرتے رہنے کے لئے وصیت فرمائی تھی۔ واضح ہو کہ انہوں نے آپ کی نصیحت کو بھلا دیا اور مجھے تما چھوڑ دیا۔ میں آج کی رات آپ سے امت کی شکایت کرنے آیا ہوں اور جب آپ سے ملاقات کروں گا تو مفصل حال عرض کروں گا۔ پھر شکایت کر کے اٹھ کھڑے ہوئے۔ نماز شروع کر دی اور تمام رات رکوع و سجود میں گزار دی۔ ولید نے اس دن بوقت شب امام حسین علیہ السلام کا حال معلوم کرنا چاہا اور یہ سن کر کہ آپ گھر میں موجود نہیں ولید نے کہا شکر خدا کہ آپ شر سے تشریف لے گئے اور مجھے یزید کے حکم کی تعمیل نہ کرنی پڑی۔ اللہ سبحانہ تعالیٰ مجھے اس سے بچالے۔ جب صبح نمودار ہوئی امام حسین علیہ السلام گھر تشریف لے آئے۔

دوسری رات بھی اسی طرح حضرت رسول خدا کی تربت مقدسہ پر آئے چند رکعت نماز ادا کر کے اللہ تعالیٰ کی جناب میں مناجات کی کہ اے خدا یہ تیرے پیغمبر محمد مصطفیٰ کی خاک ہے۔ اور میں ان کی بیٹی کا بیٹا ہوں۔ مجھے ایسا معاملہ درپیش ہے جس سے تو آگاہ ہے اور میرے حالات اور دل کی کیفیتوں سے بخوبی واقف ہے۔ کہ میں نیکی کو عزیز رکھتا ہوں اور برائی سے بیزار ہوں۔ اے ذوالجلال و الاکرام اس خاک کے طفیل اور اس شخص کے واسطے جو اس تربت میں مدفون ہے مجھے اپنی اور اپنے رسول کی رضامندی کرامت فرما۔ اس کے بعد آپ بہت روئے اور قبر مطہر پر سر رکھ کر سو رہے۔ خواب میں اپنے نانا محمد مصطفیٰ کو دیکھا کہ بہت سے فرشتوں کے ساتھ جو آپ کے دائیں اور بائیں۔ آگے اور پیچھے موجود ہیں۔ تشریف لائے اور امام حسین علیہ السلام کو اپنے سینے سے لگایا۔ پھر پیشانی پر بوسہ دے کر فرمایا تو عنقریب ایسے شخصوں کے ہاتھ سے جو اسلام کے دعویدار ہوں گے شہید ہو گا۔ اس وقت تو پیاسا ہو گا۔ اور وہ تجھے ایک قطرہ پانی نہ دیں گے۔ اے خدا تو انہیں شفاعت کی توہین نہ دے۔ اور انہیں اس دنیا کی کوئی لذت نصیب نہ ہو۔ پیارے حسین تمہارے ماں باپ میرے پاس ہیں۔ اور تمہارے دیدار کے مشتاق ہیں اور بہشت میں تیرے واسطے عالی شان درجات مقرر ہیں جو بغیر شہادت حاصل نہیں ہو سکتے۔ اب امام حسین خواب ہی میں جواب دیتے ہیں کہ اے نانا مجھے اپنے پاس ہی رکھ بیچے مجھے دنیا میں جانے کی ضرورت نہیں۔ آپ نے فرمایا تجھے شہادت کی سعادت حاصل کرنی ضروری ہے۔ اس کے بعد تجھے وہ مدارج اعلیٰ ملیں گے جن کا اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا ہے۔ وہ مجھے تجھے اور تیرے ماں باپ کو ایک دن خاک تربت سے اٹھائے گا۔ بہشتی نعمتیں کرامت فرمائے گا۔ اب امام حسین علیہ السلام نیند سے بیدار ہو کر بہت پریشان خاطر ہوئے۔ اپنے اہل بیت سے یہ خواب بیان کیا اس روز آپ انتہائی اداس تھے۔ پھر آپ نے مکہ کی طرف جانے کا خیال فرمایا۔ آدھی رات کے وقت روضہ جناب رسول خدا پر جا کر دو رکعت نماز پڑھی اور اپنے نانا سے رخصت ہو کر صبح کے وقت گھر تشریف لائے۔ محمد بن حنفیہ بھی آگئے اور کہا اے بھائی میری جان تجھ پر خدا مجھے دنیا میں آپ سے زیادہ عزیز اور کوئی نہیں ہے۔ تم مجھے اپنی جان سے بھی زیادہ عزیز ہو۔ کبھی میں نے تم سے کسی نصیحت کو باز نہیں رکھا۔ آج بھی کچھ کہنا چاہتا ہوں کیونکہ ہم دونوں ایک باپ کے بیٹے ہیں اور تم مجھے مثل نگاہ کے ہو اور اہل بیت میں سب سے زیادہ بزرگ اور جوانان بہشت کے سردار ہو۔ میں آپ کو نصیحت کرنا چاہتا ہوں آپ میری نصیحت کو قبول فرمائیں۔ امام حسین علیہ السلام نے فرمایا اے بھائی بیان کرو تم نے کیا کہا کیونکہ تمہاری نصیحت میرے لئے فائدہ سے خالی نہ ہوگی۔

محمد نے کہا اپنے آپ کو یزید اور اس کے شر سے جس قدر ممکن ہو دور رکھیں اور لوگوں سے اپنے واسطے بیعت لیں۔ اگر انہوں نے بیعت کر لی اور فرمانبرداری سے پیش آئے تو شکر خدا کر کے رسول خدا کی سنت اور علی مرتضیٰ کی سیرت کے

ساتھ زندگانی بسر کیجئے تاکہ جب موت آجائے تو اللہ تعالیٰ اور ایمان والے اس طرح آپ سے راضی ہوں جس طرح آپ کے باپ اور بھائی سے خوش تھے۔ اور اگر یہ لوگ کسی اور کی بیعت اختیار کر لیں اور آپ کی طرف متوجہ نہ ہوں تو خاموشی سے شکر الہی بجالا کر خانہ نشین ہو جائیے۔ پھر گھر سے باہر نہ نکلئے۔ اور لوگوں سے ملنا جلنا بند کر دیجئے کیونکہ مجھے اندیشہ ہے کہ آپ کسی شہر میں جائیں اور وہاں کے کچھ آدمی آپ کی بیعت کر لیں اور کچھ مخالفت کریں پھر آپ میں اور ان میں معرکہ آرائی ہو۔

امام حسین علیہ السلام نے جواب دیا تم نے بہت اچھی بات کہی اب کس شہر میں جانا مناسب معلوم ہوتا ہے۔ محمد نے کمانی الحال مکہ تشریف لے جائیے۔ وہاں کے باشندوں نے آپ کی بیعت کی تو اچھی بات ہے اور اگر نہ کریں تو آپ یمن کو چلے جائیں وہاں کے آدمی آپ کا ساتھ دیں گے۔ ورنہ آپ وہاں سے پہاڑ کی تلہٹی میں شہر بہ شہر گشت کریں اور دیکھیں کہ انجام کیا ہوتا ہے۔ امام حسین علیہ السلام نے فرمایا خدا کی قسم اگر دنیا بھر میں ایک بھی دوست نہ ہو گا اور کسی جگہ بھی امن و امان نہ پاؤں گا تو تب بھی یزید کی بیعت اختیار نہ کروں گا۔ کیونکہ جناب رسول خداؐ نے آل ابی سفیان کے حق میں بد دعا کی تھی۔ اللہم لا تجاؤک فی یزید کہہ کر محمد بن حنفیہ خاموش ہو گئے اور کچھ دیر تک اپنے بھائی کے ہمراہ روتے رہے۔ پھر جناب امام حسین علیہ السلام نے کہا اے بھائی اللہ تعالیٰ تجھے جزائے نیک عطا کرے تو نے مشفقانہ اور اچھی رائے دی ہے میں امید کرتا ہوں کہ تیری رائے کا نتیجہ اچھا ہو گا۔ میں اس وقت مکہ جا رہا ہوں۔ بھائی تجھیچوں اور دوستوں کو اپنے ہمراہ لے جاتا ہوں وہ اس امر میں مجھ سے حقیق ہیں اور مخالفت نہ کریں گے۔ تم مدینہ میں رہنا چاہو تو کوئی اندیشہ کی بات نہیں تم سے کوئی کچھ نہ کہے گا۔ مگر لازم ہے کہ ان لوگوں کے قول و فعل اور حالات سے خبردار رہ کر جو کچھ واقعات پیدا ہوں ان سے برابر مجھے مطلع کرتے رہو۔ یزید اور اس کے ہوا خواہوں کی کوئی بات مجھ سے پوشیدہ نہ رکھو۔ اس کے بعد ایک وصیت نامہ لکھا اور اپنے بھائی محمد حنفیہ کے حوالہ کیا۔

جناب امیر المومنین امام حسینؑ کا وصیت نامہ

محمد بن حنفیہ کے نام

جب جناب امام حسین علیہ السلام نے مکہ تشریف لے جانے کا عزم کیا تو دوات اور قلم اور کاغذ طلب کیا۔ وصیت نامہ لکھا۔ مضمون یہ تھا:

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ یہ وصیت نامہ حسین ابن علیؑ نے اپنے بھائی محمد حنفیہ کے واسطے لکھا ہے۔ اور گواہی دیتا ہوں کہ اللہ ایک ہے، اس کا کوئی شریک نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کا بھیجا ہوا پیغمبر ہے۔ جو کہ آنحضرتؐ نے فرمایا سب سچ ہے۔ بہشت اور دوزخ برحق ہے۔ قیامت آنے والی ہے۔ اس کے واقع ہونے میں ذرا شک نہیں۔ اللہ تعالیٰ تمام آدمیوں کو قبروں سے زندہ کر کے اٹھائے گا۔ میں حسین ہوں کسی ظلم یا فراوایا خواہش یا دورئی حق کے اندیشہ کے مدینہ سے باہر نہیں جا رہا ہوں بلکہ محض امت محمد کے فائدہ کی خاطر جاتا ہوں اور چاہتا ہوں کہ نیکی کی ہدایت اور بدی کی ممانعت کی شرائط لوگوں پر ظاہر کروں۔ میں نے جناب محمد مصطفیٰ صلعم سے اس امر کو سنا ہے کہ حسینؑ کی عمر کا خاتمہ قتل سے ہو گا۔ جب آپ یہاں تک فرما چکے تو عبد اللہ ابن عباس نے کہا میری یہ رائے ہے کہ آپ یزید کی بیعت اختیار کر

لیں۔ اور جس طرح معاویہ کے زمانہ میں صبر کیا یزید کے عہد میں بھی صبر کرتے رہیں۔ یہاں تک کہ حکم خدا سے کوئی ایسا موقع پیدا ہو جائے جس سے آپ کو فائدہ پہنچے۔ امیر المومنین حسینؑ نے فرمایا یہ کیا کہتے ہو میں وہ شخص نہیں ہوں جو یزید کی بیعت اختیار کر لوں اور اس کے کہنے پر چلوں۔ حضرت رسول خداؐ نے اس کے اور اس کے باپ کے حق میں جو کچھ فرمایا وہ عیاں ہے۔ عبداللہ ابن عباس نے کہا اے ابا عبداللہ آپ نے جو کچھ فرمایا سچ ہے۔ میں نے بھی آنحضرتؐ سے سنا ہے کہ آپ فرماتے تھے کہ اے یزید مجھے تیرے ساتھ کیا معاملہ آن پڑا ہے۔ خدا یزید کو برکت نہ دے کیونکہ وہ میرے بیٹے اور میری بیٹی کے فرزند حسینؑ ابن علیؑ کو قتل کرے گا۔ اور خدا کی قسم جس کے قبضہ قدرت و اختیار میں محمدؐ کی جان ہے کہ میرے فرزند کو اور کوئی قوم قتل نہ کرے گی مگر وہی قتل کریں گے۔ اور کوئی شخص بھی اس کی امداد نہ کرے گا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ ان کے دلوں میں مخالفت ڈال دے گا۔ پھر عبداللہ ابن عباس نے کہا اے خدا سچ ہے اے حسینؑ میں دنیا میں کسی شخص کو جناب رسول خداؐ کی بیٹی کا فرزند آپ کی ذات کے سوا نہیں پاتا۔ اور اس امت پر حضورؐ کی امداد و نصرت ایسی فرض ہے کہ اس کے بغیر اللہ تعالیٰ اپنے مومن بندوں کی زکوٰۃ اور نماز کو بھی قبول نہ فرمائے گا۔

امام حسین علیہ السلام نے فرمایا اے ابن عباس تو اس گروہ کو کیسا سمجھتا ہے جو جناب رسول خداؐ کے فرزند کو اس کے گھر وطن اور جائے پیدائش سے نکال دے اور حرم میں رہنے اور تربت رسولؐ کی زیارت سے محروم کرے اور اس قدر ڈرائے کہ وہ کسی قریب اور شہر میں نہ ٹھہر سکے پھر اس کے قتل کا ارادہ کرے حالانکہ اس کی کچھ خطا اور قصور نہ ہو۔ اور نہ وہ مشرک ہو!

اب وصیت نامہ لپیٹ کر اپنے بھائی کو دے دیا اور انہیں رخصت کر کے خود رات کے وقت اہل بیتؑ عزیزوں اور دوستوں سمیت سمت مکہ روانہ ہوئے۔ شعبان کی تیسری تاریخ اور ۶۰ھ تھا۔ شارع عام پر چلے جاتے تھے اور یہ آیت تلاوت فرماتے تھے۔ فخرج منها خائفًا يترقب قال وب نعني من القوم الظالمين آپ کے چچا زاد بھائی مسلم بن عقیل نے کہا اگر ہم شارع عام سے علیحدہ ہو کر غیر مہین رستے سے عبداللہ ابن زبیر کی طرف چلیں تو بہتر ہے۔ کیونکہ مجھے اندیشہ ہے کہ ولید کچھ آدمیوں کو ہمارے پیچھے نہ بھیج دے۔ اگر ہم شارع عام پر ہوں گے تو بہ آسانی انہیں مل جائیں گے اور مشکل واقع ہوگی۔

امام حسینؑ نے فرمایا شارع اور سیدھے رستے پر چلنا ہی بہتر ہے ہم اس رستے سے چلیں گے اور مکہ کے مکانات پر نظر جمائیں گے اور جو حکم الہی ہے وہ ہو کر رہے گا۔ غرض شارع عام ہی سے سفر جاری رکھا چند فرسخ ہی گئے ہوں گے کہ عبداللہ ابن مطیع عدی حاضر ہوا اور کہا میری جان آپ پر نذا ہو اے فرزند رسول خداؐ کہاں کا ارادہ ہے۔ اور کس غرض سے آپ نے یہ سفر اختیار کیا۔ فرمایا فی الحال تو مکہ کا قصد ہے۔ اور وہاں پہنچنے کے بعد اپنے معاملات پر غور کر کے جیسا کچھ مناسب ہو گا اس کے مطابق عمل درآمد کروں گا۔ عبداللہ نے کہا سلامتی اور بھروسہی خدا کرے آپ کے ارادے کے شامل حال رہے۔ اگر حکم ہو تو میں بھی اپنے دل کی بات عرض کروں۔

امام حسین علیہ السلام نے فرمایا ہاں کہہ کیا کہنا چاہتا ہے۔ عبداللہ نے کہا مکہ پہنچ کر آپ مکہ ہی میں قیام فرمائیں اور اہل کوفہ پر ذرا بھروسہ نہ رکھنا۔ آج آپ سردار اور عرب کے سربر آوردہ شخص ہیں۔ خدا کے گھر میں قیام رکھیں۔ کہ کوفیوں کا کچھ اعتبار نہیں اور نہ ان کے کسی قول و قرار پر بھروسہ۔ اگر خدا نخواستہ آپ کو کوئی حادثہ پیش آگیا تو تمام اہل بیت ہلاک ہو جائیں گے۔

حضرت اسے دعائے خیر دے کر آگے روانہ ہو گئے۔ جب مکہ کے قریب پہنچے اور وہاں کے پہاڑ نظر آئے تو یہ آیت پڑھی و

لما توجه تلقا ملین قال عسی وی ان یهدی سواء التسیل غرض مکہ میں داخلہ کے وقت شہر کے تمام آدمی استقبال کے لئے آپ کی آمد سے نہایت ہی شاد و مسرور ہوئے۔ اب ہر روز صبح و شام لوگ آپ کی خدمت میں حاضر ہونے لگے۔ عبداللہ ابن زبیر بھی یہیں تھا، اس کو آپ کی تشریف آوری ناگوار گزری کیونکہ وہ خود اس امر کا خواہشمند تھا کہ کوفہ والے اس سے بیعت کر لیں لیکن وہ اس مطلب کو ظاہر نہ ہونے دیتا تھا۔ خود بھی ہر روز آپ کی خدمت میں آنے جانے لگا۔ آپ کے پیچھے نماز پڑھتا اور ہمراہ رہ کر حالات سنا کرتا اور خوب سمجھتا تھا کہ جناب امیر المومنین حسینؑ کے سامنے میرا چراغ نہیں جل سکتا۔ اور کوئی شخص مجھ سے بیعت نہ کرے گا۔ شبان کے سینے کے چند روز باقی تھے کہ جناب امام حسینؑ مکہ میں تشریف لا کر مقیم ہوئے اور رمضان اور شوال اور ذیقعد کا مہینہ آپ نے مکہ میں گزارا۔

عبداللہ ابن عباس اور عبداللہ ابن عمر بھی مکہ میں تھے۔ انہوں نے مدینہ جانے کا قصد کیا اور جب مہم ارادہ کر چکے تو امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ عبداللہ ابن عمر نے کہا اے ابا عبداللہ آپ کو معلوم ہی ہے کہ کوفہ والے آپ کے خاندان کے کیسے دشمن ہیں۔ آپ کو ان کی طرف سے ہمت کچھ احتیاط رکھنی اور اپنے آپ کو ان سے بچانا لازم ہے۔ آپ ان کے قول و قرار پر اعتماد نہ کریں۔ دوسری بات یہ ہے کہ لوگوں نے یزید سے بیعت کر لی ہے اور کوفہ والے بھی مال و زر کے لالچ سے اس کی طرف جھکیں گے۔ آپ کا ساتھ چھوڑ دیں گے یا شہید کر دیں گے۔ آپ کی شہادت سے تمام اہل بیت برباد ہو جائیں گے۔ اس لئے آپ امن و امان سے اپنے گھر میں بیٹھ رہیں۔ اور تمام جھگڑوں اور محضوں سے الگ تھلگ رہیں۔

امام حسین علیہ السلام نے فرمایا اے ابن عمر افسوس تو اس بات کا ہے کہ یہ لوگ مجھے گھر میں بھی بیٹھنے نہ دیں گے مجھ سے الجھیں گے اور اگر میں اس سے بچ کر کسی نامعلوم جگہ پر جاؤں گا تو بھی یہ ڈھونڈ نکالیں گے۔ بیعت یزید کے لئے مجبور کریں گے اور اگر انکار کروں گا تو قتل کر دیں گے۔ اے ابا عبدالرحمنؑ تو نے سنا ہو گا کہ بنی اسرائیل نے پو پھٹنے سے سورج نکلنے تک ستر بیغیروں کو قتل کر دیا تھا۔ اس کے بعد یہ اطمینان تمام بازار میں جا بیٹھے اور لین دین میں مصروف ہو گئے۔ خدا نے ان کو ایسے بڑے گناہ کی سزا دینے میں ڈھیل کی اور عذاب نازل کرنے میں جلدی نہ کی۔ مگر انجام کار ان کو پکڑ لیا گیا۔ اور خدا ہی سب سے بہتر بدل لینے والا ہے۔ ابا عبدالرحمنؑ خدا سے ڈر اور میرا ساتھ نہ چھوڑ اور امداد سے منہ نہ موڑ تو میرا مددگار رہ اور بعد نماز دعائے خیر سے یاد کرتا رہ۔ اگر تو اس وقت مجبور ہے اور میرے ساتھ نہیں رہ سکتا تو میں تجھے معاف رکھتا ہوں۔ دعائے خیر سے تو فراموش نہ کرنا۔ پانچوں اوقات کی نماز کے بعد تو میرے لئے دعا کرتے رہنا، ان لوگوں کی بیعت کرنے میں عجلت نہ کرنا اس قدر توقف کرنا کہ تجھے انجام کار کی اطلاع ہو جائے۔ عبداللہ ابن عمر نے کہا اللہ تعالیٰ نے دنیا و آخرت میں تمہارے نانا کو برگزیدہ کیا اور انہوں نے دنیا کو ترک کر دیا۔ تم اسی رسول کے فرزند ہو۔ خدا کی قسم دنیا کو تم سے کوئی فائدہ نصیب نہ ہو گا اور نہ تمہارے اہل بیت ہی میں سے کسی کو میسر ہو گا۔ کیونکہ تم سے دنیا دور کر دی گئی ہے۔ اور آخرت جو سب سے افضل ہے تمہارا ہی حصہ قرار دے دیا گیا ہے۔ اس کے بعد اہلبیدہ ہو کر امام حسین علیہ السلام کو رخصت کیا۔

اب آنحضرتؐ نے عبداللہ ابن عباس کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا تو میرے باپ کے بچا کا بیٹا ہے۔ میرے باپ نے ہمیشہ تیری عمدہ رائے سے مدد لی ہے۔ اب تو نے مدینہ جانے کا قصد کیا ہے سلامتی سے واپس چلا جا جو کچھ امور تجھے وہاں پر پیش آئیں اور حالات معلوم ہوں ان سے مجھے اطلاع دیتے رہا کرنا میں مکہ ہی میں قیام رکھوں گا جب تک یہاں کے لوگ میرے دوست رہیں گے۔ اور میری مدد کریں گے۔ جب یہ معلوم ہو جائے گا ان کے ارادے بدل گئے ہیں اور میرا ساتھ

نہ دیں گے۔ تو میں بھی اسی کلمہ کو اختیار کروں گا۔ جو ابراہیم پیغمبر آگ میں ڈالے جانے کے وقت فرماتے تھے کہ: حسبنا اللہ و نعم الوکیل اور پھر میں کسی اور جگہ چلا جاؤں گا اس کے بعد تینوں صاحب رونے لگے۔ امام حسینؑ نے عبداللہ ابن عباس اور عبداللہ ابن عمر کو رخصت کر دیا وہ مدینہ روانہ ہو گئے امام حسین علیہ السلام نے مکہ میں قیام کیا اور عبادت میں مشغول ہو گئے۔

امام حسین علیہ السلام کے نام کو فیوں کے پیغامات

جب کوفہ والوں نے سنا کہ جناب امیر المومنین حسین علیہ السلام مکہ میں تشریف لائے ہیں تو امیر المومنینؑ کے دوستوں میں سے کچھ لوگوں نے سلیمان بن صد خزاعی کے گھر میں بیٹھ کر جلسہ کیا۔ سلیمان نے کھڑے ہو کر خطبہ پڑھا۔ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا بیان کر کے جناب رسول خداؐ پر درود بھیجا۔ پھر جناب امیر المومنینؑ کے کچھ فضائل بیان کئے اور دعائے خیر کے بعد کہا اے لوگو تم نے معاویہ کے مرنے کی خبر سن لی اور جان لیا کہ اس کی جگہ یزید نے لی اور جاہل لوگوں نے اس کی بیعت اختیار کی ہے۔ امام حسینؑ کو اس کی بیعت سے انکار ہے۔ آل ابو سفیان کی فریاد برداری منظور نہیں۔ اب مکہ میں تشریف لائے ہیں۔ تم ان کے ہوا خواہ ہو اور ان سے پہلے ان کے باپ کے دوستدار تھے۔ آج امام حسینؑ کو تمہاری امداد کی ضرورت ہے۔ اگر تم بدگوار ہو اور ساتھ دو کچھ پس و پیش نہ کرو تو ان کے نام خطوط روانہ کرو اپنے اراکوں سے آگاہی دو اور اگر یہ جانتے ہو کہ تم کو کالی سستی اور دل برداشگی پیدا ہوگی، اپنے اقراروں کو پورا نہ کر سکو گے تو خاموش رہو کیونکہ ابھی اس مہم کا آغاز ہی ہے۔ آنحضرتؐ کو اپنے وعدوں اور امداد کا بھروسہ نہ دلاؤ۔ ان لوگوں نے برضا و رغبت جواب دیا کہ ہم نے تیرا کتنا منظور کیا ہاں ہم آنحضرتؐ کی ہر طرح امداد کریں گے۔ ان کی رضا میں ہماری جانیں بھی جاتی رہیں تو پرواہ نہیں۔ سلیمان نے ان سے اس معاملہ کی نسبت مستحکم اقرار اور وعدے لے لئے اور حجت قائم کی کہ بے وفائی نہ کرنا۔ اپنے قول سے نہ پھرنا۔ سب نے صدق دل سے جواب دیا کہ ہم بالکل ثابت قدم رہیں گے۔ اور جناب امام حسین علیہ السلام کے اوپر اپنی جانیں تک قربان کر دیں گے۔

اب سلیمان نے ان سے کہا کہ ہم سب امام حسینؑ کے نام ایک ایک خط بھیج کر اپنے دلی ارادہ اور اعتقاد سے مطلع کرو۔ اور درخواست کرو کہ آپ یہاں آجائیں۔ انہوں نے کہا تیرا ہی لکھنا کافی ہے۔ اپنی طرف سے خط لکھ کر ہم سب کے اراکوں سے مطلع کر دو۔

سلیمان نے کہا بہتر یہی ہے کہ تم سب علیحدہ علیحدہ ایک ایک خط لکھ کر روانہ کرو۔ فرض سب نے درج ذیل مضمون کا ایک ایک خط لکھا:

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ یہ خط حسین ابن علیؑ امیر المومنینؑ کے نام سلیمان بن صد، مسیب بن نجیب، حبیب ابن مظاہر، رفاعہ بن شداد، عبداللہ بن وائل، اور باقی تمام شیعوں اور اسلام کے خیر خواہوں کی طرف سے لکھا جا رہا ہے۔ کہ ہم سب تمہارے اور تمہارے باپ اور بھائی کے مکار دشمن کی موت سے خوش ہیں اور شکر الہی بجالاتے ہیں کہ اس نے ان کو ہلاک کیا۔ جن جیلوں فریبوں اور مکاریوں سے اس نے خلافت پر قبضہ کیا تھا ان بری خصلتوں اور مذموم حالات کی تشریح نہیں ہو سکتی۔ وہ مسلمانوں کی رضامندی کے بغیر ان پر حکومت کرتا تھا۔ امت کے اچھے اچھے لوگوں کو قتل کرتا اور بدترین اشخاص کو زندہ رکھتا تھا۔ انجام کار اللہ جل شانہ نے ظالموں میں تفرقہ ڈال دیا۔ فی بعد کما وعدت ثمرۃ اللہ شکر خدا کہ وہ

دنیا سے اٹھ گیا۔ اب سنا جاتا ہے کہ اس کا لعین بیٹا اس کی جگہ بیٹھ گیا ہے۔ ہم اس کی خلافت اور امارت سے راضی نہیں اور نہ کبھی پسند کریں گے۔ ہم پہلے آپ کے باپ کے ہوا خواہ اور دوست تھے۔ اب تمہارے مددگار اور معاون ہیں۔ ان خطوط کے مضامین سے اطلاع پاتے ہی حضور سعادت و برکت کے ساتھ تشریف لائیں ہمارے سردار ہمیں آپ ہمارے حاکم اور خلیفہ ہیں۔ آج ہمارا نہ کوئی امیر ہے نہ پیشوا جس کے پیچھے ہم نماز جمعہ اور دوسری نمازیں ادا کریں۔ نعمان بن بشیر یزید کی طرف سے یہاں موجود ہے۔ مگر یہاں اس کی کوئی عزت نہیں نہیں دن رات دار الامارۃ میں پڑا رہتا ہے نہ کوئی اسے خراج دیتا ہے۔ نہ اس کے پاس جاتا ہے۔ اگر وہ کسی کو طلب کرتا ہے تو کوئی اس کا کنا نہیں مانتا بالکل بے وقعت امیر ہے۔

اگر آپ ہماری درخواست قبول فرمائیں گے اور تشریف لے آئیں تو ہم اسے یہاں سے نکال دیں گے۔ آپ کے تشریف لاتے ہی لشکر فراہم کر دیں گے۔ اچھی خاصی قوت بجم پہنچ سکتی ہے۔ پھر شام پر چڑھائی کر کے بدخواہ دشمن کو دور کر دیں گے۔ انشاء اللہ تعالیٰ خدا ہمارے کاموں کو تمہارے وسیلہ والسلام علیک ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

پھر خط بند کر کے اور مرگلا کر دو شخص عبداللہ ابن مطیع ہمدانی اور عبداللہ بن سعید عسکری کے حوالے کر دیئے کہ امیر المؤمنین حسینؑ کی خدمت میں پہنچادیں۔ انہوں نے مکہ پہنچ کر وہ خط حوالہ کر دیئے۔ امام حسینؑ انہیں پڑھ کر اور حال دریافت کر کے خاموش ہو گئے۔ نہ قاصدوں سے کچھ فرمایا نہ خطوں کا جواب لکھا۔ صرف ان کو خوش کر کے واپس کر دیا۔ انہوں نے کوفہ پہنچ کر تمام حال دریافت کیا۔ اب کوفہ کے بڑے بڑے سردار قیس بن مسرہ صدوانی، عبداللہ بن عبدالرحمن ارجی، عامر بن وال تمیمی وغیرہ ڈیڑھ سو سے زیادہ مشہور و معروف اشخاص جانب مکہ روانہ ہوئے۔ اور جناب امیر المؤمنین حسینؑ کی خدمت میں حاضر ہو کر ہر ایک نے کئی کئی خط و رساں کوفہ کی طرف سے پیش کئے جن میں آپ کے بلانے کی درخواستیں شامل تھیں۔ اور زبانی بھی کہا کہ آپ کوفہ تشریف لے چلیں بلکہ ہمارے ہمراہ ہی چلیں۔

امام حسین علیہ السلام نے کوفہ جانے میں تامل کیا اور انہیں کچھ جواب نہ دیا۔ اب دو قاصد آئے اور کوفیوں کے خط لائے، یہ آخری خط تھے جن میں امام علیہ السلام کو بلایا گیا تھا۔ اور ہانی بن ہانی سبعی، سعد بن عبداللہ جعفی نے اس مضمون کے خط لکھے کہ امیر المؤمنینؑ کے دوستوں کی طرف سے امیر المؤمنین حسینؑ کو معلوم ہو کہ تمام کوفہ والے آپ کی تشریف آوری کے منتظر ہیں۔ سب کے سب آپ کی خلافت اور امارت پر متفق ہیں۔ اب ذرا تامل نہ کرنا چاہئے۔ یہاں پہنچنے اور فوج کشی کا بھی وقت ہے۔ صحرا سرسبز ہیں۔ میوے پک رہے ہیں، درہات میں چارہ بکثرت ہے۔ فی الفور آنا چاہئے کہ کسی قسم کا پس و پیش نہ ہونا چاہئے۔ جس وقت آپ کوفہ میں داخل ہو جائیں گے تو وہ تمام فوجیں جو آپ کے لئے فراہم کی گئی ہیں آپ کے پاس حاضر ہو جائیں گی اور خدمت گزاری اور جان فدا کی کے لئے کمر بستہ ہوں گی۔ والسلام علیک ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

امام حسین علیہ السلام نے ہانی اور سعید سے پوچھا یہ خط کس نے لکھے ہیں انہوں نے کہا اے فرزند رسول! شیث ریحی، مجاز بن حجر، یزید بن حارث، یزید بن برم، عروہ بن قیس، عمر بن حجاج اور محمد بن عمیر نے متفق ہو کر یہ خط لکھے ہیں۔ اب امام علیہ السلام نے اٹھ کر وضو فرمایا اور رکن و مقام کے درمیان میں نماز ادا کی۔ نماز سے فارغ ہو کر دعا مانگی اور اس معاملہ کی نسبت اللہ تعالیٰ سے مدد چاہی فانہ فالک والقلو علیہ

اس کے بعد کوفیوں کے خط کا جواب لکھا۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ حسین ابن علیؑ کی طرف سے مومنین کی جماعت کو واضح

ہو کہ ہانی بن ہانی اور سعید بن عبداللہ نے حاضر ہو کر تمہارے خطوط پیش کئے۔ احوال مندرجہ معلوم ہوئے۔ تمہارے مطلب اور مدعا میں ذرا کمی نہ کی جائے گی اپنے چچا زاد بھائی مسلم بن عقیل بن ابی طالب کو تمہارے پاس بھیجتا ہوں۔ کہ تمام حالات اور تمہارے بیان کی سچائی کا اندازہ کر کے مجھے اطلاع دے۔ جب وہ تمہارے پاس پہنچے اپنے حالات سے اسے باخبر کرو۔ اگر تم اسی اقرار اور عہد پر قائم ہو جس کا ذکر خطوط میں درج ہے تو اس سے بیعت کر لو اور ہر طرح سے اس کی مدد کرو۔ اس کے ساتھ سے علیحدہ نہ ہو، وہ امام جو اللہ تعالیٰ کی کتاب پر عمل کرتا ہے اور صاحب علم و انصاف ہے اس امام سے جو ظالم اور فاسق ہے بہتر ہے۔ اللہ تمہیں اور ہمیں راہ راست اور پرہیزگاری کی توفیق عطا فرمائے۔ و اللہ سميع الدعاء و القادر علی ما یشاء و السلام علیک ورحمتہ اللہ وبرکاتہ

پھر خط کو تمام کر کے بند کر دیا۔ مہر لگا کر مسلم بن عقیل کے حوالہ کیا۔ اور فرمایا میں تجھے کوفہ بھیجتا ہوں وہاں جا کر دریافت کرنا کہ کیا ان لوگوں کی زبانیں اپنی ان تحریروں کے مطابق ہیں یا نہیں۔ وہاں پہنچنے کے بعد ایسے شخص کے گھر اترنا جو سب سے زیادہ اعتماد کے لائق اور ہماری دوستی پر ثابت قدم معلوم ہو۔ وہاں کے باشندوں کو میری بیعت اور فرمانبرداری کی ہدایت کرنا۔ ان کے دلوں کو آل ابی سفیان کی طرف سے پھیر دینا۔ اگر یہ یقین ہو جائے کہ ان کے قول و قرار سچے ہیں اور جو کچھ کہتے ہیں اور لکھتے ہیں اس کو پورا کریں گے تو فوراً مجھے لکھ دینا اور جو امور مشاہدہ سے گزریں انہیں مفصل درج کرنا۔ میں امید کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ تجھے اور مجھے شہادت کا درجہ عطا فرمائے گا۔ اس کے بعد آپس میں بے عمل گیر ہو کر ملے۔ اور روتے ہوئے ایک دوسرے کو رخصت کیا۔

مسلم کوفہ روانہ ہو گئے۔ خفیہ راستہ اختیار کیا کہ نبی امیہ میں سے کسی کو اس حال کی خبر نہ ہو جائے۔ مبادا وہ یزید کو خط لکھ کر تمام حالات سے مطلع کر دے جس وقت مسلم مدینہ میں داخل ہوئے تو مسجد رسولؐ میں دو رکعت نماز پڑھی۔ آدھی رات کے وقت آپ نے عزیزوں اور دوستوں سے رخصت ہو کر سفر کوفہ اختیار کیا۔ قیس بن غیلان کے قبیلہ کے دو رہبر ساتھ لئے کہ غیر معروف راستے سے کوفہ پہنچا دیں۔ کچھ دور چل کر دونوں رہبر راستہ بھول گئے اور غلطی سے ایسے میدان میں جا پہنچے جہاں پانی کا نام و نشان نہ تھا۔ انجام کار دونوں رہبر پیاس کی شدت سے مر گئے۔ اب حضرت مسلم ہر اسماں ہو کر ادھر ادھر پانی کی تلاش میں دوڑے مگر کسی جگہ پانی نہ پایا۔ آخر کار ایک گاؤں مضیق میں پہنچ کر پانی پیا اور گھوڑوں، مویشیوں اور ساتھیوں کو بھی پلایا۔ پھر کچھ دیر آرام لے کر امیر المومنین حسینؑ کے نام خط لکھا تمام کیفیت درج کی۔ یہ بھی لکھا کہ مجھے یہ سفر مبارک نہیں ہوا۔ فال بد معلوم ہوتی ہے۔ آپ مجھے اس سفر سے معاف رکھیں۔

جس وقت مسلم کا یہ خط جناب امام حسینؑ کے پاس پہنچا حال مندرجہ سے واقف ہو کر یہ تحریر فرمایا۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ حسین ابن علی امیر المومنین کی طرف سے مسلم بن عقیل کو معلوم ہو کہ تمہارا خط آیا۔ مضمون معلوم ہوا۔ تمہارا یہ لکھنا کہ مجھے اس سفر سے معاف رکھو بڑے تعجب کی بات ہے۔ معلوم ہوتا ہے سستی اور شکستہ دلی کی وجہ سے یہ خط لکھا گیا ہے۔ تم اپنے دل کو مضبوط رکھو کسی امر کا خوف نہ کرو۔ اور جو حکم ہے اسے انجام دو۔ والسلام!

مسلم نے امام حسینؑ کا خط پڑھ کر کہا امیر المومنینؑ نے تجھ پر، الزام عائد کیا ہے جس کا تجھے خیال تک نہیں۔ مجھے کاہل اور شکستہ دل قرار دیا ہے۔ سبحان اللہ مجھے کس وقت اور کس جگہ ایسا پایا۔ پھر وہاں سے جانب کوفہ روانہ ہوئے۔ انشاء راہ میں دیکھا کہ اس نے ایک ہرن کا شکار کیا ہے اور اسے گرا کر ذبح کرتا ہے۔ مسلم نے اس منظر سے اچھی فال لی کہ انشاء اللہ ہم بھی اپنے دشمنوں کو قتل کریں گے پھر داخل کوفہ مسلم بن سبب کے گھر قیام کیا۔ یہ مکان مختار بن ابو عبیدہ ثقفی کا بنایا ہوا تھا۔ امیر المومنین علی علیہ السلام کے دوست مطلع ہو کر آپ کے پاس حاضر ہوئے۔ مسلم نے امام حسین علیہ السلام

کا خط پڑھ کر سنایا۔

جب انہوں نے حسینؑ کا خط اور علی کا نام سنا، خوب زور سے روئے اور وہ شوقاً الی القاء زبانوں سے ادا کیا۔ پھر ایک ہمدانی شخص عابس بن سلیم نے مسلم کے پاس آکر کہا میں اور لوگوں کے دلوں اور اعتماد سے بے خبر ہوں۔ جو کچھ مجھے کہنا ہے محض اپنی طرف سے کہتا ہوں۔ کہ میرا دل اور جان فرزند رسولؐ کی دوستی کے لئے وقف ہے۔ خدا کی قسم یہی بات ہے میں تمہارے آگے کھڑے ہو کر شمشیر زنی کروں گا۔ تمہارے دشمنوں کو ماروں گا یہاں تک کہ میری تلوار کے ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں اور صرف قبضہ ہاتھ میں رہ جائے۔ اور اس خدمت گزاری اور دوستی سے صرف خوشنودی خدا مطلوب ہوگی۔

پھر حبیب ابن مظاہر اسدی نے اٹھ کر کہا خدا کی قسم میں بھی تمہاری دوستی میں ایسا ہی نکلوں گا جیسا عابس نے بیان کیا ہے۔ اب لوگوں کی ٹولیاں آنی شروع ہو گئیں۔ اور سب اسی قسم کی گفتگو کرتے تھے۔ اپنی اطاعت اور فرمانبرداری کی نسبت بڑے بڑے دعاوی کر رہے تھے مسلم کے سامنے ہر شخص بڑے بڑے تحفے پیش کرتا تھا مگر آپ نے کسی کا تحفہ قبول نہ کیا۔

اس وقت یزید کی طرف سے نعمان بن بشیر کوفہ کا حاکم تھا۔ اس نے مسلم کے آنے کی خبر سن کر جامع مسجد میں آکر لوگوں کو طلب کیا۔ جب سب آگئے تو منبر پر بیٹھ کر تقریر شروع کی اور کہا اے کوفہ والو تم کب تک فتنہ و فساد برپا رکھو گے کب تک نفاق کا دم بھرو گے۔ تم خدا سے نہیں ڈرتے اور نہیں جانتے کہ فساد کرنے سے محض بربادی، ابتری اور خونریزی کے سوا اور کچھ نتیجہ نہیں نکلتا فتنہ انگیزی سے جان اور مال دونوں برباد ہو جاتے ہیں۔ خدا سے ڈرو اور اپنے حال پر رحم کھاؤ۔ فساد سے بچو اور یہ بھی یاد رکھو کہ میں اس شخص سے بچک پیش آؤں گا جو مجھ سے لڑنا چاہے گا۔ ہاں میں سوتے ہوئے کو جگاتا نہیں۔ اور نہ جاگے ہوئے کو ڈراتا ہوں۔ نہ کسی شخص کو محض تہمت اور خیال کی بنا پر گرفتار کرتا ہوں۔ مگر تم اپنے کروت مجھ پر ظاہر کرتے اور عیب و نقصان کی راہ چلتے ہو۔ یزید کی بیعت و اطاعت سے نکل گئے ہو۔ اگر تم اس فساد سے باز آگئے۔ اور فرمانبرداری سے رہے تو تم کو معاف کر دوں گا۔ ورنہ خدائے واحد کی قسم تلوار سے کام لوں گا۔ اس قدر کشت خون کروں گا کہ تلوار پرزے پرزے ہو جائے گی۔ اگر میں تن تھا ہی رہ جاؤں گا تب بھی اس معرکہ اور کوشش سے باز نہ رہوں گا۔

مسلم بن عبداللہ بن سعید حسنی نے کہا۔ امیر کا بیان کمزور شخصوں کا سا ہے۔ اور اس میں ذرا بھی یقین نہیں پایا جاتا تو جو کچھ کہہ رہا ہے اسے عمل میں نہ لائے گا۔ نعمان نے کہا اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری میں میرا کمزور ہونا اس سے بہتر ہے کہ گناہ گاروں کے ساتھ گمراہیوں میں شریک ہو جاؤں۔ پھر اس کے بعد تاکید و تنبیہ کی اور خبر سے اتر کر دار الامارۃ میں چلا آیا۔

عبداللہ بن مسلم نے جو یزید کا دوست تھا فوراً یزید کے پاس اس مضمون کا خط روانہ کیا کہ میرے کوئی دوستوں اور خاص میری طرف سے امیر یزید کو معلوم ہو کہ مسلم ابن عقیل نے وارد کوفہ ہو کر علی ابن ابی طالب کے بہت سے دوستوں سے حسین ابن علیؑ کے لئے بیعت لی ہے اگر تجھے کوفہ کو اپنے قبضے میں رکھنا ہے اور کسی دوسرے کے قبضے میں جانا گوارا نہیں تو کسی سخت گیر شخص کو یہاں بھیج کہ تیرے احکام اور فرامین کو حسب ایما جاری اور دشمنوں کو تیری منشاء کے مطابق نیست نابود کر دے کیونکہ نعمان بن بشیر کمزور آدمی ہے۔ اگر کمزور بھی نہیں تو وہ لوگوں پر اپنے کو حقیر ظاہر کرتا ہے۔ والسلام!

عمار بن ولید اور یزید بن سعید نے بھی اسی مضمون کے خط روانہ کئے۔ یزید ان خطوں کو پڑھ کر بہت برا فروختہ ہوا۔ اپنے باپ کے غلام سرجون کو بلا کر کہا مجھے ایک مہم پیش آگئی ہے۔ کیا تدبیر کی جائے؟ اس نے کہا وہ کیا مہم ہے۔ یزید نے کہا

مسلم بن عقیل نے داخل کوفہ ہو کر علی ابن ابی طالب کے دوستوں کی آیت جمعیت فراہم کر لی ہے۔ اور ان سے حسین ابن علی کے واسطے بیعت لی ہے۔ اب کیا بندوبست کرنا چاہئے تیری اس کے متعلق کیا رائے ہے۔ سرجون نے کہا اگر میری بات مانے تو کچھ کہوں۔ یزید نے کہا بیان کر۔ اس نے کہا تو نے عبداللہ ابن زیاد کو حاکم بصرہ مقرر کیا ہے۔ کوفہ بھی اسی کے حوالے کر دے۔ پھر جب اس طرف سے اطمینان ہو جائے گا تو وہ تیرے دشمنوں کو منتشر کر دے گا۔

یزید کو اس کی رائے بہت ہی پسند آئی۔ عبداللہ بن زیاد کے نام خط لکھا کہ مجھے میرے بعض دوستوں نے کوفہ سے اطلاع دی ہے کہ مسلم بن عقیل نے کوفہ میں آکر بہت سے آدمیوں کو جمع کیا ہے، ان سے حسین بن علی کے واسطے بیعت لی ہے تو اس خط کے مضمون سے واقف ہوتے ہی فوراً کوفہ چلا جا اور اس فساد کی آگ کو بجھا کر اس مہم کو انجام دے۔

میں نے قبل ازیں تجھے بصرہ کی حکومت عطا کی تھی۔ اب کوفہ کی امارت بھی تجھے دیتا ہوں۔ مسلم بن عقیل کو اس طرح تلاش کر جس طرح بخیل آدمی گرے ہوئے روپے کو ڈھونڈتا ہے۔ جس وقت اسے گرفتار کر لے تو فوراً قتل کر کے سر میرے پاس بھیج دے۔ خوب یاد رکھ کہ میں اس معاملہ میں تیرے کسی بہانہ کو نہ سنوں گا۔ اس حکم کی تعمیل میں جلدی کر۔ والسلام!

پھر یہ خط مسلم بن عمر یابی کو دے کر کہا بہت جلد یہ خط بصرہ لے جا اور عبداللہ کے حوالے کر اور رستہ میں کسی جگہ نہ ٹھہرنا، اس حال سے پہلے امیر المومنین حسین نے بصرہ کے نامور اشخاص خنت بن قیس مالک بن ستمیح، منذر بن جارود، قیس بن عظم، مسعود بن عمرو اور عمر بن عبداللہ کے نام خط لکھ کر اپنی بیعت و اطاعت کی ہدایت کی تھی۔ اور انہوں نے آپ کے خطوط کو ظاہر نہ ہونے دیا تھا۔ مگر منذر بن جارود کی بیٹی عبداللہ کے نکاح میں تھی منذر اس سے بہت ڈرتا تھا اپنے نام کا خط جو امام حسین کا بھیجا ہوا تھا عبید اللہ ابن زیاد کو دے دیا وہ خط دیکھ کر بہت غضب ناک ہوا۔ اور ڈھنڈورا پڑایا، پھر منذر سے کہا یہ خط کون لایا ہے۔ اس نے جواب دیا کہ حسین بن علی کا ایک ہوا خواہ سلیمان لایا ہے۔ عبداللہ نے کہا جا اسے بلا لا۔ اس وقت سلیمان ایک شیعہ کے گھر میں پوشیدہ تھا۔ منذر اسے بلا لایا۔ عبید اللہ نے اس سے کچھ نہ پوچھا۔ فی الفور قتل کر کے سولی پر لٹکا دیا۔

جب سلیمان قتل ہو گیا تو منبر پر بیٹھ کر خدا کی حمد و ثناء کے بعد کہا اے بصرہ والو آج یزید کا ایک فرمان آیا ہے۔ اس نے ولایت کوفہ بھی مجھے دے دی ہے۔ میں کل کوفہ جاؤں گا اپنے بھائی عثمان کو تمہارا امیر مقرر کرتا ہوں۔ لازم ہے کہ تم سب اس کو عزت و حرمت سے رکھنا۔ ہر امر میں اس کی رضامندی اور اطاعت کو اختیار کرنا۔ مخالفت سے دور رہنا۔ خدائے واحد کی قسم اگر میں نے سنا کہ تم میں سے کسی نے اس کی خلاف ورزی کی اور فرمائیدہ راہی سے منہ پھیرا ہے۔ تو اسے مع اس شخص کے جو اس کا شریک ہو گا قتل کر ڈالوں گا۔ اور جب تک انتظام ٹھیک نہ ہو گا۔ دشمن کو دوست کے عوض گرفتار کروں گا۔ اب میں نے تمہیں سمجھا دیا ہے ہرگز ہرگز مخالفت نہ کرنا۔ ورنہ تم مجھے جانتے ہو میں ابن زیاد کا بیٹا ہوں۔ میرے ناموں اور چچا بھی میری مخالفت سے پہلو بچاتے ہیں۔ والسلام!

اس کے بعد منبر سے اتر کر دوسرے دن جانب کوفہ روانہ ہوا۔ اور بصرہ کے نامور اشخاص مسلم بن عمر یابی منذر بن جارود عبیدی اور شریک بن عبداللہ اور ہمدانی کو اپنے ہمراہ لے لیا۔ کوفہ کے قریب پہنچ کر ایک جگہ ٹھہر گیا اور اتنی دیر تک ٹھہرا رہا کہ آفتاب غروب ہو کر دو گھنٹے رات گزر گئی۔ اس کے بعد عمامہ باندھا تلوار کمر میں لگائی۔ کمان کندھے پر لٹکائی، ترکش لگا کر گز ہاتھ میں لیا اور خنک گھوڑے پر سوار ہو کر مع خدم و حشم بیابان کی راہ سے داخل کوفہ ہونے کے لئے کوچ کیا۔ اب چاند پوری روشنی ڈال رہا تھا۔ لوگوں کو خیال تھا کہ امام حسین تشریف لائیں گے۔ عبید اللہ کے خدم و حشم

کو دیکھ کر خیال کیا کہ امام حسینؑ تشریف لائے ہیں۔ گروہ در گروہ آنے شروع ہوئے اور عید اللہ کو سلام کرتے اور کہتے تھے اے فرزند رسول مبارک ہو مبارک ہو آپ کی تشریف آوری مبارک ہو عید اللہ ان کے سلام کا جواب دیتا تھا۔ آخر کار مسلم بن عمر بھلی نے ایک شخص سے کہا یہ عید اللہ بن زیاد ہے۔ حسین ابن علیؑ نہیں ہے۔ تم کو محض دھوکا ہوا ہے۔ کوفہ والے اس حال سے مطلع ہو کر بھاگے اور منتشر ہو گئے۔ عبد اللہ نے دار الامارۃ میں قیام کیا وہ زخمی سور کی طرح جھلاتا اور تیج و تاب کھاتا تھا۔ اس شب کو تو کچھ نہ بولا نہ کسی شخص کو بلایا۔ مگر دوسرے دن ڈھنڈورا پڑایا کہ سب لوگ جامع مسجد میں اکٹھا ہوں۔ جب سب آگئے اور بیشمار خلقت کا ہجوم ہو گیا تو عید اللہ بھی داخل مسجد ہوا۔ سیاہ عمامہ سر پر اور کمر میں تلوار لٹکی ہوئی۔

منبر پر چڑھ کر حمد و ثنائے الہی کے بعد کہا اے اہل کوفہ تمہارے امیر بنید نے مجھے حاکم کوفہ مقرر کیا اور حکم دیا ہے کہ عدل و انصاف سے پیش آؤں۔ مظلوموں کی فریاد سنوں۔ ظالموں سے بدلہ لوں۔ درویشوں سے اچھا سلوک کروں، دوستوں اور فریادواروں پر مہربانی اور بخشش کرتا رہوں۔ میں نے امیر کے حکم کی تعمیل کی اور بصرہ سے یہاں آیا کہ اس کا فرمان بجا لاؤں۔ اب میں تمام ممانعتوں اور احکام کو جاری کروں گا۔ انشاء اللہ!

یہ کہہ کر منبر سے اتر۔ دار الامارہ میں پہنچا اور دوسرے دن وہاں سے نکل کر منبر پر چڑھا آج پہلے دن والی وضع میں نہ تھا۔ حمد خدا کے بعد کہا حکومت کے لئے سختی بھی ضروری ہے۔ اور میری عادت ہے کہ میں گنہگاروں کے عوض بیگناہوں کو پکڑ لیتا ہوں۔ اور غائب ہو جانے والوں کے واسطے حاضر اشخاص کو جلائے مصیبت کرتا ہوں۔ دوست کے بدلے دوست سے باز پرس کرتا ہوں۔ اسد بن عبد اللہ نے کہا اے امیر خدا فرماتا ہے لا توردوا ذرۃ و ذرۃ اخوی مرز کو وقت پر آزماتے ہیں تلوار کو ہنر سے اور گھوڑے کو دوڑا کر۔ ہمارا یہ کام ہے کہ جو کچھ کے گا اسے بجا لائیں گے۔ امیر کے احکام بسر و چشم پورے کریں گے۔ شروع میں احسانات کے علاوہ برا طریقہ جاری نہ کر۔

عید اللہ ان باتوں کو سن کر خاموش ہو رہا۔ منبر سے اتر کر دار الامارہ میں چلا آیا۔ مسلم بن عقیل عید اللہ کے آنے کی خبر سن کر گھبرائے آدھی رات کے وقت اپنی جائے قیام سے ہانی بن عروہ مدنی کے گھر تشریف لائے اور بغیر اجازت اندر داخل ہو گئے۔ ہانی انہیں دیکھ کر کھڑا ہو گیا۔ پوچھا آپ کی یہ کیا حالت ہے۔ اور ایسا کون معاملہ درپیش آیا کہ آدھی رات کے وقت یہاں آئے۔ مسلم نے کہا میں نے عید اللہ سے ڈر کر تیرے گھر میں پناہ لی ہے مجھے پناہ دے۔ ہانی نے کہا مجھے آپ نے سخت مصیبت میں جھلا کیا۔ اگر تم میرے گھر تشریف نہ لاتے تو میں یہ بہتر سمجھتا کہ آپ واپس تشریف لے جائیں۔ مگر اب تو آپ نے میرے مکان میں پناہ لی ہے۔ بڑے شرم اور بے عزتی کی بات ہے کہ میں آپ کو یہاں سے واپس بھیج دوں۔ آپ آرام سے بیٹھیں۔ مسلم اس کے گھر میں بیٹھ گئے۔

عید اللہ نے آدمی مقرر کئے کہ مسلم کو ڈھونڈ لائیں مگر کسی شخص نے آپ کا پتا نہ بتلایا۔ لوگ پوشیدہ طور پر مسلم کے پاس حاضر ہوتے اور از سر نو بیعت کرتے تھے۔ مسلم ان پر حجت قائم کرتے تھے کہ تم اپنے وعدوں پر ثابت قدم رہنا۔ یوفائی نہ کرنا۔ وہ قسمیں کھاتے تھے یہاں تک کہ ۲۰ ہزار آدمی حلقہ بیعت میں آگئے۔ اب مسلم نے ارادہ کیا کہ ان لوگوں کو ہمراہ لے کر نکالیں اور دار الامارہ پر حملہ کر کے عید اللہ کو پکڑ لیں۔ ہانی نے مناسب نہ سمجھا اور کہا آپ جلدی نہ کریں۔ کیونکہ جلد بازی شیطان کا کام ہے۔

ادھر عید اللہ نے اپنے خیر خواہوں میں سے ایک شخص کو جس کا نام معقل تھا ایک ہزار درہم دے کر کہا جا شرم میں مسلم کو تلاش کر اور علیؑ کے گروہ سے کہنا میں علیؑ اور اس کے خاندان کا خیر خواہ ہوں جب تجھے مسلم کے سامنے لے جائیں تو اپنی

خیر خواہی جتا کر کہنا میں ایک ہزار درہم لایا ہوں آپ یہ روپیہ اپنے کاموں پر صرف کریں۔ وہ روپیہ پا کر تجھے اپنا ہوا خواہ سمجھیں گے اور اپنا دوست جان کر تجھ پر بھروسہ کریں گے پھر تو جو کچھ حالات دیکھے اور سنے مجھ سے آکر بیان کر۔

معتقل عبید اللہ کی ہدایات کے مطابق روپیہ لے کر مسجد کوفہ میں آیا۔ حسب اتفاق امیر المومنین علیؑ کے گروہ کے ایک شخص مسلم بن عویصہ اسدی کو دیکھا۔ اس کے پاس بیٹھ کر کہا میں شام کا باشندہ ہوں۔ ایک ہزار درہم میرے پاس ہیں سنا ہے کہ خاندان نبوت میں کوئی شخص یہاں آیا ہے اور فرزند رسول خداؐ کے واسطے لوگوں سے بیعت لے رہا ہے اگر تو میرا بیعت کر کے مجھے اس کے پاس پہنچا دے اور میں اس کی زیارت سے مشرف ہو جاؤں تو یہ مال اسے دے دوں کہ وہ اپنے خرچ میں لائے میں تیرا بہت ہی احسان مند رہوں گا اگر تو چاہے تو اس شخص کے پاس جانے سے پہلے تجھ سے بیعت کر لوں۔

مسلم ابن عویصہ نے جانا کہ وہ سچ بولتا ہے۔ قول قسم لے کر اور مضبوط عہد و پیمان کے بعد کہا اب تو چلا جا کل میرے پاس آنا۔ میں تجھے اس کے پاس پہنچا دوں گا۔ معتقل وہاں سے چلا آیا۔ اور عبید اللہ سے سب حال کہہ سنایا۔ اس نے کہا دیکھ مردوں کی طرح اس کام کو انجام دینا۔

پھر لوگوں سے شریک بن الاغور ہمدانی کا حال پوچھا۔ جو بصرہ سے اس کے پاس آیا تھا اور کوفہ میں پہنچ کر سخت بیمار ہو گیا تھا۔ گھر سے باہر نہ آسکتا تھا۔ انہوں نے کہا وہ بہت ہی ناتواں ہو گیا ہے۔ عبید اللہ نے کہا ہم اس کی عیادت کے لئے جائیں گے۔ شریک کو مسلم کا حال معلوم تھا اس نے کہا اے مسلم کل عبید اللہ میری عیادت کے لئے آئے گا۔ اسے باتوں میں لگا لوں گا اور تم اسے تلوار سے ایک ہلاکت خیز ضرب لگانا۔ پھر شہر کوفہ تمہارے قبضے میں آجائے گا۔ اور اگر میں زندہ رہا تو بصرہ کو بھی تیرے تصرف میں لاؤں گا۔ دوسرے دن عبید اللہ سوار ہو کر ہانی کے دروازہ پر آیا اور شریک کی عیادت کے لئے گھوڑے سے اتر کر اس کے پاس جا بیٹھا۔ شریک اس سے گفتگو کرنے لگا اور جس امر کو وہ پوچھتا جاتا رہا۔ اور چاہا کہ نکل کر اس کا کام تمام کر دے۔

ادھر مسلم نے تلوار میان سے باہر کر کے چاہا کہ اندر سے نکل کر عبید اللہ کا کام تمام کر دے۔ ہانی نے کہا خدا کے لئے ایسا کام نہ کر میرے گھر میں بہت سے بچے اور عورتیں ہیں۔ قتل کے واقعہ سے بہت خوف کھائیں گے۔ مسلم بن عقیل نے غصہ ہو کر تلوار ہاتھ سے ڈال دی۔ شریک اب بھی عبید اللہ کو باتوں میں مشغول رکھنے کی کوشش کرتا رہا۔ اور کچھ کچھ باتیں دریافت کرتا رہا کہ اب بھی مسلم اسے آکر مار ڈالے۔ آخر عبید اللہ کو بھی کچھ شبہ سا ہو گیا دل میں ڈرا اور وہاں سے اٹھ کر چلا آیا۔

عبید اللہ کے جانے کے بعد مسلم اور ہانی باہر آئے۔ شریک نے کہا تم نے اچھا موقع کھو دیا۔ کیوں اسے ہلاک نہ کر دیا۔ مسلم نے کہا مجھے ہانی نے اس امر سے روک دیا اور کہا میری عورتیں اور بچے اس قتل سے خوف کھا جائیں گے۔ شریک نے دونوں کو ملامت کی اور کہا اس بد اعتقاد فاسق کو بہت آسانی سے پکڑ سکتے تھے تم نے بڑی غلطی کی پھر ایسا موقع ہاتھ نہ آئے گا۔ شریک تین دن زندہ رہا پھر رحمت حق کے شامل حال ہو گیا۔

عبید اللہ نے دار الامارۃ سے نکل کر اس کے جنازہ کی نماز پڑھی پھر اپنے مکان پر چل گیا۔ دوسرے دن معتقل نے مسلم بن عویصہ کے پاس آکر کہا تو نے مجھ سے یہ وعدہ کیا تھا کہ مکہ سے آئے ہوئے شخص کے پاس لے چلوں گا کہ میں اس کی زیارت کر سکوں۔ اور یہ مال اسے دے دوں تو شاید اپنے وعدے سے پھر گیا ہے۔ براہ مہربانی اپنے اقرار کو پورا کر۔ مسلم نے کہا میں اپنے اقرار کو پورا کروں گا۔ شریک کی وفات کے سبب فرصت نہ ملتی تھی۔ کیونکہ وہ بڑا نیک خصلت اور امیر المومنین علیؑ علیہ السلام کے خیر خواہوں میں سے تھا۔ معتقل نے کہا وہ شخص جو مکہ سے آیا ہوا ہے ہانی کے گھر میں موجود

ہے۔ مسلم نے کہا ہاں۔ پھر اسے اپنے ہمراہ لے کر مسلم بن عقیل کی خدمت میں حاضر کیا۔ مسلم نے اسے مرجا کہا۔ اور اپنے قریب بٹھا کر اس سے بیعت لی۔ معقل نے روپیہ پیش کیا۔ جسے مسلم نے قبول کر لیا۔ معقل تمام دن آپ کے پاس رہا اور طرح طرح کی باتیں اور دوستی کی باتیں کرتا رہا۔ جب رات ہو گئی وہاں سے رخصت ہو کر عید اللہ کے پاس آیا۔ مسلم کا تمام حال کہہ سنایا۔ اس نے کہا تو مسلم کے پاس برابر آتا جاتا رہ اور خدمت گزار کرتا رہ کیونکہ اگر تو اس کے پاس نہ جائے گا تو تیری طرف سے شک پیدا ہو جائے گا۔ اور مسلم اس کے گھر سے نکل کر کسی دوسرے گھر میں جا رہے گا۔ اس کے بعد عید اللہ نے آدمی بھیج کر محمد بن اشعث، اسماء بن خارجہ، فراری اور عمرو بن حجاج زیدی کو بلایا۔ اور کہا ہانی ایک دفعہ میرے پاس نہیں آیا نہ میرا حال دریافت کیا۔ کیا تمہیں اس کا کچھ حال معلوم ہے؟ کہ وہ کس سبب سے نہیں آیا؟ انہوں نے کہا وہ بہت کمزور و ناتواں آدمی ہے۔ اس لئے امیر کی خدمت میں حاضر نہیں ہو سکتا اس نے کہا ہاں پہلے تو علیل تھا اور اب تندرست ہے کسی قسم کی شکایت باقی نہیں رہی۔ پھر کیوں خانہ نشین ہے۔ اور میرے پاس نہیں آتا۔ کل تم اس کے پاس جاؤ اور اس سے علیحدہ رہنے پر ملامت کرو کہ مجھ سے ملنے کے لئے آئے اور جو خدمت اور اطاعت اس پر واجب ہے بجالائے۔ میں ہمیشہ اس پر مہربان رہا ہوں۔ اب اور زیادہ اچھا سلوک کروں گا۔ انہوں نے کہا سرور چشم۔ ابھی یہ باتیں ہو ہی رہی تھیں کہ عید اللہ کا ایک خدمت گار مالک بن ربیع تمہیں آیا اور کہا اللہ تعالیٰ امیر کو محفوظ رکھے ایک اور خوفناک حادثہ کی خبر ہے۔ اس نے کہا بیان کر۔ مالک نے کہا میں سیر کے ارادہ سے شہر کے باہر گیا ہوا تھا۔ اس کے گرد پھر رہا تھا۔ ایک شخص کو دیکھا کہ کوفہ سے نکل کر نہایت تیز روی سے مدینہ کی طرف جا رہا تھا۔ میں نے اس کے پیچھے گھوڑا ڈالا اور اسے جالیا پوچھا تو کون ہے اور کہاں جاتا ہے؟ اس نے کہا میں مدینہ کا رہنے والا ہوں پھر میں نے گھوڑے سے اتر کر دریافت کیا۔ کیا تیرے پاس کوئی خط ہے۔ اس نے اقرار نہ کیا تو میں نے اس کے کپڑوں کی تلاش لی ایک سربند خط ملا وہ یہ ہے۔ اور اس شخص کو امیر کے دروازے پر پہرہ کے اندر دے دیا ہے۔

عید اللہ نے خط کھولا مضمون یہ تھا۔ مسلم بن عقیل کی طرف سے حسین ابن علی کو معلوم ہو کہ میں کوفہ میں پہنچا تمام شیعوں سے ملا۔ آپ کے لئے بیعت لی۔ بیس ہزار اشخاص نے برضا و رغبت آپ کی بیعت اختیار کر لی ہے۔ میں نے ان کے نام لکھ لئے ہیں۔ آپ اس خط کے مضمون سے مطلع ہوتے ہی فوراً چلے آئیں۔ کسی بھی وجہ سے دیر نہ کریں۔ کیونکہ کوفہ والے دل سے آپ کے خیر خواہ اور دوست ہیں۔ اور یزید سے سخت متنفر ہیں۔ والسلام

عید اللہ نے کہا جس شخص کے پاس سے یہ خط ملا ہے اسے میرے سامنے لا۔ مالک جا کر لے آیا۔ عید اللہ نے پوچھا تو کون ہے۔ اس نے کہا میں بنی ہاشم کا ہوا خواہ ہوں۔ پوچھا تیرا نام؟ اس نے کہا عبد اللہ۔ عقیلین۔ پھر پوچھا یہ خط تجھے کس نے دیا تھا کہ حسین کے پاس لے جائے۔ اس نے جواب دیا ایک بوڑھی عورت نے۔ کہا تو اس کا نام جانتا ہے۔ میں نے کہا اس کے نام سے واقف نہیں۔ عید اللہ نے کہا تو دو باتوں میں سے ایک اختیار کر یا تو خط دینے والے کا نام بتا دے کہ میرے ہاتھ سے بچ جائے ورنہ تجھے قتل کرا دوں گا۔ اس نے کہا نام نہ بتاؤں گا اس میں اگر میری جان بھی جاتی رہے تو کچھ پرواہ نہیں۔ عید اللہ نے اسے قتل کرا دیا۔ رحمۃ اللہ علیہ۔ پھر محمد بن اشعث، عمر بن حجاج اور اسماء بن خارجہ کی طرف متوجہ ہو کر کہا جاؤ ہانی سے کہو وہ میرے پاس آتا رہے۔ وہ وہاں سے اٹھ کر ہانی کے گھر آئے۔ دیکھا ہانی گھر میں موجود ہے۔ اسے سلام کیا پوچھا امیر کے پاس کس لئے نہیں جاتا۔ اس نے تجھے کئی مرتبہ یاد کیا ہے۔ اور تیرے حاضر نہ ہونے سے آرزو خاطر رہتا ہے۔ اس نے جواب دیا بیماری کی وجہ سے نہیں جاسکا۔ چلنے پھرنے کی طاقت ابھی تک نہیں آئی۔ انہوں نے کہا ہم نے تیری طرف سے یہی عذر پیش کیا تھا۔ اس نے قبول نہ کیا۔ اور کہا میں سنتا ہوں کہ وہ تندرست ہو گیا ہے۔ باہر

لگتا ہے اور اپنے گھر کے دروازے پر بیٹھتا ہے۔ اور آدمی اس کے پاس جمع ہوتے ہیں۔ اب مناسب ہے کہ تو اس کے پاس جائے کیونکہ وہ برسر اقتدار ہے۔ ایسے شخص سے ملنا جلنا اچھا ہے۔ مبادا وہ کسی سختی اور ظلم پر آمادہ ہو جائے۔ خاص کر نامور اشخاص کی طرف سے اور تو آج اپنے قبیلہ کا سردار ہے۔ ہم تجھے قسم دلاتے ہیں تو اپنے حال پر رحم کر اور ہمارے ساتھ امیر کے پاس چل۔ ہانی نے کہا اچھا میں چلوں گا۔

اس کے بعد اپنی پوشاک منگا کر اپنی گھوڑے پر سوار ہو کر ان لوگوں کے ہمراہ دار الامارۃ پر پہنچا۔ اب اس کا دل گھبرایا۔ بدی اور شرارت کا برتاؤ ہونے کا خیال گزرا۔ اسماء بن خاریجہ کی طرف مخاطب ہو کر کہا بھائی مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ میرے ساتھ برائی وقوع میں آئے گی۔ اسماء نے کہا سبحان اللہ یہ کیا بات ہے۔ چچا تمہارے خیالات بالکل غلط ہیں۔ اپنے دل سے تشویش دور کرو اور ہر طرح سے مطمئن رہو۔ بھلائی کے سوا اور کوئی امر ظاہر نہ ہو گا۔ غرض عبید اللہ کے پاس آئے اس وقت قاضی شریح عبید اللہ کے پاس بیٹھا تھا۔ جس وقت دور سے ہانی کو آتے دیکھا قاضی شریح سے مخاطب ہو کر کہا:

اور ہد حیاتہ و ہد قتلہ عذتہ مبارک من حبیبک من مراد

ہانی یہ بیت سن کر گھبرایا اور کہا اے امیر یہ کیا مثل ہے جو تو نے کہی۔ اس نے کہا اے ہانی خدا کی قسم تو نے مسلم بن عقیل کو اپنے گھر میں لا کر رکھ چھوڑا ہے۔ اور پناہ دے کر بہت لوگوں کو مسلح کر کے مکان کے ارد گرد بہت سے لوگوں کو فراہم کیا ہے۔ اور تو یہ سمجھتا ہے کہ میں ان باتوں سے بے خبر ہوں۔ یقین کر کہ تیری تمام حرکات مجھے معلوم ہیں۔ ہانی نے کہا مجھے ان امور کی کوئی خبر نہیں۔ عبید اللہ نے کہا میں بالکل سچ کہتا ہوں۔ پھر معقل کو بلا کر ہانی سے کہا تو اسے جانتا ہے۔ اب ہانی سمجھ گیا کہ یہ کیا معاملہ ہے۔ اور معقل عبید اللہ کا جاسوس تھا۔ فرزند رسول کا دوست نہ تھا۔ عبید اللہ کو یہ سب حالات معلوم ہو گئے ہیں۔ اب ہانی نے اقرار کر لیا کہ اللہ تعالیٰ امیر کو محفوظ رکھے میں نے کسی شخص کو مسلم کے بلانے کو نہیں بھیجا نہ اسے بلایا۔ نصف شب کے وقت میں نے ایک شخص کو دیکھا کہ میرے گھر پر آکر پناہ کا طالب ہوا ہے۔ مجھے اس بات سے شرم آتی ہے کہ اسے پناہ نہ دوں اور تمنا چھوڑ دوں۔ اس لئے اس کو پناہ دے دی۔ اب تجھے اس کا حال معلوم ہو گیا ہے۔ اجازت دے کہ جا کر اس سے عذر کروں کہ کہیں اور چلا جائے اور میں عذر کرتا ہوں کہ جب اس شخص کو اپنے گھر سے روانہ کروں گا تو تیرے پاس حاضر ہو جاؤں گا۔

اس نے کہا جب تک تو اسے یہاں حاضر نہ کرے گا میرے پاس سے نہ جاسکے گا۔ ہانی نے کہا میں کبھی ایسی بات نہ کروں گا۔ کیونکہ ازرنے شرع مروت جائز نہیں کہ پناہ دیئے ہوئے شخص کو دشمن کے حوالہ کر دوں۔ اہل عرب کی خصلت ایسی نہیں ہے تو مجھے ایسے فعل کی تکلیف نہ دے میں ہرگز اسے تیرے سامنے نہ لاؤں گا۔ اور اپنے واسطے اس عیب و عار کو گوارا نہ کروں گا۔ مسلم بن عمر ہابی نے کہا اے امیر ذرا سی دیر کی صلت دے کہ میں ہانی سے دو دو باتیں کر لوں۔ عبید اللہ نے کہا اسی مکان میں جو کہتا ہو کہ لے۔ مسلم بن عمر نے ہانی کا ہاتھ پکڑا۔ اور کونہ میں لے جا کر سمجھایا کہ تو اپنی زندگی سے کیوں بیزار ہوا ہے۔ اپنے بچوں اور کنبے والوں کے حال پر رحم کر۔ مسلم بن عقیل کے واسطے اپنے آپ کو ہلاک نہ کر اگر ہم جنسوں میں کوئی برابر والا تجھ سے طلب کرتا اور تو دیتا عیب کی بات تھی۔ مگر جب ایک زبردست شخص جس کے پنجہ میں تو گرفتار ہے مانگتا ہے تو حوالہ کر دے۔ کوئی عیب اور شرم کی بات نہیں۔

ہانی نے کہا خدا کی قسم ہزار عیب سے بڑھ کر یہ امر ہے۔ میں اس شرم کو کبھی گوارا نہ کروں گا اور رسول خدا کے بیٹے کے قاصد اور اپنے مہمان اور پناہ دیئے ہوئے کو ہرگز دشمن کے سامنے پیش نہ کروں گا۔ جب تک زندہ ہوں اور میرے ہاتھ

پاؤں چلنے اور دوست آشنا عزیز و قریب میرے ہمراہ ہیں۔ ایسا ہونا ممکن نہیں۔ بلکہ خدا کی قسم اگر میں تجھ بھی رہ جاؤں گا اور میرا کوئی مددگار اور یار و خیزار بھی نہ رہے گا تب بھی یہ عار نہ اٹھاؤں گا۔ مسلم ابن عمر سے عبید اللہ کے پاس واپس لے آیا۔ اور کہا اسے کوئی نصیحت کارگر نہ ہو گی۔ اور وہ مسلم بن عقیل کو ہمارے حوالے نہ کرے گا۔ عبید اللہ زیادہ غضب ناک ہو کر بولا خدا کی قسم اگر تو اسے میرے پاس نہ لائے گا تو تیرا سرازا دوں گا۔ ہانی نے کہا کس کی مجال ہے جو میرے ساتھ اس طرح پیش آسکے گا۔

عبید اللہ نے کہا تو مجھے اپنے دشمنوں اور اپنے عزیزوں سے ڈراتا ہے۔ یہ کہہ ایک آہنی کٹڑی جو سامنے رکھی تھی اٹھالی اور ہانی کے منہ پر ماری۔ جس سے ایک بھون اور ناک پھٹ کر خون بہہ نکلا۔ قریب ہی عبید اللہ کا ایک سپاہی تلوار ہاتھ میں لئے کھڑا تھا۔ ہانی نے اس کے قبضے پر ہاتھ ڈال کر چاہا کہ تلوار چھین لے مگر ایک اور سپاہی نے پکڑ لیا۔ عبید اللہ نے حج کر کہا اسے گرفتار کر کے اسی مکان کی ایک کونڈی میں بند کر دو۔

اسماء بن خارجہ نے کھڑے ہو کر کہا اے امیر تو نے ہم سے کہا تھا اور ہم اسے حیرے پاس لائے تھے اس کے آنے سے پہلے تو نے اس کے واسطے اچھے اچھے وعدے کئے تھے۔ اب وہ آیا تو غیض و غضب سے پیش آیا۔ ناک توڑ دی اور اس کے چہرے اور داڑھی کو خون سے رنگین کر دیا۔ پھر اسے قید خانہ میں ڈال دیا۔ تیری رحم دلی سے یہ بات بہت ہی بعید ہے۔ اور مزید یہ کہ تو اسے قتل کرنا چاہتا ہے۔ تجھے اچھا برتاؤ کرنا چاہئے تھا۔ عبید اللہ نے اسی غصے کی حالت میں جواب دیا کہ اس قدر مارو کہ یہ مرجائے۔ جب اس کے زندہ رہنے کی امید نہ رہی تو اسماء نے کہا انا للہ وانا الیہ راجعون۔

اے ہانی ہم تجھے موت کا پیغام سناتے ہیں۔ اور اب یہ معاملہ ہاتھ سے نکل چکا ہے۔ ہانی کے رشتہ دار بنی نضج والے سوار ہو کر دارالانارہ پر آئے اور ہجوم کر کے بلند آوازوں سے بولنے لگے۔ عبید اللہ نے پوچھا یہ کیا شور و غل ہے۔ لوگوں نے کہا ہانی کے عزیزوں کو خبر لگی ہے کہ امیر نے اسے ہلاک کر دیا ہے۔ اس لئے وہ جمع ہو کر دروازے پر آ رہے ہیں۔

عبید اللہ نے قاضی شریح سے کہا اٹھ کر ڈرا ہانی کو دیکھ۔ پھر مکان سے نکل کر اس کے رشتہ داروں کو سمجھا دے کہ ہانی صحیح و سلامت ہے۔ تم کس لئے فریاد کرتے اور فتنہ اٹھاتے ہو۔ جس کسی نے ایسا کہا کہ امیر نے ہانی کو مروا دیا ہے۔ وہ جھوٹا ہے۔ شریح نے مکان سے نکل کر اس کے عزیزوں کو یہی بات سنا دی واپس چلے گئے۔

عبید اللہ محل سے نکل کر جامع مسجد میں آیا اور منبر پر چڑھ کر دائیں بائیں دیکھا کہ اس کے سپاہی ہر طرف شمشیریں اور گرز کاٹھھے پر رکھے کھڑے ہیں۔ کہا اے کوفہ والو اللہ جل شانہ کی عبادت اختیار کرو، محمد مصطفیٰ کی سنت پر چلو، اور خلفاء کی روش سے نہ ہو، صاحب حکومت کی اطاعت سے نہ پھرو، ورنہ ہلاک ہو جاؤ گے۔ فتنہ و فساد سے بچو ورنہ بچتاؤ گے۔ اور میں تم پر ہجرت تمام کئے دیتا ہوں۔ اور یزید کی طرف سے خوف دلاتا ہوں۔ اسی اثناء میں اس نے شور و غل سنا اور پوچھا یہ کیا غل ہے لوگوں نے کہا اے امیر بیچ بچ۔ کیونکہ مسلم ابن عقیل نے جماعت کثیر کے ساتھ جنہوں نے حسین ابن علی کی بیعت اختیار کر لی ہے چڑھائی کر دی ہے۔ اور وہ تیرے مارنے کے ارادے سے آتا ہے۔

عبید اللہ فوراً منبر سے اتر کر دارالانارہ میں چلا آیا۔ اور دروازے بند کرائے۔ مسلم بن عقیل کے پاس خاصا لشکر جمع ہو گیا۔ لوگ جھڑپے لے کر آپ کے پاس آتے تھے۔ یہاں تک کہ دو ہزار آدمی آپ کے پاس جمع ہو گئے۔ اب دارالانارہ کے دروازہ پر پہنچے۔ عبید اللہ اور اس کے باپ کو سخت گالیاں دے رہے تھے۔ اوہر سے عبید اللہ کا لشکر بھی فراہم ہو گیا اور مسلم کی فوج کے مقابلہ میں آ کر جنگ کرنے لگا۔ بڑی سخت جنگ ہوئی۔ عبید اللہ اور اس کے اراکین اور سرداران کوفہ کی چھتوں پر سے یہ حال دیکھ رہے تھے۔ اور عبید اللہ کا ایک دوست کثیر ابن شہاب کوشھے پر کھڑا ہوا بہ آواز بلند کہہ رہا تھا

اے لوگو! حسین کے دوستو اور اے مسلم بن عقیل اپنی جانوں پر رحم کرو۔ اور اپنے اہل و عیال کے دشمن نہ بنو۔ کیونکہ شامی فوجیں داخل ہوا چاہتی ہیں۔ اور امیر عبداللہ نے قسم کھالی ہے کہ اگر تم شام تک اسی طرح جنگ کرتے رہے اور مقابلے سے باز نہ آئے تو تمہاری جاگیریں ضبط کرنی جائیں گے اور تمہارے جنگجو مردوں کو یہاں سے نکال کر شام بھیج دوں گا اور مجرموں کے عوض بے گناہوں کو قتل کروں گا اور بھاگ جانے والوں کے بدلے موجودہ اشخاص کو سزا دوں گا۔ یہ باتیں سن کر جن لوگوں نے مسلم سے بیعت کی تھی، خوفزدہ ہو گئے۔ دس دس بیٹیں آدمیوں کا گروہ کھکنے لگا آپس میں کہتے تھے۔ ہم اس فساد میں کیسے شریک ہوں۔ اپنے کیوں نہ چل کر بیٹھیں۔ اور دیکھیں کہ انجام کیا ہوتا ہے۔ غرض آفتاب ابھی غروب نہ ہونے پایا تھا کہ وہ اٹھارہ ہزار مسلح آدمی جو مسلم بن عقیل کے ساتھ تھے سب کے سب بھاگ گئے۔ ایک بھی ساتھ نہ رہا۔

مسلم نے اپنے آپ کو بالکل تنہا اور بے یار و مددگار پا کر کہا لا حول ولا قوۃ الا باللہ۔ یہ سب کے سب کیا ہوئے اور کہاں چلے گئے۔ پھر گھوڑے پر سوار ہو کر کوفہ کی گلی کوچوں کا رخ کیا۔ ایک محلہ سے دوسرے محلہ میں جاتے تھے یہاں تک کہ ایک بوڑھی عورت طوع نام کے دروازہ پر پہنچے۔ یہ عورت اشعث بن قیس کنندی کی بیوی تھی۔ جس نے اس شوہر کے بعد حضرت موت کے ایک جوان سے نکاح کر لیا تھا۔ اور اس سے ایک بیٹا عبداللہ پیدا ہوا۔ اس وقت یہ عورت اپنے دروازے پر موجود تھی۔ مسلم بن عقیل نے سلام کیا اس نے جواب سلام دے کر پوچھا تیرا کیا مطلب ہے؟ مسلم نے کہا مجھے پینے کے لئے پانی دے۔ میں بہت ہی پیاسا ہوں۔ عورت گھر میں سے آنچورہ لائی۔ مسلم نے گھوڑے سے اتر کر اور اس کے دروازہ پر بیٹھ کر پانی پیا پھر اس عورت نے پوچھا اب کہاں جائے گا اور یہ تیرا کیا حال ہے۔ مسلم بن عقیل نے کہا اس شہر میں میرا کوئی گھر نہیں۔ جہاں اسن سے بیٹھ رہوں۔ مسافر ہوں اور میرے جس قدر دوست اور ہمراہی تھے سب بلیغہ ہو گئے۔ اور مجھے تنہا چھوڑ دیا۔ میں ایک بڑے بزرگ خاندان کا شخص ہوں۔ اگر مجھ سے اچھا سلوک کرے گی تو اس کی جزا دوں گا۔ دونوں جہاں میں خدا اور رسول سے پائے گی۔

اس نے پوچھا تو کون شخص ہے۔ مسلم نے کہا اے عورت اس بات کو نہ پوچھ۔ اس نے کہا تو مجھ سے اپنا حال نہ چھپا اور جب تک مجھے معلوم نہ ہو جائے گا کہ تو کون ہے اس وقت تک میں تجھے اپنے گھر میں داخل نہ ہونے دوں گی۔ کیونکہ اس شہر میں فساد عظیم پھیلا ہوا ہے۔ اور عبداللہ ابن زیاد بصرہ سے یہاں آیا ہے۔ مسلم بن عقیل نے کہا اے عورت اگر تو مجھے جان جائے گی تو یقیناً بڑی مہربانی سے پیش آئے گی اور مجھے اپنے گھر میں پناہ دے گی۔ میں مسلم ابن عقیل ابن ابی طالب ہوں۔ میرے ساتھیوں نے آج مجھے تنہا چھوڑ دیا اور سب منتشر ہو گئے۔ جب میں اکیلا رہ گیا تو میں آیا۔ اس عورت نے کہا مرحبا مرحبا! آئیے میرے گھر میں تشریف لے آئیے۔ مسلم اس کے گھر میں تشریف لے گئے در اس نے آپ کو کوٹھری میں بٹھا کر باہر چراغ روشن کر دیا۔ کھانا سامنے لا رکھا لیکن مسلم نے کچھ نہ کھایا۔ اسی وقت اس کا بیٹا آیا اور ماں کو دکھا کہ روٹی ہوئی کبھی اندر جاتی ہے اور کبھی باہر آتی ہے۔ پوچھا تیرا یہ کیا حال ہے۔ اس نے جواب دیا بیٹا ابھی مسلم بن عقیل نے ہمارے گھر میں پناہ لی ہے۔ وہ گھر میں موجود ہیں اور میں ان کی خدمت گزارہی میں مصروف ہوں کہ اللہ تعالیٰ مجھے ثواب عطا فرمائے۔

اس کا بیٹا سن کر خاموش ہو رہا پھر کچھ دیر کے بعد بولا کل عبداللہ نے منادی کرا کر تمام لوگوں کو جمع مسجد میں جمع کیا اور خود منبر پر بیٹھ کر حمد و ثناء کے بعد کہا مسلم نے اس شہر میں آکر فتنہ و فساد برپا کیا اور جب کوئی مطلب حاصل نہ کرے گا تو بھاگ گیا۔ چنانچہ تم اچھی طرح واقف ہو اور مجھے بھی یقین ہے کہ وہ شہر سے باہر نہیں گیا کسی نہ کسی گھر میں پوشیدہ ہے۔ اس

لئے آگاہ رہو کہ جس گھر میں مسلم پایا جائے گا میں اس گھر والے کو قتل اور تمام مال و اسباب کو برباد کر دوں گا۔ اور جو شخص مسلم کو میرے پاس پکڑ کر لائے گا یا سچی خبر دے گا میں اس کے ساتھ بے شمار انعام و اکرام سے پیش آؤں گا۔ اسے کوفہ والو خدا سے ڈرو اور مخالفت کے پاس نہ جاؤ۔ اس کے بعد کہا جو شخص مسلم کو میرے پاس لائے گا اسے دس ہزار درہم دوں گا اور یزید اس کی بڑی قدر و منزلت کرے گا۔ اور میں بھی اس کی خواہشات کو پورا کروں گا۔

اس کے بعد عبید اللہ نے حصین بن نمیر کو بلایا اور کہا جا تمام مکانوں کی تلاش لے کر مسلم کو پکڑ لا۔ حصین نے کہا بہت اچھا۔ اسی وقت محمد بن اشعث بھی عبید اللہ کے پاس آ گیا۔ عبید اللہ نے کہا کیا خوب آیا تجھ سے ایک صلاح یعنی ہے۔ اس نے کہا اے امیر فرمائیے کیا مشورہ ہے؟ جو کچھ میرا خیال ہو گا عرض کر دوں گا۔ عبید اللہ نے کہا مسلم اسی شہر میں ہے۔ اور مجھے یقین ہے کہ وہ باہر نہیں گیا۔ اب اسے کس حیلے سے پکڑ سکتے ہیں؟

محمد عبید اللہ کے پاس بیٹھ کر اس معاملہ کی نسبت باتیں کرنے لگا اتنے میں ایک عورت کے بیٹے نے جس کے گھر میں مسلم چھپا ہوا تھا عبدالرحمن محمد بن اشعث کو اس حال سے خبر کی اور عبدالرحمن نے اپنے باپ محمد کے کان میں پھونکی۔ عبید اللہ نے پوچھا تیرے بیٹے نے تیرے کان میں کیا کہا۔ محمد نے کہا اللہ تعالیٰ امیر کو عظمت بخشے اس نے کہا میرا بیٹا کہتا ہے کہ مسلم ایک عورت طوعہ نام کے گھر میں پوشیدہ ہے۔ عبید اللہ بہت خوش ہوا اور کہا تجھے بہت بڑا انعام اور خلعت دیا جائے گا۔ اسے پکڑ لا!

عمر بن حریص مخزومی کو جو اس کا نائب تھا حکم دیا کہ تین سو نامور بہادر فوج میں سے چھانٹ کر محمد ابن اشعث کے حوالہ کر دے کہ انہیں ہمراہ لے جائے اور مسلم کو گرفتار کر لائے۔ محمد تین سو سواروں کو ہمراہ لے کر طوعہ کے گھر کے قریب پہنچا۔ مسلم نے گھوڑوں کی ٹاپوں کی آواز سن کر پہچان لیا کہ میری گرفتاری کے لئے آئے ہیں۔ اٹھ کر زرہ پہنی اب وہ لوگ دروازہ پر آ پہنچے تھے۔ اور گھر کو آگ لگا دی تھی۔

مسلم نے یہ حال دیکھ کر تجسم فرمایا اور کہا اے نفس مرنے کے لئے مستعد ہو جا آدم کی اولاد کا انجام یہی ہے۔ پھر طوعہ سے کہا خدا تجھے بخشے اور ثواب عظیم عطا فرمائے تیرا بیٹا اس ظالم اور ناخدا ترس قوم کو مجھ پر چڑھالایا گھر کا درازہ کھول دے۔ اس عورت نے دروازہ کھولا مسلم غضب ناک شیر کی طرف بچھٹ کر باہر نکلے اور ایک ہی حملے میں کئی شخصوں کو مار گرایا۔

لوگوں نے عبید اللہ سے جا کر کہا مسلم مقابلے سے پیش آیا اور کئی شخص مار ڈالے۔ اس نے محمد سے کہلا بھیجا کہ تجھے صرف ایک شخص کی گرفتاری کے لئے تین سو جزار دیئے گئے تھے کہ اسے میرے پاس پکڑ لائے۔ تو نے اسے کیوں جنگ کرنے اور کئی شخصوں کو ہلاک کرنے کا موقع دیا یہ کیسی کمزری اور عاجزی کی بات ہے۔ مسلم اگرچہ بہادر شخص ہے مگر ایک آدمی سے زیادہ نہیں۔ محمد نے جواب کہلا بھیجا کہ کیا تو خیال کرتا ہے مجھے کسی شخص کے مقابلے پر بھیجا ہے۔ خدا کی قسم وہ ایک ہزار جوانوں کے ہم پلہ ہے۔ اور اگر ایسے شخص کا کوئی ساتھ دینے والا اور مدد کرنے والا ہوتا تو دنیا کو ہماری نگاہوں میں تاریک کر دیتا۔ مسلم آسانی سے گرفتار نہیں ہو سکتا۔ اور تدبیر کرنی چاہئے۔ عبید اللہ نے کہلا بھیجا کہ اسے پناہ دے تاکہ یہ آسانی قبضے میں آجائے۔ کیونکہ پناہ دینے بغیر وہ گرفتار نہ ہو سکے گا۔

محمد نے کہا اے مسلم اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈال تجھے پناہ دیتا ہوں۔ اب ہاتھ سے تلوار ڈال دے۔ مسلم نے کہا اے فاسق فاجر گروہ تجھ پر اور تیری پناہ پر لعنت ہو۔ اس نے کہا یہ بات نہ کہہ اور اپنی جان پر ظلم نہ کر۔ میری بات پر بھروسہ کر کے امن و امان سے میرے پاس چلا آ۔ مسلم نے کہا خدا کی قسم ہرگز ایسا نہ ہو گا۔ تمہارا قول و قرار کوئی چیز نہیں۔ تم

میں نہ وفا ہے نہ دین نہ آئین اگر ایسا ہوتا تو مجھ پر اس طرح پتھر کیوں پھینکتے جس طرح کافروں پر پھینکتے ہیں۔ کیا تم واقف نہیں کہ میں اہل بیت رسالت اور جناب محمد کے خاندان سے ہوں۔ اگر تم میں ذرا سی بھی مسلمانوں کی بو ہوتی تو میرے ساتھ اس طرح پیش نہ آتے۔

غرض مسلم نے زخموں کی کثرت سے ناتواں ہو کر پھر حملہ کیا اور کئی شخصوں کو مار کر پلٹ آئے۔ اور دروازہ سے کمر لگائی۔ محمد نے کہا ذرا لڑائی بند رکھو میں مسلم سے چند باتیں کر لوں پھر قریب آکر کہا اے مسلم تو اپنے آپ کو ہلاک نہ کر تجھے امان دے دی گئی ہے اور میں اقرار کرتا ہوں کہ تجھے تکلیف نہ پہنچے گی۔ اور میں اپنی حفاظت میں رکھوں گا۔ مسلم ابن عقیل نے کہا اے اشعث کے بیٹے کیا تو یہ جانتا ہے کہ جب تک میں سانس لے سکتا ہوں۔ اپنا ہاتھ تمہارے ہاتھ میں دے دوں گا۔ خدا کی قسم ہرگز ایسا نہ ہو گا۔ پھر اس پر حملہ کیا محمد پیچھے ہٹ گیا اور آپ بھی واپس آکر اپنی جگہ پر کھڑے ہو گئے اور کہتے تھے اے کوفہ والو میں پیاس سے بے جان ہوا جا رہا ہوں مجھے ایک پیالہ پانی پلا دو۔ کسی شخص کو بھی آپ پر رحم نہ آتا تھا۔ کہ ایک آب جام پلا تا۔ اب محمد نے اپنے لوگوں سے مخاطب ہو کر کہا بڑے شرم و عار کی بات ہے کہ ہم اس قدر جماعت کثیر ہو کر بھی ایک تن تنہا شخص کو گرفتار نہ کر سکے۔ سب مل کر ایک دفعہ ہی اس پر ٹوٹ پڑو اور پکڑ لو۔

غرض سب نے متفق ہو کر یکبارگی حملہ کیا۔ اور مسلم نے سب کو نیزہ سے ہٹا دیا۔ انجام کار ایک کوئی بکر بن حیران نے آگے بڑھ کر تلوار ماری جو جناب مسلم کے نیچے کے لب پر لگی اور مسلم نے بھی اس کے جواب میں ایسا ہاتھ مارا کہ تلوار پیٹ کو چاک کرتی ہوئے کمر تک نکل آئی۔ بکر فوراً زمین پر گر کر رہا ہی جنم ہوا۔ اب ایک اور آدمی نے پیچھے کے پیچھے سے نیزہ مارا جس کے صدے سے مسلم منہ کے بل گر پڑے اور لوگوں نے دوڑ کر آپ کو پکڑ لیا۔ اور آپ کے اسلحہ اور گھوڑا چھین لے گئے۔ بنی سلم کے ایک آدمی عبداللہ ابن عباس نے آپ کا عمامہ اتار لیا۔

مسلم بن عقیل ایک گھونٹ پانی مانگتے تھے۔ مسلم بن ہابلی نے کہا تو پانی کے بدلے موت کا مزا چکھے گا۔ مسلم نے کہا تجھ پر تف ہے۔ یہ کیسی نازیبا بات کسی تو بڑا سنگدل ہے۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اگر تجھے قریشی کہیں تو بڑی غلطی ہے۔ تو کسی قریشی باپ کی اولاد نہ سمجھا جائے گا۔ مسلم بن عمر ہابلی نے کہا مجھے بتا تو کون ہے؟ مسلم بن عقیل نے کہا میں وہ شخص ہوں جس نے اس وقت خدا کو مانا جب تو منکر تھا اور میں نے اس وقت اپنے امام کی بیروی کی جبکہ تو گناہ گار ہوا۔ میں مسلم بن عقیل بن ابی طالب ہوں اب تو بتا کہ تو کون ہے اور تیرا کیا نام ہے؟ اس نے کہا میں مسلم بن عمر ہابلی ہوں۔ مسلم بن عقیل نے کہ اے پیالہ کے بیٹے تو آتش دوزخ اور جہنم کے گرم پانی کا زیادہ مستحق ہے۔ پھر کہا اے کوفہ والو مجھے تھوڑا پانی پلا دو۔ عمر بن حرث مخزومی آگے بڑھ کر پانی کی صراحی لایا اور ایک آنسو بھر کر حاضر خدمت کیا۔ مسلم جو نمی وہ پیالہ منہ کے قریب لے گئے اس میں آپ کے دو دانت ٹوٹ کر گر پڑے اور وہ پیالہ خون سے بھر گیا۔ آپ وہ پانی نہ پی سکے۔

پھر آپ کو عبید اللہ بن زیاد کے سامنے حاضر کیا گیا۔ کسی نے کہا امیر کو سلام کر مسلم نے کہا پناہ بخدا وہ امیر نہیں کہ اسے سلام کروں۔ دوسری بات یہ ہے کہ اس وقت کا سلام کیا فائدہ دے سکتا ہے اگر وہ مجھے چھوڑے گا تو سلام کر لوں گا۔ عبید اللہ نے یہ سن کر کہا اس کا سلام کرنا آسان بات ہے اگر سلام نہ کرے گا تو مارا جائے گا۔ مسلم نے جواب دیا مجھے قتل کرے گا تو کیا ہوا۔ پشتر ازیں تجھ سے بھی بدتر اشخاص نے مجھ سے بہتر اشخاص کو قتل کیا ہے۔ عبید اللہ ابن زیاد نے کہا اے عافی شاق تو نے امام وقت پر خروج کیا امت اور مسلمانوں کے اجتماع میں اختلاف ڈالا اور فتنہ فساد برپا کیا۔ مسلم نے کہا تو جھوٹ بولتا ہے۔ اے پسر زیاد معاویہ امت کے اجماع سے خلیفہ نہیں ہوا۔ بلکہ دغا بازی اور تغلب سے وصی بنیخبر کے خلاف ہو کر خلافت چھین لی۔ اور یہی یزید کی کیفیت ہے۔ فتنہ تو نے برپا کیا اور تجھ سے پشتر تیرے باپ نے فساد کیا

تھا۔ امید ہے کہ اللہ بدترین شخص کے ہاتھ سے مجھے درجہ شہادت عطا کرے گا۔ خدا کی قسم میں راہ راست پر ہوں۔ میری نیت اور اعتقاد میں ذرا بھی تبدیلی اور تغیر نہیں آیا۔ میں حسین ابن علیؑ کی فرمانبرداری میں جو امیر المومنینؑ اور پیغمبرؐ کا خلیفہ اور جانشین اور مسلمانوں کا امام اور پیشوا ہے ثابت قدم ہوں۔ یزید اور معاویہ کو فاسق و فاجر جانتا ہوں۔ عبید اللہ نے کہا تو معاویہ کو فاسق کہتا ہے حالانکہ تو خود مدینہ میں شراب پیتا تھا۔ مسلم نے کہا اے کذاب شراب تو اس شخص نے پی ہے جو ناحق مسلمانوں کا خون بہاتا ہے اور اسے گناہ نہیں سمجھتا اور خوزیری سے ایسا خوش ہوتا ہے گویا کوئی گناہ ہی نہیں ہے۔

عبید اللہ نے کہا اے فاسق تو نے یہ سمجھ کر مہم اختیار کی تھی کہ کام بن جائے گا۔ مگر تو اس عمدہ کے لائق نہ تھا اس لئے اللہ تعالیٰ نے تجھے کامیاب نہ کیا اور اس شخص کو نصب کیا جسے اس کے لائق سمجھا۔ مسلم نے کہا الحمد للہ ہمارا تمہارا قبیلہ قیامت کے دن خدا تعالیٰ کے سامنے ہو گا عبید اللہ نے کہا کیا تو سمجھتا تھا کہ حسینؑ کو خلافت مل جائے گی۔ مسلم نے کہا جو کچھ میں سمجھے ہوئے تھا وہ محض خیال ہی نہ تھا بلکہ یقینی امر تھا۔ عبید اللہ نے کہا اگر میں تجھے قتل نہ کروں تو خدا مجھے مار ڈالے۔ مسلم نے جواب دیا تجھ جیسے خبیث چلن اور شریر طبیعت والے شخص کے ہاتھ سے ناحق خوزیری کا ہونا کچھ مشکل بات نہیں ہے۔ خدا کی قسم اگر میرے ساتھ وہ آدمی بھی ہوتے اور ذرا سا پانی مل جاتا تو تجھے اس قصر میں حرا چکھا دیتا۔ فی الحقیقت جس شخص نے اس مکان کی بنیاد ڈالی ہے وہ ملعون تھا۔ اگر تو مجھے مہم مار ڈالنے کا ارادہ رکھتا ہے تو قریش میں سے کسی کو میرے پاس بھیج کہ اس سے کچھ وصیت کی باتیں کہوں۔ عبید اللہ نے عمر سعد بن ابی وقاص کو آپ کے پاس بھیجا کہ جو کچھ وصیت کرنی ہے اس سے کہہ دی جائے۔ عمر سعد نے مسلم کے پاس آ کر کہا جو وصیت کرنی ہے مجھ سے کہہ میں اسے بجا لاؤں گا۔ مسلم نے کہا تو میری اور اپنی قرابت کو جانتا ہے۔ آج مجھے تیری ضرورت ہے اور وصیت کرنا چاہتا ہوں۔ واجب ہے کہ تیری باتوں کو غور سے سن اور میری خواہش کو بجالا۔ عمر سعد نے کہا تو سچ کہتا ہے۔ اور مجھے پر فرض ہو گیا ہے کہ تیری وصیت کو پورا کروں۔ تو نے اپنی جان پر ظلم کیا مگر تو میرے بچا کا بیٹا ہے۔ جو کچھ کہتا ہے بیان کر۔ مسلم نے کہا میں اس شہر میں سات سو درہم کا مقروض ہوں۔ میرے مارے جانے کے بعد میرے گھوڑے، زرہ اور اسلحہ بیچ کر قرضہ ادا کر دینا۔ پھر حسینؑ ابن علیؑ کو خط بھیج کر میرے حال سے مطلع کر دینا اور میری طرف سے لکھ دینا کہ ہرگز ہرگز عراق کی طرف تشریف نہ لانا ورنہ جو میرا حال ہوا ہے وہ ہی تمہارے ساتھ سلوک ہو گا۔

عمر سعد نے عبید اللہ سے مسلم کی وصیت کا ذکر کیا اس نے کہا گھوڑے، اسلحہ اور زرہ سے قرضہ کی ادائیگی کا ہم سے کوئی تعلق نہیں نہ کوئی ممانعت کر سکتا ہے مگر مسلم کی لاش پر بعد قتل بھی ہمارا ہی اختیار رہے گا۔ جو کچھ ہم چاہیں گے اور حسین ابن علیؑ کی نسبت بات یہ ہے کہ اگر وہ حملہ نہ کرے گا تو ہم بھی اس پر حملہ آور نہ ہوں گے۔ اور اگر ہمیں ایذا دے گا اور خلافت حاصل کرنے کے لئے ہم سے لڑے گا تو ہم بھی خاموش نہ رہیں گے۔ اے مسلم ابن عقیل تو اس شہر میں کس لئے آیا تھا۔ حالانکہ اس جگہ کی حالت اور حاکم سب صحیح حالت میں تھے تو نے آکر پریشانی پیدا کی۔

مسلم نے کہا میں اس شہر کے لوگوں کو متفرق اور پریشان کرنے کی غرض سے نہ آیا تھا مگر چونکہ تم نے بڑے بڑے قاعدے جاری کر رکھے ہیں۔ مصر کے بادشاہوں اور ایران کے حاکموں جیسے قوانین کا اجراء کیا ہوا ہے۔ خلق خدا کے ساتھ سنت کے خلاف عمل در آمد ہوتا ہے۔ امر معروف بالکل جاتا رہا کوئی شخص بدی سے نہیں روکتا اس لئے امیر المومنینؑ حسینؑ نے مجھے اس جگہ بھیجا کہ امیر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے طریق کو جاری کروں۔ خلق خدا کو اللہ تعالیٰ کے احکام اور محمد مصطفیٰؐ کی سنت پر چلاؤں۔ کیونکہ امیر المومنینؑ علیؑ کی شہادت کے بعد خلافت ہمارا حق ہے اور تم بھی اس بات سے خوب

واقف ہو۔ اسے مان یا نہ مانو۔ امیر المومنین علی ابن ابی طالبؑ پر جو امام برحق تھے اور خلیفہ مطلق تھے سب سے پہلے تم نے خروج کیا۔ اور ہماری تمہاری وہی کیفیت ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کلام مجید میں فرماتا ہے۔ **وَسِعِلْمُو النَّبِیْنَ ظَلْمُوا اَیَّ** منقلب بتقلبوں عبید اللہ ابن زیاد نے یہ کلام سن کر بے حیائی کی زبان درازی کی، خدا اور رسول کا ذرا پاس نہ کیا اور امیر المومنین علیؑ و حسینؑ اور مسلم کی نسبت نازیبا کلمات کہے۔ مسلم نے کہا تیرے اور تیرے باپ کے اور اس شخص کے منہ میں خاک جس نے تجھے امیر بنایا۔ اے دشمن خدا ان کلمات کے خود تم لوگ سزاوار ہو۔ تیرے باپ زیاد کا کوئی باپ ہی معلوم نہ تھا۔ صرف معاویہ نے دائرۃ اسلام سے خارج ہونے کے بعد زیاد ولد الزنا کو اپنے خاندان سے ملحق کر لیا تھا۔ اور اس پر **الغیبات للغیبین** کا مضمون صادق آیا اب جو چاہے کہہ اور کر۔ ہم اہل بیت نبوت سے ہیں۔ ہمیشہ ہم پر مصائب نازل رہے ہم راضی برضا ہیں۔

عبید اللہ نے کہا اسے مکان کی چھت پر لے جا کر قتل کرو مسلم نے کہا اگر تو قریشی ہوتا اور ہم میں سے تیری رشتہ داری ہوتی تو مجھے اس طرح قتل نہ کرتا اور اگر تو اپنے باپ کا بیٹا ہوتا تو خاندان نبوت کے ساتھ ایسی عداوت سے پیش نہ آتا عبید اللہ نے ان باتوں سے زیادہ غضب ناک ہو کر ایک زخمی شاہی کو جس کے سر پر مسلم نے اثناء جنگ میں تلوار ماری تھی بلا کر کہا مسلم کو چھت پر لے جا کر اپنے ہاتھ سے قتل کر کے اپنا بدل لے۔

وہ شخص مسلم کا ہاتھ پکڑ کر کوشے پر لے گیا۔ حضرت مسلم برابر شیخ و استغفار میں مشغول تھے کتے جاتے تھے **اللہم احکم** **بیننا قومنا** خذ لونا غرض شاہی نے ہٹھا کر جسم سے سر علیحدہ کر دیا۔ مسلم پر خدا کی رحمت ہو۔ پھر وہ شخص دیوانہ وار کوشے سے اتر کر عبید اللہ کے پاس آیا اور اس نے اسے پریشان حال دیکھ کر پوچھا تجھے کیا ہوا مسلم کو قتل کیا یا نہیں؟ اس نے جواب دیا ہاں کر دیا مگر عجیب معاملہ درپیش آیا اس کا سر کاٹنے کے بعد ایک سیاہ فام بد صورت شخص نظر آیا وہ دانتوں سے ہونٹ چباتا اور نہایت غصے سے میری طرف دیکھتا اور انگلی سے میری طرف اشارہ کرتا تھا میں اس قدر ڈرا کہ عمر بھر کسی شے سے نہ ڈرا تھا۔ عبید اللہ نے ہنس کر کہا تو نے پہلے کبھی ایسا کام نہ کیا تھا۔ اس سبب سے تیری طبیعت درہم برہم ہو گئی۔ کوئی بات نہیں کچھ اندیشہ نہ کر پھر حکم دیا کہ ہانی کو قید خانہ سے نکال کر مسلم کے پاس پہنچا دیں۔

محمد بن اشعث نے کہا اللہ تعالیٰ امیر کو تندرست رکھے ہانی بڑا نامور اور بزرگ شخص ہے۔ بصرہ میں بھی تو اس کے عالی مرتبہ اور بلند درجہ ہونے سے آگاہ تھا۔ اس کے عزیزوں اور رشتہ داروں کا گروہ بہت زیادہ ہے اس کی تمام قوم کو معلوم ہے کہ میں اور ابن خارجہ اسے تیرے پاس لے گئے ہیں اس لئے یہ امر ہمیں سخت ناگوار ہے تجھے قسم دیتا ہوں کہ اس کی خطا بخش دے ہمیں اس کی قوم کے سامنے شرمندہ نہ کر۔ عبید اللہ نے ایک ڈانٹ بتائی اور کہا چپ رہ کب تک ایسی بیہودہ گوئی کرتا رہے گا۔

غرض اس کے حکم پر لوگوں نے ہانی کو قید خانہ سے نکالا، بازار میں سے گزارا قصابوں کے محلے میں لے گئے جہاں بکریاں فروخت ہوتی تھیں۔ ہانی سمجھ گیا کہ مجھے قتل کریں گے غل و شور مچایا کہ اے فرج والو اور میرے رشتہ دارو دوڑو۔ اب عبید اللہ کے ملازموں نے اس کے ہاتھ کھول دیئے تھے۔ پھر چیخا اور کہا کہ کوئی ہتھیار ہی مجھے دے دو کہ اس بلا کے ہاتھوں سے اپنے کو بچا لوں۔ یہ سنتے ہی جلادوں نے پھر ہاتھ باندھ دیئے اور کہا گردن اونچی کر۔ ہانی نے کہا۔ سبحان اللہ کیا اچھی بات کہتے ہو میں اپنے قتل کے واسطے خود کوئی کوشش نہ کروں گا۔ اتنے میں ابن زیاد کے ایک غلام رشید نے اس کی گردن پر تلوار ماری مگر دار پورا نہ بیٹھا اور ہانی نے کہا **اللہ المقلب و المعاد اللہم ائی رحمتک و رضوانک اجعل ہنا**

الیوم و کفارة کذبونی اب دوسرے وار میں ہانی کی گردن قطع کر دی۔ اور بحکم ابن زیاد ہانی اور مسلم کی لاشیں سولی پر لٹکی لٹکادیں۔ اور دونوں کے سر یزید کے پاس بھیج دیئے۔

پھر عبید اللہ نے یزید کو ایک خط لکھا۔ مضمون یہ تھا۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ عبید اللہ ابن زیاد کی طرف سے یزید ابن معاویہ کو خدا کی حمد و ثناء کے بعد واضح ہو کہ اللہ تعالیٰ نے امیر کا بدلہ دشمنوں سے لے لیا اور ان کی طرف سے مطمئن کر دیا۔ میں مطلع کرتا ہوں کہ مسلم نے کوفہ میں آکر مسلم کے گھر پناہ لی تھی۔ اور حسینؑ کے لئے خلقت سے بیعت لیتا تھا۔ میں نے جاسوس مقرر کر کے بڑی مشکلوں سے پتہ نکالا۔ جنگ و جدل کے بعد دونوں کو گرفتار کیا اب قتل کر کے ان کے سر ہمراہ روانہ کرتا ہوں۔ ہانی بن جبہ دارعی اور زبیر بن ارواح یہ دونوں قاصد امیر کے فرمانبردار اور خدمت گزار ہیں۔ والسلام!

جب ان دونوں شہیدوں کے سر اور خط یزید کے حوالے کئے تو اس نے خط پڑھ کر حکم دیا کہ یہ سر دمشق کے دروازے پر لٹکائے جائیں۔ اور جواب میں لکھا کہ تیرا خط آیا۔ مسلم اور ہانی کے سر پہنچنے سے بہت خوش ہوا۔ تو مجھے بہت عزیز ہے جیسا میں چاہتا تھا تو ویسا ہی لٹکا۔ میں تجھ سے کسی امر کی باز پرس ہی نہیں کرتا۔ جو کچھ تو نے کیا خوب کیا۔ قاصدوں کی نسبت جو لکھا تھا ہر ایک کو دس دس ہزار درہم عطا کر کے شاداں و فرحاں واپس بھیجتا ہوں۔ والسلام!

ہاں یہ بھی سنتا ہوں کہ حسین ابن علیؑ کے سے نکل کر عراق کا ارادہ رکھتا ہے۔ تجھے بہت ہی احتیاط رکھنی لازم ہے۔ خبرداری کے ساتھ راستوں کو اپنی نگرانی میں لے لینا چاہئے اور جس شخص کو فسادی سمجھے خواہ قتل کر یا قید میں ڈال تجھے اختیار ہے۔ ہاں حسینؑ کی جو جو خبریں تجھے معلوم ہوتی رہیں وقتاً فوقتاً مجھے ان سے اطلاع دتا رہ!

امیر المومنین حسینؑ کو مسلم بن عقیل

کی شہادت کی خبر ملنا

جس وقت امیر المومنین حسین علیہ السلام کو مسلم کی شہادت کی خبر ملی اور وہ اس طرح کہ ایک شخص کوفہ سے وارد ہوا تھا۔ آپ نے اس سے پوچھا کہاں سے آتا ہے۔ اس نے جواب دیا کوفہ سے۔ پھر آپ نے پوچھا تجھے مسلم بن عقیل کی بھی کچھ خبر ہے۔ اس نے کہا اے رسول خدا کے فرزند جس وقت میں کوفہ سے باہر آیا تھا تو عبید اللہ ابن زیاد نے مسلم اور ہانی بن عروہ کی لاشیں دار پر لٹکا رکھی تھیں اور ان کے سر یزید کے پاس دمشق کو بھیج دیئے تھے۔ آپ اس شخص سے یہ حالات سن کر بہت غمگین ہوئے۔ اور سخت مغموم ہو کر بولے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اور اسی وقت سفر عراق کا مصمم ارادہ کر لیا۔ عمر بن عبد الرحمن بن حرث بن ہشام مخزومی نے حاضر ہو کر کہا۔ اے فرزند رسولؐ آپ کو وصیت کرتا ہوں۔ اور محض آپ ہی کے فائدہ کی بات ہے۔ تمام عمر میں ایک لمحہ کے واسطے بھی آپ کی بھلائی کے خیال سے علیحدہ نہیں رہا ہوں۔ نہ آپ سے کسی بات کو چھپاتا ہوں۔ میں چاہتا ہوں کہ آپ میری بات سن لیں اور بالکل خیر خواہی پر محمول فرمائیں۔ اگر اسے درست سمجھیں تو اس پر عمل فرمائیں۔

امام حسین علیہ السلام نے فرمایا تو جس امر میں یہودی اور بھلائی جانتا ہے بیان کر۔ عمر نے کہا میں نے سنا ہے کہ آپ نے عراق تشریف لے جانے کا ارادہ کیا ہے۔ مجھے آپ کے ارادہ اور سفر سے اندیشہ ہے کیونکہ جس شرک کا قصد کیا ہے وہاں

سب امیر اور بڑے بڑے مالدار ہیں۔ تمام لوگ مال و زر کے دلدادہ ہو رہے ہیں۔ ایسا نہ ہو کہ عوام بھی مال و زر کی تنہا میں امیروں میں شریک ہو جائیں۔ اور آپ کے مخالف بن جائیں۔ آپ اپنی جان کا خیال فرمائیں۔ اس ہلاکت کے بھنور سے بچیں۔ اسی حرمت والی جگہ پر اطمینان اور فراغت سے قیام رکھیں۔

امام نے فرمایا بہت ہی اچھی نصیحت ہے اور میں خوب سمجھتا ہوں کہ ازراہ خیر خواہی اور شفقت دلی تو نے یہ بات کہی ہے اور اپنی کوئی غرض شامل نہیں کی ہے۔ مگر اللہ تعالیٰ نے ایک حکم دیا ہے اور میرے واسطے جو مقرر کرنا تھا کر دیا ہے۔ میں تیری نصیحت مانوں یا نہ مانوں وہ حکم نہیں ٹل سکے گا۔ موت ہر ایک برائی اور بھلائی کے ساتھ خلقت کی باگ ڈور اس طرح کھینچ رکھی ہے کہ اس کے خلاف ہر ایک کوشش بیکار ہے۔ عمر سن کر چپ ہو رہا اور واپس چلا گیا۔ اسی اثناء میں عبداللہ ابن عباس بھی مکہ میں آ گئے اور امام حسین علیہ السلام سے کہا۔ میری جان آپ پر قربان ہو۔ سنتا ہوں کہ آپ عراق جانے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ مجھے بھی معلوم ہو کہ آپ کس امید پر اور کس لئے ایسا کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا ایک عرصے سے مجھے وہاں جانے کی آرزو تھی اب ارادہ ہے کہ وہاں جاؤں۔

عبداللہ ابن عباس نے کہا آپ عراق والوں کو اچھی طرح جانتے اور دیکھے بھالے ہوئے ہیں۔ انہوں نے کبھی کسی کے ساتھ وفا نہیں کی۔ کل ہی کا ذکر ہے آپ کے والد بزرگوار اور مشفق بھائی کو عراق میں مارا ہے۔ اب وہاں پر عبداللہ ابن زیاد جو شریروں کا شر مایہ فساد ہے۔ لشکر کثیر کے ساتھ موجود اور منجانب یزید مامور ہے۔ چنانچہ اس نے آپ کے پچا زاد بھائی مسلم کو پکڑ کر قتل کر دیا۔ تمام لوگوں کو مال دولت دے کر اپنا طرف دار بنا لیا ہے۔ وہاں کے تمام آدمی مال و زر کے بندے ہیں۔ مجھے اندیشہ ہے کہ مبادا آپ کے مار ڈالنے کا قصد کریں۔ آپ کو اپنی ذات کے لئے احتیاط لازم ہے۔ وہاں تشریف نہ لے جائیں اسی حرم میں رہیں۔ آپ نے فرمایا مجھے عراق میں کشتہ ہونا مکہ میں مارے جانے سے زیادہ پسند ہے اور جو کچھ مقدر میں لکھا جا چکا ہے وہ بے شک اپنے وقت پر ہو کر رہے گا۔ علاوہ ازیں میں اس امر میں ابھی غور کروں گا۔ اور استخارہ دیکھوں گا پھر جو رائے ہوگی اس پر عمل کروں گا۔ اب عبداللہ ابن زبیر بھی حاضر ہوا اور سلام کر کے بیٹھ گیا۔ کچھ تال کے بعد بولا خدا کی قسم عراق میں جس قدر آپ کے دوست ہیں اگر ان کا دسواں حصہ بھی میرے دوست ہوتے تو میں ایک دن بھی یہاں نہ ٹھہرتا۔ میں خیال کرتا ہوں کہ تم عراق چلے جاؤ تمہارا کام بن جائے گا۔ اور مراد حاصل ہوگی۔ اس سوشلی میں کیوں پڑے ہو۔ کس لئے بنی امیہ کے سامنے عاجزی کرتے ہو۔ کیا ہم مہاجرین کی اولاد نہیں حالانکہ وہ فاسقوں کے بیٹے ہیں۔ عبداللہ ابن زبیر نے یہ گفتگو امام حسینؑ کی خیر خواہی کی وجہ سے نہ کہی تھی بلکہ اس کا مدعا یہ تھا کہ امام حسینؑ مکہ چلے جائیں گے تو میری قدر بڑھ جائے گی اور اہل مکہ میری بیعت کر لیں گے۔ امام حسینؑ اس کا مطلب سمجھ گئے اور کچھ جواب نہ دیا۔ دوسرے دن عبداللہ ابن عباس نے امام حسینؑ کے پاس حاضر ہو کر کہا۔ آپ کے معاملہ کی نسبت ایک اور بات میرے خیال میں آئی ہے اگر آپ قبول فرمائیں تو عرض کروں۔ آپ نے ارشاد فرمایا جو کچھ کہنا ہے بیان کر۔ میرے فائدہ سے خالی نہ ہو گا۔

عبداللہ نے کہا مناسب ہے کہ آپ یمن کو تشریف لے جائیں۔ کیونکہ وہاں آپ کے خیر خواہ بہت ہیں اور وہ جگہ بھی دور ہے۔ وہاں ٹھہر کر اطراف و جوانب کو خط تحریر کر دیں۔ لوگوں کو اپنی فرمانبرداری کے لئے بلائیں۔ امام حسینؑ نے فرمایا اے پچا کے بیٹے مجھے تیری محبت و شفقت اور خیر خواہی اور عقیدت کا حال بخوبی معلوم ہے مگر میں نے اپنے دل میں فیصلہ کر لیا ہے اور منہم ارادہ کر لیا ہے کہ سفر عراق اختیار کروں۔ اب کسی طرح سے یہ ارادہ فسخ نہیں کر سکتا۔

عبداللہ ابن عباس نے یہ سن کر سر جھکا لیا۔ اور کچھ دیر کے بعد کہا اگر آپ اس ارادہ کو پورا کریں گے اور کسی طرح اس

کو ترک نہ فرمائیں گے تو ان عورتوں، بچوں اور عزیزوں اور رشتہ داروں کو اپنے ہمراہ نہ لے جائیے۔ مجھے اندیشہ ہے کہ اگر آپ شہید ہو گئے تو آپ کی اولاد برباد و ہلاک ہو جائے گی۔ خدا کی قسم آپ مکہ سے تشریف لے جا کر عبداللہ ابن زبیر کو خوش کریں گے اور اس کی دلی مراد بر آئے گی کیونکہ جب تک آپ مکہ میں موجود ہیں کوئی شخص اس کی طرف توجہ نہ کرے گا۔ جب آپ یہاں سے چلے جائیں گے تو وہ لوگوں کو اپنی بیعت کی ترغیب دے گا اور ریاست اختیار کرے گا۔ امام حسینؑ نے فرمایا میں غور کروں گا اور اللہ تعالیٰ سے نیکی کا طالب ہوں گا۔ عبداللہ ابن عباس آپ کے پاس سے باہر چلے آئے اور کہتے تھے حسینؑ کی طرف سے افسوس صد افسوس ہے۔ میں مجبور ہو کر ان کا ساتھ چھوڑتا ہوں اور میں جانتا ہوں کہ ان کا عراق میں کیا انجام ہو گا۔

انشاء راہ میں ابن زبیر بھی مل گیا اس سے کہا قد خلت لان و انت معاشری ملک ابن قواء بمعزی۔ حلالک العو فیضی و اصغوی اے پسر زبیر خوش ہو کر امام حسینؑ نے سفر عراق کا پختہ ارادہ کر لیا ہے اب کچھ ہی ہو وہ وہاں ضرور تشریف لے جائیں گے۔ اور حجاز تیرے حوالے کر دیں گے۔ اب تیرے لئے میدان خالی ہے۔ ابن زبیر نے ان باتوں کا کوئی جواب نہ دیا۔ جس وقت مدینہ میں یہ خبر پہنچی کہ امام حسین علیہ السلام عراق کا ارادہ رکھتے ہیں۔ عبداللہ بن جعفر نے امام حسینؑ کے نام خط لکھا کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپ بہ سمت عراق تشریف لے جانا چاہتے ہیں اس ارادہ کو عملی جامہ پہنانا مناسب نہیں ہے۔ میں آپ کو قسم دلاتا ہوں کہ آپ ہرگز ہرگز عراق نہ جائیں مکہ ہی میں قیام رکھیں کیونکہ آپ کے اس ارادہ سے اندیشہ ہے کہ وہاں کے لوگ آپ کو شہید کر دیں اور سب دوست، عزیز اور متعلقین تباہ ہو جائیں۔ اگر خدا نخواستہ آپ کو شہید کر دیا گیا تو اسلام گم ہو جائے گا۔ مسلمانوں کے دل جو آپ سے وابستہ ہیں شکستہ ہو جائیں گے اپنی جان پر رحم کیجئے۔ اور عراق کی طرف نہ جائیے۔ میں آپ کے واسطے یزید اور بنی امیہ کے اور امیروں کی طرف سے بھی امان حاصل کرادوں گا۔ پھر اطمینان کے ساتھ حرم محترم میں رہنا آپ کے اہل بیت بھی امن و عافیت سے زندگی بسر کریں گے۔ میری یہ رائے ہے۔ ہرگز میری التجا سے درگزر نہ کیجئے گا۔ والسلام!

جناب امیر المؤمنین حسینؑ نے اس خط کو پڑھ کر جواب میں لکھا۔ تمہارا خط آیا میری نسبت جس قدر محبت اور شفقت کا اظہار کیا ہے مجھے سب معلوم ہے مگر حقیقت یہ ہے کہ میں نے اپنے نانا سے سنا ہے کہ میں چوبیسوں کے بل میں جا چھپوں گا تب بھی یہ قوم مجھے نہ چھوڑے گی۔ ڈھونڈ نکالے گی اور قتل کرے گی۔ اور میری ہلاکت میں ایسی بے رحمی اختیار کرے گی جیسی یہودیوں نے ہفتہ کے دن کی تھی۔ عمر بن سعید بن عاص نے بھی مدینہ سے لکھا: واضح ہو میں نے سنا ہے کہ آپ عراق جا رہے ہیں۔ اس ارادہ کو ترک کیجئے کیونکہ وہاں جانا اچھا نہیں۔ امنیں دنوں میں آپ کے چچا زاد بھائی مسلم بن عقیل کو کوفہ میں شہید کر دیا گیا۔ مجھے آپ کا اندیشہ ہے اس لئے یہ خط لکھوا کر اپنے بھائی یحییٰ بن سعید کو آپ کی خدمت میں بھیج رہا ہوں۔ کہ اس کے ہمراہ آپ مدینہ چلے آئیں۔ یہاں پر امن و امان سے رہیں گے۔ آپ کے اہل بیت کے لئے بھی امان ہے۔ اس کے علاوہ احسان و صلہ اور اچھا ہمسایہ بھی ہو گا اس امر پر خدا کو گواہ کرتا ہوں اور وہی وکیل و کفیل ہے۔ والسلام!

آپ نے جواب میں لکھا: واضح ہو کہ جو شخص خدا تعالیٰ کی عبادت اور جناب محمد مصطفیٰ کی نسبت کی ترغیب دلاتا ہو ہرگز اس کی مخالفت نہیں کرتے اور تو نے بھی کچھ کمی نہیں کی کہ مجھے احسان و صلہ اور امان کی طرف بلایا مگر سب سے اچھی خدا کی پناہ ہے اور جو شخص دنیا میں خدا سے نہ ڈرے گا وہ قیامت کے دن پناہ نہ پائے گا۔ میں اپنے اور تیرے واسطے خدا سے نیک عمل کا خواستگار ہوں جس سے خدا رضامند ہو۔ اللہ تعالیٰ تجھے دنیا و آخرت دونوں جہان میں جزائے خیر عطا

کرے۔ والسلام!

اسی اثناء میں یزید کی طرف سے ایک منظوم تحریر مدینہ میں آئی۔ نہایت ہی عمدہ اشعار تھے اور ہر قسم کی باتیں مذکور تھیں۔ حسین ابن علیؑ کو تعظیم و تعریف سے یاد کیا تھا۔ اور اپنا عزیز اور رشتہ دار بیان کر کے کچھ فضائل و مناقب خاندانی اور فضیلت و اخلاق حسنہ کا بھی ذکر تھا۔ اس کے بعد یہ التجا تھی کہ حسینؑ مجھ سے موافقت اختیار کر کے آتش جنگ و جدل سرد کر دے۔ دوستی اور رضامندی سے پیش آئے۔ غرض یہ سب باتیں بہت طول طویل درج کی تھیں۔ مدینہ والوں نے یہ اشعار پڑھ کر امیر المومنین حسین علیہ السلام کی خدمت میں بھیج دیئے۔ امام حسین علیہ السلام سمجھ گئے کہ یہ اشعار یزید نے لکھے ہیں۔ ان کے جواب میں کلام الہی کی یہ آیت تحریر فرمائی **بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ فَاِنَّ كَذٰبًا لِّیْ عَمَلِیْ وَ لَكُمْ عَمَلِكُمْ اَنْتُمْ بِرَبِّیْنَ سَمَا عَمَلٌ وَاَنَا بِرِیْ سَمَا تَعْمَلُوْنَ**

اب جناب امیر المومنین حسینؑ نے عراق کا قصد کیا جس شخص کو ہمراہ لینا تھا دس دینار سرخ اور ایک ایک اونٹ دے کر کعبہ و صفا اور مروہ کا طواف کیا پھر اہل بیت کے لئے کجاوے درست کر دیئے۔ ترویہ کے وقت ۹ ذی الحجہ کو منگل کے دن مکہ سے نکلے۔ عزیز رشتہ دار دوست ملازم سب مل کر ۸۲ آدمی ہمراہ تھے۔ جب عراق کے دیہات میں پہنچے بنی اسد کا ایک شخص ملا۔ امام حسین علیہ السلام نے فرمایا تو کہاں سے آیا ہے۔ اس نے جواب دیا عراق سے۔ پوچھا وہاں کی کیا کیفیت ہے۔ اور تجھے کیا کیا حالات معلوم ہیں۔ اس نے کہا وہاں کے لوگوں کے دل آپ کی طرف مائل ہیں اور ان کی تلواریں بنی امیہ کی طرف جھکی ہوئی ہیں اور حکم خدائے بلیبل کا ہے۔ آپ نے فرمایا اے بھائی بنی اسد تو سچ کہتا ہے۔ **یَفْعَلُ اللّٰهُ مَا یَشَآءُ وَ یَحْكُمُ مَا یُرِیْدُ** اللہ جو چاہتا ہے سو کرتا ہے اور حسب ارادہ حکم فرماتا ہے۔

اس نے پوچھا اے فرزند رسول اس آیت کے کیا معنی ہیں۔ یوم نداء کل انفس بما صا مہم آپ نے فرمایا امام دو ہیں ایک سیدھی راہ کی ہدایت کرتا ہے دوسرا گمراہی کی طرف لے جاتا ہے۔ اور جو گروہ اس کی پیروی کرتا ہے وہ دوزخی ہے۔ الغرض جب ولید بن عقبہ کو امام حسین علیہ السلام کی روانگی اور سفر عراق کی خبر ہوئی اسی وقت عبید اللہ کو اس مضمون کا خط لکھا۔ واضح ہو کہ حسین ابن علیؑ عراق کی طرف روانہ ہو گیا ہے۔ وہ فاطمہ کا بیٹا ہے اور فاطمہ جناب محمد مصطفیٰؐ کی بیٹی ہے ہرگز ہرگز اسے کچھ ایذا نہ دینا اور دین اور دنیا دونوں برباد ہو جائیں گے اور کوئی خرابی اپنے اوپر عائد نہ کرنا۔ کیونکہ پھر کسی تدبیر سے اس کا معاوضہ نہ ہو سکے گا۔ اگر تو نے اس کے ساتھ بدی کی تو قیامت تک دنیا کو یاد رہے گی۔ والسلام!

عبید اللہ نے ولید کے خط پر ذرا توجہ نہ کی۔ امام حسین علیہ السلام نے خزیمہ منزل پر پہنچ کر ایک دن قیام فرمایا دوسرے دن امام حسینؑ کی بہن زینب نے آپ کے پاس آ کر کہا۔ بھائی کل شب کو میں نے ایک عجیب آواز سنی۔ آپ نے پوچھا کیا سنا۔ جناب زینب نے کہا میں خزیمہ سے نکل باہر آئی تھی اور بہت متشکر تھی یکایک آواز غیب آئی اور یہ دونوں شعر سنئے:

الاباعین یجھد و من ہکمی علی شہداء بعدی

علی قوم صبر تہم المناہا بمقتار الی العار عدی

آپ نے فرمایا اے بہن جو حکم خدا ہو گا اور ہم حکم الہی سے راضی ہیں پھر اس منزل سے کوچ کر کے ٹھیلہ مقام پر ٹھیرے۔ امام حسین علیہ السلام تکیہ پر سر رکھے کچھ خنودگی کی حالت میں تھے کہ سخت بے قرار ہو کر اٹھے۔ آنکھوں سے اشک جاری تھے۔ آپ کے فرزند علی اکبرؑ نے پوچھا اے والد بزرگوار میری جان آپ پر قربان ہو آپ کی آنکھیں کبھی آنسوؤں سے تر نہ ہوں۔ اس رونے کا کیا سبب ہے۔ فرمایا میں نے ایک خواب دیکھا ہے اور اس وقت کا خواب ہمیشہ سچا ہوتا ہے۔ میں ابھی سو گیا تھا اور ایک سوار کو دیکھا کہ میرے پاس آ کر کہتا ہے۔ اے حسینؑ تم عراق کی طرف جانے میں

جلدی کر رہے ہو اور موت تمہارے تعاقب میں جلدی کر رہی ہے۔ کہ بہشت میں لے جائے۔ معلوم ہو گیا کہ موت قریب ہے۔ علی اکبرؑ نے پوچھا والد بزرگوار کیا ہم حق پر نہیں ہیں۔ امیر المومنینؑ نے فرمایا بے شک ہم حق پر ہیں اور حق ہمارے ساتھ ہے۔ علی اکبرؑ نے کہا ہم حق پر ہیں تو پھر موت سے کیا ڈرنا۔ امام حسینؑ نے کہا اے فرزند تو نے دل خوش کر دیا۔ اللہ تجھے جزائے خیر دے۔

دوسرے دن ایک کوفی ابو ہریرہ ازدی نے حسین ابن علی کی خدمت میں حاضر ہو کر سلام کیا۔ اور کہا اے فرزند رسول آپ کس لئے حرم خدا اور حرم رسول سے چلے آئے؟ آپ نے فرمایا اے ابو ہریرہ بنی امیہ نے ہمارا مال غصب کیا ہم نے صبر کیا ہمارا حق دیا لیا ہم نے صبر کیا۔ ہمیں سخت و ست کہا۔ ہم نے صبر کیا اب قتل کرنا چاہا تو میں وہاں سے نکل آیا۔ اے ابو ہریرہ خدا کی قسم میں باغیوں کے ہاتھ سے مارا جاؤں گا اور میری شہادت کے بعد اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو ذلت خواری کا لباس پہنائے گا۔ ایک زبردست قوم ان پر مسلط ہوگی جو انہیں ایسا ذلیل و خوار کرے گی جیسا کہ طاقتور کمزور کو خراب کرتا ہے۔ اس گروہ کی بادشاہ ایک عورت ہوگی وہ ان کے جان مال پر قبضہ کرے گی اور یہ لوگ چار و ناچار اس کے حکم کو مائیں گے۔ پھر جناب امام حسینؑ اس منزل سے کوچ کر کے بمقام سقوط قیام فرما ہوئے۔ فرزدق شاعر نے سلام کرنے کے بعد آپ کے قلب مبارک پر بوسہ دیا۔ امام نے پوچھا تو کہاں سے آتا ہے۔ اس نے کہا کوفہ سے۔ پھر دریافت فرمایا وہاں کے لوگوں کو کیا حال ہے۔ اور ان کے دل کس کی طرف ہیں۔ عرض کی ان کے دل آپ کی جانب ہیں اور تلواریں بنی امیہ کی طرف۔ مگر حکم الہی آسمان سے نازل ہوتا ہے اور جو خدا چاہتا ہے وہ ہوتا ہے۔

امام حسین علیہ السلام نے فرمایا سچ ہے ان اللہ يفعل ما یشاء و کل یوم ہو فی شان فرزدق نے کہا یا حضرت آپ کوفہ کیوں جاتے ہیں اور کس سبب سے ان لوگوں پر اعتماد کرتے ہیں۔ وہاں کے باشندے اعتماد کے لائق نہیں ہیں۔ کیا آپ نے سنا نہیں کہ آپ کے چچا زاد بھائی مسلم بن عقیل کو کس طرح ہلاک کر دیا امام رونے لگے اور فرمایا وحمہ اللہ مسلما لفلقد ضاواہی روح و ربیعانہ و جنتہ و غفوانہ اس کا جو فرض تھا اس نے پورا کر دیا ذرا کمی نہیں کی۔ فرزدق امام حسینؑ کو رخصت کر کے چلا گیا۔ امام حسین علیہ السلام وہاں سے سفر کر کے قصر مقاتل کے قریب خمیرہ زن ہوئے۔

ایک پردہ سرا نصب ہے۔ اس کے سامنے نیزہ گڑا ہوا تلوار لٹکتی ہے۔ اور گھوڑا تھان پر بندھا ہوا دیکھ کر پوچھا کہ یہ کس کا پردہ سرا ہے۔ لوگوں نے کہا یہ ایک کوفی عبید اللہ بن جعفری جعفی کا پردہ سرا ہے۔ آپ نے اپنے ایک خادم حجاج بن مسروق جعفی کو بھیج کر اسے طلب فرمایا۔ حجاج نے اس کے قریب پہنچ کر سلام کیا اور کہا اللہ تعالیٰ نے تجھے نعمت غیر مترقبہ عطا کی اور افعال نیکوں پر نازل فرمایا ہے۔ اس نے پوچھا وہ کون سی چیز ہے جو اللہ تعالیٰ نے مجھے بخشی ہے۔ جواب دیا امیر المومنین حسینؑ جناب رسول خدا کے فرزند اس جگہ فروکش ہیں۔ عزیز و اقربا اور اہل بیت اطہار و اہالی اور موالی اور خدمت گار سب ہمراہ ہیں۔ اور تجھے طلب کیا ہے۔ اگر تو قبول کر کے ان کی مدد کرے گا تو ثواب عظیم پائے گا۔ اور مارا گیا تو شہیدوں میں شمار ہو گا۔ عبید اللہ نے کہا میں اس لئے کوفہ سے نکل آیا ہوں کہ اگر امام حسینؑ وہاں تشریف لائے اور میں نے مدد کرنی چاہی تو نہ کر سکوں گا۔ کیونکہ تمام اہل کوفہ کی نیئیں بدل گئی ہیں۔ دنیا کی محبت میں جتلا ہو کر عبید اللہ بن زیاد کے طرفدار ہو گئے ہیں۔ سعادت مندی کے ساتھ جا کر میرا سلام پہنچا اور آپ کو یہ سب حالات سنا دے۔ حجاج نے امام حسینؑ کے پاس آ کر جو کچھ دیکھا اور سنا تھا عرض کر دیا۔ امام حسین علیہ السلام اپنے عزیزوں کو ساتھ لے کر اس کے پاس گئے۔ عبید اللہ حضرت کو تشریف لاتا ہوا دیکھ کر اٹھ کھڑا ہوا۔ تعظیم و تکریم سے پیش آیا۔ امام حسینؑ کا دست مبارک پکڑ کر صدر جگہ پر بٹھایا۔ آپ نے حمد و ثنائے الہی کے بعد فرمایا اے عبید اللہ تیرے شہر کے آدمیوں نے جو سب کے سب نامور

اور اراکین شہر ہیں ہمیں فتح بھیج بھیج کر وعدے کئے کہ ہم سب آپ کے ہواہ خواہ اور معاون و مددگار ہیں۔ آپ ہمارے پاس چلے آئیے۔ میں نے اس امر کو قبول کرنے میں تامل کیا۔ کسی کا جواب نہ دیا۔ پھر مکرر خطوط آئے۔ ناچار میں نے ان لوگوں کے قول و قرار کی وجہ سے حرم خدا سے سفر کیا۔ اب اس طرف آیا معاملہ دگرگوں دیکھتا ہوں۔ میرے چچا زاد بھائی مسلم کی بیعت اٹھارہ ہزار آدمیوں نے کی تھی۔ اور جنگ کے لئے نکلے، جب لڑائی شروع ہو گئی تو عین معرکہ میں اس سے علیحدہ ہو گئے۔ اور اسے تنہا چھوڑ دیا۔ اور پر زیاد کے حوالہ کر دیا۔ اس نے بڑی ایذا وہی کے ساتھ شہید کیا۔ اب سنتا ہوں کہ یزید کی فرمانبرداری کے ساتھ پر زیاد کی طرف مائل ہو گئے ہیں۔ عبید اللہ تو خوب جانتا ہے کہ تجھ سے جو کچھ نیکی یا بدی ظہور میں آئے گی اللہ تعالیٰ ویسے ہی جزا دے گا۔ میں چاہتا ہوں کہ تو اس وقت توبہ کر کے تمام گزشتہ گناہوں سے بری ہو جائے۔ ہم جناب رسول خدا کے اہل بیت ہیں۔ ہماری امداد کر اور اس معاملہ میں ہمارا ساتھ دے۔ جس قدر ہو سکے ہمارے دشمنوں کو ہمارے مقابلہ سے دفع کر۔ عبید اللہ نے کہ اے فرزند رسول اگر کوفہ میں آپ کے مددگار اور کچھ دوست ہوتے جو آپ کا ساتھ دیتے تو میں سب سے پہلے آپ کے واسطے جنگ کرتا مگر آپ کے تمام دوست و مددگار اور شیعہ اپنا اعتقاد بدل چکے ہیں۔ چاہتا ہوں کہ یہ گھوڑا مجھ سے لے لیں واللہ اس گھوڑے کو میں نے جس جانور کے پیچھے ڈالا ہے اسی کو چالیا ہے۔ اور جب اس پر سوار ہو کر بھاگا ہوں کوئی شخص مجھ تک نہیں آسکا اور یہ تلوار جس پر لگائی ہے اس میں سے صاف نکل گئی ہے۔ یہ دونوں چیزیں میری طرف سے قبول فرمائیں۔

آپ نے فرمایا میں تیرے پاس اس گھوڑے اور تلوار کے لالچ میں نہیں آیا بلکہ مدعا یہ ہے کہ تو میرا ساتھ دے اور میرے دشمنوں سے لڑے۔ اگر تو اپنی جان کو ہم سے عزیز رکھتا ہے تو ہمیں تیرے مال کی بھی کچھ ضرورت نہیں۔ میں نے اپنے نانا جناب محمد مصطفیٰ سے سنا ہے کہ جو شخص میرے اہل بیت کی فریاد اور طلب امداد کی درخواست سن کر مدد نہ کرے گا وہ دوزخ میں جائے گا۔ یہ فرما کر آپ اٹھ کھڑے ہوئے اور اپنی قیام گاہ پر چلے آئے۔ دوسرے دن کوچ کر کے بہ سمت کوفہ روانہ ہوئے۔ عبید اللہ بعدہ سخت شرمندہ اور نام ہوا۔ اور جناب امام حسین علیہ السلام کی خدمت گزارا رہی نہ کرنے اور ساتھ نہ دینے پر ہاتھ ملتا تھا۔ غرض انشاء راہ میں حضرت امام حسین نے ایک لشکر اپنی طرف آتے دیکھا۔ قریب آیا تو معلوم ہوا کہ ایک ہزار سوار اسلحہ سے لیس ہیں قاصد کو بھیجا دریافت کرے کہ ان کا سردار کون ہے۔ لوگوں نے کہا حزن یزید ریاحی۔

امام علیہ السلام نے اسے طلب کر کے پوچھا تو ہماری مدد کے واسطے آیا ہے۔ یا ہم سے جنگ کرنے کے ارادہ سے؟ حزنے کہا مجھے عبید اللہ نے آپ سے لڑنے کے لئے بھیجا ہے۔ حر کا یہ کلام سن کر آپ نے فرمایا لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

ظہر کی نماز کے وقت امام حسین علیہ السلام نے حجاج بن مسروقہ سے کہا اذان دے کر نماز کے لئے کھڑے ہو جاؤ کہ ہم حجاج نے اذان دی اور امام حسین علیہ السلام نے حر سے کہا تو اپنی جگہ پر اپنے ہمراہیوں کے ساتھ نماز پڑھے گا یا ہمارے پیچھے نماز ادا کرے گا۔

حزنے کہا میں آپ کے پیچھے نماز ادا کروں گا۔ اب امام حسین نے دونوں فوجوں کو نماز ادا کرائی اور نماز سے فارغ ہو کر تلوار پر سوار لے کر کھڑے ہو گئے۔ خطبہ پڑھا۔ حمد و ثناء الہی کے بعد جناب محمد مصطفیٰ پر درود بھیجا اور کہا اے لوگو میں تم سے کوئی عذر کرنے کے لئے کھڑا نہیں ہوا۔ اور نہ میں نے اس شہر کی طرف اس وقت تک قصد کیا اور یہاں تک آیا جب تک میرے پاس تم لوگوں کے خطوط نہ پہنچے۔ اور تم نے میرے بلانے کے لئے درخواستیں نہیں بھیجیں۔ اور تمہارے

قاصد جن میں بہت سے نامور اور رکن اشخاص شامل تھے۔ اہل کوفہ کی طرف سے خط لے کر میرے پاس آئے۔ انہوں نے کہا تھا بہت جلدی کوفہ پہنچنا چاہئے۔ کیونکہ یہاں کوئی امام موجود نہیں ہے۔ جو نمازیں پڑھائے۔ اور دینی و دنیوی امور کی اصلاح کرتا رہے۔ اگر تم آ جاؤ گے تو شاید اللہ تعالیٰ ہمارے اہل کاموں کو درست کر دے۔ اب اگر تم اپنے قول و قسم پر ثابت قدم ہو تو میں آ ہی گیا اور تم پر اعتماد کرنا چاہئے تو تمہارے ساتھ شہر میں داخل ہوں۔ اگر تم اپنے عہدے سے پھر گئے اور قول و قرار سے شرمندہ ہوئے اور میرے آنے کو برا سمجھا تو میں مکہ کو واپس چلا جاؤں گا۔ حضرت کا یہ کلام سن کر سب کے سب خاموش سر جھکائے ہوئے تھے کچھ نہ بولے۔ اب حرنے اپنا خیمہ نصب کیا اور اس کے اندر بیٹھا امام حسینؑ بھی اس کے مقابل جا بیٹھے اور تمام آدمی بھی اپنے اپنے گھوڑوں کی باگیں پکڑے ہوئے بیٹھے تھے۔ کہ اتنے میں حرنے کے پاس کوفہ سے خط آیا کہ حکم ہذا سے مطلع ہوتے ہی حسین بن علیؑ اور اس کے اصحاب کو نظر بند کر لینا۔ اور خود ان کا ساتھ نہ چھوڑنا۔ یہاں تک کہ میرے پاس حاضر کر اور میں نے قاصد کو حکم دیا ہے کہ وہ تیرے ساتھ رہے۔ جب تک کہ تو اس حکم کو پوری طرح سرانجام نہ دے لے اور میری فرمانبرداری کا حق ادا نہ کر لے۔ حرنے مضمون خط سے مطلع ہو کر اپنے لوگوں کو بلایا اور کہا یہ مردود کج بخت ابن زیاد مجھے خط لکھتا ہے۔ کہ حسین ابن علیؑ کو گرفتار کر کے حاضر کر اور جہاں تک میں سوچتا ہوں میرا دل مجھے ایسے کام یا بات پر آمادہ نہیں ہونے دیتا۔ جس سے امام حسین رنجیدہ ہوں، میں اس امر سے سخت پریشان ہوں۔ حرنے کا ایک ہمراہی شعثا عبید اللہ کے قاصد سے مخاطب ہو کر بولا بد بخت تیری ماں تیری جدائی میں روئے تو کیسے کام کے لئے یہاں آیا ہے۔ اس نے کہا میں نے اپنے امام کی فرمانبرداری اور اپنی بیعت کو پورا کیا ہے۔ اپنے امیر کا حکم حرنے کو پہنچا دیا۔ ابو شعثا نے کہا مجھے اپنے سرو جان کی قسم تو اپنے امام کی فرمانبرداری کے سبب خدا کی بارگاہ میں گنہ گار ہو گیا۔ تو نے اپنے آپ کو تباہ کر دیا۔ دنیا و آخرت دونوں تباہ کر لیں۔ اور دوزخ کی آگ تو نے اپنے واسطے سلگائی۔ تیرے امام کی یہ تعریف ہے جو اللہ تعالیٰ قرآن میں فرماتا ہے۔ **وجعلنہم امتہ بآء عون الی النار و یوم القیمتہ لا ینصرون** ابھی یہ گفتگو ہوئی رہی تھی کہ نماز عصر کا وقت آ گیا۔ امام حسینؑ نے موزن سے فرمایا اذن دے تاکہ نماز کے لئے کھڑے ہوں۔ آپ نے لشکر کو نماز پڑھائی۔ نماز سے فارغ ہو کر حمد و ثناء الہی کے بعد کہا اے لوگو ہم خلافت اور امامت کے لئے ان سے بہتر ہیں۔ اگر تم ہمارا حق سمجھو گے اور خدا سے ڈرو گے تو اللہ تعالیٰ تم سے راضی ہو گا اور اگر میرے آنے کو برا جانو گے اور اپنے قاصدوں کی زبانی وعدوں کو پورا نہ کرو گے تو میں تمہیں کچھ نہیں کہتا اور نہ تمہیں کسی بات کے لئے مجبور کروں گا۔ تم صاف صاف کہہ دو کہ میں مکہ کو واپس چلا جاؤں۔

حرنے نے جو لشکر کا سردار تھا آگے بڑھ کر عرض کی اے فرزند رسول آپ نے دو تین مرتبہ خطوں اور قاصدوں کا ذکر کیا۔ مگر مجھے کچھ خبر نہیں کہ کن لوگوں نے خط لکھے اور کون اشخاص قاصد بن کر حاضر ہوئے۔ امام حسین علیہ السلام نے اپنے غلام عقبہ بن سمان کو بلا کر کہا خطوں کی خرچیاں اٹھا لاؤ۔ عقبہ جا کر خرچیاں اٹھا لایا۔ نکال کر زمین پر رکھ دیئے۔ فرج کے نامور اشخاص آگے بڑھے لٹانوں کو پڑھا۔ حرنے نے فرج کو پڑھا۔ حرنے نے بھی انہیں دیکھا اور کہا ہم ان شخصوں میں سے نہیں ہیں جنہوں نے یہ خطوط تحریر کئے ہیں۔ عبد اللہ ابن زیاد نے ہمیں حکم دیا ہے کہ آپ کو اس کے پاس لے جائیں۔ امام حسین علیہ السلام نے مسکرا کر فرمایا تم یہ کام نہیں کر سکتے۔ پھر حکم دیا کہ عورتوں کو کجاووں میں سوار کراؤ۔ سوار ہو کر چلو۔ دیکھیں یہ لوگ ہمارا کیا کر سکتے ہیں۔ لوگوں نے آپ کے حکم کے مطابق اہل و عیال اور بچوں کو سوار کیا اور چل نکلے۔ کوئی لشکر نے راستہ روکا۔ اور جانے سے مانع آئے۔ امام حسینؑ نے قبضہ شمشیر پر ہاتھ ڈالا اور کہا اے پسر بزد تو کس لئے ان لوگوں کو جانے نہیں دیتا۔ تیری ماں تیرے سوگ میں بیٹھے۔ حرنے جواب دیا یا بن رسول اللہ اگر کوئی شخص

میری ماں کا نام لیتا تو میں تلوار کی دھار سے اس کا جواب دیتا مگر آپ اور آپ کے ماں باپ کی حرمت بہت بڑی ہے کچھ نہیں کہہ سکتا۔ لیکن تمہیں عبید اللہ کے پاس ضرور لے چلوں گا۔ امام حسینؑ نے فرمایا میں ہرگز نہ جاؤں گا۔ اور مجھے تیرے ارادے کی ذرا پرواہ نہیں تو کیا کر سکتا ہے۔ حرنے کہا اگر میری اور میرے لشکر کی جانیں بھی اس معاملہ میں جاتی رہیں تو بھی مجھے گوارا ہے۔ میں عبید اللہ کے پاس ضرور لے چلوں گا۔ امام حسینؑ نے کہا اچھا اپنے لشکر سے نکل کر سامنے آؤ اور میں بھی اپنے ہمراہیوں سے علیحدہ ہو کر تیرے سامنے آتا ہوں کہ دونوں آپس میں جنگ کریں۔ اگر تو نے مجھے مار ڈالا تو تیرے امیر کی اور تیری مراد بر آئی گے۔ اور اگر تو مارا گیا تو خلقت تیرے بچے سے آزاد ہو جائے گی۔ حرنے کہا یا ابا عبد اللہ مجھے آپ سے جنگ کرنے کا حکم نہیں ہے۔ بلکہ یہ کہا گیا ہے کہ آپ کے ساتھ سے علیحدہ نہ ہوں۔ یہاں تک کہ آپ کو عبید اللہ کے پاس پہنچا دوں۔ خدا کی قسم مجھے سخت ناگوار ہے کہ کوئی ایسی بات کہوں یا ایسی حرکت کروں جو آپ کی ناخوشی کا باعث ہو۔ مگر کیا کروں دوسرے کا مقرر کیا ہوا ہوں اور محکوم مجبور ہوتا ہے۔ میں نے اس گروہ سے بیعت کر رکھی ہے اور ان کے حکم سے آپ کے پاس پہنچا ہوں۔ اور خوب جانتا ہوں کہ قیامت کے دن تمام خلقت کو آپ ہی کے نانا کی شفاعت کی ضرورت پڑے گی۔ میں حیران و پریشان اور خوفزدہ ہوں کہ آپ سے لڑنے کی نوبت نہ آئے پھر شفاعت کی امید کیا خاک ہو سکتی ہے خدا نخواستہ مجھ سے کوئی ایسی حرکت سرزد ہو گئی جس سے حضرت کے جسم مبارک کو کچھ تکلیف پہنچی تو دنیا و آخرت دونوں جگہ میرے واسطے خرابی ہی خرابی ہے اور اگر آپ کو عبید اللہ کے پاس نہ لے جاؤں تو میں کوفہ میں داخل نہیں ہو سکتا۔ ہاں دنیا وسیع ہے۔ خدا کی پناہ قیامت کے دن آپ کے نانا کی شفاعت سے محروم رہ جانے کی نسبت یہی بہتر ہے کہ کسی اور طرف نکل جاؤں۔ آپ اس شارع عام سے نہیں بلکہ کسی غیر معروف راستے سے کسی اور سمت کو چلے جائیں۔ اور میں عبید اللہ کو لکھ دوں گا کہ حسینؑ کسی اور طرف چلے گئے۔ اور مجھے نہیں ملے۔ پھر تو مجھے آپ کے نانا کی شفاعت کی کچھ امید باقی رہے گی۔ اور یا امام میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ آپ اپنی جان پر رحم کریں اور کوفہ نہ جائیں۔

آپ نے فرمایا اے حرنے تو یہ بات اس لئے کہتا ہے کہ وہ مجھے مار ڈالیں گے۔ حرنے کہا اے فرزند رسولؐ ہاں۔ بلاشک آپ سلامتی سے مکہ کو واپس چلے جائیں۔

امام حسینؑ نے اپنے ساتھیوں سے پوچھا تم میں سے کوئی شخص اس شارع کے سوا کوفہ کے اور کسی غیر معروف راستے سے بھی واقف ہے۔ طرمح بن عدی نے کہا اے فرزند رسولؐ میں ایک اور راستے سے بھی واقف ہوں۔ آپ نے فرمایا اس راستے سے آگے آگے روانہ ہو کر ہمیں لے چل۔ طرمح آگے ہو لیا اور امیر المومنین حسینؑ مع اہل بیت و اصحاب اس کے پیچھے پیچھے روانہ ہوئے۔ دوسرے دن طرمح نے مقام غزنیف مخرات پر پہنچا دیا۔ اب قیام کرنے کے بعد دیکھا کہ حرنے نے اپنے لشکر سمیت اس مقام پر آ پہنچا ہے۔ امام حسینؑ نے پوچھا ہمارے پیچھے پیچھے یہاں تک چلے آئے کا کیا سبب ہے؟ تو نے یہ کہا تھا کہ آپ غیر معروف راستے سے جہاں چاہیں چلے جائیں۔ ہم یہاں چلے آئے اور تو کس لئے ہمارے نشان قدم پر چل کر یہاں آ پہنچا ہے۔ حرنے کہا جب آپ اس جگہ سے روانہ ہو گئے تھے تو عبید اللہ کا ایک اور خط آیا جس نے مجھے بزدل اور کم ہمت کہہ کر سخت ناکید اور ملامت کی ہے کہ امام حسینؑ کو کیوں جانے دیا اور میرے پاس نہ لایا۔ حسینؑ نے کہا اب ہمیں نینوا جانے دے۔ حرنے کہا ہرگز جانے نہ دوں گا۔ اب میرے قابو کی بات نہیں رہی۔ یہ قاصد عبید اللہ کی طرف سے مامور ہو کر آیا ہے کہ میرے ہمراہ رہ کر ہر ایک گفتگو اور کارروائی اس سے جا کر بتائیے۔

جناب امیر المومنین حسینؑ علیہ السلام کے دوستوں میں سے ایک شخص زہیر بن قیس نجلی نے کہا، آپ ہمیں اجازت دیجئے

کہ ان سے جنگ کریں۔ ہمیں آئندہ مواقع پر فوجوں کے مقابلے کی نسبت ان کے ساتھ لڑنا زیادہ مشکل نہیں۔ آپ نے فرمایا یہ ٹھیک ہے۔ لیکن میں لڑائی میں پہل نہیں کر سکتا۔ اگر یہ لوگ لڑائی شروع کر دیں گے تو میں ان کے دفعہ کے لئے جنگ کروں گا اور مناسب ہے کہ اس وقت ہم کرلا کی طرف روانہ ہو جائیں۔ کیونکہ وہاں سے دریائے فرات قریب ہے۔ یہ لوگ ہم سے لڑیں گے تو ہم بھی ان سے جنگ کریں گے۔ اور اللہ تعالیٰ سے مدد چاہیں گے۔ اب حضرت کچھ مغموم ہوئے اور اسی جگہ قیام فرمایا۔ حربی ایک ہزار سواروں سمیت مقابل میں اتر پڑا۔ امام حسینؑ نے کاغذ اور قلم دولت منگا کر ان کوئی سرداروں کے نام جن سے مدد کی امید تھی اس مضمون کے خط لکھے:

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ حسین بن علی بن ابی طالب کی طرف سے سلیمان بن صو، یسب بن بجنہ، رفاعہ بن شداد، عبید اللہ بن وال، اور جماعت مومنین کو معلوم ہو کہ جناب رسول خداؐ نے فرمایا ہے کہ جو شخص ایسے ظالم بادشاہ کو جو حرام باتوں کو حلال سمجھتا، اللہ تعالیٰ کا عہد توڑتا، رسول خداؐ کی سنت کو مٹاتا، اور خلق خدا کے ساتھ ظلم اور گناہوں کے ساتھ زندگی بسر کرتا ہے اچھا سمجھے اور اس کے قول و فعل کو پسند کرے۔ اور اس کے کردار سے انکار نہ کرے۔ اللہ تعالیٰ اسے دوزخ میں ڈالے گا۔ تم خوب جانتے ہو کہ اس جماعت نے ہمارا حق چھین لیا ہے۔ اور یہ گناہ گار ہیں، شیطان کی فرمانبرداری کرتے، اللہ کے احکام کو پس پشت ڈالتے، حرام کو حلال اور حلال کو حرام سمجھتے ہیں۔ اور میں اپنے نانا کی خلافت کے لئے ان سب سے بھتر اور زیادہ حقدار ہوں۔ تم نے جو خط مجھے بھیجے اور قاصدوں کی زبانی وعدے کئے ہیں وہ سب تمہیں یاد ہی ہوں گے۔ اگر تم اپنے وعدوں کو پورا نہ کرو گے اور عہد شکنی پسند کرو گے تو یہ امور بھی تم سے بعید نہیں ہیں۔ میرے باپ، بھائی، مسلم کے ساتھ تم نے ایسا ہی کیا اور ان کی مخالفت اختیار کی۔ جو شخص تمہارے اقراروں پر بھروسہ یا تمہارے قول کو سچ سمجھے وہ بدوقوف ہے۔ و من نکث فانما ينکث علی نفسه و سیغنی اللہ علیکم والسلام!

پھر خط کو بند کر کے مرگا دی اور قیس بن مرصید اوی کے حوالہ کر کے فرمایا کوفہ پہنچ کر وہاں کے نامی اشخاص کو دینا۔ قیس نے کہا بسرو چشم! اور وہ خط لے کر جانب کوفہ روانہ ہوا۔ عبید اللہ نے پشتر ہی سے راستوں کی ناکہ بندی کر رکھی تھی۔ کہ بت ہو شیری سے خبر لیتے رہیں۔ اگر حسین ابن علیؑ کی طرف سے کوئی شخص خط لائے تو اسے میرے پاس پکڑ لائیں۔ قیس نے کوفہ کے قریب پہنچ کر دور سے عبید اللہ کے ملازم حصین بن نمیر کو دیکھا۔ اس نے اسے دیکھ کر خط چاک کر دیا۔ حصین نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ قیس کو پکڑ لائیں اور خط کے پرزے اٹھالیں پھر اسے عبید اللہ کے پاس لے گئے۔ اس کا اور خط چاک کر دینے کا حال سنایا۔ پھر زیاد نے پوچھا تو کون ہے؟ اس نے کہا علی ابن ابی طالب کے گروہ کا ایک آدمی ہوں۔ پوچھا تو نے خط کیوں پھاڑ ڈالا ہے؟ کہا اس لئے کہ تو اس کے مضمون سے واقف نہ ہو جائے۔

پھر پوچھا وہ خط کس نے لکھا تھا کہا امیر المومنین حسین ابن علی نے۔ پھر پوچھا کن شخصوں کے نام تھا؟ کہا کوفہ کے ان لوگوں کے نام جنہیں میں نہیں جانتا۔ پھر زیاد نے غضبناک ہو کر قسم کھائی کہ تو میرے سامنے سے جانے نہ پائے گا جب تک یہ نہ بتائے گا کہ وہ خط کن اشخاص کے نام تھا۔ اور منبر پر بیٹھ کر علیؑ "حسن" حسین کو سخت اور ست نہ کہے گا۔ ان دونوں باتوں میں سے ایک بات اختیار کرنی چاہئے۔ تب میرے ہاتھ سے رہائی پا سکتا ہے۔ ورنہ میں تیرے نکلے نکلے کر دوں گا۔ قیس نے کہا۔ میں ان لوگوں کو جانتا نہیں جن کے نام جناب امام حسین علیہ السلام نے یہ خط لکھا تھا۔ نہ انہیں بتا سکتا ہوں۔ رہا سخت ست کہنا یہ بت آسان بات ہے جیسا تو کہتا ہے میں منبر پر بیٹھ کر ویسا ہی کہہ دوں گا۔

ابن زیاد نے حکم دیا کہ اسے جامع مسجد میں لے جا کر تمام خلقت کے سامنے منبر پر بٹھا دیں تاکہ وہ سب کو سنا سنا کر علی اور اس کی اولاد پر لعن و تبرا کہے۔ قیس کو لے جا کر مسجد کے منبر پر بٹھا دیا گیا۔ لوگ آنے لگے۔ جب آدمیوں سے تمام مسجد

پر ہو گئی قیسیں نے منبر پر کھڑے ہو کر بہت اچھا خطبہ پڑھا جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود بھیج کر اہل بیت کی تعریف و توصیف بیان کی۔ اور جناب امیر المؤمنین علیؑ، حسنؑ اور حسینؑ پر درود بھیج کر تمام اہل بیت نبوت کے برائے اور اوصاف جمیلہ ظاہر کئے۔ پھر عبید اللہ اور اس کے باپ زیاد پر لعنت بھیج کر جناب امام حسینؑ کا تمام حال کہہ سنایا۔ اور آپ کے بہت سے اوصاف اور اکثر مناقب بیان کر کے لوگوں کو بیعت کی طرف ترغیب دلائی۔ لوگوں نے عبید اللہ سے یہ حال جا کر کہا اس نے حکم دیا کہ اسے پکڑ لائیں اور کوٹھے پر لے جا کر سرنگوں گرا دیں جس سے سب ہڈیاں چور چور ہو جائیں۔

غرض قیسیں شہادت پا کر رحمت الہی کے شامل حال ہو گئے۔ امام حسین علیہ السلام نے اس حال سے آگاہ ہو کر فرمایا انا اللہ انا اللہ راجعون۔ اور بہت دیر تک مغموم رہے اور کہا اللہ تعالیٰ قیسیں پر رحمت نازل فرمائے اس نے اپنا فرض ادا کر دیا۔ خدا سے نیک جزا عطا فرمائے۔ آپ کے اصحاب میں سے ایک شخص ہلال بن نافع نے عرض کی یا بن رسول اللہ آپ کے نانا جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام لوگوں کو اپنا دوست نہ بنا سکے۔ بعض آپ کے دوست تھے اور بعض منافق تھے۔ ظاہر میں تو باتوں سے دوستی کا دعویٰ کیا کرتے تھے لیکن بعض کے دلوں میں عداوت تھی۔ یہی جناب علی مرتضیٰ کے ساتھ کیفیت تھی۔ کچھ آدمی آپ کے ہوا خواہ اور دوست تھے۔ فرمانبرداری اور اعانت سے پیش آتے تھے۔ اب جو شخص اپنے عہد کو توڑ ڈالے اور آپ کے خلاف ہو جائے وہ اس کا بدلہ دیکھ ہی لے گا۔ آپ مشرق و مغرب جہاں چاہیں جائیں ہم ہرگز آپ سے جدا نہ ہوں گے۔ اور حکم الہی پر راضی رہیں گے۔ ہمارا دوست وہی شخص ہو گا جو آپ کو عزیز سمجھے گا اور جو شخص آپ کو دشمن جانے گا وہ ہمارا بھی دشمن ہو گا۔

جناب امام حسینؑ نے اسے دعائے خیر دے کر اپنی اولاد، بھائیوں اور خاندان کو اپنے سامنے طلب فرمایا۔ اور ان کے چہروں پر نظر ڈال کر رونے لگے اور کہا اے خدا ہم تیرے پیغمبر کی عترت ہیں۔ ان لوگوں نے ہمیں گھر سے نکالا، پھر نانا کے گھر سے علیحدہ کیا۔ بنی امیہ ہمارے قتل و گرفتار اور ظلم و ستم میں ذرا کوتاہی نہیں کرتے۔ اے خدا تو ظالموں سے ہمارا بدلہ لے۔ اس کے بعد وہاں سے جانب کربلا سفر کیا۔ منزل بہ منزل چلے جاتے۔ بدھ یا جمعرات کا دن دوسری محرم ۱۱ھ کو وارد کربلا ہوئے۔ جناب امام حسینؑ نے پوچھا یہی زمین کربلا ہے۔ ہمراہیوں نے کہا ہاں یہی میدان کربلا ہے۔ آپ نے فرمایا ہاں یہ ایذا اور مصیبت کی جگہ ہے۔ ہماری قتل گاہ، ہمارے لوگوں کا احاطہ اور ہمارے اونٹوں کی جائے خواب یہی جگہ ہوگی۔ اسی خاک پر ہمارے خون بہیں گے۔ اسباب کو دریائے فرات کے کنارے ایک طرف اتارا اور نیچے کھڑے کئے۔ بھائی اور چچا زاد بھائی ہر ایک اپنے اپنے واسطے نیچے لگاتا تھا۔ غرض امام حسینؑ کے خیمہ کے گرد آپ کے دوستوں اور محبوں کے نیچے کھڑے ہو گئے۔ سب لوگ تو اپنے اپنے خیموں میں آرام سے لیٹ رہے۔ اور امام حسین علیہ السلام اپنی تلوار کی صفائی میں مصروف ہوئے۔ غلام ابو ذر غفاری آپ کے پاس حاضر تھا۔ اور محالت ننگریہ اشعار پڑھ رہے تھے:

یاد دہانات لک بن خلیلی کمر لک بالاشراف و الاصلی

من طالب و صاحب قبلی ما لرب الوعد من الرحلی

و کل حی سائلک السبلی و انما الامر الی الجلیلی

آپ کی بہنوں زینبؑ و ام کلثومؑ نے آواز سن کر کہا اے بھائی یہ کس کی آواز ہے جو اپنے قتل کا یقین کئے ہوئے ہے۔ حضرت نے فرمایا اے بن لو تو ک القطالنا زینبؑ نے کہا و اسکملناہ ایے کاش میں مرجاتی اور یہ دن نہ دیکھتی۔ میں نے نانا جناب محمد مصطفیٰ کی وفات دیکھی اپنے باپ جناب علی مرتضیٰ علیہ السلام کا مرنا دیکھا۔ اور اپنی پاک و پاکیزہ ماں فاطمہ

زہرا کا سر سے گزر جانے کا الم سنا اپنے پیارے بھائی جناب امام حسنؑ کی شہادت کی مصیبت جھیلی۔ اب بھائی حسین علیہ السلام جو دنیا میں باقی رہ گیا ہے۔ مجھے ایسے خبر سنا تا ہے اور اپنے انتقال کی خبر دیتا ہے ہائے میں تو مر گئی افسوس مصیبتوں اور بلاؤں کی مجھ جیلا کے حال اور افسوس اور اسی قسم کے کلمات فرمائی اور روتی تھیں۔ تمام اہل بیتؑ آپ کے ساتھ مل کر رونے لگے۔ ام کلثوم کا بیان تھا واما محمد و اعلیٰ بعدک یا ابا عبد اللہ۔ جناب امام حسینؑ انہیں تسلی دیتے اور کہتے تھے۔ اے خواہر صبر کر اور مرضی الہی پر صابر رہ، کیونکہ خدا تعالیٰ نے زمین سے لے کر آسمان تک کسی شے کو بیشہ کی زندگی عنایت نہیں کی نہ کسی کو عطا کرے گا۔ سب فنا ہو جائیں گے۔ صرف ایک ذات پاک خدا کے سوا تمام مخلوق ہلاک ہونے والی ہے۔ سب کو اس نے اپنی قدرت کاملہ سے پیدا کیا ہے۔ اور سب کو اپنی مرضی اور ارادہ کے مطابق نیست و نابود کر دے گا۔ میرے نانا مالؑ باپؑ اور بھائیؑ مجھ سے بہتر اور زیادہ عزیز تھے اسی طرح وہ بھی جام فنا پی کر مٹی میں مل گئے۔ تمام دنیا والوں کو حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کا خیال اپنی موت پر صبر دلانا ہے۔

پھر ارشاد فرمایا اے بنو! اے ام کلثومؑ اے زینبؑ جب مجھے مار ڈالیں تو ہرگز ہرگز کپڑے نہ پھاڑنا منہ نہ نوچنا اور ایسے کلمے زبان سے نہ نکالنا جن سے خدا راضی نہیں ہے۔ اسی اثناء میں حر بھی آپہنچا اور حضرت کے عیموں کے برابر اپنا خیمہ لگایا۔ اور عبید اللہ ابن زیاد کو خط لکھ کر حسینؑ کے وارد کر بلا ہونے اور قیام کرنے سے مطلع کیا۔ عبید اللہ ابن زید نے امام حسینؑ کو خط لکھا کہ اے حسینؑ میں نے سنا ہے کہ تم نے کربلا کے متصل قیام کیا ہے۔ اور آج ہی یزید کا خط میرے پاس پہنچا ہے۔ اور حکم دیا ہے کہ جب تک آپ کو واصل حق نہ کروں نہ بستر پر سوؤں نہ کھانے کا مزہ چکھوں اور یا آپ اس کی فرمانبرداری اختیار کر کے بیعت کریں۔ والسلام!

جب یہ خط آپ کے پاس پہنچا پڑھ کر ہاتھ سے ڈال دیا اور کہا وہ قوم ہرگز فلاح نہ پائے گی۔ جو مخلوق کی رضامندی کے لئے خالق کی ناراضی اختیار کرتی ہے۔ عبید اللہ کے قاصد نے خط کا جواب مانگا آپ نے فرمایا اس کا جواب کچھ نہیں۔ و قد حقت علیہ کلثمہ العذاب قاصد جواب لئے بغیر واپس گیا اور جو کچھ دیکھا اور سنا تھا ابن زیاد سے بیان کر دیا۔ وہ اور بھی زیادہ غضبناک ہو کر اپنے ملازموں اور دوستوں سے بولا کہ حسینؑ کو جس طرح ہو سکے قتل ہی کر دینا چاہئے۔ تم میں سے کون شخص اس خدمت کو اپنے ذمے لیتا ہے اور حسینؑ کو قتل کرتا ہے۔ میں اس کے صلے میں جو شہر اور علاقہ مانگوں گے دوں گا کسی نے اس بات کا کچھ جواب نہ دیا۔ اسی دن عرسد کے نام ایک فرمان جاری کیا اور شہر رے اور اس کا نواح عطا کر کے حکم دیا کہ وہاں جا اور خرابیوں کو دور کر۔ عرسد نے فرمان لے کر اس طرف جانا چاہا ابن زیاد نے کہا اے عمر تو نے دیکھا کہ کسی نے امام حسینؑ سے جنگ کرنے کا ارادہ نہیں کیا۔ بہتر ہے کہ تو اس صدمہ کو انجام دے اور حسینؑ سے لڑنے کے واسطے جا اور اس طرف سے مجھے مطمئن اور فارغ کر کے شہر رے کی حکومت پر جانا۔

اس نے کانپ کر کہا اے امیر اگر تو مجھے حسینؑ ابن علیؑ کے مقابلے پر جانے سے معاف رکھے تو بہت ہی بڑا احسان مانوں گا۔ ابن زیاد بولا اچھا صحاف کیا۔ مگر یہ فرمان واپس دے کر اپنے گھر میں بیٹھ۔ کیونکہ یہ علاقہ اسی شخص کی ملکیت ہے جو حسینؑ ابن علیؑ کا کام تمام کرے گا۔ عمر نے کہا تو مجھے ایک دن کی مہلت دے کہ میں اس امر کو اچھی طرح سے سوچ لوں۔ ابن زیاد نے اجازت دی اور عمر نے اپنے گھر آ کر دوستوں اور عزیزوں سے مشورہ کیا۔ کسی نے اچھا نہ جانا کہ وہ امام حسینؑ علیہ السلام کے قتل کے واسطے جائے۔ سب نے اسے ڈرایا۔ حمزہ بن مغیرہ جو اس کی بیوی کا بھائی تھا اس کی طرف مخاطب ہو کر بولا ہرگز تو حسینؑ سے لڑنے اور اسے قتل کرنے کا فعل اپنے ذمے نہ لینا ورنہ تو گناہ عظیم کا مرتکب ہو گا۔ خدا کی قسم اگر دنیا میں تیرے پاس کچھ بھی باقی نہ رہے تو اس سے بہتر ہے کہ تو آخرت میں حسینؑ کا خون گرون پر لے

جائے۔

عمر بن کر خاموش تھا لیکن اس کا دل حکومت رے سے باز نہ آتا تھا۔ دوسرے دن صبح کے وقت ابن زیاد کے پاس آیا۔ اس نے پوچھا تیری کیا رائے قرار پائی۔ کہا امیر تو نے پہلے انعام عطا کیا بعدہ حسین ابن علی کا تذکرہ کیا۔ لوگ مجھے مبارک باد دے چکے۔ اگر تو مجھ سے آج فرمان واپس لے لے گا تو مجھے ندامت حاصل ہوگی تو مجھے مہربانی فرما کر حسین کے قتل کے واسطے نہ بھیج اور رے کی حکومت میرے پاس رہنے دے۔ کوفہ میں اور بہت سے نامور سردار اسماء بن خاجہ، محمد بن اشعث اور کثیر بن شہاب وغیرہ موجود ہیں۔ ان میں سے ہر شخص اس خدمت کو منظور کر کے امیر کے دل کو اس طرف سے مطمئن اور فارغ کر دے گا۔ براہ مہربانی مجھے امام حسین کے قتل سے معاف رکھ۔ ابن زیاد نے کہا تو میرے سامنے جن سرداران کوفہ کا نام لیتا ہے وہ سب میری نظروں میں ہیں۔ اگر تو ہی مجھے اس فکر سے مطمئن کر دے گا تو میرے نزدیک تو بہت ہی عزیز ہو گا۔ ورنہ رے کا فرمان واپس کر کے اپنے گھر بیٹھ بھر میں تجھے کسی قسم کی تکلیف نہ دوں گا۔

عمر بن کر چپ ہو رہا۔ اور ابن زیاد نے ناراض ہو کر کہا۔ اگر تو نہ جائے گا اور حسین علیہ السلام سے جنگ کر کے میرا حکم بجا نہ لائے گا تو میں تجھے ابھی قتل کرا دوں گا اور گھر لٹا دوں گا۔ بعد میں چاہے کچھ ہی کیوں نہ ہو۔ عمر نے کہا جب معاملہ کی یہ صورت آپڑی ہے اور ضرورت لاحق ہو گئی ہے میں امیر کا فرمان بجا لاؤں گا۔ پھر زیاد نے اس کی تعریف کی۔ اور انعام و اکرام میں مزید ترقی کر کے چار ہزار سوار ہمراہ کر دیئے۔ اور رے کی حکومت برقرار رکھی۔ وہ کبھی سنگ دل حکومت رے کے لالچ اور فرمانبرداری کی ہوس میں اس خدمت کو منظور کر کے اور لشکر ہمراہ لے کر جناب امیر المومنین حسین سے جنگ کرنے کے لئے روانہ ہوا۔ آسمان اور زمین نے تیرے دانتوں میں انگلی دبائی۔ اور اس کے اس فعل پر لعنت کناں تھے۔ اور زبان حال سے یہ شعر سناتے تھے۔

رے کا اگر امیر بھی تو ہو گیا تو کیا انجام کار موت کرے گی تجھے فتا

مانا کہ ملک و زر میں سیلماں سے بڑھ گیا وہ کب رہا جو تجھ سے کرے گا فلک وفا

غرض وہ دنیا کے فانی پر پھولا ہوا مغرور محض مال و دولت کے واسطے نہ خدا سے شرمایا نہ جناب رسول خدا سے ڈرا۔ ایسے بڑے کام کا بیڑا اٹھایا کہ فرشتوں اور فریبوں اور پیغمبروں کے لعن و طعن کا نشانہ بن گیا۔ جب تک دنیا قائم ہے اس پر برابر لعنت ہوتی رہے گی۔ وہ مغرور دیوانہ وار نہ جانتا تھا کہ کہاں جاتا ہے اور کس کام کو اختیار کر لیا ہے۔ ابن زیاد بد نما نے اس ملعون ناہنجار کو سخت تاکید کی کہ ہرگز ہرگز حسین ابن علی اور ان کے اصحاب دریائے فرات سے پانی نہ لینے پائیں۔ اور ایک قطرہ پانی نہ پی سکیں۔ عمر نے کہا میں ایسا ہی کروں گا۔

جس وقت عمر چار ہزار سوار لے کر کربلا میں پہنچا حرا ایک ہزار سوار سمیت اس سے جا ملا۔ عمر نے اپنے ایک ہمراہی عروہ بن قیس امحنی کو بلا کر کہا حسین کے پاس جا کر دریافت کرو کہ تم مکہ سے جو امن و امان اور حرمت کا مقام ہے نکل کر کیوں اس میدان کربلا میں آئے۔ اس نے کہا اے امیر انیس دنوں میں میرے اور ان کے درمیان خط کتابت ہوتی رہی ہے اور میں نے ان سے ہر قسم کی دوستی و محبت کے دعوے کئے تھے وہ پورے نہ ہو سکے اس لئے مجھے ان کے سامنے جاتے شرم آتی ہے۔ عمر نے کہا میں نے تجھے اس خدمت سے معاف کیا۔ پھر ایک اور شخص عبداللہ سہمی کو بلایا یہ شخص بڑا بہادر تھا حاضر ہوا اور اس سے کہا کہ امام حسین کے پاس جا کر پوچھ کہ آپ کیسے مکہ جیسے مقام امن سے نکل کر اس دشت بلا میں آئے اور یہاں قیام کرنے سے آپ کا مطلب و مدعا کیا ہے؟

سہمی ملعون جو خاندان جناب رسول خدا کا سخت ترین دشمن تھا بولا اسی طرح حکم بجا لاؤں گا پھر آنحضرت کے خیمہ کی طرف

چلا۔ قریب پہنچا تو ابو تمامہ صاعدی نے دیکھ کر حضرت سے عرض کیا ابا عبد اللہ میری جان آپ پر خدا ہو خاندان مصطفیٰ کا سب سے بڑا دشمن جو روئے زمین پر موجود ہے اور خلائق میں بدترین شخص ہے۔ اس طرف آ رہا ہے۔ آپ یہ بات سن کر کھڑے ہو گئے اور اس طرف نظر کی۔

ابو تمامہ نے کہا تلوار ہاتھ سے رکھ کر آگے بڑھ اور جو کچھ کہنا ہے عرض کر۔ سبھی نے کہا میں اپنی ہوں۔ ایک پیغام لایا ہوں۔ اگر سنو تو بیان کروں۔ مگر تلوار ہاتھ سے نہ رکھوں گا۔ ابو تمامہ نے کہا تلوار مجھے دے میں حفاظت سے رکھوں گا۔ اور جب پیغام پہنچا کر تو واپس جائے گا تو تیرے حوالہ کر دوں گا۔ اس نے کہا میری تلوار تک کسی کا ہاتھ نہیں جاسکتا۔ اور نہ میں کسی کو دوں گا۔ ابو تمامہ نے کہا اسی جگہ ٹھہر کر جو پیغام دینا ہے جناب امام حسین علیہ السلام کو سنا دے۔ سبھی نے کہا ایسا نہیں ہو سکتا اور ناراض ہو کر واپس چلا گیا۔

عمر سعد سے کہا مجھے امام حسینؑ کے پاس نہیں جانے دیا گیا کہ پیغام پہنچاتا۔ عمر نے قرۃ العین بن قیس حنظلی کو جناب امام حسین علیہ السلام کے پاس بھیجا۔ جب قریب آیا امام حسینؑ نے اسے دیکھ کر اصحاب سے پوچھا اسے پہچانتے ہو یہ کون شخص ہے؟ حبیب ابن مظاہر اسدی نے کہا میں جانتا ہوں وہ بنی تمیم میں سے ہے اور خوش اعتقاد ہے۔ میرا خیال تھا کہ وہ بھی اس لشکر کے ساتھ آیا ہو گا۔

الغرض قرۃ نے آنحضرتؐ کے سامنے حاضر ہو کر سلام کیا اور پیغام پہنچایا۔ آپ نے فرمایا خود میرا ازادہ کوفہ جانے کا نہ تھا۔ لیکن کوفہ کے نامور سرداروں اور شہر کے اراکین نے خط بھیج کر مجھے بلایا ہے۔ کہ ہم آپ کے پیچھے نماز پڑھیں گے اور بیعت کریں گے۔ جب اس بات میں بہت کچھ مبالغہ اور اصرار کیا ناچار میں ان کی باتوں کو سوچا اور سمجھ کر اور قول قرار پر بھروسہ کر کے مکہ سے نکلا اور اس طرف آیا۔ آج زمانہ کارنگ دگرگوں دیکھ کر وہ اپنے قول و قرار سے پھر گئے اور اپنے وعدوں سے شرمندہ ہو کر منحرف ہو بیٹھے۔ اب میرا ارادہ ہے کہ مراجعت کر کے مکہ چلا جاؤں۔ تیرے پیغام کا یہی جواب ہے۔ اسی طرح عمر سعد سے جا کر کہہ دینا۔ قرۃ نے کہا یہی کہہ دوں گا۔

حبیب نے قرۃ کی واپسی کے وقت اس سے کہا میں ہمیشہ تجھے نیک اعتقاد اور اہل بیت جناب رسول خدا کا خیر خواہ سمجھتا تھا۔ اب تعجب کرتا ہوں کہ اس دشمن خدا و رسول اور فاسق و فاجر گروہ کے ساتھ تو کیوں رہتا ہے؟ اگر تیرا عقیدہ نہیں بدلا تو پھر امیر المومنین حسینؑ کی خدمت میں حاضر ہو اور بیعت کی سعادت حاصل کر۔ قرۃ نے کہا تو نے بہت اچھی بات کہی۔ خدا کی پناہ میں نے اپنا عقیدہ نہیں بدلا اور اہل بیت پیغمبرؐ کی دوستی میں ذرا کمی نہیں آئی۔ اس وقت تو مجھے سفارت پر بھیجا ہے۔ واپس جانا اور جواب پہنچانا ضرور ہے۔ اس کے بعد کوئی تدبیر سوچوں گا۔ کہ میں تمہارے پاس آ جاؤں۔

غرض اس نے واپس جا کر امام حسین علیہ السلام کی زبان مبارک سے جو کچھ سنا تھا عرض کر دیا۔ عمر نے کہا الحمد للہ شاید غیب ہی سے کوئی ایسی بات ظہور میں آجائے گی کہ حسین ابن علیؑ یہاں سے مراجعت کر جائیں اور ہمیں ان سے جنگ نہ کرنی پڑے۔ اس کے بعد عبید اللہ بن زیاد کو خط لکھا کہ میں نے تیرے حکم کی تعمیل کی اور حسب الحکم حسینؑ ابن علیؑ کے مقابل آٹھیرا ہوں۔ ایک قاصد اس کے پاس بھیجا تھا کہ تم کیوں مکہ سے نکل کر اس میدان میں آئے اور قیام پذیر ہوئے۔

جواب آیا کہ کوفہ والوں نے خط لکھ کر اور نامور اشخاص کو قاصد بنا کر میرے پاس بھیجا۔ اور درخواستیں کی تھیں کہ آپ ہمارے پاس آ جائیں۔ ہم آپ سے بیعت کر لیں گے۔ میں اہل کوفہ کی درخواست پر مکہ سے نکل کر کوفہ آیا اب میرے آنے کے بعد وہ لوگ اپنے وعدوں سے پھر گئے۔ اور اقرار پورے نہ کئے اس لئے میں بھی مکہ کو واپس جاتا ہوں۔ حسین

بن علیؑ کی یہ سرگزشت ہے جو تحریر کرتا ہوں وہ واپس جانے کا قصد رکھتا ہے۔ آئندہ تجھے اختیار ہے۔ تیری آگاہی کے لئے لکھ دیا گیا۔ والسلام!

جب عمرید گمر کا خط ابن زیاد نے پڑھا کچھ دیر تک سوچتا رہا اور بولا اب ہمارے بچے میں پڑ کر واپس جانے کا ارادہ رکھتا ہے یہ چاہتا ہو گا کہ اس حیلہ سے ہمارے ہاتھ سے بچ کر نکل جائے۔

ابن زیاد نے جواب میں عمر سعد کو لکھا کہ اس کی باتوں پر ذرا توجہ نہ کرنا۔ اس خط کے دیکھتے ہی حسینؑ سے یزید کی بیعت کے لئے کہہ۔ اگر وہ منظور اور قبول کر کے بیعت یزید اختیار کر لے تو مراد بر آئی ورنہ جس طرح ہو سکے اسے میرے پاس پہنچا۔ عمر سعد نے اس تحریر کو پڑھتے ہی کہا: انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اس مہم کا انجام اچھا ہو چو۔ اب اس نے امام حسینؑ سے یزید کی بیعت لینے کی نسبت جیسا کہ ابن زیاد نے لکھا تھا کچھ نہ کہا۔ کیونکہ وہ بخوبی سمجھتا تھا کہ اس گفتگو سے کوئی فائدہ نہ ہو گا۔ حسین ابن علیؑ ہرگز ہرگز یزید کی بیعت اختیار نہ کرے گا۔ ابن زیاد نے اس حکم کی روانگی کے دوسرے دن جامع مسجد کوفہ میں جا کر لوگوں کو طلب کیا۔ جب سب حاضر ہو گئے تو سبز گنبد پر چڑھ کر حمد و ثنائے الہی کے بعد جناب محمد مصطفیٰؐ پر درود بھیجا اور کہا اے لوگو تم نے اکثر دفعہ آل ابوسفیان کو آزمایا ہے۔ ان کو ظاہر و باطن، سختی و نرمی ہر حالت میں دیکھ لیا ہے۔ کہ تمہاری دلداری کرتے ہیں۔ یزید کے نیک خونیک چلن اور خوش اعتقادی سے اور رعیت کے حق میں اس کے لطف و کرم اور جو د و سخا رحم و انصاف اور حسن سلوک سے بھی تم آگاہ ہو۔ تمام اقسام کے فتنہ و فساد اور بلاؤں کو استحکام سلطنت کے واسطے دور کیا۔ اور ہر طرف راحت و آرام کا دور ہو گیا۔ راستوں کا خطرہ جاتا رہا۔ اپنے زمانہ میں مفسدوں اور سرکشوں کے قلعے سہار کر دیئے۔ امن و دولت کی کثرت حاصل کی فراوانی، ہر قسم کی برکتوں کا نزول، تنخواہوں اور وظیفوں کی ترقیاں، معاش و رزق کے طریقوں کا دوامی انتظام جو محض اس کے اخلاق حسینہ اور عادات کریمہ سے وقوع میں آئے ہیں تم سے پوشیدہ نہیں ہیں۔ آج اس کا فرمان آیا ہے مجھے حکم ہے کہ تمہارے حال پر زیادہ مہربانی کروں۔ تنخواہوں اور وظیفوں میں ایک دینار کی جگہ سو سو دینار بڑھا کر تکمیل کروں اور تمہیں اس کے دشمن حسین علیہ السلام سے لڑنے کے لئے بھیجوں۔ تم ان باتوں کو سن رکھو اور اطاعت و فرمانبرداری سے پیش آؤ۔ والسلام!

منبر سے اتر کر حکم دیا کہ فوجوں کو زر و مال اور رسد کا سامان عطا کیا جائے۔ کہ جنگ کی تیاریاں کر کے دشت کربلا میں عمر سعد سے جا ملیں۔ حسین ابن علیؑ سے لڑنے کے لئے جو شخص سب سے پہلے آمادہ ہوا وہ شمر ذی الجوشن تھا۔ چار ہزار سوار لے کر عمر سعد سے آن ملا۔ اب اس کے پاس ۹ ہزار سپاہ ہو گئی یزید بن رکاب کلبی دو ہزار جمعیت لے کر پہنچا۔ اس کے پیچھے ہی پیچھے ایک سردار حمین بن نمیر شکوئی چار ہزار آدمی لے کر پہنچا۔ مصاہر بن زینہ نازلی تین ہزار اور ایک اور شخص ۲ ہزار کی جمعیت سے عمر سعد سے جاملے۔ پھر اور سردار یکے بعد دیگرے پہنچے۔

اب عبید اللہ نے آدمی بھیج کر شیش بن ریحی سے کلام بھیجا کہ حسین ابن علیؑ سے جنگ کے لئے مستعد ہو جاؤ۔ وہ سخت ناراض ہوا کوئی بہانہ نہ پایا۔ انجام کار اپنے آپ کو مریض بنایا اور جواب میں کلام بھیجا کہ میں امیر کا فرمانبردار ہوں مگر مجھے ضعف لاحق ہے۔ مہربانی فرما کر اتنی مہلت دے کہ میرا عارضہ جاتا رہے جس وقت صحت ہو گی امیر کے فرمانے کے مطابق جا کر خدمت بجالاؤں گا۔ عبید اللہ نے کہا تیری بیماری کا حال مجھے خوب معلوم ہے۔ بیمار نہ بن اور اس گروہ میں شامل نہ ہو۔ جس کی نسبت کلام مجید میں خدا فرماتا ہے:

وَ اِذَا قَالُوا اٰمَنُوْا قَالُوْا اٰمَنَّا وَاِنَّا خٰلُوْا اِلٰی شٰیْطٰنِهِمْ قَالُوْا اِنَّا مَعَكُمْ اِنَّمَا نَحْنُ مُسْتَهْزٰوْنَ

اگر حسین سے لڑنے اور عمر سے جاملنے کے ساتھ میری فرمانبرداری مد نظر ہے تو بلا عذر بہ عجلت چلا جا۔ یہ پیغام سن کر

شیث سمجھ گیا کہ بہانہ کارگر نہ ہوا اور عبداللہ میری بناوٹ سے واقف ہو گیا ہے۔ وہ ڈرا اور نماز عشا کے وقت کہ اس کے چہرے اور رنگ کو تمیز نہ کر سکے۔ عید اللہ کے پاس گیا۔ وہ اسے آتا دیکھ کر بہت خوش ہوا۔ مرحبا کہہ کر اپنے پاس بٹھا لیا اور کہا لازم ہے کہ تو آج رات ہی کو سامان سزور دست کر کے علی الصباح ایک ہزار سواروں کے ساتھ چلا جا اور عمر سعد سے جا مل۔ شیث نے کہا امیر کا جو حکم ہے بجالاؤں گا۔ دوسرے دن صبح کے وقت ایک ہزار سوار لے کر چلا گیا۔ عید اللہ نے ایک ہزار سوار فراہم کر کے مجاز بن حر کو ان کا سردار مقرر کیا اور حکم روا لگی دے دیا۔ الغرض عمر سعد کی فوج میں بائیس ہزار سوار اور پیدل ہو گئے۔ اب عبداللہ نے عمر سعد کو خط لکھا کہ حسینؑ سے جنگ کرنے کے لئے اب کوئی بہانہ نہیں رہا۔ فوج کی کمی کی شکایت تھی سو اب وہ بھی نہیں رہی۔ تیرے پاس بائیس ہزار سوار اور پیدل کی جرار فوج موجود ہے۔ جو ہر طرح سے ساز و سامان اور اسلحہ سے مکمل اور آراستہ ہے۔ اب تیرا تمام انتظام درست ہو گیا ہے۔ لازم ہے کہ تمام حالات سے جو امام حسینؑ کے ساتھ تھے پیش آئیں مثل جنگ و جدل ان سب سے مجھے مطلع کرتا رہ۔ ہر روز صبح و شام کے وقت تیرے قاصد میرے پاس پہنچتے رہیں اور تیری تحریریں مشتمل بر حالات واقعات مجھے ملتی رہیں۔ اس انتظام کو نہایت ضروری اور فرض سمجھنا۔ والسلام!

غرض اس قسم کی اور ضروری مائیدیں لکھ کر اور معتد قاصد بھیج کر عمر سعد کے حالات سے مطلع ہوتا اور اس مہم سے پہلے عجلت فارغ ہونے کی تنبیہ کرتا رہا اور عمر سعد حسینؑ سے جنگ کرنے اور خون اپنی گردن پر لینے سے ڈرتا اور برا سمجھتا رہا۔

حتیٰ کہ محرم کی چھ تاریخ ہو گئی۔ عید اللہ ہر روز خط پر خط بھیج کر عمر سعد کو قتل جناب امام حسینؑ کی ترغیب و تحریص دلاتا رہا۔

قصہ کو تاہ عمر سعد کا لشکر دیا۔ فرات کے کنارے آ پڑا۔ امام حسینؑ اور ان کے دوستوں کو پانی سے روک دیا۔ اس لئے ان پر تشنگی نے غلبہ کیا۔ امام حسینؑ نے عورتوں کے خیمہ سے بجانب قبلہ انیس قدم چل کر زمین کھودی۔ فوراً پانی کا ایک چشمہ نہایت صاف اور خوشگوار برآمد ہوا۔ آپ نے حکم دیا کہ سب پی لیں اور مشکیں بھر لیں۔ جب سب سیراب ہو گئے اور مشکیں بھر کر چلے گئے وہ چشمہ اسی جگہ غائب ہو گیا۔ اور پھر کسی نے اسے نہ پایا۔ عید اللہ کو خبر لگی اس نے عمر سعد کو لکھا: مجھے معلوم ہوا ہے کہ حسین ابن علیؑ اور ان کے ہمراہیوں نے کنویں کھود کر پانی حاصل کیا ہے اور انہیں کوئی تکلیف اور دقت پیش نہیں آئی۔ اس خط کے پہنچنے ہی حسین ابن علیؑ اور اس کے دوستوں کو کنویں کھودنے سے روک دے اور ایک قطرہ پانی کا حاصل نہ کرنے دے۔ جس طرح انہوں نے عثمان کو پانی نہ دیا تو بھی ان کو پانی کا ایک قطرہ دریاے فرات سے نہ پینے دے۔ اس حکم کے پہنچنے ہی اس نے حسین ابن علیؑ کے ساتھ زیادہ سختی اختیار کی اور دریاے فرات پر پیرے بٹھا دئے۔ کہ ان کی نظر تک پانی پر نہ پڑے۔

پھر اپنے لشکر میں سے عمر بن حجاج زبیدی کو سوار اور پیدل دے کر کہا تو فرات کے کناروں کی حفاظت کر اور حسینؑ یا ان کے کسی ہمراہی کو پانی کا ایک قطرہ بھی نہ لینے دے۔ پھر ایک شخص کو بلا کر متاوی کرادی کہ اے پسر قاطرہؑ اور فرزند رسول خداؐ تجھے اس پانی کا ایک قطرہ بھی نصیب نہ ہو گا۔ تاوقتیکہ موت کا ذائقہ نہ چکھے گا۔ اور یا عبید اللہ بن زیاد کی فرماجواری اختیار نہ کرے گا۔

جناب امام حسینؑ نے یہ آواز سن کر کہا تو کون شخص ہے جو یہ صدا دے رہا ہے۔ اس نے کہا میں عبدالرحمن بن حسین ازدی ہوں۔ آپ نے فرمایا اللھم اقلہ عطشا ولا تعفزا لہنا یعنی اے خدا تو اسے پیاس سے ہلاک کر اور اسے کبھی نہ

مٹھیوں۔ روایت ہے کہ وہ بد بخت بیمار ہوا اور وہ تشنگی اس قدر غالب ہوئی کہ جس قدر پانی پلاتے تھے پیاس میں ذرا کمی نہ ہوتی تھی اور وہ پیاس ہی پیاس پکارتا ہوا واصل جہنم ہوا۔

القصد جب امام حسینؑ اور اصحاب پر تشنگی کا بہت غلبہ ہوا۔ آپ نے اپنے بھائی عباس ابن علیؑ کو بلا کر اور تین سوار اور پیدل دے کر کہا کہ میں مشکیں لے جاؤ اور دریائے فرات سے بھر لاؤ۔ عباس ابن علیؑ تیار ہو گئے اور ان ہمراہیوں کو لے کر فرات کے کنارے پہنچے۔ عمر پریدار تھا۔ بولا کون شخص پانی لیتا ہے۔ بلال بن نافع نے کہا میں تیرا چچا زاد بھائی پینے آیا ہوں۔ عمر نے کہا جتنا چاہے پی۔ بلال نے کہا اے عمر تجھ پر توفیق ہے میں کس طرح پانی پی سکتا ہوں جبکہ حسین ابن علیؑ اور ان کے فرزند پیاس سے بے جان ہوئے جاتے ہیں۔ عمر نے کہا مجھے یہ سب کچھ معلوم ہے۔ میرے بس کی بات نہیں میں مقرر کیا ہوا ہوں۔ محکوم مجبور ہوتا ہے۔

بلال نے کہا آؤ دوستو پانی بھرو۔ عمر بھی سمجھ گیا کہ حسینؑ کے دوست پانی لینے آئے ہیں۔ انہیں روکنے کے لئے جنگ سے پیش آیا۔ حسینؑ کے دوستوں میں سے کچھ لڑنے لگے اور بعض مشکوں کے بھرنے میں مصروف ہوئے اور پانی سے سیراب ہو کر مشکیں بھر لیں اور صحیح سلامت واپس چلے آئے۔ ان میں سے کوئی شہید نہ ہوا۔ لیکن عمر کے چند طرفدار مارے گئے۔ امام حسینؑ کے ساتھی ان مشکوں کا پانی پی کر سیراب ہو گئے۔ دوسرے دن جناب امام حسینؑ نے عمر سعد کے پاس پیغام بھیجا کہ تجھ سے کچھ کتنا ہے رات کے وقت مجھ سے مل جانا اور میری باتیں سن لینا۔ عمر ایک سو بیس سوار ہمراہ لے کر اپنے لشکر گاہ سے نکلا۔ امام حسینؑ نے اپنے ہمراہی سواروں سے کہا تم پرے ہٹ کر کھڑے ہو جاؤ۔ وہ پرے سرک گئے۔ عباس ابن علیؑ اور علی اکبرؑ آپ کے ساتھ رہے۔ عمر نے بھی اپنے ہمراہیوں کو پیچھے ہٹا دیا۔ اس کا غلام لاحق اور بیٹا حفص اس کے پاس ٹھہرے رہے۔

امام حسینؑ نے فرمایا اے عمر سعد تجھ پر افسوس ہے کیا تو اس خدا سے جس کی طرف تمام مخلوق مکر رجوع کرنے والی ہے نہیں ڈرتا۔ اور مجھ سے جنگ کرنا چاہتا ہے۔ حالانکہ تو جانتا ہے کہ میں کون ہوں۔ تو اس نا واجب اور نامنرا کام سے باز آ اور جس کام میں دین اور دنیا کی بھلائی شامل ہے اختیار کر، میرے پاس چلا آ۔ اس گمراہی سے نکل۔ اس نیکار دنیا نے مجھ اور تجھ جیسے بہت شخصوں کو دیکھا ہے۔ اور یقین کر کہ نیکی اور سلامتی اس امر پر موقوف ہے۔ کہ جو کچھ میں تجھ سے کہہ رہا ہوں۔ اس نے کہا سبحان اللہ آپ نے بت ٹھیک فرمایا ہے لیکن آپ کے پاس چلے آنے میں اندیشہ ہے کہ میرے مکان کو برباد کر دیں گے۔ حسینؑ نے کہا سبحان اللہ یہ کیا ہوس ہے۔ اگر خاندان محمد مصطفیٰؐ کی دوستی کی بدولت دنیا میں تیرا مکان برباد کر دیا جائے تو بھی کچھ نقصان کی بات نہیں۔ اس کے عوض بہشت میں تیرے لئے کئی محل مقرر کئے جائیں گے۔ اس کے علاوہ جب تو میرے ہمراہ رہے گا تو میں تیرے موجودہ گھر سے اچھا گھر بنا دوں گا۔ عمر نے کہا میرے پاس زرخیز اور شاداب جاگیر ہے ابن زیاد اسے ضبط کر لے گا۔ اور میری اولاد محروم رہ جائے گی۔ امام حسینؑ نے فرمایا اس بات سے مطمئن رہ تجھے اس کی عوض اس سے بھی زیادہ زرخیز اور سرسبز و شاداب جاگیر حجاز میں عطا کروں گا۔ عمر سعد خاموش رہا کچھ جواب نہ دیا۔ امیر المومنین حسینؑ یہ حال دیکھ کر واپس چلے آئے اور فرماتے تھے اللہ تعالیٰ تجھے ہلاک کرے اور عاقبت میں نہ بخشے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے امید کرتا ہوں کہ تجھے عراق کے گیسوں کھانے نصیب نہ ہوں گے۔ عمر نے کہا اے حسین اگر گیسوں نہ ملیں گے تو اس کے عوض جو بھی کھا لوں گا یہ کہہ کر اپنے لشکر گاہ کو واپس آ گیا۔

دوسرے دن علی الصبح ابن زیاد کا ایک فرمان عمر سعد کے پاس پہنچا جس میں سخت سرزنش اور ملامت کرتے ہوئے اسے بزدل کمزور اور بے ہمت لکھا تھا اور پوچھا تھا کہ اس قدر دیر اور تامل کس واسطے کر رکھا ہے۔ اور کیوں ڈھیل ڈال رکھی

ہے۔ اگر حسین اور اس کے دوست یزید کی بیعت اور فرمانبرداری کر لیں تو خیر ورنہ تیرے پاس بے شمار لشکر موجود ہے سب کو قتل اور اعضا بریدہ کر دے کیونکہ وہ اسی سزا کے مستحق ہیں اور اگر تو اس کام کو کرنا اور حسین سے لڑنا پسند نہیں کرتا تو اس خط کے بچنے ہی فوجوں کی سرداری شمر ذی الجوشن کو دے کر خود علیحدہ ہو جا۔ ہم نے شمر کو سردار لشکر کیا۔ حسین کا معاملہ اس پر چھوڑ دے ہم نے تجھ پر اسے بزرگی اور عظمت عطا کی۔ مگر پھر بھی سمجھاتا ہوں کہ حسین کی جنگ کا فیصلہ اور خاتمہ کرنے کے اسے قتل کرنا کہ تجھے فرمانبرداری و اطاعت کا صلاطے۔ ورنہ تو خود جانتا ہے کہ ان دو امور میں سے ایک ضرور اختیار کرنا پڑے گا۔ جب یہ خط لکھ کر چاہا کہ کسی آدمی کو دے کر بھیجے ایک شخص عبداللہ بن محل عامری نے کھڑے ہو کر کہا اللہ امیر کو تندرست رکھے مجھے عرض کرنا ہے۔ اگر قبول ہو جائے۔ ابن زیاد نے کہا بیان کر۔ اس نے کہا علی ابن ابی طالب جس وقت کوفہ میں تشریف لائے تھے تو میری چچا زاد بن ام البنین سے نکاح کیا تھا اس سے تین بیٹے عباس، جعفر اور عبداللہ پیدا ہوئے میرے یہ تین بھانجے حسین ابن علی کے ساتھ ہیں۔ اگر اجازت ہو تو تیری طرف سے انہیں امان لکھ بھیجوں۔ ابن زیاد نے کہا میں نے ان تینوں کو امان دی۔ عبداللہ بن محل نے عباس و جعفر و عبداللہ کے نام خط لکھ کر ان کو اس ضرورت حال سے مطلع کیا اور اپنے ایک غلام عرفان نام کو یہ خط دے کر کہا کہ خاص انہی کو دینا اور جلدی جواب لے کر واپس آنا وہ گیا اور خط عباس و جعفر و عبداللہ کو دیا۔ انہوں نے پڑھ کر کہا ہمارے ماموں کو ہمارا سلام کہنا اور کہہ دینا کہ ہمیں تمہاری امان کی ضرورت نہیں کیونکہ خدا کی امان ابن مرثدہ ملعون کی امان سے بہتر و افضل ہے۔ غلام نے واپس آ کر جو کچھ سنا تھا بن محل سے کہہ دیا۔

اب امیر المؤمنین حسین نے اپنے عزیزوں، دوستوں، ملازموں اور اہل خاندان کو جمع کر کے حمد و ثناء الہی کے بعد فرمایا اللہم لک الحمد علی ما علمتنا من القرآن و قفینا فی الدین و اکو متنا بہ من قرابتہ نیک محمد صلعم و جعلنا لنا ابصارا و اسماعا و اللہ و جعلنا لہ الشاکونین پھر سب کی طرف مخاطب ہو کر کہا کہ میں تمام دنیا میں تم سے زیادہ وفادار اور اتنے دوست نہیں رکھتا اور نہ اپنے اہل بیت سے زیادہ مشفق و مہربان اور نیک خو کسی اور کے اہل بیت پاتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ تمہیں اچھا بلا دے تم نے میرے حق میں ذرا کی نہیں کی اور میں تمہاری بہتری اور بھلائی اس بات میں سمجھتا ہوں کہ جب رات ہو جائے تو اے میرے دوستو رفیقو اور خاندان والو اور ملازمو تم میں سے ہر ایک شخص میرے بھائیوں اور فرزندوں میں سے ایک ایک کا ہاتھ پکڑ کر جس طرف چاہے نکل جائے۔ کیونکہ تم جہاں کہیں جاؤ گے لوگ اچھی طرح پیش آئیں گے کوئی شخص تم سے تعرض نہ کرے گا۔ تم مجھے اس جگہ تنہا چھوڑ جاؤ کیونکہ ان لوگوں کو صرف مجھ سے دشمنی ہے وہ مجھے تنہا پا کر قتل کر دیں گے اور تم سے کچھ نہ کہیں گے۔ میرے مارے جانے کے بعد تم زندہ رہو گے۔ حضرت امام حسین سے یہ باتیں سن کر بھائیوں اور اہل بیت نے کہا معاذ اللہ ہم اس امر سے ہرگز رضامند نہیں کہ آپ کے دوست ہمارا ہاتھ پکڑ کر ہر جگہ لئے پھریں لوگ ہمیں کیا کہیں گے۔ اگر ہم اپنے امام اور پیشوا اور سردار کو چھوڑ کر چلے جائیں گے۔ ابھی دشمن پر ایک تیر بھی نہیں چھوڑا نہ تلوار ہی کا وار کیا ہے۔ اے فرزند رسول ہم آپ کو تنہا کیسے چھوڑ سکتے ہیں۔ ہم ہرگز آپ سے جدا نہ ہوں گے۔ جب تک بدن میں جان ہے آپ کے دشمنوں سے جنگ کریں گے۔ ہماری جانیں اور سر آپ پر قربان ہوں ایسی زندگی پر لعنت ہے جو آپ کے بعد باقی رہے۔

مسلم بن عوہہ اسدی نے کہا اے فرزند رسول یہ کیونکر ممکن ہے کہ ہم آپ کو اس جگہ چھوڑ کر اپنی خوشی حاصل کریں۔ پھر ہم سے زیادہ کبیرت انسان دنیا میں اور کون ہو گا۔ ہم ایسے فعل سے خدا کی پناہ مانگتے ہیں اور آپ کی رکاب اقدس سے علیحدہ نہ ہوں گے۔ میری جان آپ پر فدا ہو جب تک ذرا سی طاقت بھی بدن میں باقی رہے گی۔ اور سانس چلتی ہوگی

اس وقت تک بھی ہم آپ کے سامنے دشمنوں سے لڑتے رہیں گے۔ یہاں تک کہ ہمارے نیزے شکستہ اور تلواریں کند ہو کر ٹوٹ جائیں گے خدا کی قسم ایک ہتھیار بھی ہاتھ میں نہ رہے گا۔ تو جب تک بدن میں جان رہے گی حتی الامکان ان آپ کے دشمنوں سے لڑیں گے اور آخر دم تک حضور کی رضامندی حاصل کرنے میں ساعی ہوں گے۔ اور انشاء اللہ آپ کی خدمت گزاری میں ہم اپنے جائیں لڑا دیں گے۔ اس قسم کی باتیں اور عزیزوں اور ساتھیوں نے بھی کیں۔

پھر بریر بن حبیرانی بولے یہ شخص بہت ہی بڑا عابد و زاہد تھا۔ دن بھر روزہ رکھتا تھا اور رات بھر عبادت خدا میں مصروف رہتا تھا۔ بولا اے فرزند رسول خدا اور نور دیدہ فاطمہ، اے قرۃ العین علی مرتضیٰ و برادر حسن مجتبیٰ میں اس معاملہ میں سخت اور حیران اور متشکر ہوں کوئی تدبیر سمجھ میں نہیں آتی۔ میرا دل چاہتا ہے عمر سعد کے پاس جا کر سمجھاؤں شاید اس کی غفلت اور بے ہوشی کو دور کر سکوں۔ اور وہ میری نصیحت مان لے۔ اگر آپ اس بات کو قبول اور منظور فرمائیں تو اجازت عطا فرمائیے امام حسینؑ نے فرمایا جو تجھے مناسب معلوم ہو اس پر عمل کر۔ بریر عمر سعد کے پاس گیا وہ خیمہ میں بیٹھا تھا۔ حصول اجازت کے بعد اندر گیا اور سلام کئے بغیر بیٹھ گیا۔ عمر سعد ناراض ہوا اور کہا کیا میں مسلمان نہیں اور خدا اور رسول کو نہیں پہچانتا کہ تو نے مجھے سلام نہیں کیا۔ بریر نے کہا اگر تو مسلمان ہوتا اور خدا اور رسول کے دین پر چلتا تو جناب رسول خدا کے فرزند اور ان کے اہل بیت سے کیوں جنگ کرتا اور ان پر پانی بند کرتا۔ اے عمر تو مسلمان ہونے کا دعویٰ بھی کرتا ہے اور جناب محمد مصطفیٰ سے دشمنی بھی کر رہا ہے۔ یہ کونسا مذہب ہے اور دین ہے جو تو اختیار کئے ہوئے ہے۔ دریائے فرات جناب امام حسینؑ اور اہل بیت رسولؐ اور فرزند ان حسینؑ کے سامنے لہرا رہا ہے۔ اس کا صاف چمکتا ہوا پانی نظر کے سامنے ہے اور چھوٹے چھوٹے معصوم بچے پیاس کی شدت سے بے جان ہوئے جاتے ہیں۔ اور تیرا لشکر درندہ چرند اور پرند بلکہ کتے اور سور تک اس سے سیراب ہو رہے ہیں۔ تو پھر تو ہی انصاف سے کہہ کہ تجھے مسلمان کیونکر کہا جائے۔ تو عجب بے رحم اور سنگدل انسان ہے۔

عمر سعد نے یہ باتیں سن کر سر جھکا لیا اور تھوڑی دیر تک خاموش رہا پھر سر اٹھا کر بولا اے بریر تو سچ کہتا ہے۔ جو شخص حسین ابن علیؑ اور اس کی اولاد سے لڑنے کا اور ان کا حق چھیننے کا وہ دوزخ میں جائے گا۔ مگر اے بریر رے کا علاقہ بہت وسیع اور زرخیز ہے۔ مجھ سے وہ نہیں چھوڑا جاتا۔ میرا دل حکومت اور فرمانروائی سے باز نہیں آتا۔ میرے دل پر شقاوت چھا گئی ہے اور میری آنکھوں میں نعمت و دولت اور آسودگی اور عظمت و حکومت کا رنگ جم گیا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ بہت ہی برا کام کرتا ہوں۔ مگر کیا کروں سلطنت و حکومت عجیب چیز ہے اس سے منہ نہیں موڑا جاسکتا۔

بریر کو اس کی اس بد بختی اور سنگ دلی پر سخت تعجب ہوا۔ واپس آکر امام حسینؑ سے کہا۔ عمر سعد سخت گمراہی میں مبتلا ہو گیا ہے۔ آپ کے قتل کو حکومت رے کے لالچ میں آسان بات سمجھتا ہے اور ذرا پرواہ نہیں کرتا۔ میں نے دیکھ لیا کہ یہ اپنے ارادے سے باز نہیں آئے گا۔ جو خدمت اس کے سپرد کی گئی ہے اسے ضرور عمل میں لائے گا۔

امام حسین علیہ السلام سمجھ گئے کہ صورت واقعہ کیا ہے۔ اصحاب کو حکم دیا کہ خیموں کے گرد خندق کھود کر گلیوں سے بھر دو اور ہر طرف آگ دے دو کہ یہ لوگ خیموں تک نہ آسکیں۔ اور ایک طرف کے سوا کسی اور طرف مقابلہ کرنے کی ضرورت لاحق نہ ہو۔ اصحاب فرمان بجالائے۔ لشکر عمر سے ایک ٹلھون سوار مالک بن جوڑہ خندق کے پاس آیا۔ کہا کہ اے امیر المؤمنین حسینؑ تو نے آگ کی طرف بہت جلدی کی۔ آتش دوزخ میں جانے سے پہلے ہی اپنے گرد آگ جلا دی۔ آپ نے جواب دیا تو جھوٹ بولتا ہے خدا کا دشمن ہے۔ لوگوں نے اس کا نام پوچھا اس نے جوڑہ بتلایا۔ آپ نے فرمایا اے خدا سے دنیا میں آگ کا مزہ چکھا دے اور عقبی سے پشتر دنیا کی آگ سے جا دعا فوراً قبول ہو گئی۔ مالک نے گھوڑا آگے بڑھایا

وہ آگ سے بھڑک اٹھا لگام ہاتھ سے چھوٹ گئی گھوڑا اسے ہر طرف لئے دوڑا پھرتا تھا۔ یہاں تک کہ وہ گھوڑے سے گر پڑا۔ اور اس کا پاؤں رکاب میں الجھ گیا۔ گھوڑا اسے ہر چہار طرف گھسٹتا پھرتا تھا۔ انجام کار خندق کے پاس سے گزرا اور وہ رکاب سے چھوٹ کر جلتی ہوئی آگ میں گر پڑا۔ اور چیخا چلاتا ہوا جل کر مر گیا۔

۱۵۶

امام حسینؑ نے فرمایا خدا یا تو نے میری دعا قبول فرمائی تیرے فضل کرم سے یہی امید ہے۔ اے خدا ہم تیرے پیغمبرؐ کے اہل بیت اور جگر گوشہ ہیں۔ جو شخص ہم پر ظلم کرتا ہے اور ہمارے حقوق چھینتا ہے اس سے ہمارا بدلہ لے۔ انک سمیع الدعای و دافع البلاء لشکر عمر سے محمد بن اشعث نے آواز دی کہ اے حسینؑ محمد مصطفیٰؐ سے تجھے کیا قرابت ہے۔ آپ نے دست بدعا ہو کر کہا اے خدا ابن اشعث کہتا ہے کہ تیرے پیغمبرؐ سے میری کوئی قرابت نہیں تو اسے آج ہی ذلیل و خوار کر اور بت جلد اسے اس کہنے کی سزا دے۔ اسی وقت ابن اشعث کو پیشاب کی ضرورت ہوئی لشکر سے ذرا ہٹ کر ایک جگہ بیٹھ گیا۔ حسب اتفاق ایک سوراخ پر پیشاب کیا۔ اس سوراخ میں ایک سیاہ بچھو نے نکل کر اس کے عضو پر ڈنک مارا وہ فوراً متورم ہو گیا۔ اور اشعث اپنے پیشاب میں گر کر لوٹنے کا انجام کار دوزخ میں جا داخل ہوا۔

اب عمر نے حکم دیا کہ لشکر گھوڑوں پر سوار ہو کر حسین ابن علیؑ کے غیموں کی طرف بڑھے۔ جناب امام حسین علیہ السلام اس وقت سرزادوں پر جھکائے ہوئے بیٹھے تھے۔ اور غنودگی آگئی تھی۔ آپ کی بن زینبؑ نے سرہانے آکر کہا اے بھائی جناب رسول خداؐ کے فرزند دشمن کا لشکر قریب آپہنچا۔ فرمایا اے بن۔ اس وقت آنکھ جھپک گئی تھی خواب میں دیکھا کہ میرے نانا جناب محمد مصطفیٰؐ باپ علی مرتضیٰؑ عصمت ماب واللہ فاطمہ زہراء اور مرہان بھائی حسن مجتبیٰؑ سب ایک جگہ جمع ہیں اور کہتے ہیں اے حسینؑ شاد ہو کہ ابھی ہمارے پاس آپہنچے گا۔ ان کی باتیں سن ہی رہا تھا کہ تم نے مجھے جگا دیا۔ اے بن یقین ہے کہ تم سے جدا ہو جاؤں گا۔ زینبؑ گریہ و زاری کرنے لگیں۔ آپ نے فرمایا اے بن خاموش رہو آواز سے نہ دو کیونکہ یہ لوگ تیری آواز سن کر طامت کریں گے۔ پھر اپنے بھائی جناب عباس کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا۔ ان لوگوں سے پوچھو کہ تم کیوں آئے ہو۔ جناب عباس نے اپنے بھائیوں کو ساتھ لیا اور سوار ہو کر عمر کے لشکر کے مقابل جا کھڑے ہوئے اور پوچھا تم کیوں آئے ہو؟ انہوں نے کہا عبید اللہ ابن زیاد کا فرمان ہے کہ حسین ابن علیؑ اور ان کے ہمراہوں سے یزید کی بیت لے لو۔ اگر وہ اختیار کریں تو بہتر ہے ورنہ ہم ان سے جنگ کریں۔ عباس نے کہا ذرا ٹھہرو کہ جناب امام حسینؑ سے عرض کروں۔ وہ لوگ اپنی اپنی جگہ پر ٹھہر گئے اور جناب عباسؑ نے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر تمام حال عرض کیا۔ امام حسینؑ نے سر جھکا لیا۔ جناب عباس کھڑے تھے اور اصحاب ان لوگوں سے گفتگو میں مصروف تھے۔ حبیب ابن مظاہر اسدی نے کہا قیامت کے دن جب تم اللہ تعالیٰ کے سامنے جاؤ گے تو بہت ہی بری قوم ہو گی اور پیغمبر کے فرزند اہل بیت اور حقیقی و عابد اور زاہد لوگوں کے قاتلوں میں ہو گے۔

جناب امام حسینؑ بیٹھے ہوئے تھے اور ان لوگوں سے لڑنے کی تدبیریں سوچ رہے تھے، اپنے بھائی عباس سے کہا میں چاہتا ہوں کہ آج کی رات عبادت خدا میں مصروف رہوں اور خدا سے بخشش طلب کروں۔ اور اس قوم سے جنگ کرنے کے لئے امداد اور امانت چاہوں۔ تم ان لوگوں سے کہو کہ آج واپس چلے جائیں۔ اور عبادت خدا کے لئے رات بھر کی مصلحت دین کل صبح کو ہم معرکہ آرا ہوں گے۔ حضرت عباسؑ نے ان کے پاس جا کر پیغام دیا اور کہا اس وقت واپس چلے جاؤ اور آج رات کی مصلحت دو۔ عمر نے شمر سے پوچھا کہ تیرے نزدیک کیا مصلحت ہے۔ مصلحت دوں یا نہیں۔ شمر نے کہا امیر تو ہے میں کچھ نہیں جانتا۔ عمر نے کہا اے کاش میں امیر لشکر نہ ہوتا اور اس شخص میں نہ پڑتا۔

عمر بن حجاج زہری نے کہا سبحان اللہ یہ لوگ جن سے ہمیں لڑنے بھیجا ہے اگر ترک و ولیم بھی ہوتے تو ان کی درخواست

منظور کر لیتے۔ حالانکہ یہ پیغمبروں کے سردار جناب محمد مصطفیٰ کے اہل بیت ہیں۔ عمر نے کہا ان سے کہہ دو کہ میں نے ان کی درخواست منظور کر لی۔ اور کل صبح تک کی مہلت دی اور لشکر سے کہا واپس چلو۔ عمر بد گمر کے لشکر کے واپس جانے کے بعد جناب حسین علیہ السلام نے تمام رات عبادت میں گزاری۔ رکوع و سجود میں مصروف رہے اور گریہ زاری کے ساتھ اپنی نجات و بخشش کی دعائیں مانگتے تھے۔ اسی طرح آپ کے بھائی اور فرزند اور تمام اہل بیت اور دوست مصروف عبادت رہے۔ دم بھر کے لئے بھی کوئی نہ سویا سب تسبیح و تہلیل میں مصروف تھے۔ صبح کے وقت جب خورشید خنجر گزار اس حادثہ کے خوف سے لرزاں اور ترساں ہام فلک پر نمودار ہوا تو عمر سعد لشکر کی ترحیب کے لئے اٹھا دائیں بازو پر عمر بن حجاج زبیدی کو اور بائیں پہلو پر شمر ذی الجوشن کو مقرر کیا۔ سواروں پر عروہ بن قیس کو اور پیادوں پر شیث بن ریحی کو سرداری دی۔ اور اپنا جھنڈا زید کے حوالہ کیا۔

ادھر جناب حسین نے زہیر بن قیس کو جانب راست اور حبیب ابن مظاہر کو بائیں طرف قائم کیا اور جھنڈا اپنے بھائی عباس علیہ السلام کو دیا۔ جس وقت طرفین کی صفیں قائم ہو گئیں بریر بن ہبیر ہدانی آگے بڑھے عمر سے کہا تو امام حسین علیہ السلام سے جنگ کرے گا۔ اس نے جواب دیا ہاں۔ اور اس معرکے میں بہت سے تن بے سر ہوں گے۔

بریر بن ہبیر نے کہا تم انہیں واپس کیوں نہیں جانے دیتے۔ کہ مکہ یا مدینہ چلے جائیں۔ اے کوفہ والو! کیا تم نے ہی خطوط بھیج کر جناب امام حسین کو طلب نہیں کیا تھا؟ کیا تم بھول گئے اور اس مضبوط عہد و پیمانہ کو جن میں خدا کو گواہ کیا تھا توڑ ڈالنا جائز رکھتے ہو۔ پھر آپ کی طلبی میں اس قدر مبالغہ اور تاکید کس لئے تھی۔ تم تو یہ لکھتے اور دعویٰ کرتے تھے کہ جس وقت تم یہاں آؤ گے ہم سب تمہارا ساتھ دیں گے۔ تمہارے ہی اقرار پر بھروسہ کر کے آپ یہاں آئے تو تم ان کے دشمنوں کے دوست بن گئے۔ تلواریں سونت کر ان کے مقابلے پر آئے۔ آپ کی اولاد پر پانی بند کر دیا۔ آب فرات جس سے عام آدمی فائدہ اٹھاتے ہیں۔ یہودی، مجوسی، ترسنا اور جنگلی پرند سب پانی پیتے تھے اور تم کتوں اور چیتوں تک کو اس سے نہیں روکتے۔ کیا سبب ہے کہ پیغمبر کی ذریت اور اطفال کو پچاس مارنے ہو اور ایک قطرہ پانی نہیں دیتے۔ یہ کونسا مذہب ہے اور قیامت کے دن جناب محمد مصطفیٰ کو کیا جواب دو گے۔ اور میں گناہ کا کیا عذر کروں گے؟ ما لکم لا مفاکم اللہ یوم القیامتہ فیئسی القوم انتم عمر کے لشکر میں سے کچھ لوگوں نے آواز دی اے بریر ہم نہیں سمجھتے کہ تو کیا کہہ رہا ہے۔ بریر نے کہا میں جس قدر سمجھتا ہوں اسی قدر تمہاری گمراہی اور زیادہ ہوتی جاتی ہے۔ اور مجھے تمہارے افعال سے اور زیادہ عبرت ہوتی ہے۔ اے خدا تو خوب جانتا ہے کہ میں اس قوم سے بیزار ہوں تو انہیں ہلاک کر اور ان کے ظلموں کی سزا دے۔ ان لوگوں نے تیر کمان پر ہاتھ ڈالا اور کئی تیر اس کی طرف چھوڑے۔ بریر واپس چلا آیا۔ امام حسین آگے بڑھ کر اس گروہ کے سامنے جا کھڑے ہوئے۔ لشکر کوفہ پر نظر ڈالی۔ عمر کو دیکھا کہ سردار ان لشکر کے بیچ میں کھڑا ہے۔ تھوڑی دیر تعجب سے دیکھا پھر فرمایا الحمد للہ کہ دنیا فانی ہے۔ سب نیک و بد گزر جاتے ہیں۔ محنت اور راحت کسی شے کو قیام نہیں دیکھت۔ بخت وہ شخص ہے جو اس دنیا کی نمائش اور بے اصل چیزوں کی طرف میل نہیں کرتا اور بد نصیب وہ ہے جو اس کے فنا ہونے والے بے قیام امور کی خواہشیں رکھتا اور اس کی وفاداری کے بھروسے پر تھیلی بیٹتا ہے۔ اور سمجھتا ہے کہ اس کی نعمتیں ہمیشہ برقرار رہیں گے۔ غرض صدا ہا اسی قسم کی باتیں اپنے دل سے فرما رہے تھے۔ پھر یہ آواز بلند ان کو سمجھیں کرنے لگے۔ نہایت عمدہ تقریر کی اور نیکو کاری کی تاکید فرمائی۔ عمر سعد نے کہا آپ کا کلام قطع کرو۔ کیونکہ یہ ایسے باپ کا بیٹا ہے۔ اگر یہ بولتا رہا تو دن اور رات اسی میں گزر جائے گا۔ اور بولنے سے ذرا نہ رکے گا۔ شمر ذی الجوشن نے آگے بڑھ کر کہا اے حسین کب تک یہ طول طویل نصاب بیان کرتے رہو گے تمہارا ان سے مطلب کیا ہے۔ امام حسین نے فرمایا

میں کتنا ہوں کہ میں جناب محمد مصطفیٰ کا فرزند ہوں۔ میں نے کوئی جرم نہیں کیا۔ حلال کو حرام یا حرام کو حلال قرار نہیں دیا جس کے سبب میرا ہلاک کرنا واجب ہوتا۔ مجھ سے باز آؤ مجھے نہ ستاؤ مکہ جانے دو۔ اگر مجھے نہیں جانتے ہو تو ایک دفعہ اور اپنا حسب نسب بتائے دیتا ہوں۔ میں اسی شخص کا بیٹا ہوں جو سب سے پہلے اللہ تعالیٰ پر ایمان لایا اور جس نے سب سے پہلے محمد مصطفیٰ کی پیغمبری کو سچ جانا میری ماں فاطمہ الزہراء رسول خدا کی بیٹی ہے۔ تم نے سنا ہی ہو گا کہ میرے بھائی اور میرے حق میں حضرت نے فرمایا ہے کہ حسن و حسین جو انان جنت کے سردار ہیں۔ شمرزی الجوشن نے کہا میں نہیں سمجھتا کہ تم کیا کہتے ہو۔ حسین ابن علیؑ یہ بات سن کر خاموش ہو رہے۔ حبیب ابن مظاہر نے کہا اے دشمن خدا مجھے یقین ہے کہ تو خدا کو ایک نہیں سمجھتا بلکہ ستر حرفوں سے پوجتا ہے۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ تو جو کچھ ہے اسے خوب سمجھتا ہے اور خدا نے تیرے دل پر مہر لگا دی ہے۔

امام حسینؑ نے حبیبؑ سے کہا تو نے اپنا حق ادا کر دیا ان کو یہ باتیں موثر نہ ہوں گی۔ حکم صادر ہو چکا ہے اس میں ذرا بھی تغیر و تبدل نہیں ہو سکتا۔ میں اپنے نانا ماں باپ اور بھائی اور گزشتہ بزرگان کے دیدار کا مشتاق ہوں۔ اور اللہ تعالیٰ نے میری نسبت جو حکم لگایا ہے وہ نلنے والا نہیں۔ جو کچھ مقدر میں ہے بہر خط اس سے راضی ہوں اور حکم الہی پر چلنا چاہئے۔ واللہ العظیم توجعون اب عمر سعد نے آگے بڑھ کر اور ایک تیر کمان میں جوڑ کر آپؑ کی طرف پھینکا اور پکار کر کہا گواہ رہو اور عید اللہ کے سامنے گواہی دینا کہ سب سے پہلے امام حسینؑ کی طرف میں نے تیر چھوڑا ہے۔ وہ تیر حسینؑ کے سامنے زمین پر آ پڑا۔ آپؑ ذرا پیچھے ہٹ گئے۔ اب عمر کا لشکر آگے بڑھا اور تیر برسانے شروع کئے۔ امام حسینؑ نے اپنے اصحاب سے کہا۔ یہ تیر جو ہماری طرف آتے ہیں موت کے قاصد ہیں۔ موت سے چارہ نہیں۔ اور بالضرور موت کا مزا چکھنا ہے۔ اے دوستو تیار ہو جاؤ اور حکم الہی کے لئے کمریں کس لو۔ الغرض امام حسینؑ کے اصحاب کا شمار ریاحی تھا اور عرسد کا لشکر بائیس ہزار۔ اب جنگ کے لئے بڑھے تو اصحاب حسینؑ نے ان پر حملہ کیا اور قتل کا بازار گرم کر دیا۔ پچاس آدمی مار ڈالے۔ امام حسینؑ نے فرمایا اللہ تعالیٰ قوم گمبر بر اس لئے نازاں ہوا تھا کہ وہ چاند سورج اور آگ کو پوچھتے تھے۔ اس قوم پر سخت عذاب نازل ہو گا۔ کیونکہ وہ پیغمبر خدا کی دختر کے فرزند کو قتل کرنے پر مستعد ہو گئے ہیں۔ خدا کی قسم وہ اپنی کسی مراد کو نہ پچھیں گے۔ اس کے بعد بلند آواز سے فرمایا کوئی ہے جو میری فریاد کو سنے یا کوئی مددگار ہے جو خدا تعالیٰ کی خوشنودی کے لئے اہل بیت پیغمبر سے اس بلا کو دوز کرنے میں سہی کرے۔ حربن یزید ریاحی نے امام حسینؑ کی آواز سنی اور گھوڑے کو ہمیز کر کے لشکر عمر سے نکل آیا۔ جناب امام حسینؑ کی خدمت میں حاضر ہو عرض کی یا بن رسول اللہ آپ سے لڑنے کے واسطے سب سے پہلے نکل کر آیا تھا۔ اب میں آپ کے پاس اس لئے حاضر ہوا ہوں کہ سب سے پہلے جو شخص آپ کے ہمراہ مارا جائے وہ بھی میں ہی ہوں۔ تاکہ قیامت کے دن تمہارے نانا کی شفاعت مجھے نصیب ہو۔ غرض سب سے پہلے جس شخص نے اس قوم سے جنگ کی وہ حربن یزید ریاحی تھا۔ رجز خواں ہو کر حملہ کیا۔ اور متواتر حملے کرتا رہا یہاں تک کہ اس کے گھوڑے کے پاؤں کٹ دیے اور زمین پر گر پڑا اور پیدل ہی لڑتا رہا۔ ہیثم تلوار سے حملے کرتا رہا۔ کتے ہی آدمیوں کو ہلاک کیا۔ انجام کار سخت زخمی ہو کر گر پڑا۔ جناب امام حسینؑ کے آدمی اسے اٹھا لائے۔ ابھی رمت جان باقی تھی۔ امام حسینؑ دست مبارک سے اس کے چہرے کی خاک پونچھتے جاتے تھے اور فرماتے تھے تیری ماں نے تیرا نام حربے سبب نہ رکھا تھا۔ اس دنیا میں تیرا نام حربا اور عاقبت میں تو دوزخ کی آگ سے آزاد ہے۔ حربی روح یہ خوش خبری سن کر جانب بہشت پرواز کر گئی۔ اس پر اللہ تعالیٰ کی رحمت ہو۔

اب بربر ہمدانی جو بڑا عابد و زاہد تھا حملہ آور ہوا۔ اور خوب جنگ کی۔ حملے کے وقت کہتا جاتا تھا اے فرزند رسول خدا کے

تاکو میرے سامنے آؤ۔ اب عرسد کے طرفداروں میں سے ایک شخص بھیر بن اوس نے اس پر حملہ کر کے تلوار ماری اور زمین پر گرا کر مار ڈالا۔ بریر پر اللہ کی رحمت ہو۔ اب تمام لوگ بھیر کو لعنت ملامت کرنے لگے کہ تو نے بریر جیسے عابد و زاہد کو قتل کر دیا۔ اس کے چچے بھائی عبید بن جابر نے بھی بریر کے قتل پر اسے شرم دلائی وہ کبخت بھی ایسے وقت بھوشمان ہوا لیکن اس کی یہ پشیمانی بے فائدہ تھی۔ اور وہ اسی شرمندگی میں مر گیا۔

۸۰ بریر کے بعد عمر بن خالد ازدی نے نکل کر مردانہ وار جنگ کی اور شہادت پائی۔ پھر مسلم ابن عویصہ اسدی حملہ آور ہوا۔ سخت خونریزی کے بعد زخم کھا کر شہید ہو گیا۔ اس پر خدا کی رحمت ہو۔ اب مالک بن اوس مانگی تلوار سوٹ کر جا پڑا۔ اور کئی بہادروں کو قتل کر کے درجہ شہادت حاصل کیا اور رحمت الہی کے شامل حال ہو گیا۔ اس کے بعد ہلال بن نافع نے ان اشتیاق پر حملہ کیا اور جنگ کرتا ہوا شہید ہو گیا۔ پھر حباب بن ارت انصاری معرکہ آرا ہوا اور کچھ عرصہ تک جنگ کر کے جو رحمت الہی میں جا پہنچا۔ عمر بن جتادہ نے بھی حملہ کر کے خوب جو ہر دکھائے اور انجام کار جام شہادت نوش کیا۔ عصابہ کریمہ یعنی اہل خاندان میں سے جس شخص نے سب بے پہلے اس فاسق اور ظالم گروہ پر حملہ کیا۔ وہ عبد اللہ بن مسلم بن عقیل تھا۔ ایسی مردانہ وار جنگ کی کہ جس کی تعریف نہیں ہو سکتی۔ آخر کار بہت سے فاسقوں اور ظالموں کو قتل کرنے کے بعد شہید ہو گیا۔ پھر جعفر بن ابی طالب نے گھوڑے کو ممیز کیا اور رجز خواں ہو کر حملہ کیا۔ پھر اس کافر گروہ سے خوب مردانہ وار جنگ کی۔ انجام کار شہادت پائی۔ اب عبد اللہ بن حسن بن علیؑ، ہتھیار سجا کر میدان میں آئے نہایت ہی صاحب جمال حسین اور طاہت میں بے نظیر تھا۔ اپنا نام بتا کر اور شعر پڑھ کر اس ظالم گروہ پر حملہ کیا۔ اور کچھ دیر تک خوب لڑنا رہا آخر کار اس ناخدا ترس اور ظالم گروہ نے ایسے جوان کو بھی درجہ شہادت کو پہنچایا۔ اس پر اللہ کی رحمت ہو۔ امام حسین علیہ السلام کو اس کی شہادت سے سخت رنج ہوا۔ بہت افسوس کرتے تھے۔ اور بہ آواز بلند فرمایا اے عزیزو اور اے میرے اہل بیت اس حادثہ پر جو مجھے پیش آیا ہے۔ اور اس مصیبت و بلا پر جو لاحق ہے صبر کرو اور خوش رہو کہ اس تکلیف کے بعد راحت ہی راحت ہے۔ اور اس زلت کے بعد عزت ہی ہوگی۔ امام حسینؑ کے بھائیوں میں سے جو شخص سب سے پہلے معرکہ آرا ہوا وہ ابو بکر ابن علیؑ تھا اسے عبد اللہ بھی کہتے تھے۔ اس کی ماں لیلیٰ بنت مسعود بن خالد تھی۔ میدان میں نکل کر رجز خواں ہوا۔ اور اس گروہ سے کچھ دیر تو خوب جنگ کی۔ بہت سے شامیوں کو دوزخ کے حوالہ کیا۔ اسی اور گیر میں عمر کے طرفداروں میں سے زجر بن بدرؑ نے حملہ کیا۔ ابو بکر کچھ عرصے تک مقابلہ کرتا رہا انجام کار اسی بلعون کے ہاتھ سے شہید ہو گیا۔ اب اس کا دوسرا بھائی عمر بن علیؑ میدان میں آیا۔ زجر کو جس نے اس کے بھائی نے قتل کیا تھا مقابلے کے لئے طلب کیا۔ زجر حملہ آور ہوا اور عمر بن علیؑ نے ذرا مہلت نہ دے کر تلوار کا ایسا ہاتھ مارا کہ وہ دو ٹکڑے ہو کر زمین پر آ رہا۔ پھر رجز خوانی کرتے ہوئے گھوڑے کو میدان جنگ میں کاوے دیتا اور مرد مقابل کو طلب کرتا تھا۔ اور جو شخص مقابلے پر نکلتا اسی کو مار گراتا۔ انجام کار کئی بہادروں کو واصل جہنم کر کے شہید ہو گیا۔

اب تیسرا بھائی عثمان بن علیؑ جس کی ماں ام البنین دختر خرام ابن خالد عامری تھی حملہ آور ہوا۔ لشکر کفار کی قطع و برید کرتا ہوا داخل جنت ہوا۔ پھر اس کا بھائی جعفر بن علیؑ جو بطنی بھائی تھا حملہ آور ہوا۔ خوب لڑا اور بہت سے کافروں کو قتل کر کے شہید ہو گیا۔ پھر اس کا ایک اور بھائی عبد اللہ بن علیؑ حملہ آور ہو کر اس ظالم گروہ سے مردانہ وار لڑا اور شہید ہو گیا۔ اب عباسؑ ابن علیؑ نے لشکر کفار پر حملہ کیا اور معرکہ آرائی اور شجاعت کی داد دے کر اور لشکر عمر کے بہت سے نامور بہادروں کو مار کر داخل جنت ہوئے۔ جناب امام حسینؑ حضرت عباسؑ علمدار کی شہادت سے بہت غمناک ہوئے، زار زار روتے تھے اور فرماتے تھے الا ان انکسر زادی و قلت حیلتی یعنی اب میری کمر ٹوٹ گئی اور طاقت میری گھٹ گئی،

عباس ابن علیؑ کے بعد علی بن الحسین بن علیؑ نے لشکر کفار کا رخ کیا۔ اٹھارہ برس کا جوان شخص تھا۔ حسین ابن علیؑ اپنے دل بند علی اکبرؑ کو ان ملائین سے جنگ کرتے ہوئے دیکھ کر مضطرب ہوئے۔ آنکھوں میں اشک بھرائے ہاتھ اٹھا کر کہا اللہم اشہد علی ہولاء القوم یعنی اے خدا تو اس قوم پر گواہ رہنا ایک بچہ جو اس کافر گروہ سے جنگ کر رہا ہے وہ صورت و شکل اور عادت و گفتگو میں تیرے رسولؐ سے بہت ملتا ہے اے خدا تو اس فاسق قوم سے آسمان کی بارش اور زمین کی برکتوں کو علیحدہ کر انہیں روئے زمین پر پریشان اور بیوی بچوں سے بے لطف کر۔ پھر آواز دے کر عمر سعد کو بلایا اور فرمایا اللہ تعالیٰ تیرا قطع رحم کرے اور ایسے شخص کو تجھ پر مسلط کرے جو سوتے ہوئے کو گرفتار کر کے مار ڈالے۔ پھر بلند آواز سے یہ آیت پڑھی۔ ان اللہ اصطفیٰ ادم و نوحا و ال ابراہیم و ال عمران علی العالمین فریتہ بعضہا من بعض و اللہ سمیع العلیم علی اکبر دشمنوں پر حملے پر حملہ کرتے رہے ایک سو بیس آدمی قتل کئے۔ تمام لشکر فریاد کرنے لگا۔ اب جناب علی اکبرؑ کے جسم پر کئی سخت زخم آئے اور پیاس نے غلبہ کیا۔ باپ کے پاس واپس آ کر کہا یا ابنا العطش العطش یعنی باپ میں پیاسا ہوں تشنگی مجھے ہلاک کئے دیتی ہے۔ اگر ذرا سا پانی بھی مل جائے تو پھر ان فاسقوں کا کام تمام کروں۔ جناب امام حسینؑ نے رو کر کہا اے باپ کی جان تجھ سے کوئی امر پوشیدہ نہیں ہے۔ صبر کر ابھی اپنے دازا کے ہاتھ سے سیراب ہو گا۔ علی بن حسینؑ واپس جا کر قشتہ دہاں ان ظالموں سے مصروف جنگ ہوئے اور شہید ہو گئے۔

اب حسینؑ ابن علیؑ، تمہارے گئے کوئی بھی ساتھی نہ رہا۔ صرف سات برس کا بھتیجا عمر نام اور بھائی کا ایک شیر خوار پوتا باقی تھا۔ آپ گھوڑے پر سوار عورتوں کے خیمے کے دروازے پر تشریف لائے اور کہا میرے بچے کو میرے پاس لاؤ اسے دیکھ کر رخصت کروں۔ عورتوں نے اس شیر خوار کو آپ کے دست مبارک پر رکھ دیا۔ آپ اسے پیار کر رہے تھے کہ ناگاہ ایک تیرا سبچے کے سینے پر آ لگا۔ وہ اسی وقت جاں بحق ہو گیا۔ آپ نے کہا میرے نانا محمد مصطفیٰؐ کی دشمنی کی وجہ سے اس قوم کے حال پر سخت افسوس ہے۔ پھر گھوڑے سے اتر کر تلوار سے گڑھا کھودا اور اس بچے کی نعش دفن کر دی۔

اس کے بعد اپنے شیر خوار بچے علی اصغرؑ کو جو پیاس کی شدت سے انتہائی مضطرب تھا اپنے آگے زین پر رکھ کر صفوں کے سامنے لے گئے اور آواز دی کہ اے ظالم قوم اگر تمہارے خیال میں میں گناہ گار ہوں تو اس بچے نے تو کوئی خطا نہیں کی اسے ایک گھونٹ پانی پلا دو۔ حسینؑ ابن علیؑ کی آواز سن کر ان میں سے ایک شقی نے حضرت کی طرف تیرا مارا۔ جو شیر خوار بچے کے گلے کو چھیدا ہوا حضرت کے بازو میں پیوست ہو گیا۔ تیرے نکالتے ہی بچے کی روح پراز کر گئی۔ امام حسینؑ لاش لے کر واپس آئے اور اس کی نال کو دے کر کہا۔ یہ بچہ حوض کوثر سے سیراب ہو گیا۔ اب جناب امام حسینؑ نے لشکر کفار کا رخ کیا۔ آپؑ یہ رجز پڑھ کر کوفیوں کی طرف متوجہ ہوئے۔

عن ثواب اللہ رب العالمین	کفر القوم و قتلوا
حسن الخیر کریم الانبیین	قتلوا قد ما علینا و اللہ
جمع الجمع لاهل الحرمین	یا قوم من الناس و ذل
باحتجاج الرضا المخلین	ثم صار و او تو اذو کلہم
لعبد اللہ نسل الکاکرین	لم یخاف اللہ فی سفک دمی
بجنود کر خوف العاطلین	و ابن سعد تو مانی عنوہ
فاخبر فخری لضیاء الفرد	لا یثنی کلان فی قبل
و النبی القرظی الوالدین	بعلی الخیر من بعد نبی

اور فرمایا تم پر توف ہے اپنے پیغمبر کے اہل بیت کو تم نے قتل کر دیا۔ بچے اور بوڑھے کسی کو باقی نہ چھوڑا۔ اور ہماری خونریزی میں بے حد غلو کیا۔ حالانکہ تم جانتے ہو کہ ہم کون ہیں اور یہ بھی جانتے ہو کہ تمہارا دشمن کون شخص ہے کیا تم نے ہی نہ بلایا تھا اور وعدے نہ کئے تھے۔ جب تمہاری رضامندی اور خواہش کے لئے میں جلدی کر کے آیا تو وہی تلواریں جو تم نے دشمنان دین کے لئے تیز اور فراہم کر رکھی تھیں سونت سونت کر میرے مقابل پر آجے اور میرے دشمنوں سے مل بیٹھے۔ حالانکہ میری طرف سے تمہارے حق میں کوئی کمی یا بے پروائی وقوع میں نہیں آئی تھی نہ میں نے کوئی گناہ ہی کیا تھا۔ کاش تم دشمنوں سے ملنے سے پیشتر ہی مجھے خبر کر دیتے اور اپنے ارادہ اور وعدوں سے پھر جانے کا حال لکھ بھیجتے۔ میں ادھر آنے کا ارادہ ترک کر دیتا۔ تم پر توف ہے کہ جب میں یہاں آیا تو تم نے پروانہ وار شیخ ہدایت پر گر کر ایمان کے چراغ کو اپنے ہاتھوں سے گل کر دیا۔ آپ یہ فرما رہے تھے لیکن ادھر سے کوئی جواب نہ تھا۔ اس کے بعد آپ تلوار لے کر ان بد بختوں پر ایسے گرے جیسے کوئی جان سے ہاتھ دھو بیٹھا ہے۔ بہت سے آدمیوں کو شمشیر کے گھاٹ اتار کر واصل جہنم کیا۔

آخر کار شمر ذی الجوشن بہت سے سوار اور پیادے لے کر آپ کی طرف بڑھا۔ آپ کچھ دیر تک تنہا اس فوج کثیر سے لڑتے رہے۔ اب ملعونوں نے درمیان میں پڑ کر آپ کو اہل حرم سے علیحدہ کر دیا اور اہل بیت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خیموں کی طرف چلے۔ امام حسینؑ نے اس حال کو مشاہدہ کر کے زیادہ غضب ناک ہو کر آواز دی کہ اے آل سفیان مانا کہ تم میں دین کی بونگ باقی نہیں مگر کیا تم قوم عرب میں نہیں ہو تمہیں شرم نہیں آئی کہ میرے اہل حرم سے تعرض کرنا چاہتے ہو۔

شمر نے کہا حسینؑ تو کیا کہتا ہے اور تیرا مدعا کیا ہے۔ آپ نے فرمایا تم میرے اہل بیت پر حملہ کیوں کرتے ہو۔ تمہارا مدعا تو میرا ہلاک کر دینا ہے۔ میں کھڑا ہوں اور تم سے جنگ کر رہا ہوں۔ کسی کو میرے اہل حرم کے خیموں کے پاس نہ جانے دے۔ شمر نے کہا اے فاطمہ کے بیٹے مجھے تیری بات منظور ہے۔ اسی وقت ان لوگوں کو ڈانٹا جو آپ کے خیموں کی طرف جا رہے تھے اور کہا واپس چلے جاؤ ان خیموں سے کچھ تعرض نہ کرو۔ حسین علیہ السلام پر ٹوٹ پڑو کہ اس کے سوا ہمیں اور کسی سے کچھ غرض نہیں ہے۔ اب وہ سب کے سب حسینؑ پر ٹوٹ پڑے۔ حملوں پر حملے کرتے تھے۔ امام حسینؑ مار مار کر ہٹا دیتے تھے۔ اسی معرکہ آرائی کے دوران آپ پر پیاس نے غلبہ کیا۔ گھوڑے کو جانب فرات لے چلے۔ وہ ملعون آپ کو روکتے اور فرات پر نہ جانے دیتے تھے۔ ایک ملعون ابو خنوق نے ایک تیر آپ کی پیشانی پر مارا آپ نے وہ تیر نکال کر پھینک دیا۔ خون سے تمام چہرہ اور ریش مبارک تر ہو گئی۔ اس وقت امام حسینؑ خدا سے فریاد کناں تھے۔ کہ اے خدا تو دیکھتا ہے کہ اس قوم کے ہاتھ سے میرا حال کیا ہو رہا ہے۔ اے خدا تو انہیں ہلاک کر اور نجات نصیب نہ کیجئے۔ پھر شمشیر غضب ناک کی طرف حملہ کیا اور ان کافروں کو مار مار کر ڈھیر کر دیا۔ آخر کار ان ہزدلوں نے تیر برسانے شروع کئے۔ آپ ان کے تیر اپنے سینے پر کھاتے اور فرماتے تھے کہ اے بد بخت امت تو نے اپنے پیغمبرؐ کا ذرا پاس نہ کیا اور اس کی اولاد کو قتل کرنے میں بڑی بے باکی سے کام لیا۔ خدا کی قسم! اس ذلت کے عوض مجھے درگاہ الہی سے بہت بڑی کامیابی کی امید ہے اور یقین کرنا ہوں کہ تم ذلیل و خوار ہو گے اور خدا تم سے میرا بدلہ لے گا۔

حصین بن نمیر سکونی نے پکار کر کہا اے پسر فاطمہؑ کس طریق سے اللہ تیرا بدلہ ہم سے لے گا۔ آپ نے فرمایا کہ تم میں عداوت اور دشمنی ڈالے گا اور تم آپس میں ایک دوسرے کو مار مار کر مہر جاؤ گے۔ اس کے بعد وہ تم پر اپنا عذاب نازل فرمائے گا۔ شمر ذی الجوشن نے کہا تم کیوں دیر لگا رہے ہو۔ یہ شخص زخموں کی کثرت سے بہت ناتواں ہو گیا ہے۔ سب مل کر

اس پر حملہ کرو۔ سب چاروں طرف سے ٹوٹ پڑے اور گھیر کر نیزے اور تلواریں مارتے تھے۔ ایک ملعون ارض بن شریک نے آپ کے بائیں ہاتھ پر تلواری ماری اور ایک بد بخت عمر بن حنیفہ حقیقی نے پشت کی جانب ہو کر دوش مبارک پر اور تیسرے نے جسے سان ابن انس نخعی کہتے تھے نے پر تیر مارا۔ چوتھے بدکار صالح بن مسیب مری نے پہلو پر نیزہ مارا۔ امام حسینؑ فوراً گھوڑے سے گر پڑے، زمین پر بیٹھ کر سینے سے تیر نکالا۔ خون بہ نکلا۔ دونوں ہاتھ ملا کر زخم کے نیچے رکھتے تھے۔ اور جب مٹھی بھر جاتی تھی تو اپنے منہ اور ریش مقدس پر مل لیتے تھے اور فرماتے تھے میں اسی طرح چہرہ پر خون لگائے اور داڑھی کو خون سے رنگین کئے اپنے نانا کے پاس جاؤں گا۔ عمر سعد نے آپ کا یہ حال دیکھ کر گھوڑا بڑھایا اور سر مبارک کے قریب پہنچ کر کہا اس کا کام تمام کر دو اور سرتن سے اتار لو۔ نصر بن حرث صنعانی گھوڑے سے اتر کر آگے بڑھا برص کی بیماری میں مبتلا تھا۔ حضرت امام حسینؑ کے قریب پہنچ کر ریش مبارک پکڑ لی اور چاہا کہ سرتن سے جدا کرے۔

امام حسینؑ نے اسے دیکھ کر فرمایا کیا تم وہ مبروص کتا ہے جسے میں نے خواب میں دیکھا تھا۔ نصر نے کہا تو میری نسبت ایسا کتا ہے تلوار نکال کر گلوئے مبارک پر رگڑنے لگا اور کتا تھا اذبحک الموم و نفسی تعلمنا علما یقینا لیس فیہ مزعم ولا معالہ لا ہلا یکم ان اہاک خیر من تکلم تلوار کو ہر چند پورے زور سے رگڑتا تھا مگر وہ کاٹ نہ کرتی تھی۔ عمر سعد نے غصے ہو کر ایک شخص خولی بن یزید ابھی کو جانب راست کھڑا تھا کہا جا تو حسینؑ کا کام تمام کر۔ خولی نے گھوڑے سے اتر کر فرزند رسول خدا قرۃ العین علی مرتضیٰ اور امت جان فاطمہ زہراءؑ کا سر مبارک بدن سے علیحدہ کر دیا۔

الغرض امیر المؤمنین جناب امام حسینؑ کے شہید ہونے کے بعد بنی تمیم کے ایک شخص اسود بن حنظلہ نام نے آپ کی تلوار اٹھالی۔ جویہ بن حوفہ حضری نے جسم مبارک کے کپڑے اتار کر پہن لئے وہ تو اسی وقت برص کے مرض میں مبتلا ہو گیا اور سر کے بال جھڑ گئے۔ بصر بن عمر حزی نے ازار اتار کر پہن لی۔ اسی وقت اس کی ٹانگیں رہ گئیں۔ اس جگہ سے ذرا حرکت نہ کر سکا۔ اور عمر کھڑا نہ ہو سکا۔ جابر بن زید ازدی نے دستار لے کر سر پر لپیٹ لی اور اسے مرض جذام لاحق ہو گیا۔ مالک بن بشر کنندی نے زہ پین لی وہ دیوانہ ہو گیا۔ کچھ نہ جانتا تھا کہ کیا کتا ہے اور کیا سنتا ہے۔ اسی اثناء میں ایسی سرخ آندھی نمودار ہو گئی کہ دنیا اندھیر ہو گئی۔ کوئی شخص ایک دوسرے کو نہ دیکھ سکتا تھا۔ سب کو یہی خیال ہو گیا کہ جناب خدا عذاب نازل ہونے کی علامت ہے۔ اور اسی وقت سے عذاب شروع ہو جائے گا۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ آندھی جاتی رہی۔ جناب امیر المؤمنین حسین علیہ السلام کا گھوڑا میدان میں دوڑتا پھرتا تھا۔ اس نے واپس آ کر منہ اور پیشانی حضرت امام حسینؑ کے خون سے رنگین کی اور چیخا چلاتا ہوا چلا۔ لوگوں نے چاہا اسے پکڑ لیں۔ وہ بھاگ خیام امامؑ کے گرد پھرنے لگا اور ہنسنے لگا۔ اہل بیتؑ نے امام حسین علیہ السلام کے گھوڑے کی آوازیں سن کر خیال کیا کہ امام حسینؑ تشریف لائے ہیں۔ بچے اور بہنیں خیموں سے نکل کر اس کی طرف دوڑے۔ دیکھا کہ آپ کی سواری کا گھوڑا خالی کھڑا ہے۔ اور خون میں تر ہے۔ سمجھ گئے کہ امامؑ نے شہادت پائی۔ جناب زینب فرماتی تھی۔ وا محمد اما علیک السما آپ کو کچھ خبر نہیں کہ آپ کے حسینؑ پر کیا گزری اور کس طرح اسے قتل کر دیا۔ اور اس کے جد اطہر کو برہنہ میدان میں چھوڑ دیا۔ وا محمد! آپ کے اہل بیت قید ہو گئے اور فرزند جنگل میں بے حفاظت پڑے ہیں۔ دوست دشمن ان کے حال پر روتے ہیں۔

اب عمر اہل حرم کے خیموں کے پاس آکھڑا ہوا اور فوج ک حکم دیا کہ گھوڑوں سے اتر کر خیموں میں گھس جاؤ جو شے کم یا زیادہ پاؤ سب لوٹ لو۔ لشکر والے خیموں میں گھس گئے اور جو چیز دیکھی اٹھالی۔ شمر نے جناب علی بن الحسینؑ کے خیمہ میں جا کر دیکھا کہ وہ بستر پر بیمار پڑے ہیں۔ تلوار کھینچ کر چاہا کہ انہیں بھی قتل کر دے۔ حمید بن مسلم نے کہا سبحان اللہ! اس بیماری کے قتل سے باز آ یہ تو بیمار ہے۔ شمر نے کہا عبید اللہ بن زیاد بد نماذ کا یہی حکم ہے۔ مسلم نے کہا تجھ پر افسوس

ہے محمد مصطفیٰ کو کیا جواب دے گا۔ آخر کیا تو نہیں جانتا کہ یہ پیغمبر کے اہل بیت ہیں۔ شمر ان باتوں سے شرمندہ ہو کر پھر گیا علی بن الحسین علیہ السلام کے قتل سے باز آیا۔ پھر حکم دیا کہ جناب رسول خدا کے اہل بیت کے خمیوں کو آگ لگا دو۔ لوگوں نے آگ لگا کر خاندان نبوت کو برباد کر دیا۔

امیر المومنین حسین علیہ السلام کے اہل بیت عزیز و اقارب اور دوستوں میں سے کربلا میں بہتر آدمی شہید ہوئے۔ دوستوں میں سے صرف دو شخص مرقع بن تمامہ اسدی اور سیکہ کا ایک غلام اور اولاد میں سے دو جانیں علی بن حسین علیہ السلام اور ایک لڑکا عمر بن حسین جو سات برس کا تھا زندہ بچے۔ عمر سعد نے امام حسین کا سر مبارک کبیر بن مالک کے ہاتھ ابن زیاد کے پاس بھیج دیا۔ اس نے آپ کا سر اقدس ابن زیاد کے سامنے رکھ کر یہ اشعار پڑھے۔

املا و کانی لفضہ و ذہبا انا قتلت ملک الحجبا

و من یصل القبلتین فی الصبی قنات خیر الناس اما و ابا

و خیر ہم اربذہ کروا النساء

یعنی مجھے بے شمار دولت عطا کر کیونکہ میں نے ایسے بادشاہ کو قتل کیا اور اس کا سر تیرے سامنے لا کر رکھ دیا ہے جو شان و شکوہ اور رعب و داب والا تھا۔ بچپن میں اس نے دونوں قبیلوں کی طرف نماز پڑھی تھی۔ اور اہل عالم کے نسب کے مقابلے پر وہ ماں باپ کی طرف سے سب سے زیادہ بڑھا چڑھا تھا۔ عبید اللہ یہ اشعار سن کر غضب ناک ہوا اور کہا کیا تو جانتا تھا کہ حسین ایسا شخص ہے جو کس لئے اسے قتل کیا۔ خدا کی قسم تو مجھ سے کچھ نہ لے گا تجھے ابھی جنم میں بھیجتا ہوں۔ یہ کہہ کر اسے قتل کر دیا۔

امیر المومنین حسین علیہ السلام کا سر مبارک عبید اللہ کے پاس روانہ کرنے کے بعد وہ ملعون اس شب کو کربلا میں رہے، دوسرے دن کوفہ کی طرف چلے۔ اہل بیت رسول خدا کو ہمراہ لیا۔ ملعونوں میں سے بہت سے آدمی اپنے قتل پر سخت نادم اور پشیمان تھے، روتے پینتے تھے جناب علی بن الحسین علیہ السلام نے جو اس وقت بیماری سے بہت ہی ناتواں ہو رہے تھے۔ فرمایا یہ لوگ میرے باپ اور بھائیوں کے قتل پر کیوں روتے ہیں۔ کیا قتل کرنے والے اور لوگ تھے۔

عمر سعد نے واپسی کے وقت شہیدوں کے سر قبیلوں پر تقسیم کر کے حکم دیا کہ انہیں نیزوں پر رکھ لیں۔ بائیس سر ہوازن قبیلے کو، چودہ بنی تمیم کو جن کا سردار حسین بن نمیر تھا اور کندہ کو جن کا سرگرہ قیس بن اشعث تھا۔ چھ سر بنی اسدک بہ سرداری ہلال بن اعمر اور پانچ سر ازد کر دیئے۔ باقی ماندہ سر تھیمت کے حوالے کئے۔ امیر المومنین حسین کی عورتوں بچوں اور لونڈیوں کو گھمیلوں اور کجاویں میں سوار کر کے کوفہ کی طرف روانہ ہوئے۔ عمر سعد کے چلے جانے کے بعد حاضرین کے ہاشموں نے شہیدوں کی لاشیں اس جگہ دفن کر دیں۔

جس وقت یہ شقاوت اثر لشکر کوفہ کے قریب پہنچا ابن زیاد ملعون نے حکم دیا کہ حسین بن علی علیہ السلام کے سر کو تمام شہیدوں کے سروں سے آگے نیزوں پر رکھ کر شہر میں داخل ہوں۔ اس شقی ازلی کے فریاد واریوں نے ایسا ہی کیا۔ سروں کو نیزوں پر رکھ کر گلی کوچوں اور بازاروں سے گزرے۔ جب دوبارہ امام حسین علیہ السلام کا سر مبارک ابن زیاد کے سامنے لائے تو وہ بد بخت لعین چہرہ سے بالوں کو ہٹا کر دیکھنے لگا۔ ناگاہ اس کے منہس ہاتھوں کو ریشہ ہوا اس نے وہ مقدس سر زانو پر رکھ لیا۔ اسی وقت گھوٹے مبارک سے خون کا ایک قطرہ زانو پر گرا جو کپڑوں سے گزرتا اور ان میں ناسور کرتا ہوا نکل گیا۔ وہ ناسور سخت بدبودار تھا۔ ہر چند جراحوں اور لیسوں نے علاج کیا کچھ فائدہ نہ ہوا۔ اس لئے وہ شقی اس ناسور پر ٹھک رکھا تھا کہ بدبو ظاہر نہ ہو۔

جس وقت امام زین العابدینؑ اور اہل بیت رسول خداؐ کو ابن زیاد کے دربار میں لے گئے تو زینبؓ اور ابن زیاد میں طعن و تشنیع ہونے لگی اور علی بن الحسینؑ نے مناظرہ کیا۔ ابن زیاد لعین نے آپ کے قتل کا ارادہ کیا مگر زینبؓ خاتون کی بہتراری کے سبب اپنے ارادہ فاسد سے باز آیا۔ حکم دیا کہ مجھے اس گمراہ کی درد سوری سے بچاؤ۔ یہاں سے نکال کر دوسرے مکان میں لے جاؤ۔ فرمانبردار حکم بجالائے۔

اس کے بعد ابن زیاد نے زبیر بن عقیل، مخزوم بن عابد اور شمر بن الجوشن کو حکم دیا کہ علی ابن الحسینؑ اور خندرات عصمت و طہارت کو شہیدوں کے سروں کے ساتھ دمشق میں لے جائیں۔ وہ ملائین اس لعین کے حکم سے خاندان نبوت کو لے کر جانب شام روانہ ہوا۔ جب دمشق میں پہنچے شہیدوں کے سردار علی بن الحسینؑ اور خندرات اہل بیتؑ رسول خداؐ کو یزید کے سامنے پیش کیا۔ اس لعین نے حکم دیا کہ خاندان نبوی کے سرگروہ کا سر طشت طلائی میں رکھ کر ابن زیاد کے قاصدوں سے کیفیت پوچھنے لگا۔ شمر بن الجوشن نے اس واقعہ کا حال تفصیل سے بیان کیا کہ اے میرے حسین ابن علی اٹھارہ عزیزوں اور ساٹھ دوستوں کے ہمراہ کربلا میں وارد ہوا۔ لڑائی شروع کرنے سے پہلے ہم نے کہا کہ عبید اللہ کا حکم قبول کرو یا جنگ کے لئے مستعد ہو جاؤ۔ حسینؑ نے نے جنگ کو اختیار کر لیا۔ لڑائی کا سماں سورج نکلنے سے دوپہر تک رہا۔ ہم ان پر بلا کی طرح ٹوٹ پڑے۔ تھوڑی دیر میں سب کا خاتمہ کر دیا۔ اب ان کی لاشیں خاک و خون میں لتھڑی ہوئی میدان میں پڑی ہیں۔ اوپر سے سورج تپ رہا ہے۔ ہوا ان پر خاک ڈال رہی ہے۔ جانوران صحرا ان کے خادم ہیں۔ یزید نے یہ حالات سن کر کچھ دیر کے لئے سر جھکا لیا۔ پھر سر اٹھا کر یہ اشعار پڑھے۔

لمت شہاخی بیلو شہدوا دفعتہ الخروج من وقع الامل
ولا هلوا واستهلا لرجا واستهو القتل فی عبد الامثل
لست من عتبتہ ان لم اقم من بنی احمد ما کان لعل
لعت ہاشم بالملک فلا خیر جاء ولا وحی نزل

امام زین العابدینؑ اور بعض خندرات سراپردہ عصمت و طہارت نے یزید سے مناظرہ کیا۔ بنوں نے دربار میں خطبہ دیا۔ یزید نے سب کو قید کر دیا۔ یزید نے دیکھا کہ خلقت امام حسینؑ کے قتل سے سب نفرتیں بھیج رہی ہے۔ شمر اور اس کے ہمراہیں پر بہ ظاہر غصے ہوا اور کہا میں تمہاری فرمانبرداری سے حسینؑ کے قتل کے بغیر بھی خوش ہوتا۔ پھر مرجانہ پر لعنت ہو کہ ایسے برے کام کا مرتکب ہوا۔ پھر علی بن الحسینؑ اور جملہ اہل بیتؑ کی روانگی کا سامان مہیا کر کے اور شہیدوں نے سروں کے نعمان بن بشیر انصاری کو ۳۰۰ سواروں کی جمیعت سے ہمراہ کیا اور اس واجب التعظیم گروہ کو رخصت کر دیا۔

علی بن الحسینؑ بنوں، چچوں، چھو بھیلوں اور تمام عزیزوں کو ہمراہ لے کر مدینہ طیبہ کی طرف روانہ ہوئے۔ صفر کی بیس تاریخ امیر المومنینؑ اور تمام شہداء کے سران کے جسموں سے لہق کر کے دفن کیے۔ پھر وہاں سے کوچ کر کے اپنے تانا بزرگوار کی تربت مقدس پر پہنچ کر قیام کیا۔

تمت بالخیر

